اللہ
رسول
محمد

اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحقیق ○ تنقید ○ تاریخ

محمد مظفر عالم جاوید صدیقی

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا خان

مندرجات

پانچواں باب 477

آٹھواں باب 781

حواشی 833

انتساب

مَیں یہ تحفۂ ناچیز تاجدارِ انبیاء و مرسلین، خاتم المرسلین، فخرِ دوجہاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس و مطہر نامِ نامی کے ساتھ معنون کرتا ہوں جن کے میلاد مبارکہ پر یہ مشتمل ہے۔

اور

اس کاوش کے توسل سے اپنے والدین مرحومین کی بخشش اور بلندیٔ درجات کے لئے معدن الجود والکرم کے حضور صدقِ دل سے التجا کرتا ہوں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ: ۹۳/۱۰)

خاکپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مظفر عالم جاوید صدیقی

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم

۱

تاجدار انبیاء و مرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، ہادی راہ ہدیٰ، قبلہ اہل صدق و صفا، کعبہ اصفیاء و اتقیاء، علم کل مختار کل، ظہور کل، نور کل، رازدار اسرار کبریا، مورد والشمس والضحیٰ، و واللیل اذا سجیٰ، شاہد و مشہود کائنات، شان کائنات، جان کائنات، داعیا" الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا، سرّ کنت کنزا مخفیا، مخزن جود و عطا، سیدنا و مرشدنا و ہادینا، رسولنا و کریمنا و رحیمنا و شفیعنا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی ذات مقدس و مطہر کے اوصاف و خصائل بیان کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس ذات اقدس کے سرالاسرار اور قدرت کے پوشیدہ در پوشیدہ راز حقیقت کو کون جان سکتا ہے جس پر غیرت ایزدی کے ستر ہزار پردے پڑے ہوئے ہوں۔ قرآن و حدیث میں آپؐ کی صورت و سیرت اور خصائل و شمائل کے ذکر و بیان کا حصر بھی ہم اپنے فکر و شعور اور قوت فہم و ادراک کے مطابق ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کبھی طٰہٰ و یٰسین اور کبھی نون والقلم کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ ان کے مفہوم و مطالب خدائے بزرگ و برتر یا آپؐ خود جانتے ہیں باقی جمیع کائنات ناشناس ہے۔

۲

اس کائنات ارضی پر ظاہر اور نمایاں ہونے کے باوجود آپؐ کی صورت و سیرت کے بے شمار پہلو اہل بصارت و بصیرت کی نگاہوں سے مستور ہیں۔ اس کے باوجود آپؐ کی سیرت مقدسہ کے ہر اس پہلو کو نمایاں طور پر بیان کر دیا گیا جو انسانی شعور کی حدود و قیود میں آ سکتا تھا۔ آپؐ کی سیرت مقدسہ کے بارے میں ابتدائے آفرینش سے آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے انسان پر اتنا کچھ نہیں لکھا جا سکا۔ یہ بھی آپؐ کی سیرت مبارکہ کا اعجاز ہے۔ سیرت مبارکہ پر دنیا کی ہر زبان میں اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ ایک قاری اس کو پوری زندگی میں بھی پڑھ کر ختم نہیں کر سکتا۔ میں اس مقالہ کو وصف نبیؐ کے بحر

ذخار میں شامل کر رہا ہوں تا کہ ع قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے۔

۳

اردو میلاد ناموں میں آپؐ کی ولادت مقدسہ، برکات نور محمدیؐ ولادت باسعادت سے پہلے اور بعد کے شواہد، نسب مبارک، حلیہ مبارک اور ولادت تا وصال کے اجمالی و تفصیلی احوال کا بیان ہے۔ آپؐ کے خصائل و شمائل، معجزات و کمالات، تعلیمات و ارشادات، عادات و معمولات، استمداد و شفاعت طلبی اور درود و سلام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں ان موضوعات کی بوقلمونی اور رنگارنگی بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔

۴

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

میری پرورش خاندان کے مذہبی ماحول کے زیر اثر ہوئی جس میں دن رات نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور بزرگان دین کی کرامات کا تذکرہ رہتا۔ والد محترم محمدؐ شریف ارشد صدیقی علیہ الرحمتہ (م ۱۹۷۸ء) کی صورت و سیرت میں فقیری و درویشی اور تصوف کو آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے دیکھا۔ اپنے اس مخصوص خاندانی پس منظر کے تحت اور اپنی بے بضاعتی اور کم استطاعتی کے یقین کامل کے باوجود اس کام کو توشہ آخرت سمجھ کر پوری جانفشانی اور خلوص و عقیدت سے مکمل کرنے کا ارادہ کیا۔

۵

"اردو میں میلاد النبیؐ" آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میلاد کے تمہیدی مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میلاد کے مادہ ولد (و ل د) کے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں استعمال اور عربی فارسی اور اردو لغات میں اس کے مختلف مفاہیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصطلاحی طور پر اردو زبان و ادب میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام میلاد ہے اور یہی اس کا موضوع ہے۔ میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دوسری تصانیف نور نامے، معراج نامے، وفات نامے اور شمائل نامے وغیرہ نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضور کی ولادت مبارکہ کے بعد اولین میلاد کی نشاندہی سیرت ابن اسحاق کی روشنی میں کی گئی ہے۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے بعد سید عبدالمطلب آپؐ کو کعبہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت انہوں نے آپؐ کی ولادت باسعادت پر اللہ کی عطا کا شکریہ ادا کیا اور آپؐ کی تعریف میں اشعار پڑھے۔

ولادت کے موضوع کی نسبت سے تخلیق آدم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؐ کی روایات کا جائزہ، قبہ مولد النبیؐ، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا سال، مہینہ، تاریخ، دن اور وقت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اس کے بعد آپؐ کا سلسلہ نسب پاک، آپؐ کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو (بچپن کے مختصر احوال، بعثت و ہجرت، ہجرت مدینہ، فتح مکہ، وفات مبارکہ)، معراج شریف، معجزات نبویؐ، اخلاق و عادات اور تعلیمات و ارشادات کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ میلاد ناموں میں بالعموم انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس باب کے دوسرے حصے میں میلاد کے موضوع اور فن پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ موضوعات میں اساسی و ثانوی نمایاں عنوانات کے علاوہ عرب کی حالت زار، استغاثہ و استمداد، درود و سلام اور نبی کریمؐ بطور محسن انسانیت کے موضوعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

میلاد ناموں کے فن میں مقتضیات فن، نزاکت، موضوع، حفظ مراتب اور حدود شریعت، حقیقت نگاری، میلاد ناموں کے مختلف انداز، آہنگ اور اجزاء، فنی عناصر، سراپا نگاری، کردار نگاری، محاکات نگاری، منظر نگاری اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ، محاسن شعری، میلاد اور سیرت، میلاد اور نعت، میلاد اور پروپیگنڈا ادب، میلاد میں درود و سلام، میلاد میں استمداد و استغاثہ کا انداز، میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت، مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات، میلاد کے فن پر ہندی اثرات، قدیم و جدید اسلوب میلاد، میلاد بلحاظ حقیقت، میلاد بلحاظ ہیئت، میلاد بلحاظ مشابہت، میلاد بلحاظ بانی محفل، میلاد بلحاظ موقع محل، میلاد بلحاظ سامعین، میلاد بلحاظ استدلال، میلاد بلحاظ عقیدہ، قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال، آداب محفل میلاد، ممنوعات محفل میلاد، میلادی روایات کا تجزیہ، میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ اور میلاد ناموں کی ہیئتوں کے تنوع پر بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مختلف میلاد ناموں سے مثالیں بھی دی گئی ہیں۔

دوسرے باب میں میلاد ناموں کے محرکات و ماخذ بیان کئے گئے ہیں۔ میلاد ناموں کے محرکات کے ضمن میں عقیدت و محبت کا اظہار، اطاعت رسولؐ کا جذبہ، استمداد و شفاعت طلبی، خیر جوئی اور حصول ثواب، میلاد میں حضورؐ کی تشریف آوری کا عقیدہ، صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی، علمائے بریلی کی ترویج میلاد میں خصوصی کوششیں، سالانہ اعراس کی تقاریب، نجی خوشی پر محفل میلاد، سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے، اخبارات و رسائل کی قومی و ملی اشاعتیں اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ جیسے محرکات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

میلاد ناموں کے اہم عربی ماخذ قرآن مجید، احادیث نبویؐ، کتب سیر و مغازی، کتب تفاسیر القرآن، کتب شمائل، کتب دلائل، اسماء النبی الکریمؐ، الہامی صحائف اور دیگر مذہبی کتابوں میں حضورؐ کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر کے حوالے سے اس عطا کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دوسرے باب کے دوسرے حصے میں اردو میلاد ناموں کا عربی اور فارسی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ عربی میں میلاد کی روایت کے ضمن میں عرب شعراء کا ذوق مدح، بعثت سے قبل آپ کی مدحت و ستائش کے نمونے، حضرت حمزہؓ کا میلادیہ قصیدہ، حلیمہ سعدیہؓ کے میلادیہ اشعار، بی بی شیماؓ کے میلادیہ اشعار دربار نبوی کے شعراء کا آپ کے مناقب بیان کرنا، جناب ابو طالبؓ، حضرت عباسؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، ام معبدؓ، عہد مابعد کی مدحت خیرالانامؐ، علامہ بوصیریؒ، شیخ عبدالرحیم البرعیؒ، ابن نباتہؒ، عبدالرحمٰن بن خلدون اور احمد

شوقی کی خدمات کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔
میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کے تعین کے سلسلہ میں ابو عبداللہ محمد بن الواقدی (م ۲۰۷ھ) کی کتاب مولد النبیؐ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ ذکر میلاد النبیؐ زمانہ صحابہ اور خیر القرون سے چلا آ رہا ہے البتہ ملک مظفر شاہ اربل (۵۴۹ھ - ۶۳۲ھ) کے زمانہ سے محافل میلاد کی عام ترویج ہوئی۔ مزید بر آں عربی موالید کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح فارسی میں میلاد کی روایت کے ضمن میں معروف شعراء حکیم کسائی مروزی، حکیم سنائی، شیخ شہاب الدین سہروردی، خاقانی، نظامی گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، اوحدی مراغی اور قاآنی وغیرہ کے میلادیہ اشعار اور فارسی میں میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اختصار سے برصغیر میں فارسی میلاد کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں جنوبی ہند میں میلاد ناموں کے آغاز و ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس باب کے آغاز میں دکنی دور کے پس منظر میں یہاں کے سیاسی، تہذیبی اور لسانی امور کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو زبان و ادب میں سب سے پہلے اردوئے قدیم کے میلاد ناموں کا سراغ لگایا گیا ہے اور جنوبی ہند کے پہلے دور کے میلاد نگاروں شاہ علی محمد جیو گام دھنی سے برہان دکنی تک کے میلاد ناموں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ جنوبی ہند کے ان شعراء کی میلادیہ منظومات اور نثری نمونوں کی مثالیں دی گئی ہیں۔ اردو روایت کے ماخذ و مراجع دکنی دور کی یہی منظومات ہیں، جن کا معتدبہ حصہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ آخر میں جنوبی ہند کی میلاد نگاری کا مجموعی جائزہ، اس دور کے میلاد ناموں کے تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی اثرات کے تحت لیا گیا ہے۔ نیز ادبی و لسانی دنیا میں اس کے اثرات و ثمرات سے بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں شمالی ہند سے متعلق میلاد ناموں کی روایت اور ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس میں اس عہد کے معروف میلاد نگاروں نواب علی محمد خاں فاروقی، میر قدرت اللہ خاں قاسم، حکیم فیاض الحق صدیقی، مولوی احمد یار خاں رامپوری، کرامت علی شہیدی، شاہ رؤف احمد رافت، سر سید احمد خاں، امام بخش ناسخ، غلام امام شہید، میر مظفر حسین ضمیر، لطف بریلوی، شاہ احمد سعید مجددی، حسن بخش کاکوروی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی وغیرہ کے میلاد ناموں اور میلادیہ کلام کا بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس دور میں میلاد کے مخصوص موضوعات ولادت باسعادت، سراپا مبارک، رضاعت، بچپن، جوانی، معراج، وفات مبارک اور تعلیمات و ارشادات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس دور کی میلاد نگاری کے ابتدائی نمونے صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ ان خانقاہی اردو کے نمونوں کو بطور تبرک شامل کیا گیا ہے۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ صوفیاء کی میلادیہ منظومات میں ہندی طرز کے گیت اور دوہے ہندی تصوف اور مخلوط معاشرت کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مجموعی طور پر موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے جملہ اصناف شاعری اور ہیئتوں کو استعمال کیا ہے۔ نیز شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سلام، سہرے اور لوریاں بھی میلاد ناموں میں وافر اور کثرت سے ملتی ہیں۔

اس دور کے میلاد نگاروں نے تہذیبی و عصری اثرات کو قبول کر کے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر مناقب اہل بیت کو بھی شامل کر لیا۔ میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام اور موضوع کے تقدس کی وجہ سے لکھنوی شاعری کے عناصر نسائیت اور ابتذال وغیرہ سے میلادیہ منظومات کا دامن پاک ہے۔ ان منظومات میلاد میں بحور کا تنوع، قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہوئی۔ ہندی بحروں کی بجائے فارسی یا عربی بحریں رائج ہوئیں۔ فارسی اسالیب میں جدت طرازی کی بدولت زبان و ادب میں شکوہ الفاظ، تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اس لحاظ سے اس دور کے نمایاں موضوعات، میلانات اور زبان و ادب پر اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں میلاد ناموں کے دور جدید پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ دور جدید انگریزوں کے تسلط اور عملداری ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت کو مد نظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ کے بارے میں ہے۔

متذکرہ بالا پانچویں باب میں میلاد ناموں کا ہندوستان کی سیاست، تہذیب، مذہب، سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس دور کی سماجی و سیاسی انقلابی تبدیلیوں کی وجہ سے فکر و اظہار کے رنگ و اسلوب میں نمایاں فرق پڑا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مروج موضوعات میلاد کے بیان کے علاوہ ان میں فریاد، استمداد اور شفاعت طلبی کے مضامین کا بطور خاص اضافہ ہوا۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی و سیاسی اور تہذیبی بقاء کو مد نظر رکھ کر مختلف مدافعانہ اور جارحانہ اقدام کئے۔ عیسائیت کے پرچار کے اثرات زائل کرنے کے لئے سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ سر سید اور ان کے رفقاء کی تحریک کی بدولت میلاد ناموں میں استدلال اور عقلیت پسندی کا رجحان غالب آنے لگا۔ اس عقلیت پسندی کی وجہ سے آپؐ کے اخلاق حمیدہ اور شخصی خوبیوں کو بحیثیت انسان کامل اور خیر البشر کے بیان کو فروغ حاصل ہوا۔ اثبات میلاد کے سلسلہ میں علمائے اہلسنت نے کئی کتابیں تالیف کیں۔ فتنہ قادیانیت کے رد کے سلسلہ میں میلاد ناموں میں آپؐ کا ذکر خیر بطور خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے لگا۔ مزید برآں مخصوص سیاسی و سماجی، تہذیبی اور مذہبی حالات کے پیش نظر ہندوستان کی فضا سے بیزاری، روضہ رسولؐ پر حاضری کی شدت سے تڑپ، مدینے جا کر واپس نہ آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید آرزو کا اظہار ملتا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا کرامت علی جونپوری، نواب احمد یار خاں، سلامت اللہ کشفی، حالی، حافظ محمد صاحب علی خاں، مولوی محمد علی خاں سعید، مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری، محسن الملک، قاضی غلام علی مہری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی ابراہیم علی خاں خلیل، بادل کانپوری، عطار اکبر آبادی، بیدل بریلوی، واعظ سہارنپوری اور مولوی مہدی علی پروانہ وغیرہ کے میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین سے ان

کے والہانہ ذوق و شوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں
فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔
پچھلے باب میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں برصغیر
کے مخصوص سیاسی اور سماجی حالات کے زیر اثر مسلمانوں کی زبوں حالی' آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور
مخصوص سماجی و تہذیبی رویوں کی جھلک ملتی ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مناجاتی انداز کی کثرت'
استغاثہ و استمداد کے مضامین میں اضافہ اور ہندوستان سے بیزاری دراصل مسلمانوں کے عصری کرب کا
واضح ثبوت ہے۔ اسی دور میں برصغیر کے مسلمانوں میں شوکت اسلام کے اظہار کے سلسلہ میں جشن عید
میلادالنبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور عقیدت و احترام سے منانے کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علی' پیر
سید جماعت علی شاہؒ' علامہ اقبالؒ اور دیگر اکابرین ملت نے ملک گیر تحریک چلائی۔
اس دور کے میلاد نامے جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب ہوئے ان میلاد ناموں کے ذریعے
مسلمانوں کے اصلاح احوال اور قومی تشخص کے فروغ کے لئے جو کوششیں ہوئیں' انھیں مثالوں سے
واضح کیا گیا ہے۔ اس دور میں نبی کریمؐ کے بنی نوع انسان پر احسانات اور آپؐ کے بشری پہلوؤں کا خاص
طور پر ذکر ملتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا حسن رضا خاں' خواجہ محمد حافظ علی' محمد یقین
کانپوری' مولوی محمد انوار اللہ' سید محب الحق' محمد رکن الدین الوری' عبدالحلیم شرر' جوہر رامپوری' سراج
الدین اکبر آبادی' مولوی محمد کریم بخش' محن بہاری' راشدالخیری' شیخ محمد ابراہیم نقشبندی' قاضی قلندر علی'
عبدالرزاق ندوی' مولانا اشرف علی تھانوی' خواجہ محبوب عالم اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد
ناموں سے سیرت کے موضوعات کی ترویج و اشاعت کے علاوہ سماجی اور تہذیبی اصلاح کا شعور عطا کیا۔ ان
میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ میں تمام تحریکوں' مسائل اور نظریات کا شافی حل پیش کیا اور مذہبی
و تہذیبی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر کام لیا۔
ساتویں باب میں عصر حاضر یعنی قیام پاکستان کے بعد سے ۱۹۹۷ء تک کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل
ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مہاجرین اپنا بیشتر علمی و ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے تھے۔ مجلسی
ضروریات کے تحت مولود شہید اور مولود اکبر وغیرہ کئی بار چھپے اور کئی نئے میلاد نامے لکھے گئے۔ اس دور
کے میلاد نامے نئے تقاضوں اور احوال و مسائل کو مد نظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ اس بدلے ہوئے ماحول و
معاشرت کے باوجود میلاد ناموں میں حضورؐ کی عظمت' ختم نبوت اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات' قومی
و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔ اس دور کے میلاد نامے زیادہ مستند اور معتبر حوالوں
سے مزین کئے گئے ہیں۔ ان میلادیہ نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے استدلال اور
معقولیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں عزیز الدین احمد قادری' مولانا حبیب
الرحمن' سیماب اکبر آبادی' اکبر وارثی میرٹھی' شاہ عبدالعلیم صدیقی' ابوالحسنات قادری' مفتی انتظام اللہ
شہابی' فیض محمد قادری' درد کاکوروی' سید ایوب احمد صبر شاہ جہانپوری' میاں علی محمد خاں چشتی' خواجہ محمد شفیع
دہلوی' حفیظ جالندھری' حافظ محمد رحیم دہلوی اور حامد الوارثی وغیرہ کے میلاد ناموں میں آپؐ کی تعلیمات' نوع

انسان پر آپؐ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کیے ہیں کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔
اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ شگفتگی و تاثیر کی کمی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔
آٹھویں باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں' نامعلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔
مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم املاء کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اظہار عقیدت کی فراوانی ہے البتہ شاعری کی سطح عمومی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کاتب کی غلطی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کمی نظر آتی ہے تاہم اشعار جس طرح متن میں تھے' ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انھیں ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔ میلاد نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ میلاد ناموں پر کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ کماحقہ' حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش' صاحبان بصیرت' بزرگان دین' اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو کوئی فروگذاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد' شعبہ اردو و اقبالیات' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پرخلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کام کو سمیٹنا بڑا مشکل تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں میں قابل احترام اور محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)' ڈاکٹر فرمان فتح پوری' ڈاکٹر جمیل جالبی' جناب مشفق خواجہ' ڈاکٹر وحید قریشی' حکیم محمد موسیٰ امرتسری' ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعداری اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمفرماؤں نے بھی کئی کٹھن مرحلوں پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔
میلاد خاتم المرسلینؐ کی نسبت سے' خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کرہ ارض پر اپنی

انسان پر آپؐ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کیے ہیں کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔

اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ شگفتگی و تاثیر کی کمی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔

آٹھویں باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں' نامعلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم املاء کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اظہار عقیدت کی فراوانی ہے البتہ شاعری کی سطح عموی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کاتب کی غلطی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کمی نظر آتی ہے تاہم اشعار جس طرح متن میں تھے' ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انہیں ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔ میلاد نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ میلاد ناموں پر کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ کماحقہ' حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش' صاحبان بصیرت' بزرگان دین' اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو کوئی فروگذاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد' شعبہ اردو و اقبالیات' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پرخلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کام کو سمیٹنا بڑا مشکل تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں میں قابل احترام اور محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)' ڈاکٹر فرمان فتح پوری' ڈاکٹر جمیل جالبی' جناب مشفق خواجہ' ڈاکٹر وحید قریشی' حکیم محمد موسیٰ امرتسری' ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعداری اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمفرماؤں نے بھی کئی کٹھن مرحلوں پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔

میلاد خاتم المرسلینؐ کی نسبت سے' خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کرہ ارض پر اپنی

لافانی نورانی کرنوں سے اسلام کا ابدی و دائمی پیغام پہنچایا ہے۔ یہ مرقع ملک کی معروف آرٹسٹ، ماہر علوم فنون لطیفہ، پروفیسر کوثر جہاں، شعبہ فائن آرٹس، فیڈرل گورنمنٹ کالج برائے خواتین، راولپنڈی صدر کی خصوصی کاوش کا مظہر ہے۔ میں ان کا اس سلسلہ میں دل کی گہرائیوں سے سپاس گزار ہوں۔

میری اہلیہ رخسانہ اسلم نے میرے اس کام کے مختلف صبر آزما مسائل و مراحل میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اس کی حوصلہ افزائی بھی اس کام میں یقیناً ممد و معاون ثابت ہوئی ہے۔

ظہور احمد خان اور رانا عبدالرحمن نے بڑی محنت شاقہ اور خلوص و عقیدت سے اس مبسوط اور ضخیم دستاویز کی اشاعت کا شاندار اہتمام کیا ہے۔ وہ اس کارخیر کی ترویج پر باعث صد مبارکباد ہیں۔

ان سب کرمفرماؤں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں فلاح دارین سے نوازے۔ (آمین)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و حبیبنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

غلام غلامان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مظفر عالم جاوید صدیقی

۱۸ دسمبر ۱۹۹۷ء

۳۳۶۔اے۔ بی، پیپلز کالونی
فیصل آباد

پہلا باب

میلاد کے تمہیدی مباحث / موضوع و فن

تمہیدی مباحث

میلاد کے مفاہیم

(الف) لغوی ـــــــ قرآن مجید ، احادیث نبویؐ ، عربی ، فارسی اور اردو لغات میں۔

(ب) اصطلاحی مفہوم ، میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دوسری منظومات۔ حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال ، میلاد اول ، تخلیق آدم ، نور محمدی کی روایات کا جائزہ ، قبہ مولدالنبیؐ ، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت ، سلسلہ نسب پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو ، بچپن کے مختصر احوال ، بعثت و نبوت ، ہجرت مدینہ ، بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ ، حجتہ الوداع ، وفات مبارکہ ، معراج شریف ، معجزات نبویؐ ، اخلاق و عادات ، تعلیمات و ارشادات۔

میلاد

میلاد عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ولد (و ل د) ہے۔ میلاد عام طور پر وقت ولادت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ میلاد اسم ظرف زماں ہے۔

قرآن مجید میں مادہ ولد (و ل د) کا استعمال

قرآن مجید میں مادہ ولد کل ۹۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور کلمہ مولود تین مرتبہ آیا ہے۔(۱) **وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہوگا۔ "۲:۲۳۳"۔ لغات القرآن میں ہے کہ مولود اسم مفعول مفرد مذکر کے طور پر بھی آیا ہے۔ **لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ** نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے "۲۔۲۳۳"۔ **لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ**۔ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے "۳۱۔۳۳" (۲) قرآن مجید میں اس مادہ ولد کا استعمال متنوع مفاہیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت میں امام راغب اصفہانیؒ یوں رقم طراز ہیں۔ "**فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ**" اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو "۴۔۱۱" **أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ** اس کے اولاد کہاں سے ہو "۶۔۱۰۱" ولد کا لفظ متبنیٰ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ **أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا** یا ہم اسے بیٹا بنا لیں "۱۲۔۲۱" **وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ** اور باپ "یعنی آدم" اور اس کی اولاد کی قسم

یہاں والد گرامی اور اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات تخلیق کی گئی۔ "۹۰-۳" **وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ** اور جس دن میں پیدا ہوا مجھ پر سلام "اور رحمت" ہے۔ "۱۹-۳۳" **وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ** اور جس دن وہ پیدا ہوئے ان پر سلام و رحمت ہے "۱۹-۱۵" باپ کو والد اور ماں کو والدہ کہتے ہیں اور دونوں کو والدین کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ **رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ** اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف کرنا "۷۱-۲۸" **يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا** اس دن سے (کیونکہ بچے) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا "۷۳-۱۷" ولد کی جمع اولاد آتی ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ **اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے "۸-۲۸" **اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ** تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں "۶۴-۱۴" **مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗ** جن کو ان کے مال اور اولاد نے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں دیا "۷۱-۲۱" (۳) "مزید برآں قرآن مجید میں فعل ماضی معروف اور فعل ماضی مجہول کے لحاظ سے **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ** (اور اس نے نہیں جنا اور اسے نہیں جنا گیا) بھی استعمال ہوا ہے۔

احادیث نبویؐ میں لفظ میلاد و مولد کا استعمال

احادیث نبویؐ میں **مادہ ولد** (و ل د) بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت **المُعْجَمُ الْمُفَهْرَسُ لِاَ لْفَاظِ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ** میں موجود ہے۔(۴) لفظ میلاد کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ یہ لفظ دو بار واضح طور پر ترمذی شریف میں ملتا ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ابواب المناقب میں ایک باب بعنوان "**مَا جَاءَ فِيْ مِيْلَادِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**" بنایا ہے اور اس باب میں "**وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيْلَادِ**" کا ذکر ملتا ہے۔"(۵) اس لحاظ سے حدیث پاک میں لفظ میلاد کے اولین استعمال کی طرف نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مصنف المعجم المفہرس لا لفاظ الحدیث النبویؐ" کے مطابق احادیث میں لفظ مولد کا استعمال بھی سات بار ہوا ہے۔ **مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ** آپؐ کی جائے پیدائش مکہ میں ہے (دارمی مقدمہ ۲) **يَالَيْتَهٗ مَاتَ فِيْ غَيْرِ مَوْلِدِهٖ** کاش کہ وہ ایسی جگہ پر ہوتا جہاں وہ پیدا نہیں ہوا تھا (نسائی جنائز ۸-۳۰) **اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ تُوُفِّيَ فِيْ غَيْرِ مَوْلِدِهٖ**' وہ آدمی جب مرا تو ایسی جگہ پہ فوت ہوا جو اس کی جائے پیدائش نہیں تھی (مسند احمد بن حنبل ۲-۱۷۷) **اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ بِاَجْرًا وَّ مَاتَ فِيْ مَوْلِدِهٖ**' اللہ اسے بخشے اور اس نے ہجرت کی اور وہ فوت ہوا جہاں وہ پیدا ہوا تھا (نسائی جہاد ۱۸) **قِيْسَ لَهٗ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰى مُنْقَطَعِ اَثَرِهٖ فِي الْجَنَّةِ**' جب اپنے وطن کے سوا کہیں اور مرتا ہے تو اس کو جنت میں زمین دی جاتی ہے' پیدائش کی جگہ سے لے کر اس کے آخری پاؤں کے نشان تک یعنی مرنے کی جگہ تک (ابن ماجہ جنائز ۶۱-۳۵) **فَنَحْنُ وِلْدَانٌ وُلِدْنَا مَوْلِدًا" وَاحِدًا**" ہم بچے ہیں ہم ایک ہی جگہ پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ج-۲۱۵) **وَاَعْرِفُ مَوْلِدَهٗ وَاَيْنَ هُوَ الْاٰنَ**' میں اس کی جائے پیدائش کو جانتا ہوں اور اس بات کو بھی کہ اب وہ کہاں ہے؟ (مسلم فتن ۹۱)(۶) اس کے علاوہ مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ **وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ**' میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں مکہ میں پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ج-۲۱۵)(۷)

لفظ مولود بھی حدیث میں آیا ہے۔ اَلْمَوْلُوْدُ فِی الْجَنَّۃِ' چھوٹا بچہ جنت میں رہے گا۔ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ' ہر بچہ فطرت الٰہی کے موافق پیدا ہوتا ہے۔(۸)

عربی کے لغات میں مادہ ولد (و ل د) کے مفاہیم و مطالب

ولد مادہ کی مختلف معنوی تعبیریں تفصیلی طور پر "تاج العروس" کے مصنف نے بیان کی ہیں۔ ان مشتقات کی اصل ایک ہی رہتی ہے لیکن ان کے لفظی تغیرات کی وجہ سے معنی میں قدرے فرق پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ الولد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ زجاج کے قول کے مطابق واحد استعمال ہوتے ہیں۔ زجاج نے اپنے اس دعوی کے ثبوت میں فرا کے شعر کا حوالہ دیا ہے۔

وَلَقَدْ رَاَیْتُ مُعَاشِرًا قَدْ ثَمَرُوْا مَالًا وَّ وُلْدًا

الولد واحد اور جمع استعمال ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ واحد' جمع' مذکر اور مونث کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہت سارے علماء کا کہنا ہے کہ الولد کی جمع اولاد ہے۔ وِلدۃ اور اِلْدَۃ بھی جمع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ولید کا معنی مولود ہے اور مولود کا معنی جنا گیا ہے۔ ولید مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ چھوٹے بچے کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ولادت سے قریب ہوتا ہے۔ ولید ولادت کے زمانہ بعید کے لئے بڑے بچے یا آدمی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ ولید جب پیدائشی غلام کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کی مونث ولیدۃ ہوتی ہے اور اس کی جمع وَلَائِد اور وِلْدَان ہے۔ وَلِیدَہ کا لفظ بڑی عمر کی لونڈی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ النہایہ' المحکم اور التہذیب کے مطابق وَلِیدہ کا لفظ یعنی مولودہ پیدا شدہ (مونث) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ولید کا لفظ بچے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابو ہیثم نے کہا ہے "ولادت سے بلوغت تک ولید' جوان خادم اور اَلْوَلَائِد' جوان کنیزوں کے لئے بولتے ہیں۔ اہل جنت کے خادم ہمیشہ ولید رہیں گے کیونکہ ان کی عمر میں تغیر نہیں ہوگا۔ صاغانی سے روایت کے مطابق ام الولید مرغی کی کنیت ہے۔ عربی کہاوت ہے' ہَمٌّ لِیْ اَمْرٌ لَا یُنَادٰی وَلِیْدَہٗ' یہ کہاوت اس وقت بولتے ہیں جب کچھ لوگ نیکی یا برائی کے کام میں اس قدر منہمک اور مشغول ہو جائیں کہ اگر کوئی بچہ اپنا ہاتھ ان کی کسی قیمتی چیز پر بھی ڈالے تو وہ اس کو ڈانٹتے تک نہیں ہیں اور دوسری کہاوت میں اصمعی اور ابو عبیدہ کا قول ہے۔ "ھُوَ اَمْرٌ لَا یُنَادٰی وَلِیْدَہٗ" وہ بڑا اہم معاملہ ہے اس میں بچوں کو نہیں بلایا جاتا بلکہ بڑوں کو دعوت دی جاتی ہے۔

وَلَدَتِ الْمَرْاَۃُ ماضی کے لئے تَلِدُ وِلَادًا اور وِلَادَۃٌ مضارع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مضارع کی صورت میں تَلِدُ وِلَادًا اور وِلَادَۃ کی واؤ پر زیر پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔ ولادۃ کی واؤ کو ہمزہ سے بدل کر اِلَادَۃ بھی بولتے ہیں۔ لِدَۃ اور مَولِدًا بھی عدۃ و موعدا کے وزن پر آتا ہے۔

محکم میں ہے' وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ وِلَادَۃً وَاِلَادَۃً کی صورت میں ماں والد ہے' نسبت کے لحاظ سے اور والدہ ہے فعل کے لحاظ سے۔ ثعلب نے عورت کے بارے میں بیان کیا ہے "کُلُّ حَامِلٍ تَلِدُ" (ہر حمل والی عورت جنم دیتی ہے) مولد کی جمع مَوَالِید و مَوَالِدُ ہے۔ اَللِّدَۃُ کا معنی ہے' جو ایک ہی وقت میں پیدا ہوں۔ اس کی جمع

لِدَاتٌ ہے۔ جوہری نے اس کی جمع لِدُونَ بھی نقل کی ہے۔ لِدَاتٌ سے اسم تصغیر وُلَیدَاتٌ اور لِدُونَ سے وُلَیدُونَ ہے۔ اَلْلِدَۃُ کا معنی وقت ولادت بھی ہے مَولِد اور مِیلاد کی طرح۔ بہت سارے آئمہ لغت نے مَولِد اور مِیلاد کا ذکر کیا ہے لیکن اَلْلِدَۃُ کا ان معنوں میں استعمال عبری دواوین میں نہیں پایا جاتا۔

اَللِّسَان، اَلْمُحْکَمُ، اَلتَّہذِیبُ، اَلْاَسَاسُ، اَلصِّحَاحُ اور اَلْمِصبَاحُ میں ذکر ہے کہ مَولِدُالرَّجُلِ سے مراد آدمی کی ولادت کا وقت اور ولادت کی جگہ ہے۔ اور مِیلَادُ الرَّجُلِ سے وہ وقت مراد ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہو۔

اَلْمُوَلَّدَۃُ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو عربی نسل سے نہ ہو لیکن عرب میں پیدا ہو۔ عَرَبِیَّۃٌ مُوَلَّدَۃٌ اور رَجُلٌ مُوَلَّدٌ وہ ہوتا ہے جو خالص عربی نہ ہو۔ ابن شُمیل نے اس کی صراحت یوں کی ہے کہ مُوَلَّدَۃ وہ لڑکی ہے جو کسی ایسی سرزمین میں پیدا ہوئی ہو جس سے اس کے باپ کا تعلق ہو یا ماں کا، دونوں کا اس علاقہ سے تعلق نہ ہو اور اَلتَّلِیدَۃ وہ عورت ہے جس کا باپ اور اس کے متعلقین کسی دیگر علاقے سے ہوں اور اس کی ماں کسی اور جگہ سے تعلق رکھتی ہو۔

جَارِیَۃٌ مُوَلَّدَۃٌ سے مراد وہ لونڈی ہے جو عربوں میں پیدا ہو اور عربوں کے بچوں کے ساتھ پرورش پائے اور وہ اپنے بچوں کی طرح اسے غذا دیں اور اپنے بچوں کی طرح اپنا علم و ادب سکھائیں۔ اس طرح اَلْمُوَلَّدُ مِنَ الْعَبِیدِ سے مراد ویسا ہی غلام ہے۔ مُوَلَّدَۃ سے مراد ہر چیز کا نیا روپ ہے۔ اسی سے لفظ مولدون ان شاعروں کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو عربی النسل نہ تھے لیکن انہوں نے عربی میں شاعری کی۔ اَلْمولدہ سے مراد دایہ ہے۔ اَلْوَلُودِیَّۃ سے مراد بچپن ہے۔ ابن برزج نے اَلْوُدِیَّۃ کا معنی درشت مزاجی اور نرم رویہ کی کمی بیان کیا ہے۔ اس سے مراد جہالت بھی ہے۔

اَلتَّوْلِیدُ سے مراد تربیت ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَنْتَ نَبِیِّی وَاَنَا وَلَّدْتُکَ (تو میرا نبی ہے اور میں نے تیری تربیت کی ہے) لیکن نصاریٰ نے اس میں تحریف کر کے انجیل میں یوں لکھ دیا۔ اَنْتَ بُنَیِّی وَاَنَا وَلَدْتُکَ (تو میرا بیٹا ہے اور میں نے تجھے جنا ہے) مَعَاذَ اللہ! اللہ تعالیٰ اس سے مبرا ہے۔ بَیِّنَۃٌ مُوَلَّدَۃٌ اس دلیل کو کہا جاتا ہے جو غیر تحقیق شدہ ہو۔ اسی طرح کِتَاب مُوَلَّد، کَلَامِ مُوَلَّد اور حدیث مُوَلَّد سے مراد وہ ہیں جن کی زبان اصلی و حقیقی نہ ہو۔(۹)

عربی کے لغات میں مَوْلِدٌ، اَلْمَوْلُودُ، مِیلَادُ اور عِیدُ الْمِیلَادِ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ مَولِدٌ (مصدر ہے، اس کی جمع مَوَالِدُ ہے اور اس کا معنی جائے ولادت یا وقت ولادت ہے۔) اَلْمَولُودُ (اسم مفعول ہے، اس کی جمع مَوَالِیدُ ہے اور اس سے مراد چھوٹا بچہ ہے) مِیلَادٌ (پیدائش کا دن، پیدا ہونے کا وقت، سالگرہ کا دن) اور عِیدُ المِیلَادِ (عید وِلَادَتِ السَّیِّدِ الْمَسِیحِ، بڑا دن، کرسمس ڈے، جشن ولادت)(۱۰)

عربی لغت نگاروں کے مفاہیم بالا سے جو بات سامنے آتی ہے۔ ان میں میلاد سے مراد پیدا ہونے کا وقت، پیدائش کا دن یا سالگرہ کا دن ہے۔ لیکن عید المیلاد کے معنی حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کا دن، بڑا دن یا کرسمس ڈے ولیم ٹامسن ورنے بات (مصنف معجم العربیہ) یا لوئیس معلوف (مصنف المنجد) نے صرف اپنے مسیحی عقائد اور روایات کی وجہ سے بیان کئے ہیں۔

فارسی زبان میں لفظ میلاد

فارسی لغات میں میلاد کا لفظ پیدائش کا دن اور پیدا ہونے کا وقت کے معنوں میں آیا ہے۔ لغات فارسی میں میلاد کے معنی وقت ولادت۔ پیدائش کا وقت۔ ایک شہر کا نام ہے اور ایران کے ایک پہلوان کا نام بھی ہے۔ عام طور پر اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہوتا ہے۔(۱۱) فرہنگ آموزگار میں میلاد کے معنی روز تولد۔ ہنگام زائیدہ شدن اور مولود بہ معنی زائیدہ شدہ۔ بدنیا آمدہ۔ نوزاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(۱۲) فرہنگ آنند راج کے مصنف نے لفظ میلاد کے ضمن میں زمان ولادت و وقت زادن' کہہ کر فرہنگ آموزگاری کے مفہوم کو دہرایا ہے۔(۱۳) ڈاکٹر عباس آریان پور کاشانی اور ڈاکٹر منوچہر نے عید میلاد کے معنی

Celebration of the anniversary of the prophet's Birth

اور مولود کے معنی زادہ شدہ' تولد یافتہ Born, Begotten, generated

a son, a male child, nativity, Birth, Birth Day

Anniversary or celebration بیان کئے ہیں۔ (۱۴) معروف فارسی شاعر قاآنی نے مولود بجائے مولد و میلاد کے استعمال کیا ہے۔

روز مولود شہنشاہ ست در روزے چنیں
ہر کہ غمگیں ست بروے زندگی بادا حرام
(۱۵)

لفظ میلاد لغوی مفہوم کے اعتبار سے آج تک فارسی زبان میں پیدائش کا دن اور رسول پاکؐ کے یوم ولادت کے منانے کے لئے مستعمل ہے اور انہیں معنوں کی تائید دیگر فارسی لغات سے بھی ہوتی ہے۔(۱۶)

اردو زبان میں لفظ میلاد

نور اللغات میں لفظ میلاد۔ مولود۔ مولد کے یہ معانی درج کئے گئے ہیں:
(۱) میلاد (ع) پیدا ہونے کا زمانہ۔ پیدائش کا وقت۔

ہے فضل جہاں پر خدا کا
میلاد ہے شاہ انبیاء کا
(امیر)

(۲) مولود: جنا ہوا۔ زائیدہ وہ بچہ جو پیدا ہوا ہو۔ پیدا ہونے کا وقت۔ پیدائش کا دن۔ میلاد۔ بیٹا۔ فرزند۔ پوت۔ وہ مجلس جس میں پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان کیا جائے۔ وہ کتاب جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ مولود خواں' وہ شخص جو رسول

مقبولؐ کے میلاد کا بیان حاضرین مجلس کو سنائے۔ مولود شریف' میلاد کا بیان۔ میلاد شریف۔ وہ مجلس جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا حال بیان کیا جائے۔ مولودی' مولود خواں۔ مولود پڑھنے والا۔

(۳) مولد: زمان ولادت۔ جائے ولادت۔ پیدا ہونے کی جگہ۔ وطن' وقت ولادت۔ وہ کتاب جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ پیدائش' ولادت۔

روز مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں
رمز یہ ہے کہ بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا
ناسخ (۱۷)

ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو' فیلن نے مولود شریف کے معنی

Celebration of the anniversary of Muhammad's Birth

لکھے ہیں۔(۱۸) فرہنگ عامرہ(۱۹) اور دیگر لغات(۲۰) سے بھی میلاد کے معنی ذکر پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

مال گذاری کی اصطلاحات میں ایچ' ایچ' ولسن نے مولود کے درج ذیل معنی بیان کئے ہیں۔

Verses Chanted before the bier of a deceased person when carried out to be buried. a dirge. a burial Service.

"کسی میت کو دفن کرنے سے پہلے لے جاتے ہوئے اس کے تابوت یا جنازہ کے آگے آگے جو اشعار خوش الحانی سے پڑھے جائیں یا بالفاظ دیگر اسے ماتمی راگ' نوحہ' مرثیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یا نماز جنازہ کے الفاظ سے بھی مولود مراد لیا جا سکتا ہے۔"(۲۱) چنیوٹ۔ جھنگ۔ ملتان وغیرہ کے شہروں میں عرصہ پہلے یہ باقاعدہ ایک رسم تھی کہ جنازہ کے آگے مولود خواں ایک ٹولی کی صورت میں میلادیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھتے جاتے تھے۔ غالباً ولسن نے بھی یہی رسم مراد لی ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اسی قسم کی رسم کی نشاندہی کی ہے۔ "یو۔ پی میں ہر مصیبت کے وقت' کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں خاص شادی کے دن' میت کے ایصال ثواب کے لئے رسم سوئم۔ دسویں۔ چالیسویں کے دن میلاد کرتے ہیں۔"(۲۲) لغات نظامی کے مصنف نے میلاد کے معنی رسول پاک اور اہل بیت اطہارؓ کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل بیان کئے ہیں۔(۲۳) یہ واحد لغت ہے جس میں مصنف نے میلاد کے معنوں میں "اہل بیت اطہار کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ مَوْلِدْ' مَوْلُودْ' مِیلَادْ' تَوَلُّدْ' لفظ مِیْلَاد کے مترادفات ہیں۔ عربی' فارسی اور اردو لغات میں مولد و میلاد کا لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کی خوشی میں محفل اور وہ کتاب جس میں آنحضرتؐ کی ولادت کا ذکر ہو' کے لئے مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر مروج ہے۔ اسی مناسبت سے اردو کی جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

میلاد کے لغوی مفہوم میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اردو زبان میں اب یہ لفظ ایک خاص مفہوم کی وضاحت و صراحت اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر نظر آتا ہے۔ حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں۔
"حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام محفل میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی اگر دلوں میں مسرت و خوشی کے جذبات کروٹ لیں' یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسلؐ کی محبت و اطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد و شکر کی صورت میں ہو اور اجتماعی طور پر ہو تو یہ عید میلاد النبیؐ ہے۔(۲۴)

عید منانے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا ایک واضح تصور موجود ہے۔ اس کا ایک نمایاں پہلو شوکت اسلام کا اظہار ہے۔ محمود شکری آلوسیؒ لکھتے ہیں۔ "عید نام ہے اس اجتماع کا جو ایک معتاد طریقے پر بار بار آتا ہو خواہ یہ سال کے بعد لوٹے خواہ ہفتے کے بعد اور خواہ مہینے کے بعد یا اسی طرح کسی اور طریقے پر لہٰذا عید کا لفظ کئی ایک امور پر شامل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ایک لوٹ کر آنے والا دن ہے مثلاً یوم الفطر اور یوم الجمعہ' دوسرے اس دن کا اجتماع اور تیسرے وہ اعمال جو اس کے تابع ہوں مثلاً عبادات اور عادات۔ بعض اوقات عید ایک معین جگہ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی عام ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کو عید کہا جاتا ہے۔ زمانے کی مثال نبی کریمؐ کا یہ فرمان ہے۔ **اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْداً** (اللہ نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنایا ہے اس سے آپ کی مراد جمعہ کے دن سے ہے۔ اس لحاظ سے ہر قوم میں ایک نہ ایک دن ایسا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے اور پھر خوب سج کر شہر سے باہر جاتی ہے اور یہ ایک ایسی رسم ہے جس سے کوئی قوم بھی خالی نہیں خواہ عربی ہو خواہ عجمی۔)" مذہب والوں کا کوئی نہ کوئی میدان ہوتا ہے جہاں وہ اپنی شان و شوکت کے اظہار اور کثرت تعداد جتانے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عید کے موقعہ پر تمام مسلمانوں کا یہاں تک کہ بچوں' عورتوں' پردہ نشینوں اور حائضہ عورتوں کا بھی نکلنا مستحب قرار دیا گیا۔ مگر حائضہ عورتیں نماز گاہ سے الگ رہیں گی اور دعا میں شامل ہوں گی۔ اسی لئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے جاتے تھے اس راستے سے واپس نہ آتے تھے تاکہ دونوں راستوں کے مکینوں کو مسلمانوں کی شوکت کا پتہ چل جائے اور چونکہ عید کا اصل مقصد زینت ہے لہٰذا خوبصورت لباس پہننا' دفیں بجانا' راستہ بدل کر واپس آنا اور نماز گاہ کی طرف گھروں سے نکل کر جانا مستحب قرار پایا۔"(۲۵)

عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات وجہ تکوین کائنات اور سرچشمہ برکات ہے۔ اس دنیائے آب و گل میں آنحضورؐ کی آمد کا دن سعادتوں اور رحمتوں کے نزول کا اور آنحضورؐ کی امت کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کے آغاز کا دن

ہے۔ اس یوم مبارک پر ہم جتنی بھی خوشیاں منائیں بجا اور جتنی بھی مسرتوں کا اظہار کریں زیبا ہے چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان اس یوم سعید پر مسرت و ابتہاج کا اظہار کرتے ہیں۔ مسرت اور ابتہاج کے کئی انداز اور کئی اسلوب ہیں۔ میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ جلسے کئے جاتے ہیں جن میں آنحضورؐ کی سیرت مبارکہ پر تقاریر کی جاتی ہیں۔ نعت خوانی کی محفلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے' قرآن خوانی اور صلوٰۃ و سلام کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ ذکر حبیبؐ کے لئے خواتین علیحدہ مجالس سجاتی ہیں' پرجوش رضاکار گلی گلی اور کوچہ کوچہ نعت خوانی کرتے ہوئے گذرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جن میں بچے' بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہوتے ہیں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔"(۲۶)

اس لحاظ سے آنحضرتؐ کی ولادت کے دن ان کے محامد جلیلہ اور محاسن جمیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔(۲۷) محفل میلاد یا میلاد شریف کی اصطلاح صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ صحابہ کرامؓ اور آئمہ اہل بیت میں سے کسی کے بھی یوم ولادت کو میلاد شریف کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوئے ادب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام مسلمان حضرت علیؓ کے لئے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں تاکہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب ملحوظ رہے۔(۲۸) علمائے کرام نے محفل میلاد شریف میں ذکر شہادت امام حسینؓ سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔ میلاد خوانوں کے ساتھ امور شامل نہیں ہونا چاہئے نیز میلاد شریف پڑھنے کی اجرت مقرر کرنا منع ہے۔(۲۹) اس لحاظ سے "محفل میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تالیف کے کئی محرکات بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان میں بڑا اور یقینی سبب ذکر رسولؐ کے ذریعے حصول ثواب کی خواہش ہے۔ مجالس مولود میں نبی اکرمؐ کی فضیلت بیان کرنے کے لئے پہلے پہل زبان سے اور پھر تحریر سے کام لیا گیا۔ یوں کتب میلاد لکھنے کی ابتداء ہوئی۔" (۳۰)

میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دوسری تصانیف

اردو زبان و ادب میں میلاد نامے' تولد نامے' مولود نامے' پیدائش نامے' پیغمبر نامے' مولد نامے اور ولادت نامے ہم موضوع میلادیہ تصانیف ہیں جبکہ نور نبویؐ" معراج النبیؐ" شمائل رسولؐ اور آپؐ کے معجزات' ارشادات' اور تعلیمات کے ساتھ جزوی طور پر میلاد کا بیان نور نامے' معراج نامے' شمائل نامے اور ارشاد نامے وغیرہ تصانیف میں ملتا ہے۔ وفات نامے اور درد نامے میں حضورؐ کی وفات مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"اردو میں "نامہ" کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی تصانیف نظم و نثر' دیگر اصناف کی طرح فارسی اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اس قسم کے نامے مثلاً پند نامہ' شاہنامہ' سیاست نامہ وغیرہ فارسی میں عام تھے۔ ان سے متاثر ہو کر برصغیر پاک و ہند کے شعراء نے چکی نامہ' لوری نامہ' پنکھا نامہ' ڈھول نامہ'

چرخہ نامہ' قیامت نامہ' ماں باپ نامہ' فقر نامہ' عبرت نامہ' ظفر نامہ' وصیت نامہ' فالنامہ' خواب نامہ' میلاد نامہ' معراج نامہ' شمائل نامہ' وفات نامہ اور نور نامہ وغیرہ کے نام سے نظمیں لکھیں' جن میں سے بیشتر مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شمالی اور جنوبی ہند میں اس قسم کے نامے مختلف زبانوں میں کثرت سے لکھے گئے ہیں۔ اور اردو کا دامن بھی ان سے خالی نہیں۔

اردو میں میلاد نامے' معراج نامے' وفات نامے' شمائل نامے اور نور نامے وغیرہ آنحضرتؐ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بیشتر نامے مثنویوں کی شکل میں ہیں' لیکن خالصتاً نثر میں بھی ہیں۔ بعض "ناموں" میں نثر اور نظم کا امتزاج ہے۔

دکن میں کثرت سے میلاد نامے' معراج نامے' وفات نامے' شمائل نامے اور نور نامے وغیرہ لکھنے کا رواج مذہبی عقیدت مندی کی وجہ سے ہوا۔ نبی کریمؐ کی زندگی کے واقعات مسلمانوں کے لئے نمونہ کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس اسوۂ حسنہ کی تقلید میں ان کی دنیا بھی سنورتی تھی اور آخرت بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں یہ نامے کثیر تعداد میں لکھے گئے۔ انہیں پڑھنے کے لئے گھر گھر محفلیں منعقد ہوتی تھیں' شرکاء محفل میں شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور منتیں مانی جاتی تھیں۔ منت پوری ہونے پر میلاد اور معراج نبویؐ کے بیان کی محفلیں شعراء کے لئے محرک بن جاتیں اور وہ ثواب کے حصول کی خاطر ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ میلاد نامے اور معراج نامے وغیرہ لکھنے کے لئے ان کے سامنے فارسی شاعری کی مثال موجود تھی۔ بعض فارسی مثنویوں میں حمد و نعت کے علاوہ ولادت نبویؐ اور معراج نبویؐ کے مستقل عنوانات بھی ہوتے تھے۔ قدیم اردو (دکنی) کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی تھیں یا ان سے ماخوذ تھیں' اس لئے دکنی شعراء نے نہ صرف ان کو اردو نظم میں منتقل کیا' بلکہ باقاعدہ طبع زاد مثنویاں بھی لکھیں' جنہیں موضوع کی مناسبت سے مولود نامہ' معراج نامہ' وفات نامہ' شمائل نامہ یا نور نامہ کا نام دیا گیا۔

مولود نامہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا حال قلمبند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرمؐ کی پیدائش کے لئے وقف ہے لیکن بیشتر مولود ناموں (یا میلاد ناموں یا تولد ناموں) میں آپؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں گویا مولود نامہ منظوم سیرت رسول اکرمؐ کا دوسرا نام ہے۔

معراج نامہ

اس میں آنحضرتؐ کی زندگی کے ایک محیرالعقول واقعہ "معراج" کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ جب آپؐ نے راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا طویل سفر طے کیا اور براق پر سوار ہو کر حضرت جبرئیلؑ کی رہنمائی میں آسمانوں کی سیر کر کے واپس تشریف لائے۔ اکثر معراج ناموں میں اس عظیم الشان واقعہ کو پوری وضاحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

وفات نامہ

اس میں آنحضرتؐ کے سانحہ ارتحال کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا واقعہ اتنا اندوہناک تھا۔ اور آپؐ کے اہل خانہ اور صحابہ کرامؓ نے اسے اتنی شدت سے محسوس کیا کہ وہ شعراء کی طبع آزمائی کے لئے ایک زبردست محرک ثابت ہوا۔ وفات ناموں میں آنحضرتؐ کی آخری علالت، شدت مرض، وفات، غسل اور تجہیز و تکفین کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شمائل نامہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جسم اطہر کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں شامل شمائل نبویؐ کی احادیث کے علاوہ امام ترمذیؒ کی اس موضوع پر باقاعدہ کتاب (شمائل ترمذی) تمام منظوم اردو شمائل ناموں کا ماخذ ہے۔ شمائل ناموں میں حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں اور جسم اطہر کے ہر عضو کی تعریف کی جاتی ہے۔ شکل و صورت کے علاوہ حضور اکرمؐ کی عادات و خصائل اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ بھی شمائل ناموں کا ایک اہم جزو ہے۔

نور نامہ

اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ نور محمدیؐ کے بیان کے لئے عام طور پر احادیث و روایات کا سہارا لیا جاتا ہے۔(۳۱) اور یہ تمام متذکرہ بالا موضوعات نظم و نثر دونوں میں بے حد مقبول ہیں۔

جکریاں، ذکریاں

ڈاکٹر جمیل جالبی جکری کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جکری، ذکری کی گجری شکل ہے۔(۳۲) لیکن "ذ" کی جگہ "ج" کا استعمال محض گوجری ہی سے مختص نہیں بلکہ اس کا چلن بہت سی زبانوں میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی مزید لکھتے ہیں کہ جکری میں بنیادی طور پر ذکر خدا، ذکر رسول، ذکر پیر و مرشد، ذکر تجربات باطنی و واردات روحانی اس طور پر ایسے اوزان اور ایسے عام فہم الفاظ میں لکھا جاتا تھا کہ اسے گایا جا سکے اور سازوں پر بجایا بھی جا سکے۔ جکری کی حیثیت مختصر گیت یا راگ راگنیوں کے ان بولوں کی طرح تھی جنہیں گا بجا کر لوگوں کے اندر عالم وجد و سرور پیدا کیا جا سکے۔ اس میں عشق و محبت کے جذبات بھی ہوتے تھے اور ایسے ناصحانہ مضامین بھی جن سے مریدوں اور طالبوں کی ہدایت ہو سکے۔(۳۳) بہاؤ الدین باجن نے اپنی جکریوں کے متعلق کہا ہے کہ ہندوستان کے قوال ان کو سرود کے پردوں میں نوازتے اور گاتے ہیں۔(۳۴) جکریوں کو کلیان، دیوگری، بھاگرہ، دھنا سری، ٹوڑی، سیام براری، اساوری، ویساکھ، گنڈ، بلاول اور پوربی وغیرہ میں ڈھالا اور گایا جا سکتا ہے۔(۳۵)

دراصل "ذکر" اہل تصوف کی بڑی اہم اصطلاح ہے اور غالباً اسی اصطلاح کے زیر اثر ہونے والی

واردات قلبی کی کیفیات کے بیان کے لئے مخصوص شاعری کو "ذکریہ" کہا گیا اور بعد ازاں اس میں ذکر خدا اور ذکر رسول مقبولؐ اور دیگر عناصر شامل ہوتے گئے۔ ڈاکٹر احسن زیدی اس طرز فکر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "مسلمان صوفیاء و فقراء جہاں ہر سانس کو ذکر بنانا چاہتے تھے وہاں انہیں ہر ذکر میں جذب و مستی اور ذوق و شوق پیدا کرنے کا خیال بھی تھا۔"(۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے۔ جامع ترمذی صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں ایک باب بعنوان **"ماجاءَ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم"** ہے۔ اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اس باب میں بیان ہے کہ قیس بن مخرمہؓ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میلاد النبیؐ کا ذکر بیان فرمایا ہے: **وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ** (پیدا ہوا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سال میں قصہ اصحاب فیل کا واقع ہوا) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ نے قباث بن اشیم صحابیؓ سے پوچھا: **اَنْتَ اَکْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** سو انہوں نے فرمایا: **رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْہُ فِی الْمِیْلَادِ** (تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو انہوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن پیدائش میں میں مقدم ہوں۔) (۳۷) ابن سعدؒ ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کی ہے؛ امام ابی جعفر صادق محمد بن علیؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: **کَانَ قُدُوْمُ اَصْحَابِ الْفِیْلِ لِلنِّصْفِ مِنَ الْمُحَرَّمِ فَبَیْنَ الْفِیْلِ وَ بَیْنَ مَوْلِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ وَ خَمْسُوْنَ لَیْلَۃً** (تھا آنا اصحاب فیل کا نصف محرم کو پس فاصلہ درمیان اس قصہ کے اور پیدا ہونے رسول پاکؐ کے پچپن رات کا تھا) اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ابی جعفر صادقؒ نے مولد رسول اللہ کا لفظ حضورؐ کی ولادت پاک کے لئے استعمال فرمایا ہے۔(۳۸)

میلاد اول

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد سب سے پہلا میلاد

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بعد حضرت عبدالمطلب آپؐ کو کعبہ کے اندر ہبل کے پاس لے گئے وہ اللہ سے دعا کرتے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کھڑے رہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

الحمد للّٰہ الذی اعطانی
ھذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المھد علی الغلمان
اعیذہ باللّٰہ ذی الارکان

حتی یکون بلغہ الفتیان
حتی اراہ بالغ البنان
اعیذہ من کل ذی شنان
من حاسد مضطرب العنان
ذی ہمہ لیس لہ عینان
حتی اراہ رافع اللسان
انت الذی سمیت فی الفرقان
فی کتب ثابتہ المثانی
احمد مکتوبا علی اللسان
(۳۹)

(ترجمہ) : تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے سرخی مائل گورے رنگ کا یہ پاکیزہ لڑکا عطا فرمایا۔ یہ بچپن ہی میں لڑکوں کا سردار ہے، میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو اس مستحکم کناروں والے گھر کا مالک ہے یہاں تک کہ وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے اور میں دیکھوں کہ اس کے جوڑ بند مضبوط ہو چکے ہیں۔ میں اسے ہر دشمن کی دشمنی سے اللہ کی پناہ میں دیتا اور ٹھوکریں کھانے والے اندھے اور بوڑھے حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اسے خطیب اور زبان آور دیکھوں تو وہ ہے کہ جس کا نام فرقان میں اور دوسری آسمانی کتب میں احمدؐ رکھا گیا ہے جو زبان زد خلائق ہے۔

میلاد النبیؐ کے بارے میں سید عبدالمطلب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں: بیٹے کی اولاد باعث طمانیت قلب ہے۔

الحمد للخالق لا العباد
لما رای جدی و اجتہادی
واننی سوفیہ بالمیعاد
والعہد ان العہد ذو معاد
فوج عنی کربتہ الفواد
ونال منی فدیہ المفادی
فاخیتر عبداللہ من تلادی
ان البنین فلذ الاکباد
شماوہ کا لقرع للفواد
اوم و حمر کلہا تلاد
قلت للمجلس لہا ذواد

هل منکم من صیت ینادی
الابل نہب بین اهل الوادی
فترکوها وهی فی عصواد
(۴۰)

(ترجمہ) : تعریف کے سزاوار بندے نہیں ہیں بلکہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے تشویش کی حالت میں صحیح رائے کا تلاش کرنے والا پایا اور میری رہنمائی فرمائی۔ بے شک میں اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے والا ہوں اور در حقیقت عہد کے بارے میں جواب دہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کے غم و الم کو دور کر دیا اور میرے بیٹے کا فدیہ قبول فرمالیا۔ میں نے عبداللہ کا فدیہ اپنے مال سے عطا کیا۔ بے شک بیٹے جگر کے قیمتی ٹکڑے ہوتے ہیں۔ بیٹے کی اولاد باعث طمانیت قلب ہے میرے ہاں گندم گوں اور سرخ رنگ والے سبھی ہیں۔ شریف النسل اونٹوں کا گلہ موجود ہے۔ میں نے کہا: کیا تم میں سے کوئی بلند آواز والا ہے جو یہ ندا دے کہ اہل وادی نے اونٹوں کو غارت گری اور لوٹ مار کا مال بنا لیا ہے اور یہ بڑی بداخلاقی ہے پس انہوں نے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔

تخلیق آدم

اللہ تعالیٰ نے تخلیق و پیدائش آدم کے سلسلہ میں اپنی شان ربوبیت کا اظہار بڑے نادر انداز میں فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے تخلیق فرمایا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ **وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ**۔ (الحجر: ۲۸) اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں کھنکھناتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔

۲۔ حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش آدمؑ کی بائیں پسلی سے

قرآن شریف میں حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: **يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً** (سورہ نساء: ۱) اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی وضاحت میں تحریر ہے۔ جس نے تم سب کو ایک ہی شخص یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا ہے ان کی بیوی یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو بھی انہی سے پیدا کیا۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ بائیں طرف کی پسلی کی پچھلی طرف سے حضرت

حوا کو پیدا کیا۔ آپ نے بیدار ہو کر انہیں دیکھا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف راغب پایا اور انہیں بھی
ان سے انس پیدا ہوا۔"(۴۱) اسی آیت شریفہ کی وضاحت میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: -
"ابوالبشر حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ انسان کی پیدائش کی ابتداء کا
بیان کر کے قدرت الٰہیہ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس
قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم، تو اس طرح جانب
ماضی چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی یا یوں کہیے کہ قبائل کی کثیر تعداد میں ایک شخص کی
طرف منتہی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعوب و قبائل کی انتہا
ایک ذات پر ہو گی۔ اس کا نام کتب الٰہیہ میں آدم ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شخص توالد و تناسل
کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے۔ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے لہٰذا
ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین انہیں عناصر
سے پیدا ہو گا جو اس کے وجود میں پائے جاتے ہیں اور پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو اور جس
کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے۔ لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو، اس لئے پیدائش کی نسبت
اسی عنصر کی طرف کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری
نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو کہ جوڑا ہو جائے اور وہ دوسرا انسان جو اس کے بعد
پیدا ہو۔ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کے جسم سے پیدا کیا جائے کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے
نوع موجود ہو چکی مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالد معمولی کے سوا کسی اور طریقہ
سے ہو کیونکہ توالد معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں اور یہاں ایک ہی ہے لہٰذا حکمت الٰہیہ نے حضرت آدمؑ
کی ایک بائیں پسلی ان کے خواب کے وقت نکالی اور ان سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا چونکہ حضرت
حوا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیداری کے بعد
حضرت آدمؑ نے اپنے پاس حضرت حوا کو دیکھا تو فرمایا کہ تم کون ہو، انہوں نے عرض کیا عورت، فرمایا کس
لئے پیدا کی گئی ہو، عرض کیا آپ کی تسکین خاطر کے لئے، تو آپ ان سے مانوس ہوئے۔"(۴۲)

۳۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ **اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔** سورہ آل عمران: ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷
(وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے
ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہو گا (اور جو) دنیا اور آخرت میں
باآبرو اور (خدا کے) خاصوں میں سے ہو گا اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں)

لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا۔ مریم نے کہا۔ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہو گا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تو لگایا نہیں۔ فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔(۴۳)

۳۔ مرد و عورت کے اختلاط سے پیدائش

بنی نوع انسان کی عام تخلیق و پیدائش کا یہی دستور ہے کہ بچوں کی ولادت مرد و زن کے باہمی اختلاط سے ہوتی ہے۔ اس میں مباح عام مروج طریقہ نکاح ہے۔

۵۔ ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش

ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش کا طریقہ ان لوگوں کے لئے جو بے اولاد ہوں۔ عصر حاضر میں سائنس کا ایک عجب کرشمہ ہے۔ بعض علماء نے اس طریقہ تولید کو حرام قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اس کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ اگر ڈاکٹر مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو اور مکمل احتیاط و ذمہ داری سے منکوحہ مرد و زن کے جراثیم و بیضہ کو لے کر مایوس ماں کی گود ہری کرنے کا باعث بن جائے تو ان کے نزدیک اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں۔ یہ معاملہ علماء کے نزدیک حلال و حرام کی نسبت سے متنازع فیہ ہے۔

تخلیق آدم کے سلسلہ میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے اور بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو آدم کی بائیں پسلی کی پچھلی طرف سے تخلیق کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ یہ طریقہ ہائے ولادت خوارق میں سے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ عام دستور کے مطابق مرد و زن کے باہمی اختلاط اور نکاح سے ہوئی۔ حضورؐ کی ولادت مقدسہ خوارق میں سے نہیں ورنہ آپؐ کی عظمت کو اس طرف منسوب کر دیا جاتا۔ اس لحاظ سے آپؐ کی ولادت مطہرہ بھی آپؐ کا اعجاز ہے۔ عدیؒ' طبرانیؒ' ابو نعیم اور ابن عساکر' حضرت علیؓ بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ "حضرت آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں' کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں ہے۔"(۴۴) آپؐ کی ولادت باسعادت کے بارے میں کوئی ناقابل یقین کہانی منسوب نہیں ہے۔ آپؐ کی ولادت بھی اسی طرح ہوئی' جس طرح کوئی اور پیدا ہوتا ہے۔(۴۵)

نور محمدیؐ کے سلسلہ میں روایات کا جائزہ

میلاد نگاروں کے مخصوص موضوعات میں سے ایک موضوع نور محمدی کا بیان ہے۔ اس سلسلہ میں معتبر اسانید کے ساتھ بہت سی روایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ نبی کریمؐ کا نور پیدا کیا اور پھر اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ بنایا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔ "حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب

سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح و قلم، نہ بہشت و دوزخ، نہ آسمان و زمین، نہ چاند اور سورج اور نہ ہی فرشتہ و جن اور نہ انسان تھا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور پھر ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش اس سے آگے طویل حدیث ہے۔ اس حدیث سے نور محمدیؐ کا **اوّل الخلق** ہونا ثابت ہوا۔" (۴۶) نبی کریمؐ ساری مخلوقات سے پہلے پیدا فرمائے گئے۔ مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریمؐ سے پہلے پیدا نہیں کی گئی۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

"بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیینؐ ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا)۔ اس حدیث پاک کی رو سے آنحضرتؐ کا موجود ہونا" آدم سے قبل نبی ہونا، خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا اور آپؐ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔" (۴۷)

حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میں آدمؑ کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے، زیادتی کی نہیں، اگر زیادتی کی روایت نظر آئے تو شبہ نہ کیا جائے۔ (۴۸) امام نجم الدین عمر نسفی نے لکھا ہے کہ نور نبیؐ آخر الزماں تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا۔ (۴۹)

آپ کے جسم اطہر کا مادہ بھی لطیف ترین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو پیدا کرنا چاہا تو کعبہ مکرمہ کی زمین کے وسط سے ایک ذرہ کو منتخب کر کے اس کو چشمہ تسنیم کے پانی سے دھو کر بہشت کی نہروں میں غوطہ دے کر مصفّیٰ و مزکّیٰ کیا۔ آسمانوں اور زمینوں میں اس کو گھمایا یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند اس کے پرتو سے تمام کائنات روشن ہو گئی۔ (۵۰) یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپؐ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدم کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اس طرح سے یہ نور اطہر پاکیزہ انداز سے منتقل ہوتا ہوا حضورؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا اور پھر آپؐ کی والدہ ماجدہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اسی نور کو پاک و صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے تمام آباء و امہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔ (۵۱)

نبی کریمؐ کا نور مقدس اللہ تعالیٰ کے نور کا ظل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نور اس وقت پیدا فرمایا جب اس کائنات میں "ہو" کے سوا کچھ نہ تھا اور پھر اس نور محمدیؐ کے طفیل کائنات کی ہر چیز وجود میں آئی۔ کائنات کی تخلیق مکمل ہونے کے بعد پیغمبروں نے نبی کریمؐ کے طفیل اکتساب نور کر کے اس خاکدان

کو منور کیا پھر سب کے بعد اس نور اولیں کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیینؐ کا لقب دے کر بھیجا۔ ارشاد خداوندی ہے: قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آئی)(۵۲) تمام مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تصریح فرمائی ہے کہ نور سے مراد نور محمدیؐ اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔(۵۳)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین۔ مراد از نور ذات پاک حبیب خدا است و نیز اللہ تعالیٰ فرماید کہ اے نبیؐ ترا شاھد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ نور دھندہ را گویند پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے آں ذات پاک را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک از جملہ اولاد آدم اند مگر آں حضرت ذات خود را چناں مطاہر فرمودند کہ نور خالص گشتند و بہ تواتر ثابت است کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند و ظاہراست کہ بغیر نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔"(۵۴)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اس اقتباس سے نبی کریمؐ کا سراپا نور ہونا بدلیل کلام پاک ثابت ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضورؐ تک وہ نور درخشاں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نبی کریمؐ رونق افزائے عالم ہوئے، تو آپؐ کا سایہ نہ ہوتا' آپؐ کے سراپا نور ہونے کی دلیل ہے۔ سایہ کا تعلق مادے سے ہے' نور سے نہیں۔

حقیقت نور کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام سورۂ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔(۵۵) (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے' وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی' قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے' اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کو جانتا ہے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو خود سمجھایا ہے لیکن تشبیہ و استعارہ سے کام لیا ہے۔ اس کی تشریح میں علامہ قاضی ناصرالدین ابی سعید عبداللہ ابن عمر شافعی لکھتے ہیں:

"مشکوٰۃ سے مراد آنحضورؐ کا سینہ' زجاجہ (فانوس) سے مفہوم آپؐ کا قلب' مصباح (چراغ) سے مراد نبوت کے ہیں یعنی نور محمدیؐ کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کو بیان نہ بھی فرمائیں تو بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا شرقی اور غربی استعارہ یہودی و نصاریٰ کے لئے ہے۔" (۵۶)

کلام پاک کی آیات مقدسہ اور تفسیری روایات سے یہ بات صراحت" ثابت ہے کہ آنحضورؐ نور ہیں اور اس نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر کائنات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ تمہاری کتنی عمر ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے بہتر ہزار مرتبہ نکلتے دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔ (۵۷)

کلام پاک یا احادیث میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے نور کو اپنا نور بتایا' وہاں لفظ اللہ استعمال کیا ہے یعنی نور کی ضمیر اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اللہ اسم ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے یہ نور صفاتی نہیں ہے اور نہ ہی حضور اکرمؐ کا نور مبارک اللہ تعالیٰ کے نور کا کوئی ٹکڑا یا حصہ ہے کیونکہ مضاف یا مضاف الیہ میں مغائرت شرط ہے جیسے روح اللہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کی روح کا کوئی حصہ یا ٹکڑا تو نہیں ہو سکتے۔ اللہ کی روح تقسیم ہونے سے بری ہے۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ "**اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّہٗ مِنْ نُوْرِیْ**" یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔ اس سے مراد ہے کہ نبی کریمؐ اپنی ذات مقدسہ کی حیثیت سے آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوق اس آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح ظاہری آفتاب کی شعاعیں کل کرہ ارض میں جمادات' نباتات' معدنیات' حیوانات کے حقائق لطیفہ اور ان میں مختلف قسم کے خواص و اوصاف کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی اچھی یا بری خاصیت کا اثر ان شعاعوں پر نہیں پڑتا اور کسی بھی چیز کے مثبت یا منفی اثرات سورج کے لئے کسی قباحت یا نقصان کا باعث نہیں بنتے۔ اسی طرح عالم اجسام کی کسی بھی کثیف یا نجس چیز کا اثر نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ پر نہیں پڑ سکتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور جب ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ "اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمدؐ کیوں رکھی" خداوند کریم نے فرمایا کہ اے آدم سر اٹھاؤ۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ عرض کیا کہ "اے پروردگار یہ نور کیسا ہے۔" ارشاد ہوا یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمدؐ اور زمینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔ (۵۸)

یہ نور مصطفوی کی عظمت و تکریم تھی کہ تمام فرشتے سجدے میں جھک گئے شیطان ہزاروں سال عبادت کرتا رہا مگر اس کا ملعون ہونا ظاہر نہ ہوا۔ اس کا اظہار نبی کریم کی تعظیم کے وقت ہوا۔ اس لحاظ سے محض عبادت مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل و جان سے تعظیم مصطفیٰ لازم ہے اگر شیطان دیدہ بصیرت سے نور محمدی کی چمک اور تابانی آدم کے چہرے میں دیکھ لیتا تو فرشتوں سے پہلے سجدہ ریز ہو جاتا کیونکہ معلم الملکوت تھا۔ ظاہر ہوا کہ نور مصطفوی کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں ہوتا ان کو یہ نور نظر نہیں آتا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے' فرمایا۔ میں بیٹھی سوت کات رہی تھی اور نبی کریم اپنا جوتا سی رہے تھے' آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا تھا اور پسینہ مبارک سے نور ظاہر ہوتا تھا۔(۵۹) ظاہر ہے کہ نوری جسم کا ہی پسینہ نور ہو سکتا ہے۔

"حضور نے فرمایا کہ میرے لئے براق لایا گیا تو میں اس پر سوار ہوا۔"(۶۰)

برق کے معنی بجلی اور براق مشتق ہے برق سے' تو براق آسمانی بجلیوں کا مجموعہ ہوا اس مجموعہ برق پر سواری کرنا بشر کی طاقت نہیں۔ ارضی بجلی کو کوئی ہاتھ لگا لے تو جان نکل جاتی ہے۔ ایسی بجلی جس پر پڑے وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے تو براق کی سواری تو اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس پر سواری کرنے والا اس سے اعلیٰ نور ہو۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ آپ نور محض تھے۔

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (پھر حضور قریب ہوئے۔ رب کریم نے استقبال کیا تو دو کمانوں کے گوشے کی مقدار یا اس سے بھی کم) اس آیت شریفہ سے حضور کا عرش معلی کے قریب ترین پہنچ جانا ثابت ہے۔(۶۱) اللہ نے اپنے قریب سے قریب تر آنے کی بشارت دی۔ نور کو نور ہی اپنے پاس بلا سکتا ہے۔ یہ بھی حضور کے سراپا نور ہونے کی دلیل ہے۔

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لغات نظامی میں آپ کے مولد مقدسہ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے۔ "یہ مقام مکہ مکرمہ میں جبل ابوقبیس کے ساتھ ساتھ شمالی جانب سڑک پر چلتے جائیں تو دائیں ہاتھ بالکل سڑک پر ہی نظر آتا ہے۔ اسی مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود اس دنیا میں ہوا۔ اس مقام کی نشانی یہ ہے کہ اس کے بالکل متصل سوق لیل کی تختی لگی ہوئی ہے۔"(۶۲) ابوبکر جابر الجزائری لکھتے ہیں:

"آپ کا مولد مکانی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں) ابو یوسف کا مکان ہے۔ جہاں آج کل پبلک لائبریری مکہ مکرمہ میں قائم ہے۔"(۶۳) ملک عرب کی مقدس بستی مکہ کو رسول اکرم کے شہر ولادت ہونے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ دنیا کا واحد قدیم ترین شہر ہے جو آج تک آباد چلا آ رہا ہے۔ یہ امر کم و بیش متفق علیہ ہے کہ اس شہر کی بنیاد کوئی چار ہزار سال پیشتر (ڈھائی ہزار سال قبل مسیح میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ مکہ شہر طول بلد ایک اور عرض بلد دو میں ۴۸ درجہ اور ۲۷ درجہ میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مکہ شہر دنیا کے مرکز میں

واقع ہے۔ مکہ کے کئی نام ہیں جن میں سے بلد امین' بطحا' ام القریٰ' مقدسہ' قادسیہ وغیرہ ہیں جو کسی نہ کسی صفت کے باعث مشہور ہوئے۔ مکہ ایک نشیبی بستی میں واقع تھا' جو شمال سے جنوب کی جانب پھیلتی جاتی تھی۔ اس کے مغربی جانب پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا اور مشرق کی جانب سنگ خارا کی اونچی اونچی چٹانیں' اپنی مرکزی عمارت یعنی کعبہ اپنے باترتیب اور پتھر کے گلی کوچوں' اپنے قلعہ بند مکانوں اور اپنے دارالندوہ کی بدولت یہ شہر خوشحالی اور مضبوطی کا ایک غیر معمولی منظر پیش کرتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں زمین کا وہ حصہ جس کی قسمت میں مولدالنبیؐ ہونے کی سعادت لکھی تھی' شعب بنی عامر میں واقع ہے' راستہ پتھریلا ہے جو عام سطح زمین سے ڈیڑھ کلو میٹر کے قریب بلندی پر ہے' جسے لوگ زینہ کے ذریعہ طے کرتے ہیں' اس کے بعد ایک دروازہ تک جو شمالی سمت میں کھلتا ہے' رسائی ہوتی ہے۔ پھر ایک مستطیل صحن آتا ہے۔ جس کا طول بارہ میٹر اور عرض چھ میٹر کے قریب ہے۔ اس صحن کی مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ جس کے ذریعے قبہ مولدالنبیؐ میں داخلہ ہوتا ہے۔ جہاں ایک متبرک مقصورہ کے اندر سنگ مرمر کا ایک تختہ نصب ہے' جس کے وسط میں کسی قدر گہرائی ہے۔(۶۴) یہی مقام ولادت گاہ خیرالانامؐ ہے۔ قبہ مبارک اور صحن کی اراضی تقریباً ۸۰ مربع میٹر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد یہ مکان رسول اکرمؐ نے عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا۔ یہ مکان بنو امیہ کے ابتدائی دور تک عقیل کی اولاد میں رہا۔ اس کے بعد حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے اسے خرید لیا' اور اپنے ذاتی مکان کا حصہ بنا لیا' یہ مکان چونکہ سفید چونے سے تعمیر کیا گیا تھا' اور اس پر پلستر بھی سفید چونے کا تھا۔ اس لئے اس کو "البیضا" کہا جانے لگا۔(۶۵) یہ ایک عرصہ تک "دار ابن یوسف" کے نام سے بھی مشہور رہا۔ عرصہ دراز تک یہی حالت رہی۔ "جب خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ ملکہ خیزران (م ۱۷۳ھ) حج کو آئیں تو انہوں نے دوبارہ پھر اس مکان کو خریدا اور دار ابی یوسف سے اس حصہ کو علیحدہ کر کے اپنی سابقہ اصلی حالت پر تعمیر کروایا اور وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔ بعض روایات کے مطابق ابو یوسف کے مکان سے مولدالنبیؐ کا حصہ الگ کر کے وہاں مسجد کی تعمیر ہارون الرشید کی رفیقہ حیات زبیدہ خاتون نے کرائی۔"(۶۶) یہ بھی ممکن ہے وہاں پہلے مسجد تعمیر کرانے کا شرف خیزران نے حاصل کیا ہو پھر زبیدہ خاتون مکہ مکرمہ آئی ہو تو اس نے اس مسجد کو ازسرنو شایان شان طریقے سے تعمیر کیا ہو۔ ایک طویل عرصہ تک یہ حالت قائم رہی۔ ابن جبیر (م ۶۱۴ھ) کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انفرادی رسوم کے علاوہ ایک عام جشن میلاد بھی منایا جاتا تھا۔(۶۷)

> "ترکوں نے حجاز پر اپنے دور حکومت کے دوران رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آپؐ کے وصال تک ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی' روحانی' تاریخی اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ عثمانی حکومت کی جانب سے اس کمرے کے بارے میں' جہاں آپؐ کا ظہور ہوا تھا' واضح طور پر احکام تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے اندر پہلی ربیع الاول کو سفید رنگ کیا جائے' رنگ ساز حافظ قرآن ہوں اور پھر ربیع الاول کی اس

رات کہ جب آپؐ کا ظہور ہوا' معصوم بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔ اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا۔"(۶۸)

پھر حالات نے پلٹا کھایا اور ایک اندوہ گیں حادثہ ظہور پذیر ہوا کہ ایک والیٔ حکومت نے بروز دو شنبہ عاشورہ محرم ۱۸۱۰ھ میں قبہ مولدالنبیؐ کو منہدم کر دیا۔ مگر عرصہ دراز نہ گذرنے پایا تھا کہ اس کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر نے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر نو کرائی۔(۶۹)

سعودی حکمرانوں کے دور میں پھر شورش برپا ہوئی۔ اب اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے مگر اس سے اب آپ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے کہ متعدد منزلوں کی ایک بدوضع عمارت راستے میں حائل ہے۔ اور رہے پرندے' تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔ مولدالنبیؐ میں پہلے سعودی حکمرانوں نے دارالحدیث بنایا۔ آج کل یہاں ایک لائبریری قائم ہے جو کبھی کبھار کھلتی ہے۔ اور اب اس گھر میں جہاں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا' شکرانے کے دو نفل پڑھنا بھی مشکل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین اور تصنیف و تالیف کے مجلسی محرکات محافل میلاد النبیؐ ہیں۔ اس مناسبت سے میلاد ناموں کا بنیادی موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ' نور نبویؐ' معراج النبیؐ اور آپؐ کے دیگر محامد جلیلہ و محاسن جمیلہ کا بیان ہے۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں دن' تاریخ' مہینہ اور سال کے تعین کے سلسلہ میں مختلف آراء ملتی ہیں۔

حضور کی ولادت کا سال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سال ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کی ولادت واقعہ فیل کے چند سال (تیس سال سے ستر سال) بعد وقوع میں آئی۔"(۷۰) لیکن یہ بات بالکل غلط ہے تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ترمذی شریف میں روایت ہے۔ قیس بن مخرمہؓ نے فرمایا۔ "میری اور رسول اللہ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔"(۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔(۷۲)

مفسرین کرام نے سورہ فیل کی تفسیر میں یہ بات نقل کی ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر(۷۳)' احمد مصطفیٰ المراغی(۷۴)' مفتی محمد شفیع(۷۵)' مولانا عبدالماجد دریا آبادی(۷۶)' عبداللہ یوسف علی(۷۷)' اور پیر محمد کرم شاہ(۷۸) نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضور کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال واقعہ فیل پیش آیا۔

تمام مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی چنانچہ ابن اسحاق(۷۹)'

ابن ہشام(۸۰)، ابن کثیر(۸۱)، عبدالرحمن جلال الدین سیوطیؒ(۸۲)، ابن جوزی(۸۳)، احمد بن حجر(۸۴)، علامہ عنایت احمد کاکوروی(۸۵)، منہاج الدین عثمان(۸۶)، حافظ ابن قیم (۸۷)، سید محمد الحسنی(۸۸)، علامہ شبلی نعمانی(۸۹)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری(۹۰)، مولانا اشرف علی تھانوی (۹۱)، شیخ عباس قمی(۹۲)، اور قاضی نواب علی (۹۳) نے عام الفیل کو نبی کریمؐ کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ عبدالرحمن چشتی (المتوفی ۱۰۹۴ھ) نے لکھا ہے۔ "اہل سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ حضور اکرمؐ کی ولادت پاک سال فیل میں ہوئی۔"(۹۴) جلیل القدر محدث و مفسر اور مورخ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔(۹۵) اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں، نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔(۹۶) اس لحاظ سے ہمیں اس بات پر محدثین و مورخین کا اتفاق ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل ہے۔

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل مدنظر رکھتے ہوئے سنہ عیسوی کے لحاظ سے آپؐ کا سال پیدائش ۵۷۱ عیسوی بنتا ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء بنتی ہے۔ انہوں نے تاریخ کے سلسلہ میں وضاحت فرمائی ہے۔ ۲۲۔ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹۔ ربیع مطابق، ۱۹۔ اپریل ۵۲۸۳ جولین کے تھی اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ بروئے حساب قدیم قرار دیا۔(۹۷)

محمود شکری آلوسی نے لکھا ہے۔ "آپؐ کی ولادت رومیوں کے مہینوں کے مطابق بیس شباط (فروری) کو ہرمز بن نوشیرواں کی حکومت کے بارہویں سال ہوئی۔ ابو جعفر طبری نے بیان کیا ہے کہ آپؐ کا سال ولادت نوشیرواں کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔"(۹۸) سنہ عیسوی کو مدنظر رکھتے ہوئے سال ۴۰ نوشیروانی بنتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ مولانا حبیب الرحمن نے نظریہ علوی کی روشنی میں ۹۔ دسمبر ۵۶۹ جولیائی مطابق ۱۱۔ دسمبر ۵۶۹ گریگوری تاریخ ولادت لکھی ہے۔(۹۹) اس کا بھی کسی مستند کتاب سے حوالہ نہیں ملتا۔ عام طور پر انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ جات کو وقیع سمجھا جاتا ہے۔ ان میں اور انگریزی کتب سیرت میں اکثر و بیشتر آپ کا سال ولادت ۵۷۰ عیسوی دیا گیا ہے۔(۱۰۰) ان میں صرف ایک انسائیکلوپیڈیا نے بعید از قیاس تاریخ ولادت لکھی ہے۔(۱۰۱) اور ایک میں سال ۵۷۱۔۵۷۰ دونوں دیئے گئے ہیں۔(۱۰۲)

انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب سیرت میں سال ولادت جہاں ۵۷۰ عیسوی ملتا ہے۔(۱۰۳) وہاں چند کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء بھی ملتی ہے۔(۱۰۴) جو درست نہیں ہے۔

محی الدین قادری الرزاق(۱۰۵)، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم(۱۰۶)، ڈاکٹر حمید الدین(۱۰۷) اور قطب الدین عزیز(۱۰۸) نے آپ کی تاریخ ولادت ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ عیسوی بیان کی ہے۔ پرانی تقاویم کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ عیسوی بنتی

ہے۔

ماہ ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سال ولادت کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثریت کے نزدیک آپ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی۔ بعض نے محرم، بعض نے صفر، بعض نے رجب اور بعض نے رمضان کو ماہ ولادت قرار دیا ہے۔"(۱۰۹)

مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب "نطق الہلال بارخ ولادۃ الحبیب والوصال" میں اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "رجب، صفر، ربیع الآخر، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا ہے مگر درست اور مشہور قول ربیع الاول ہے۔"(۱۱۰) حضورؐ کی ولادت نہ محرم میں ہوئی نہ رجب میں اور نہ ہی رمضان میں۔ مدارج النبوت میں ہے: "مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود" (یعنی مشہور ہے کہ آپؐ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی)۔(۱۱۱) حافظ ابن کثیر نے بھی لکھا ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ آپؐ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی۔(۱۱۲) اس کی تائید حضرت سعید بن المسیبؓ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں آپؐ کی اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینہ ربیع الاول قرار دیا گیا ہے۔(۱۱۳)

ماہ ربیع الاول میں آپؐ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی فرماتے ہیں۔ "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضور اکرمؐ رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض نا سمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپؐ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہو تاکہ یہ مہینہ آپؐ کے وجود مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے۔ نبی کریمؐ اور جشن میلاد نبویؐ کی ولادت خدا تعالیٰ کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہو۔"(۱۱۴) مولانا محمد جعفر پھلواروی لکھتے ہیں۔ "ظہور قدسی، آغاز نبوت، اختتام ہجرت اور ظاہری مفارقت وغیرہ جیسے کئی اہم واقعات ماہ ربیع الاول ہی میں ہوئے۔" شفیق بریلوی ربیع الاول کی اہمیت کے بیان میں لکھتے ہیں۔ "ربیع الاول کے معنی ہیں بہار کا پہلا مہینہ۔ ربیع اس موسم کو کہتے ہیں جس میں کونپلیں پھوٹیں، درختوں اور پودوں پر موسم بہار کے آثار نمایاں ہونے لگیں۔ عرب میں اس ماہ میں موسم بہت خوشگوار ہو جاتا تھا۔ درختوں، کھیتوں میں ہریالی نظر آتی تھی۔ اگر اس ماہ مبارک میں کوئی اور بڑا واقعہ نہ بھی ہوا ہوتا، تو اس کی عظمت و تقدیس کے لئے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ اس عالم امکان کا سب سے بڑا انسان اسی مہینہ میں متولد ہوا۔"(۱۱۶)

حضور کی ولادت مبارکہ ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کو سب مانتے ہیں۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ مفسرین، علماء اور دانشوروں نے مہینہ بہرحال ربیع الاول ہی تسلیم کیا ہے۔

تاریخ ولادت

آپ کی ولادت مبارکہ کس **تاریخ کو** ہوئی۔ اس میں شدید اختلاف ہے۔ علامہ قسطلانی نے ۲۔ ربیع

الاول سے لے کر ۱۸۔ ربیع الاول تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ صحیح تاریخ ۸ اور ۱۲۔ ربیع الاول کے درمیان بتائی ہے۔(۱۱۷) مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق سات قول ہیں۔ دو' آٹھ' دس' بارہ' سترہ' اٹھارہ اور بائیس۔"(۱۱۸) اس لئے درست اور صحیح تاریخ ولادت کی وضاحت کے لئے مختلف تاریخوں پر باری باری بحث کرنی ضروری ہے۔

دوم ربیع الاول

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو معشر نجیح المدنی کہا کرتے تھے: ربیع الاول کی دو راتیں گذری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے روز پیدا ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) نے طبقات میں نقل کی ہے۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار کر کے دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے۔(۱۱۹) دو ربیع الاول اختیار کرنے والے مورخین کی بنیاد ابو معشر نجیحؒ کی روایت ہے جو مدینہ پاک میں رہتے تھے اور جبکہ حضورؐ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس روایت کو سب سے پہلے محمد بن سعد نے نقل کیا جو ۱۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ جب آپؐ کی ولادت ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں الگ الگ کیلنڈر رائج تھے۔ مدینے والوں کا سال ۱۲ ماہ کا ہوتا جبکہ مکے والے اپنی مرضی سے ۱۳ یا ۱۴ ماہ کا سال بھی بنا لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں مکہ والوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دو ربیع الاول کی روایت کسی طرح درست نہیں ہے۔(۱۲۰)

پنجم ربیع الاول

امیر الدین نے سیرت طیبہ میں لکھا ہے۔ "قول مختار یہ ہے کہ آپ پانچ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔"(۱۲۱) لیکن کسی بھی مورخ نے یہ تاریخ نہیں لکھی اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی نے پانچ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

ہشتم ربیع الاول

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودیؒ نے حضور کا یوم ولادت آٹھ ربیع الاول قرار دیا ہے۔(۱۲۲) علامہ حافظ ابن قیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو حضور کی ولادت ہوئی۔(۱۲۳) علامہ راشد الخیری (۱۲۴) اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی(۱۲۵) نے آٹھویں ربیع الاول کو یوم میلاد قرار دیا لیکن اس کی بنیاد کسی صحابی یا تابعی کے قول پر نہیں۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ جس کی کوئی سند نہیں ملتی۔

نہم ربیع الاول

شرح بستان المحدثین میں ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ ۹۔ ربیع الاول شریف کو کھجوریں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔(۱۲۶) مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے۔

"تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں
انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی ولادت ۹۔ ربیع الاول بروز دو شنبہ
ہوئی۔ حاشئے میں مولانا شبلی نعمانی نے مزید وضاحت فرمائی ہے کہ تاریخ میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق
علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک پر منحصر ہے ربیع الاول مذکو
کو ان تاریخوں میں دو شنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ اسی لئے ۹۔ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت
ہے۔(۱۲۷) قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں۔ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دو شنبہ
کے دن ۹۔ ربیع الاول ۱ھ عام الفیل مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ مکرمہ میں بعد
از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔" قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے اس صفحہ پر حاشئ
میں مزید تحریر فرمایا ہے۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دو شنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے
ولادت' نبوت' ہجرت' وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے
تاریخ ولادت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے طبری و ابن خلدون نے ۱۲۔ تاریخ اور ابو الفداء نے ۱۰ لکھ
ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ کا دن ۹۔ ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا اس
لئے ۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔"(۱۲۸) تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت نے بھی ۹ تاریخ ہی
صحیح قرار دیا ہے۔ یکم جیٹھ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں۔" شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸
منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے مگر سمت پروشٹھ کے جاری کرنے والوں نے ۲۳ منٹ ۲۴ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیا
تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹھ سن عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۴ سیکنڈ کی تاخیر سے
شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشٹھ ۱ء کا آغاز یوم یکشنبہ مطابق ۱۳۔ مارچ ۵۷ق م جولین ہوا تھا یعنی اعتدال
ربیعی سے ۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ پروشٹھ کا آغاز ۲۲۔ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ایک
یوم بعد اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشٹھ ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال ربیعی سے
۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت پروشٹھ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا یعنی ۶۱ 1/2 سال کے بعد
سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔ غرض سمت پروشٹھ میں جو غلطی متعلق سال شمسی کے ابتدا
تا ئی سمت مذکور سے موجود ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ سمت پروشٹھ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء
اور سمت پروشٹھ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۳۔ مئی ۱۹۲۵ء کے ہے۔"(۱۲۹)

مولانا ابوالکلام آزاد(۱۳۰)' مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی(۱۳۱)' چوہدری افضل حق(۱۳۲)' غلام احم
پرویز(۱۳۳)' شاہ معین الدین احمد ندوی(۱۳۴)' مولانا محمد میاں(۱۳۵)' عبدالکریم ثمر(۱۳۶)' فقیر سید وحی
الدین(۱۳۷)' عبدالمجید(۱۳۸) اور ڈاکٹر اسرار احمد(۱۳۹) نے ۹۔ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے
سالار حجاز میں حمید انور لکھتے ہیں:

"آپ ماہ ربیع الاول کی ۹۔ تاریخ کو پیدا ہوئے۔ مسیحی سن ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء اور
بکرمی سمت یکم جیٹھ ۶۲۸ تھی۔ دن دو شنبہ پیر کا تھا۔ پیدائش اور وفات کے سال کا
حساب کر کے پیغمبر اسلام ۲۲۳۰۳ دن ۶ گھنٹے قیام فرما رہے۔ آپؐ نے آٹھ ہزار ایک

سو چھپن دن فرائض نبوت ادا کیے۔ دنیا بھر کے نبیوں میں کسی نبی کی زندگی پاک کا ایسا
صحیح حساب کس مذہب والے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔"(۱۳۰)

محمد حسین ہیکل نے چار تواریخ کا ذکر کیا ہے :۔

"ماہ ربیع الاول میں ولادت مبارک کے موئدین اس ماہ کی تاریخ میں ۳' ۹' ۱۰ اور
ابن اسحاق کی روایت میں ۱۲۔ ہے"(۱۳۱)

محمد بدرالدین خان "تحفہ ربیع الاول" میں رقم طراز ہیں۔

"ربیع الاول کی بارہویں اور بعضوں کی رائے میں ربیع الاول کی نویں تاریخ
تھی۔"(۱۳۲)

فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا کے مطابق "حضورؐ کی پیدائش ۹۔ ربیع الاول کو ہوئی مگر ۱۲۔ ربیع الاول پر علمائے کرام کا اتفاق ہے۔"(۱۳۳) سیرت طیبہ محمد رسول اللہ میں مولانا عبدالمقتدر نے بڑی وضاحت سے باب ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت کی مروجہ تقاویم کے لحاظ سے ہر کیلنڈر کی تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ وہ ولادت کی تاریخ لکھتے ہیں۔

"۹۔ ربیع الاول سنہ ۱ء عام الفیل' ۱۸۔ دے نوشیروان ۴۰' ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ عیسوی' یکم
جیٹھ ۶۲۸ بکرمی شمسی' ۲۰ نیساں ۸۲۲ سکندری' ۱۸۔ توت ۱۳۱۹ بخت نصری' یکم جیٹھ
۳۶۷۲ کل جگ' ۱۰۔ ایار ۴۳۳۱ یہودی عبرانی' ۱۱۔ پشنس ۳۶۷۵ طوفانی۔"(۱۳۴)

نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ میں دو شنبہ کے دن کی بڑی خاص اہمیت ہے۔ آپؐ کی ولادت' وحی کا نزول' حجر اسود کو موجودہ جگہ پر رکھنا' مکہ سے ہجرت' مدینہ منورہ میں داخلہ اور آپ کا وصال سب پیر کے دن ہوا۔ برصغیر پاک و ہند میں صدیوں پرانی یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ بارہ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ بارہ ربیع الاول کو آپ کا وصال مبارک ہوا اور اس دن بھی دو شنبہ تھا اور آپؐ کی ولادت مبارکہ دوازدھم ربیع الاول کو بھی دو شنبہ کا دن تھا۔

دھم ربیع الاول

چند مورخین نے ۱۰۔ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔ محمد بن سعد نے "طبقات ابن سعد" میں لکھا ہے۔ "ماہ ربیع الاول کی دس راتیں گذری تھیں کہ دو شنبہ کے دن آپؐ پیدا ہوئے۔"(۱۳۵) علامہ ابن جوزیؒ نے ۱۲۔ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے لیکن ایک روایت یہ بھی لکھی ہے "آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔"(۱۳۶) انہوں نے دس کے بعد کی تاریخ کا واضح تعین نہیں کیا۔ اس لحاظ سے یہ روایت دس ربیع الاول کے حق میں نہیں نیز دس ربیع الاول کسی بھی برصغیر پاک و ہند کے سیرت نگار نے نہیں لکھی ہے۔

دوازدھم ربیع الاول

درج ذیل اصحاب نے آپ کی ولادت مبارکہ ۱۲۔ ربیع الاول لکھی ہے : حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ(۱۳۷)'

محمد بن اسحاق(۱۴۸)٬ ابن ہشام(۱۴۹)٬ علامہ ابن حجر عسقلانی(۱۵۰)٬ محمد الغزالی(۱۵۱)٬ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی(۱۵۲)
سید جمال حسین(۱۵۳)٬ الشیخ مصطفیٰ الغلاینی(۱۵۴)٬ شیخ محمد رضا مصری(۱۵۵)٬ فواد فخرالدین(۱۵۶)٬ شاہ عبدالحق
محدث دہلوی(۱۵۷)٬ مولانا احمد رضا خان بریلوی(۱۵۸)٬ مولانا نعیم الدین مراد آبادی(۱۵۹)٬ پیر محمد کرم
شاہ(۱۶۰)٬ مولان نقی علی خان بریلوی(۱۶۱)٬ حکیم سید ابوالحسنات (۱۶۲)٬ مولانا اشرف علی تھانوی(۱۶۳)٬ مولانا
عبدالماجد دریا آبادی(۱۶۴)٬ مولانا احتشام الحق تھانوی(۱۶۵)٬ علامہ نور بخش توکلیؒ(۱۶۶)٬ قاضی نواب
علی(۱۶۷)٬ سید ابوالاعلیٰ مودودی(۱۶۸)٬ علامہ حکیم محمد عالم آسی(۱۶۹)٬ نواب محمد صدیق حسن خان(۱۷۰)٬ سید
محمود احمد رضوی(۱۷۱)٬ مولانا عبدالحلیم شرر(۱۷۲)٬ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی(۱۷۳)٬ ابوبکر جابر
الجزائری(۱۷۴)٬ مفتی عنایت احمد کاکوروی(۱۷۵)٬ سر سید احمد خان(۱۷۶)٬ مفتی محمد شفیع(۱۷۷)٬ سید ابوالحسن
علی ندوی(۱۷۸)٬ سیرت انسائیکلو پیڈیا(۱۷۹) اور ٹی۔ پی۔ ہیوز(۱۸۰)٬ وغیرہ۔

بارہویں ربیع الاول کے بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔"(۱۸۱)

معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) اولین سیرت نگار امام محمد بن اسحاق کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً خَلَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ۔

"رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔"(۱۸۲)

علامہ ابن خلدون جو فلسفہ و علم تاریخ کے ماہرین میں سے ہیں٬ وہ نبی کریم کی تاریخ ولادت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً خَلَتْ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ لِاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً مِنْ مُلْکِ کِسْرٰی اَنُوْشِیْرَوَانَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔"(۱۸۳)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں لکھتے ہیں:

لِاَنَّہٗ وُلِدَ بَعْدَ خَمْسِیْنَ یَوْمًا مِنَ الْفِیْلِ وَبَعْدَ مَوْتِ اَبِیْہِ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ۔

"واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔"(۱۸۴)

محمد الصادق ابراہیم عرجون٬ دور حاضر کے معروف سیرت نگار ہیں٬ وہ اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں

تحریر کرتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّ مِنْ طُرُقٍ كَثِيْرَةٍ اَنَّ مُحَمَّدًا" عَلَيْهِ السَّلَامُ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ فِيْ زَمَنِ كِسْرٰى اَنُوْشِيْرْوَانَ وَيَقُوْلُ اَصْحٰبُ التَّوْفِيْقَاتِ التَّارِيْخِيَّةِ اَنَّ ذٰلِكَ يُوَافِقُ الْيَوْمَ الْمُكَمِّلَ لِلْعِشْرِيْنَ مِنْ شَهْرِ اَغُسْطُسَ سَنَةَ ۵۷۰ م بَعْدَ مِيْلَادِ الْمَسِيْحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

"کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء بیان کی ہے۔"(۱۸۵)

علامہ ابن جوزیؒ نے نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بارے میں لکھا ہے:

وُلِدَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ وَقِيْلَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْهُ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيْلِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔"(۱۸۶)

عیون الاثر کے مصنف امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی الاندلسیؒ لکھتے ہیں:

وُلِدَ سَيِّدُنَا وَنَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ قِيْلَ بَعْدَ الْفِيْلِ بِخَمْسِيْنَ يَوْمًا۔

"ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور کی ولادت ہوئی۔"(۱۸۷)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی ۱۲۔ ربیع الاول کی تاریخ روایت کی ہے:

رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْهِ بُعِثَ وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ وَفِيْهِ هَاجَرَ وَفِيْهِ مَاتَ وَهٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

"حضرت جابرؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور اسی روز حضور کی بعثت ہوئی۔ اسی روز معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی۔ اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔" واللہ اعلم بالصواب۔(۱۸۸)

آپؐ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں جمہور کی رائے یہی ہے کہ ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ وہ بارہ ربیع الاول کی رات کو جائے ولادت نبی کریمؐ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آئے ہیں۔ اہلحدیث مشہور عالم نواب محمد صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز دو شنبہ شب دوازدھم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔(۱۸۹) نیز علماء دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع نے سیرت خاتم الانبیاء میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔(۱۹۰) نیز مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی ماہر فلکیات یا مورخ کی اس رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں ہے۔ دراصل نبی کریمؐ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں ۱۲۔ ربیع الاول کی بجائے کسی دیگر تاریخ کے تعین کا موجودہ سلسلہ بھی صیہونی سازش کا ایک حصہ ہے تاکہ اجماع امت میں اختلاف پیدا کر کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منانے کے سلسلہ میں ابہام پیدا کر دیا جائے۔

متذکرہ بالا قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ارشادات سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریمؐ بارہ ربیع الاول عام الفیل پیر کے دن صبح کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔

سترہ ربیع الاول

شیخ عباس قمی نے لکھا ہے۔ "شیعہ علماء میں یہ مشہور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی۔"(۱۹۱) ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے اپنے مضمون "چہاردہ معصومین" میں لکھا ہے۔ "تاریخ ولادت عام مسلمانوں میں ۱۲۔ ربیع الاول تسلیم کی جاتی ہے کوئی ۹ اور کوئی ۷ بتاتا ہے لیکن فقہ جعفریہ کے علماء کے نزدیک طے شدہ تاریخ ولادت سترہ ربیع الاول ہے۔ سن ولادت پر سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل ہے۔"(۱۹۲) ان دونوں کی آراء کے برعکس علامہ محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ "محمد بن یعقوب کلینی نے کہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گذر چکی تھیں۔"(۱۹۳) اور یہی روایت "جلاالعیون" میں ہے۔(۱۹۴) اس لحاظ سے ان کے مقابلے میں عصر حاضر کے شیعہ مورخین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اٹھارہ اور بائیس ربیع الاول

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

"کہا گیا ہے کہ نبی کریمؐ ربیع الاول کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہتے تھے کہ آپؐ پیدا ہوئے۔
یہ دونوں قول بالکلیہ غیر صحیح ہیں۔"(۱۹۵)

علامہ قسطلانی نے خود ان کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ نیز کسی اور سیرت نگار نے ان تاریخوں کا ذکر تک

نہیں کیا۔ لہذا یہ بالکل غلط ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

اس بات پر تمام محدثین' مورخین' قدیم و جدید سیرت نگار متفق ہیں کہ نبی کریمؐ کی ولادت دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔ اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ "حضور نبی کریمؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "تمہارے نبی دو شنبہ کو پیدا ہوئے۔ دو شنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی۔ اسی دن ہجرت کی،اور دو شنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔" (۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت دو شنبہ کی صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔" (۱۹۷)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی فرماتے ہیں:

"**وَهٰذَا مَالَا خِلَافَ فِيهِ اَنَّهُ وُلِدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِىْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ** (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضور دو شنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔" (۱۹۸)

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ امام سہیلیؒ نے ذکر کیا کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو لہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔

"یہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی۔ اور ثویبہ نے ابولہب کو آپؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابو لہب نے اس کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔" (۱۹۹)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی لکھتے ہیں:

"علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز اس دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ اس تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور اس میں چار قول ہیں۔ دو' آٹھ' دس اور بارہ ربیع الاول۔" (۲۰۰)

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول تھا۔ سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بقول دمیاطی پچپن دن بعد۔" (۲۰۱)

مورخ یعقوبی نے جعفر بن محمد کی سند پر دو شنبہ کی بجائے جمعہ کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔" (۲۰۲) جو

بالکل غلط ہے اور اسی طرح سید نبی الدین اولیائی نے لکھا ہے۔ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم در روز جمعہ بہ ہنگام طلوع آفتاب متولد گردید۔" (۲۰۳) دو شنبہ کے یوم ولادت ہونے کے بارے میں ثقہ راویوں کی روایت کی موجودگی میں مورخ یعقوبی اور سید نبی الدین اولیائی کا جمعہ کو یوم ولادت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ "اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔" (۲۰۴)

اس بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس بات پر تمام محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کی ولادت مبارکہ دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔

وقت ولادت

وقت ولادت کے بارے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

> "آپؐ بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالمتاب پیدا ہوئے نیز حاشیہ میں وضاحت فرماتے ہیں کہ یوم ولادت با سعادت کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بج کر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔" (۲۰۵)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ (۲۰۶) دیگر مورخین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؐ کی ولادت صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (۲۰۷)

شواہد متذکرہ بالا سے یہ بات قرین قیاس ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت دو شنبہ (پیر کے دن) بتاریخ بارہ ربیع الاول ۱ھ عام الفیل کو ہوئی۔

مسلم ہیئت دانوں نے ہجری قمری تقویم کی رو سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ایام کا حساب بھی مرتب کیا ہے۔ اس کی رو سے آپ علیہ السلام اس دنیا میں ۲۲۳۳۰ دن اور چھ گھنٹے قیام فرما رہے ہیں۔ ان میں سے رسالت و نبوت کی تبلیغ کے ایام ۸۱۵۶ شمار کئے گئے ہیں۔

اسم مبارک محمدؐ کی تشریح

نبی کریمؐ کے دادا جان نے اسم مبارک محمدؐ تجویز کرنے کے سلسلہ میں آپؐ کے عقیقہ کے دن اپنے قبیلہ کے لوگوں کے استفسار پر یوں وضاحت فرمائی:

اردت ان یحمده اللہ فی السماء خلقه فی الارض (میں نے اس لئے یہ نام تجویز کیا ہے تاکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوق اس مولود مسعود کی حمد و ثنا کرے)۔ (۲۰۸)

اہل لغت کے نزدیک جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمد کہتے ہیں۔ امام محمد ابو زہرہ اسم محمدؐ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تفعیل کا صیغہ، کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لحہ بہ لحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں استمرار پایا جاتا ہے یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے اس تشریح کے مطابق محمدؐ کا مفہوم یہ ہو گا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لحہ ہر گھڑی نو بنو تعریف و ثنا کی جاتی ہو۔"(۲۰۹)

علامہ سہیلی بھی اس نام پاک کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

"یعنی لغت میں محمدؐ اس کو کہتے ہیں۔ جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مفعل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مضرب اور ممدح ان کا وزن بھی مفعل ہے اور ان کے معنی میں بھی تکرار ہے۔"(۲۱۰)

سلسلہ نسب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے نسب کی شرافت اور آپؐ کے شہرو جائے پیدائش کی عظمت محتاج بیان و دلیل نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی اشکال و اخفا ہے کیونکہ آباؤ اجداد کے لحاظ سے فخرو عالم تمام بنی ہاشم بلکہ قریش میں ممتاز اور سارے عرب میں شریف النسب اور معزز ترین ہیں۔ آپؐ کا نسب اس قدر باکرامت ہے کہ اس کے تمام اجزاء پاکیزہ ہیں اصل سے بھی، فرع سے بھی اور آپؐ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا ہے۔ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے جس کو اللہ کے نزدیک سب شہروں پر برتری، عظمت اور فوقیت حاصل ہے۔

حضورؐ کے آباؤ اجداد کے فضائل

آنحضرتؐ عرب کے معزز ترین گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں سب کو قیادت و سرداری حاصل تھی جو عربوں میں بہت اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کی دانشمندی و دانائی بہادری و دلیری اور جود و سخا شہرہ آفاق تھے۔ معد، میدانی اور چھاپہ مار جنگوں کے ہیرو تھے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران واپس آتے تھے۔ نزار، حسن و جمال اور عقل و دانش میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، اسی طرح مضر کا حسن بھی بے مثال تھا اور بہت خوش الحان تھے۔ الیاس، اپنی قوم میں حضرت لقمانؑ کی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ فہر، ان پر قریشی نسب کی انتہا ہوتی ہے، ان سے اوپر جو ہے وہ قریشی نہیں بلکہ کنانی کہلاتا ہے۔ ان کا لقب قریش تھا اور بہت کریم النفس تھے۔ کعب، آٹھویں پشت میں حضرت عمر بن خطابؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ عرب جمعہ کے روز ان کے پاس جمع ہوتے تھے اور یہ انہیں پند و نصائح کرتے اور حضورؐ کی بعثت کی خوشخبری سناتے اور آپؐ کی اتباعؑ کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ مرہ، چھٹی پشت میں آنحضرتؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ کلاب، حضورؐ کے والد محترم اور والدہ محترمہ کا نسب ان پر جا کر مل جاتا ہے۔ ان کا نام حکیم ہے بعض کے نزدیک عروہ ہے۔ شکاری کتوں سے شکار کھیلنے کی وجہ سے ان کا لقب کلاب پڑ گیا۔ قصی، قریباً ۴۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ قریش میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت

ابراہیمؑ کے بعد کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ بیت اللہ کی کلید برداری، حجاج کے لئے فراہمی آب اور ان میں شکر کی تقسیم اور عام مہمان داری کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے۔ عبد مناف، انھیں حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند بھی کہا جاتا تھا۔ سخاوت کی وجہ سے فیاض کے نام سے موسوم تھے وہ چوتھی پشت میں حضرت عثمانؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ ہاشم، ان کا نام عمرو بن مناف تھا۔ انہوں نے شدید قحط کے دنوں میں ملک شام سے آٹا وغیرہ لا کر اور بہت سے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ ان کا دستر خوان ہر حال میں وسیع اور عام رہتا تھا۔ اپنے دور کے صاحب ثروت تاجر تھے اور مکہ کے محصولات جمع کرتے تھے۔ عبد المطلب، ان کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ ان کے دستر خوان سے پرندوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے درندوں تک کو غذا پہنچائی جاتی تھی۔ وہ مصائب میں قریش کے کام آتے۔ وہ پہلے شخص تھے جو غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کنوئیں زمزم کا پتہ لگایا اور اس کی بہم رسانی کا اہتمام کیا۔ عبد اللہ، آپ آنحضرتؐ کے والد محترم تھے۔ عبد المطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ شہر کے مساکین و فقراء کو کھانا کھلاتے اور اسی ماہ میں حرا پہاڑ پر لوگوں سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال پر غور و فکر کرتے۔(۲۱)

آپؐ کا نسب نامہ

آپؐ کا نسب نامہ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت سے درج ذیل بیان کیا ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المغیرہ) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمن بن تارخ (اصل نام آزر) بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (بعض کے نزدیک یہی ادریسؑ ہیں۔ واللہ اعلم۔ بنی آدم میں یہ پہلے شخص ہیں جنہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور جنہوں نے قلم استعمال کیا) بن یرد بن مہلیل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابو البشر علیہ السلام۔

اس نسب پاک کے متعلق محمد محی الدین عبد الحمید ازہری لکھتے ہیں:

عروہ بن زبیرؓ کی روایت ہے کہ ہمیں کسی ایسے شخص کے بارے میں معلوم نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے درمیان کی نسبی کڑیوں کو جانتا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے درمیان تیس اجداد ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہمارا انتساب عدنان تک ٹھیک ہے اور اس سے اوپر کے سلسلے کو ہم نہیں جانتے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ روایت منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف عدنان تک انتساب کیا ہے بلکہ ابن عباسؓ کی سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ جب آپؐ عدنان تک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ علماء انساب کا بیان جھوٹ سے بھرا ہوا ہے۔ امام مالک اور علماء کی ایک جماعت نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنا نسب

حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے کیونکہ عدنان سے اوپر کا شجرہ نسب کوئی حتمی چیز نہیں ہے جس پر اعتقاد کیا جا سکے بلکہ ظنیات کی قبیل سے ہے۔ مزید برآں مذکور اسماء کی املاء میں بھی کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔" (۲۱۲) حضورؐ جب اپنا نسب بیان فرماتے تو جناب عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم فرماتے اور اس پر زیادہ نہ کرتے۔(۲۱۳)

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں کہ آپؐ کے نسب شریف کے بارے میں تمام آئمہ سیر و اہل نسب کا عدنان تک اتفاق و اجماع ہے۔ پھر اس کے بعد کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔(۲۱۴) آپؐ کے نسب کے بیان میں بعض نے نسبی سلسلوں کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے۔ بعض نے ناموں میں تقدیم و تاخیر کی ہے لیکن سلسلہ نسب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیل وھود و نوح و ادریس و شیث علیہم السلام حضورؐ کے اجداد میں سے ہیں۔(۲۱۵) آل اسماعیل کی ایک شاخ قریش مکہ تھے۔ ۳۹۸ء کے قریب قصیٰ پیدا ہوا اس کی پانچویں پشت میں حضورؐ پیدا ہوئے۔

شجرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریمؐ کے مختصر شجرہ مبارکہ کے بعد اگلے صفحہ پر آپؐ کا وضاحتی و تفصیلی شجرہ نسب بھی قصیٰ سے شروع کر کے دیا گیا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

آنحضرتؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ آپؐ کا والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب شریف درج ذیل ہے: یعنی حضرت محمد مصطفیٰ بن آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وھب رضی اللہ عنہ بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الی آخرہ۔(۲۱۷) اس طرح سے آپؐ کے پدری اور مادری دونوں نسب کلاب پر جا کر مل جاتے ہیں۔

جناب آمنہ کی والدہ کا نام برہ ان کی والدہ ام حبیبہ ان کی ماں قلادہ (۲۱۸) اور قلادہ کی ماں کا نام امیمہ اور ان کی والدہ کا نام ذب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ لیلیٰ بنت عوف تھا۔(۲۱۹)

حضور نبی کریمؐ کا نسب تمام انساب میں اشرف و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب میں افضل بنایا۔ پھر قبائل میں انتخاب کیا تو مجھے سب سے اعلیٰ قبیلہ میں پیدا کیا۔ پس میں شخصی اور گھرانہ ہر دو کے اعتبار سے سب انسانوں سے افضل ہوں۔(۲۲۱) واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

مختصر شجرہ نسب اس طرح ہے(۲۱۶):

شجرہ مبارک

قصی بن کلاب سے آپ کا تفصیلی شجرہ مبارک درج ذیل ہے:

ترتیب و تلاش: عبدالواحد خان درانی

مرقد منور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مقام ابواء

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ طیبہ والدہ مطہرہ کی طرف سے (۲۲۰)

مدرکہ
ہذیل
سعد
تمیم
الحارث
ثعلبہ
وہب (دختر)

صعصعہ
عادیہ
لحیان
غنم
مالک

ش
امیمہ (دختر)

حباشہ
مالک
حارث

ش
قلابہ (دختر)

لوئی
کعب
عدی
عویج
عبید
عوف

ش
برہ (دختر)

مرہ
کلاب
قصی
عبدالعزیٰ
اسد

ش
ام حبیب (دختر)

عبدالدار
عثمان
عبدالعزیٰ

ش
برہ (دختر)

غالب
مرہ
کلاب
زہرہ
عبدالمناف
وہب

ش
حضرت آمنہ

(والدہ ماجدہ رسول کریم)
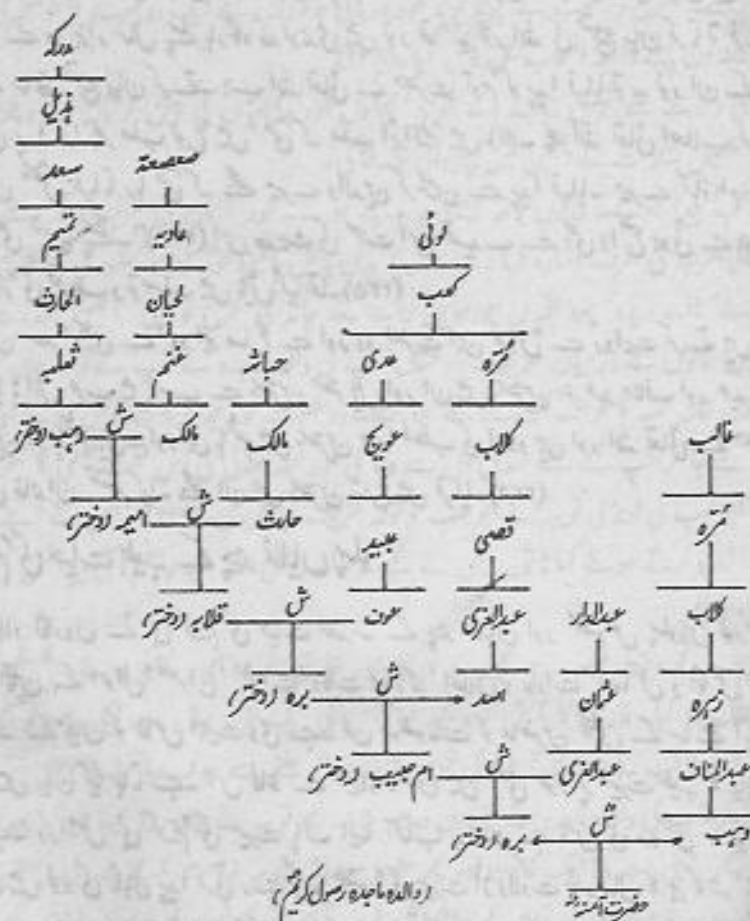
حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسمٰعیلؑ کو برگزیدہ فرمایا پھر ان کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔(۲۲۲) طبرانی' ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: حضرت آدم سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں۔ کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں ہے۔(۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: بے شک یہ قریشی نبی' حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور تھا' یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کے صلب میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلب نوحؑ میں' حتیٰ کہ صلب ابراہیمؑ میں ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا۔ میرے آباؤاجداد کبھی زنا کے نزدیک بھی نہیں پھٹکے۔"(۲۲۴) اس حدیث کی صحت اس قصیدے سے بھی واضح ہوتی ہے جو حضرت عباسؓ نے حضورؐ کی تعریف و توصیف میں پیش کیا تھا۔(۲۲۵)

ابن سعدؒ' کلبی سے' وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اہل عرب میں سب سے بہترین مضر ہیں اور ان میں بہترین بنو عبد مناف اور عبد مناف کی اولاد میں بہترین بنو ہاشم ہیں۔ اور بنی ہاشم میں بہترین عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے جہاں بھی خاندان تقسیم کیا۔ مجھے ان میں بہترین شاخ میں فرمایا۔(۲۲۶)

نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے چند نمایاں اور مخصوص پہلوؤں نور محمدیؐ' ولادت مبارکہ' بچپن کے احوال' معراج' معجزات' وفات مبارکہ' اخلاق و عادات' خصائل و شمائل اور تعلیمات و ارشادات کے بیان کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان موضوعات کو حاضرین مجلس کے سامنے ایک دو گھنٹہ کی نشست میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر سیرت طیبہ کا بیان اختصار سے شامل ہے۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت پاک ایسا آفتاب ہدایت ہے جس کی روشنی تا قیامت دلوں کی تاریکیوں میں نور کی تابانی پیدا کرتی رہے گی۔ حضورؐ کی سیرت از ولادت تا وصال کا ہر گوشہ' ذاتی و معاشرتی زندگی' عبادات' مواعظ و ارشادات' خطبات' غزوات' تبلیغ و دعوت کی جدوجہد کا ہر مرحلہ' اخلاق و عادات' اسلامی معاشرے کی تاسیس و تنظیم' نبوت و رسالت کی ذمہ داری کی ادائیگی' صداقت' امانت' شجاعت' پہلی اسلامی حکومت کی سربراہی' معاملہ فہمی' بالغ نظری' نکتہ رسی' خصومات اور تنازعات کے حل کی غیر معمولی قدرت غرضیکہ ایک ایک شعبہ زندگی کے تفصیلی حالات معتبر اسانید کے ساتھ آج دنیا میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شخص آپؐ کا شریک نہیں ہو سکتا۔(۲۲۷)

بچپن کے مختصر احوال

حضورؐ کی ولادت باسعادت سے چند مہینے پہلے آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رحلت فرما گئے۔ آپؐ کی ولادت سے پہلے کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ آپؐ کے نور کی برکت سے زمین پر جابجا روئیدگی کی مخملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو **سنۃ الفتح والابتہاج** کہنے لگے۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے واقعہ اصحاب فیل پیش آیا۔(۲۲۸)

آپؐ کی ولادت کے قریبی زمانے کے شواہد' کاہنوں اور راہبوں کی پیش گوئیاں اور دیگر خفی و جلی اشارات کی تفصیل بشارات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

جب آپؐ پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے (جیسے آپؐ اپنے عالی مرتبہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں)' بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بو کستوری کی طرح خوشبودار' ختنہ کئے ہوئے' ناف بریدہ' چہرہ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی' آنکھیں قدرت الٰہی سے سرگیں' دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں' آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپؐ کے دادا جان عبدالمطلب کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' بلا بھیجا۔ وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ شریف میں لے جا کر آپؐ کے لئے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

آپؐ کے چچا ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے ابو لہب کو تولد شریف کی خبر دی۔(۲۲۹) تو اس نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ثویبہ میں نے تجھے نومولود (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا۔(۲۳۰)

تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب و غریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے۔ فلسطین میں بحیرہ طبریہ یکایک خشک ہو گیا۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا' جس کی ایک ہزار سال سے ایک لمحہ کو بھی آگ نہ بجھی تھی۔ شہاب ثاقب کے ذریعے آسمان کی خبریں شیطانوں کو سننے سے روک دیا گیا۔(۲۳۱)

نبی کریمؐ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا بعدازاں خولہ بنت منذر ام ایمن' بنی سعد کی ایک خاتون اور پھر حلیمہ سعدیہؓ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ حضرت حلیمہؓ کا بیان ہے کہ جب وہ بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئیں تو بجز ان کے دوسری خواتین کو بچے دودھ پلانے کے لئے مل گئے۔ ان کا اپنا بچہ بھی شیر خوار تھا مگر دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا اور ان کا بچہ بھوک کی شدت سے روتا رہتا تھا۔ اور نہ اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ ہوتا تھا کہ وہی پلا دیتیں۔ جب آپؐ کو لے کر قافلہ میں آئیں اور اپنی دائیں چھاتی سے لگایا تو دودھ نے جوش مارا۔ حضرت نے پیا اور بائیں چھاتی چھوڑ دی جس سے حلیمہؓ کے بیٹے نے پیا۔ اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ عدل آپؐ کی جبلت کا نتیجہ تھا۔ بنو سعد میں ان دنوں سخت قحط تھا مگر حضور کی برکت اور فیضان سے حلیمہؓ کے مویشی سیر ہو کر آتے اور خوب دودھ دیتے۔ اس طرح حلیمہؓ کی تنگ دستی دور ہو گئی۔

ایک دن حضرت اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے

گئے۔ حلیمہؓ سعدیہ تلاش میں نکلی اور آپؐ کو شیما کے ساتھ پایا تو کہنے لگی، اتنی گرمی میں؟ شیماء نے کہا میرے بھائی نے گرمی محسوس نہیں کی۔ بادل آپؐ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپؐ چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں۔

شق صدر کا واقعہ

ایک روز حضورؐ اپنے رضائی بھائی عبداللہ کے ساتھ بھیڑوں کے ریوڑ کے ساتھ تھے کہ آپؐ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں۔ انہوں نے آپؐ کو پہلو کے بل لٹا کر پھر ان کا پیٹ چاک کر کے اس میں کوئی چیز ملا دی اور چلے گئے۔ یہ سنتے ہی میں اور میرا خاوند دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپؐ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ پوچھا بیٹا! تجھے کیا ہوا۔ آپؐ نے پورا واقعہ بیان فرمایا تو پھر حلیمہؓ اس واقعہ کے بعد آپؐ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور حقیقت حال بیان کی تو آپؐ کی والدہ نے فرمایا: اللہ کی قسم ان پر شیطان کو ہرگز قدرت نہیں ہو سکتی۔ میرے اس فرزند کی شان ہی نرالی ہے۔

آپؐ کی عمر چھ سال ہوئی تو حضرت آمنہؓ انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتے رہے۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو وہ بھی وفات پا گئے تو پھر آپ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ آپؐ نے بارہ سال کی عمر میں ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ جس میں آپؐ کی آئندہ عظمت کی چند نشانیاں بھی ظاہر ہوئیں۔(۲۳۲)

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

جب آپؐ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کے صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو مال تجارت دے کر ملک شام کی طرف بھیجا۔ اس تجارت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بہت نفع دیا۔ سیدہ خدیجہؓ نے کسی کو بھیج کر آپؐ سے عقد کی خواہش ظاہر کی۔ آپؐ نے منظور فرمایا۔ جب آپؐ نے ان سے نکاح کیا تو آپؐ کی عمر اس وقت پچیس سال اور سیدہ خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔ حضورؐ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ ہی کے بطن سے ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے سن آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سن دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

کعبہ کی تعمیر نو

کعبہ کی ازسرنو تعمیر کے موقع پر حجر اسود مقررہ جگہ پر نصب کرنے کا اعزاز ہر قبیلہ اور اس کا سردار حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس سے قبائل میں جھگڑا پیدا ہوا اور اسی کشمکش میں چار دن گذر گئے اور تلواروں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا جائے۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے آقائے نامدار تھے۔ انہوں نے آپؐ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپؐ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا اور تمام سرداران

قبائل کو مقررہ جگہ تک اونچا اٹھانے کے لئے فرمایا اور پھر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔ اس طرح بعثت سے پہلے ہی حضورؐ نے اپنی بصیرت و ذہانت سے ایک عظیم فتنہ کا سدباب کر دیا۔(۲۳۳) اسی وجہ سے اہل مکہ اور قرب و جوار کے لوگ آپؐ کی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں اور خوش معاملگی سے متاثر ہو کر الصادق الامین کے لقب سے پکارنے لگے تھے۔

بعثت و نبوت

نبی کریمؐ بعثت سے سات سال پہلے کوہ حرا کے غار میں جا بیٹھتے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ اس مراقبہ میں غور و فکر اور تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ ۹۔ ربیع الاول سن ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲۔ فروری ۶۱۰ء) کو روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔(۲۳۴) اس وقت آپ غار حرا میں تھے اقرا باسم ربک الذی خلق پڑھ کر آپؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے سارا قصہ بیان فرمایا۔ وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا" یہ وہی ناموس و فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔(۲۳۵) اللہ کی توحید اور اس کی یکتائی کا تصور جب نبی کریمؐ نے اہل مکہ اور ان کی وساطت سے اہل عرب کے سامنے رکھا تو وہ بھڑک اٹھے اور آنحضرتؐ کی حق و صداقت کی آواز اور رسالت کے فرض کی ادائیگی میں مزاحمت کرنے کے لئے تن واحد کی طرح متحد ہو گئے۔ آپؐ نے پیغمبری کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکرؓ" حضرت خدیجہؓ" حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو قبولیت اسلام کی اولیت کا شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ حضورؐ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ نامساعد حالات میں بھی جاری رکھا۔ رفتہ رفتہ شجر اسلام میں نئی نئی شاخیں پھوٹتی رہیں۔ حضرت بلالؓ حبشی' صہیب رومیؓ" عبداللہ بن مسعودؓ" حضرت عثمانؓ" مصعب بن عمیرؓ" خباب بن ارتؓ" عمار بن یاسرؓ اور ان کے کچھ عرصہ بعد حضرت حمزہؓ" اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ایک طرف مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور دوسری طرف حریفوں اور دشمنان اسلام کے مظالم اور زیادتیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ جب دشمنان اسلام نے مکہ میں کمزور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضورؐ نے ان مظلوموں کو حبشہ جانے کی اجازت دے دی کیونکہ وہاں کا حکمران نجاشی منصف مزاج تھا۔ مہاجرین کے پہلے قافلے میں بارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ نجاشی کے پاس سرداران مکہ نے ان لوگوں کی واپسی کے لئے ایک وفد بھیجا۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ نے اسلام کا خوش اسلوبی سے تعارف کرایا۔ نجاشی ایمان لے آیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت عالی میں تحائف ارسال کئے۔(۲۳۶)

سرداران مکہ نے ہر طرح کی ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی کے بعد آل ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کیا۔ تین سال تک حضورؐ مع تمام اہل خاندان نبوت کے شعب ابی طالب میں محصور رکھے گئے۔ سن دس نبوی میں سرپرست چچا ابو طالب اور پہلی شریک حیات حضرت خدیجہؓ کی وفات سے آپؐ کو شدید ذاتی صدمہ پہنچا مگر آپؐ اشاعت اسلام کا فریضہ مستقل مزاجی سے ادا کرتے رہے۔ آپؐ نے طائف اور مکہ کے درمیان بسنے

والے قبائل کو دعوت اسلام دی۔ طائف کے سردار بری طرح پیش آئے اور اوباشوں سے سنگ باری کرائی جس سے آپؐ کا جسم اطہر زخمی ہو گیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کے بعد آپؐ کا چرچا بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ لوگ اسلام کی طرف آنے لگے۔(۲۳۷)

ہجرت مدینہ

مسلمانوں پر بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کے بعد اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ حضورؐ نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب نبی کریمؐ کو بھی ہجرت کی اجازت مل گئی تو اپنے بستر پر ابن عم حضرت علیؓ کو سلا کر حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں تین رات تین دن غار ثور میں پناہ لینے کے بعد مکہ سے مدینہ کا پرخطر سفر کیا۔ جہاں آپؐ کی جان کے پیاسے اور سو اونٹ کا انعام حاصل کرنے کے متوالے تعاقب کر رہے تھے۔ ۸' ربیع الاول ۱۳ھ نبوت روز دو شنبہ (۲۳۔ ستمبر ۶۲۲ء) حضورؐ قبا میں پہنچ گئے۔ وہاں تین دن قیام کر کے اور مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد ۱۲' ربیع الاول ۱ھ ہجری جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ہر فرد عورت و مرد' پیر و جواں' خورد و کلاں دیدار پیغمبر سے قلب و نظر کی تسکین کے لئے سیماب وار بیقرار تھا' انصار کی معصوم لڑکیاں اس وقت یہ اشعار گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ
(۲۳۸)

ترجمہ (جنوب کی جانب پہاڑوں پر سے ہم پر چودھویں رات کا چاند نکل آیا۔ ہم پر شکر واجب ہو گیا جب تک کوئی پکارنے والا اللہ کو پکارے۔ ہم بنو نجار کی کنیزیں ہیں۔ حضرت محمدؐ کتنے اچھے ہمسائے ہیں۔)

حضورؐ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ مدینہ میں آمد کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کا کام عمل میں آیا۔ "ہجرت مدینہ کی حقیقی عظمت اور اہمیت کا راز یہی ہے کہ اس کی بدولت مسلمانوں کو ایک خودمختار اور آزاد ریاست مل گئی جو آئندہ دیار اسلام کی شاندار وسعت اور اسلام کی دنیا بھر میں اشاعت کا باعث بنی۔"(۲۳۹)

بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ

ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو مدینہ میں آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا۔ اور غزوات و سرایا کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر موقع پر ابتدا اسلام کے حریفوں کی طرف سے ہوتی تھی اور ہر بار مسلمان نبی کریمؐ کی رہنمائی میں اپنی حفاظت اور دفاع کے لئے ضروری اقدام کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔(۲۴۰) مکہ میں مسلمانوں پر غیر انسانی مظالم کیے گئے تھے۔ اس لئے پہلے ملک حبش کو اور پھر مدینہ کو ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اس کے

باوجود قریش مکہ بر سر فساد اور آمادہ جنگ ہوئے تو پھر جہاد کی اجازت ملی۔ ربیع الاول ۲ھ میں کرز ابن جابر مدینہ کے باہر سے چرتے ہوئے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ قریش نے مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا چنانچہ ان قبائل نے بھی مدینہ آنے جانے والوں پر سختیاں شروع کر دیں۔

غزوہ بدر ۱۷۔ رمضان ۲ھ کو قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پیش آیا۔ اس میں قریش مکہ کے گیارہ بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو حق و باطل کے پہلے فیصلہ کن معرکہ میں بے مثال فتح حاصل ہوئی۔ قبائل عرب پر مسلمانوں کی اس فتح کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس سے وہ مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو گئے مگر یہود کی آتش حسد اور بھڑک اٹھی اور وہ مسلمانوں کے پہلے سے بھی زیادہ دشمن بن گئے۔(۲۲۱)

غزوہ احد

بدر کے ستر مقتولوں کا انتقام لینے کے لئے قریش سخت بے تاب تھے چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے اڑھائی لاکھ درہم جمع کئے۔ نواحی قبائل میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے شعراء بھیجے اور اس طرح تین ہزار افراد کا ایک لشکر تیار کیا۔ یہ لشکر بدھ کے دن پانچ شوال ۳ھ احد کے قریب فروکش ہوا۔ حضورؐ کو لحہ بہ لحہ خبر مل رہی تھی۔ آپؐ دو دن بعد نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ایک ہزار افراد کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ جب شہر کے باہر پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بایں ہمہ حضورؐ کے عزم میں فرق نہ آیا۔ آپؐ نے میدان احد میں پہنچ کر صف آرائی کی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو رسالے کا افسر مقرر کیا۔ پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں اس چوٹی پر متعین فرمایا جو مسلمانوں کے پیچھے تھی۔ ۷۔ شوال کو سب سے پہلے خواتین قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقام کے رجز تھے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ سب سے آگے تھی۔ جب صفیں آراستہ ہو گئیں اور جنگ شروع ہو گئی تو مسلمانوں کے تند و تیز حملوں سے قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔(۲۲۲) مسلمان غالب رہے' مگر احد پہاڑ کے عقب کی طرف جو تیر انداز دستہ متعین ہوا۔ اس کے بہت سے سپاہی کمانڈر کے حکم کے برخلاف اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اب لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا۔ صورت حال سخت نازک ہو گئی۔ مسلمان فوج میں انتشار پیدا ہو گیا۔ نبی کریمؐ کا دائیں طرف کا ایک نچلا دانت شہید ہو گیا۔ خود کے دو حلقے دھنس جانے سے رخسار مبارک پر زخم آیا۔ مگر جانبازؓ رفقاء اطاعت رسول میں جام شہادت نوش کرتے رہے۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور کفار کے مقتول بیس بائیس تھے۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی سے دشمن اس طرح پلٹے کہ مڑ کر آنے کی جرات نہ ہوئی۔(۲۲۳)

جنگ احزاب یا غزوہ خندق: ۵ ہجری' ۶۲۷ء

مسلمانوں کی کفار مکہ سے تیسری بڑی لڑائی جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ اس میں یہودیوں کی سازش سے مختلف عرب قبائل اور قریش نے مل کر اپنی متفقہ قوت سے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا

اور چونکہ اس بار مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اور محصور ہو کر مقابلہ کیا' اس لئے اسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

قبیلہ بنی نضیر مدینہ چھوڑ کر خیبر میں جا آباد ہوا۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے بہت بڑی سازش کا آغاز کیا۔ ان کے چند سردار قریش مکہ کے پاس جا پہنچے اور انہیں آمادہ کیا کہ متفق ہو کر مسلمانوں کا خاتمہ کریں۔ وہ پہلے ہی تیار بیٹھے تھے اس لئے جھٹ مان گئے۔ پھر غطفان بنو اسد' بنو سلیم' بنو سعید اور چند دیگر قبائل کو ساتھ ملایا اور اس طرح دس ہزار کا لشکر لے کر مدینے کی طرف بڑھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ کھلے میدان میں نکل کر لڑنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر یہ بہتر سمجھا کہ فوج کو محفوظ جگہ اکٹھا کر کے شہر کے گرد خندق کھودی جائے۔ مدینہ کے تین جانب تو مکانات اور نخلستان کی پناہ تھی۔ شام کی طرف کا راستہ زیادہ کھلا تھا۔ چنانچہ خندق کی کھدائی ادھر سے شروع کی گئی۔ تین ہزار جفاکش مسلمانوں نے تقریباً بیس دن میں پانچ پانچ گز گہری خندق کی کھدائی مکمل کر لی۔ نبی کریمؐ اس موقع پر بنفس نفیس دوسرے صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کرتے اور صحابہ کبارؓ کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔

جب یہ خندق مکمل ہو گئی تو دشمن بھی آن پہنچا اور اس نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے شدت پکڑی تو مدینہ کے بنو قریظہ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے قریش نے ہرچند زور مارا کہ وہ خندق کو عبور کر کے آگے نکلیں لیکن تیر اندازوں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا البتہ ایک تنگ جگہ سے ایک دفعہ چار قریش سردار پار کود گئے لیکن فوراً مارے گئے۔ جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور قریش کے ذخائر رسد ختم ہونے لگے' ساتھ ہی ایک ایسی آندھی چل پڑی جس سے درخت اکھڑ گئے اور قریش کا مال و اسباب اڑ گیا تو وہ گھبرا گئے اور اکیس دن کے بعد واپس چلے گئے۔ اس طرح یہ بلا مسلمانوں کے سر سے ٹلی۔ مشرکین کی مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی یہ آخری کوشش تھی' جو رائیگاں گئی۔ اس کے بعد ان کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا زور یہاں تک بڑھا کہ الٹا مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔(۲۴۳)

فتح مکہ

۱۰۔ رمضان ۸ھ بمطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کو نبی کریمؐ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مرالظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ کیا۔ یہ مقام مکہ سے بمشکل ایک منزل کے فاصلے پر تھا۔ اسلامی فوج کی ساری نقل و حرکت اس قدر خفیہ طریقے سے ہوئی کہ قریش کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تاآنکہ اسلامی فوج ان کے سر پر پہنچ گئی۔ رات کو ابو سفیان چند سرداروں کے ساتھ تحقیق کے لئے نکلا اور جب بیابان میں ہر طرف آگ روشن دیکھی تو دنگ رہ گیا۔ خیمہ نبویؐ کی حفاظت کے لئے جو دستہ متعین تھا اس نے ابو سفیان کو دیکھ لیا اور گرفتار کر کے بارگاہ نبویؐ میں لے آئے۔ سارے مسلمان ابو سفیان کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت عمرؓ نے نبی کریمؐ سے اس کا سر اڑانے کا اذن طلب کیا۔ لیکن نبی کریمؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی جسے رحمت عالمؐ نے قبول فرما لیا۔ تاریخ عالم میں یہ اپنی قسم کی واحد

مثال ہے کہ اتنے بڑے دشمن کو کمال فراخ دلی اور عالی حوصلگی سے معاف کر دیا گیا ہو۔

اس سلوک کا ابو سفیان پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ صبح نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔

لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں قبیلہ وار الگ الگ، مکہ کی جانب بڑھا۔ اور مختلف دروازوں سے مکہ میں داخل ہو گیا۔

عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اور منادی کرا دی گئی کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا، ہتھیار ڈال دے گا، دروازہ بند کر لے گا یا ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو امان دی جائے گی۔ تھوڑی دیر میں سارے شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ نبی کریمؐ نے حضرت بلالؓ کو فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ کعبہ میں پہلی اذان تھی۔ پھر شہر میں منادی کرائی گئی کہ ہر شخص اپنے گھر کے بتوں کو توڑ ڈالے۔ ساتھ ہی گرد و نواح کے اصنام مثلاً عزیٰ، منات، لات اور سواع وغیرہ کو توڑنے کے لئے مہمات بھیجیں۔ بعد از فتح حضورؐ پندرہ دن اور وہاں رہے۔(۲۳۵) پھر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

حجۃ الوداع

جب سارے عرب میں اسلام پھیل چکا اور ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی جو سارے عالم کی رہنمائی کر سکے تو وحی نازل ہوئی "جب خدا کی مدد آ چکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی حمد پڑھو اور استغفار پڑھو خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔" حضورؐ نے جان لیا کہ اب ان کے کام ختم ہو چکے چنانچہ ۱۰ھ میں آپؐ نے آخری بار حج کا تہیہ کیا اور تمام قبائل کو اس کی اطلاع دے دی۔ اس خبر کے سنتے ہی چاروں طرف سے مسلمانوں کا انبوہ کثیر امڈ آیا۔ ۲۶۔ ذیقعد کو جب حضورؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو نوے ہزار مسلمان آپؐ کے ہمراہ تھے لیکن راستے میں عرب کے مختلف اطراف سے اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ حج کرتے وقت ایک لاکھ چالیس ہزار کی جمعیت آپؐ کے ساتھ تھی۔(۲۳۶)

> "پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ صیہون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں۔" (مکاشفہ یوحنا ۱۴/۱)

آپؐ نے عرفات میں وہ مشہور خطبہ دیا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے فرمایا:

اے لوگو سنو! شاید میں اس سال کے بعد اس مقام پر آپ سے پھر نہ مل سکوں۔ جس طرح آج کا دن یہ شہر اور یہ مہینہ مقدس ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے ایک دوسرے کی جان و مال مقدس ہے۔ تم میں سے جس کے پاس امانت ہے اسے ادا کرے۔ قرضوں پر سود نہ لو۔ عہد جاہلیت کے مقتولوں کا سلسلہ انتقام آج سے ختم کیا جاتا ہے۔ اے لوگو! سرزمین عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے تم پر تمہاری بیویوں کے اور بیویوں پر کچھ تمہارے حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے ہاں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ اے

لوگو! کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ آواز آئی کہ ہاں۔ فرمایا اس پیغام کو حاضر غائب تک پہنچائے۔" (۲۴۷)

حضورؐ ۱۰۔ ذی الحجہ کو مکہ سے واپس چلے اور دس بارہ یوم کے بعد مدینہ تشریف لے آئے۔

وفات مبارک

حجتہ الوداع کے مشہور خطبہ میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں سرور کائنات نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ ایک دن حضورؐ نے شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لئے دعا فرمائی۔ ۲۹۔ صفر روز دو شنبہ آپؐ کو درد سر شروع ہوا پھر شدید بخار ہو گیا۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال حضورؐ نے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا' میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرا ہاتھ برداشت نہ کر سکا۔ آپؐ بیماری میں بھی گیارہ یوم تک مسجد میں آکر نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے کل ۱۳ یا ۱۴ دن تھے۔ (۲۴۸)

آپؐ علالت کے ابتدائی ایام میں حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے لیکن جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپؐ نے اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لی کہ بیماری کی باقی مدت حضرت عائشہؓ کے گھر گذاریں۔ وہاں آکر آپ نے حکم فرمایا کہ آپؐ کے جسم پر پانی ڈالا جائے کیونکہ آپ کو بخار تھا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا جو مسموم کھانا خیبر میں چکھ لیا تھا میں اب تک اس کی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ (۲۴۹) گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک آنے جانے سے آپؐ نے تھکن محسوس فرمائی اور اتنی کمزوری ہو چکی تھی کہ آپؐ مسجد میں نماز کی امامت بھی نہ فرما سکے اور اس وقت آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے لئے فرمایا اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ آمدہ دو تین دنوں میں آپؐ کو اتنا شدید بخار ہو چکا تھا کہ درجہ حرارت ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ آپؐ اپنے ماتھے کو پانی سے ٹھنڈا کرتے رہے اور تیمارداری کے لئے آنے جانے والوں کو پہچان رہے تھے۔ (۲۵۰) مرض کی حالت یکساں نہ تھی' کبھی شدت ہو جاتی کبھی افاقہ نظر آتا۔ ایک دن طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو غسل فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریمؐ نے اشارے سے منع فرمایا جب نماز ہو چکی تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔ (۲۵۱) اس میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میری آخری نصیحت یہ ہے کہ آپس میں متحد ہو کر رہنا۔ ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور خیر کی کوشش کرنا۔ یہی امور باعث فلاح ہیں۔ ان کے علاوہ سب کچھ فساد ہے۔ (۲۵۲)

رحلت سے ایک یوم قبل آپؐ نے غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ گھر میں سات دینار موجود تھے۔ وہ غرباء میں تقسیم فرما دیئے اور باقی کچھ نہ چھوڑا۔ آخری دن نماز صبح کے وقت نبی کریمؐ نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کے دروازے اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی تھوڑی

دیر تک حضور اکرمؐ اس پاک نظارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا' ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔(۲۵۳) اس وقت صحابہ کرامؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ رخ پر نور ہی کی طرف متوجہ رہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ سمجھے کہ نبی کریمؐ کا ارادہ نماز میں تشریف لانے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا' کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضورؐ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول علیہا السلام کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی' وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سے روایت ہے کہ پہلی بات حضورؐ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہو گا) پھر حسن و حسین علیہما السلام کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلا کر انہیں نصیحتیں فرمائیں۔

وفات شریف سے تھوڑی دیر پہلے سرور کائناتؐ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سہارا دیئے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی کریمؐ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے۔ اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضورؐ نے مسواک کی پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی**۔ جسم اطہر سے روح انور نے **اعلی علیین** کی طرف پرواز کی۔ اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آل سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم۔

وقت چاشت یوم دو شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ ہجری تھا۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔(۲۵۴) ڈاکٹر حمید الدین نے تاریخ وصال سن عیسوی کے مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء لکھی ہے۔(۲۵۵)

اس صدمہ سے صحابہ کرامؓ کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے رحلت فرمائی۔ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں آئے جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما پھر مسجد میں آئے۔ وفات النبیؐ کا اعلان کیا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپ کو غسل دیا۔ نماز جنازہ جہاں وصال شریف ہوا تھا' پہلے اہل بیت' پھر مہاجرین' انصار' مردوں' عورتوں اور بچوں نے ادا کی۔ دس دس شخص اندر جاتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے پھر اور دس اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی یہ تجویز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ حجرہ شریف میں جہاں وصال شریف ہوا تھا۔ شب چہار شنبہ یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد تدفین ہوئی۔(۲۵۶)

معراج شریف

۲۷۔ رجب ۱۰ سنہ نبوت کو آپؐ معراج سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ملکوت السموات

والارض کی سیر کرائی۔ پہلے مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر انبیاء کی جماعت کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں کی سیر کی اور انبیاء سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرہ المنتہیٰ اور بیت معمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔(۲۵۷)

نبی کریمؐ حطیم میں سوئے ہوئے تھے۔ آپؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپؐ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ آپؐ کو عرش پر ملاقات کی دعوت دی ہے۔ جرائیلؑ نے براق کی لگام پکڑی۔ آپؐ سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے پھر براق سے اتر کر مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ یہاں تمام انبیاء اور فرشتوں نے آپؐ کا استقبال کیا۔ پھر آپؐ کی امامت میں سب نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کئے۔ آپؐ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپؐ نے فطرت کو اختیار کیا۔

بیت المقدس سے آسمان کا سفر شروع ہوا۔ جبرئیلؑ اب بھی ہمراہ تھے پہلے آسمان پر آدمؑ نے استقبال کیا۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ، تیسرے پر حضرت یوسفؑ، چوتھے پر حضرت ادریسؑ، پانچویں پر حضرت ہارونؑ، چھٹے پر حضرت موسیٰؑ، ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے تعارف ہوا مزید آگے بڑھے تو سدرہ المنتہیٰ پر جبرئیلؑ رک گئے اور کہنے لگے کہ میں اس سے ایک بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو اللہ کا نور مجھے جلا دے گا۔ آپؐ اکیلے ہی آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور آپؐ کے درمیان صرف دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ آپؐ خالق سے ہم کلام ہوئے۔ نور الٰہی کو دیکھا۔ اس سے باتیں کیں۔ اس موقع پر حضورؐ کو عطیات مرحمت کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی درخواست پر پچاس سے پانچ نمازیں کر دیں اور ثواب پچاس ہی کا رکھا۔(۲۵۸)

اس سفر میں آپؐ نے آسمانوں پر حیرت انگیز عجائبات کی سیر کی اور جنت اور دوزخ کا نظارہ بھی کیا۔ معراج سے واپسی پر آپؐ نے اپنے آپؐ کو خانہ کعبہ میں پایا۔ آپؐ نے قبیلہ قریش کے لوگوں کو واقعہ سنایا تو سخت حیران ہوئے۔ انہوں نے آپؐ سے بیت المقدس کی کئی نشانیاں دریافت کیں تو آپؐ نے یوں کھول کر بیان فرمائیں جیسے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہو۔(۲۵۹)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ آج کل نائیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور ان کے اندر آدمی اڑ رہے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کو براق کی سواری پر ملکوت السموات کی سیر کرانا کوئی مشکل یا انوکھی بات نہیں ہے۔ براق برق سے مشتق اور الیکٹریٹی کی پوشیدہ طاقت کی جانب واضح اشارہ ہے۔(۲۶۰) برق کی شرح رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور روایات میں کہا گیا ہے کہ براق ایسی تیز رفتار سواری تھی کہ جہاں حد نظر ختم ہوتی تھی' وہاں اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔

قرآن میں ہے: **سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** بندہ یا عبد کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبد کا اطلاق جسم یا جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ صرف روح کو عبد نہیں کہتے۔ واقعات معراج میں آپؐ کا دودھ پینا' براق پر سوار ہونا' اور اس طرح کے دوسرے افعال کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ سب جسمانی افعال

تھے' اس لئے معراج بھی جسمانی تھی ورنہ خواب ہوتا تو اس کی تصدیق کیا مشکل تھی۔(۲۴۱) نبی کریمؐ کا سراپا نوری جسم' جو شعاع آفتابی سے بھی کئی ہزار گنا زیادہ حرکت نفوذ رکھتا ہے' اس کا صاف شفاف آسمانوں سے گزرنا کونسا باعث تعجب ہے۔

معجزات نبویؐ

اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو معجزات عطا کرتا ہے جو روزمرہ زندگی کا خاصہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے لئے حیرت کا سبب بنتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: آپؐ کے معجزات جو عام آدمی کے نزدیک خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں ہیں۔ ان میں سے سات ہزار سات سو قرآن مجید کے معجزات ہیں۔ محدثین و اہل سیر نے اپنے علم کے مطابق جو معجزات لکھے ہیں ان کی تعداد تین ہزار بنتی ہے۔ ایک ہزار معجزات امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں۔(۲۴۲)

آپؐ کے معجزات مختلف عنوانات اور موضوعات پر بے شمار ہیں۔ ان معجزات کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق قمر' ابتدا آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام حالات و واقعات اور آثار کا بیان' کلید کعبہ کے بارے میں پیش گوئی' معرکہ بدر میں مسلمانوں کو پیشگی فتح کی بشارت کے علاوہ ستر کفار کے قتل ہونے کی اطلاع دینا' سلطنت کسریٰ کی فتح کی نوید' خسرو پرویز کی سلطنت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا' مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کی نوید (بنو امیہ کے زمانے میں مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کا یہ عالم ہوا کہ صدقہ و خیرات قبول کرنے والا تلاش کرنے سے نہیں ملتا تھا)' حضرت جابرؓ کو کثرت مال و اسباب کی بشارت' اپنی وفات کی اطلاع' خارجیوں کے بارے میں پیش گوئی' حضرت علیؓ کے مصائب اور شہادت کی اطلاع' امام حسنؓ کی مصالحت' امام حسینؓ کے متعلق پیش گوئیاں' سودی نظام اور اس کے ہمہ گیر اثرات' جذبہ جہاد میں کمی' آپؐ کی دعا سے قریش کو قحط سالی سے نجات' حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا' مدینہ کی آب و ہوا کا معتدل بننا اور امت مسلمہ کے صبح کے کام میں برکت کی دعا وغیرہ۔

پانی' کھانا اور دودھ جیسی اشیاء میں افراط و کثرت کے لاتعداد معجزات ہیں جیسے پیالے میں حضورؐ نے انگلیاں ڈالیں تو پانی فوارے کی طرح بہنے لگا جس سے اسی (۸۰) کے لگ بھگ صحابہ کبارؓ نے وضو کیا اور پانی کی قلت محسوس نہ ہوئی' خشک کنواں ابل پڑا' قلیل طعام پر حضرت جابرؓ کے گھر لشکر کی دعوت' چالیس افراد کو ایک پیالہ میں کھانا کھلانا اور ان کا سیر ہو کر کھانا' خشک بکری کا دودھ دینا وغیرہ۔

جسمانی بیماریوں سے شفائے امراض کے بے شمار معجزات ہیں۔ حضرت علیؓ کی آنکھوں کا صحت یاب ہونا' حضرت سلمہؓ بن اکوع کا تلوار کا زخم ٹھیک ہونا' نابینا کو بصارت ملنا' حضرت جریدؓ کا ہاتھ ٹھیک ہونا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی صحت یابی' وغیرہ۔

آپؐ نے بے شمار غیب کی خبریں دیں۔ اس موضوع سے متعلق بھی ان گنت معجزات ہیں۔ قبروں پر عذاب کی اطلاع کے واقعات' زہر خورانی کی پیشگی اطلاع' گم شدہ اونٹنی کے بارے میں خبر' غزوہ موتہ کے نتائج کی پیشگی خبر' شاہ حبشہ کی وفات کی بغیر کسی ظاہری ذریعہ اطلاع کے پیشگی اطلاع اور حضرت علیؓ کو

عورت سے خفیہ خط لانے کا حکم وغیرہ۔ آپؐ کے بے شمار معجزات ایسے بھی ہیں جن میں جانوروں اور مختلف اشیاء نے آپؐ کے احکام کی تعمیل کی اور آپؐ کو اپنا دکھ سکھ سنایا' سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا' احد پہاڑ کا ہلنا اور پائے مبارک کی ٹھوکر سے پہاڑ کا ساکن ہو جانا' درختوں کا چلنا' منبر کا ہلنا' عکاشہ کی چھڑی کا تلوار بننا' کنکریوں کا شہادت دینا' ستون حنانہ کا رونا' پہاڑوں اور درختوں کا حضورؐ کو سلام کرنا' وغیرہ۔

تاریخ' سیرت اور احادیث کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں ظالموں کو بے ادبی کی سزا مل کر رہتی تھی جیسے ابو لہب اور اس کی بیوی کو سزا' ابو جہل کا خوف زدہ ہونا' آپؐ کی تضحیک کرنے والوں ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل اور حارث بن قیس وغیرہ کا عبرت ناک انجام ہونا۔

آپؐ کے ذاتی کردار کا اعجاز ہے کہ دشمن اور کفار بھی آپؐ کی صداقت' امانت اور دیانت کے معترف تھے۔ قرآن حکیم بذات خود نبی کریمؐ کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو ہر زمانے میں لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے اور اسی طرح سینہ بہ سینہ ایک سے دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہا اور سو فیصد اسی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک ایسے ہی رہے گا۔ اس میں زیر زبر تک کا فرق آیا ہے اور نہ آئے گا۔(۲۶۳)

اخلاق و عادات

تمام انسانوں میں انبیاء کا مقام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مگر سرتاج انبیاء حضور اکرمؐ کی ذات اقدس میں پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ اوصاف اس کمال اور جامعیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ آج تک نہ کسی ایک فرد میں جمع ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے۔ جب تک یہ آفتاب و ماہتاب روشن ہیں اور جب تک کائنات کی ہستی کو بقا ہے' حضور اکرمؐ کے مکارم اخلاق کی تابانی اور ضیاء باری ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔(۲۶۴) آپؐ کے اخلاق و محاسن اور صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے ریت میں کندن' مظلومی و بیچارگی اور قوت و شوکت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔ آپؐ کی حیات مبارکہ کے واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے افراد کے لئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔(۲۶۵)

نبی کریمؐ کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:

> ""آنحضرتؐ خندہ رو' ملنسار' اکثر خاموش رہنے والے' لغویات سے دور' بیہودہ پن سے نفور' بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔"(۲۶۶)

انصاف کے معاملے میں سب سے برابری فرماتے' مساکین سے محبت فرماتے' غرباء میں رہ کر خوش ہوتے' کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے تھے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرماتے۔ کسی شخص سے خود نہ علیحدہ ہوتے جب تک کہ وہ از خود نہ چلا جاتا۔ صحابہؓ سے کمال محبت فرماتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے' اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے اور اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا

لیتے تھے۔ دشمن اور کافر سے بھی کشادہ پیشانی سے ملتے۔(۲۶۷)

امام غزالی لکھتے ہیں: نبی کریمؐ مویشی کو چارہ خود ڈال دیتے، اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوھ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا لیتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ، چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل فرماتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلتے، غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ فرماتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغبت تناول فرماتے، کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر نہ رکھتے، نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر ہنستے نہ تھے اندوہگیں تھے، مگر ترش رو نہ تھے۔ متواضع، جس میں دناءت نہ تھی۔ باہیبت جس میں درشتی نہ تھی، سخی تھے، مگر اسراف نہ تھا۔ ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔(۲۶۸)

جو کوئی شخص نبی کریمؐ کے سامنے یکبارگی آ جاتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ حضرت انسؓ نے دس سال تک خدمت کی اس عرصہ میں انہیں کبھی اف تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ مخلوق خدا پر نہایت رحم فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا۔ قوم کی اصلاح و درستی پر توجہ فرماتے ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔(۲۶۹)

نبی اکرمؐ مطیع کو بشارت دیتے، عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرماتے، گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ نبی کریمؐ ہر خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ ان کا لباس، نکوئی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام اور عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، ان کی ملت اسلام اور ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو مشہور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔

آپؐ نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے۔ گفتگو ایسی دل آویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ سلسلہ سخن ایسا مربوط ہوتا تھا جس میں لفظاً" و معناً" کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرماتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔(۲۷۰)

آپؐ کبھی کھل کر نہ ہنستے تھے۔ تبسم فرمانا ہی آپؐ کا ہنسنا تھا۔ نماز تہجد میں بسا اوقات رو پڑتے۔ کبھی کسی مخلص کی وفات پر آبدیدہ ہو جاتے۔ نبی کریمؐ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ شیر خوارگی میں گذر گئے تھے جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔(۲۷۱) مریضوں کی عیادت فرماتے، عیادت کے وقت مریض کے پاس بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔(۲۷۲) زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے، ایسے خطبہ جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور

موقع ہوتا تب ہی کلام پاک سے لوگوں کو مستفید فرمایا کرتے تھے۔(۲۷۳) صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ بچوں کے قریب سے گذرتے تو ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انہیں گود میں اٹھا لیتے۔ بوڑھوں پر عنایت کرتے اور ارباب فضل کی قدر و منزلت فرماتے۔ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔(۲۷۴)

دشمنوں پر بھی رحم فرماتے' سائل کو کبھی رد نہ فرماتے' غریبوں کی دستگیری' ہمسایوں کی خبر گیری' اور حاجت مندوں کی مدد کرتے' جود و کرم' شرم و حیا' صبر و حلم' عفو و رحم' صدق و امانت' عدل و انصاف' حکمت و فراست' شجاعت و بسالت' ثبات و استقلال' جنگی قیادت' توکل علی اللہ' صلہ رحمی' زندہ دلی و شگفتہ مزاجی' وقار و متانت' تواضع و انکسار' ایثار و حسن سلوک' حسن معاشرت و خوش خلقی' محبت و شفقت اور ان جملہ خصائص میں آپؐ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ قرآنی تعلیمات کا سب سے مکمل اور اعلیٰ عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعلیمات و ارشادات

نبی کریمؐ کی تعلیم پاک' اعتقادات' عادات' معاملات' عبادات' احسانات وغیرہ کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ آپؐ کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ قابل رشک وہ شخص ہے جسے اپنا مال جائز جگہ خرچ کرنے کی توفیق ملی ہو۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے۔ حرام چیزیں طیب نہیں اور طیب چیزیں حرام نہیں۔ انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے۔ انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیرخواہ ہے۔ رحمن کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے۔ اللہ کے نزدیک ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور رب پر توکل رکھتے ہیں۔ گناہوں اور بے حیائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ غصے میں درگذر کرتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو قبول کرتے ہیں۔ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے کی طرف سے حملہ ہونے پر صرف اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ دوسرے کی زیادتی معاف کرنے والے کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ نسل انسانی پر ظلم کرنے والے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ بڑی بلند ہمتی ہے جو شخص کسی دوسرے کی زیادتی پر صبر کرتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے ثمر بنتی ہے۔ دنیوی عروج میں آخرت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ افتراء اور جھوٹ ایمان

کی ضد ہے۔ آپؐ نے قسم کھانے کی ممانعت فرمائی۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی تاکید فرمائی۔ حاکمانِ عدالت کے لئے صاحب علم ہونا ضروری ہے۔ نقضِ امن کی ممانعت فرمائی۔ ظلم باعث زوال ہے۔ جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے۔ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے۔

آپؐ کا فرمان ہے: مساوات بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ مہمان کی عزت کرو۔ مال و حسن میں کمتر لوگوں کو بھی دیکھو۔ شہ زور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔ قیدیوں' مسکینوں' بیماروں سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ادائے قرضہ کی فضیلت بیان فرمائی۔ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے۔ ہمسایہ کو ایذا دینے کی ممانعت فرمائی۔ حیوانات سے ہمدردی کا حکم دیا۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں۔ درخت لگانا کار ثواب ہے۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے۔ سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز آپؐ نے اطاعت والدین کی تاکید فرمائی۔ لونڈیوں کو تعلیم دینے کا حکم دیا۔ غیر مسلم اور زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت کا حکم دیا۔ وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ بدگمانی کو عادت بنانے سے منع فرمایا۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔ کسی کو رنگ و نسل کی وجہ سے برتری حاصل نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: معرفت میری اصل پونجی ہے۔ میرے دین کی جڑ عقل ہے۔ محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔ اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے۔ اندوہ دل میرا رفیق ہے۔ میرا ہتھیار علم ہے۔ صبر میرا شاندار لباس ہے۔ رضا الٰہی میری غنیمت ہے۔ عاجزی میرا فخر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری روزی ہے۔ صدق میرا ساتھی ہے۔ طاعت کرنا میری عزت ہے۔ جہاد میری خصلت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔(۲۷۵)

میلاد ناموں کے موضوعات

اساسی اور بنیادی موضوعات: ولادت مقدسہ کا بیان ر ثانوی موضوعات: حیات طیبہ کے نمایاں پہلو ر اوصاف عالیہ اور محامد جمیلہ ر تعلیمات و ارشادات ر بعثت سے قبل عرب کی حالت زار ر استغاثہ و استمداد طلبی ر درود و سلام ر نبی کریمؐ بطور محسن انسانیت۔

میلاد ناموں کے اساسی اور بنیادی موضوعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ' نور محمدی کی کرامات' شب ولادت کے واقعات عجیبہ' میلاد شریف کی خوشی پر تسبیح و تہلیل' نسب نامہ مبارک' شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پانے کا احوال' درود شریف کی برکات اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کا بیان ہیں۔

میلاد ناموں میں ثانوی طور پر آپؐ کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو بچپن' ہوش و تمیز' جوانی' تجارت' آمد و رفت' شادی' احباب قبل نبوت' قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت' امین بننا' خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا' عزلت نشینی' غار حرا اور وحی کا نزول' اسلام کا ظہور' دعوت و تبلیغ' مخالفت' سفر طائف' معراج' ہجرت' غزوات' صلح حدیبیہ' دعوت اسلام کے نامہ و پیام' اسلام کی اشاعت' تکمیل دین' حجۃ الوداع

اور وفات کے احوال کا بیان ہے۔

آپؐ کے اوصاف عالیہ اور محامد جمیلہ' آپؐ کے معجزات و مبشرات کا توصیفی انداز میں ذکر' معجزہ رجعت شمس و شق القمر' کنکریوں کا کلمہ پڑھنا' حیوانات و نباتات کا سجدہ تکریمی کرنا' بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا اور واقعہ معراج' آپ کا حلیہ و سراپا اقدس' آپ کے اخلاق حسنہ کی تفصیلی جزئیات مثلاً استقامت عمل' حسن خلق' حسن معاملہ' عدل و انصاف' جود و سخا' ایثار' مہمان نوازی' گداگری سے نفرت' صدقے سے پرہیز' تحفے قبول کرنا' سادگی اور بے تکلفی' عیب جوئی نہ کرنا' امارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز' مساوات' تواضع' بے جا تعظیم اور مدح کی ناپسندیدگی' شرم و حیا' اپنے ہاتھ سے کام کرنا' عزم و استقلال' شجاعت' راست گفتاری' ایفائے عہد' زہد و قناعت' عفو و حلم' دشمنوں سے درگذر اور حسن سلوک' کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ' غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت' جانی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر' بچوں پر شفقت' مستورات کے ساتھ اچھا برتاؤ' حیوانات پر رحم' عیادت و تعزیت' رقیق القلبی' لطف طبع' اولاد سے محبت' ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور عام محبت و رحمت کو بیان کیا گیا ہے۔

آپؐ کے مقصد نبوت کے باب میں آپؐ کی تعلیمات' خطبات' ارشادات' تحریک اسلامی کا تذکرہ اور تبلیغ و ترویج اسلام کے سلسلہ میں آپؐ کی مساعی جمیلہ' آپؐ کی مجلس کے تحت موضوعات (دربار نبوت' مجالس ارشاد' آداب مجلس' اوقات مجلس' عورتوں کے لئے مخصوص مجالس' طریقہ ارشاد' مجالس میں شگفتگی' فیض محبت' طرز بیان' خطبات کی نوعیت' خطبات نبویؐ کی تاثیر) اور آپؐ کی عبادات کے تحت موضوعات (نماز اور دعا' روزہ' زکوٰۃ' صدقہ' حج' یاد الٰہی' میدان جنگ میں یاد الٰہی' گریہ و بکا' صبر و شکر) وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

مدح رسولؐ کے بیان میں میلادیہ نعتیں ہیں۔ ان میلادیہ نعتوں میں آپؐ کے حسب نسب' خاندانی شرف' نسلی امتیاز و بزرگی' ہمدردی و غم خواری' جمال ظاہری و باطنی' ایفائے عہد' آپؐ کے خصائل و شمائل کی توصیف و ستائش کے علاوہ آپؐ کا باعث تخلیق کائنات ہونا' آپؐ کا نور (من نور اللہ) ہونا' آپؐ کا صاحب خلق عظیم ہونا' آپؐ کا خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین ہونا' غرضیکہ آپؐ کے حوالے سے تہذیبی و سماجی' تمدنی و معاشرتی' معاشی و اقتصادی اور سیاسی و تاریخی بے شمار پہلو اور مباحث در آئے ہیں۔

دوسرے انبیاء کے اخلاق و اوصاف مثلاً آدمؑ کا خلق' شیثؑ کی معرفت' نوحؑ کی شجاعت' ابراہیمؑ کی دوستی' اسماعیلؑ کی زبان' اسحاقؑ کی رضا' صالحؑ کی فصاحت' موسیٰؑ کے معجزات' ایوبؑ کا صبر' یونسؑ کی اطاعت' یوشعؑ کا جہاد' داؤدؑ کی آواز' دانیالؑ کی محبت' الیاسؑ کا وقار' یحییٰؑ کی پاکدامنی اور عیسیٰؑ کے زہد وغیرہ کے مقابلے میں آپؐ کو مجموعی طور پر سب صفات کا عطا ہونا اور سب انبیاء پر آپؐ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔

میلاد نگاروں نے آپؐ کے تذکار مبارکہ کے سلسلے میں آپؐ کی عادات و معمولات اور متعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی انتہائی عقیدت و احترام سے میلاد ناموں کا موضوع بنایا ہے۔ آپؐ کی مہر نبوت' حلیہ مبارک' لباس' خوراک' طریقہ طعام' رفتار گفتار اور خندہ و تبسم کی جزئیات تک کا ذکر ملتا ہے۔

آپؐ سے والہانہ محبت و شیفتگی کے سبب آپؐ کے مناسبات لباس و پوشاک خود و زرہ، انگوٹھی، نعلین، لعاب، پسینہ اور نقش پا کو بھی موضوع بنا کر ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غرضیکہ آپؐ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز مثلاً مدینے کی گلیاں اور کوچے، در و دیوار، خاک راہ، سگان کوچہ و بازار، سنگ در اقدس، روضہ اقدس اور اس کی سنہری جالیاں، اور مسجد نبویؐ کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔

ضمنی موضوعات میں آپؐ کی بعثت سے قبل عرب کی حالت، تہذیب و تمدن عادات و معاشرت، سرزمین عرب کا جغرافیہ، پہاڑ، ریگستان، موسم، آب و ہوا عرب کی تاریخ، اور ان کے قومی و معاشرتی مسائل جس میں بیکاری، کاہلی، جوا، شراب کی عادت، خود ستائی اور دوسری قوموں کی تحقیر، بت پرستی، توہم پرستی، پتھر، درخت، چاند، سورج، دریا، پہاڑ وغیرہ کی پوجا، انسانی حقوق کے لئے کسی ضابطہ کا نہ ہونا، قتل انسانی، رہزنی، حبس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا بہکا کر بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا، عرب کے عیسائیوں کا مریمؑ کو خدا کی بیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنا، بت پرستوں کا لات و عزیٰ کو مونث خدا کہنا، لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، ملحد اور دہریے اور ان جملہ عیوب اور مذاہب باطلہ کے مجموعہ افراد و معاشرہ کی حالت زار کا بیان شامل ہے۔

میلاد ناموں کا ایک اہم موضوع نبی کریمؐ کے حضور اپنے آلام و مصائب اور مشکلات و مسائل کا اظہار کر کے آپؐ سے حاجت طلبی ہے۔ آپؐ کے حضور استغاثہ و استمداد اور آپؐ کے حضور مشکل کشائی کے لئے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال، رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب کے مداوا کے لئے رسالت مآبؐ سے فریاد اور عرضداشت پیش کرنا، شہر مدینہ میں حاضری اور زیارت کی تڑپ، روضہ رسولؐ پر درود و سلام پڑھنے کی شدت سے تمنا اور آرزو کا اظہار، مدینہ سے دوری کے سبب ہوا کے ذریعے آپؐ تک سلام و فریاد رسانی، اپنے عصیاں پر ندامت کا اظہار، شفاعت طلبی، مدینہ میں دفن ہونے کی شدید خواہش اور خواب میں دیدار کی آرزو جیسے مضامین موجود ہیں۔

آپ پر درود و سلام بھیجنا حکم خداوندی اور مقبول ترین عبادت ہے۔ قرآن حکیم کے تتبع میں مثلاً اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا" (احزاب ۳۳: ۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو، ان پر درود اور خوب سلام بھیجو، میلاد ناموں میں صلواۃ و سلام کو ایک مستقل موضوع کے طور پر حصول ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ کے تحت شامل کیا گیا۔ یہ میلادیہ منظومات کا نقطہ عروج ہے۔ نبی کریمؐ کی بارگاہ اقدس میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع ہوئے۔ حضورؐ کے اوصاف کے ذکر جمیل میں شاعر کا جذبہ عقیدت و محبت درود و سلام کے موضوعات میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔

میلاد ناموں کا موضوع نبی کریمؐ کے محاسن، آپؐ کی صفات و تعلیمات اور خصائل و شمائل کے تذکار تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس میں ہر دور کے تہذیبی و معاشرتی، سماجی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات بھی شامل کئے گئے۔ اسلام کی شوکت و عظمت اور ادبار و زوال کی داستان کو بھی موضوع بنایا گیا، جیسا کہ ڈاکٹر ریاض مجید نے لکھا ہے:

"آپ کی رسالت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ آپ اقوام عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے لهذا آپ کے فیضان رسالت اور پیغام نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ عصر حاضر میں روشن خیالی' انسانی مساوات' مواخات اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو منزلیں طے کرتا نظر آ رہا ہے۔ اس کے پس منظر میں آپ ہی کی اعلیٰ شخصیت اور روشن تعلیمات کارفرما ہیں۔" (۲۷)

اس لحاظ سے انسانی زندگی' تہذیب و ثقافت' معاشرت و سیاسیات پر جو خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان کا عکس میلاد ناموں میں نظر آتا ہے۔ جس موضوع یا مضمون میں بالواسطہ یا بلا واسطہ نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت کا کوئی حوالہ آ جائے تو وہ میلاد النبیؐ میں شامل ہے۔ میلاد نگاروں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا' خلفائے راشدینؓ' اہل بیت اور صحابہ کبارؓ کی منقبت کو بھی ضمنی طور پر موضوع بنایا ہے۔

حضور اکرمؐ کی سیرت مقدسہ نے جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن و کردار کو جلاء و ضیاء بخشی اور ان کی تہذیب و تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین' تبع تابعین' آئمہ کرام اور اولیائے عظام اور بزرگان دین کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ جن کی شخصیت و کردار کی تشکیل میں کسی نہ کسی صورت میں حضور اکرمؐ کے فیضان تعلیمات اور اسوہ حسنہ کی معجز نمائی اور کارفرمائی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس سبب سے میلاد ناموں کی ابتداء میں حمد و ثنا' مناجات خلفائے راشدین' اہل بیت اور دیگر بزرگان دین اور اولیائے کرام کی فضیلت اور منقبت کی جزوی طور پر جھلکیاں مل جاتی ہیں۔ اور ان میں استغاثہ و استمداد کے انداز میں بہر حسنؓ و حسینؓ اور غوث اعظم محی الدینؒ کے واسطے کے مضامین منقبت مل جاتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی مدح میں جمال ظاہری کے مضامین کے علاوہ آپؐ کے معنوی احسانات کا ذکر شعراء نے اس جذبہ کے تحت کیا ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصل دین' پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ یہ تعلق جس قدر پختہ' گہرا اور راسخ ہو گا' اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت' توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہو گی۔

عصری تقاضوں کے پیش نظر میلاد ناموں کے موضوعات میں رنگا رنگی پیدا ہوئی۔ کسی زمانے میں آپؐ کی سیرت و سوانح کو مجلسی ضروریات کے تحت منظوم کرنے کی سعی بلیغ ہوئی تو کہیں اہل سنت و الجماعت کے میلاد نگاروں نے نورانیت مصطفیٰؐ کے مضامین کو پر زور طریقے سے بیان کیا۔ حالی اور سرسید نے روایتی مذہبی جوش اور جذبے سے مولود لکھے اور صبر شاہ جہان پوری نے حوالہ جات کا پورا اہتمام کیا تاکہ کوئی قول بے سند نہ رہے' کسی زمانے میں سراپائے اقدس اور خصائل و شمائل کو بیان کیا گیا تو فتنہ قادیانیت کے دور میں حضورؐ کے خاتم النبیینؐ ہونے کے پہلو پر زور دیا گیا۔ کسی نے معجزات کو نمایاں طور پر بیان کیا تو کسی نے بشریت کے پہلو کو واضح کیا۔ اس طرح میلاد ناموں کے بنیادی موضوع تو وہی رہے مگر زمانے اور ماحول کے زیر اثر دیگر موضوعات بھی شامل ہوتے رہے۔

میلاد ناموں کے موضوعات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے تفصیلی

احوال، آپ کی سیرت طیبہ کے نمایاں پہلو از ولادت تا وصال، معجزات و مبشرات، عادات و معمولات، خصائل و شمائل، تعلیمات و ارشادات، عصیاں پر ندامت اور شفاعت طلبی و خیر جوئی، شہر مدینہ میں حاضری اور زیارت کی تڑپ، اور درود و سلام جیسے متنوع موضوعات و مضامین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

میلاد ناموں کا فن

مقتضیات فن ، نزاکت موضوع ، حفظ مراتب اور حدود شریعت ، حقیقت نگاری ، میلاد ناموں کے انداز ، میلاد ناموں کے مختلف آہنگ ، میلاد ناموں کے اجزاء ، فنی عناصر ، سراپا نگاری ، کردار نگاری ، واقعات نگاری ، محاکات نگاری ، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی ، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ ، محاسن شعری ، میلاد اور سیرت ، میلاد اور نعت ، میلاد اور پروپیگنڈا ادب ، میلاد میں درود و سلام ، میلاد میں استمداد و استغاثہ کا انداز ، میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت ، مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات ، میلاد کے فن پر ہندی اثرات ، قدیم و جدید اسلوب میلاد ، میلاد بلحاظ حقیقت ، میلاد بلحاظ مشابہت ، میلاد بلحاظ بانی محفل ، میلاد بلحاظ مولود خواں ، میلاد بلحاظ سامعین ، میلاد بلحاظ استدلال ، میلاد بلحاظ عقیدہ ، قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال ، آداب محفل میلاد ، ممنوعات محفل میلاد ، میلادی روایات کا تجزیہ ، میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ ، میلاد ناموں کی ہیتوں کا تنوع۔

مقتضیات فن

میلاد نگاری بادی النظر میں بہت آسان اور سہل نظر آتی ہے لیکن اس کی فنی اور موضوعاتی اہمیت پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مقتضیات کو مد نظر رکھنا' لوازمات کو پورا کرنا' موضوع سے عہدہ برا ہونا اور مجلسی تقاضوں کو بھی پورا کرنا اتنا آسان اور سہل نہیں ہے۔ صرف انہیں میلاد نگاری کی اہمیت کا اندازہ ہے جو نبی کریمؐ کے ادب و احترام سے پوری طرح واقف ہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے :

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

نزاکت موضوع

نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ حیطہ بشریت سے نہایت بلند اور ارفع ہیں۔ انسان کی طاقت نہیں کہ آپؐ کے محامد کو صحیح طور سے ادا کر سکے۔ بقول ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم "جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے' انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔"(۲۷۷) میلاد النبیؐ کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول "اس کی عظمت و وسعت کی حدیں ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔"(۲۷۸) اس لئے ذرا سی لغزش حدود

کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: "میلاد لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے' اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے' اس میں راستہ صاف ہے۔" (۲۷۹) اس لئے میلاد نگاروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ موضوع کی نزاکت اور اہمیت کو مد نظر رکھیں گے۔ میلاد نگاری میں نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی کو میلاد کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ اس موضوع پر لکھتے ہوئے فصیح و بلیغ' جامع الفاظ اور پاکیزہ زبان و بیان کا سہارا لینا واجب اور امر لازم ہے۔

حفظ مراتب اور حدود شریعت

میلاد نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کے حفظ مراتب اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ اور آئمہ نے بھی اسے دوامی قرار دیا ہے: **لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (الحجرات: ۴۹) "(اے ایمان والو) اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔"

اس لئے میلاد نگار کو چاہئے کہ وہ توحید و رسالت' الوہیت و عبودیت اور خدا اور رسولؐ کے حفظ مراتب کو کسی طرح نظر انداز نہ کرے۔ سب سے بڑی لغزش الوہیت اور نبوت کی حدود کو سمجھنے میں ہوتی ہے۔ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

> "اس قسم کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ نبوت و عبدیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے اور نبی کو خدا بنا دیا جائے بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ نبی جامہ بشریت میں رہتے ہوئے عبدیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کمال کا کوئی درجہ تصور میں نہ آ سکے۔" (۲۸۰)

میلاد نگاری اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ موضوع کے جملہ تقاضوں کے مطابق میلاد نگار علم شریعت سے بھی پوری طرح باخبر ہو۔ بظاہر میلاد کا موضوع نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ اور آپؐ کی سیرت طیبہ کے چند روشن گوشوں کو بیان کرنے تک محدود نظر آتا ہے لیکن اس میں پوری سیرت اور سیرت کے توسط سے آپؐ کا حلیہ اقدس' واقعہ معراج و معجزات' شمائل و فضائل' معمولات و عبادات نبوی' اخلاق نبوی' آداب مجالس نبوی اور حسن معاملہ سے لے کر زہد و قناعت' رحم و مروت' شفقت و محبت' عدل و انصاف' عیادت و تعزیت' رحمت و مکرمت' جود و سخا' شرم و حیا' مہمان نوازی و ایفائے عہد' عزم و استقلال' عفو و حلم اور لطف طبع و لطف سخن تک سماجی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے' جس کو میلاد نگاروں نے بیان نہیں کیا۔ اسی وجہ سے حدود شریعت کی پوری واقفیت اور پابندی میلاد نگاری کی شرط اولین ہے۔

حقیقت نگاری

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ' حقیقت محمدیؐ' مقام نبوت و رسالت کے بیان میں شرعی

حدود و قیود اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ صداقت مضمون سے سرمو انحراف گناہ کبیرہ کے زمرے میں آجاتا ہے۔ میلاد نگاری کا اہم لازمہ حقائق کے بیان سے متعلق ہے۔ اس میں واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے منافی بیان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میلادیہ شاعری میں بھی مولانا محمد یوسف بنوری کے خیال میں "مبالغہ اگر حدود شریعہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے' وہ مبالغہ جو کفر و شرک اور صریح جھوٹ پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں۔" (۲۸۱)

میلاد ناموں کے انداز

میلاد نامے نثری' شعری اور مخلوط انداز میں ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کے شیدائی جب مختلف امصار و دیار میں پھیلے۔ اس وقت سے آپؐ کے شیدائی آپؐ کے ذکر خیر کو بیان کر رہے ہیں۔ انداز تحریر ہر دور کے عصری تقاضوں اور زبان و بیان کے تدریجی ارتقاء کی وجہ سے بدلتا رہا۔ سترہویں صدی عیسوی میں برصغیر ہند و پاک کی زبان فارسی تھی۔ اس لئے ولادت رسول اکرمؐ کا بیان فارسی میں ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ اردو زبان کے فروغ کے زیر اثر اس دور میں مسجع و مرجز عبارتوں میں میلاد نامے لکھے گئے۔ اس کی غایت بھی نبی کریمؐ سے اظہار عقیدت ہے۔ مقفیٰ و مسجع اظہار خیال کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جس میں اہل زبان نے سلیس اور سادہ زبان کو زیادہ پسند کیا۔ اس دور کے میلاد نامے عام فہم زبان کے آئینہ دار ہیں۔ آسان زبان میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کی دوسری وجہ یہ بنی کہ عوامی مجالس کے لئے ایسی زبان کی ضرورت تھی جس کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے اور حق تبلیغ بھی اسی صورت میں ادا ہو سکتا تھا جس سے زیادہ سے زیادہ عوام الناس سیرت رسول اکرمؐ سے باخبر ہوں چنانچہ میلاد نامے بکثرت ایسی زبان میں ترتیب دیئے گئے جس کو ہر کہ و مہ بخوبی سمجھ لیتا ہے۔

ان میلاد ناموں کی غرض و غایت مجلسی تھی اس لئے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے' ان کی ابتداء میں حمد و نعت کے کچھ اشعار آگئے ہیں۔ اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصہ رسمی انداز کا ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ کی ولادت مقدسہ۔ معراج اور معجزات کے بیان میں بھی شعری انداز اختیار کیا گیا ہے۔ نثری میلاد ناموں میں میلاد شریف سرور عالمؐ (محمد صاحب علی خان مار ہروی)' جلاء القلوب بذکر المحبوب (سر سید احمد خان)' مولود شریف (خواجہ الطاف حسین حالی)' آمنہ کا لال (راشد الخیری)' اور میلاد النبیؐ مع طریقہ مولد شریف (مولانا اشرف علی تھانویؒ) قابل ذکر ہیں۔ باقی تمام مولود نامے قریباً" مخلوط ہیں۔ ان میں مولود شہید (غلام امام شہید)' میلاد اکبر (محمد اکبر خان وارثی میرٹھی)' میلاد گوہر (گوہر علی خان گوہر رامپوری)' میلاد مصطفیٰ فی شمس الضحیٰ (مولوی مجیب اللہ) اور حیات ذاکر (شاہ محمد جمیل الرحمٰن) خاص طور پر بطور مثال گنوائے جا سکتے ہیں۔ منظوم میلاد ناموں میں مولود محمدیہ (رؤف احمد بھوپالی)' مولود نامہ (عبداللطیف)' مولود نامہ (مختار)' تولد نامہ (امین گجراتی)' معراج نامہ (سید میراں ہاشمی)' وفات نامہ (نصرت علی)' شمائل النبیؐ (عبدالحمد ترین)' معجزات رسالت (مخدوم حسینی)' خیرالاذکار فی ذکر سید الاخیار (غلام محمد ہادی علی خان)' صبح تجلی' چراغ کعبہ (محمد محسن کاکوروی)' سرمایہ نجات (معصوم علی بیدار) اور مولود طپش (طپش گورکھپوری) وغیرہ

موجود ہیں۔

میلاد ناموں کے مختلف آہنگ

میلاد نامے خطابیہ، تمثیلی اور بیانیہ انداز میں ملتے ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہے۔ اس دور کی تمام موجہ اصناف و اسالیب کی اس میں جھلک موجود ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں نثر اور نظم کے تمام اسالیب جمع ہیں۔ اور ان پر عربی و فارسی کے ساتھ ہندی اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ دراصل سیرت کی کتابوں کا تعلق قارئین کے ساتھ ہے۔ ان میں حاضرین کا تصور مفقود ہے جبکہ میلاد فنی اعتبار سے ایک ایسی صنف ہے جس میں حاضرین کا وجود ضروری ہے۔ جس طرح ڈرامہ نگار اپنے اردگرد کی صورت حال کو PRE-VIEW کرتا ہے۔ اسی طرح ایک میلاد نگار کے ذہن میں اس کے سامعین موجود ہوتے ہیں۔ اور ان مجلسی تقاضوں کے تحت میلاد نگار کو روایات، ضروریات، مناسبات، مضمرات اور مقتضیات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے میلاد ناموں میں خطابیہ، تمثیلی، بیانیہ، مکالماتی، وصفیہ اور ڈرامائی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ خاص طور پر معراج کے بیان میں بہت دلچسپ اور ڈرامائی انداز اپنایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں موقعہ محل کی مناسبت سے لب و لہجہ اور آہنگ بدل جاتا ہے۔ بایں ہمہ طرز اظہار و بیان میں شائستگی اور خوش سلیقگی ضروری ہے جو نبی کریمؐ کے دلی ادب و احترام کی مظہر ہو۔

میلاد ناموں کے اجزاء

میلاد کے اجزاء میں حمد و نعت، آداب محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کے فیوض و برکات کا ذکر، نور محمدی کا بیان، ولادت رسول پاکؐ سے وفات مبارک تک کے حالات مع معجزات، آپؐ کے اوصاف حمیدہ و خصائل پاکیزہ کا بیان دوسرے انبیائے کرامؑ پر آپؐ کی فضیلت اور برتری کا ذکر، میلاد کی نسبت سے منظومات، اہل خانہ و منتظمین محفل کے لئے دعا، اور طلب عفو و رحمت شامل ہیں۔ بیشتر میلاد نگاروں نے عشق رسولؐ کے جذبات کے تحت شہر مدینہ کی حاضری اور وہیں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا ہے۔

میلاد نامے کے فنی عناصر

میلاد نامے کے فنی عناصر میں سراپا نگاری، کردار نگاری، واقعات نگاری، محاکات نگاری، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ اور دوسرے محاسن شعری شامل ہیں۔

سراپا نگاری

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی سیرت و زندگی کے بیان کے سلسلہ میں زیادہ زور سراپا کے بیان میں صرف کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے جسم مطہر و منور، ملبوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر میلاد ناموں میں بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ شاعروں اور ادیبوں نے قرآن کریم کے متن سے بعض اچھی اور عمدہ تراکیب کو چن کر انہیں نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کی تصویر کھینچنے کے لئے استعارہ اور کنایہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ حضرت علی

المرتضیٰؓ نے آپؐ کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام باہیبت تھے جو آپؐ کو دور سے دیکھتا تھا' اس پر خوف طاری ہو جاتا تھا مگر نزدیک تر آتا تھا تو اس کے دل میں سکون اور راحت پیدا ہو جاتی تھی۔ آپؐ بشاش رو تھے۔ آپؐ کے چہرہ پر نور چمکتا تھا۔ آپؐ دراز قامت تھے۔ آپؐ کا سر گول تھا۔ گھونگریالے بال بن گوش تک آتے تھے۔ کھینچنے سے کندھے تک آ جاتے تھے مگر چھوڑنے سے پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے۔ آپؐ فراخ پیشانی' کشادہ ابرو تھے' آپؐ خفا ہوتے تو ابرو کے درمیان رگ نمایاں ہو جاتی۔ آپؐ باریک بینی' باریک لب' اور کشادہ دندان تھے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔ آپؐ سپید عارض' زیبا گردن اور معتدل اندام تھے۔ آپؐ کی پشت و شکم راست اور سینہ فراخ تھا۔ سینے سے ناف تک چھوٹے چھوٹے بالوں کا ایک ایسا خط تھا کہ گویا مو قلم سے بنایا گیا ہے۔ بازو لمبے' ہتھیلیاں کشادہ' انگلیاں باریک لمبی' اور کشادہ تھیں۔ ناخن لمبے تھے' آپؐ اکثر اپنی نظر زمین کی طرف رکھتے تھے۔ آپؐ میں آہستگی تھی ترش روئی نہ تھی۔ آپؐ ہنسنے کے بغیر شاداں طبع تھے۔ آپؐ کا حکم عدل' آپؐ کی گفتار حکمت تھی۔ آپؐ سخاوت پیشہ' نرم دل' نرم گو تھے' تند خو نہ تھے۔ گناہ گار کا گناہ معاف کر دیتے تھے۔ آپؐ کے جسم مطہر سے بوئے مشک کی مانند خوشبو آتی تھی۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔"(۲۸۲)

نبی کریمؐ کے سراپا کے بارے میں چند میلاد ناموں سے نمونے ملاحظہ ہوں۔

امیر مینائی رقم طراز ہیں:

دل کفار میں پڑتے ہیں اگر داغ حسد
ہم وہ پتھر ہیں ترے نقش قدم جانتے ہیں
تیرے گیسو سے ہے پیراہن کعبہ آگاہ
تیری آنکھوں کو غزالان حرم جانتے ہیں
جلوہ نور سفید اور کوئی کیا جانے
تیرے گیسو ترے عارض کی قسم جانتے ہیں
(۲۸۳)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دھن پھول تن پھول بدن پھول

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل' مرہم ریش دل
ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
(۲۸۴)

مولوی خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری سراپا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تم سنو اے مومنان باصفا
اب سراپائے نبی دوسرا

مخزن اسرار و ہم جامع صفات
معدن علم و فضیلت نیک ذات

نور پیشانی سے روشن دو جہاں
مطلع انوار بیش ہر دو جہاں

روئے انور غیرت ماہ کمال
لوح پیشانی زہے ہر جمال

موئے عنبر بار شاہ نامور
جن سے ہے عالم معطر سر بسر

پھول سے رخسار اور غنچہ دہن
تھے خجل جن سے یہ نسرین نسترن

سرگیں آنکھیں عجب رشک غزال
ابروئے خمدار سے نادم ہلال

تھی در دنداں کی وہ نادر جھلک
چشم انجم دیکھ کر جائے جھپک

قدرت حق کا نشاں سیب ذقن
دیکھ کر ہو دور سب رنج و محن

ریش زیبا اوس پہ شباب کا ظہور
نور پر تھا نور کا گویا وفور

وہ صراحی دار گردن بے مثال
صاف ظاہر جس سے شان لایزال

ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
با صفا ہموار عضو انتخاب

ہاتھ ایسے دست قدرت سے بنے
دست موسیٰ دیکھ کر حیرت کرے

اون پہ موزونی انگشتاں کے بند
جیسے دریا سے رواں ہوں جوئے چند

واہ واہ سینہ مبارک پر صفا
مخزن اسرار و عرفان الہ

موئے تن باریک اور نازک کمر
رشک کھائے دیکھ کر تار نظر

ساق سیمیں صاف قدرت کا نشاں
ہر دو پا بوسہ کی لائق بے گماں

تھا معطر وہ پسینہ آپ کا
مشک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا

ہے خلیل پر گنہ اور تیرا در
یانبی اللہ ترحم کی نظر

(۲۸۵)

سراپا کے بیان میں چند شعر "میلاد راحۃ العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلین" سے بھی دیکھیے:

جسم نوری تھا وہ کس طرح سے سایہ ہوتا
تھا بھی سایہ تو سرِ خلق پہ تھا سایہ فگن
رنگ تھا جلد مبارک کا بہت سرخ و سفید
صاف ظاہر تھا کہ ہے مہر تہ پیراہن
وہ سر پاک پیغمبر وہ دماغ اقدس
تھا خیالات میں اسرار خدا کا مخزن
تھی مہ نو سے جو ابرو تو جبین قرص قمر
دونوں رخسارے کہ دو مہر برابر روشن
آپ کے گیسوئے بال وہ گھونگر والے
جن کے حلقوں میں دل اہل ولا کا مسکن

(۲۸۶)

ضو تھی دانتوں میں پیمبر کے کہ اللہ اللہ
صدقہ ہونے کے لئے آتی تھی خود در عدان
آپؐ کے گوش مبارک بھی تھے اعجاز نما
دور و نزدیک کے سنتے تھے برابر وہ سخن
کیا گھنی ریش مقدس تھی کہ سبحان اللہ
وصف میں جس کے کسی کو بھی نہیں جائے سخن

(۲۸۷)

محسن کاکوروی کے اشعار میں سراپا نگاری کا انداز ملاحظہ ہو:

پیشانی ہے جزو مصحف رو
اس پارے کے دو رکوع ابرو
واللیل کا ترجمہ ہے گیسو
تفسیرِ اذا تجلی ہے گیسو
بیداری بخت چشم اعجاز
سیپارہ رخ کی ہے سورہ صاد
کیا ذکر تبسم نبی ہے
گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے
کانوں کی سنی ہے کیا روایت
جو سر دھنے خطیب کی ولایت
جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
آئینہ بے مثال سینہ
اسرار نہ آسماں نظر میں
ڈوبے ہوئے ہفت بحر و بر میں
اس گردن صاف کی بلندی
تکبیر فریضہ سحر کی
رعنائی قامت مناسب
روزے میں اذان وقت مغرب

(۲۸۸)

کردار نگاری

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور کردار و اخلاق کے ممتاز پہلوؤں اور روشن واقعات، جمال ظاہری و باطنی، اخلاق حمیدہ، صداقت، امانت، سخاوت، حلم، حیا، احسان اور رحمت وغیرہ کی تعریف اور بنی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات کے حوالے سے آپؐ کی مدح بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح ہر دور کے موثر تقاضے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اسی طرح میلاد میں سیرت کے مخصوص پہلو بھی عصری تقاضوں کے تحت بیان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح آجکل سیرت کانفرنس میں آپؐ کے انسانیت پر احسانات بیان کئے جاتے ہیں اور اس طرح سے آپؐ کے کردار کی عظمت و بلندی کو بطور محسن انسانیت بیان کیا جاتا ہے۔

واقعات نگاری

میلاد ناموں میں تمام واقعات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی ہیئت سے مخصوص نہیں، اس لئے واقعات نگاری میں تمام مروجہ ہیئتوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و سوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس بیان میں نہ صرف آپؐ کے میلاد و سیرت سے متعلق اہم واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے بلکہ آپؐ کے دور کے دیگر اہم واقعات کا بیان بھی ملتا ہے۔ رفتہ رفتہ تاریخی و عمرانی شعور کے تحت آپؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات کو تاریخی پس منظر میں لکھنے کا رواج ہوا۔ راشدالخیری، حالی، نواب محسن الملک، شاہ احمد سعید دہلوی، مولانا عبدالمجید بدایونی، عبدالعزیز محدث لکھنوی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری کے میلاد ناموں میں جدید تاریخی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں شیعہ مسلک کے زیر اثر میلادیہ اسلوب میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے اور ان میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و میلاد کے واقعات کے ساتھ اہل بیت کی تعریف کا غالب رجحان ملتا ہے۔ شاہ سلامت اللہ لکھنوی۔ مولوی محمد الیاس رضوی۔ مرزا قربان علی بیگ سالک۔ میر مظفر حسین ضمیر، علی نواز (قلندر شاہ) اور سید وزیر حسین رضوی اور دیگر میلاد نگاروں کے ہاں یہ پہلو نمایاں ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؓ، علیؓ شیر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰؓ اور حسینؓ شہید کربلا کی والدہ اور زینبؓ مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے۔ حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں مگر وہ اس طرح سے آئیں گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کرلیں گے اور حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود عمامہ دست راست میں لئے اور کرتہ زہر آلود حضرت امام حسنؓ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؓ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی درگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پروردگار کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی۔

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہؓ

اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
داد دے میرے شہیدوں بیکسوں مظلوم کی
صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے

اور عرض کریں گی کہ اے رب میرے وہ حسین جن کے واسطے جبرائیل امین جنت سے پیراہن لایا کرتے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسول کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چومتے تھے۔ ان کو خنجر سے شہید کیا۔ خدایا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت تنہائی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو مدینہ منورہ کی طرف رخ کرکے اپنے نانا جان سے کہتے تھے:

سینے کو جو تیروں سے جفا کیشوں نے چھانا
چلائے کہ گرتا ہوں سنبھالو مرے نانا

نانا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
آمادہ مرے قتل پہ جلاد ہوئے ہیں

اک بوند دم تشنہ لبی وہ نہیں دیتے
دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے

دنیا کے لئے خانہ زہرا کو اجاڑا
آباد کیا شام کو بطحا کو اجاڑا

خدایا میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کئے کہ خیمہ تک جلایا اور ریگستان کربلا میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بے ہوش ہو جائیں گے اور پیغمبر منبروں سے گر پڑیں گے۔ فاطمہ زہراؑ عرض کریں گی۔

فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی
دے داد میری لٹ گئی بیٹی رسول کی

بیٹی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے
مارا ہے میرے دل کو مولا دھائی ہے

کس کا تھا باغ میں نے جہاں سے لٹا دیا
خنجر گلے پہ کس کے تھا میں نے چلا دیا

کیوں کوفیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو
کیوں شامیوں نے میرے بجھایا چراغ کو
(۲۸۹)

میلاد ناموں میں واقعات نگاری کے ضمن میں شہدائے کربلا کے مصائب کا بیان اور اس سے متعلق عنوانات شیعہ مسلک اور لکھنؤ کی مرثیہ خوانی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے زیر اثر شامل ہوتے گئے۔

محاکات نگاری

کسی چیز یا کسی حالت کو اس طرح بیان کیا جائے کہ اس سے اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے اور پھر اس میں قوت تخیل شامل ہونے سے اس کی آب و تاب اور حسن و جمال بڑھ جائے' محاکات نگاری کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لحاظ سے تخیل اور محاکات شعر کے ترکیبی عناصر ہیں۔ جدت و ندرت شعری روح ہے اور مبالغہ کی رنگ آمیزی کے بغیر شعر بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے۔ میلاد نگاری شعری حد بندیوں' سلاست زبان' موزونیت الفاظ اور پاکیزگی خیال کے ساتھ نبی کریمؐ کے احوال کا بیان ہے۔ میلادیہ مضامین کے بیان میں صداقت بیان اور حسن محاکات کے سوا اس میں مزید تخیل کی مینا کاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی

سامعین کے اذہان پر حزن و ملال اور رنج و غم کی کیفیت و اثرات مرتب کرنے کے لئے جس طرح مرثیہ خوانوں نے مبالغہ آرائی کر کے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اسی روش کے زیر اثر میلاد خوانوں نے بھی اکثر و بیشتر روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ جس سے سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اور محفل میلاد کے شرکاء کے قلوب پر سیرت نبویؐ کے اثرات زیادہ سے زیادہ ہوں۔ نظم و نثر میں مخلوط میلاد نامے بھی انہی تقاضوں کے تحت مرتب کیے گئے تاکہ درمیان میں یا اول و آخر بھی میلادیہ منظومات سے لوگ متاثر ہوں۔ ان منظومات کو میلاد خواں اچھی آواز سے مل کر پڑھتے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں منطقی ربط کی بجائے زیادہ زور سلاست و روانی پر دیا جاتا ہے۔ نیز میلاد ناموں کی ضخامت بھی اتنی ہی درکار تھی جو ایک نشست میں پڑھے جا سکیں اور زیادہ طویل نہ ہوں۔ نبی کریمؐ کا ذکر ولادت موجب فرحت و سرور اور خیر و برکت ہے اس لئے محافل میلاد میں آرائشِ محفل' بخورات معنبر' تقسیم شیرینی بطور تبرک' استعمال عطریات وغیرہ کو محفل کے تقدس کی نسبت سے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ

مسلمانوں کے دور انحطاط کے میلاد ناموں میں نہ روایات کے بیان کے سلسلہ میں صحت کا خیال رکھا گیا اور نہ زبان و بیان کی شگفتگی ملحوظ خاطر رہی۔ میلاد خوانوں کی جماعتیں بکثرت بن گئیں' جنہوں نے میلاد خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ اس لحاظ سے صرف وہی جماعت زیادہ کامیاب ہوئی' جنہوں نے مترنم سلام' میلادیہ منظومات اور عقائد کی بہتات و شدت کے ساتھ روایات جمع کر لیں۔ اس طرح میلاد خوانی کے مجلسی انداز بھی عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بدلتے رہے۔ کچھ نثر جس میں کسی روایت کا بیان ہوا پھر کوئی میلادیہ نظم جو اس نثر سے منسلک ہو جائے یا پھر کوئی ایسی منظوم روایت جس کے اثر و تاثر کو مولود خوانوں کا زور ترنم اور لحن داودی زیادہ موثر بنا دے' میلاد خوانی کا عمل بن گیا۔ اس طرح سے مولود نگار مدح و ستائش کے جوش میں اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو واقعات وہ بیان کر رہے ہیں' ان کی حقیقت کیا

ہے۔ اس طرح سے بے شمار ضعیف روایات کی بھی میلاد ناموں میں بھرمار ہو گئی۔ مولود نگاروں کی کتب دلائل سے اخذ کی گئی روایات کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :۔

"یہی کتابیں ہیں جنھوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند رواتیوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور انہیں سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے۔ خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپؐ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم خالی ہیں ۔۔۔۔۔ کتب دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب و غریب واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا' تاکہ ختم المرسلینؐ کے فضائل و مناقب کے ابواب میں معتدبہ اضافہ ہو سکے۔ بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے' مثلاً زرقانی وغیرہ' وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے' لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو' جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو' جو اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو' اس کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے' خصوصاً اس لئے کہ وہ ہمارے ملک میں میلاد کی مجلسوں میں جو بیانات پڑھے جاتے ہیں' وہ تمام تر ان ہی بے بنیاد رواتیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔" (۲۹۰)

سید سلیمان ندوی نے دوسرے تابناک اور روشن پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے کہ ان میلاد ناموں نے ہر دور کے عامتہ الناس کی مجلسی ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ اور ان میلاد ناموں نے نیم خواندہ عوام میں آپؐ کے میلاد و سیرت کے بیان سے نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات سے روحانی و دینی رشتہ استوار کرنے' روح کی طہارت' خیال و عقیدہ کی پختگی' دل و نظر کی مسلمانی اور جذبات کی صحت و صداقت کا شعور و آگہی عطا کرنے میں بے مثال اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہی میلاد ناموں کی بدولت پورے برصغیر پاک و ہند میں آپؐ کی ولادت مقدسہ' حسب نسب' خاندان' بعثت' ہجرت' وفات' معجزات' بالخصوص معراج' مبشرات' اوصاف و شمائل اور اخلاق و کردار کے بارے میں معلومات عام ہوئیں۔ اور انہی مجالس میلاد کے طفیل دلوں میں عشق مصطفویؐ کی شمع روشن ہوئی۔ اور ہر کہ و مہ انہی کی بدولت نبی کریمؐ کی دل آویز شخصیت اور ابدی پیغام سے آگاہ ہوا۔ اسی وجہ سے کتب میلاد تمام حلقوں میں مروج و مقبول ہوئیں۔

محاسن شعری

میلادیہ منظومات میں تشبیہ و استعارہ اور صنائع لفظی و معنوی کے استعمال میں موضوع کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کر اس قسم کے محاسن شعری سے گریز کیا گیا ہے جس سے پاکیزگی و تقدس متاثر ہو۔ مکالمہ نگاری' جذبات نگاری' منظر نگاری اور تخیل و محاکات میں اسلوب بیان کی مینا کاری بھی حسن تشبیہ اور

رنگینیِ استعارہ تک محدود ہے۔ میلاد نگاری میں عشق و محبت رسالت مآبؐ میں کئی نازک مقام و محسوسات سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی اور میلاد نگار اپنے کمال فن کے باوجود اپنے عجز کا اعتراف کرنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

کس طرح مجھ سے نعت رسول خدا کی ہو
طاقت کہاں جو مدح شہ دوسرا کی ہو
دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت مآبؐ کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا حباب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال
اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
(۲۹۱)

اور مولوی محمد علی خان سعید لکھتے ہیں:

ایسے بے مثل کی لکھے کوئی کیوں کر صفت
وہم و ادراک سے بھی جس کی ہو باہر تعریف
(۲۹۲)

میلاد اور سیرت

سیرت کے اصطلاحی معنی نبی کریمؐ کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔(۲۹۳) جبکہ میلاد میں حضور اکرمؐ کی ولادت مقدسہ کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں خاص طور پر ان برکات و معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس دنیا میں آپؐ کی تشریف آوری سے رونما ہوئے۔(۲۹۴) حضور کی ولادت کے دن بالخصوص اور سارا سال بالعموم آپؐ کے محامد و محاسن جمیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔ اس لحاظ سے میلاد میں حضورؐ کی سیرت مقدسہ کا بیان جزوی طور پر ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کے حوالے سے جب مختلف موالید کا جائزہ لیتے ہیں تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمام موالید میں واقعات کی ترتیب، نوعیت اور ضخامت ایک جیسی نہیں۔ آپؐ کی ولادت، معراج، اور وفات کے واقعات قریباً سب موالید میں موجود ہیں۔ دراصل یہ سب ایک ہی شجر کی مختلف شاخیں ہیں۔ کسی نے معراج و معجزات پر زیادہ زور دیا ہے اور کسی نے دیگر فروعی اور ضمنی واقعات مثلاً واقعات کربلا کو بھی بیان کیا ہے۔ کسی نے ولادت، معراج اور وفات کے بنیادی موضوعات کے اعتبار سے وفات کے واقعات کو نمایاں کر کے بیان کیا ہے اور کسی نے نور محمدیؐ اور شمائل نبویؐ کو وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے جبکہ کتب سیرت میں زمانی ترتیب کو مدنظر رکھ کر آپؐ کے تمام احوال کو تاریخی اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔

میلاد اور نعت

ایسی تمام منظومات جن میں نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے یا آپ کے شمائل و خصائل بیان کیے جائیں۔ نعت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اصولاً آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرتؐ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔" (۲۹۵)

نعت کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میلاد اور نعت میں ایک نازک سی حد فاصل ہے۔ میلاد میں بالتخصیص حضور اکرمؐ کی ولادت مقدسہ سے متعلق احوال و برکات کا بیان اور اس سے حصول ثواب و شفاعت طلبی اور خیر جوئی مقصود ہوتا ہے۔ نعت آپؐ کی پوری سیرت پر محیط ہے۔ میلادیہ منظومات میں بھی صفت رسولؐ یا مناسبات و متعلقات رسولؐ میں سے کسی پہلو کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے۔

نعت کے موضوع کا دائرہ میلادیہ منظومات کی نسبت بہت وسیع ہے اور اس میں آپؐ کی تمدنی و سماجی زندگی کی نسبت سے انسانی زندگی کے مختلف النوع سماجی، سیاسی، تمدنی اور ثقافتی پہلو بھی نعت کے موضوع میں در آئے ہیں۔

میلاد اور پروپیگنڈا ادب

مذہبی ادب میں میلاد ایک ایسی شاخ ہے۔ جس میں میلاد نگار براہ راست نبی کریمؐ کے واقعات ولادت اور دیگر محاسن کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا مقصد قاری کے دل میں اطاعت رسولؐ اور حب رسولؐ کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ تاکہ مذہب کی قدر و منزلت بڑھنے سے خیالات و جذبات کی پاکیزگی میں اضافہ ہو۔

ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے نزدیک مذہبی شاعری میں شاعر اپنا سارا کلام مذہبی رنگ میں بیان کرتا ہے اور ان جذبات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ جنہیں لوگ اعلیٰ جذبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (۲۹۶)

عظیم ادب میں مذہبی شاعری کو اعلیٰ انسانی جذبات کی ترجمان نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس میلادیہ منظومات میں صرف نظریاتی تبلیغ نہیں ہوتی بلکہ اس میں باعث تکوین کائنات ختمی مرتبتؐ سے سچی تڑپ اور دلی خلوص و عقیدت سے بھرپور اظہار عقیدت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ شاعری میں اعلیٰ انسانی جذبوں کے بیان کی پوری گنجائش موجود ہے۔

میلادیہ منظومات کو دینی ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ میلاد نگاروں نے ایسی شاعری قلب و نظر کو شامل کر کے تخلیق کی ہے جو مذہبی ہونے کے باوجود اپنے اندر شعر کی ساری خوبیاں سموئے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ منظومات کو پروپیگنڈا ادب میں کسی طرح شامل نہیں کیا جا سکتا۔

میلاد میں درود و سلام

میلادیہ منظومات کے مخصوص آہنگ میں درود و سلام کی لے مسحور کن وجدانی کیف پیدا کرتی ہے۔ سلام کے بارے میں شمیم احمد لکھتے ہیں:

"وہ نظمیں جن میں حضور سرور کائنات ؐ کی تعریف کی جاتی ہے او جن میں لفظ سلام ہوتا ہے۔ وہ ہی سلام کہلاتی ہیں۔" (۲۹۷)

درود و سلام کی اہمیت کے بارے میں شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

"یہ نہایت ہی بابرکت عمل اور نیک کام ہے اور ہر وقت ہی مشروع ہے اور ہر نماز کے بعد اس کی تاکید کی گئی ہے۔ آخری تشہد میں علماء کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے۔ اذان کے بعد جمعہ کے دن اور رات کو اور جب بھی آپ ؐ کا نام مبارک لیا جائے اور اس کے دیگر مواقع پر خصوصیت کے ساتھ درود و سلام پڑھنا چاہئے۔" (۲۹۸)

مولانا شبلی نعمانی نے سلام کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میلاد نگاروں اور شعراء نے غزل کی طرح سلام ایجاد کیا۔ سلام کی بحر وہی ہوتی ہے جو غزل کی ہوتی ہے۔ غزل کی طرح مضمون کے لحاظ سے ہر شعر الگ ہوتا ہے۔ سلام کی خوبی یہ ہے کہ طرح شگفتہ اور نئی بندش، سادہ اور صاف، مضمون درد انگیز اور پر تاثیر ہو۔" (۲۹۹)

سلام کا واحد مقصد نبی کریم ؐ کے حضور درود و سلام بھیجنا اور آپ ؐ کے فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ اس کے لئے غزل کی عروضی ہیئت کا استعمال ضروری نہیں تھا۔ متقدمین کے میلاد ناموں میں مثلث، مربع یا مخمس میں بھی سلام موجود ہیں۔ عام طور پر درود و سلام کے الفاظ شروع یا آخر میں یا ٹیپ کے بندوں میں تکرار کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے انہیں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ درود و سلام سماع کی محفلوں کے اختتام پر بڑے خضوع و خشوع سے پڑھا جاتا ہے۔ بزرگان دین کی برسی پر عرس کی محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں۔ ان میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیا و مشائخ اسلام کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ ان اعراس کی اختتامی تقاریب میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری درود و سلام پڑھنے کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"درود و سلام کی نظمیں ہر جگہ اور ہر موقع پر پڑھی جا سکتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں لیکن میلاد شریف یا سیرت کے جلسوں میں درود و سلام عام طور پر پیدائش کے ذکر کے ساتھ اور مناجاتیں بالعموم جلسے کے اختتام پر پڑھی جاتی ہیں۔" (۳۰۰)

آج کل سلام عام طور پر محفل میلاد کے اختتام پر پڑھے جاتے ہیں۔ سلام کی اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر احسن زیدی لکھتے ہیں:

"سلام میں الفاظ و تراکیب کا حسن انتخاب موسیقی کا سماں باندھتا ہے۔ کلام میں جذب و مستی اور کیف و سرور کی فضا سننے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔" (۳۰۱)

خیر جوئی اور خیر طلبی کے جذبے کے تحت ان سلاموں میں شعرا نے حضور ؐ کے اوصاف جمیل کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی

نے اپنے سلام میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔

جہاں تک سلام کی ہیئت کا تعلق ہے اس میں بحر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن عام طور پر اس کے لئے ایسی بحر منتخب کی جاتی ہے جو سلام کی مقدس فضا کے لئے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس کے سننے والوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نبی کریمؐ کے حضور دست بستہ کھڑے ہیں لہٰذا اس میں ہر حالت تقدس و متانت کا رنگ غالب رہتا ہے۔ سلام گوئی کا لطف یہی ہے کہ اس کی ترکیب شوخی و رنگینی کے باوجود غزل سے منفرد نظر آئے۔

صوفی اکبر میرٹھی وارثی کا درج ذیل سلام محافل میلاد میں آج بھی ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے:

یَا نَبِیُّ سَلَامٌ عَلَیکَ
یَا رَسُولُ سَلَامٌ عَلَیکَ
یَا حَبِیبُ سَلَامٌ عَلَیکَ
صَلوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیکَ

(۳۰۲)

صلی اللہ علیہ وسلم ردیف بنا کر قریباً سب میلاد و نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں۔ کبھی سلام کے ہر مصرعہ کا آغاز ہی سلام سے کیا ہے۔ جیسے ماہر القادری کا سلام:

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

(۳۰۳)

حفیظ جالندھری کے سلام کے ہر مصرعہ کا آغاز بھی سلام سے ہوتا ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

(۳۰۴)

مولانا احمد رضا خان کے سلام میں ہر شعر کا اختتام لفظ سلام پر ہوتا ہے اور سلام کو بطور ردیف استعمال کیا ہے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(۳۰۵)

سلام و صلوٰۃ کے موضوع پر میلادی ضروریات کو مدنظر رکھ کر مختلف شاعروں نے سلاموں کے گلدستے مرتب کئے ہیں۔

میلاد میں استمداد و استغاثہ کا انداز

مولید کے آخر میں نبی کریمؐ کے حضور شفائے امراض' مدینہ میں حاضری کی تڑپ' مشکل کشائی و حاجت روائی اور مصائب و مسائل سے نجات کے لئے فریاد' سوال' استغاثہ اور استمداد طلبی کے لئے التجائیں ہیں۔ مولود دلپسند کے چند شعر دیکھئے:

کروں کس سے فریاد اے داد رس
تمہارے سوا یا شفیع الوریٰ

کہاں جائے اے شاہ در سے ترے
ترا یہ گدا یا شفیع الوریٰ (۳۰۶)

مدینے میں سوئی یہ جا کر مرے
غلام آپؐ کا یا شفیع الوریٰ

مری گور میں بھی مدد کیجیو
مرے مصطفیٰ یا شفیع الوریٰ (۳۰۷)

مولوی احمد خاں صوفی لکھتے ہیں:

یا شہ دین صوفی بے کس حزیں
سخت ہے اب ہند میں اندوہ گیں

اس کو مدینے میں بلا لیجیے
روضہ پر نور دکھا دیجیے

ایک نظر بہر خدا کیجیے
فکر دو عالم سے جدا کیجیے

کر نظر ازراہ عنایت کنی
جملہ مہمات کفایت کنی

(۳۰۸)

مولوی عاشق حسین بارہ بنکوی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ای فخر انبیائے جہاں شافع امم
عاشق کے حال پر بھی ذرا کیجیے کرم

فرقت میں آپؐ کی وہ نہایت ہے خستہ حال
اس ملک ہند میں اسے جینا ہے اب محال

بیتاب ہوں بہت مرے دل کو نہیں قرار
تسکین ہو جو خواب میں دیکھوں میں ایکبار

(۳۰۹)

میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت

میلاد ناموں میں اہل بیت اطہارؓ کے مناقب کا بیان ضمنی طور پر موجود ہے۔ اس کی غرض و غایت بھی اطاعت رسولؐ ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث مقدسہ میں ان کے فضائل کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

""آپؐ کہہ دیجئے کہ میں اس پر (تبلیغ اسلام پر) اجر کا سوال نہیں کرتا سوائے محبت ذوی القربیٰ کے۔" (الشوریٰ: ۲۳)

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ تو صحابہ کبارؓ نے دریافت فرمایا۔ یارسول اللہ! آپؐ کے قرابت دار کون ہیں، جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے؟

فرمایا! علیؓ، فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ اس طرح اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب کا بیان کتب احادیث میں جا بجا ملتا ہے۔ چنانچہ میلاد ناموں میں ضمنی طور پر آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اہل بیت کے حضور ان کے مناقب بیان کر کے نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ مولود نامہ "راحۃ العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلینؐ" کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہو اہل بیت پاک سے الفت مجھے مدام
اصحاب سے بھی ان کے محبت ہو لا کلام
ایمان کے ہو قول پر عاشق کا خاتمہ
چھوٹے نہ مجھ سے دامن اولاد فاطمہؓ

(۳۱۰)

میلاد شریف "آئینہ شفاعت" میں قیامت کے حوالے سے مناقب اہل بیت اطہار دیکھئے:

ہے آج اختیار سفارش حسینؓ کو
دیدو کلید دوزخ و جنت حسینؓ کو
دیکھو تو ابن فاطمہؓ کے فیض عام کو
اعلیٰ بہشت دیویگا ادنیٰ غلام کو
پھر پنجتن کو حق کی بھی آویگی یہ صدا
جس میں خوشی تمہاری وہی مرضی خدا
نعت نبی جو لکھی ہے اوس کا ہے یہ سبب
دربار پنجتن میں تو چل تیری ہے طلب
تعریف جن کی تونے لکھی وہ بلاتے ہیں

تحفے صلے میں خلد کے منگوائے جاتے ہیں

(۳۱۱)

معراج نامہ "گلدستہ فیضان رسول" کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اوس شمر جفا کار پہ اللہ کی لعنت
پانی سے تری آل جو ترسائے محمدؐ
پائی علی اکبرؑ علی اصغر نے شہادت
زندہ وہ مدینے کو نہ پھر آئے محمدؐ
جس غم سے ہلا حضرت زہرا کا کلیجہ
اوس رنج سے کیوں چرخ نہ ہلجائے محمدؐ
کیوں بعد فنا خلد میں گھر ہو نہ جلالی
میں عاشق حسنین ہوں شیدائے محمدؐ

(۳۱۲)

مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات

میلاد کے مضامین پر ہندوستانی طرز بود و باش کے اثرات مرتب ہوئے اور اس کے زیر اثر ہندو دیومالا اور اصنام پرستی کے بعض غیر مشروع عناصر بھی شامل ہو گئے۔ دیوتاؤں کی مدح میں درجات و مراتب کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور فوق العادت عناصر کو بڑے اشتیاق سے پیش کیا جاتا ہے۔ کچھ میلاد نگاروں نے انہی عقائد و نظریات سے متاثر ہو کر الوہیت اور نبوت کے مدارج، مقام اور فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ آپؐ کو احمد بے میم کہہ کر آپؐ میں خدا کی جلوہ گری دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ محسن کاکوروی کا ایک شعر دیکھئے:

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ

(۳۱۳)

وید، رامائن اور مہا بھارت میں دیوتاؤں کی عظمت و طاقت کے مرعوب و مسحور کن فوق العادت واقعات کی بھرمار ملتی ہے۔ ہندومت کے زیر اثر میلاد نگاروں نے بھی خلوص نیت اور اشاعت و فروغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر آپؐ کے معجزات کے ضمن میں سارا زور بیان صرف کر دیا۔ مقامی روایات اور ہندو تہذیب و تمدن کی سحر کاری کو باطل کرنے کے لئے یہ ضروری بھی تھا۔ معجزات کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان

معجزات میں آپؐ کو عظیم ترین انسان اور پیغمبر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان مقامی تقاضوں کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ میلاد ناموں میں بعض ضعیف روایات بھی شامل ہو گئیں۔ مثلاً فرشتوں کے عرش پر استقبالیہ گیت اور ولادت مقدسہ کے وقت آپؐ کی والدہ ماجدہ کے خواب وغیرہ۔

میلاد کے فن پر ہندی اثرات

ہندوستان کی تمدنی و معاشرتی زندگی کے دیگر اثرات کی طرح میلاد نگاری کے فن پر بھی ہندی اثرات پڑے۔ راگ، بھجن گیت اور دوہا کے انداز اور ان سے متعلقہ رموز و علائم اور تشبیہات و استعارات کا استعمال میلادیہ موضوعات میں ہونے لگا۔ چند میلاد ناموں سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

مولود سعیدی:

سدھ لے موری موہے سرتاجا
سدھ لے کل راجن کے راجا
سدھ لے موری جبرئیل کے سائیں
اے جتن کے لاج گو سائیں
سدھ لے موری علی جی کے بھیا
کالی کملیا والے کنیا
اے صدیق کے راج ولارے
عمر عثمان کے یار پیارے
فاطمہ بی بی کے بابا پیارے
حسن حسین کے پالن ہارے
سدھ لے بی بی خدیجہ کے بالم
(۳۱۴)

سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار:

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبیؐ
مورا چین گیا موری نیند گئی
اب در پہ تمہارے آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند گئی
(۳۱۵)

مولود طیش:

صدقے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں واکی باتن کے

وارئ ہوں میں وا کی چتون کے بلوا لو عربستان میں
(۳۱۶)

قصیدہ لامیہ (محسن کاکوروی):

دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لے کر سلونوں کے برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کی میلا تھا ہنڈوے کا بھی گرداب بلا
نہ بچا کوئی محاقہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
(۳۱۷)

بہار یثرب:

یہ کالی بھنبور گھنگھور گھٹا مورے جی کو بھاوت ہے بجنی
کوئی کالی کملیا والا پیا موھے یاد ولاوت ہے بجنی
(۳۱۸)

مندرجہ بالا میلادیہ منظومات میں مضامین و اظہار کے حوالے سے ہندوستانی تہذیب و معاشرت اور ماحول کے اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کے لئے سرتاجا' راجا' سائیں' راج گسائیں' کنیا' راج دلارے' پالن ہارے' بالم اور پیا وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن ان ہندی اثرات کے باوجود اظہار عقیدت میں سلیقہ و احترام کا جذبہ موجود ہے۔

قدیم و جدید اسلوب میلاد

قدیم اسلوب میلاد قریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھے جانے والے میلاد ناموں میں مروج رہا۔ اس دور تک میلاد نگاروں کی توجہ زیادہ تر نور محمدیؐ اور ولادت نبی کریمؐ کے اذکار اور معجزات کے بیان کی طرف رہی۔ قدیم دور کی فنی خصوصیات کے لحاظ سے ان میں زیادہ تر مثنوی' قصیدہ اور غزل کے روایتی علائم و رموز اور تشبیہ و استعارہ کا رنگ نمایاں ہے۔ اس دور میں آپؐ کے بشری تقاضوں کا ذکر کم ملتا ہے۔ اس قسم کے قدیم اسلوب کے نمونے جنگ آزادی سے قبل لکھے گئے میلاد ناموں میں بکثرت ملتے ہیں۔

جدید اسلوب میلاد کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مخصوص سیاسی و سماجی حالات میں تغیر و تبدل کی بناء پر ہوا۔ آپؐ کے میلاد و معجزات کے بیان میں آپؐ کی بشری خصوصیات' بنی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات' پیغام رسالت اور مقصد رسالت کے تذکار پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اس دور

میں آپؐ کی سیرت و سوانح کو صحت مند روایات کی روشنی میں مستند حوالوں سے قلمبند کیا جانے لگا۔
آپؐ کے میلاد و معجزات کے بیان میں قدیم و جدید دونوں ادوار میں یکساں مجلسی انداز بیان اور ان کے لوازمات بصد عقیدت و احترام ملتے ہیں۔

میلاد بلحاظ حقیقت

نبی کریمؐ کے میلاد اور ان ایام کے عجائبات و ظہور غرائبات اور دیگر حالات و معجزات رسالت مآبؐ از ابتداء تا انتہا مجملاً یا مفصلاً بیان کرنے کا سلسلہ نبی کریمؐ زمانہ صحابہ و خیر القرون سے چلا آتا ہے۔(۳۱۹)
مروجہ مجلس میلاد کی حقیقت کے بارے میں چند بزرگان دین کی وضاحت و صراحت درج ذیل ہے:
علامہ ابن حجرؒ نے عربی میں لکھا ہے اور اسی مضمون کو مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی نے فارسی میں بیان فرمایا ہے:

"ذکر مولد عبارت است از ینکہ ذکر آیتے از آیات قرانیہ یا حدیثے از احادیث نبویہ تلاوت کردہ در شرح آں قدرے از فضائل نبویہ و معجزات احمدیہ از احوال ولادت و نسب نبوی و خوارقے کہ بوقت ولادت و قبل ازاں ظاہر گردیدند و امثال آنہا بیان سازد۔"(۳۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی متذکرہ بالا مضمون کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:

"میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور نبی کریمؐ کے ظہور کے سلسلے میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں' کچھ معجزات جو ولادت کے وقت واقع ہوئے' بیان کئے جائیں' پھر دستر خوان بچھایا جائے' لوگ کھانا کھائیں اور چل دیں۔ میلاد النبیؐ کی یہ تقریب بدعت حسنہ ہے۔"(۳۲۱)

مولانا محمد سلامت اللہ لکھتے ہیں:

"حقیقت این عمل خیر غیر ازیں نیست کہ در شہر ربیع الاول یا شہرے دیگر مشہور از مسلمانان از علماء و فضلاء و صلحا و فقرا و اغنیاء بدعوت مسلمانے در مکانے جمع شوند و خواص و عوام اہل اسلام باذن عام فراہم آیند و دراں مجلس بعضے از آیات قرآن محتوی بر فضائل و نشر کمالات آن سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات مذکور شوند و چندے از احادیث صحیحہ متضمن معجزات و حالات سعادت آیات و ولادت باکرامت و رضاع مقدس و حلیہ مطہر آں افضل البشر معرض بیان آید و ہمیں کہ ایں تذکیر برکت تذخیر بپایاں رسد حفاظ حاضرین مجلس مکرم بقرات آیات معدودہ از قرآن شریف مشرف شدہ ختم ایں ذکر خیر بفاتحہ نمایند بعد ازاں ما حضرے بقدر میسر از طعام و شیرنی ہرچہ باشد تقسیم بحاضرین کنند بعد ازاں ہر کسے بجائے خود رود۔"(۳۲۲)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی حقیقت میلاد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے۔ اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔" (۳۲۳)

مولوی محمد عرفان علی نے حقیقت میلاد کے بارے میں لکھا ہے:

"ولادت پاک کا ذکر کرنا' چند آدمیوں کا آواز ملا کر میلادیہ منظومات پڑھنا' عمدہ فرش بچھانا' روشنی کرنا' گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے ان محافل کو آراستہ کرنا' خوشبو لگانا' گلاب پاشی کرنا' شیرینی کا تقسیم کرنا' منبر بچھانا' قیام کرنا وغیرہ مجلس میلاد کے لوازمات میں سے ہے۔" (۳۲۴)

مولوی عبدالسمیع نے ایک موقع پر لکھا ہے:

"محفل میلاد شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات و حسنات کے' معجزات کا پڑھنا' اطعام طعام یا تقسیم حلویات و ثمر وغیرہ اور کثرت درود و سلام و تعظیم اور مدائح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔" (۳۲۵)

حقیقت میلاد کی ان آراء کی روشنی میں وضاحت ہوتی ہے کہ میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور مدائح نبویؐ (نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت' حلیہ پاک' رضاعت و بچپنؐ کے احوال دیگر فضائل و معجزات' میلادیہ منظومات اور کثرت درود و سلام) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آرائش محفل' خوشبو لگانا' گلاب پاشی کرنا اور دعوت طعام یا شیرینی تقسیم کرنا اس کے ضروری لوازمات ہیں۔

میلاد بلحاظ مشابہت

محافل میلاد اور ان کے انعقاد کو کئی مخالفین نے دوسری چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ مثلاً جس طرح نصاریٰ دھوم دھام سے ہر سال عید میلاد مسیح مناتے ہیں' اسی طرح ہم بھی تزک و احتشام سے ہر سال عید میلاد النبیؐ کرتے ہیں' میلاد النبیؐ یا رمضان المبارک میں چراغاں کو مجوسیوں کی رسم قرار دیا ہے کیونکہ آگ مجوسیوں کا معبود ہے۔ اس قدیم محبت کی بنیاد پر آگ کو چراغاں کی صورت میں اسلام کا شعار قرار دیا ہے۔ کسی نے محفل میلاد کو اہل تشیع کی مجلس سے تشبیہ دی ہے۔ اس قسم کی تشبیہ اور مشابہت کے رد اور جواب میں مولوی عبدالسمیع نے لکھا ہے:

"اہل سنت والجماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبیہات کفریہ سے بالکل پاک ہے۔ ایسی تشبیہ دینے اور محفل ذکر پاک سیدالابرار کو اس قسم کی اہانت اور استحقار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔" (۳۲۶)

اس لحاظ سے میلاد کو تشبیہ بالنصاریٰ' تشبیہ بالروافض اور تشبیہ بالمجوس قرار دینا سراسر غلط ہے اور اس قسم کی ناپاک نسبت' اہانت و استحقار بعید از انصاف ہے۔

میلاد بلحاظ بانی محفل

محفل میلاد میں میلاد کرنے والوں کے لحاظ سے بھی بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ابتداء میں لوگ تنہا بلا شرکت غیرے میلاد کی مجالس کا اہتمام و انتظام کرتے تھے۔ اب اہل محلہ باہمی اشتراک اور چندہ اکٹھا کر کے میلاد کرنے لگے ہیں۔ اس قسم کے اشتراک باہمی سے محفل میلاد کا انعقاد عام طور پر مساجد میں ہو رہا ہے۔ پہلے میلاد کرنے والے حاضرین کو دعوت طعام دیتے تھے۔ فقراء و مساکین کو دل کھول کر صدقہ و خیرات بھی دیتے تھے۔ اب صرف اختتام میلاد پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے البتہ خال خال فیاض و متمول لوگ اب بھی حاضرین کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ مولود خواں

ابتداء میں بالعموم میلاد خواں اہل علم و فضل ہوتے تھے اور میلاد کو بطور پیشہ نہیں پڑھتے تھے۔ برصغیر ہند و پاک میں کچھ لوگوں نے مولود خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ ان میں تنہا پڑھنے والے تو بلا شرکت غیرے اجرت وصول پاتے اور ٹولی والے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ پیشہ ور مولود خواں عموماً بانی محفل اور حاضرین محفل کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر ان کی مرضی کے موافق بیان کرتے تھے۔ آج کل مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر اہلسنّت والجماعت کے دیندار علماء انجام دے رہے ہیں۔ صوفیاء و مشائخ کے اعراس میں مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر صوفیاء کے خلفائے کبار انجام دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ سامعین

میلاد کی محفلوں میں ازمنہ قدیم میں بڑے بڑے علماء و مشائخ اور صوفیاء شامل ہوتے تھے۔ ان کی بدولت نامور واعظین' شعراء اور حفاظ بھی کشاں کشاں چلے آتے۔ سامعین میں بلا تخصیص امراء و غربا سبھی بڑے خضوع و خشوع سے شمولیت کرتے تھے۔ اب مادیت پرستی کی اندھی دوڑ اور مشاغل و معمولات کی تبدیلی نے امراء و روساء کو اس قسم کی مقدس دینی محافل میں شمولیت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب زیادہ تعداد غریب عوام کی ہوتی ہے اور ان میں بھی روح بلالی کم اور زیادہ تر شیرینی یا طعام کے لالچ سے چلے آتے ہیں۔

میلاد بلحاظ استدلال

اب میلاد محافل میلاد کے مجلسی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ اور ان محافل کا انعقاد تبلیغ و ترویج دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ میلاد کے اجتماعات میں قرآن شریف کی تلاوت' نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں سے متعلق جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں' رضاعت و بچپن' معراج شریف و دیگر معجزات' اوصاف و خصائل' شمائل و فضائل اور وفات کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور آخر میں شرکائے محفل ماحضر تناول کرتے ہیں یا صرف شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر دعائے خیر کر کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

اس محفل میں نبی کریمؐ کی تعظیم و شان بیان کی جاتی ہے اور آپؐ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے اس لئے اس کے شرکاء اور منتظمین کو اجر و ثواب ملے گا۔
یہ بات مسلم ہے کہ نبی کریمؐ کی ذات بابرکات اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور اس کی رحمت ہے۔(۳۲۷) اور اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت کے حصول پر خوشی اور جشن منانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا(۳۲۸) (اے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر خوشی منایا کرو۔
اس لحاظ سے نبی کریمؐ کی آمد پر خوشی منانا اور جشن کرنا عین منشاء خداوندی ہے۔
حدیث مبارکہ میں یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین خود نبی کریمؐ نے فرمائی ہے کیونکہ آپؐ ہر سوموار روزہ رکھتے تھے۔ جب ابو قتادہؓ نے آپؐ سے اس روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:
فِيْهِ وُلِدْتُ وَ فِيْهِ اُنْزِلَ (۳۲۹) میری اسی میں ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔
قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانے میں نبی کریمؐ کی آمد کی خوش خبری دی ہے اور تمام انبیاء نے اپنی امتوں کے سامنے نبی پاکؐ کے فضائل و صفات کا ذکر فرمایا ہے۔
اس لحاظ سے میلاد سنت انبیاء کبار بھی ہے۔
آپؐ کا ذکر ولادت باعث نجات و فلاح دارین ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعات ولادت بیان کر رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور نبی کریمؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا۔ تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ میرا نبی کریمؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامرؓ اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا' یہی دن تھا یعنی پیر کا دن تھا (یعنی پیر کے دن آپ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا' نجات پائے گا۔(۳۳۰)
محفل میلاد رسالت مآبؐ کا مطلب نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے خوشی و سرور اور فرحت حاصل کرنا ہے۔ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے سے ایک کافر نے فائدہ اٹھایا اس پر درج ذیل واقعہ ملاحظہ ہو:
جب نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ابو لہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے اطلاع دی کہ تیرے بھائی عبداللہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے فقط اس خوشی میں کہ بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ لونڈی کو آزاد کر دیا۔ بخاری شریف میں ہے:
"فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيْتَ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ اَنِّيْ سُقِيْتُ فِيْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ"(۳۳۱)

ترجمہ: (ابو لہب کے مرنے کے بعد اہل خانہ میں سے بعض لوگوں نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہاں یہاں میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں کبھی اس سے راحت نہیں ہوتی۔ ہاں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضورؐ کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

اس واقعہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام سہیلیؒ کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

"اَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ رَاَيْتُهٗ فِیْ مَنَامِیْ بَعْدَ حَوْلٍ فِیْ شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَالَقِیْتُ بَعْدَ كُمْ رَاحَةً اِلَّا اَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّیْ كُلَّ يَوْمِ اِثْنَيْنِ۔" (۳۳۲)

ترجمہ: (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔ ابو لہب مرگیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

حضرت عباسؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے، ارشاد فرماتے ہیں:

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ كَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ اَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهٖ فَاَعْتَقَهَا۔" (۳۳۳)

ترجمہ: (عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے سوموار کے دن نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا لہٰذا جب سوموار کا دن آتا تو اللہ تعالیٰ اس خوشی کے صلہ میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے)

اسی روایت کا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ترجمہ: "یہ روایت میلاد کے موقعہ پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند ہے۔ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن میں آیت نازل ہوئی۔ جب وہ نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس مسلمان کا کیا مقام ہو گا، جس کے دل میں محبت رسالت مآبؐ موجزن ہو اور ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے ہاں بدعات مثلاً رقص، غیر اسلامی اعمال وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ ان کی وجہ سے انسان برکات میلاد سے محروم ہو جاتا ہے۔" (۳۳۴)

اس مضمون کو بے شمار علمائے دین نے بیان فرمایا ہے۔ محدثین و علماء کا ثویبہ کے واقعہ سے استدلال کرنا اس کی صحت پر بھی دلالت کرتا ہے۔ (۳۳۵)

میلاد النبیؐ کے چھوٹے بڑے اجتماعات معاشرتی و سماجی لحاظ سے باہمی محبت و اخوت اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔ اور ذکر میلاد، انسانیت کو طبقاتی علاقائی، نسلی اور لسانی اختلافات و تفاوت سے آزادی عطا کر کے یک جہتی و اتحاد کا درس دیتا ہے کیونکہ ذکر رسولؐ سب مسلمانوں میں قدر مشترک ہے۔

حضرت و سیرت کے واقعات سے نبی کریمؐ کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا

ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔
نبی کریمؐ سابقہ و گذشتہ اہم دینی واقعات کے ساتھ ارتباط و تعلق کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ تب آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا' اس دن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرما دیا تھا کہ ہمارے دشمن فرعون کو غرق کر دیا تھا اور ہمارے پیغمبر موسیٰؑ کو نجات فرمائی۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ موسیٰؑ سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے۔ لہٰذا آپؐ نے خود روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"اس روایت نے واضح کر دیا کہ ہر اس معین دن میں جس میں نعمت کا حصول ہوا ہو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا اور اسی دن ہر سال یاد منانا جائز ہے اور یہ شکریہ بصورت عبادات' روزہ' صدقات اور تلاوت ہونا چاہئے اور میلاد کے دن نبی کریمؐ کی صورت میں جو نعمت اس کائنات کو ملی ہے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے۔"(۳۳۶)

علماء نے لکھا ہے کہ میلاد کی محفل میں ذکر وفات شریف نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ محفل میلاد شریف کی خوشی میں منعقد ہوتی ہے اس میں ذکر غم جانکاہ نازیبا ہے اور حرمین شریفین میں بھی ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔(۳۳۷) اور پھر آپؐ کا وصال ایسا نہیں جو امت سے آپؐ کا تعلق ختم کر دے بلکہ آپ کا فیضان نبوت تا قیامت جاری ہے۔ آپؐ کی برزخی زندگی کے بارے میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

"لَیْسَ ھُنَاکَ مَوْتٌ وَلَا فَوْتٌ بَلْ اِنْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ اِلیٰ حَالٍ۔"(۳۳۸)
(کہ یہاں نہ موت ہے نہ وفات بلکہ ایک حال سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہے)

اس لئے آپؐ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔
نبی کریمؐ کے حقوق جو امت پر واجب ہیں اسی طرح ادا ہو سکتے ہیں کہ محفل میلاد کے ذریعے سے آپؐ کے اوصاف کاملہ اور اخلاق فاضلہ کو اجاگر کرنے کی سعی کریں۔
محفل میلاد کا مقصد نبی کریمؐ کے احوال مقدسہ کا بیان ہے جس سے طبیعت آپؐ کی جانب زیادہ سے زیادہ مائل ہو۔ آپؐ سے محبت کامل ایمان کی علامت ہے۔ میلاد کی محفلوں سے آپؐ کا ذکر پاک زندہ ہوتا ہے اور اسلام میں واقعات کی یادگاریں نہایت مشروع اور محبوب ہیں جیسے صفا مروہ کے درمیان دوڑنا' جانور کی قربانی کرنا' کنکر مارنا وغیرہ فی الواقع گذشتہ و سابقہ واقعات ہیں جن کی اس صورت میں تجدید کرتے ہیں اور تذکار میلاد النبیؐ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔
محافل میلاد میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور اس طرح یہ محافل "صلوا علیہ و سلموا تسلیما" کے حکم کی تعمیل کی عملی شکل ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مل کر اجتماعی طور پر درود بھیجنے کا انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام کے فضائل و ثمرات بے حد و بے شمار ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجے گا۔ اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو۔"(۳۳۹)

فضائل درود شریف کے بارے میں مولانا محمد سعید شبلی رقم طراز ہیں:

"کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو رسول کریمؐ کی زیارت بیداری میں ہونے لگتی ہے۔(۳۴۰) درود و سلام عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔(۳۴۱) درود شریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے اور جو بھولا بھٹکا بھی اس مجلس میں شامل ہو جائے وہ بھی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ جس مجلس میں درود و سلام پڑھا جائے' اس مجلس والوں پر قیامت کے روز کوئی حسرت نہیں ہو گی۔"(۳۴۲)

محافل میلاد میں خضوع و خشوع' محبت و عقیدت اور دلی ادب و احترام کے ساتھ درود و سلام پڑھنے سے اجتماعی انداز میں صلوۃ و سلام بھیجنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔(۳۴۳) متذکرہ بالا دلائل کے علاوہ دیگر بے شمار دلائل علماء و بزرگان دین نے میلاد کے جواز میں تحریر فرمائے ہیں۔ میلاد و قیام کے سلسلہ میں علمی مباحث و مسائل پر مشتمل بے شمار کتابیں موجود ہیں۔

میلاد بلحاظ عقیدہ

محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق متعدد عقائد ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلی بحث محرکات میلاد کے ضمن میں ہو گی۔ یہاں صرف چند عقائد کو اختصار سے بیان کرتا ہوں۔

(۱) محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں:

بریلوی عقائد کے علماء کے نزدیک یہ عقیدہ تو ان کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس ضمن میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"رہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں' اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً" اور نقلاً" اور بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔"(۳۴۴)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے اس بیان سے بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کا جسم و جسمانیت کے ساتھ محفل میلاد میں تشریف لے آنا عقلاً" اور نقلاً" ممکن ہے۔ علماء نے حیات النبیؐ کے بارے میں کئی واقعات اور احادیث مع دلائل لکھی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جذب القلوب' مکتوبات شریف' اخبار الاخیار اور مدارج النبوت' مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے منہاج النبوت' شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سورہ انشقاق کی تفسیر میں' مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشرالطیب' مولوی خلیل احمد انبیٹھویؒ نے براہین قاطعہ' مولانا عبدالسمیع رامپوری نے انوار ساطعہ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے المہند' مولانا حسین احمد مدنیؒ نے شہاب الثاقب اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے فضائل درود شریف میں نبی کریمؐ اور بزرگوں کے

بعد از ممات تصرفات اور متشکل ہو کر آ جانے کے بے شمار واقعات ان کے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایسے بیانات کی موجودگی میں حیات النبیؐ' تصرف روح نبیؐ اور محفل میلاد یا کسی دوسری جگہ پر نبی کریمؐ کے مثالی یا جسمانی صورت میں جلوہ گر ہونے' یا دور بیٹھے ہوئے اہل محفل کو دیکھنے' یا اہل محفل اور نبی کریمؐ کے درمیان درمیانی حجابات اٹھ جانے کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(۲) مجلس میلاد سے خیر و برکت ہوتی ہے:

اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہے کہ آپؐ کے دیگر اذکار کی طرح ذکر میلاد النبیؐ بھی موجب خیر و برکت ہے۔ اور اس سے ثواب' اجر' فضائل و ثمرات اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔

میلاد کی وجہ سے اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے اپنے رسالہ مولد شریف میں لکھا ہے کہ مجلس میلاد کرنے والے:

"ینالون بذلک اجرا" جزیلا" و فوزا" عظیما" و مما جرب عن ذلک انه وجد فی ذلک العام کثرۃ الخیر و البرکۃ مع السلامۃ والعافیۃ وسعۃ الرزق وازدیاد المال والاولاد والاحفاد و دوام الامن فی البلاد و الامصار والسکون والقرار فی البیوت والدور برکۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم "(۳۴۵)

ترجمہ: (اس سے اجر جزیل اور فوز عظیم کو پہنچتے ہیں اور مجرب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مولد کی برکت سے اس سال میں خیر و برکت و سلامت و عافیت فراخی رزق و زیادتی مال و اولاد اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں سکون و قرار پایا جاتا ہے۔ یہ برکت مولد شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔)

محدث ابن جوزی کے علاوہ شمس الدین ابن جزری نے بھی لکھا ہے کہ:

"المجرب من خواصہ انہ امان تام فی ذلک العام و بشری تعجیل نیل ما ینبغی و یرام "(۳۴۶)

ترجمہ: (عمل مولد کے مجرب خاص سے یہ بھی ہے کہ اس سال بلاؤں سے امن امان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے)

محفل میلاد سے حصول مقاصد کے لئے مولوی عبدالسمیع نے لکھا ہے:

"جو کوئی یہ محفل کرے گا' بلاؤں سے نجات اور حصول مراد کا ثمرہ پائے گا' اپنے اخلاص کے موافق یعنی عامی عام طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھائیں گے۔"(۳۴۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی "ما ثبت بالسنۃ" میں قریبا" یہی کچھ لکھا ہے۔(۳۴۸) مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی کھیعص اور حمعسق کے عمل سے حصول امر دنیاوی کے سلسلہ میں لکھتے ہوئے' برکات میلاد کے بارے میں بھی اظہار خیال فرمایا ہے:

"پس اسی طرح میلاد شریف سے حصول خیر و برکت کے سلسلہ میں ابو سعید

بورنی و سخاوی و علی قاری و غیرهم نے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دینی و دنیوی کے لئے اہل اسلام کرتے ہیں۔" (۳۴۹)

(۳) میلاد سے ثواب ملتا ہے:

مولوی محمد اعظم نے میلاد کے مندوب و مستحسن ہونے کے بارے میں کئی علماء کے اقوال نقل کر کے لکھا ہے:

"پس ان اقوال علماء اعلام و فقہائے کرام سے محفل میلاد کا مندوب و مستحسن ہونا بکمال خوبی سے ثابت ہوتا ہے اور بسبب ہونے اتفاق و اجماع جمہور علماء مذاہب اربعہ حرمین شریفین و اکثر علمائے بلاد اسلام میلاد شریف کو خوب ترین سمجھنا چاہئے کیونکہ اجماع جمہور علماء کی واجبات سے ہے۔" (۳۵۰)

(۴) میلاد میں رحمت خداوندی کی بارش ہوتی ہے اور وہاں رحمت کے فرشتے آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"میلاد کے دن مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش پر حاضر ہوا کہ وہاں کے حاضرین لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور وہ معجزات بیان کر رہے تھے جو اظہار نبوت سے پہلے ظہور میں آئے تھے میں نے دیکھا کہ ایک بارگی انوار ظاہر ہوئے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ فقط روح کی آنکھوں سے دیکھا یا جسم کی آنکھوں سے دیکھا خدا جانے کیا امر تھا۔ پس جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ نور ان فرشتوں کا ہے جو ایسی بابرکت مجالس اور مشاہد پر موکل اور مقرر ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ فرشتوں کے انوار اور رحمت خداوندی کے انوار آپس میں ملے ہوئے ہیں۔" (۳۵۱)

(۵) میلاد سے عذاب میں کمی ہوتی ہے:

ابو لہب کے تخفیف عذاب کا واقعہ اتنا مہتم بالشان ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اس واقعہ کو ابن جزری نے عرف التعریف بالمولد الشریف میں، ابن ناصر الدین دمشقی نے مورد الصادی فی مولد الہادی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں اور اسی طرح دیگر بزرگان دین نے بیان کیا ہے۔ آپؐ کا موحد غلام جو آپؐ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپؐ کی محبت میں بقدر طاقت خرچ کرتا ہے تو اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ یقیناً اسے اپنے فضل عمیم سے نوازے گا۔ (۳۵۲)

(۶) شب میلاد، شب قدر سے بھی افضل ہے:

شب قدر حضورؐ کو عطا کی گئی جبکہ لیلۃ المیلاد بنفس نفیس خود آپؐ کے ظہور کی رات ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات اقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل ہو گی جو آپؐ کو دیئے جانے کی وجہ سے افضل ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے لہٰذا شب میلاد شب قدر سے افضل ہوئی۔ اس نظریہ کا اظہار بہت سارے علمائے کرام اور صوفیاء نے کیا ہے۔ (۳۵۳)

(۷) میلاد سے شفاعت نبویؐ حاصل ہوتی ہے:
نبی کریمؐ نے میلاد پاک کی محفل سجانے والوں کو اپنی شفاعت کی خوش خبری دی ہے۔
"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ فِي بَيْتِهِ وَقَائِعَ وِلَادَتِهِ بِقَوْمٍ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَيَحْمَدُوْنَ اِذْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِي۔" (۳۵۴)

(۸) میلاد سے محبت رسول اکرمؐ بڑھتی ہے:
محافل میلاد میں نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت طیبہ اور شان مصطفویؐ کا بیان ہوتا ہے اور یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان کو جس چیز سے زیادہ محبت ہو۔ اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا" اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ (جو چیز کسی کو محبوب ہو وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے) اس لحاظ سے محافل میلاد نبی کریمؐ سے شدت تعلق کا اظہار بھی ہیں اور محبت رسالت مآبؐ کو دلوں میں فزوں تر کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال

ذکر ولادت کی طرح قیام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ جائز ہے۔ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ لکھتے ہیں:

"مطلق ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نفس قیام جائز ہے کوئی اس کا منکر نہیں۔" (۳۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے آپؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر سن کر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قیام میں آپؐ کی تعظیم پائی جاتی ہے اکثر علماء اس پر عمل کرتے ہیں اور عام لوگ ان کی پیروی و تقلید کرتے ہیں۔ حلبی نے لکھا ہے کہ امام سبکیؒ کثیر علماء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو رسالت مآبؐ کی مدحت سرائی میں صرصریؒ کے یہ شعر پڑھے گئے:

قَلِيْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰى اَلْخَطُّ بِالذَّهَبِ
عَلٰى وَرَقٍ مِنْ خَطِّ اَحْسَنَ مَنْ كَتَبَ
وَاَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهِ
قِيَامًا" صُفُوْفًا" اَوْ جِثِيًّا" عَلَى الرُّكَبِ

(نبی کریمؐ کی تعریف اگر نہایت خوبصورت خط میں سونے کے ساتھ کاغذ پر تحریر کی جائے تو بھی کم ہے اور بے شک جب ان کا ذکر سنتے ہیں تو اشراف قیام کرتے ہیں اور صفیں بنا کر کھڑے ہو جاتے یا سواریوں پر جھک جاتے)۔

اس شعر کے ساتھ ہی امام سبکیؒ و دیگر حاضرین مجلس اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہیں اس مجلس اور میلاد منانے سے بڑا کیف و سرور حاصل ہوا۔ (۳۵۶)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محفل میلاد میں قیام کے بارے میں لکھا ہے:

"کبھی اثنا بیان فضائل و شمائل نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ میں اگر شوق و وجد غالب ہو جائے' کھڑے ہو جائیں' پھر اس میں کسی خاص موقعہ کے تعین کی کوئی وجہ نہیں۔ جب کیفیت غالب ہو خواہ اول میں یا وسط میں' یا آخر میں اور خواہ تمام بیان میں ایکبار یا دو چار بار اور جب یہ غلبہ نہ ہو بیٹھے رہا کریں' کبھی باوجود غلبہ کے اسی طرح ضبط کر کے بیٹھے رہیں اور نہ محفل مولد کی تخصیص کریں اگر اور موقع پر بھی حضورؐ کے ذکر سے غلبہ و شوق ہو تو وہاں بھی گاہ گاہ کھڑے ہو جایا کریں"۔۔۔۔

نیز

"اس میں یہ امور بھی ہیں' شیرینی و قیام و فرش' منبر و بخور و عطر اور مثل اس کے جو اپنی ذات میں خلاف شرع نہیں ہیں۔"(۳۵۷)

قیام کی بابت انہوں نے ایک اور جگہ بھی لکھا ہے:

"اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بہ زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے' پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں اور قیام میں مجھے ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے۔"(۳۵۸)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ مجالس میلاد میں قیام بھی جائز ہے اور قیام اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان محافل میلاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اس کی تائید حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بھی فرمائی ہے۔(۳۵۹)

حاجی امداد اللہؒ فرماتے ہیں:

"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"(۳۶۰)

آپؐ کی حیات طیبہ میں آپؐ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کے ساتھ مسجد میں باتیں کیا کرتے تھے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تاوقتیکہ حضورؐ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے حجرہ میں داخل ہو جاتے۔(۳۶۱) نبی کریمؐ کی تعظیم و توقیر جس طرح حیات طیبہ میں لازم تھی۔ اسی طرح بعد از وصال بھی لازم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اس وقت ہو گی' جب آپؐ کا ذکر کرے' حدیث بیان کرے' آپؐ کی سنت بیان کرے یا آپؐ کا اسم شریف اور سیرت پاک سنے۔ اس لحاظ سے آپؐ کی وفات و حیات تعظیم و توقیر کے لحاظ سے برابر ہے۔ محافل میلاد میں آپؐ کے بیان ولادت میں قیام کے بارے میں مفتی عبداللہ سراج مکی فرماتے ہیں:

"یہ قیام مشہور اماموں میں برابر چلا آتا ہے اور اسے آئمہ و حکام نے برقرار رکھا ہے اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تکریم ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کافی ہے کہ جس

چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔" (۳۶۲)

اثبات قیام کے سلسلہ میں مشہور فقیہ' محدث عثمان بن حسن دمیاطی شافعیؒ فرماتے ہیں:

"حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا' ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور قیام کرنے والے کو ثواب کثیر اور فضل کبیر حاصل ہو گا کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے' کس کی' اس نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب سے ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت و یقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکار کرنا اور جو تعظیم کرے شعائر خدا کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور خدا کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔" (۳۶۳)

قیام میلاد کے مستحسن ہونے کے بارے میں امام سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ "عقد الجواہر" میں لکھا ہے:

"بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا' ان اماموں نے مستحسن سمجھا جو صاحب روایت و درایت تھے اس شخص کو مبارک ہو جس کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔" (۳۶۴)

بحث اثبات قیام میلاد کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

"اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق وہی تو ممنوع و مذموم ہے' باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی خواہ ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔" (۳۶۵)

قیام میلاد کے بارے میں مولوی عبدالسمیع بالکل صاف فرماتے ہیں:

"پس جبکہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق قواعد مقررہ علماء فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یہ قیام مباح امر ٹھہرا۔" (۳۶۶)

متذکرہ بالا علماء و بزرگان دین کے علاوہ امام علامہ مدابغیؒ' امام صرصر حنبلیؒ' عبداللہ بن محمد المیر غنی' حسین ابن ابراہیم مفتی مالکیہ' محمد عمر ابن ابی بکر مفتی شافعیہ' محمد بن یحییٰ مفتی حنابلہ (۳۶۷) اور بے شمار دیگر علماء و صوفیا کا اجماع و اتفاق ہے کہ قیام میلاد مستحسن ہے۔ نیز ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ قیام مباح اور فریقین کے نزدیک جائز ہے۔

میلاد میں قیام کی ابتداء کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث الہ آبادی نے لکھا ہے کہ علامہ تقی

الدین سبکی شافعیؒ (۶۸۳ھ ۔ ۷۵۶ھ) کی ذات سے قیام کی ابتداء ہوئی۔(۳۶۸) اور مولوی عبدالسمیع نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

"محدث حلبی و دیگر اکابر سلف (اللہ ان پر رحم کرے) لکھتے ہیں کہ اقتداء امام سبکیؒ کا کافی حجت ہے' مستحسن ہونے قیام میں۔"(۳۶۹)

قیام میلاد بلحاظ حقیقت اس قدر ہے کہ اس میں کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ آپؐ کی تعظیم کے واسطے ہے۔ مولود سعیدی کا شعر ملاحظہ ہو:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
دعویٰ ہے عاشق کا تو اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۰)

انہی جذبات کا اظہار "مولود کحل البصر" میں کیا گیا ہے:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
تعظیم کا مقام ہے اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۱)

میلاد خواں میلاد اکبر کا یہ شعر پڑھ کر قیام کرتے ہیں:

کھڑے تھے ملک وہ ہی تقلید اب ہو
کہ خوش جس سے روح رسول عرب ہو
نکل جائے محفل سے جو بے ادب ہو
اٹھو اب کہ تعظیم محبوب رب ہو

میلاد صوفی وارثی میرٹھی کا شعر دیکھئے:

اٹھیں بہر تعظیم شاہ انام اب
پڑھیں سب ادب سے درود و سلام اب
(۳۷۲)

مولوی احمد خاں صوفی نے مولود شریف جدید میں لکھا ہے:

اٹھو وقت تعظیم احمدؐ ہے یہ
بیان ظہور محمدؐ ہے یہ
(۳۷۳)

علامہ عبدالسمیع بیدل رامپوری کے اشعار قیام ملاحظہ ہوں:

خدا کا شکر نعمت ہے' نبی کی شان رفعت ہے
یہ دونوں کی اطاعت ہے' قیام محفل مولد

حصول فیض رحمت ہے نزول خیر و برکت ہے
وصول عشق حضرت ہے' قیام محفل مولد
اٹھے جب صف بہ صف محفل کھڑا ہو تو بھی اے بیدل
ادب کی خاص صورت ہے' قیام محفل مولد
(۳۷۴)

آداب محفل میلاد

درج ذیل چند آداب محفل میلاد کے لئے انتہائی ضروری ہیں:
(۱) انعقاد محفل بہ حسن نیت خالصتاً" لوجہ اللہ برائے ادائے شکر نعمت عظمیٰ اور نصیحت و تبلیغ اہل اسلام ہونا چاہئے (۲) اس کے جملہ اخراجات مال حلال سے کئے جائیں (۳) جہاں تک ممکن ہو سکے روایات صحیحہ پڑھی جائیں۔ ضعیف روایات ہرگز بیان نہ کی جائیں (۴) حاضرین محفل جب بھی آپ کا نام نامی' اسم گرامی آئے' شوق و محبت سے درود شریف پڑھیں (۵) اس محفل فرحت و سرور میں ذکر وفات شریف نہیں ہونا چاہئے (۶) محفل کی آرائش میں بھی پاکیزگی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے۔ (۷) خلاف شرع اور ممنوع باتوں سے بچنا چاہئے (۸) سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و خصائل کو اتباع سنت کی نیت سے سنیں۔ (۹) جس مقام پر یہ محفل شریف ہو' وہ مقام بدبو و نجاسات سے بہت پاک صاف ہونا چاہئے۔ حقہ و سگریٹ نوشی' کچی پیاز کھا کر آنا' مولی کھا کر آنا' یہ سب بدبو دار چیزیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس لحاظ سے محفل میلاد محرمات و منکرات سے پاک ہونی چاہئے۔ (۱۰) خوشبو لگانا' گلاب چھڑکنا' شیرینی تقسیم کرنا غرضیکہ خوشی کا اظہار جائز طریقہ سے باعث برکت ہے۔

میلاد النبیؐ کی محافل سجانے کے سلسلہ میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے چند حدود و قیود مقرر کی ہیں جبکہ اس سلسلہ میں انہوں نے اس امرواقعی کو قطعی فراموش کر دیا ہے کہ ان محافل کے انعقاد کی توفیق صرف اہل حسن و محبت اور انہی لوگوں کو ملتی ہے' جن کے دل حب رسالت مآبؐ میں سرشار ہیں۔ قلب سقیم کو نہ اس کی آرزو ہوتی ہے اور نہ یہ سعادت ان کے حصہ میں آتی ہے۔ موصوف کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

"میلاد بلاشبہ محبت رسولؐ کے اظہار کا ایک حسین طریقہ ہے' لیکن میلاد کی محفلیں سجانے کے صاحب اسرار مسلمان ہی سزاوار ہیں۔ اس سے مراد آپؐ کے سچے پیروکار ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں' جو آپؐ کی انقلاب انگیز تحریک اسلام میں فعال کارکنوں کی طرح حصہ لیتے ہیں' جو شرک و بت پرستی نیز وقت کے فرعونوں' ہامانوں اور قارونوں کے خلاف مسلسل جہاد کرتے اور آپؐ کی طرح معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو آپؐ کی طرح اخوت و مساوات کے دلدادہ ہیں' اور آپؐ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم انفاق بالعفو پر عمل کرتے ہیں اور جن کے عمل میں حسن اور عبادت میں احسان ہے الغرض

جو اہل حسن و محبت اور سراپا رحمت ہیں۔ حرف آخر یہ ہے کہ حب رسول کی تین علامتیں ہیں: حب الٰہی، حب ذات اور حب انسانیت۔"(۳۷۵)

ممنوعات محفل میلاد

(۱) نام و نمود اور شہرت و تفاخر کے لئے محفل میلاد کرنا (۲) میلاد میں رشوت، چور بازاری غصب وغیرہ کا مال حرام صرف کرنا (۳) امراء کی تواضع کرنا اور فقراء و مساکین سے بے اعتنائی برتنا (۴) کسی بڑے آدمی کے انتظار میں محفل کو طول دینا (۵) روشنی و دیگر امور میں اسراف کرنا (۶) آلات موسیقی کا استعمال کرنا (۷) مولود خواں کا جاہل اور غیر دیندار یعنی فاسق ہونا (۸) نظم و نثر میں خدا و رسول اور فرشتوں کی گستاخی کرنا (۹) حکایات وفات یا شہادت بیان کرنا (۱۰) روایات موضوعہ کا بیان کرنا (۱۱) سامان کا غیر طیب ہونا (۱۲) میلاد کے پڑھنے کی اجرت لینا (۱۳) مولود خواں کے ساتھ امرد کا پڑھنا (۱۴) طوائف کے ہاں مولود ہونا، پڑھنا یا سننے جانا (۱۵) سامعین کا خلاف شرع، غیر مہذب اور بد اعتقاد ہونا وغیرہ۔(۳۷۶) یہ اسباب میلاد کے ممنوعات اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں اختصار سے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خلاف شرع امور سے پوری طرح اجتناب ضروری ہے مثلاً باجہ، کھیل کود، ناچ، جھگڑا اور دیگر لغویات حرام ہیں۔ اس محفل میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے۔

میلادی روایات کا تجزیہ

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات ممکن ہے عصر حاضر کی مادیت پرستی میں انسانی فہم و شعور کے معیار پر پوری نہ اتریں لیکن آج بھی اس کائنات کے بے شمار سربستہ راز انسانی ادراک سے بالاتر ہیں تو پھر قدرت کے جملہ اسرار و رموز کا احاطہ عقل انسانی کیونکر کر سکتی ہے۔ محافل میلاد کا مطمح نظر جب خالصتاً" تبلیغ و ترویج دین قرار پایا تو پھر اس دور میں اس امر کی طرف توجہ دی گئی کہ اس قسم کے حالات و واقعات ترتیب دیئے جائیں جن کو سمجھنے میں عامتہ الناس کو کوئی دشواری پیش نہ آئے اور ہر ذی شعور بلا پس و پیش ان کو قبول کر سکے۔ اس کے باوجود میلاد ناموں میں روایات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو گیا۔ ان روایات کا بظاہر نہ کوئی ماخذ ہے نہ مبداء، سینکڑوں روایات ایسی ہیں جن کی صحت کو پرکھنے اور درایت کی کسوٹی پر کسنے کے لئے بے شمار کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بے شمار ایسی روایات بھی ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ بایں ہمہ بیشتر میلاد ناموں میں ضعیف بلکہ وضعی روایات کی بھرمار ہے۔ ان میلاد نگاروں نے کتب دلائل سے استفادہ کیا ہے اور ان کتب دلائل کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"یہی کتابیں ہیں جنھوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور انہیں سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے۔ خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے

پردہ میں آپؐ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم خالی ہیں ـــــــ کتب دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب و غریب واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا' تاکہ خاتم المرسلینؐ کے فضائل و مناقب کے ابواب میں معتدبہ اضافہ ہو سکے۔ بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے' مثلاً زرقانی وغیرہ' وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے' لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو' جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو' جو اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو' اس کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے' خصوصاً اس لئے کہ ہمارے ملک میں میلاد کی مجلسوں میں جو بیانات پڑھے جاتے ہیں' وہ تمام تر ان ہی بے بنیاد روایتوں سے بھرے ہوتے ہیں۔"(۳۷۷)

اکثر و بیشتر میلاد ناموں کا سرمایہ جن کتابوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ ان کی نشاندہی کرتے ہوئے' سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیات و معجزات پر جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں' ان میں سے کچھ تیسرے طبقہ(۳۷۸) میں اور بقیہ تمام تر چوتھے طبقہ کی کتابوں میں داخل ہیں۔ متاخرین نے عام طور پر یہ سرمایہ جن کتابوں سے حاصل کیا ہے' وہ طبری' طبرانی' بیہقی' دیلمی' بزار اور ابو نعیم اصفہانی کی تصانیف ہیں۔"(۳۷۹)

مولود ناموں کے مصنفین نے مواہب اللدنیہ۔ معارج النبوت اور خصائص الکبریٰ کے مواد سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ان کا سرمایہ درج ذیل کتابوں سے ماخوذ ہے: کتاب الطبقات لابن سعد' سیرت ابن اسحٰق' دلائل النبوت ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)' دلائل النبوت ابو اسحاق حربی (م ۲۵۵ھ) شرف المصطفیٰ' ابو سعید عبدالرحمن بن حسن اصفہانی (م ۳۰۷ھ) تاریخ و تفسیر ابو جعفر بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) مولد یحییٰ بن عائذ' دلائل النبوت جعفر ابن محمد مستغفری (م ۴۳۲ھ) دلائل النبوت ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی (م ۵۳۵ھ) تاریخ دمشق ابن عساکر (م ۵۷۱ھ)' ان کے علاوہ ان راویات کا سب سے بڑا خزانہ متاخرین کی دو کتابیں ہیں۔ کتاب الدلائل ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) اور کتاب الدلائل امام بیہقی (م ۴۳۰ھ)

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے میلاد میں پڑھی جانے والی مندرجہ ذیل روایتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ غلط ہیں:

(۱) نبی کریمؐ کا شب معراج میں براق پر سوار ہوتے وقت' اسی طرح قیامت کے دن ہر مسلمان کی قبر پر براق بھیجنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ لینا" بے اصل ہے۔

(۲) قیامت کے دن حضرت فاطمہؓ کا ہاتھوں میں امامین کا خون آلود اور زہر آلود کپڑے لے کر ننگے سر برہنہ پا خدا کے سامنے عرش کا پایہ پکڑ کر فریاد کرنا اور خون کے عوض میں امت عاصی کو بخشوانا' یہ سب

محض جھوٹ' کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۳) شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر مع نعلین جانا' محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

(۴) شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے والدین کا عذاب دکھایا جانا' پھر آپؐ کو والدین یا امت میں سے ایک کو بخشوانے کا اختیار ملنا' آپؐ کا والدین کو چھوڑنا اور امت کو اختیار کرنا محض جھوٹ' افترا اور کذب و بہتان ہے۔

(۵) جس رات آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں' دو سو عورتیں رشک و حسد سے مر گئیں اس کی صحت معلوم نہیں' البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔"(۳۸۰)

تمام علماء نے اس قسم کی روایات موضوعہ کے بیان کی بڑی شدت سے مخالفت کی ہے۔(۳۸۱) پچھلے چند سال سے علامہ ابن حجر مکی ہیتمی (م ۹۷۴ھ) کے نام سے ایک کتاب "نعمت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے فضائل و محاسن کے بیان کے علاوہ میلاد شریف منانے کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں خلفائے راشدین کے حوالے سے میلاد کے فضائل اس طرح مرقوم ہیں:

۱۔ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲۔ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ غزوہ بدر و حنین میں حاضر ہوا (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۴۔ جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا۔ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور جنت میں حساب کے بغیر جائے گا (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے علاوہ حضرت حسن بصری' جنید بغدادی' معروف کرخی' امام رازی' امام شافعی' سری سقطی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات منقول ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اقوال دسویں صدی ہجری کے بعد تیار کیے گئے ہیں۔ نہ اس زمانے میں درہم خرچ کرنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی میلاد النبیؐ کی محافل ربیع الاول کے مہینے سے مخصوص تھیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ نے ابن حجر مکی ہیتمیؒ کے اصل رسالہ "النعمت الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم" کی تلخیص نقل کی ہے۔(۳۸۲) جو خود علامہ ابن حجر مکیؒ نے تیار کی تھی۔ اصل کتاب میں ہر بات سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی۔ اس میں خلفائے راشدین اور دیگر بزرگان دین کے مذکورہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجرؒ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

میلاد ناموں کی بیان کردہ روایات کا جائزہ لینے کے لئے درج ذیل چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ "راوی لکھتا ہے کہ جس رات آمنہؓ حاملہ ہوئیں' دو سو عورتیں رشک و حسد سے مر گئیں۔ اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلغلہ شادمانی کا زمین تک پہنچایا اور اہل زمین نے طنطنہ کامرانی کا آسمان کو سنایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا' مبارکباد دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے مفتوح کر دیئے۔ عالم' عالم انوار اقدس سے معمور ہو گیا۔ ابلیس پہاڑوں میں جا چھپا' چالیس شبانہ روز صحرا اور دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے اور بشارت دی چرند پرند کو کہ آج آمنہؓ خاتون حاملہ ہوئیں' اب زمانہ خیر البشر' ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا نزدیک آیا۔"(۳۸۳)

۲۔ "روایت ہے کہ ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ "اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہرا' علیؓ شیر خدا کی بی بی' حسن مجتبیٰؓ اور حسینؓ شہید کربلا کی والدہ اور زینبؓ مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے۔" حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں' مگر وہ اس طرح سے آوے گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور عمامہ مبارک حضرت شاہ مرداں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون آلود دست راست میں لئے' اور کرتہ زہر آلود حضرت امام حسنؓ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؓ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پروردگار کا پایہ پکڑ کر یوں کہیں گی "خدایا! میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا' پھر وہ سلوک کیے کہ خیمے تک کو جلایا اور ریگستان کربلا میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا۔ تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور پیغمبر منبروں سے گر پڑیں گے۔"(۳۸۴)

۳۔ جب سدرا سے آگے چلنے کا قصد کیا' جبرئیلؑ نے کھڑے ہو کر کہا:

اگر یک سرے موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

حضرتؐ نے فرمایا' اے جبرئیل! ایسے مقام پر مجھ کو تنہا چھوڑے جاتے ہو' ندا آئی: "**یا محمد دَعاک الجَلیل لا تَنظُر الیٰ جُبرئیل**" وہاں سے ایک ہاتھ نکلا اور اندر حجاب کے لے گیا۔ ستر حجاب نور و ظلمت کے اس طرح طے ہوئے۔ موٹائی ہر حجاب کے پانچ سو برس کے راہ اور مسافت ایک سے دوسرے کی پانچ سو برس کا فرق۔ وہاں پر براق رفتار سے باز رہا۔ رفرف سبز ظاہر ہوا کہ نور اوس کا آفتاب و ماہتاب پر غالب تھا۔ اس پر بیٹھ کر ستر ہزار حجاب اور طے کئے۔ ہر پردہ ستر ہزار برس کی راہ' رفرف نے سب پردوں سے گذارا۔ ایک پردہ درمیان عرش اور حضرت کے باقی تھا کہ رفرف غائب ہو گیا۔(۳۸۵)

۴۔ صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ شب ولادت آنحضرتؐ بجائے دائی قابلہ کے میں خدمت گذار تھی کہ جب آپؐ پیدا ہوئے' میں نے چاہا کہ غسل دوں' ایک نور ظاہر ہوا کہ آفتاب کو اس

نور سے کچھ نسبت نہ تھی۔ ایک آواز بلند آئی کہ "اے صفیہ! غسل اس مولود کو نہ دے کہ ہم نے پاک و پاکیزہ کر کے بھیجا ہے۔ حاجت غسل کی نہیں ہے' میں نے گود میں لیا تو معائنہ کیا کہ پشت مبارک پر **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیہ و آلہٖ** لکھا ہے۔" (۳۸۶)

ہ۔ "حضرت آمنہؓ خاتون فرماتی ہیں کہ بعد ولادت سرور عالم' تین فرشتے آسمان سے اترے' ایک کے ہاتھ میں آفتابہ نقرئی' دوسرے کے ہاتھ میں طشت زمردیں' تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔ انہوں نے حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طشت میں سات بار غسل دیا' پھر اس جامہ سفید کو آپؐ کے زیب جسم اطہر کیا اور کہا "جوانب چہار گانہ دنیا میں آپؐ کو اختیار فرمانروائی مرحمت ہوا ہے۔ حضرت سرور عالمؐ نے دست مبارک وسط طشت میں رکھا' غیب سے ندا آئی' آپؐ نے وسط دنیا یعنی مقام بیت اللہ پسند کیا' اس وجہ سے ہم نے اس کو مسجود خلائق فرمایا۔" (۳۸۷)

و۔ "حضرت عبدالمطلب نے جب خبر پائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کمال خوشی سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ آمنہ خاتونؓ نے فرمایا کہ تم حضرت کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے اس لئے کہ جب حضرت پیدا ہوئے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر نہ نکالنا اور تین روز تک کسی کو نہ دکھانا۔ عبدالمطلب کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ اور تلوار کھینچ کر مکان میں جانے لگے ایک فرشتہ بڑی عظمت والا ننگی تلوار ہاتھ میں لئے سامنے آیا اور کہا ہٹ جاؤ' جب تک تمام فرشتے آسمانوں کے نبی کریمؐ کی زیارت سے مشرف نہ ہو لیں گے اور سلام نہ کر چکیں گے کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ جب فرشتے زیارت نبی کی کر چکے تب عبدالمطلب نے حضرت رسول کریمؐ کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔" (۳۸۸)

ان متذکرہ بالا چند مثالوں کے علاوہ میلاد ناموں میں بے شمار محیر العقول روایات بیان کی گئی ہیں۔ کئی محققین نے ایسی روایات کو صاف طور پر غلط قرار دیا ہے۔ حافظ عبداللہ کانپوری نے ایسی روایات کے بارے میں لکھا ہے:

> "مولود کی اکثر کتابوں میں جھوٹی روایتیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بعض وضعی روایات کی مثالیں بھی دی ہیں اور واضح طور پر کہا ہے کہ ایسی باتیں کفر میں داخل ہیں۔" (۳۸۹)

میلاد ناموں میں لکھی گئی روایات کے بیان کے ضمن میں سید سلیمان ندوی نے سات اسباب پر بحث کی ہے۔ (۳۹۰) ان کے نزدیک ان روایات کے پیدا ہونے کی بڑی وجہ ایسے مولود خواں ہیں' جن کی دسترس میں صحیح روایات نہیں تھیں اور علم سے محروم تھے۔ انہوں نے اپنی خدا داد ذہانت اور قوت اختراع سے ان واقعات کو لطائف صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ میں بیان کیا مگر سننے والوں نے انہیں روایت کی حیثیت دے دی یا بعد میں ان بیانات نے روایت کی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح سے وقائع میلاد میں وضعی روایات آگئیں اور انہی روایات کو واعظوں اور میلاد خوانوں نے امر واقعہ سمجھ لیا اور اسے بطور معجزہ پیش کیا جانے لگا۔ سید سلیمان ندوی نے قریباً تیس (۳۰) روایات کی نشاندہی کی ہے جو ان کے نزدیک وضعی ہیں بلکہ دیگر اہل سیر اور دیگر مصنفین نے انہیں فضائل نبوی میں شمار کیا ہے۔ (۳۹۱)

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے' ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

"اردو میلاد ناموں میں کئی روایات محیر العقول ہیں' مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے نو لاکھ برس پہلے نور محمدیؐ پیدا کیا' پھر لوح و قلم' کرسی و عرش' زمین و آسمان' ارواح اور فرشتے وغیرہ اسی نور سے پیدا ہوئے' یا یہ کہ ولادت کے بعد ابر کا ایک ٹکڑا آیا اور آپؐ کو اٹھا کر لے گیا اور غیب سے آواز سنائی دی کہ محمدؐ کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندروں کی تہوں میں لے جاؤ یا یہ روایت کہ جب آپؐ گہوارہ میں تھے تو آپؐ چاند سے اور چاند آپؐ سے باتیں کرتا تھا اور انگلی سے آپؐ اس کو جدھر اشارہ کرتے تھے وہ ادھر جھک جاتا تھا' معراج کی شب عرش پر نعلین سمیت جانا' جیسی روایات بھی ان میلاد ناموں میں درج ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔" (۳۹۲)

میلاد ناموں کے مصنفین و شعراء نے عام طور پر اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف نقل ہے ----- روایت ہے ----- اہل سیر نے لکھا ہے ----- ارباب تواریخ رقم طراز ہیں ----- مفسرین نے لکھا ہے ----- کتب شمائل میں ہے' وغیرہ جملوں سے آغاز کر کے روایت نقل کر دیتے ہیں جبکہ ان میلاد نگاروں نے قرآن مجید' احادیث نبوی' سیرت' تاریخ اور تفسیر کی مستند کتابوں سے بھی مواد حاصل کیا ہے۔ ان کا عمومی ماخذ کتب شمائل و دلائل ہیں۔ بعض میلاد نگاروں نے اپنے ماخذ کے حوالے دیئے ہیں مثلاً مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ "شمس الضحیٰ فی میلاد مصطفیٰؐ" میں ان کتابوں کی نشاندہی کی ہے' جن سے روایات لی گئی ہیں:

مدارج النبوت' معارج النبوت' الشفاء (قاضی عیاض)' مواہب اللدنیہ' روضۃ الاحباب' جامع ترمذی' سنن نسائی' تفسیر کبیر' (امام رازی) تفسیر شاہ عبدالعزیز دہلوی' شفاء الصدور' تاج القصص' کشف الاسرار' میلاد الرسول' ابن جوزی (۳۹۳)

اسی طرح کئی دیگر میلاد نگاروں نے کتب حوالہ جات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں بیشتر ایسی روایات مذکور ہیں جو معتبر کتب سیرت میں پائی جاتی ہیں۔ غیر معتبر روایات شاعرانہ رنگ آمیزی اور مجلسی تقاضوں کی وجہ سے آگئی ہیں اور اس قسم کی بیان کردہ روایات کو مستند فضائل و برکات کے ذخیرہ کثیرہ سے الگ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ انہی میلاد ناموں کی عطا ہے کہ ان کے ذریعہ سے عامۃ الناس میں میلاد و سیرت کے مضامین کی بھرپور ترویج و اشاعت ہوئی ہے اور تبلیغ دین کا موثر اور اہم ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ

میلاد نامے نثری' شعری اور مخلوط انداز میں سادہ' آسان اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور ان میں بعض بہت پر تکلف اور پرشکوہ زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔

میلاد کے موضوع کے اعتبار سے میلاد نگار کی سیرت طیبہ پر گہری نظر' تعلیمات رسالت سے قلبی تعلق' خیال و عقیدہ کی پختگی' زبان و فن پر عبور' اور اس کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی کا احساس کارفرما رہنا چاہئے۔ میلاد و سیرت کے بیان میں کئی نازک مقامات و محسوسات سے گذرنا پڑتا ہے' وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی۔ اس میں کسی بھی ایسے لفظ کے استعمال سے اجتناب ضروری ہے جس سے بازاری زبان' عامیانہ یا سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو۔ نیز موضوع کے تقدس و احترام کی نسبت سے عام قسم کی شاعرانہ تشبیہات و استعارات سے بھی گریز لازم ہے۔

میلاد ناموں کی شاعری خالصتا" موضوعاتی شاعری ہے۔ اس میں ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نظم میں کیا بیان کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے ایسی موضوعاتی شاعری میں جدت و ندرت اور زبان و بیان کی چاشنی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ میلاد ناموں کی اس قبیل کی وصفیہ' خطابیہ اور بیانیہ شاعری کا دائرہ اثر انتہائی وسیع ہے۔ اس کی غالب وجہ بھی ان کا دلکش' مترنم اور مخصوص پاکیزہ لب و لہجہ ہے۔ جس میں روزمرہ کی چاشنی' الفاظ و تراکیب کا حسن' مترنم قوافی و ردیفیں' مقبول بحریں اور زمینیں پوری فنی صلاحیت اور قوت کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں۔ ان فنی صلاحیتوں کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "فنکار کی خوش ذوقی' فنی مہارت' بالغ نظری' جمالیاتی احساس' روایات کا پاس' مشاہدات و تجربات کا تنوع' قادر الکلامی' اور ندرت فکر و خیال ایسی چیزیں ہیں جن کی بدولت ہر موضوع شاعری میں اہم بن جاتا ہے۔ شاعر کی جذباتی صداقت' اپنے موضوع سے پورا لگاؤ اور عقیدہ و اخلاص جو اسے کسی موضوع کو شعر کا قالب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ ازحد ضروری ہے۔ اس کے بغیر نہ موضوع کی اہمیت محسوس ہوتی ہے اور نہ فن کی عظمت۔" (۳۹۴)

اس جذبہ محبت و تعظیم کا والہانہ اظہار بے شمار میلاد نگاروں نے کیا ہے مثال کے طور پر نوازش علی شیدا' کفایت علی کافی مراد آبادی' محسن کاکوروی' امیر مینائی' خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری' غلام امام شہید' محمد اکبر خان وارثی میرٹھی' گوہر علی خاں گوہر رامپوری' طپش گورکھپوری' بیدم وارثی اور سیماب اکبر آبادی کی میلادیہ منظومات میں خلوص و اثر کی جملہ کیفیات پوری آب و تاب سے جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

میلادیہ منظومات میں بے ساختگی' سلاست اور روانی بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ میلاد نگار قدرتا" اور فطرتا" نبی کریمؐ کے جذبہ محبت و احترام سے معمور ہیں۔ مثلاً

امیر مینائی۔

چل مدینے وقت تو نے ہند میں کھویا بہت
رات اب تھوڑی ہے جاگ اے بے خبر سویا بہت
جس روز مدینے کی طرف گھر سے چلیں گے
آنکھوں سے رواں ہوں گے کبھی سر سے چلیں گے
(۳۹۵)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

(۳۹۶)

میلاد نگاروں نے زبان و بیان کی پابندیوں کے باوجود اپنے مخصوص لب و لہجہ میں اپنے جذبہ بے اختیار کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ ایسا جذبہ ہے' جو انسان کے اپنے بس میں نہیں۔ اس پر نہ ضبط سے قابو پایا جا سکتا ہے اور نہ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عشق کی ایسی آگ ہے کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔ اس جذبہ بے اختیار کو قاری محسوس کرتا ہے۔ میلادیہ منظومات میں سوز دل کی اس آنچ نے کیف آور اور وجدانی کیفیات پیدا کر دی ہیں۔

امیر مینائی۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
میں کہوں روضہ پرنور رہا کتنی دور
ساتھ والے کہیں اب آتا ہے اب آتا ہے

(۳۹۷)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

(۳۹۸)

میلاد نگاروں نے پاکیزہ و متین اور مخصوص لب و لہجہ میں جو کچھ کہا ہے' وہ جذب دروں سے مجبور ہو کر کہا ہے اور نبی کریمؐ سے والہانہ محبت و شیفتگی کو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتار کر اور احساس و جذبہ کی پوری شدت و صداقت سے کہا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ میلادیہ شاعری نسبت محمدیؐ کے طفیل انہیں بھی حیات جاوداں عطا کر گئی ہے۔

میلاد ناموں کی ہیئتوں کا تنوع

میلاد کا تعلق موضوع سے ہے' کسی مخصوص ہیئت سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں نثر اور نظم کے تمام اسالیب موجود ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہو گا' اسی زمانے کی تمام مروجہ اصناف و اسالیب

اس میں اپنے مخصوص انداز میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ شعری انداز بیاں میں میلاد کا اپنا کوئی عروضی پیمانہ نہیں ہوتا۔ میلادیہ منظومات یا منظوم میلاد نامے ہیئتی اعتبار سے مثنوی، قصیدہ، مخمس، مسدس، رباعی، قطعہ، مثلث، ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہر مستعمل ہیئت میں لکھے جا سکتے ہیں اور ان کی مثالیں موجود ہیں۔ موضوعاتی لحاظ سے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ، دعا و مناجات اور اسالیب کو مدنظر رکھتے ہوئے درود و سلام، لوری، جلوری، سہرا اور گیت وغیرہ جیسی متنوع ہیئتوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد نگاری میں اصناف شعر کو ہم عروضی اور موضوعی دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ عروضی اصناف کا اپنا ایک خاص عروضی ڈھانچہ موجود ہے جبکہ موضوعاتی و اسالیبی اصناف میں ان کے موضوعات ہی ان کا امتیازی وصف ہیں اور انہیں کسی بھی عروضی پیکر میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ منظومات میں موضوعات و مضامین کی کثرت، تشبیہات و استعارات، تلمیحات، صنائع لفظی و معنوی اور تہذیبی و سماجی مناظر کی جھلکیاں اسے ایک امتیازی شان اور مخصوص رنگ و آہنگ بخشتی ہیں۔

مسلمانوں کے مذہبی تصورات نے ابتدائی اردو شاعری کے اسالیب پر گہرا اثر ڈالا۔ ان منظوم و مخطوط تصانیف میں حمد و مناجات اور میلاد و نعت کے مضامین کار ثواب سمجھ کر اور ان میں قرآنی آیات و احادیث کو بھی مکمل یا جزوی طور پر باندھنا اسی سبب سے ہے۔

میلادیہ منظومات میں وصف کے عمدہ سے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ اس طرح سے مدحت رسالت مآبؐ میں وصف نگاری، جزئیات نگاری اور بیانیہ نگاری کی صورتیں نکل آتی ہیں۔

میلادیہ شاعری میں تہذیبی و سماجی اور ہندوستانی اثرات کے زیر اثر فارسی، اردو اور ہندی کی مختلف اصناف موجود ہیں۔ سہرا بندی سے بیان معراج کے سلسلہ میں نبی کریمؐ کے سہرے، اور دیگر ہندی اثرات اور سماجی عوامل کے تحت دوہے، گیت اور لوریاں بھی لکھی گئی ہیں۔

میلاد نامے جزوی طور پر سیرت اور تاریخ ہیں اور شرعی روایت کا حصہ ہیں لیکن فنی پہلو کے لحاظ سے یہ صنفی اظہار ہے۔

میلاد بلحاظ ہیئت

قصیدہ و مرثیہ، نظم، مثنوی، مسمط، مخمس، مسدس، رباعی، قطعہ، مثلث، ترکیب بند، ترجیع بند، اور مستزاد۔

موضوعاتی لحاظ سے

حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات۔

اسالیبی لحاظ سے

درود و سلام، لوری، جلوری، فریاد، سہرا، گیت اور ساقی نامہ وغیرہ۔

میلاد نگار کسی بھی ہیئتی یا موضوعاتی پیکر کو استعمال کرے لیکن میلاد کے موضوع کے احترام میں

ضروری ہے کہ نپے تلے الفاظ، حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے کیونکہ تخیل کی پرواز میں صادق البیانی پر حرف نہیں آنا چاہئے کیونکہ جس بارگاہ میں باآواز بلند گفتگو بھی سوئے ادب قرار پائے اس بارگاہ کے آداب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔(۳۹۹)

میلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے بالعموم غزل کی ہیئت زیادہ مقبول رہی۔ غزل میں سامع پر وجد کی کیفیات بہتر طور پر پیدا ہوتی ہیں۔ میلاد کے مضامین کے اظہار کے لئے دوسری مقبول صنف قصیدہ رہی ہے۔ اس میں میلاد نگاری کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ قصیدے کی مقبولیت کی غالب وجہ اس میں شوکت الفاظ، زور بیان، مضمون آفرینی، تراکیب کا طمطراق اور اظہار علم و فضل ہے۔ غزل و قصیدہ کے بعد مثنوی کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس میں کسی واقعہ کو تسلسل سے بیان کرنے اور فطری بہاؤ کو برقرار رکھنے کے لئے جداگانہ ردیف و قافیہ کی آزادی موجود ہے۔ میلادیہ منظومات کا ابتدائی دور کا سرمایہ مثنوی کی صورت میں تخلیق ہوا۔ دکنی دور کے میلاد نامے مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔

میلاد نگاری کے سلسلہ میں دیگر عروضی و موضوعاتی اصناف شاعری کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے مگر تعداد کے لحاظ سے دیگر تمام ہیتوں کا استعمال غزل قصیدہ اور مثنوی کی نسبت کم ہے۔ میلاد نگاروں نے مسدس، مخمس، رباعی، مثلث ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہیتوں کو بھی استعمال کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر موضوعاتی و داخلی اسالیب حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات، درود و سلام، فریاد، لوری، سہرا، اور ساقی نامہ وغیرہ کے نمونے بھی میلاد ناموں میں وافر اور جابجا ملتے ہیں۔ ہندی اثرات کے تحت گیت، راگ اور دوھے کی ہیئت کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد نگاروں نے نثر و نظم کی مروجہ اصناف مستعمل ہیتوں اور متنوع اسالیب کو اپنے موضوع کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے اور ان تمام اصناف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

میلاد ناموں میں آپؐ کے میلاد و سیرت کے جملہ پہلوؤں کو تاریخی پس منظر میں نظم کیا گیا اور انہی منظومات سے متاثر ہو کر دور جدید میں روایت و درایت اور صحت واقعات کو ملحوظ رکھ کر حفیظ جالندھری اور محشر رسول نگری وغیرہ نے آپ کی سیرت کو مربوط انداز میں نظم کیا ہے۔

میلادیہ منظومات میں اصلاحی روش بھی اختیار کی گئی ہے اور ان کا بنیادی مقصد عقائد میں پختگی، اسوہ حسنہ اور ذکر نبیؐ کو عام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت اور نوازش علی شیدا نے اعجاز احمدی صحت روایات کا لحاظ رکھ کر اور غلط عقائد کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں۔

آپؐ کے توصیفی انداز میلاد میں آپؐ کی سیرت مبارک کی صفت و ثنا، جمال ظاہری، اخلاق حمیدہ، معجزات اور پیغام نبوت کو بیان کیا گیا ہے۔ عشقیہ انداز میلاد میں میلاد نگاروں نے آپؐ کی ذات اقدس سے بھرپور والہانہ الفت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اور آپؐ کے متعلقات (لباس، پسینہ، نعلین مبارک وغیرہ) روضہ رسول پر آپؐ سے دوری اور مجبوری کی وجہ سے حاضری کی تڑپ، روضہ اقدس پر درود و سلام کا وجد آفرین منظر، اور دیگر احوال کو قلبی جذبات و احترام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میلاد نگاری میں والہانہ شیفتگی کا جذبہ و انداز کم و بیش ہر میلاد نگار کے ہاں نظر آتا ہے مگر نوازش علی شیدا، کفایت علی کافی مراد آبادی، شاہ

سلامت اللہ لکھنوی، غلام امام شہید، صوفی احمد خاں اکبر آبادی، محمد اکبر خان وارثی میرٹھی اور بیدم وارثی وغیرہ کی منظومات میں کافی نمایاں اور موثر ہے۔

درود و سلام کی منظومات میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے کیف و اثر کے عناصر خاص تاثر چھوڑتے ہیں۔

میلاد ناموں میں سے ہیئتی و موضوعاتی اور مختلف اساسی لحاظ سے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مثنوی

مثنوی ایسی مسلسل نظم ہے جس کا ہر شعر مختلف قافیہ میں ہوتا ہے لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس میں ہر قسم کے واقعات و معاملات بیان کیے جاتے ہیں۔ محسن کاکوروی کی صبح تجلی' اور چراغ کعبہ دلچسپ اور پر تاثیر مثنویاں ہیں۔ دور حاضر میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" ایک طویل مثنوی ہے۔ غلام امام شہید نبی کریمؐ کے جسم مقدس کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کا معجزہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں
یہ تھی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا
کہ رنگ دوئی واں سمایا نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب
ہوا فرش پوشش میں کعبہ کی سب
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر
سمجھ مایہ نور کحل البصر
سبھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا
زمیں پر نہ سایا کو گرنے دیا
سیاہی کا پتلی کے ہے یہ سبب
وہی سایہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب
(۳۰۰)

مسدس

مسدس میں پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں اور پانچواں، چھٹا مصرعہ ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ طویل اور مسلسل منظومات کے لئے اس کا استعمال بہت ہوا ہے۔ مولانا حالی کا مسدس "مد و جزر اسلام" بھی اس کا مشہور نمونہ ہے۔ مولود عطار سے نمونہ ملاحظہ ہو:

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ ابرار
واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو بار
کہتے ہیں، سنے سب نے دربار ہے محفل
کیا خوب لکھی تو نے یہ عطار ہے محفل
(۳۰۱)

مخمس

پانچ پانچ مصرعوں کا بند جس میں چار مصرعے ہم قافیہ اور پانچواں خلاف قافیہ ہوتا ہے، کبھی ہر بند کا پانچواں مصرعہ مکرر آتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص مضمون، وزن یا بندوں کی تعداد کی قید نہیں ہے۔ اکثر میلادیہ موضوعات کے بیان کے لئے شعراء نے یہ پیمانہ اختیار کیا ہے۔

اسے پردہ نہیں کہتے کہ پردہ ہے یہ کیا پردہ
کہ پردہ نام کا اک رہ گیا سب اٹھ گیا پردہ
جو پردہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا پردہ
احد میں اور احمد میں فقط ہے میم کا پردہ
جسے پہچاننا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے
(۳۰۲)

رباعی

بناوٹ کے لحاظ سے پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ لازماً ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ تیسرا مصرعہ اس قید سے آزاد ہوتا ہے۔ ان چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔

ہوش ربا ستم گرا ماہ لقا تو کون ہے
صبر و قرار لے گیا سچ سچ بتا تو کون ہے
کی جو نگاہ چار سو دیکھا اسی کو روبرو
کوئی نظر نہیں پڑا تیرے سوا تو کون ہے
(۳۰۳)

قطعہ

مطلع کی قید سے آزاد اور اشعار کی تعداد کی پابندی سے مبرا ہوتا ہے۔ ہر شعر کا دوسرا مصرعہ قافیہ و ردیف سے مزین ہوتا ہے۔ قطعہ کا ایک وصف خاص حقیقت نگاری ہے۔ میلاد نگاروں نے اسی وصف کی بدولت مذہبی و اخلاقی موضوعات کو بیان کیا ہے۔

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہ
اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
داد دے میرے شہیدوں بیکسوں مظلوم کی
صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے
(۴۰۴)

مثلث

اس میں پہلے تین مصرعوں کا ایک قافیہ ہوتا ہے باقی بندوں میں دو دو مصرعوں کا قافیہ علیحدہ اور تیسرے مصرعے میں پہلے بند کا قافیہ ہوتا ہے۔

تسلی دیجیے دوش نبی کے شہسواروں کو
جناب حضرت حسنین دونوں ماہ پاروں کو
ذرا تو پوچھیے پیاروں سے کیا حالت تمہاری ہے
(۴۰۵)

ترجیع بند

مخمس اور مسدس کے انداز میں بھی ملتے ہیں۔ اس میں پہلے بند کے بعد آنے والا ٹیپ کا مصرعہ یا شعر ہر بند کے بعد بعینہٖ دہرایا جاتا ہے۔

ذکر رسول پاک ہے فخر زمان انس و جن
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولہ دل جوان ہے، قوت خاطر متین
سنئے اگر بہ گوش ہوش ورد ملک ہے رات دن
صلّ علیٰ محمد صلّ علیٰ محمد
(۴۰۶)

مستزاد

اس میں مصرعے کے بعد ایک ٹکڑے کا اضافہ ہوتا ہے اور قافیہ و ردیف اسی اضافہ شدہ جزو میں ہوتے ہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے مختلف لیکن موضوع کے اعتبار سے ہمنوا صنف ہے۔ مثال دیکھئے :

روکے صدیق یہ کہتے تھے نہیں جینے کے ہم ـــــ چشم گریاں کی قسم
ایک دریا ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری اس دم ـــــ جوش طوفاں کی قسم
(۳۰۷)

حمد

حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور بزرگی و برتری بیان کی جاتی ہے۔ پاکیزہ زبان، شستہ و رفتہ الفاظ کا انتخاب اور انتہائی مودب لہجہ اختیار کرنا چاہیئے۔ قدیم و جدید تمام میلاد ناموں کی ابتداء میں حمدیہ اشعار ملتے ہیں۔

حمد کے لائق وہی ہے ذوالجلال
جس نے عالم پر کیا لطف و نوال
کیا بیاں ہو قدرت ایزد تعال
ہے بشر کی اس جگہ عاجز مقال
ہیں اسی کی یاد میں ہر صبح و شام
جتنے عالم کے ہیں ذرے بس تمام
لم یزل ہے نور کی اوسکی ضیا
ابتداء جس کی نہیں اور انتہا
(۳۰۸)

نعت

نعت میں نبی کریمؐ کی مدح پاک بیان کی جاتی ہے۔ ہر میلاد نگار نے حمد و مناجات کے بعد آپؐ کی نعت لکھی ہے۔ نعت کے اجزائے ترکیبی میں اپنے درپیش مصائب و آلام کا اظہار کر کے نبی کریمؐ کے حضور فریاد، مشکل کشائی، حاجت روائی اور استمداد طلبی بھی شامل ہے۔ محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خاں بریلوی، بیدم وارثی اور بہزاد لکھنوی وغیرہ کا نعتیہ کلام بہت وقیع ہے۔

دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت مآبؐ کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا حباب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال

اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
مشکل کشائے جن و بشر دافع الم
حاجت روائے ہر دو جہاں واسع الصم
کوہ وقار کان سخا سید انام
جاری جس کی ذات مقدس کا فیض عام
ای فخر انبیائے جہاں شافع امم
عاشق کے حال پر بھی ذرا کیجئے کرم
(۳۰۹)

منقبت

جن اشعار میں صحابہ کبارؓ یا بزرگان دین کی تعریف کی گئی ہو' منقبت کہلاتے ہیں۔ محمد باقر آگاہ' ناسخ' شاہ روئف احمد رافت' کافی مراد آبادی' امیر مینائی' احمد رضا خان بریلوی اور محمد اکبر خان وارثی میرٹھی کے میلاد ناموں میں بکثرت مناقب کے اشعار ملتے ہیں۔

بوبکر ہے ابر سخا بحر عطا عادل عمر
عثمان ہے گنج گوہر کان جواہر ہے علی
بوبکر طوبیٰ کا شجر اور شاخ ہے اس کی عمر
عثمان برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علی
بوبکر ہے سرو سہی گر تو قد شمشاد ہے عمر
عثمان بہار بوستان باغ صنوبر ہے علی
بوبکر ہے بوئے عود گر تو بوئے صندل ہے عمر
عثمان بوئے مشک ہے اور بوئے عنبر ہے علی
(۳۱۰)

دعا

دعا میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ میلاد ناموں اور قصائد کے آخر میں مدح کے بعد دعا کی ایک طویل روایت موجود ہے:

الٰہی بانی محفل سلامت
رہے باعافیت جب تک جہاں ہے
ترے محبوب کی محفل میں اس دم

جو حاضر کوک و پیر و جواں ہے

مرادیں سب کی حاصل ہوں خدایا

ترے در تک رجوع بندگاں ہے

دعا سے مدعا ہوتا ہے حاصل

تو ایسا کارساز دو جہاں ہے

(۳۱۱)

کفایت علی کافی کی مناجات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یاالٰہی حشر میں خیرالورا کا ساتھ ہو
رحمت عالم جناب مصطفیٰؐ کا ساتھ ہو
یاالٰہی یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
یاالٰہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب
اس سزاوار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو

(۳۱۲)

قصیدہ

قصیدہ اپنی ہیئت اور اسلوب دونوں کے اعتبار سے عربی اور فارسی سے ماخوذ ہے۔ اس کی بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ "تمہیدیہ قصائد میں چاروں اجزا تشبیب' مدح' گریز اور دعا ہوتی ہے جبکہ مدحیہ قصائد میں تشبیب اور گریز کے بعد براہ راست مدح شروع ہو جاتی ہے۔"(۳۱۳) میلادیہ قصائد میں کم و بیش یہی اجزاء موجود ہیں۔ ملک خوشنود' نصرتی' کفایت علی کافی' شاہ سلامت اللہ کشفیؔ' محسن کاکوروی اور امیر مینائی کے ہاں مختلف النوع میلادیہ قصائد ملتے ہیں۔ شہیدی کے ایک قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

ہے سورہ والشمس اگر روئے محمدؐ

واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ

جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی

سمجھا میں شب قدر سے گیسوئے محمدؐ

گلگشت گلستاں پہ پڑھو صل علیٰ تم

ہر پھول کی پتی میں رچی بوئے محمدؐ

(۳۱۴)

مرثیہ

منظوم وفات نامے مرثیہ (ELEGY) کے زمرے میں آجاتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اس سے مراد اظہار غم کی مختصر نظم ہے جس کی وجہ تخلیق کسی محبوب یا قابل احترام ہستی کی وفات ہو۔(۳۱۵) منظوم وفات ناموں اور دیگر مرثیوں نے اردو میں بیانیہ شاعری کی ساری کمی کو دور کر دیا ہے۔ مرثیہ نگاری میں تنوع اور حقیقت نگاری ضروری ہے۔

جہاں میں شور محشر کس قدر ہے
قیامت رحلت خیر البشر ہے
ملک جن و بشر ہیں زار و نالاں
زمین و آسمان بھی نوحہ گر ہے
اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں
چھپا پردے میں وہ رشک قمر ہے
(۳۱۶)

درود و سلام

قریباً ہر میلاد نامے میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے ایک مستقل عنوان کے تحت درود و سلام لکھے گئے ہیں۔

درود شریف پڑھنے کے بارے میں مولود عطار اور مولود آئینہ شفاعت سے دو ٹکڑے بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

مولود عطار:

جب مجھ سے نام محمدؐ سنو درود پڑھو
نہ بیٹھو چپکے یہاں اے مومنو درود پڑھو
عزیزو میرا یہ کہنا کرو درود پڑھو
تمام جسم میں خوشبو ملو درود پڑھو
دماغ جاں کو معطر کرو درود پڑھو
(۳۱۷)

مولود آئینہ شفاعت:

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درود
ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درود
آمد رسول جہاں ہے پڑھو درود

خوش خوش ہر اک پیر و جواں ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دھن ہوا
ذکر رسول پاکؐ سے وہ گھر چمن ہوا
(۳۱۸)

مجلسی و میلادی ضروریات اور اہمیت کی وجہ سے درود و سلام کے موضوع پر بے شمار گلدستے مرتب ہوئے ہیں۔

لوری یا جھولنہ

لوری کی مثالیں دنیا کی مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ دکنی اور دیگر شعراء کے میلاد ناموں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ میلاد گوہر اور میلاد صوفی وارثی میرٹھی سے دو مثالیں ملاحظہ کیجیے۔
میلاد گوہر، حلیمہ سعدیہؓ یہ کہہ کر سلاتی ہیں:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
کہ تو جانتا ہے راتوں مرے ہوشیار سو جا
بنی سعد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے
مرا دودھ پینے والے گل نوبہار سو جا
تری چاند سی جبیں پہ مری روح ہو تصدق
تری مست انکھڑیوں پہ مری جان نثار سو جا
(۳۱۹)

میلاد صوفی وارثی میرٹھی:
سوجا سوجا پیارے محمدؐ میں تجھ پہ بلہاری
گورے گورے مکھڑے پہ صدقے خدائی ساری
کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ واری
سوجا سوجا
(۳۲۰)

جھولنہ کی ایک مثال ملاحظہ ہو:
جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
تھا وہ اک نور کا خوشنما جھولنا
قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا

چاند سورج تصدق ہوئے آپؐ پر
چاند سے آپؐ تھے چاند سا جھولنا
(۳۲۱)

اور جب جبرئیل امین معراج کے لئے جگانا چاہتے ہیں تو ایسے موقعوں پر شعراء نے جگوریاں لکھی ہیں۔

ایک جگوری کے چند شعر دیکھئے:

شب معراج ہے اے دین کے سرور جاگو
طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
ہیں کھڑے آپؐ کی خدمت میں فرشتے اتنے
اور حاضر ہے براق آپؐ کے در پر جاگو
منتظر آپؐ کا ہے عرش پہ خلاق جہاں
وقت سونے کا نہیں شافع محشر جاگو
آسمانوں کو بہت شوق ہے پابوسی کا
فلک ارفع کے اے ماہ منور جاگو
(۳۲۲)

سہرا

یہ اردو میں خاصے کی چیز ہے۔ اس نظم میں شادی کے وقت رشتہ داروں کو مبارکباد دی جاتی ہے اور دولہا کی شان و شوکت کا حال بیان کرتے ہیں۔ معراج النبیؐ کا ذکر قریباً سب میلاد ناموں میں موجود ہے اور ان واقعات معراج کو الگ طویل نظموں کی صورت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ شعراء نے معراج کے بیان کی ابتداء میں عرش بریں پر تشریف لے جانے کی نسبت سے آپؐ کے سہرے لکھے ہیں۔

ایک سہرے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

معراج کی شب بن ٹھن کے چلا محبوب دلارا خوب بنا
جبرئیل پکارے صل علی رحمٰن کا دل آرا خوب بنا!!
والشمس کا غازہ رخ پہ ملا، واللیل کی کنگھی زلف میں کی
آنکھوں میں لگا مازاغ کا سرمہ احمد پیارا خوب بنا!!
تن چھین لیو من موہے لیو اے کالی کملیاں والے پیا
کہتے تھے ملک خوش ہو ہو کر محبوب پیارا خوب بنا
جب عرش پہ اس کا جلوہ ہوا اور پاؤں دئی تھلی پہ رکھا
پردے سے نکل یہ حق نے کہا محبوب ہمارا خوب بنا!!

(۳۲۳)

تضمین

میلاد ناموں میں اکثر کسی دوسرے شاعر کے مصرع یا شعر پر مصرع لگا کر تضمین کی گئی ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں' ایک مصرع پر ایک مصرع' ایک بیت پر ایک مصرع یا ایک مصرع پر شعر لگا کر مثلث کرنا' مطلع پر مطلع لگانا' بیت پر تین مصرعے لگا کر مخمس کرنا' بیت پر چار مصرعے لگا کر مسدس کرنا' شعر پر متعدد اشعار لگا کر قطع بند کرنا۔ معراج نامہ' اکبر وارثی میرٹھی سے تضمین بر شعر سعدیؒ کی ایک مثال درج ذیل ہے:

وہ حبیب حق شہ نیک خو کہ یہ دین جس کا ہے چار سو
گیا بہر سیر مقام ھوُ رہا کوئی پردہ نہ روبرو
یہ مزے مزے کی تھی گفتگو کہ ہے خوش پیارے حبیب تو
ہوئی پوری وصل کی آرزو یہ صدا بلند تھی کو بہ کو!!

بَلَغَ الْعُلٰے بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْ عَلَیْہِ وَآلِہٖ
(۳۲۴)

گیت

گانے کی چیز کو گیت کہتے ہیں۔ اس میں سر تال کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس کا موسیقی سے گہرا ربط ہے۔ میلاد ناموں میں بھی ہندی زبان و بیان اور سماجی و معاشرتی عوامل کے تحت میلاد ناموں میں بھی گیت لکھے گئے ہیں۔

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی
مورا چین گیا موری نیند گئی
اب در پہ تمہارے آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند گئی
(۳۲۵)

مولوو سعیدی:

سدھ لے موری موھے سرتاجا
سدھ لے کل راجن کے راجا
(۳۲۶)

مولوو طیش:

صدقے ہوں وصل کی راتن کے قرباں ہوں واں کی باتن کے
واری ہوں میں واں کی چتون کے بلوا لو عربستان میں
(۳۴۷)

دوسرا باب

محرکات و مآخذ/عربی، فارسی پس منظر

میلاد کے محرکات

عقیدت و محبت کا اظہار ، اطاعت رسولؐ کا جذبہ ، استمداد و شفاعت طلبی ، خیر جوئی اور حصول ثواب ، مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری ، صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی ، علمائے بریلی اور مجالس میلاد ، سالانہ اعراس کی تقاریب ، نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد ، سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے ذرائع ابلاغ عامہ۔

مجالس میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کے کئی محرکات ہیں۔ اس کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا اظہار' اطاعت کا جذبہ' استمداد و شفاعت طلبی' خیر جوئی اور حصول ثواب کے علاوہ یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ مولود میں حضور رسالت مابؐ تشریف لاتے ہیں۔

ثانوی محرکات میں محافل میلاد و مولود کی ترویج و فروغ' سیرت نگاری کا شوق' شعراء و صوفیائے کرام کا مجالس میلاد کی طرف خصوصی رجحان' میلادیہ و نعتیہ مشاعرے اور درود و سلام کی محافل' سیرت النبیؐ کے جلسے اور ذرائع ابلاغ عامہ میں اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں نیز ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی محافل میلاد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

عقیدت و محبت کا اظہار

میلاد نگاری کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار کے ذریعے عقیدت و محبت' دلی وابستگی اور والہانہ شیفتگی کے پاکیزہ جذبات کا اظہار ہے۔ اس محبت و عقیدت میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی خراج عقیدت پیش کرنے میں کبھی بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیا۔ دراصل نبی کریمؐ کی ذات اقدس ہر زمانے میں ہر مذہب کے اہل فکر و دانش کے لئے انتہائی موثر اور جاذب نظر رہی ہے۔ میلاد نگاری کا تعلق دینی اساس' صدق و اخلاص اور عشق رسولؐ سے ہے۔ سید عالمؐ خدائے بزرگ و برتر کے نور کی اولیں جھلک ہیں۔ اس تصور نے بھی عقیدت مندی کے جذبات کو گہرائی عطا کی۔ ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات' اسوہ حسنہ' اور عملی زندگی اس عرصہ آب و گل کو سنوارنے اور نکھارنے کا موجب بنی۔ اس لحاظ سے اس محسن کائنات و انسانیت کی تشریف آوری تمام دنیا کے انسانوں پر احسان عظیم ہے۔ آپؐ کی فضیلت و بزرگی کا اظہار میلاد نگاری کا اولیں محرک ہے۔

"آپؐ کی ذات اقدس سے محبت و وابستگی مسلمانوں کے لئے حاصل دین' پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ نبی کریمؐ سے ربط و تعلق جتنا پختہ گہرا اور راسخ ہو گا اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت' شریعت اسلامیہ سے وفاداری' عقیدہ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہو گی۔"(1) اسی کی بناء

پر اللہ تعالیٰ نے بھی نبی کریمؐ سے عشق و محبت کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔(۲) قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: سب لوگوں کو سنا فرما دیجئے کہ اگر تم کو ماں باپ' بیٹے بیٹیاں' بہن بھائی' زن و شوہر اور مال جو تم نے جمع کیا اور تجارت جس کے خسارے کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں تم کو بسنا اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں' خدا اور رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے' تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم سنا دے۔(۳)

امام مسلمؒ نے' مومن وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت ہو' کے عنوان سے صحیح مسلم شریف میں ایک باب قائم کیا ہے اور دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی بندہ یا کوئی شخص مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے نزدیک تمام متعلقین' مال و اسباب اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور دوسری حدیث میں متعلقین اور مال و اسباب کی جگہ ماں باپ' بیوی' اولاد' دوست آشنا اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (۴) مراد لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضور اکرمؐ کے ارشادات بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں کہ: ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔(۵) جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے' وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا'(۶) جس کسی کو جو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے' وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔(۷)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس قدر مسلمانوں نے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور تعلق و وابستگی کا اظہار اپنے قول و عمل سے کیا ہے۔ کسی امت نے بھی اس قدر اپنے نبی سے اس طرح ٹوٹ کر محبت نہیں کی۔ صحابہ کبارؓ کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں نے حب رسولؐ کو ہر چیز پر مقدم و برتر گردانا ہے۔ میلاد نگاری اور محافل میلاد اسی جذبہ عقیدت و محبت اور عشق رسولؐ کے مظاہر ہیں۔

اطاعت رسول کا جذبہ

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک اطاعت رسول مقبول کا جذبہ فراواں ہے۔ یہ جذبہ عشق رسالت مابؐ کا عملی اظہار ہے کیونکہ خالص توحید کی یافت اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس راہ کے سالار کارواں کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کی اطاعت کرنے والے سے انعام کا وعدہ اور حکم عدولی اور نافرمانی پر دردناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو"
(آل عمران: ۳۱)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" (الاحزاب: ۳۳ و محمد: ۳۳)

"جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے"

(النساء: ۵۹)

"جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا' اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا' اسے دردناک عذاب دے گا" (الفتح: ۱۷) ان آیات کے علاوہ النساء: ۶۵' ۸۰' ۱۰۰' ۱۵۰' ۱۴۲۔ المائدہ: ۳۳' ۵۵۔ الانفال: ۱' ۱۳' ۲۰' ۲۴' ۴۶۔ آل عمران: ۳۱' ۳۲۔ التوبہ: ۱' ۳' ۱۶' ۲۹' ۵۹' ۶۳' ۷۱' ۷۴' ۹۰۔ النور: ۵۴' ۶۳۔ الاحزاب: ۵۷۔ الحجرات: ۱' ۱۵۔ المجادلہ: ۵۔ التغابن: ۱۲ میں بھی اطاعت رسول کے احکام ہیں۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویؐ میں بھی آپؐ کی پیروی و اتباع کے قرائن ملتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی معاشرت' تجارت' عبادت' عقائد اور روزمرہ زندگی کے جملہ معمولات میں آپؐ کی کامل اتباع کے اس جذبے کو برقرار رکھا۔ اس لحاظ سے محرکات میلاد میں اطاعت رسول کے جذبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آپؐ کے میلاد اور خاندانی حسب نسب کی عظمت و بزرگی اور مدح و توصیف کے بیان کو صحابہ کبارؓ اور دربار رسالت کے شعراء نے کفار کی ہجو کے مقابلے میں اپنا شعار بنایا۔ سیرۃ النبیؐ میں ابن ہشام نے حضرت ابو طالبؓ کے اس قصیدے کے سات شعر نقل کئے ہیں۔ جن میں نبی کریمؐ کے حسب نسب کی مدح اور بنو ہاشم کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر درج ذیل ہیں:

اذا اجتمعت یوماً قریش لمفخر
فعبد مناف سرھا و صمیمھا
وان حصلت اشراف عبد منافھا
ففی ہاشم اشرافھا و قدیمھا
وان فخرت یوماً فان محمداً
ھو المصطفیٰ من سرھا و کریمھا

(اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایہ افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا' ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے' وہی اس پورے قبیلے کی روح رواں اور اصل ہے' اور عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے' تو وہ بنی ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے' اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین' پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سربلندی ہیں)۔(۸)

آپؐ نے شاعروں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے' حضرت کعب بن زہیرؓ کو چادر مبارک عطا فرمائی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضورؐ کی طرف سے مفاخرت کریں۔(۹) اور آپ نے ان شعراء کو دعائیں دیں۔ حسان بن ثابتؓ کے لئے فرمایا: الٰہی حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔(۱۰) اور حضرت عباسؓ کے لئے فرمایا: اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔(۱۱) اس طرح اطاعت رسولؐ کے جذبہ اور آپؐ کے احکام کی پیروی میلاد نگاری کا اساسی محرک قرار پائی۔

استمداد و شفاعت طلبی

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک استمداد طلبی، توسل و استغاثہ اور شفاعت طلبی ہے۔ آنحضرتؐ کے حضور استمداد طلبی، توسل و استغاثہ اور شفاعت طلبی انبیاء و مرسلین و متقدمین اور متاخرین بزرگوں کا فعل ہے۔ آپؐ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے یا اس کے بعد، حیات دنیوی ہو یا عالم برزخ، یا میدان قیامت ہو الغرض ہر مقام پر حضورؐ ہی رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے اور ان سب مقامات پر آپؐ سے استمداد طلبی کے سلسلہ میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ سے حضورؐ نے فرمایا: سل (مانگ) اور حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکارؐ نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا۔ "میری مراد تو صرف یہی ہے۔" اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے: سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا۔ مانگ کو، کسی خاص چیز سے مخصوص کر کے مقید نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضورؐ ہی کے کریمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیا اور اس کی شادابی آپؐ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپؐ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر دنیا و آخرت کی بھلائی مقصود ہے تو حضورؐ کے آستانے پر آکر جو چاہو مانگ لو۔(۱۲)

ایک حدیث حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے اور علمائے حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے کہ جب آدم سے خطا سرزد ہوئی تو توبہ کے لئے کہا: یا رب اسالک بحق محمد ان تغفرلی (اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ بہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو بخش دے) اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان کے جوہر روح کو صدف جسمانیت میں نہیں رکھا، تم نے حضورؐ کو کیسے پہچانا تو آدمؑ نے کہا کہ میرے قالب بشری میں جب روح پھونکی گئی اور میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** اس دن میں نے پہچان لیا کہ وہ تیرے نزدیک کل مخلوقات میں محبوب ترین اور تیرے دربار کے مقرب ترین ہیں۔ اس پر اللہ تعالٰی نے نبی کریمؐ کو وسیلہ مغفرت ٹھہرانے پر آدمؑ کے گناہ معاف کر دیئے اور فرمایا اے آدم! اگر محمدؐ نہ ہوتے تو تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ بعض روایات کے مطابق جو کلمات آدمؑ نے اللہ تعالٰی سے سیکھے تھے وہ توبہ و مغفرت کا ذریعہ بنے تھے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: **فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ** (پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پس رجوع کیا۔ اس پر) وہ کلمات یہ تھے: **اَللّٰھُمَّ بِحُرْمَۃِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اغْفِرْلِیْ**۔ اس لحاظ سے حضور کا توسل اختیار کرنا جائز ہے جو اللہ کے محبوب اور محب ہیں۔(۱۳)

نبی کریمؐ سے استمداد طلبی اور توسل و استغاثہ کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ سنن ابن ماجہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص نابینا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معروض ہوا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالٰی مجھ کو عافیت دے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر

ہے۔ اگر تو چاہے تو دعا کروں۔ اس نے عرض کی دعا ہی کیجئے۔ آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد نبیؐ رحمت کے۔ اے محمدؐ میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت کے ساتھ۔ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔(۱۴)

اس روایت پر مولانا اشرف علی تھانویؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس سے صراحتہ توسل ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔"(۱۵) حاجت مندوں کا نبی کریمؐ کے توسل اور استمداد سے کشادگی رزق، حصول اولاد اور نزول بارش چاہنا اور اس میں شاد کام و کامران ہونا، بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

اسی طرح آپ کی وفات کے بعد استمداد و توسل کے سلسلہ میں بھی حدیثیں وارد ہیں۔ قاضی عیاض مالکی اندلسیؒ کتاب الشفاء میں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی حرمت وفات کے بعد بھی مثل اس حرمت کے ہے جیسی آپؐ کی حیات میں تھی اس کے علاوہ میدان قیامت میں آپؐ کے توسل پکڑنے کی متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے آپؐ سے استمداد طلبی اور توسل عالم جسمانیت میں آنے سے پہلے، حیات دنیوی میں، قیامت تک اور آخرت کے دن تک طلب کرنا جائز ہے۔(۱۶)

آپؐ کے شافع محشر ہونے کی وجہ سے شفاعت طلبی کے مضامین بھی میلاد نگاری کی تخلیق و فروغ کا باعث بنے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا شعر ہے:

أَنْتَ النَّبِيُّ مَنْ يُحْرَمْ شَفَاعَتَهُ
يَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ أَزْرَى بِهِ الْقَدَرُ

آپؐ وہ نبی ہیں، جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا یعنی ایک محروم اور بدقسمت شخص ہی آپؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ (۱۷)

تنویر فی مولد السراج المنیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرتؐ پر صلوۃ و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرتؐ تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا، تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرتؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامرؓ اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات ولادت بیان کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضورؐ اس عالم میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔(۱۸)

امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعیؒ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" میں بسلسلہ میلاد النبیؐ خلفائے راشدین اور بزرگان دین کے اقوال دیئے گئے ہیں۔(۱۹)

امام احمد بن حنبل ۹۔ ربیع الاول کو کھجوریں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔(۲۰) سیدنا امام اعظمؒ و امام محمد باقرؒ و امام جعفر صادقؒ حضورؐ کی ولادت کے دن ستو اور کھجوریں تقسیم کرتے تھے۔(۲۱) امام ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلاد مصطفیؐ کی نذر کر دیتا۔ انہوں نے اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضورؐ کے مولود کی تقریب میں احترام و عقیدت سے حاضری دی' ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا۔(۲۲) اسی طرح حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا: جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لئے لوگوں کو جمع کیا' کھانا کھلایا' چراغاں کیا' نئے کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو لگائی' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ علیین ہو گا۔(۲۳) قسطلانی امام جزری کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میلاد سے اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔(۲۴)

آپؐ سے استمداد طلبی' توسل و استغاثہ اور شفاعت طلبی کے سلسلہ میں ہر شخص نے حتی المقدور تحریر و تقریر سے کام لیا۔ اور آپؐ کی سیرت مقدسہ سے عوام کو روشناس کرانے اور اسوۂ حسنہ کی پیروی و تقلید کی ترغیب دلانے کے لئے "بعض نے مفکرانہ تقریریں اور عالمانہ خطبے یادگار چھوڑے۔ بعض نے سیرت نبویؐ پر بلند پایہ کتابیں تالیف کر دیں اور بعض نے نذرانہ عقیدت کے طور پر اعلیٰ درجے کے نعتیہ قصیدے اور دوسری نظمیں کہہ ڈالیں لیکن ایسے کاموں کے لئے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تخلیقی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں یہ صلاحیتیں نہ تھیں۔ اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ تھوڑی بہت قوت تحریر رکھتے تھے' انہوں نے سیرت نبویؐ پر چھوٹی موٹی کتابیں لکھ دیں یا نظم و نثر کو ملا کر مولود شریف کی محفلوں کے لئے کتابچے مرتب کر دیئے۔(۲۵) کئی ناشرین نے بھی شفاعت طلبی کے جذبہ کے تحت کتب میلاد کی اشاعت و طباعت میں حصہ لیا۔ توسل و استغاثہ' استمداد طلبی و شفاعت کے حصول کی کوشش میلادیہ کتب کی اشاعت اور محافل میلاد کا ایک بڑا محرک بنی۔

خیر جوئی اور حصول ثواب

خیر جوئی اور حصول ثواب کا جذبہ بھی میلاد نگاری کا ایک بڑا محرک ہے۔ آپؐ کے ولادت تا وفات مبارکہ کے احوال کا بیان اور آپؐ پر درود و سلام ذریعہ نجات و بخشش ہے۔ اسی جذبہ کے پیش نظر صلوۃ و سلام مخصوص انداز و اسلوب کے ساتھ میلاد ناموں میں موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (الاحزاب: ۵۶)

"بے شک خداوند تعالیٰ اور اس کے (تمام) فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں (لہٰذا) اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔"(۲۶)

مسلمانوں نے اس حکم کی متابعت میں درود شریف کو اپنی روزمرہ زندگی میں عبادات و وظائف کا ایک اہم جزو بنا لیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں بھی درود و سلام کے بے شمار فوائد اور برکات کا ذکر کر کے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے۔ جو شخص مجھ پر درود پڑھے' قیامت کے دن میں اس کا سفارشی ہوں گا (رواہ ابوبکر صدیقؓ) (۲۷) جو شخص مجھ پر صبح و شام دس مرتبہ درود شریف پڑھے' اس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی (رواہ ابوالدرداء) (۲۸) جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہو گا وہ مجھ سے قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب ہو گا۔ (رواہ ابو امامہ) (۲۹)

درود شریف کی کثرت کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ روایت بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! میں آپؐ پر درود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں؟ نبی کریمؐ نے فرمایا! "جتنا تیرا جی چاہے۔" میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ایک چوتھائی! حضورؐ نے فرمایا۔ "تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر اور بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔" تو میں نے عرض کیا: نصف کر دوں؟ حضور نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپؐ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔ (۳۰) ان احادیث مقدسہ سے درود و سلام کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ درود و سلام کی بے شمار علیحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں درود شریف کے فضائل' مسائل' اقسام اور پڑھنے کے آداب و اوقات اور اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ (۳۱)

شاہ ولی اللہ کے رسالہ القول الجمیل میں تخصیص اور تمسک کے عمل کے حوالے سے مولوی عبدالسمیع انوار ساطعہ میں میلاد سے حصول ثواب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "پس اس طرح مولد شریف ایک عمل ہے' واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے۔ چنانچہ ابو سعید بورنی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دینی و دنیاوی کے لئے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں۔" (۳۲)

خیر جوئی کے سلسلہ میں مولود سعیدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ "منقول ہے کہ بزرگی' مولود شریف کی حد سے زیادہ ہے' جہاں تک لکھی جائے کم ہے۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ اگر کوئی نیا مکان بنائے یا کوئی مسافر باہر سے آئے یا شادی و غمی ہو یا کوئی اور کام ہو' تو مجلس میلاد شریف ضرور کرتے ہیں' یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں برکت اور تجارت میں نفع ہوتا ہے۔" (۳۳)

خیر جوئی کے سلسلہ میں محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب مولد النبیؐ میں لکھتے ہیں کہ "عرب کے شرق و غرب' مصر و شام اور تمام آبادی اہل اسلام میں' بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں' قیمتی کپڑے پہنتے ہیں' قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں ـــــــ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور

خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔(۳۴) ملا علی قاری' مورد الروی کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔" ہمیشہ سے اہل اسلام ہر سال محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔"(۳۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا: ہم نے نیاز نبویؐ کے لئے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفل مسرت قائم کرنے کو کہا۔(۳۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "میرے والد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپؐ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔(۳۷)

میلاد النبیؐ پر فرحت و انبساط کا اظہار دنیاوی کلفتوں سے آزادی اور عذاب اخروی سے نجات کا موجب ہے۔ ان خیر جوئی اور حصول ثواب کے محرکات نے میلاد نگاری کو فروغ دیا۔

مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری

انبیاء کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس لئے کہ انبیاء کی زندگی شہدا اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی معنوی اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی زندگی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے: "انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ' باقی اور متصرف ہونے میں کلام نہیں ہے۔"(۳۸) مسلک اہلسنت بھی یہی ہے کہ حضورؐ کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے' جہاں چاہیں تشریف ارزانی فرما سکتے ہیں۔ اس عقیدہ کے بارے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: "اگر یہ کہیں کہ رب تعالی نے حضورؐ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے یا جسم مثالی سے' خواہ آسمان پر یا زمین پر یا قبر میں یا کہیں اور' تو درست ہے' قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔(۳۹)

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ میلاد النبیؐ کے دن جائے ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شریف جاتا ہوں اس سے یہ برکات حاصل ہوتے ہیں کہ ہماری محفل میں میرے نانا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ ہم زیارت کرتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد جس جگہ کیا جائے' دل کے اعتقاد کے ساتھ' وہاں مصیبت اور بیماری نہیں آتی۔(۴۰)

صاحب تفسیر طبری فرماتے ہیں کہ میں **صاحب خزینتہ القرآن** (امام محمد باقر) کا شاگرد ہوں اور امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ہم دونوں اپنے استاد **صاحب خزینتہ القرآن** کے ہمراہ ہر سال ربیع الاول شریف میں مکہ مکرمہ میں سرکار دو عالم کی جائے ولادت پر جایا کرتے تھے۔ وہاں جھوم جھوم کر وعظ کیا کرتے تھے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہم اس محفل پاک میں دیکھا کرتے تھے اور ہم یہ کہتے کہ کیا خوب بات ہے کہ میلاد نبی کریم کا ہے اور منانے والے آپؐ کا نواسہ ہے۔ یہی قول امام

بخاریؒ نے اسماء الرجال کے صفحہ ۴۵۲ جلد ۳ کے اس حاشیہ پر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے روایت ابولہب والی ملی ہے تو اس وقت سے میں ہر سال صاحب خزینۃ القرآن کے ساتھ حضورؐ کی جائے ولادت پر جاتا ہوں۔(۴۱) محفل میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ "شمائم امدادیہ" میں فرماتے ہیں: ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔"(۴۲) دنیا میں بے شمار مقامات پر محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور اکرمؐ کا قدم رنجہ فرمانا حضرت مہاجر مکیؒ کے نزدیک بعید نہیں۔ اور حضورؐ کی تشریف آوری کا خیال کرنا بھی شرعاً" کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ نیز فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"(۴۳)

محفل میلاد و درود و سلام میں حضورؐ کی تشریف آوری کے نظریہ کے پیش نظر ان محافل میں رقت انگیز مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ محفل میلاد کے ادب و احترام کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب، اجلال اور تعظیم و ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔"(۴۴)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے: "بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں تو چاہئے کہ نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔"(۴۵)

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریمؐ کے حضور آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔(۴۶)

نبی کریمؐ کے احوال عالم سے باخبر اور مرقد منور سے نسبت باقی رکھتے ہوئے ہر جگہ تشریف ارزاں ہونے کے بارے میں اہلسنت والجماعت کے مستحکم فکری موقف کی بناء پر یہ عقیدہ اس سے بھی زیادہ غالب ہے کہ حضور محفل میلاد و درود و سلام میں تشریف لاتے ہیں (دم بہ دم پڑھو درود حضرت بھی ہیں یہاں

موجود یعنی محمد مصطفیٰ صلی علی محمدؐ اس عقیدہ کی بناء پر میلاد نگاری اور محافل میلاد کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ میلاد ناموں اور محافل میلاد کا نقطہ عروج ہے اور یہ اس لحاظ سے اساسی محرکات میں سے ایک محرک ہے۔

صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی

میلاد کے اساسی محرکات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔ ان اساسی محرکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب، عجم اور برصغیر کے مسلمان ایک ہی فکری روایت کا حصہ ہونے کی وجہ سے یکساں ذہنی وحدت رکھتے تھے۔ اور ان کی تخلیقی سرگرمیوں کے چشمے بھی ایک تھے لہٰذا دنیا بھر کے مسلمان ان تخلیقی سرچشموں سے اپنی شناخت کرتے ہوئے انہیں لسانی سرمایے میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ ثانوی اسباب و عوامل میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کا مجالس میلاد میں خصوصی شغف اور رجحان ہے۔ مختلف روحانی سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ والہانہ شیفتگی اور خصوصی توجہ سے میلاد خوانی اور درود و سلام کے خصوصی اجتماعات کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہل تصوف کے نزدیک نبی کریمؐ کا فیضان اور مرتبہ و مقام عام مسلمانوں کے خیال و احساس سے بہت اعلیٰ و ارفع اور منفرد اہمیت و حیثیت کا حامل ہے۔ "ان کے ہاں ذات محمدی کا ادراک کتب سیر و مغازی اور مجموعہ ہائے احادیث کے مطالعہ کے علاوہ ان روحانی و باطنی واردات و مشاہدات پر مبنی نظر آتا ہے۔ جس سے آنحضرتؐ کے عام سیرت نگاروں کی تحریریں ناآشنا ہیں۔ ان روحانی کیفیات کی اگرچہ کوئی خارجی سند ہمارے پاس موجود نہیں مگر صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل سے وابستگان کے ملفوظات و نگارشات میں آپؐ کی تجلیات و انوار اور فیوض و برکات کا جو انداز، کیفیت اور اثر ملتا ہے وہ انہیں کا خاصا ہے۔(۴۷)

صوفیاء کے زیر اثر اس قسم کی مجالس میلاد مقامات معرفت و سلوک کے مختلف درجات کے لئے زینہ، روح کی بالیدگی اور تزکیہ باطن کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح میلاد نگاری کی تخلیق اور ترویج کے رجحان کو صوفیاء کی بدولت فروغ نصیب ہوا۔ ابن عربی، جامی، شاہ عبدالحق، شاہ ولی اللہ، مولوی گل حسن، توکل شاہ انبالوی جیسے صوفیاء کی تحریریں اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

میلاد کی ضرورت و اہمیت کے مدنظر دنیا بھر کے مشائخ کرام نے مولود ناموں کی تصنیف و تالیف کو مدنظر رکھا ہے۔ "جے۔ سپنسر ٹرمنگھم نے اپنی کتاب "دی صوفی آرڈرز ان اسلام" میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔"(۴۸) اس کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں میلاد خوانی کی روایت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً عرب، مصر، ترکی، سوڈان، الجیریا اور مغرب کے علاقے میں اگر میلاد خوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کی مجالس مولود سے مختلف فضا کا احساس ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلاد مقبول و مروج رہے؟ ان سلسلوں میں میلاد خوانی کا کیا انداز تھا اور بحیثیت مجموعی صوفیاء کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلاد خوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات و اثرات کا "ٹرمنگھم" نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیاء، ان کے حلقوں میں پڑھے جانے والے موالید، قصائد اور نعتیہ منظومات اور ان کے

پڑھنے کے اسالیب و اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ جن میں سے بعض سلاسل' ان کے مولود نگار اور مقبول عام میلاد درج ذیل ہیں:

ابو مدین شعیب بن الحسن (۱۱۲۶۔۱۱۹۸ء) کا نام بارہویں صدی کے صوفیاء میں بہت مشہور ہے۔ جن کے سلسلہ کی ایک شاخ مصر میں بہت پھیلی' اس شاخ کے شاعر ابوالحجاج یوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ ابوالحسن علی شاذلی بھی (جن سے شاذلیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابو مدین ہی کے خاص پیروکار تھے۔ جن کے بڑے گہرے اثرات شمالی افریقہ کی نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی و سیاسی زندگی پر بھی مرتسم ہوئے۔

ترکی میں "سلیمان چلپی" (م ۱۴۲۱ء) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلہ تصوف سے تھا' یہ مولود صوفیہ کے حلقوں کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جاتا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصر اور پھر وہاں سے حجاز اور مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ ہی کی ایک شاخ "دُرْدیریہ" کہلائی' جس کے بانی "احمد بن دردیہ" (۱۷۱۵۔۱۷۸۶ء) کا نثری مولود بہت مشہور ہوا۔

ترکی سہروردیہ سلسلے کی ایک کڑی "زینیہ" کہلائی' جس کے بانی "شمس الدین محمد ابن حمزہ (۱۳۹۰۔۱۴۵۹ء) کے صاحبزادے حمد اللہ چلپی حمدی کا مولود بہت مشہور ہوا۔ نقشبندیہ سلسلے سے متاثر ہونے والوں میں' محمد عثمان المرغانی کے مولود "مولود المرغانی" کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس مولود کے آغاز میں محمد عثمان مرغانی نے مولود کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ مولود لکھنے کے لئے خواب میں کہا۔

قادریہ صوفیاء کے حلقوں میں امام برزنجی (م ۱۷۶۹ء) کا مولود النبیؐ بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی نشستیں "لیلہ" (ہمارے ہاں "شبینہ" کی طرح جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) کہلاتی ہیں۔ "لیلہ" میں مولود کے ساتھ ذکر اور دوسری مدحیہ منظومات بھی پڑھی جاتی ہیں۔

علوی (حضرمی) طریقہ میں "علی ابن محمد الحبشی" کا مولود "سمط الدرر" پڑھا جاتا ہے جو "مولود الحبشی" کے نام سے مشہور ہے۔

"تیجانی" طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں۔ اس لئے تیجانیہ سلسلہ میں مولود کی جگہ "جوہرۃ الکمال" کا ورد مقبول و مستعمل رہا۔ اس سلسلہ کے معتقدین کے نزدیک اگر جوہرۃ الکمال کو اس کے ضروری لوازمات' شرائط اور احتیاط کے ساتھ سات بار پڑھا جائے' تو اس کی ساتویں قرات کے دوران خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفل میں تشریف لاتے ہیں۔(۳۹) بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن المختار دوالعالیہ (م ۱۸۸۲ء) نے "مولد انسان الکامل" کے نام سے ایک مولد لکھا۔

مغرب میں صوفیاء کی مجالس میں میلاد خوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کرلی۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف میں قصاید کی صورت میں اظہار عقیدت و محبت کا رواج ہوا اور قصیدہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت یہ قصیدے ترنم ولحن کے ساتھ پڑھتی۔

میلاد النبیؐ کے علاوہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرتؐ کی معراج کی یاد میں صوفیاء کے ہاں معراجیہ نظمیں (معراج نامے) پڑھنے کا رواج ہے۔ ان نظموں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کی تفصیلات کا ذکر اور صوفیاء و سالکین پر اس ذکر سے پیدا ہونے والے روحانی اثرات و کیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے۔(۵۰) ان مواقع پر وہ مولد بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں خاص طور پر واقعہ معراج کا بھی تفصیلی ذکر ہے مثلاً سلیمان چلبی کا مولد' امام برزنجی کا مولد' نجم الدین الغیتی (م ۱۵۷۶ء) کا "قصہ معراج الکبریٰ"۔ اس ضمن میں ترکی میں غنی زادے نادری "تائی عثمان دیدے" اور نحیفی کے معراج نامے بھی قابل ذکر ہیں۔

ٹرمنگھم نے مغرب' سوڈان' مراکو' الجیریا' لیبیا' مصر' ترکی حتیٰ کہ روس کی ایشیائی مسلم ریاستوں(۵۱) میں صوفیاء کے اثرات کے ضمن میں خلوتیہ' شاذلیہ' قادریہ' سنوسیہ' اور نقشبندیہ طریق کی مختلف شکلوں' اجتماعات ذکر اور مذہبی منظومات خصوصاً حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح اور مدح و توصیف میں لکھے گئے' میلاد پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

جن موالید و منظومات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے تعلق رکھنے والے سالکین کی خاص مجلسوں میں پڑھی جاتیں۔ یہ مجلسیں "حضرہ" کہلاتیں اور ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار مبارک سے حاضرین کی روحانی تطہیر اور تزکیہ نفس کا کام لیا جاتا اور یہ مجالس انتظام اور مقاصد کے اعتبار سے ان میلادی مجلسوں سے مختلف ہوتیں جو عام لوگوں کے لئے صوفیاء کے اعراس یا دوسرے مواقع پر سرعام منعقد ہوتیں۔(۵۲)

اردو میلاد نامے جو مذہبی اجتماعات میں مقبول و مروج رہے ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ ذیل میں کچھ ایسے میلاد ناموں کے نام درج کئے جاتے ہیں' جن میں سے چند ایک بار بار چھپے' اور بعض کے ایڈیشنوں کی تعداد بھی شمار سے باہر ہے۔ وہ عرصہ دراز کے بعد آج بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ اور ان کی مقبولیت کا آج بھی وہی عالم ہے مثلاً مولود شہیدی (مولوی غلام امام شہید) مولود سعیدی (مولوی محمد علی خان سعید) زیور ایمان (۵۳) (مولوی محمد علی خان سعید لکھنوی) مولود اکبر (خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھی) مولود طپش (سید چراغ علی طپش) میلاد نامہ (خواجہ حسن نظامی) میلاد مقبول (کیف المسلمی الامروہی) میلاد گوہر (منشی گوہر علی خان گوہر رامپوری) تحفۃ الرسول (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی) میلاد پیغمبر (درد کاکوروی) آمنہ کا لال (راشد الخیری) وغیرہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور بیسویں صدی کے پہلے ربع میں تصنیف و شائع ہوئے اور ان میں نظم کے ساتھ نثر میں بھی نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح' اوصاف حمیدہ' فضائل پاکیزہ' غزوات و معجزات اور تعلیمات کا ذکر بڑے موثر اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے۔ ان سے میلاد نگاری کا شوق عام ہوا اور میلاد نامہ کی روایت کو بہت فروغ ہوا۔(۵۴)

صوفی شعراء یا وہ صوفی جو کسی روحانی و باطنی صوفیانہ مسلک سے وابستہ تھے ان کی مدحیہ و میلادیہ منظومات پر تصوف کے اثرات کی گہری چھاپ ہے' رومیؒ جامیؒ عطارؒ سنائیؒ عراقیؒ خسروؒ محمد باقر آگاہ' نوازش علی شیدا' شاہ رؤف احمد رافت' کافی مراد آبادی' مولانا گل محمد خان' عبدالعزیز محدث دہلوی' احمد رضا

خاں بریلوی' خواجہ محمد اکبر خاں وارثی اور بیدم وارثی کے میلادیہ کلام میں صوفیانہ جذب و مستی کا رنگ غالب ہے۔ صوفیائے کرام کے ان حلقوں سے میلاد خوانی ان کے زیر اثر ارادتمندوں' مریدوں اور پیروکاروں میں پھیل گئی۔ میلاد خوانی کا حلقہ وسیع ہوا اور اس طرح صوفیاء کے رجحان کے زیر اثر میلاد نگاری کو فروغ اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

علمائے بریلی اور مجالس میلاد

بریلوی مکتب فکر نے عصر حاضر میں میلاد خوانی کے حلقوں کو وسیع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ علمائے بریلی کے اس ذوق و شوق اور گہری دلچسپی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> "میلاد یا مولود شریف کی محفلیں پہلے بکثرت منعقد ہوتی تھیں۔ آج ان میں کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ علمائے دیوبند اور ان کے حلقوں سے یہ محفلیں اٹھ چکی ہیں اور اٹھتی جا رہی ہیں لیکن علمائے بریلوی کے حلقوں میں یہ محفلیں آج بھی مقبول ہیں اور ان کی محفلوں میں درود و سلام بھی بڑے جوش و خروش سے باآواز بلند پڑھا جاتا ہے۔"(۵۵)

سالانہ اعراس کی تقاریب

برصغیر پاک و ہند میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ کے اعراس ان کے مزارات اور خانقاہوں میں منائے جاتے ہیں۔ عام ڈائریوں میں خاص خاص اعراس کی تواریخ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ تقویم دارالاحسان (مرتبہ: صوفی برکت علی) ۱۹۹۱ء کے مطابق اعراس المیلاد مبارک کی تعداد ۱۳۵ بنتی ہے جو ہر سال منعقد ہوتے ہیں۔ ان میں عید میلاد النبیؐ' خلفائے راشدینؓ' صحابہ کبارؓ' صوفیاء و مشائخؒ' بزرگان دین اور دیگر مذہبی و ملی شخصیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں اولیائے کرام اور صوفیاء موجود ہیں' جن کا اس تقویم میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ان کا سالانہ عرس مقامی سطح پر منایا جاتا ہے۔ جن دیہات اور قصبات میں ان کے مزارات ہیں۔ اس طرح پورے سال میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا ہو گا جس میں کسی بزرگ کے عرس کی تقریبات نہ ہوں۔ ان محافل اعراس میں ایصال ثواب' سماع' درود و سلام اور میلاد خوانی سرفہرست ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سیاسی اثرات اور حکومت کی پابندیوں کے تحت ترکی اور مصر میں میلاد خوانی کی مجلسوں میں قدرے کمی واقع ہو گئی ہے۔ پھر بھی ہزاروں افراد ان اجتماعات میں اکٹھے ہوتے ہیں' خصوصاً مضافات میں ہزاروں لوگ آج بھی صوفیاء کے مختلف سلاسل سے وابستہ ہیں اور ثواب و برکت کے حصول کے لئے وہ ان اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور وہاں منعقد ہونے والے میلاد میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔(۵۶)

صوفیاء کے چند سلاسل میں بالعموم اور سلسلہ چشتیہ کی محافل اعراس میں بالخصوص محفل سماع منعقد

ہوتی ہے۔ ان میں نعتیہ و میلادیہ کلام بڑے سوز و گداز کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ سماع کے حق میں اور رد میں سینکڑوں رسائل لکھے گئے ہیں۔ ان فقہی مسائل سے قطع نظر' سماع ہر دور میں مرغوب و پسندیدہ رہا ہے۔ ان محافل سماع کے حوالے سے منظوم میلاد ناموں کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد

مولود شریف ہر دور میں مسجدوں اور گھروں میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ مذہبی تقریبات کے علاوہ گھر میں کسی خوشی کے موقع پر مثلاً کسی مت کے پورا ہونے پر' نئے گھر میں رہائش اختیار کرنے پر' بچے کا نام رکھنے' رسم بسم اللہ' ختنہ' عقیقہ' بیماری سے صحت یابی' سفر سے بخیر و خوبی واپسی وغیرہ پر بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ صاحب استطاعت باعث خیر و برکت سمجھ کر صدقات و خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں اور شیرینی بانٹتے ہیں۔

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے دراصل میلاد شریف کی موجودہ مجلسی صورت ہے۔ ذکر رسولؐ کی ہر محفل خواہ اسے جلسہ عید میلاد النبیؐ" جلسہ سیرت النبیؐ" سیرت کانگریس' سیرت کانفرنس' سیرت سیمینار' میلادیہ و نعتیہ مشاعرے یا درود و سلام کی محافل کا نام دے دیں۔ ان میں تقاریر و مضامین کے علاوہ میلاد و سلام پڑھنے کا خصوصی التزام بھی کیا جاتا ہے۔ اسلامی تہواروں کی مناسبت سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر میلاد النبیؐ کی تقاریب کے انعقاد کی روایت بھی چل نکلی ہے۔ یہ تبلیغ دین اور نبی کریمؐ سے محبت بڑھانے کا سبب بنتی ہیں۔ خواندہ لوگ تو کتابوں سے استفادہ کر لیتے ہیں۔ ناخواندہ لوگوں میں نبی کریمؐ کے احوال' اسوہ حسنہ' تعلیمات و ارشادات کثرت سے بیان کرنے سے ذہن میں نقش ہو جائیں گے' اس طرح یہ مجالس مذہبی اقدار کے فروغ اور دین کی تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔

ذرائع ابلاغ عامہ

پرانے زمانے میں آجکل جیسی ذرائع ابلاغ عامہ کی سہولتیں میسر نہیں تھیں اور نہ ہی لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے اخبارات و رسائل موجود تھے۔ اور نہ ہی ریڈیو' ٹیلی ویژن جو انسانی آواز کو پوری دنیا میں نشر کر دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور فکر و تدبر کو مضبوط دینی بنیاد فراہم کرنے میں اخبارات و رسائل کی عمومی و خصوصی اشاعتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ سالہا سال سے ہمارے قومی سطح کے اخبارات و رسائل نے ربیع الاول کے مہینے میں خصوصی اشاعتوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ان میں عید میلاد النبیؐ نمبر' سیرت نمبر' نعت نمبر اور ایسے کئی دوسرے ناموں سے شائع ہونے والے خاص نمبروں کی وجہ سے میلاد کی ترویج و تشہیر کا دائرہ عصر حاضر کی نسل تک بھی پہنچ گیا ہے۔

ان خاص نمبروں میں ماہنامہ "طریقت" لاہور میلاد نمبر جنوری ۱۹۱۷ء' ماہنامہ "القریش" امرتسر اپریل ۱۹۱۸ء' ماہنامہ "العزیز" بٹالہ میلاد نمبر ۱۹۱۹ء' ماہنامہ "نظام المشائخ" دہلی ۱۹۲۰ء' ماہنامہ "النجم" لکھنؤ میلاد نمبر

۱۹۳۰ء ماہنامہ "تصوف" لاہور میلاد نمبر ۱۹۳۲ء ماہنامہ "تاج" حیدر آباد دکن میلاد نمبر ۱۹۳۳ء ماہنامہ "جماعت" امرتسر رسول نمبر اکتوبر ۱۹۳۳ء ماہنامہ "پیشوا" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۹ء ماہنامہ "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲ء ماہنامہ "انوار صوفیہ" سیالکوٹ میلاد نمبر جولائی ۱۹۳۲ء ماہنامہ "مولوی" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۷ء ماہنامہ "السواد الاعظم" مراد آباد ۱۳۳۶ھ "الحسنات" رامپور رسول نمبر ۱۹۵۰ء ماہنامہ "آستانہ" دہلی رسول نمبر دسمبر ۱۹۵۳ء ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی سیرت نمبر دسمبر ۱۹۵۵ء ماہنامہ "فاران" کراچی سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء ماہنامہ "سالک" راولپنڈی میلاد نمبر ۱۹۵۸ء ماہنامہ "جلوہ طور" ملتان جنوری ۱۹۵۸ء ماہنامہ "آئینہ" لاہور سیرت نمبر اکتوبر ۱۹۵۹ء ماہنامہ "مسلم" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور منصب رسالت نمبر ستمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ "خاتون پاکستان" کراچی ستمبر اکتوبر ۱۹۶۲ء ماہنامہ "معارف اسلام" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۲ء ماہنامہ "مسلمہ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۳ء ماہنامہ "ترجمان حقیقت" لاہور میلاد نمبر اگست ۱۹۶۳ء ماہنامہ "ماہ نو" کراچی سیرت رسول نمبر جولائی۔ اگست ۱۹۶۳ء ماہنامہ "عوام" کراچی میلاد النبیؐ نمبر جون ۱۹۶۵ء ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر جولائی ۱۹۶۵ء ماہنامہ "ماہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ عید میلاد نمبر ۱۹۶۶ء ماہنامہ "بصیر" کراچی عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "محبوب" لائلپور میلاد نمبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "انجمن اسلامیہ میگزین" کراچی رسول نمبر مئی ۱۹۷۳ء ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور سیرت النبیؐ نمبر اپریل ۱۹۷۳ء ماہنامہ "مرچنٹ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "الوارث" کراچی میلاد نمبر اپریل ۱۹۷۳ء ماہنامہ "الجامعہ" محمدی شریف (جھنگ) میلاد نمبر نومبر ۱۹۷۳ء ماہنامہ "شام و سحر" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۵ء ماہنامہ "آستانہ" لائلپور میلاد نمبر ۱۹۷۵ء ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور میلاد النبیؐ نمبر مارچ ۱۹۷۵ء "ترجمان اہلسنت" کراچی مارچ ۱۹۷۵ء ماہنامہ "اوقاف" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۷۷ء ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۷ء ماہنامہ "محدث" لاہور رسول مقبول نمبر ۱۳۹۶ھ ماہنامہ "ندائے دین" کراچی انوار نبوت نمبر ۱۴۰۵ھ ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور میلاد نمبر ۱۹۷۸ء "صریر خامہ" مجلہ شعبہ اردو جامعہ سندھ نعت نمبر ۱۹۷۸ء ماہنامہ "سلطان العارفین" ککھڑ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء ماہنامہ "الرشید" ساہیوال سیرت نمبر ۱۹۷۹ء ماہنامہ "اظہار" کراچی سیرت نمبر ۱۹۷۹ء ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۸۰ء نذرانہ عقیدت بحضور سرور کونین" "مجلہ مہک" گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ۱۹۸۰ء "اقراء" گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۰ء "پاکستان سٹیٹ آئل ریویو" کراچی خصوصی سیرت نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ماہنامہ "البشر" لاہور ہادی انسانیت نمبر فروری ۱۹۸۰ء ماہنامہ انیس اہل سنت فیصل آباد میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۱ء ماہنامہ "محفل" لاہور خیر البشرؐ نمبر مارچ ۱۹۸۱ء "شاہین" ادبی مجلہ گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات سیرت نمبر دسمبر ۱۹۸۱ء "مجلہ سیرت النبیؐ" جشن عید میلاد کمیٹی کراچی جنوری ۱۹۸۱ء ماہنامہ "سلسبیل" لاہور سیرت مصطفیؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۱ء "نقوش" لاہور رسول نمبر ۱۹۸۲ء "فاران" ادبی مجلہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۲ء ماہنامہ "الوارث" کراچی رسول کریمؐ نمبر فروری ۱۹۸۳ء ماہنامہ "تاجدار حرم" کراچی میلاد نمبر ۱۹۸۳ء ماہنامہ "انوار الفرید" ساہیوال عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۳ء ماہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد سیرت

رسول نمبر ۱۹۸۵ء، "منہاج القرآن" لاہور میلاد النبیؐ نمبر نومبر ۱۹۸۷ء، ماہنامہ "نعت" لاہور میلاد النبیؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر رسائل بڑے اہتمام سے ہر سال ربیع الاول میں اپنے خاص نمبر شائع کر رہے ہیں۔ ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ہفتہ وار "ہلال" راولپنڈی، ہفت روزہ "سواد اعظم" لاہور، ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، پندرہ روزہ "رضوان" لاہور، دینی مدارس کے جرائد، اور ملی و قومی اخبارات کی ہفتہ وار خصوصی اسلامی ایڈیشنوں کی اشاعت کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

گراموفون کمپنیوں نے ریکارڈوں کی صورت میں(۵۷)، اور موجودہ زمانے میں ٹیپ ریکارڈ کیسٹس نے درود و سلام اور میلادیہ منظومات کو فروغ دیا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے محافل میلاد کی خصوصی نشریات نے میلاد کی روایت اور اسلوب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ عید میلاد النبیؐ کے پروگراموں کی تفصیلات پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے تعارفی کتابچوں میں گاہے بہ گاہے چھپتی رہتی ہیں۔ پندرہ روزہ "آہنگ" کراچی بھی ان کی تفصیلات شائع کرتا ہے۔ ان میں "ذکر نبیؐ" جشن میلاد النبیؐ ۱۹۷۳ء، ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام کا تعارفی میگزین ہے۔

میلاد ناموں کے ماخذ

میلاد ناموں میں نور محمدیؐ ولادت مقدسہ، معجزات، معراج، وفات، شمائل و خصائل اور تعلیمات و ارشادات کے تذکار کے اہم عربی و دیگر ماخذ درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید
۲۔ احادیث نبویؐ
۳۔ کتب سیر و مغازی
۴۔ کتب تفاسیر القرآن
۵۔ کتب تاریخ
۶۔ کتب شمائل
۷۔ کتب دلائل
۸۔ اسماء النبی الکریمؐ
۹۔ الہامی صحائف اور دیگر مذہبی کتب میں حضورؐ کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر۔

قرآن مجید میں نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب سے متعلقہ مقامات

اردو میں میلاد النبیؐ کے موضوع کی مناسبت سے حضورؐ کے میلاد، نور نبویؐ معراج، معجزات و مبشرات، اور فضائل و مناقب کے حوالے سے قرآن مجید سب سے اولین، مستند اور اہم ماخذ ہے۔ "دین اسلام کی طرح پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ اور خصائل حمیدہ کا اولین مرجع بھی یہی کتاب مبین ہے۔ اگرچہ اس میں آنحضرتؐ کے سوانحی حالات اور عادات و کردار کا ذکر مربوط اور مرتب شکل میں نہیں تاہم جگہ جگہ ایسے بلیغ اشارے اور حوالے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے حضور اکرمؐ کی سیرت و کردار کا ایک موثر تصور اور گہرا نقش ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے۔ قرآن میں آپؐ کی بشریت و رسالت، مقصد بعثت، کار نبوت میں آپؐ کی بے غرض راست روی، اخلاق کریمانہ، آپؐ کے غزوات و معجزات، اللہ تعالیٰ کے آپؐ پر احسانات اور بنی نوع انسان پر آپؐ کے فیوض و برکات کے بارے میں بنیادی نوعیت کی وہ تمام معلومات مل جاتی ہیں جن پر آپؐ کی سیرت طیبہ کی تعمیر و تشکیل عبارت ہے اگرچہ حضور اکرمؐ کے ہر سیرت نگار نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآن سے رجوع کیا ہے تاہم کچھ کوششیں خالصتاً" اس انداز میں بھی ہوئی ہیں جہاں سیرت رسولؐ کے تمام خدوخال قرآن پاک کی آیات بینات ہی سے اخذ کرنے کی جستجو ملتی ہے۔"(۵۸)

نبی کریمؐ کی سیرت و کردار اور فضائل و مناقب کے بارے میں اولیں سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ غیر

مسلموں نے بھی اس کی اہمیت و افادیت کو محسوس کیا ہے۔ سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ "محمدؐ کی سیرت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ جاننے کے سلسلہ میں قرآن کی اس خصوصیت میں فی الحقیقت کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں تمام بنیادی ماخذ موجود ہیں اور محمدؐ کی زندگی کے تمام وہ پہلو جن پر تحقیق اور جنہیں جاننے و سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے' اس (قرآن) کے ذریعے صحت کے ساتھ جانچے جا سکتے ہیں' چنانچہ ہمیں محمدؐ کی عام روزمرہ زندگی کے افعال و معمولات' دینی و مذہبی خیالات اور ان کی نجی زندگی سے متعلق تمام مواد قرآن میں مکمل طور پر میسر آ جاتا ہے محمدؐ کی سیرت پاک اور ان کا کردار معلوم کرنے کے لئے قرآن ایک ایسا روشن و شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ وضاحت و صراحت سے صاف صاف نظر آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر زبان زد خلائق تھی کہ آپؐ کی سیرت' قرآن ہے۔"(۵۹)

حضورؐ کی سیرت و حیات مبارکہ کے جاننے کے سلسلہ میں قرآن کریم کے بارے میں پروفیسر سید نواب علی لکھتے ہیں کہ: "مغازی و سیر کا یہ سب سے پہلا ماخذ (قرآن) رسول اللہ کی حیات ہی میں ۲۳ سال کے اندر حفظ اور تحریر دونوں ذریعوں سے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے ایک سال بعد حضرت ابوبکرؓ نے پورا قرآن مجید ایک کامل نسخے میں قلم بند کر لیا' جس کی چھ نقلیں حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں بلاد اسلامیہ میں بھیج دیں۔ پچاس سال تک یہی قرآن تھا جس میں سیرت رسول اللہ کا مطالعہ ان آنکھوں سے ہوتا رہا جنہوں نے اس پیکر قدسی کو اس عالم رنگ و بو میں چلتے پھرتے دیکھا تھا۔(۶۰)

قرآن مجید میں ایک طرف آپؐ کی زندگی کے اہم پہلو واضح کئے گئے ہیں' دوسری طرف آپؐ کے عہد کے بعض وقائع پر بحث کی گئی ہے اور تیسری طرف آپؐ کے کردار کی تمام خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ "ان سب کا تذکرہ کتب احادیث' کتب مغازی و سیر اور کتب تاریخ کی طرح مفصل و مرتب نہیں' بلکہ مختصر و مجمل ہے اور کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق دینے کے لئے ہے' کیونکہ قرآن مجید' موجودہ توریت کی طرح نہ محض تاریخ ہے اور نہ موجودہ اناجیل کی طرح محض سوانح عمری۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ صحیفہ ہدایت ہے جو آنحضرتؐ کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچا۔ حضورؐ ایک خاص ملک' ایک خاص عہد' اور ایک خاص معاشرے میں مبعوث ہوئے' لیکن آپؐ کو قرآن کی شکل میں جو پیغام ملا' وہ ساری دنیا' سارے زمانوں اور سارے معاشروں کے لئے تھا' چنانچہ جہاں قرآن مجید کی عام تعلیمات انسانوں کے لئے دستور حیات ہیں' وہاں صاحب قرآن کی زندگی ان کے لئے قابل عمل نمونہ اسوہ حسنہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی سیرت و کردار کو مومنوں کے لئے ایک اعلیٰ مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے کیونکہ آنحضرتؐ محض حامل قرآن نہ تھے بلکہ سراپا قرآن تھے۔"(۶۱)

اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل خود آپؐ کی ذات اقدس ہے جو لوگ آپؐ کی ہمہ صفت موصوف ذات بابرکات اور باکمال ہستی کو دیکھ کر ہدایت قبول نہیں کرتے انہیں کوئی دلیل یا کوئی معجزہ کیونکر راہ ہدایت دکھا سکتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّ نَذِيرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ (البقرہ: ۱۱۹) بے شک (اے محمدؐ) ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہو گا (کہ وہ کیوں ایمان نہ لائے اس لئے کہ آپؐ نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا)۔(۶۲)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ: ۱۲۹)

اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اس کی وضاحت میں مولانا فتح محمد لکھتے ہیں۔ "جس پیغمبر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔ اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ اسی حدیث سے حالی نے اس بیت کا مضمون اخذ کیا ہے۔

"ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا"(۶۳)

اس آیت کی تفسیر سید غلام حسین لکھتے ہیں۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اسماعیلؑ کی اولاد اہل عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد میں اہل عرب سے برابر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے چلے آئے جیسے میرے دادا عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ اللہ کو ایک جانتے تھے اور شرک نہ کرتے تھے نہ کراتے تھے۔ امام رازی نے بھی اسی بات کو لکھا ہے بس حدیث سے ثابت ہوا جب عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے تو حضورؐ کے والد اس دین سے کیسے خارج ہوئے جبکہ ان کی پشت میں نور محمدیؐ موجود تھا با حوالہ کفال اب ثابت ہو گیا کہ نبی پاکؐ آدمؑ سے لے کر جن جن نفوس قدسیہ سے تشریف لائے وہ شرک اور کفر سے پاک تھے۔"(۶۴)

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس رسولؐ تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔ اس کی تفسیر پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں۔ "تعمیر کعبہ کے وقت جو دعا حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے کی ان میں ان صفات والا رسول مبعوث فرمایا جائے' اب بتایا جا رہا ہے کہ وہ دعا مقبول ہوئی اور وہ

رسول کریمؐ ان تمام صفات سے متصف ہو کر تشریف فرما ہو گیا۔" (۶۵) یعلم کی تفسیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ یعلم کا فعل دوبارہ ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم پہلی کتاب و حکمت کی تعلیم سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منور و روشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول مروجہ تعلیم و تعلم سے نہیں بلکہ انعکاس ہے یعنی آفتاب قرآن کی کرنیں اور ماہتاب نبوت کی شعاعیں دل کے آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں۔" (۶۶)

رسول اللہ کی اطاعت ہی اطاعت خدا ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (النساء : ۱۳) اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

حضور نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب : ۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ خزائن العرفان میں ہے۔ "درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریمؐ کی تکریم ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ بخیل وہ ہے جو میرا نام سنے اور جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔" (۶۷)

حضورؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (النجم : ۳-۴)
اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر آپؐ کو افضل فرمایا:

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر : ۱) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ رقم طراز ہیں۔ "حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں۔" (۶۸)

نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم : ۱۷) (نہ درماندہ ہوئی چشم مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی (حضورؐ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپؐ کو نوازا اور فضل و احسان سے عزت افزائی فرمائی۔)(۶۹)

حضورؐ خلق عظیم کے مالک ہیں

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم : ۴) اور بے شک آپؐ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ حضورؐ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے' وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شاہ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف خود ہی ہر کمال اور ہر جمال کے پیکر رعنا اور تصویر جمیل نہ تھے بلکہ اپنے نیاز مندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لئے وہ ایک دلکش نمونہ بن گئے۔ جب اس عبد کریم کا مربی اور معلم خود رب العالمین ہے تو پھر اس تمیذ ارشد کے حسن ادب' حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔(۷۰)

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی محافظت اپنے ذمہ لی

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔ (المائدہ ۵ : ۶۷) ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بے شک خدا منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دشمنان رسول آپؐ کی جان کے درپے تھے۔ جاں نثاران رسالت مآبؐ راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد آپ نے پہرہ ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ اللہ خود نگہبان ہے تو پھر اور کسی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔(۷۱)

حضور نبی کریمؐ کا وسیلہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ : ۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔(۷۲) وسیلہ تلاش کرنے کی ضرورت اس لئے ہے جس کی بدولت تمہیں اس کا قرب حاصل ہو۔" اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہستی حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم گنہگار انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حکم کے مطابق وسیلہ ڈھونڈنے کے لئے رحمتہ اللعالمین کی ذات سے اور کون بہتر ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی بابت اشارہ فرما دیا ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے

کہ رضائے الٰہی کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تلاش کریں۔"(۷۳)

دربار رسالت کا ادب و احترام

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات : ۲) اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو (اس غیب بتانے والے نبی) کی آواز سے اور ان کے حضورؐ بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (الجن : ۲۶۔۲۷) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر (اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے) کسی کو مسلط نہیں کرتا (اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے) کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے "فرشتوں کو جو ان کی حفاظت کرتے ہیں"۔ (۷۴)

سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (المائدہ : ۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (آپؐ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپؐ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی) اور روشن کتاب یعنی قرآن شریف۔(۷۵)

آپؐ نے نور نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا

وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (الاحزاب : ۴۶) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا یعنی خلق کو طاعت الٰہی کی دعوت دیتا اور چمکا دینے والا آفتاب (درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپؐ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا۔ اور خلق کے لیے معرفت و توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا۔ حقیقت میں آپؐ کا وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیے۔(۷۶)

حضورؐ تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْ

مِنْ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ (آل عمران : ۸۱) اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے (اس طرح کہ ان کے صفات و احوال اس کے مطابق ہوں جو کتب انبیاء میں بیان فرمائے گئے ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں نبی کریمؐ مبعوث ہوں تو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی نصرت کریں۔"(۷۷)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الم نشرح : ۴) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ "حدیث شریف میں ہے، سید عالمؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپؐ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں، تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سید عالمؐ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بیکار و کافر ہی رہے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔"(۷۸)

معراج شریف حضورؐ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (بنی اسرائیل : ۱) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد و نواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔(۷۹) معراج سے حضورؐ کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپؐ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ مکہ مکرمہ سے حضورؐ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا، نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا، احادیث صحیحہ معتمدہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی۔ یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ نصوص آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا براق کے ساتھ حاضر ہونا، سید عالمؐ کو غایت اکرام و احترام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالمؐ کا انبیا کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سموات کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر آسمان کے دروازہ کا کھلوانا، ہر آسمان پر صاحب مقام انبیاء علیہم

السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا' اور حضور کی تکریم کرنا اور تشریف آوری کی مبارکبادیں دینا' حضورؐ کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا' وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرہ المنتہی کو پہنچنا' جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو بھی مجال نہیں ہے۔ جبرئیل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا' پھر مقام قرب خاص میں حضورؐ کا پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام و افکار بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں مورد رحمت و کرم ہونا اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا' اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا۔(۸۰) تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔ "بیت المقدس جملہ انبیاء سابقین حضورؐ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضورؐ کی اقتداء میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح جو عہد روز ازل' ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔(۸۱)

اسلام کبھی منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ "دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حجۃ الوداع جب یہ آیت نازل ہوئی' کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امان دی۔ ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے' اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے' فرمایا! کونسی آیت' اس نے یہی آیت الیوم اکملت لکم پڑھی۔ آپ نے فرمایا' میں اس دن کو جانتا ہوں' جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ آپؓ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا۔ آپؓ نے فرمایا۔ جس دن یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمرو ابن عباسؓ صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو' اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں' اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ اعظم نعم الٰہیہ کی یادگار و شکر گذاری ہے۔"(۸۲)

حضورؐ سراپا رحمت ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب جو کتاب مجید' دین حنیف' شریعت بیضا' خلق عظیم' دلائل قاہرہ' آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی' جسمانی اور روحانی

نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپؐ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنوں اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے، اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کمالات اور صفات عالیہ منتشر تھیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آئینہ میں حسن محمدیؐ اور جمال احمدیؐ کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ یہ تو عالم ناسوت میں حضورؐ کی گوناگوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالم ملکوت میں بھی حضورؐ کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے اور حضورؐ کا دست شفقت گل افشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمت محمدیؐ کے ظہور میں جو دلربا انداز ہے اور بحر کرم میں جو تلاطم اور روانی ہے، اس کا حال تو فقط وہ نفوس قدسیہ ہی جانتے ہیں جنہیں اس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہو۔ حضورؐ وہ رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس آفتاب کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے جو نہ زبان پر لایا جا سکے اور نہ قلم سے لکھا جا سکے۔" (۸۳)

آپؐ کی رسالت عامہ تمام جن و انس کو شامل ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سبا : ۲۸) اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ "حضورؐ سید عالم کی رسالت عامہ ہے۔ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں۔ حضورؐ تمام خلق کے رسول ہیں جو تمام جن و انس کو شامل ہے۔" (۸۴)

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ اور حضورؐ کو علم غیب ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل : ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ "حضورؐ نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی۔ صحابہ نے ان سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا۔ فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی اور تمہارے مابین کا علم بھی، جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے۔ اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے، اتنا ہی جانتا ہے۔" (۸۵)

محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ : ۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔" اس آیت کی تفسیر میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ رقم طراز ہیں۔ "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ،

طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ اس آیت مقدسہ میں حضورؐ کی تشریف آوری یعنی آپؐ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ کمال تکریم ہے۔"(۸۶)

حضورؐ کی بعثت نعمت عظیمہ ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (آل عمران: ۱۶۴) بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔"

"منت نعمت عظیمہ کو کہتے ہیں اور بیشک حضور کی بعثت نعمت عظیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضورؐ کی بدولت انہیں بینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپؐ کے صدقہ میں راہ راست کی ہدایت فرمائی اور آپؐ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔"(۸۷) بعثت اور ولادت آپس میں مترادف ہیں۔ قرآن مجید نے ولادت سے افضل لفظ بعثت استعمال کیا ہے جو ولادت کے بغیر بے مقصد ہو جاتا ہے لہٰذا بعثت مشن اور ولادت بعثت کے سبب کو ظاہر کرتی ہے۔

ذکر میلاد شریف سنت الٰہیہ ہے

قرآن شریف کی درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر میلاد شریف سنت الٰہیہ ہے: **قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ** (النساء: ۱۷۴) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ "واضح دلیل سے سید عالم کی ذات گرامی مراد ہے۔"(۸۸) **هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ کُلِّهٖ** (التوبہ: ۳۳) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ "رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" "حدیث میں ہے کہ سید عالمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا ہر ملت ہلاک ہو جائے گی۔"(۸۹)

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف: ۶) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔"(۹۰)

نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ (النور: ۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کے (ایک فانوس) میں ہو۔ وہ فانوس

گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے۔(۹۱) "یہ تمثیل نور حضورؐ کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کعب احبارؓ سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی۔ روشندان (طاق) تو حضورؐ کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔"(۹۲)

قرآن مجید کی وہ آیات مبارکہ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، شان و رفعت درجات، معراج و معجزات، آسمانی صحائف میں بشارات، رحمت و خلق عظیم، ظاہری و باطنی علوم، تعظیم و تکریم اور اطاعت کے احکام جابجا وضاحت و صراحت سے بیان کئے ہیں۔ زیر بحث موضوع (میلاد النبیؐ) کی جان ہیں:

قرآن میں آپؐ کی اولین جھلک بعد از خدا بزرگ توئی کے حوالے سے رحمت اللعالمین(۹۳)، خاتم النبیین(۹۴)، برھان ربانی(۹۵)، معلم کتاب و حکمت(۹۶)، اور ممدوح ملائکہ(۹۷) نظر آتی ہے۔

قرآن مجید میں کہیں آپؐ کی حیات مقدسہ کا ذکر ہے(۹۸)، کہیں آپؐ کے مولد(۹۹) کا، کہیں آپؐ کے حسن و جمال کے چرچے ہیں(۱۰۰)، کہیں آپؐ کے مزاج اقدس کا(۱۰۱)، کہیں آپؐ کے رنج و الم کا ذکر ہے(۱۰۲) اور کہیں آپؐ کی خوشنودی کا(۱۰۳)، کہیں آپؐ کے اخلاق عالیہ(۱۰۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی تعلیمات (۱۰۵) کا، کسی جگہ آپؐ کی نبوت کے اعلیٰ درجات پر سرفرازی کا ذکر ہے اور کہیں اس سرفرازی پر خوشیاں منانے کا بیان ہے۔(۱۰۷) کہیں آپؐ کے منازل و مقامات کا ذکر ہے(۱۰۸) اور کہیں آپؐ کی محبوبیت اور اقرابیت کا(۱۰۹)، کہیں آپؐ کے علم و فضل کا ذکر ہے(۱۱۰) اور کہیں آپؐ کی حکمت و دانائی کا بیان ہے(۱۱۱)۔ کہیں آپؐ کی حقیقت و ماہیت کا ذکر ہے (۱۱۲) اور کہیں سر کائنات کا(۱۱۳)، کہیں معراج سماوات(۱۱۴) اور ہجرت کا ذکر ہے تو کہیں بیعت(۱۱۵) کا کہیں غزوات(۱۱۶) کا ذکر ہے اور کسی جگہ فتوحات(۱۱۷) کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کہیں انبیائے سابقین کا آپؐ کے طفیل فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کا بیان ہے۔(۱۱۸) اور کہیں آپؐ کے انعام و اکرام کی تفصیل ہے۔(۱۱۹) کہیں آپؐ کی رحمت عام کا ذکر ہے۔(۱۲۰) اور کہیں آپؐ کی تعظیم و توقیر(۱۲۱) کا بیان ہے۔ کہیں آپؐ کی شفقت و مرحمت(۱۲۲) کا ذکر ہے۔ اور کہیں آپؐ کے انصاف و عدالت(۱۲۳) کا، کہیں آپؐ کی عبادت و ریاضت(۱۲۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے اخلاص عمل کا(۱۲۵)، کہیں آپؐ کی معصومیت(۱۲۶) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی بے داغ(۱۲۷) سیرت کو بیان فرمایا ہے۔ کہیں آپؐ کی مجلس کے آداب(۱۲۸) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی دلپذیر و دلنشین باتوں(۱۲۹) کا، کہیں آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری(۱۳۰) کا ذکر ہے اور کہیں اس محبت کا بیان ہے کہ دنیا کی ساری محبتیں اور چاہتیں اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں۔(۱۳۱) کہیں آپؐ کی رفعت و بلندی(۱۳۲) کا ذکر ہے اور کہیں انشراح صدر کا، کہیں آپؐ کو عطائے خاص(۱۳۳) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے فضل و کمال(۱۳۴) کو موضوع بنایا ہے۔ کہیں ازواج مطہرات(۱۳۵) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے دمساز

رفیقوں(۱۳۶) کا تذکرہ ہے۔ کہیں فرشتوں کے آنے جانے(۱۳۷) کا بیان ہے اور کہیں جنوں کے قبول اسلام(۱۳۸) کا بیان ہے۔

آپؐ کی رسالت احسان عظیم ہے'(۱۳۹) حضورؐ تمام انسانیت کے رسول ہیں(۱۴۰)' حضورؐ کی رسالت کا خود خدا گواہ ہے(۱۴۱)' آپؐ کی حیات مقدسہ سچائی کی روشن دلیل ہے(۱۴۲)' اس کے علاوہ آپؐ کی رسالت کی دلیل(۱۴۳)' اور بعثت کے مقاصد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔(۱۴۴)

اللہ تعالٰی نے حضورؐ کے درجات کو بلند فرمایا(۱۴۵)' اللہ تعالٰی نے تمام انبیاء سے حضورؐ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ لیا(۱۴۶)' حضورؐ اور حضورؐ کے پیروکار حضرت خلیل کے جائز وارث ہیں(۱۴۷)' آپؐ کو دیدار الٰہی ہوا(۱۴۸)' حضورؐ کے مدارج کی ترقی غیر متناہی ہے(۱۴۹)' حضورؐ کے تسکین قلب کے لئے پیغمبروں کے حالات بیان کئے گئے(۱۵۰)' اللہ تعالٰی کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا(۱۵۱)' آپ سب بنی نوع انسان کے رسول ہیں(۱۵۲)' انبیاء کے ذکر میں حضورؐ کو مقدم کیا کیونکہ حضورؐ اول تخلیق ہیں(۱۵۳)' حضورؐ اول المسلمین ہیں(۱۵۴)' آپؐ ہدایت مستقیم پر ہیں(۱۵۵)' آپؐ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔(۱۵۶)

حضورؐ کا معراج پر تشریف لے جانا(۱۵۷)' معجزہ شق القمر(۱۵۸)' عقیدہ حیات النبیؐ(۱۵۹)' یا ایھا المزمل سے خطاب(۱۶۰)' یا ایھا المدثر کا خطاب(۱۶۱)' رخ انور کی قسم(۱۶۲)' گیسوئے عنبریں کی قسم' ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا(۱۶۳)' آپؐ کا دشمن ابتر ہے۔(۱۶۴)

آسمانی صحائف میں آپؐ کی تشریف آوری کے بارے میں واضح اشارات و بشارات موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ان آسمانی صحائف کی بشارات کے بارے میں کئی مقامات پر واضح طور پر نشان دہی کی گئی ہے۔ جیسے حضورؐ کی بشارت انا جیل میں (۱۶۵)' تورات میں حضورؐ کے کمالات کا ذکر(۱۶۶)' اہل کتاب کو حضورؐ کی صداقت کا یقین تھا(۱۶۷)' اہل کتاب حضورؐ کو خوب پہچانتے ہیں(۱۶۸)' حضورؐ کی بعثت کے لئے دعائے خلیل۔(۱۶۹)

حضورؐ کی رحمت واسعہ(۱۷۰)' حضورؐ کی بعثت سے اتفاق و محبت کی فضاء(۱۷۱)' یہود سے عفو و درگذر کرنے کا حکم(۱۷۲)' حضورؐ کی تشریف آوری سے اوس و خزرج میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی(۱۷۳)' بنی ہوازن کے اسیروں کی واپسی اور ان پر رحمت عظیم(۱۷۴)' ابو سفیان کا حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا کرانا اور مینہ کا برسنا(۱۷۵)' فقرائے امت پر آپؐ کی نگاہ شفقت(۱۷۶)' فقراء سے حضورؐ کی محبت(۱۷۷)' اللہ تعالٰی نے آپؐ کو درگذر کرنے کی تلقین فرمائی(۱۷۸)' اپنی امت کی مغفرت کے لئے دعائیں۔(۱۷۹)

حضورؐ کو حروف مقطعات کا علم(۱۸۰)' غیب بذریعہ وحی بتانا(۱۸۱)' حضورؐ کو علم غیب سکھایا گیا(۱۸۲)' جن انبیاء و رسل کا قرآن مجید میں ذکر نہیں' حضورؐ کو ان کا بھی علم تھا(۱۸۳)' حضورؐ اپنی امت کے ہر فرد کو اس کے چہرہ اور اعمال سے پہچانتے ہیں(۱۸۴)' اللہ تعالٰی نے قرآن کریم اپنے حبیب کو خود پڑھایا ہے(۱۸۵)' حضورؐ کو علوم عطا فرمائے گئے(۱۸۶)' حضورؐ کے علم لدنی کی کیفیت(۱۸۷)' روح کا علم(۱۸۸)' قیامت کا علم(۱۸۹)' تعلیم الٰہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے(۱۹۰)' حضورؐ کی تعظیم اور توقیر کا حکم(۱۹۱)'

بارگاہ رسالت میں یہود کی بے ادبیاں(۱۹۲)' یہود کی دل آزاری اور اللہ تعالیٰ کی دلجوئی(۱۹۳)' مجاہد غالب آ جائے یا قتل ہو جائے اسے اجر عظیم ملے گا۔(۱۹۴)

حضورؐ کی اطاعت کا قرآن مجید میں جگہ جگہ حکم ہے۔ نبی کریمؐ کی اتباع محبت الٰہی کی نشانی ہے(۱۹۵)' جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا(۱۹۶)' جو نافرمانی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا(۱۹۷)' جو رسول کا مطیع ہے وہی اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے(۱۹۸)' حضورؐ کی نافرمانی کا نتیجہ توفیق الٰہی سے محرومی ہے(۱۹۹)' جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے' اس کے لئے شدید عذاب ہے۔(۲۰۰) حضورؐ کے نافرمان روز حشر ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے(۲۰۱)' اللہ اور رسول کا فرمان نہ ماننے والا کھلا گمراہ ہے۔(۲۰۲)

آج تک جتنے میلاد نامے لکھے گئے ہیں۔ ان سب کا اولیں مرجع و ماخذ قرآن شریف ہے۔ حضورؐ نبی کریم کی بعثت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان' انعام اور رحمت ہے۔ "قرآن کی ہر آیت اور ہر واقعہ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہے اور بالواسطہ یا بلا واسطہ انہی سے اس کا تعلق ہے۔ مولانا جامیؒ نے صحیح فرمایا تھا کہ : "ہمہ قرآن در شان محمدؐ" (۲۰۳) اس لحاظ سے نور محمدیؐ" میلاد النبیؐ" معراج نبیؐ" معجزات و مبشرات' شمائل و فضائل' اوصاف و خصائل' اسوہ حسنہ اور حضورؐ کے مقام و منصب کی عظمت کے بیان میں قرآن مجید کے حوالہ جات سب سے وقیع ہیں۔

قرآن مجید میں حضورؐ کے اسمائے مبارکہ

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کا ذکر ملتا ہے۔ ان دو ناموں کے علاوہ آپؐ کو فضائل و شمائل کی نسبت سے صفاتی ناموں سے پکارا گیا ہے جبکہ باقی تمام پیغمبروں کو ان کے اصل ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے۔

حضورؐ کے اسمائے مقدسہ کو جمع کرنے کی ابتداء قرآن شریف سے ہوئی۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ کے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کے حوالے سے مفسرین' محدثین اور دیگر علماء و مشائخ نے اس موضوع پر مستقل کتابیں' رسائل اور ابواب تحریر کر کے نجات اخروی کا سامان تیار کیا ہے۔ ان کتابوں میں اسمائے نبویؐ کی تشریح' معانی اور ان کے اوراد و وظائف کے اثرات و ثمرات کا ذکر کر کے ہر دور میں عقیدت و محبت کے حسین گلدستے پیش کئے ہیں۔ درج ذیل اسمائے مبارکہ کا حوالہ قرآن مجید میں ملتا ہے :

محمد (فتح : ۲۹)' احمد (صف : ۶)' مصطفیٰ (آل عمران : ۳۳)' مجتبیٰ (آل عمران : ۱۷۹)' یٰسین (یٰسین : ۱)' طٰہٰ (طٰہٰ : ۱) مزمل (مزمل : ۱)' مدثر (مدثر : ۱)' نبی امی (اعراف : ۱۵۷)' نور (مائدہ : ۱۵)' شاہد (احزاب : ۳۵) بشیر و نذیر (سبا : ۲۸)' ن (قلم : ۱)(۲۰۴)' القلم (قلم : ۱)' داعی الی اللہ (احزاب : ۳۶)' ہادی و منذر (رعد : ۷)' روشن چراغ (احزاب : ۳۶)' مزکی نفوس انسانی (آل عمران : ۱۶۴)' معلم کتاب و حکمت (آل عمران : ۱۶۴)' تاریکیوں سے نکالنے والے (ابراہیم : ۱)' غلط بندھنوں سے نجات دلانے والے ہیں (اعراف : ۱۵۷)' صاحب قول فیصل ہیں (احزاب : ۳۶)' سراپا ہدایت ہیں (نمل : ۲۷)' سراپا رحمت ہیں (انبیاء : ۱۰۷)' حامل

صدق ہیں (زمر: ۳۳)' مرکز حق ہیں (نساء : ۱۷۰)' برھان ہیں (نساء : ۱۷۴)' حاکم برحق ہیں (نساء : ۱۰۵)' روف و رحیم ہیں (توبہ : ۱۲۸)' صاحب خلق عظیم ہیں (قلم : ۴)' تمہارے گواہ ہیں (حج : ۷۸)' خاتم النبیین (احزاب : ۴۰)' اول المومنین ہیں (بقرہ : ۲۸۵)' اول المسلمین (انعام : ۱۶۳)' عبد (کامل) ہیں (بنی اسرائیل : ۱)' صاحب کوثر ہیں (کوثر : ۱)' ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے (احزاب : ۶)۔(۲۰۵)

قرآن مجید کے جن چند ارشادات کی نشاندہی کی گئی ہے' ان میں نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں حضورؐ کی ذات بابرکات کے احوال کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے' ان سب کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے۔

احادیث نبوی

میلاد نامے احادیث کے سرمایہ سے بھی ماخوذ ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کے بعد ان کتب کا دوسرا بڑا ماخذ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کتب حدیث دراصل ایک ایسا آئینہ ہے' جس میں عصر نبوت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے نیز یہ آئینہ نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ اور اخلاق جلیلہ کی عکس نمائی کرتا ہے۔(۲۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریر کا نام حدیث ہے اور ایسے واقعات جو آپؐ کے سامنے پیش آئے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی' وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔(۲۰۷) حدیث کے مفہوم کے لئے اثر' خبر اور سنت کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ مصطفیٰ السباعی نے سنت اور حدیث کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول فعل' تقریر' جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از بعثت منقول ہو' اس کو سنت کہتے ہیں۔(۲۰۸) محدثین نے بے حد تلاش و جستجو' نیک نیتی و خلوص اور چھان بین کرنے کے بعد مجموعہ ہائے احادیث مرتب کر کے حضورؐ کی سیرت کو کمال جامعیت سے محفوظ کر لیا۔ اور یہ ان کا بے نظیر کارنامہ ہے۔ "شمائل ترمذی (امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ) کے علاوہ کسی اور محدث نے کوئی خاص کتاب حضورؐ کی زندگی کے حالات میں نہیں لکھی' لیکن تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو بھی بیان کیا ہے' جو آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں۔ پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں' جن سے کم و بیش آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات درست اور صحیح طور پر دریافت ہو سکتے ہیں اور جن کو معقول طرح سے ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک مستند و معتبر تذکرہ آپؐ کی زندگی کا جمع ہو سکتا ہے۔"(۲۰۹)

نبی کریمؐ کو خود حدیث کی حفاظت مطلوب تھی' آپؐ چاہتے تھے کہ آپ کے ارشادات وضاحت و صراحت سے امت مسلمہ تک پہنچ جائیں۔ اسی وجہ سے آپؐ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب وضاحت کے ساتھ الفاظ ادا فرماتے تاکہ سننے والا آپؐ کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین کر کے آپؐ کے اقوال کو یاد رکھ سکے۔ ضروری باتوں کو آپؐ تین تین مرتبہ بھی دہراتے تاکہ حاضرین انہیں اچھی طرح یاد کر لیں۔ آپؐ نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِد

الغائب (جو موجود ہیں' وہ غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں)' تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ (تم مجھ سے سنتے ہو' دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے)' نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا حَتّٰى يُؤَدِّيَهَا إِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا (اللہ اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے' جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی' یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچا دی جس نے اسے نہ سنا)(۲۱۰) آپؐ نے صحت حدیث برقرار رکھنے کے لئے خبردار فرمایا: جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔(۲۱۱)

حدیث نبویؐ کی ترتیب و تدوین کا کام آنحضرتؐ کی حیات مبارکہ میں شروع ہو گیا تھا۔ ابتداء میں حضورؐ نے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں التباس نہ ہو صرف قرآن مجید لکھنے کی اجازت دی اور جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ صحابہ کرامؓ نے حفظ بھی کر لیا تو پھر آپؐ نے حدیث لکھنے کی کھلم کھلا اجازت دے دی تھی۔ سرور کائناتؐ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔ قلمبند کر کے علم کو محفوظ کر لو۔(۲۱۲) اس کے بعد پوری امت کتابت حدیث کے جواز پر یک زبان ہو گئی۔ اس لحاظ سے ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔(۲۱۳) دراصل آپؐ کے ان اقوال و احوال اور سیر و سوانح کے متعلق پہلا مستند حوالہ وہی صحابہ و صحابیات ہیں جنہوں نے آپؐ کے ارشادات سنے اور ان افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اسے ذہن میں یا کاغذ پر محفوظ کر لیا۔ احادیث کے راویوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تک ہے۔ اس ذخیرہ احادیث میں صحیح' قوی' ضعیف اور موضوع احادیث سب الگ الگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر کثیر التعداد احادیث جن کی جمع و تالیف مختلف زمانوں میں ہوئی' یہ ممکن نہیں کہ ان سب کے مصادر ہر لحاظ سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہوں۔(۲۱۴)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "ان لوگوں کو جو آنحضرتؐ کے اقوال' افعال اور متعلقات زندگی کی روایت' تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے ہیں' راویان حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں۔ جن میں صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں۔ جب تمام سرمایہ روایت تحریری صورت میں آ گیا تو ان تمام راویوں کے نام و نشان' تاریخ زندگی اور اخلاق و عادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا' جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے' اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام' اسماء الرجال ہے۔ مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر (اصابہ فی احوال الصحابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء-۱۸۶۴ء میں) لکھتے ہیں: "کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری' نہ آج موجود ہے' جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد کیا' جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

صحابہ کرام کی تعداد حیات نبویؐ کے آخری سال حجتہ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی' ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں' اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم و بیش آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اور واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے' یعنی جنہوں نے روایت کی

خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے۔" (۲۱۵)
صحابہؓ اور تابعینؒ نے اپنے قوی حافظہ کی بدولت ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو زبانی سن کر اس طرح یاد کیا جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں۔ ایک ایک محدث کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا اور یاد رکھتا تھا اگرچہ بعد میں لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے اہل علم میں ان کی عزت نہیں ہوتی تھی۔ (۲۱۶) لیکن اس پوری احتیاط کے باوجود خود عہد نبوی میں اخبار و سیر اور احکام سنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ (۲۱۷) بعض صحابہؓ و صحابیاتؓ کا سراغ ملتا ہے جنھوں نے حدیث کے اپنے اپنے مجموعے حیات مبارکہ میں ہی تیار کر لئے تھے۔

قرآن کی رو سے ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسولؐ کی دل و جان سے اطاعت نہ کرے۔ آپؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی و اتباع تمام مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ضروری ہے۔ انہی وجوہ کی بناء پر احادیث نبویؐ کو ہر مسلمان کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان احادیث مقدسہ میں تمام دینی مسائل، دنیاوی معاملات، قرآن کی تشریح و توضیح، اخلاق و معاشرت، حضورؐ کے فکر اور احوال، اقوال اور اعمال غرضیکہ ان سب معاملات کی مکمل تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے حدیث کا سرمایہ آپؐ کی سیرت و کردار اور خصائل و شمائل کے بیان میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

احادیث نبویؐ پر مشتمل صحائف جو حیات طیبہ میں تیار ہوئے تھے، انہیں بڑی دیر تک مقبولیت حاصل رہی اس کے بعد ان صحائف کے چیدہ چیدہ حصے بعد کے مستند مجموعوں میں ضم ہو گئے۔ حدیث کی باقاعدہ تدوین کی تحریک سے بے شمار مجموعے مرتب ہوئے اور ان کی تفصیلی شروح بھی لکھی گئیں۔ اس طرح حدیث کے چھوٹے بڑے مجموعوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔

صحاح ستہ

احادیث کے مجموعوں میں چھ اہم کتابیں ہیں۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کے مرتب کرنے والوں کو صحیح العقیدہ مسلمانوں نے عام طور پر مستند مانا ہے۔ یہ کتابیں احادیث کے بہترین انتخاب پر مشتمل ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ الجامع الصحیح (امام بخاریؒ ۱۹۴ھ ــــ ۲۵۶ھ)
۲۔ صحیح مسلم (امام مسلمؒ ۲۰۴ھ ــــ ۲۶۱ھ)
۳۔ سنن ابوداؤد (امام ابوداؤدؒ ۲۰۲ھ ــــ ۲۷۵ھ)
۴۔ جامع ترمذی (امام ترمذیؒ ۲۱۵ھ ــــ ۲۷۹ھ)
۵۔ سنن نسائی (امام نسائیؒ ۲۱۵ھ ــــ ۳۰۳ھ)
۶۔ سنن ابن ماجہ (ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ ــــ ۲۷۳ھ)

احادیث کی مندرجہ بالا کتب قرآن مجید کے بعد دوسرے درجے کی نص تصور ہوتی ہیں۔ یہ سب کی سب تیسری صدی ہجری میں تالیف ہوئیں۔ صحاح ستہ سے پہلے کتب احادیث میں صحیح، حسن اور ضعیف

قسم کی احادیث جمع کر دی گئی تھیں اور ان میں سے مستند روایات کی تلاش خاصا دشوار کام تھا نیز کسی ایک موضوع پر احادیث کو یکجا کر کے ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ پہلے دور کے حدیث کے جامعین کے نزدیک سب سے ضروری امر احادیث نبوی کی حفاظت تھی جس میں وہ بحسن و خوبی کامیاب ہوئے۔ صحاح ستہ کے مرتب کرنے والوں نے اس سارے ذخیرے کی چھان بین کر کے فقہی ابواب کی صورت میں سارا مواد یکجا کیا اور نہ صرف ایسی احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا جن کی اسانید صحیح تھیں بلکہ اس ذخیرے کو فقہ و سیر اور تفسیر وغیرہ کے مختلف ابواب میں منقسم کیا۔(۲۱۸) امام بخاری اور امام مسلم کے مجموعے خاص طور پر معتبر ہیں۔ ان میں صرف ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جو بالکل صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ باقی چار مولفین کی احادیث سنن سے متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے مجموعے عام طور پر ملا کر سنن اربعہ' کے نام سے موسوم ہیں۔ صحاح ستہ میں بعض علماء نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کو شامل کیا ہے۔ ابن الاثیر اور محدث رزین یہی رائے دیتے ہیں البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی دارمی کو صحاح ستہ میں شامل کرتے ہیں۔ **الکتب الخمسہ** (پانچ کتب) کی اصطلاح سے مراد صحاح ستہ ماسوائے ابن ماجہ مراد لی جاتی ہیں۔(۲۱۹) اور جب احادیث کے بیان میں **رواہ الخمسہ** لکھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے روایت کی۔(۲۲۰)

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں۔ "کتاب صحاح ستہ میں سے ہر کتاب اپنی الگ خصوصیت رکھتی ہے جو شخص فقیہ بننا چاہے وہ صحیح بخاری کا مطالعہ کرے جو قلت معلیقات (بے سند حدیث کو تعلیق کہتے ہیں) کا خواہاں ہو وہ صحیح مسلم کا ہو رہے۔ جو علم حدیث میں زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو وہ جامع ترمذی کا مطالعہ کرے۔ احادیث احکام کے لئے ابو داؤد کا مطالعہ مفید ہو گا۔ جو فقہی ابواب کی حسن ترتیب کا شائق ہو وہ ابن ماجہ پڑھے۔ جہاں تک نسائی کا تعلق ہے۔ اس میں بخاری و مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔(۲۲۱)

کتب احادیث میں بالعموم اور صحاح ستہ کی احادیث میں بالخصوص اسلامی عقائد و نظریات' ارکان اسلام اور ان سے متعلقہ احکام' دینی فرائض' اسلامی تعزیرات' غسل و طہارت' طعام و لباس' آداب و اخلاق اور معاشی و سماجی معاملات سے متعلق بے شمار موضوعات و مضامین کو احادیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں کچھ احادیث جزا و سزا' جنت و دوزخ' قیامت' وحی' فرشتوں اور انبیائے کرام سے متعلق ہیں۔ احادیث کا ایک بڑا حصہ آپؐ کی ولادت مبارکہ' حسب و نسب کی بلندی' سیرت و سوانح' نور محمدیؐ' خصائل و شمائل' غزوات و معجزات' معراج' وفات' ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کبارؓ سے آپؐ کے تعلقات و معاملات کے بیان پر مشتمل ہے۔

احادیث میں آپؐ کے فضائل و کمالات کے بعض عنوانات یہ ہیں : نبوت' رسالت' اسراء' وحی' شفاعت عاصیاں' وسیلہ' درجات رفیعہ' مقام محمود' براق' معراج' ساری کائنات کی طرف بعثت' انبیاء کے ساتھ امام بن کر نماز پڑھنا' انبیائے کرام اور ان کی امتوں پر شاہد ہونا' بنی آدم کی سرداری' بشارات' مالک عرش و فرش کا قرب خاص' ساری کائنات کے لئے رحمت' اطاعت' امانت' ہدایت' عطیہ رضا' حوض کوثر'

کلام الٰہی کا سننا' اتمام نعمت' اگلوں پچھلوں کی مغفرت کے باعث' شرح صدر' مخلوق کا بوجھ ہلکا کرنے والا' رفعت ذکر' تائید ایزدی سے سرفراز' صاحب سکینہ' تائید ملائکہ' صاحب کتاب و حکمت و سبع مثانی و قرآن عظیم' امت کا تزکیہ کرنا' مخلوق کو خالق کی طرف بلانا' اللہ اور فرشتوں کا صلوۃ بھیجنا' لوگوں کے درمیان حکم الٰہی سے حاکم و منصف ہونا' امت محمدیہ سے اگلی امتوں والی سختیوں کو ہٹانے والا' خدا نے اس کے نام (حیات) کی قسم کھائی' اجابت دعا' جمادات کا آپؐ سے کلام کرنا (حالانکہ وہ زبان سے محروم ہیں)۔ مردوں کو زندہ کرنا' بہروں کو سنانا' انگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہا دینا' تھوڑے طعام کو زیادہ کر دینا' چاند کو شق کرنا' سورج کو لوٹانا' قلب اعیان' رعب کے ذریعے مدد کیا جانا' غیوب پر مطلع کیا جانا' ابر کا سایہ کرنا' کنکریوں کا تسبیح پڑھنا' رنج و الم کا دور کیا جانا' لوگوں کے شر سے محفوظ ہونا' وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں یہ طاقت ہی نہیں کہ کمالات مصطفویہؐ کا احاطہ کر سکے۔ آخرت میں آپؐ کے لئے اعلیٰ منزل' مقدس درجات اور سب سے بلند و بالا سرداری کے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔

احادیث میں آپؐ کے شمائل' حسن و جمال اور تناسب اعضا میں آثار کثیرہ بیان ہوئے ہیں۔ آپؐ کا رنگ اجلا تھا' آنکھیں سیاہ گہری اور قدرے سرخی مائل تھیں' رنگ ایسا سفید تھا جو سرخی کی جانب مائل ہو' ناک مبارک لمبی اور منور تھی۔ سامنے والے دانت ایک دوسرے سے جدا تھے' چہرہ مبارک کسی قدر گول' پیشانی کشادہ' ریش مبارک بھاری جو سینہ اقدس کو ڈھانپ لیتی تھی' سینہ بے کینہ اور شکم مبارک برابر رہتے تھے' صدر انور کشادہ' اور بڑے جوڑ موٹے تھے' بازو' کلائیاں اور پنڈلیاں بھاری' ہاتھ پیروں کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں' جسم پر بال بہت کم تھے' چھاتی اور شکم اطہر بالوں سے خالی' بازوؤں اور کندھوں پر بال تھے' سینہ فیض گنجینہ سے ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی' قد میانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد لیکن لمبے قد والا آدمی بھی اگر آپؐ کے ساتھ چلتا تو دیکھنے والے کو آپؐ ہی اونچے محسوس ہوتے تھے' بال مبارک شکن دار تھے' جب تبسم فرماتے تو بجلی کی روشنی یا بادلوں کی چمک کے مانند دھن مبارک کھلتا' گیسوئے مبارک گھنے تھے' جب کلام فرماتے تو سامنے والے اوپر اور نیچے کے دندان مبارک سے نور کی شعاؤں کے چشمے پھوٹ نکلتے تھے' گردن حسین ترین تھی جو زیادہ لمبی اور بہت چھوٹی نہ تھی' آپؐ زیادہ فربہ نہ تھے' جسم پھرتیلا اور کم گوشت تھا' کانوں کی لو تک بال' قریب یا دور ہر حالت میں حسین و جمیل نظر آتے تھے' جس راستے سے گذرتے جسم اطہر فضاؤں کو معطر کر جاتا' تمام انسانوں سے عقلمند' جس طرح آگے کی چیزوں کو دیکھتے' پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح آپؐ کو نظر آتی تھیں' چلنے میں تیز رفتاری یوں لگتا جیسے زمین آپؐ کے لئے سمٹتی چلی جاتی تھی' چلتے وقت قدرے آگے کو جھکے رہتے' تیز بھی چلتے تو بڑے آرام سے چلتے تھے۔ (۲۲۲)

احادیث میں آپؐ کے خصائل و فضائل کو بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سب لوگوں سے زیادہ وسیع القلب' گفتگو میں سچے' نرم طبیعت والے' حسن سلوک کرنے والے' بندہ نواز' حاجت روائی میں بے مثال' مجسمہ رحمت' شفقت میں بے عدیل' صلہ رحمی کرنے والے' عاجزوں کے سر کا بوجھ ہلکا کرنے والے'

غرباء کو مال و دولت مرحمت فرمانے والے' تمام لوگوں سے زیادہ متواضع اور مہمان نواز' غایت درجہ محسن' بے حساب' کریم النفس' تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی' حسن ادب اور دلجوئی میں لاثانی' ظالم کو معاف کرنے والے' اخلاق حسنہ کے زیور سے پیدائشی طور پر مزین' بتوں اور شاعری سے پیدائشی طور پر نفرت کرنے والے' سب سے زیادہ باحیا' حلیم و بردبار' شجاعت و استقلال' صبر و تحمل' عفو و کرم میں بے مثال' جاہ و جلال کی دولت سے مالا مال' طب' ریاضی وراثت' میراث' انساب وغیرہ علوم و فنون میں بے شمار معجزات کے مالک' غیر محدود علوم و معارف' النبی الامی' فصیح البیان' کم گو' شیریں کلام' عدل' امانت' عفت صداقت کی صفات سے مزین' اموال دنیا کی طرف مائل نہ ہوتے جو میسر آتا وہی کپڑا پہن لیتے' اکثر اوقات آپ' کا لباس عمامہ کھردری چادر اور موٹا تہمد ہوتا جبکہ دوسرے لوگوں کو ریشم کی قبائیں تقسیم فرماتے رہتے تھے جن کے اندر سونے کی تاریں ہوتی تھیں' شکم سیر ہونے سے فاقہ زیادہ عزیز تھا' تمام لوگوں سے زیادہ باوقار نظر آتے' عام طور پر خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہیں فرماتے تھے' ہنسی بھی صرف تبسم کی حد تک محدود رہتی' آپ' کی مبارک محفل حلم و حیا اور خیر و خوبی کا مرقع ہوتی' کسی کی دل آزاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا' آپ' کو خوشبو مرغوب تھی' قلب رہتا بیدار سوتی تھی آنکھیں۔

آپ' کو عدیم المثال حسب و نسب کی شرافت و بلندی' قدر منزلت' اور رسالت میں انتہائی عز و شرف کا منصب حاصل ہے۔ آپ' کا فرمان ہے: "معرفت میرا سرمایہ' عقل میرے دین کی بنیاد' محبت جڑ' شوق میری سواری' ذکر الٰہی میرا مونس' وثوق میرا خزانہ' غم میرا رفیق' علم میرا ہتھیار' صبر میری چادر' رضا میری غنیمت' عاجزی میرا فخر' زہد میرا پیشہ' یقین میری قوت' صدق میرا سفارشی' احکام الٰہی کی اطاعت میرا حسب' جہاد میری عادت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ذکر الٰہی میرے دل کا پھل ہے۔ میرا غم اپنی امت کے لئے ہے۔ اور میرا اشتیاق اپنے پروردگار کی جانب ہے۔" (۲۲۳) اللہ تعالیٰ نے آپ' کو سب سے اچھی صورت اور اچھی آواز سے نوازا۔ نگاہیں عموماً نیچی رکھتے تھے۔ جو بھی ملتا اسے پہلے خود سلام کرتے' نعمت کی قدر کرتے اگرچہ قلیل ہوتی۔

احادیث میں آپ' کے معجزات کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق القمر' معجزہ حبس شمس' انگشت ہائے مبارک سے پانی جاری ہونا' کھانے میں برکت' پانی کا جاری کرنا' درختوں کا کلام کرنا' گواہی دینا اور حکم بجا لانا' مسجد نبوی کے ستون کی گریہ و زاری' کنکریاں کلمہ پڑھتی ہیں' پہاڑ کانپنے لگا' آپ' کی ہیبت سے ہربت تھر تھرا کر گر گیا' سفر شام میں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کرتا ہو' حضور' کی مہر نبوت' بھیڑیا گفتگو کرتا ہے' بت بول اٹھے' اونٹ سجدہ کرتا ہے' ہرنی کی ضمانت' مردے زندہ کئے' مردوں سے کلام کیا' شیر خوار بچوں کا کلام کر کے آپ' کی نبوت کی گواہی دینا' بیماروں کو شفا اور مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلانا' جس چیز کو ہاتھ لگاتے اس چیز کی قسمت بدل جاتی' قرآن کا اپنا اسلوب غریب اور جب تک دنیا باقی رہے گی' قرآن بھی رہے گا' مخفی امور پر آپ' کو مطلع فرمایا گیا' لوگوں کے شر اور فساد سے محفوظ' فرشتوں اور جنات کا آپ' کی مدد کرنا' وقت ولادت کے معجزات' ایوان کسریٰ پر زلزلہ طاری ہو جانا' اس کے کنگروں کا گر جانا' بحیرہ طبریہ کا خشک ہو جانا' فارس (ایران) کی اس آگ کا بجھ جانا جو ایک ہزار

سال سے جل رہی تھی' آپؐ کی برکت سے حلیمہ سعدیہؓ کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا اور ان کی بکریاں چراگاہ سے سیر شکم ہو کر آنے لگیں' سفر کے دوران بادلوں کا آپؐ پر سایہ کرنا' آپؐ کے جسم اقدس کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا تھا اور نہ چاندنی میں' درخت خزاں خوردہ کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو وہ ہرا بھرا ہو گیا' حضورؐ کے معجزات کو تمام انبیاء کے معجزات پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔(۲۲۴)

آپؐ کے مواعظ حسنہ' خطبات' ارشادات' اخلاقی تعلیمات اور دعائیں بھی احادیث میں ملتی ہیں۔ "احادیث کے باطن میں آپؐ کی ہمہ گیر شخصیت جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ آپؐ کے سراپا مبارک سے لے کر آپ کے اوصاف حمیدہ' آپؐ کا ازواج مطہرات سے سلوک' صحابہ کرام کی آپؐ سے محبت' آپؐ کی ہجرت' غزوات' معجزات سب کچھ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے علاوہ ازیں آپؐ کے عہد اور معاشرت و تمدن کی بے شمار جھلکیاں' تاریخ و تہذیب کے لاتعداد پہلو بھی مجموعہ ہائے احادیث میں سمٹ آئے ہیں لہٰذا آپؐ کی شخصیت کے قریبی اور تفصیلی مطالعہ کے لئے قرآن کے بعد سب سے بڑا ماخذ حدیث رسول اکرمؐ ہی ہے۔(۲۲۵)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر میلاد نگاروں کی توجہ کا مرکز رہا ہے جس میں آپؐ کے خصائل و شمائل اور مناقب و فضائل کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں فضائل سید المرسلینؐ کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ پر ایک باب موجود ہے۔ شمائل ترمذی کے عنوان سے امام ترمذیؒ نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث مرتب کیا ہے جس میں آپؐ کے سراپا مبارک' اشیائے استعمال' لباس و خوراک' عبادات و عادات' طریق نشست و رفتار' آپؐ کے نعلین' پسینہ' موئے مبارک' مہر نبوت اور اسمائے مبارکہ کی توصیف و فضیلت بیان کی گئی ہے۔

میلاد نگاروں کی تحریک و تخلیق کا بڑا ماخذ ایسی ہی احادیث ہیں' جن کے مطالعہ سے آپؐ کے مقام و مرتبہ کا ادراک' آپؐ کی بزرگی و برتری کا احساس' اور آپؐ کی تقلید و پیروی کا فراواں جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپؐ کی ولادت سے وفات تک کے احوال' خصائل و شمائل اور پیغام و تعلیم سے لے کر آپؐ کی ذات ستودہ صفات کے جملہ فیوض و برکات کے بیان کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے جملہ موضوعات کا ماخذ احادیث نبویؐ ہی ہیں۔

کتب سیرو مغازی

قرآن مجید اور احادیث نبوی کے بعد میلاد ناموں کا تیسرا بڑا ماخذ و منبع کتب سیرو مغازی ہیں۔ جن جنگوں میں آپؐ خود شریک ہوئے انہیں غزوات کہتے ہیں لیکن اس اصطلاح کا اطلاق حضورؐ کی پوری سیرت مقدسہ کے تذکرے پر محیط ہے۔ اس وجہ سے ان کتابوں کو مغازی بھی اور سیرت بھی کہا جاتا ہے۔ کتب سیرت و مغازی کے ابتدائی نقوش حضرت عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کے زمانے سے پہلے بھی ملتے ہیں۔ ان کے حوالے کتب سیرت میں جابجا ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح پر ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان (متوفی بحدود ۸۶ھ تا ۱۰۵ھ)' عروہ بن الزبیر (م

۹۴ھ)، شرجیل بن سعد (م ۱۲۳ھ)، وھب بن منبہ (م ۱۱۰ھ)، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم (م ۱۳۰ھ)، عاصم بن عمر (م ۱۱۹ھ)، ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ)، موسیٰ بن عقبہ (م ۱۳۱ھ)، معمر بن راشد (م ۱۵۴ھ)، محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ)، ابو معشر السندی (م ۱۷۰ھ)، الواقدی (م ۲۰۷ھ)، ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) اور محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) وغیرہ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی کتابوں کو امہات الکتب کا درجہ حاصل ہے کیونکہ باقی کتابیں ان کے بعد لکھی گئی ہیں اور ان میں مذکور واقعات و احوال کم و بیش انہی ابتدائی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ آپؐ کے محاسن و محامد کے بیان میں صحابہ کبارؓ اور ابتدائی دور کے شعراء کے اشعار بھی انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں میں مذکور روایات اور واقعات کو میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں میں کثرت اور تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کتب سیرت سے بطور خاص استفادہ کیا جاتا رہا۔ مولوی محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت کے لئے جن کتب سیرت کو ماخذ بنایا، انہوں نے اس کا حوالہ اپنے دیباچہ میں دیا ہے۔

سیر و مغازی کی درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں

ابن شہاب زہری (۵۱ھ۔۱۲۴ھ) کی کتاب المغازی (آپ نے یہ کتاب غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی فرمائش پر لکھی)(۲۲۶)، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل (م ۱۳۱ یا ۱۳۷ھ) کی کتاب المغازی، موسیٰ بن عقبہ بن ربیعہ بن ابی عیاش الاسدی (۵۵ھ۔۱۴۱ھ) کی کتاب المغازی، معمر بن راشد (۹۶ھ۔۱۵۰) کی کتاب المغازی(۲۲۷)، محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار (۸۵ھ۔۱۵۱ھ) کی کتاب المغازی والسیر(۲۲۸)، ابن ہشام (ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری م ۲۱۳) کی سیرت رسول اللہ، (محمد بن اسحاق کی کتاب کی ترمیم شدہ شکل ہے)، ابو محشر السندی (م ۱۷۰ھ) کی کتاب المغازی(۲۲۹)، ابو عبداللہ محمد بن عمرالواقدی (۱۳۰ھ۔۲۰۷ھ) کی التاریخ و المغازی والمبعث اور اس کے علاوہ ازواج النبیؐ" وفات النبیؐ" السیرۃ وغیرہ(۲۳۰)، محمد بن سعد بن منیع الزہری (۱۶۸ھ۔۲۳۰ھ) کی طبقات الکبیر، طبقات الصغیر، تاریخ اسلام، کتاب اخبار النبیؐ(۲۳۱)، ولید بن مسلم القرشی (م ۱۹۵ھ) کی کتاب المغازی، عبدالرزاق بن ہمام النافع الحمیری (م ۲۱۱ھ) کی کتاب المغازی، ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم (م ۲۸۵ھ) کی کتاب المغازی، حافظ ابو سعید عبدالملک نیشاپوری (م ۴۰۶ھ) کی شرف المصطفیٰ، (آٹھ جلدوں پر مشتمل سیرت رسول ہے)، امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) کی الدرر فی اختصار المغازی والسیر۔(۲۳۲) قاضی ابوالفضل عیاض بن عمرو (م ۵۴۴ھ) کی الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ" ابوالقاسم عبدالرحمن السہیلی (م ۵۸۱ھ) کی الروض الانف (دو جلدوں میں سیرت ابن ہشام کی شرح ہے)، حافظ عبدالرحمن ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کی شرف المصطفیٰ(۲۳۳)، شیخ ظہیر الدین علی بن محمد بن مسعود گازرونی (م ۶۹۴ھ) کی **المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ**" (سیرت گازرونی کے نام سے معروف ہے)، محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری (م ۶۹۶ھ) کی خلاصۃ السیر، (سیرت نبوی کی بارہ مختلف کتابوں کا انتخاب ہے)، حافظ عبدالمومن الدمیاطی (م ۷۰۵ھ) کی المختصر فی سیرۃ سید البشر(۲۳۴)، (سیرت دمیاطی کے نام سے مشہور ہے)، ابوالفتح محمد بن محمد جو ابن سید الناس اندلسی (م ۷۳۴ھ) کی عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب سعد زرعی

دمشقی (ابن قیم جوزیہ م ۷۵۱ھ) کی زادالمعاد فی ھدیٰ خیرالعباد(۲۳۵) (سیرت اور خصائل و شمائل کے موضوع پر تحقیقی کتاب ہے)' حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کی والسیرۃ النبویہ' چار جلدوں پر مشتمل ہے' حافظ ابراہیم بن محمد البرہان الحلبی (م ۸۴۱ھ) نے نورالنبراس فی سیرۃ ابن سید الناس" کے نام سے عیون الاثر کی شرح لکھی ہے(۲۳۶)' علاؤ الدین مغلطائی (م ۷۶۲ھ) کی سیرۃ مغلطائی کے نام سے مشہور ہے' شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی سیرت پر' المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ فی السیرۃ النبویہ(۲۳۷)' محدث محمد بن یوسف الشامی (م ۹۴۲ھ) کی کتاب' سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیرالعباد(۲۳۸)' (سیرت شامیہ کے نام سے مشہور ہے' اس کتاب میں حضورؐ کے فضائل و احوال شروع سے آخر تک سب تحریر کئے گئے ہیں' کتب سیرت میں اکثر اس کے حوالے موجود ہیں) علامہ نور الدین علی بن برہان الدین الحلبی (م ۱۰۴۴ھ) کی کتاب' انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون' (سیرت حلبیہ کے نام سے مشہور ہے)' محمد بن عبدالباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) نے آٹھ جلدوں میں المواہب اللدنیہ (قسطلانی) کی شرح لکھی ہے۔ اور علامہ سید احمد الدحلانی المکی (م ۱۳۰۴ھ) کی کتاب' السیرۃ الدحلانیہ' معروف کتابیں ہیں۔

منظوم کتب سیرت بھی لکھی گئی ہیں۔ محمد بن ابراہیم المعروف فتح الدین بن الشہید (م ۷۹۳ھ)' حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے منظوم سیرت بعنوان' الفیہ' (ہزار اشعار) کے لئے مواد سیرت مغلطائی سے اخذ کیا' الشمس الباعونی الدمشقی (م ۸۷۱ھ) نے بھی سیرت مغلطائی کو نظم کیا ہے۔(۲۳۹) کئی علماء نے نبی کریمؐ کے مولد کو مستقل موضوع بنایا ہے۔ صرف میلاد کے حوالے سے ابوالقاسم السبتی کی "الدرالمنظم فی المولد المعظم" بہت مشہور کتاب ہے۔ اس موضوع پر بیشتر نام "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التوریخ" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔(۲۴۰) "وفات النبیؐ" اور "درود و سلام کے موضوع پر باقاعدہ تصانیف موجود ہیں۔ آنحضرتؐ کے نعلین مبارک پر ابوالیمین عبدالصمد بن عبدالوہاب (م ۶۸۶ھ) کی کتاب موجود ہے۔ غرضیکہ مصنفین نے سیرت رسول کے مختلف پہلوؤں پر بھی باقاعدہ الگ الگ کتابیں تحریر کی ہیں۔

کتب تفسیر القرآن

میلاد ناموں کا ایک اور اہم ماخذ قرآن مجید کی کتب تفاسیر ہیں۔ قرآن مجید کے ایضاح و تشریح کا نام تفسیر ہے۔(۲۴۱) نبی کریمؐ کے شمائل و خصائل' معجزات و مبشرات اور جملہ احکام و مسائل آیات قرآنی کی تشریح و توضیح سے بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اولین مفسر و ترجمان خود نبی کریمؐ ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں کے لئے واضح کر دیں۔ (النحل۔ ۴۴)۔ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔ امام بخاریؒ نے انہی احادیث کو یکجا کر کے "کتاب تفسیر القرآن" کے نام سے صحیح بخاری میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔(۲۴۲)

تفسیر قرآن کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ سیوطیؒ لکھتے ہیں: صحابہ کرامؓ کے گروہ میں سے دس مشہور مفسر صحابہ کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت زیدؓ بن ثابت (۹) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور (۱۰) حضرت عبداللہؓ بن زبیر۔(۲۴۳)

عہد صحابہ کی تفاسیر میں حضرت عبداللہؓ بن عباس (م ۶۸ھ) اور حضرت ابی بن کعب انصاریؓ (م ۱۹ھ) اور عہد تابعین کی کتب تفاسیر میں مجاہد بن جبر مخزومی (۲۱ھ - ۱۰۳ھ)' عطا بن ابی رباح (۲۷ھ - ۱۱۴ھ)' طاؤس بن کیسان الیمانی (م ۱۰۶ھ)' سعید بن جبیر (شہادت ۹۵ھ)' علقمہ بن قیس (م ۶۱ھ) اسود بن یزید (م ۷۵ھ)' مسروق (م ۶۳ھ)' ابوالعالیہ (م ۹۰ھ) (۲۴۴)' ابو عبداللہ عکرمہ بربری (م ۱۰۴ھ)' زید بن اسلم (م ۱۳۶ھ)' حسن بصری (م ۱۱۰ھ)' عامر شعبی (م ۱۰۹ھ) کی تفاسیر بہت ممتاز ہیں۔ ان کے بعد عہد تبع تابعین کی تفاسیر میں درج ذیل مفسرین نے شہرت پائی: سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ)' وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ)' آدم بن ابی ایاس (م ۲۲۰ھ)' روح بن عبادہ (م ۲۸۵ھ)' ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۸ھ) وغیرہ۔

اب تیسرے مرحلے پر تفسیر حدیث نبویؐ سے الگ ہو گئی اور اس نے ایک جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کر لی اور قرآنی ترتیب کے مطابق ہر ہر آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی۔(۲۴۵) جن علماء نے تفسیر کی باضابطہ کتابیں تصنیف کیں: ان میں ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ)' ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)' ابوبکر بن منذر نیشاپوری (م ۳۱۸ھ)' ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ)' ابوالشیخ بن حبان (م ۳۶۹ھ)' امام حاکم (م ۴۰۵ھ) ابوبکر بن مردویہ (م ۴۱۰ھ) اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

متاخرین کا دور عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے۔ قبل ازیں تفسیر کا انحصار منقول روایات پر تھا۔ اس دور میں عقل و نقل میں امتزاج و اختلاط کا آغاز ہوا۔ صرف و نحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے۔ فقہی مسالک منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا۔ مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار و عقائد کی دعوت دینے لگے۔ منطق و فلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے جو شخص کسی علم و فن میں کمال رکھتا تھا۔ اس کی تفسیر اسی علم تک محدود رہ گئی۔(۲۴۶) دور متاخرین کے مفسرین میں امام فخرالدین رازی (م ۶۰۶ھ)' ابوالفدا اسمٰعیل المعروف ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)' ابو زید عبدالرحمٰن ثعالبی (م ۸۷۶ھ)' جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)' علامہ بیضاویؒ (م ۶۸۵ھ)' علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود (م ۷۱۰ھ)' امام نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ)' ابوالسعود حنفی (م ۹۸۲ھ)' شیخ طنطاوی جوہری (م ۱۳۵۸ھ)' سید محمد رشید رضا (م ۱۳۵۴ھ) اور شیخ محمد مصطفیٰ المراغی (م ۱۹۴۵ء) وغیرہ بہت معروف ہیں۔

عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں جو تفاسیر لکھی گئی ہیں' ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اور جن میں سے بعض بڑی ضخیم تفسیریں ہیں۔ کشف الظنون (حاجی خلیفہ)' الفہرست (ابن ندیم) دیباچہ تفسیر ماجدی (عبدالماجد دریا بادی) وغیرہ میں ان تفاسیر کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ تفسیر روح المعانی آلوسی' تفسیر طبری' تفسیر کبیر رازی' تفسیر ابن کثیر' تفسیر بیضاوی' تفسیر جلالین' تفسیر فتح القدیر شوکانی' تفسیر کشاف' تفسیر ابن عربی' تفسیر جوہری اور تفسیر قرطبی زیادہ مشہور ہیں۔

کتب تاریخ

میلاد ناموں کا ایک اور اہم ماخذ اسلامی کتب تاریخ ہیں۔ قدماء کی ان کتب تاریخ میں نبی کریمؐ کے سوانحی حالات اور کارناموں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر وہی روایات ہیں جو کتب سیرو مغازی میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ان تاریخی کتابوں میں کچھ نہ کچھ نیا مواد بھی پیش کیا گیا ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جو صرف انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان مسلم مورخین میں امام بخاری' طبری' مسعودی' ابن جوزی' ابن الاثیر' ابوالفداء' ذہبی' ابن کثیر' ابن خلدون' مقریزی' بلاذری' ابن حزم وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں۔

کتب آثار و اخبار بھی کتب تاریخ کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان کتابوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں تاریخی' تہذیبی' سماجی اور تمدنی معلومات ملتی ہیں۔ اور ان میں اس دور کے پس منظر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ان کتب آثار و اخبار کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ وہ کتابیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ہیں جن میں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ آنحضرتؐ کے مقامی حالات اور ان مقامات کے نام و نشان ہیں جن کو آپ سے کوئی تعلق ہے۔ اس موضوع پر قدیم کتابوں میں علامہ ازرقی (م ۲۲۳ھ) کی اخبار مکہ' عمر بن شبہ (م ۲۶۲ھ) کی اخبار مدینہ' فاکہی کی اخبار مکہ اور ابن زبالہ کی اخبار مدینہ ہیں۔(۲۴۷) اس موضوع پر محمد عبدالمعبود نے امام تقی الدین فاسی (م ۸۳۲ھ) کی عقدالثمین علامہ قطب الدین (م ۹۸۶ھ) کی اعلام الاعلام' شیخ محمد ابراہیم رفعت پاشا مصری کی مراۃ الحرمین' علامہ محمد طاہر کردی کی تاریخ القویم وغیرہ جیسی مبسوط و ضخیم کتابوں کا ذکر کیا ہے۔(۲۴۸) شیخ نور الدین علی بن احمد سمہودی (م ۹۱۱ھ) نے مدینہ منورہ کی تاریخ "اقتفار الوفا" کے نام سے لکھی۔ فارسی زبان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کتاب کا ترجمہ "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کے نام سے ۱۰۰۱ھ میں مکمل کیا۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ حکیم سید عرفان علی نے "تاریخ مدینہ" کے نام سے کیا ہے۔(۲۴۹)

کتب شمائل

میلاد ناموں میں بالعموم اور شمائل ناموں میں بالخصوص آپ کے شمائل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ شمائل کا تعلق نبی کریمؐ کی شخصیت مبارکہ کے حسن ظاہر سے ہے۔ شمائل حضورؐ کے بیان کا مدعا یہ ہے کہ حضورؐ کی ذات والا صفات سے عشق و محبت کے والہانہ جذبات اہل ایمان کے دلوں میں فروغ پائیں۔ کیونکہ محبت رسولؐ میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت و اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔(۲۵۰) شمائل نبوی کا بیان احادیث صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں علیحدہ ابواب کی صورت میں موجود ہے۔ صرف شمائل نبویؐ کے موضوع پر سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) کی کتاب الشمائل ہے' جس کی بڑے بڑے علماء نے بیسیوں شرحیں لکھی ہیں۔ شمائل النبیؐ پر سب سے بڑی کتاب قاضی عیاض اندلسی کی "کتاب الشفاء بہ تعریف حقوق مصطفیٰ" ہے' جس کی شرح شہاب الدین نے نسیم الریاض کے نام سے لکھی ہے۔ اس فن پر ابوالعباس مستغفری (م ۴۳۲ھ) کی شمائل النبیؐ' ابن المقری غرناطی (م ۵۵۲ھ) کی شمائل

النور الساطع اور مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) کی سفر السعادہ ہیں۔ (۲۵۱) شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ (م ۱۳۵۰ھ) نے "وسائل الوصول الی شمائل الرسول" کے عنوان سے کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ محمد میاں صدیقی نے "شمائل رسول" کے نام سے کیا ہے۔

مذکورہ بالا کتب شمائل سے عبدالصمد ترین، عبدالرزاق ملیح آبادی، کفایت علی کافی، محسن کاکوروی، نواب صدیق حسن، محمد اکبر خان وارثی، انتظام اللہ شہابی اور خواجہ محمد شفیع دہلوی وغیرہ نے اپنے شمائل ناموں میں استفادہ کیا ہے۔

کتب دلائل

میلاد ناموں اور معجزات ناموں کا ایک اہم ماخذ کتب دلائل بھی ہیں جن میں نبی کریمؐ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہے۔ سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں معجزات اور روحانی کارناموں پر مبنی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ "ان کتب دلائل میں ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) کی دلائل النبوت، ابو اسحاق حربی (م ۲۵۵ھ) کی دلائل النبوت، امام ابوبکر بیہقی (م ۴۳۰ھ) کی دلائل النبوت، ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) کی دلائل النبوت، امام مستغفری (م ۴۳۲ھ) کی دلائل النبوت، ابوالقاسم اصفہانی (م ۵۳۵ھ) کی دلائل النبوت اور اس فن میں سب سے زیادہ مبسوط کتاب امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی "خصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ" ہے۔(۲۵۲) علامہ بلقینی (م ۸۲۴ھ) نے معجزات النبیؐ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔(۲۵۳) اس موضوع پر علامہ بلقینی کے ہم عصروں میں علامہ سراج الدین عمر بن علی الملقن (م ۸۰۴ھ)، یوسف بن موسیٰ الجزامی قطب خضیری، محدث ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بھی کتابیں تالیف کی ہیں مگر ان سب میں جامعیت کا شرف صرف خصائص الکبریٰ کو حاصل ہے۔(۲۵۴) سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ معتبر اسانید سے منقول احادیث سے لبریز ہے اور نبی کریمؐ کی خصوصیات نبوت اور حیرت انگیز معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کی تدوین کے سلسلہ میں موضوع احادیث کی چھان بین اور اسانید پر جرح و تنقید کر کے جملہ احادیث کو مربوط اور سلسلہ وار ابواب میں منضبط کرنے سے بے انتہا مفید، ہمہ گیر اور مکمل بن گئی ہے۔(۲۵۵) اس موضوع کی مناسبت سے نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ (۸۱۷ھ - ۸۹۸ھ) کی شواہد النبوت، ملا معین واعظ الکاشفی (م ۹۰۷ھ) کی معارج النبوت، امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ (م ۱۳۵۰ھ) کی "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوت میں خصائص و معجزات پر ہزاروں اشارات موجود ہیں جو فیضان و وجدان کے دریچے وا کر دیتے ہیں۔

ان کتب دلائل کے حوالے معظم بیجاپوری، سید بلاقی حیدر آبادی، امین گجراتی، جنونی گجراتی، محمد باقر آگاہ، جان محمد عاجز، شفیق اورنگ آبادی، شاہ کمال الدین، نصرتی، حکیم محمد احسن امروہوی، ابوالحسن، قدرت اللہ، لطف لکھنوی، معصوم علی بیدار، لطف بریلوی، کرامت علی، عبدالحلیم فرنگی محلی، ظہیر الدین بلگرامی، مروان علی شاہ، بیدل بریلوی، عبدالحق الہ آبادی، طپش گورکھپوری، محمد نقی خان بریلوی، صوفی احمد خان اکبر آبادی اور سید چراغ علی وغیرہ کے میلاد ناموں، معجزات ناموں، اور معراج ناموں میں ماخذ کی حیثیت رکھتے

ہیں۔

اسماء النبی الکریمؐ

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کا ذکر میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں میں موجود ہے۔ یہ اسماء و القاب مستند ترین بنیادی ماخذ ہیں جو قرآن مجید' احادیث نبویؐ قدیم آسمانی صحائف اور کتب سیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اسمائے مقدسہ ایسے آئینے ہیں جن کے اندر حضورؐ کی مکمل حیات پاک منعکس ہے' اور ان القاب میں سے ہر لقب کو واقعات و شمائل کے چوکھٹے میں محکم رکھا جا سکتا ہے۔ آپؐ کے ذاتی و صفاتی اور مدحیہ اسمائے مبارکہ کے فیوض و برکات کا بیان کتب احادیث' کتب سیرو مغازی اور اوراد و وظائف کی بے شمار کتابوں میں ملتا ہے۔ آپؐ کے ان ناموں کے مطالب و مفاہیم کی شروح اور ان کے اثرات و صفات کے بیان میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔

قرآن مجید وہ پہلا مستند ماخذ ہے جس میں آپؐ کے بے شمار صفاتی نام بیان کئے گئے ہیں۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ علماء نے وہ اسمائے مبارکہ بھی تبع کر دئے ہیں جو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ مثلاً رسول' امی' نبی' شاہد' مبشر' نذیر' داعیا الی اللہ باذنہ' سراج' منیر' روف' رحیم' رحمت' نعمت اور ہادی وغیرہ۔(۲۵۶) قرآن مجید کے حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے چھیاسی اسمائے قرآنیہ کا ذکر کر کے انہیں باعتبار حروف تہجی ترتیب دیا ہے۔(۲۵۷)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبوی میں بھی آپؐ کے صفاتی ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میرے کئی ایک نام ہیں۔ (۲۵۸) محدثین نے ان ناموں کو یکجا کر کے الگ ابواب کی صورت میں مستند کتب احادیث میں بیان کیا ہے۔ (۲۵۹) ترمذی شریف میں "باب ماجاء فی اسماء رسول اللہؐ" کے عنوان سے موجود ہے۔ اس میں آپ کے اسماء و القابات کا ذکر خیر موجود ہے۔(۲۶۰) ان میں مذکور آپ کے صفاتی نام مثلاً ماحی' حاشر' عاقب' نبی التوبہ' نبی رحمت' نبی ملاحم' فاتح اور خاتم احادیث ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپؐ محمد ہیں۔(۲۶۱) آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں سب سے افضل نام محمدؐ ہے۔(۲۶۲) علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانیؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے تخلیق کائنات سے دو ہزار سال قبل آپؐ کا نام مبارک محمدؐ رکھا۔ قاضی محمد عاقل لکھتے ہیں کہ یہ اسم علم ہے اور اسم مفعول بیان کیا گیا ہے جس کے معنی بہت ہی تعریف کیا گیا ہے۔ مولانا زکریا محدث سہارنپوری نے اس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں۔ "محمدؐ حمد کا مبالغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں' بہت حمد کیا گیا۔" لغات الحدیث میں وحید الزماں لکھتے ہیں۔ "ایک عجیب امر یہ ہے کہ حضرت محمدؐ سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمدؐ نہیں ہوا تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو کسی اور کے پیغمبر موعود ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔" قاضی عیاض اپنی کتاب "الشفا" میں فرماتے ہیں۔ "آج تک دنیا میں کسی شخص نے اپنی اولاد کا یہ نام نہیں رکھا۔ واضع قدرت نے ازل سے یہ نام آپؐ کی ذات کے لئے مخصوص فرما دیا تھا۔(۲۶۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد

ہوں اور نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والا ہوں اور میں حاشر ہوں اور نبی جہاد ہوں۔ قاضی محمد عاقل نے شیخ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے: حضورؐ کے اور بھی بہت اسماء مبارکہ ہیں۔ صرف ان اسماء کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کیونکہ امم سابقہ کو حضورؐ کے یہ نام اپنی کتابوں اور اپنے علماء سے معلوم تھے۔(۲۶۴)

اسمائے نبی کریمؐ کا تیسرا بڑا ماخذ سابقہ الہامی صحائف ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور کے نام قدیم کتابوں میں احمد" محمد" ماحی" مقفیٰ" نبی الملاحم" حمطایا" فار قلیط" اور ماذ ماذ" بیان ہوئے ہیں۔(۲۶۵)

حضورؐ کے اسمائے مبارکہ قرآن مجید' احادیث' اور صحائف مقدسہ سے اخذ کر کے کتب میلاد و سیرت اور شمائل و خصائل میں بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف مرتب کرنے والوں نے اپنی جستجو کے مطابق منصوص اسماء کو اکٹھا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ قاضی عیاضؒ' قسطلانی اور زرقانی وغیرہ نے ان ناموں کو یکجا کرنے کے لئے بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے تیس نام نبی کریمؐ کے لئے خاص کئے ہیں اور وہ یہ ہیں: اکرمؐ۔ امینؐ" اولؐ۔ آخرؐ۔ بشیرؐ۔ جبارؐ۔ حقؐ۔ خبیرؐ۔ ذوالقوۃؐ۔ رؤفؐ۔ رحیمؐ۔ شہیدؐ۔ شکورؐ۔ صادقؐ۔ عظیمؐ۔ عفوؐ۔ عالمؐ۔ عزیزؐ۔ فاتحؐ۔ کریمؐ۔ مبینؐ۔ مومنؐ۔ مہیمنؐ۔ مقدسؐ۔ مولیٰؐ۔ ولیؐ۔ نورؐ۔ ہادیؐ۔ طٰہٰؐ۔ یٰسینؐ۔ علامہ سیوطیؒ نے ان کے علاوہ بیالیس نام مزید بیان کئے ہیں جو قرآن مجید میں ملتے ہیں۔(۲۶۶) کئی علماء نے اسمائے الٰہی کے موافق آپ کے ننانوے نام جمع کئے ہیں۔ آپ کے ننانوے اسماء کی شرح کے موضوع پر غلام محمد ایس منصور کی سندھی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کا نورالامین نے "شرح اسماء النبی" کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں نصوص صحیحہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے محامد و محاسن کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک ایک اسم کی شرح سے عشق رسول کی مہک آتی ہے۔(۲۶۷) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے تین سو چالیس نام قرآن و سنت اور قدیم کتابوں سے جمع کئے ہیں۔(۲۶۸) ان کی کتاب کا نام "البہجۃ السنیہ فی الاسماء النبویہ" ہے۔ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق کے ایک باب میں حضورؐ کے بہت سے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض نام مبارک بخاری شریف اور مسلم شریف میں آچکے ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مواہب اللدنیہ (قسطلانی) میں قریباً ساڑھے سات سو اسمائے مبارکہ کا ذکر ہے۔ اور انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔(۲۶۹) قاضی ابوبکر بن عربی مالکی اپنی کتاب احوذی شرح ترمذی میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں۔ اور نبی مختارؐ کے بھی ہزار ہی نام ہیں۔(۲۷۰) اللہ تعالیٰ کے اسماء تو ہزار کے عدد میں محصور نہیں ہو سکتے لیکن حضورؐ کے صفاتی نام بھی بے شمار ہیں۔ ان سے مراد آپؐ کے اوصاف ہیں اور ہر صفت سے اسم نکلا ہے۔(۲۷۱) اس کی وضاحت میں قسطلانی فرماتے ہیں۔ "ایک ہزار اسمائے مبارکہ سے مراد آپ کے اوصاف حمیدہ ہیں۔ آپ کے جتنے اسماء مذکور ہیں' وہ آپؐ کی مدحیہ صفتیں ہیں' اسی طرح آپؐ کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہو گیا' تو جیسے آپؐ کے اوصاف بے شمار ہیں' ایسے ہی اسمائے گرامی بھی بے شمار ہیں۔"(۲۷۲)

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں۔ اور فقیر نے قریباً چودہ سو پائے اور حصر ناممکن' واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۲۷۳)

اسمائے حضورؐ کی تدوین کے سلسلہ میں کئی دوسرے نام بھی قابل ذکر ہیں۔ علامہ یوسف اسماعیل النبہانیؒ نے "الولات الواضحات" میں اسمائے رسولؐ کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک جداگانہ کتاب' "صاحبت الطرف فی لقدمات العرب" میں آپ کے دو سو معروف ناموں کو بیان کیا ہے۔ سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (محمد بن یوسف الصالحی الشامی) اس سلسلے میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے۔ قاہرہ میں دکتور مصطفیٰ عبدالواحد نے ۱۹۷۲ء میں چھپوائی ہے۔ اس ضخیم کتاب کی پہلی جلد کے آخر میں ایک باب حضورؐ کے اسماء و القاب کے بارے میں ہے۔ ان اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرکے تشریح کی گئی ہے اور اس سے قبل ایک فصل میں پانچ خاص اسمائے مبارکہ (محمدؐ' احمدؐ' ماحیؐ' حاشرؐ' عاقبؐ) کا تذکرہ اور تشریح ہے۔ فارسی میں "کامن دعوات مقبول مع اسماء اللہ و اسماء الرسول" (مولوی ابوالحسن) نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کے ساتھ ساتھ حضورؐ کے اسمائے مبارک بھی جمع کئے ہیں۔ عقل مدار (سلطان باہوؒ) منتخب و دل پذیر اسلامی نام (خلیل الرحمٰن مظاہری)' اسمائے نبویؐ (سید آل احمد رضوی)' اسمائے رسولؐ (ابراہیم سیالکوٹی) میں حضور کے معروف ناموں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے اس دور کی سب سے وقیع اور اہم کتاب اسماء النبی الکریمؐ صوفی محمد برکت علی (۲۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء۔ ۲۶۔ جنوری ۱۹۹۷ء) نے مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی بڑے سائز کی پانچ جلدیں ہیں جو ۲۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں حروف تہجی کے اعتبار سے (۱۳۳۸) اسمائے نبی کریمؐ بیان کئے گئے ہیں۔ مرتب نے اس ضخیم اور مبسوط کتاب میں قرآن و حدیث اور کتب سیر و مغازی کے حوالے نقل کرکے اسے مستند بنا دیا ہے۔ حضورؐ کے اسماء میں سید نا خیر مولودؐ کے بارے میں لکھتے ہیں:

آمنہ دختر وہب حضورؐ اقدس کی والدہ کا بیان ہے۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ جب حضور اقدسؐ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے خواب میں آواز آئی کہ تو نے جہان کے سردار کو حمل میں اٹھایا ہے۔ جب آپؐ پیدا ہوں تو یہ کہنا کہ میں تجھے ایک اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں' ہر حسد کرنے والے کے حسد سے' پھر آپ کا نام محمدؐ رکھنا' اور جب وہ حاملہ تھیں تو ان سے ایک روشنی نکلی جس سے اس نے بصریٰ کے محل دیکھے جو شام کے علاقے میں تھے۔ (الروض الانف للسہیلی ج ۱ ص ۱۸۰) (۲۷۴) اسی طرح طاب طابؐ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ اسم حضور اقدسؐ کا تورات میں موجود ہے۔ اس کا معنی ہے پاک اور کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر پاک لوگوں کے ورد زبان ہو" (سبل الھدیٰ ج ۱ ص ۵۹۸) (۲۷۵) حضورؐ کے درج ذیل اسمائے صفات میلاد ناموں اور دیگر کتب شمائل و خصائل وغیرہ میں اکثر ملتے ہیں۔ (۲۷۶) محمدؐ' احمدؐ' حامدؐ' محمودؐ' قاسمؐ' عاقبؐ' فاتحؐ' خاتمؐ' ماحیؐ' داعیؐ' سراجؐ' رشیدؐ' منیرؐ' بشیرؐ' نذیرؐ' ہادیؐ' رسولؐ' نبیؐ' طٰہٰؐ' یٰسینؐ' مزملؐ' مدثرؐ' شفیعؐ' خلیلؐ' کلیمؐ' حبیبؐ' مصطفیٰؐ' مرتضیٰؐ' مجتبیٰؐ' مختارؐ' ناصرؐ' قائمؐ' منصورؐ' حافظؐ' شہیدؐ' عادلؐ' حکیمؐ' نورؐ' امینؐ' صادقؐ' مصدقؐ' ناطقؐ' واعظؐ' صاحبؐ' مومنؐ' برہانؐ' مکیؐ' مدنیؐ' عربیؐ' ہاشمیؐ' قریشیؐ' شکورؐ'

قریب" منیب" طیب" مبین" حق" اول" آخر" ظاہر" باطن" رحمت" مبلغ" مقتصد" رؤف" رحیم" غنی" جرار" فاتح" طاہر" مطہر" خطیب" فصیح" متقی اور امام۔" ان ناموں کے علاوہ چند القاب مبارک بھی ملتے ہیں : اہل جنت کے نزدیک آپ کا اسم گرامی عبدالکریم ہے اور اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار' اہل عرش کے نزدیک عبدالمجید' تمام فرشتوں کے نزدیک عبدالحمید' انبیاء کے نزدیک عبدالوہاب' شیاطین کے لئے عبدالقہار' جنات کے نزدیک عبدالرحیم' پہاڑوں میں عبدالخالق' صحراؤں میں عبدالقادر' سمندروں میں عبدالمہیمن' زندوں کے نزدیک عبدالقدوس' حشرات الارض کے نزدیک عبدالغیاث' جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق' درندوں میں عبدالسلام' چوپایوں میں عبدالمومن' پرندوں میں عبدالغفار تورات میں موذ موذ انجیل میں طاب طاب" زبور میں فاروق" اللہ تعالیٰ کے نزدیک طٰہٰ و یٰسین" مومنین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کنیت ابو قاسم ہے۔(۲۷۷)

نبی کریمؐ کے معروف القابات درج ذیل ہیں: سید ابرار' احمد مختار' مدنی تاجدار' حبیب غفار' محبوب ستار' خاصہ کردگار' شافع یوم قرار' صدر انجمن لیل و نہار' آفتاب نوبہار' سرور عالم مونس آدم' قبلہ عالم' کعبہ اعظم' جان مجسم' نور مجسم' فخر دوعالم' مرسل خاتم' خیر مجسم' صدر مکرم' نور مقدم' نیر اعظم' مرکز عالم' وارث زمزم' مبدا کائنات' مخزن کائنات' منشائے کائنات' مقصود کائنات' سید کائنات' سرور کائنات' مقصد حیات' منبع فیوضات' افضل الصلوات' خلاصہ موجودات' صاحب آیات' صاحب معجزات' باعث تخلیق کائنات' جامع صفات' اصل کائنات' فخر موجودات' ارفع الدرجات' اکمل البرکات' واصل ذات' صاحب التاج' صاحب المعراج' صاحب الحشر' سید البشر' صاحب الرزق والعلم' صاحب لوح و قلم' سید عرب و عجم' صاحب جود و کرم' وجہ باران کرم' شمس الضحیٰ' عشق نور خدا' بدر الدجیٰ' آفتاب ہدیٰ' صدر العلیٰ' نور الہدیٰ' کہف الوریٰ' صاحب جود و سخا' خیر الوریٰ' خواجہ دو سرا' بحر جود و سخا' ابر لطف و عطاء' اعتماد شفاء' پیکر تسلیم و رضا' محرم اسرار حرا' سید و آقا' کعبہ اصفیاء' قبلہ اتقیاء' مجسم روح افزاء' سرور انبیاء' حسن صبر و رضا' ضیا خوش ادا' شمع غار حرا' راس عدل و قضاء' دست عطاء' نیسان سخا' بے غرض بے ریا' باصفاء' پارسا مصطفیٰ' سرفراز رضا' تاجدار غنا' سدرہ المنتہیٰ' صاحب رشد ہدیٰ' مظہر رب نور العلیٰ' وجہ تخلیق ارض و سماء' جلوہ حق نما' سید الانبیاء' نور راہ ہدیٰ' مطلع دل کشا' مقطع جاں فزا' جان صبح مساء' سرور انبیاء' راہبر اولیاء' روح ارض و سماء' شارع لا الہٰ' خاتم الانبیاء' چشم امواج بقاء' رونق منبر نبوت' چشمہ علم و حکمت' نازش سند امانت' غنچہ راز وحدت' جوہر فرد عزت' ختم دور رسالت' محبوب رب العزت' مالک کوثر و جنت' سلطان دین و ملت' شمع بزم ہدایت' مخزن اسرار ربانی' مرکز انوار رحمانی' مصدر فیوض یزدانی' قاسم برکات حمدانی' دانش ربانی' صابر و شاکر' مدثر و مزمل' مزمل و مرسل' انتہائے کمال' منتہائے جمال' منبع خوبی و کمال' بے نظیر و بے مثال' فخر جہاں' عرش مکاں' شاہ شہاں' نیر رخشاں' انجم تاباں' ماہ فروزاں' صبح درخشاں' نور ید اماں' جلوہ ساماں' مونس دل شکستہ گاں' راحت قلوب عاشقاں' نور دیدہ مشتاقاں' صورت صبح درخشاں' پشت پناہ فتگاں' موجب ناز عارفاں' باعث فخر صادقاں' رحیم بے کساں' حب غریباں' شاہ جناں' جان جاناں' قبلہ زہراں' کعبہ قدسیاں' ہمدم نوح' رہبر خضر' رہبر موسیٰ' ہادی عیسیٰ' شان کریمی' خلق خلیلی' نطق کلیمی' زہد

مسیحا، عفت مریم، حسن مجرد، دولت سرمد، ساقی کوثر، شافع محشر، نور مقطر، بدر منور، حامی مضطر، روح مصور، مرسل داور، زلف عنبر، اشراف و اکمل، احسن و اجمل، احمد مرسل، مظہر اول، قلب مجلی، مہر نبوت، مہر رسالت، مہر جلالت، عین عدالت، خضر و ولالت، قسیم و جسیم، تسنیم و وسیم، روف و رحیم، مہر صداقت، خلیل و حکیم، حامل قرآن، باطن قرآن، مظہر رحمت، مصدر راحت، مخزن شفقت، عین عنایت، مظہر انوار حق، مصدر اسرار حق، ہادی روشن ضمیر، خواجہ بیکس نواز، بشریٰ القویٰ، خیرالوریٰ، محب الوریٰ، صادق البیان، آخرالزماں، جمیل الشیم، شفیع الامم، منبر جود والکرم، شہریار حرم، سحاب کرم، مہر کرم، گنج نعم، شاہ امم، سیدالطیبین، خطیب النبین، امام المتقین، امام العالمین، اول المسلمین، محبوب رب العالمین، سیدالمرسلین، خاتم النبین، نور مبین، طٰہٰ و یٰسین، رحمتہ للعالمین، مظہر اولین، حجت آخرین، آبروئے زمین، اکرم الاکرمین، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سیدالعارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین، محب الفقراء والغرباء والمساکین، امام المتقین، وارث علام اولین و آخرین، مورث کمالات آخرین، صادق و امین، مفسر قرآن مبین، روشن جبیں، سلطان دین، سید الثقلین، نبی الحرمین، وسیلہ فی الدارین، صاحب قاب قوسین، سیدالکونین، سرور کونین، نور رب رحمٰن، حبیب رب المشرقین والمغربین، محبوب رب دوجہاں، قاسم علم و عرفاں، راحت قلوب عاشقاں، سرور کشوراں، راحت عاصیاں، فخر کون مکاں، شفقت پیکراں، چارہ گر چارہ گراں، رہبر انس و جاں، تاب جاں، ہادی گمراہاں، شافع عاصیاں، حامی بے کساں، راحت قلب و جسم و جاں، شاہ دوراں، ہادی جہاں، قرار بے قراراں، غمگسار دل فگاراں، انیس بے کساں، چارہ گر آزردگاں، سکون دردمنداں، راحت دل خستگاں، پناہ بے پناہاں، نگاہ بے نگاہاں، دمساز غریباں، خیرالناس، بشیر و نذیر، سراج المنیر، روح بزم سخن، بہار گلشن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(۲۷۸)

درود و سلام کی منظومات میں بھی حضورؐ کے اسمائے صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسمائے رسول مقبولؐ ہر دور کے میلاد ناموں میں موجود ہیں۔

خاص محبوب خدا ختم رسالت پہ سلام
عین رحمت شافع روز قیامت پہ سلام
(۲۷۹)

السلام اے رحمتہ للعالمین
السلام اے سرور دنیا و دین
السلام اے مظہر ذات خدا
السلام اے ہادی راہ خدا
السلام اے واقف اسرار کل
السلام اے سرور شاہ رسل
(۲۸۰)

تولد ہوئے بحر فیض عمیم

شفیع مطاعؐ نبی کریمؐ

(۲۸۱)

یاالٰہی حشر میں خیرالوریٰ کا ساتھ ہو
رحمت عالم جناب مصطفیٰؐ کا ساتھ ہو
یاالٰہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
یاالٰہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب
اس سزا وار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو

(۲۸۲)

جو پردہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا
احد میں اور احمد میں فقط ہے میم کا پردہ

(۲۸۳)

عاصیو شافع امت ہے رسول عربیؐ
مومنو آؤ کہ رحمت ہے رسول عربیؐ

(۲۸۴)

الہامی صحائف اور مذہبی کتب میں حضورؐ کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر

قرآن مجید اور کتب احادیث کے علاوہ میلاد ناموں کے بنیادی اور ذیلی موضوعات ولادت مبارکہ' بشارات اور شمائل و خصائل وغیرہ کے بیان کے سلسلہ میں الہامی صحائف تورات' زبور' اناجیل اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ ایک اہم ماخذ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف کاہنوں کی روایات بھی ہیں۔ ان میں آپؐ کی تشریف آوری کی بشارات اور آپؐ کے شمائل و خصائل کو مدحیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں آپؐ کی بحیثیت پیغمبر آخرالزمان بعثت کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ان میں آپؐ کو ایسے مدحیہ انداز میں سراہا گیا ہے کہ آپؐ سے پہلے کسی اور پیغمبر کے لئے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا گیا۔ ان میں آپؐ کو ایسے توصیفی اسماء سے بھی یاد کیا گیا ہے جو آپؐ سے پہلے کسی دوسرے پیغمبر کے لئے بیان نہیں کئے گئے۔ ان تمام بشارات کی وضاحت و صراحت سے ایسی جامع شہادتیں ملتی ہیں کہ جن کے مصداق نبی کریمؐ ہی قرار پاتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی ان بشارات کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

میر ابراہیم الہامی صحائف میں آپؐ کے بشارات کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کتب سابقہ میں آپؐ کا مولد' آپؐ کا وطن و مسکن' آپؐ کا لہجہ' آپؐ کے جنگی اور اسلامی کارنامے' آپؐ کے معجزات و برکات' آپؐ کے صحابہؓ کی نمایاں علامات و نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتسب، مذکور ہے اور باوجود عہد بہ عہد کی

تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا اور آپؐ کے معجزات ظہور قدسی نے ان تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا۔(۲۸۵) اس کے علاوہ اگر ان دعووں کے انکار کی یہود و نصاریٰ کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو بغیر ایک لمحہ کے توقف کے بھی یہود و نصاریٰ نبی عربیؐ کے پاس دوڑ کر آتے اور چیلنج دیتے کہ یہ ہے تورات و انجیل دکھلاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے۔ اور اہل اسلام کو لاجواب کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ جاتا لیکن علماء و فضلاء اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبیؐ امی کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے بلکہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت کعب احبارؓ وغیرہ خوش بخت لوگوں کی شہادت نے حضورؐ کی حقانیت و صداقت کو واضح کر دیا۔" (۲۸۶)

قرآن مجید میں بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کی بشارات تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ**۔ وہ رسول نبی امی جس کو اہل کتاب تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (الاعراف: ۱۵۷)

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کو نبی کریمؐ کی بشارت دی۔ قرآن میں ہے: **وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ** اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت سناتا ہوں (الصف: ۶) کئی اور مقامات پر بھی قرآن نے آپؐ کی تشریف آوری کی تورات اور انجیل کے حوالے سے نشان دہی کی ہے مثلاً سورۃ البقرہ آیات ۵۵، ۵۶، ۴۳، ۸۹، المائدہ ۶۶، ۶۸ اور الاعراف ۱۷۱، وغیرہ۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی۔ ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا۔ تو گواہ رہنا اور تمہارے ساتھ میں گواہوں میں سے ہوں (آل عمران: ۸۱) ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بعد جو بھی نبیؑ بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔(۲۸۷) حضرت علی المرتضیٰؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضورؐ خاتم الانبیاء تشریف لائیں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضورؐ کی رسالت پر ایمان لا کر آپؐ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح سے حضورؐ کے دین کی نصرت و تائید کرے اور اسی طرح تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔(۲۸۸) اس میثاق کے مطابق یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنے

اپنے عہد میں حضورؐ کی آمد کی خبر اپنی امت کو دی اور انہیں حضورؐ کی تشریف آوری پر ایمان لانے کی تاکید کی۔ قدیم صحائف تحریف اور رد و بدل کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ توریت' زبور اور انجیل میں آپؐ کے مبعوث ہونے کی بشارات موجود ہیں۔

احادیث نبویؐ میں بھی الہامی صحائف میں مذکور مبشرات کا ذکر ملتا ہے۔ آپؐ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔ یہ روایت خالد بن معدان الکلاعی کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔(۲۸۹) حدیث میں ہے' ابن سعد جویر سے اور وہ ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: میری آمد کی میرے باپ ابراہیمؑ نے اس وقت دعا مانگی جب وہ بیت اللہ کی بنیادیں رکھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ایک اور جگہ حدیث میں مذکور ہے۔ ابن عساکر عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنے بارے میں بتلایئے' فرمایا ہاں' میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور میری آمد کی بشارت سب سے آخر میں عیسیٰؑ بن مریم نے دی ہے۔(۲۹۰) ابو نعیم نے (حلیہ) میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی جو شخص محمدؐ کا منکر ہو گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا حضرت موسیٰؑ نے استفسار فرمایا: محمدؐ کون ہیں؟ فرمایا محمدؐ وہ ہیں' مخلوقات میں جن سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام زمین و آسمان کی پیدائش سے قبل ہی میں نے عرش پر لکھ دیا اور جنت میں کوئی اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود اور ان کی ساری امت داخل نہ ہو جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا۔ ان کے امتی کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ لوگ خدا کی بہت حمد کرنے والے ہیں۔ ہر بلندی اور پستی پر خدا کی تعریف کرتے ہیں۔' درمیان میں تہمد باندھتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں' رات کو عبادتیں کرتے ہیں۔ میں ان کے کم سے کم درجے کے اعمال بھی قبول کر لوں گا اور انہیں صرف لا الہ الا اللہ کی گواہی پر جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے' مجھے ان لوگوں کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا' ان لوگوں کا نبی انہیں میں سے ہو گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے تو پھر مجھے اس نبی کا امتی بنا دیجئے' فرمایا! وہ نبی بعد میں آئیں گے البتہ تم جنت میں ان کے ساتھ رہو گے۔(۲۹۱)

مبشرات آنحضرتؐ کے سلسلہ میں صحائف آسمانی اور دیگر مذہبی کتب مقدسہ میں سے چیدہ چیدہ بشارات کی ہر صحیفہ کے نام کے عنوان کے تحت نشاندہی درج ذیل ہے:

تورات

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ۱۳۵۰ ق م کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ تورات۔ زبور اور انجیل ان تینوں کتابوں کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا ملتا ہے اور ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب کا خطاب دیا گیا ہے۔ تورات آج کل بائبل میں شامل ہے۔ تورات کے پانچ حصے ہیں جن کو پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سے پانچویں کتاب استثناء میں ہے: **جَآءَ الرَّبُّ مِنْ سِينَاءَ وَاَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِيرَ وَاسْتَعْلَنَ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ**۔(۲۹۲) (آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے اور ظاہر ہوا فاران کے پہاڑ سے) اس آیت میں تین جلیل القدر پیغمبروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر کوہ سینا میں تورات اتری' ساعیر پہاڑ پر حضرت

عیسیٰؑ کو انجیل ملی اور فاران کے پہاڑ پر حضورؐ پر نزول قرآن ہوا۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ کے قریب ہے۔ جس میں غار حرا واقع ہے۔ فاران یا پاران۔(۲۹۳) اس پہاڑی کا نام ہے جو مکہ کے نزدیک ہے۔ (پیدائش ۲۱ : ۱۹ تا ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا' نہ سنے گا' تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔" (۲۹۴) یہ بشارت بالکل واضح ہے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی اسمٰعیل میں ہو گا اور تجھ سا ایک نبی سوائے نبی کریمؐ اور کسی پر صادق ہی نہیں آ سکتا کیونکہ تورات خود اس کی گواہی دے رہی ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰؑ کے مانند ہوا ہی نہیں۔ "پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کے مانند' جس نے پہچانا ہو اللہ کو دو بدو۔" (۲۹۵) نبی کریمؐ اور حضرت موسیٰؑ کئی لحاظ سے ایک جیسے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی کتاب میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے باتیں کیں۔ قرآن میں حضورؐ کے متعلق ہے۔ "نہ ہی محمدؐ اپنی مرضی کے مطابق کچھ بولتے ہیں وہ کوئی اور بات نہیں کرتے مگر سوائے اس وحی کے جو انہیں پہنچائی جاتی ہے۔" (النجم : ۴-۵) فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا حکم نہ مانا لہٰذا اسے اس کی فوج کے ساتھ دریا میں غرق کر دیا گیا جبکہ حضورؐ کے دشمن لڑائیوں میں تباہ و برباد ہو گئے اس لئے اس سے مراد سوائے نبی کریمؐ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

تورات میں ایک اور جگہ مذکور ہے: "اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا گذرے گی۔ اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہو کر سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ یہوداہ کی سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہو گا۔ جب تک شلوہ نہ آئے پھر لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔(۲۹۶) شلوا یا شلوہ کے معنی میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اس آیت کی وضاحت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بادشاہت کے بعد حضرت محمدؐ تشریف لائیں گے اور ان دونوں پیغمبروں کے بعد جو اس دنیا میں کتاب و قانون لائے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اشعیاء کی صحیح تورات باب ۴۱ میں مذکور ہے: "اے جزیرے والو! خاموش ہو جاؤ اور سب قبیلے اپنی اپنی قوت کی از سر نو تنظیم کر لیں اور باہم مل جائیں پھر اس بارے میں مشورہ کریں کہ ہم سب مل کر فیصلے کے لئے اس ہستی کے سامنے پیش ہو جائیں جو مشرق سے نمودار ہو گی اور فتح و نصرت اس کے قدم چومے گی۔ اس کے سامنے دوسری قومیں ہیچ ہو جائیں گی۔ دنیا کے بادشاہوں پر اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ وہ انہیں اپنی تلوار سے کاٹ کر مٹی میں ملا دے گا اور اپنے تیر و کمان سے شکست دے کر خشک گھاس کی طرح کر دے گا۔ وہ انہیں اپنی راہ سے ہٹا دے گا اور خود اس راستے سے صحیح و سالم گذر جائے گا جس پر کوئی دوسرا نہ چلا ہو گا۔ وہ ابتدائی انسانی نسلوں کے سامنے اس کا مدعی ہو گا کہ میں ہی پہلا رب ہوں اور بعد کو آنے والی نسلوں سے کہے گا کہ میں وہی پہلے آنے والا ہوں۔" اس میں قبائل سے مراد عرب کے قبائل ہیں اور

تلوار و کمان والے حضرت محمدؐ ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی کسی سے جنگ ہی نہیں کی۔(۲۹۷)
حضرت عبداللہ بن سلامؓ راوی ہیں کہ تورات میں آپؐ کا وصف اس طرح مذکور ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد' مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ بازاروں میں پھرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ درگذر فرما دیتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا' یہاں تک کہ آپؐ کی تعلیم سے امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعے سے اندھی آنکھوں کو بینا بنا' بہرے کانوں کو سننے کے قابل بناتا اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔(۲۹۸) اس روایت کو اسی طرح بخاری' عطا بن یسار اور وہ عمرو بن العاص سے بھی بیان کرتے ہیں۔(۲۹۹)
تورات میں حضورؐ کے وصف کے بارے میں دارمی' ابن سعدؒ اور ابن عساکرؒ نے ابو فروہؒ سے اور کعب احبارؓ سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اس طرح مذکور ہے: محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینے کی جانب ہجرت کریں گے' آپؐ کی مملکت شام تک ہو گی۔ آپؐ بازاروں میں پھرنے والے نہیں ہوں گے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کر دیں گے اور درگذر فرما دیں گے۔ آپؐ کی امت اللہ کی بہت تعریف کرنے والی ہو گی اور ہر مسرت کے موقع پر خدا کی حمد کرے گی اور اس کی بڑائی بیان کرے گی۔ یہ لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے اور اپنی کمر پر تہمد باندھیں گے۔ نمازوں کے لئے ایسے صف بنائیں جیسے جنگ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ مساجد میں ان کی دعاؤں اور تلاوت کی آوازیں اس طرح گونجتی ہیں جیسی شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ ان کی دعائیں آسمانوں میں سنی جائیں گی۔(۳۰۰)
تورات نے حضرت حبقوق کے اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت کے ساتھ آیا تو نام احمدؐ کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہو گا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تخریب کے بعد ہو گا۔(۳۰۱) اور حضرت سلیمانؑ نے تورات میں حضورؐ کی آمد کی پیش گوئی ان الفاظ میں فرمائی: اثر سلطنہ طہرۃ واسمہ احمد یعنی مہر نبوت ان کی پشت پر ہو گی اور ان کا نام احمدؐ ہو گا۔(۳۰۲)
تورات میں آپؐ کے دار الہجرت کا ذکر موجود ہے اور اس کے آثار وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ ارکان حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس سفر میں بنی اسرائیل کی کثیر جماعت آپؑ کے ہمراہ تھی۔ حج سے لوٹتے وقت ان لوگوں کا گذر مدینہ طیبہ کی زمین پر ہوا اور اس مقام میں وہ تمام آثار و اوصاف موجود دیکھے جو نبی آخری الزماںؐ کے وطن میں توریت کی پیش گوئی کے مطابق ہونا چاہئے تھے تو ان میں سے ایک گروہ نے حضرت موسیٰؑ کی ہمراہی ترک کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور جدا ہو کر اسی مقام پر مقیم ہو گئے۔(۳۰۳)
تبع نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس وقت یہود کے بعض علماء اس کے سامنے آئے اور

کہا کہ یہ شہر حفاظت الٰہی میں محفوظ ہے اس کو کوئی شخص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنی کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ پیغمبر آخرالزماں کا دارالہجرت ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ اس کی ویرانی کے ارادہ سے باز رہیں۔ علماء یہود کی باتوں سے اس نے نصیحت پکڑی اور چار سو علماء توریت نے اسے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں نبی آخرالزماںؐ کی صحبت کے لئے اقامت اختیار کی۔ تبع نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک مکان تعمیر کرا دیا اور مال کثیر دے دیا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنے اسلام لانے کی شہادت کا اظہار کیا۔ یہ کتاب مہر کر کے اس جماعت کے سب سے بڑے عالم کو سپرد کر کے وصیت کر دی کہ اگر وہ نبی آخرالزماںؐ کا زمانہ پائے تو وہ یا پھر ان کی اولاد اسی طرح آگے منتقل کرتی رہے۔ اس کتاب میں دیگر اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی ہے:

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ
رَسُولٌ مِنَ اللّٰهِ بَارِي النَّسَمِ

(ترجمہ) گواہی دیتا ہوں میں اوپر احمد کے کہ بے شک۔ وہ رسول ہیں اللہ کی جانب سے وہ اللہ جو پیدا کرنے والا ہے روحوں کا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے حضورؐ کے لئے بھی ایک مکان تعمیر کرایا تاکہ تشریف آوری کے وقت اس میں نزول فرمائیں۔ علمائے یہود میں سے ایک کو اس کا متولی بنا دیا۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا اور یہ ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں۔ اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔(۳۰۳)

زبور

زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر ۱۰۰۰ ق م کے قریب نازل ہوئی۔ زبور کا باب ۴۵ آپؐ کی توصیف سے عبارت ہے۔ اس میں آپؐ کی شان بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے بارے میں کثرت سے پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ "تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لئے خدا نے ہمیشہ تجھے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے۔ اپنی کمر سے حمائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت۔ اسی لئے تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ تیرے ہر لباس سے مرّ، عود اور تج کی خوشبو آتی ہے۔ تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔ جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا۔ اس لئے امتیں ابدالآباد تیری شکر

گذاری کریں گی۔(۳۰۵) اس پیش گوئی میں حضورؐ کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:
آپؐ کا حسین و جمیل ہونا' قوی اور طاقتور ہونا' تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہونا' مجاہد اور غازی ہونا' مخلوق کا آپؐ کے تابع اور فرمانبردار ہونا' کپڑوں سے مشک و عنبر سے بڑھ کر خوشبو آنا' بادشاہوں کی بیٹیاں ان کے گھرانہ میں ہونا' اولاد کا سردار ہونا' تمام لوگوں کا انہیں یاد کرنا' ان کا ذکر ہمیشہ جاری و ساری رہنا۔ یہ تمام اوصاف آپؐ کے سوا کسی اور پیغمبر میں موجود نہ تھے۔ اس لئے یہ بشارت آپؐ کے علاوہ کسی اور کے متعلق ہرگز نہیں ہو سکتی۔

حضرت داؤدؑ نے آپؐ کے نزول کی خبر دی اور وحی الٰہی کے تحت اس شہر کا بھی تعین کر دیا' جہاں حضورؐ مبعوث ہونے والے تھے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں: مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں' وہ سدا تیری حمد کریں گے۔ وہ بکہ کی وادی سے گذرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے۔(۳۰۶) یہاں بکہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مارگولیوتھ (MARGOLIUTH) نے بھی گواہی دی کہ زبور کا بکہ عرب کے مکہ مکرمہ کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔(۳۰۷) گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جو چاہ زم زم کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو خوش خبری دی۔ "اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہو گا۔ جس سے میں کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا۔ میں نے محمدؐ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔(۳۰۸)

ابن ابی حاتمؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ میں نے زبور کے ایک نسخے میں ایک سو بیالیس سورتیں دیکھیں جن کی چوتھی سورت میں یہ الفاظ تھے۔ اے داؤد سنو! اور سلیمان سے کہہ دو کہ لوگوں کو بتا دیں کہ زمین میری ہے میں اس کا وارث محمدؐ اور ان کی امت کو بناؤں گا۔(۳۰۹)

زبور کے حوالے سے حضرت مسیحؑ اسرائیلیوں کو فرما رہے ہیں۔ "کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے' اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے' دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے' مگر جس پر گرے گا' اسے پیس ڈالے گا۔(۳۱۰) معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو رد کیا تھا وہ اسمعیلی ہی تھے' کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسماعیل ہی کا ایک فرد تھا اور یہود و نصاریٰ جو بھی اس سے ٹکرائے' وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے یا پس کر رہ گئے۔

انجیل

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۷۱ سال پہلے نازل ہوئی۔ انجیل مقدس پانچ انجیلوں کی صورت میں ملتی ہے:

(۱) متی کی انجیل (۲) لوقا کی انجیل (۳) مرقس کی انجیل (۴) یوحنا کی انجیل (۵) برناباس کی انجیل۔ مسیحی برادری یہی چار انجیلوں کو مانتی ہے مگر وہ برناباس کی انجیل کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ اسے جعلی اور وضعی خیال کرتی ہے۔(۳۱۱) آج کل قدیم ترین انجیل چوتھی پانچویں صدی کی ملتی ہے وہ بھی یونانی زبان میں ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔(۳۱۲)

انجیل متی

انجیل متی میں حضرت یوحنا (یحییٰؑ) کی زبانی اس طرح مرقوم ہے:

(الف) "میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں(۳۱۳) لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔(۳۱۴) (ب) "حضرت مسیح نے ان بارہ (رسولوں) کو بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔"(۳۱۵) یہ آسمان کی بادشاہی سے مراد نبی کریمؐ کی بعثت تھی یعنی "یہ لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت کے ملک میں بیٹھے تھے ان پر روشنی چمکی۔"(۳۱۶) یہی وجہ ہے کہ آج حضورؐ کا ابدی پیغام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ سے بڑھ کر ہے۔

انجیل لوقا

"انجیل لوقا میں انجیل متی کی پہلی بشارت حرف بحرف موجود ہے۔"(۳۱۷) اس کے علاوہ بھی انجیل لوقا نبی کریمؐ کی آمد کی گواہی دے رہی ہے: "اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا۔"(۳۱۸)

انجیل مرقس

مرقس کی انجیل میں بھی نبی کریمؐ کی عظمت کا اقرار انجیل متی اور انجیل لوقا کی متذکرہ بالا پہلی بشارت کے حوالے سے پہلے ہی باب میں موجود ہے:۔ "اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں میں نے تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔"(۳۱۹)

انجیل یوحنا

یوحنا کی انجیل حضورؐ کے مبعوث ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ درج ذیل پیش گوئیاں حضرت عیسیٰؑ نے نبی کریمؐ کی بابت کی ہیں:

۱۔ "اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔" (۳۲۰)

۲۔ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (محمد) یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (۳۲۱)

۳۔ "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔" (۳۲۲)

۴۔ "تمام مخلوق مسیح کے بعد حضور نبی کریمؐ کی منتظر تھی چنانچہ یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ 'یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ "تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔" (۳۲۳) تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟" کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ (۳۲۴) انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے' نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (۳۲۵) "وہ نبی سوائے نبی موعود رسول منتظر خیرالبشر کے سوا اور کون مراد ہو سکتا ہے؟

خدا کی مخلوق منتظر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا
ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز مخفی دکھائی دیتا

۵۔ "تمہارے درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔" (۳۲۶)

۶۔ "لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔" (۳۲۷)

۷۔ حضرت یوحنا فرماتے ہیں: "پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔" (۳۲۸)

۸۔ "اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (۳۲۹)

۹۔ یوحنا لاحوتی کی کتاب الرویا ص ۱۹ ف ۱۵ میں مذکور ہے: "اور اس کے منہ سے تیز کاٹنے والی تلوار نکلے گی تاکہ وہ اس سے دوسری قوموں کو تہ تیغ کرسکے۔ وہ لوہے کے ڈنڈے سے ان پر حکومت کرے

گا۔ وہ نچوڑی ہوئی شراب کو جو خدائے قادر کے غضب و ناراضی کا باعث ہوگی اپنے پیروں تلے روند ڈالے گا۔" اس قول سے مراد کہ اس کے منہ سے تلوار نکلے گی قرآن کریم مراد ہے اور آنحضرتؐ کا نچوڑی ہوئی شراب کو پاؤں تلے روندنے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ نے اسے قطعی حرام قرار دے دیا۔(۳۳۰)

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ بنی اسرائیل کی زبان آرامی کی ایک شاخ عبرانی (HEBREW) تھی۔ حضرت مسیح کی پیدائش سے دو ڈھائی سو برس پہلے سلوقی اقتدار کے زمانے میں اس علاقے سے عبرانی رخصت ہو چکی تھی اور سریانی (SYRIAC) نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ یہی سریانی اہل فلسطین کی عام آدمی کی بولی تھی۔ سلطنت روما کی سرکاری زبان یونانی تھی۔ اہل فلسطین یونانیوں سے مغلوب ہوئے تو سرکاری زبان یونانی کے مقابلہ میں سریانی زبان بھی مغلوب ہو گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ موجودہ اناجیل سریانی کی بجائے یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے مترجم اور مولف بھی یونانی بولنے والے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے براہ راست شاگرد نہ تھے انہوں نے ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ انجیل یوحنا میں ملاحظہ ہوں:

"He that hateth me hateth my father also 23 if I had not done among them the works which none other did they had not had sin: but now have they both seen and hated both me and my father 25, But this cometh to pass that the word may be fulfilled that is written in their law, they hated me without a cause 26 But when the comforter (Paracelete) is come whom I will send unto you from the Father, even the sprit of truth, which proceedeth from the Father, he shall bear witness, because ye also bear witness because ye have been with me from the begining. These things I have spoken unto you, that ye should not be caused to stumble". (331)

اس عبارت کا حوالہ سیرت ابن ہشام میں بھی موجود ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے مورخ محمد بن اسحاق کا ایک بیان نقل کیا ہے جو اس انگریزی اقتباس کا عربی میں لفظی ترجمہ ہے۔ اور اس عبارت کا انہوں نے عنوان "صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانجیل" بتایا ہے۔(۳۳۲)

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ انجیل میں حضورؐ کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ کا اہل انجیل نے یہ عہد لکھا ہے: جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے پروردگار سے دشمنی کی اور اگر میں ان کے سامنے ایسے کام نہ کرتا، جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیے تو ان کی کچھ خطا نہ ہوتی، لیکن وہ آج سے

اترانے لگے ہیں اور انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر بھی غلبہ حاصل کرلیں گے مگر جو بات ناموس میں ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھ سے ناحق بغض کیا۔ پس کاش منحمنا آگئے ہوتے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف پاک روح کے ساتھ بھیجے گا۔ یہ وہ ہو گا جو رب کے پاس سے نکلا اور میرا گواہ ہے اور تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم قدیم سے میرے ساتھ رہے ہو۔ میں نے تم سے یہ بات کہہ دی ہے تاکہ تم شک میں نہ رہو (تمہیں عدم تبلیغ کی شکایت نہ رہے) اور منحمنا سریانی زبان میں محمد کا ہم معنی ہے اور رومی زبان میں بر قلیطس (فار قلیط) کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(۳۳۳)

انگریزی اقتباس میں جہاں لفظ (PARACLETE) یعنی (COMFORTER) ہے۔ اس کے مقابلے میں محمد بن اسحاق نے وہ لفظ المنحمنا استعمال کیا ہے اور منحمنا بالکل لفظ محمدؐ یا احمدؐ کا مترادف ہے یعنی تعریف کیا گیا جبکہ (PARACLETE) یا (PARACLETUS) کا معنی معاون وکیل۔ استاد۔ شفیع یا تسلی دینے والا کیا گیا ہے لیکن اصل لفظ (PERICLYTOS) تھا۔ جس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمدؐ کا بھی یہی معنی ہے۔(۳۳۴) اور محمد بن اسحاق کے عہد میں بھی یہی لفظ تھا اور یہی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیق ہے۔(۳۳۵) بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک "احمدؐ" موجود ہے۔ اس لفظ کے بارے میں سر سید احمد خان نے بھی طویل بحث کی ہے اور ان کے نزدیک یونانی میں پیریکلو طاس (PERICLYTOS) یعنی احمدؐ ہی درست ترجمہ ہے۔(۳۳۶)

انجیل یوحنا کی آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کی نشانیاں اس میں بڑے واشگاف الفاظ میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً سفید گھوڑا سے مراد دلدل (براق) ہے۔ لوہے کے ڈنڈے سے مراد آپؐ کی قوت مدافعت اور جذبہ جہاد ہے۔ سر پر بہت سے تاج سے مراد آپؐ کے القابات ہیں۔ مثلاً سید المرسلین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، شفیع المذنبین اور اس طرح کے بے شمار القابات ہیں۔ اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا سے مراد آپؐ کا اسم گرامی احمدؐ ہے۔ جس کی خبر حضرت عیسیٰؑ نے دی ورنہ عرب میں یہ نام کوئی نہ جانتا تھا۔ حضورؐ نے بتایا کہ میرا ایک نام احمدؐ بھی ہے۔ سچائی کا روح سے مراد آپؐ کے مشہور القابات امین اور صادق ہیں۔ صداقت اور عدالت آپؐ کے اوصاف ہیں۔

انجیل برناباس

انجیل برناباس ۳۲۵ء تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی۔ ۴۹۶ء میں بابائے گلاکیس اول نے اور بہت سی کتابوں کی طرح برناباس کو گمراہ کن قرار دے کر عیسائیوں کے لئے اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب غائب ہو گئی۔(۳۳۷) ۳۸۳ء میں پوپ نے اس کا ایک نسخہ حاصل کرکے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا نسخہ ۱۷۱۳ء میں شہزادے یوگین نے جے۔ ایف کریمر سے حاصل کیا جو وی آنا کے شاہی کتب خانے میں ۱۷۳۸ء میں منتقل ہوا اور یہ مسودہ اب بھی وہاں محفوظ ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس سے چھپا۔ اس کا عربی ترجمہ مصری عیسائی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں کیا۔ عربی ترجمہ کو محمد حلیم انصاری نے اردو میں منتقل کرکے ۱۹۱۰ء میں لاہور

سے شائع کیا۔ ۱۹۷۳ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کونسل آف پاکستان کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔(۳۳۸) یہ انجیل برناباس بڑی حد تک تحریف سے محفوظ ہے۔(۳۳۹) اس میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی حضورؐ کے بارے میں کئی بشارات درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسیوں اور نبیوں کے سرتاج یعنی خدا کے آخری رسول کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا تاکہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد کی زبانی فرمایا کہ ستارہ صبح سے پہلے قدوسیوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا۔ مبارک ہو خدا کا نام جس نے فرشتے پیدا کئے تاکہ وہ اس کی خدمت کریں۔(۳۴۰)

ADAM, having sprung up upon his feet, saw in air a writting that shone like the sun, which: there is only one God, and Muhammad is the messenger of God, where upon Adam opened his mouth and said: I thank thee O.LORD my God, that thouhast designed to create me but tell me I pray thee what meanth the message of those words. Munammad is messenger of God. Have there been other men before me. (341)

(ترجمہ): جب آدم اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی' جس کی عبارت تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار' اے میرے خدا میں تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے میری تخلیق فرمائی لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے' (محمد رسول اللہ) کیا مجھ سے پہلے اور بھی انسان ہوئے ہیں۔

۳۔ خدا نے کہا۔ مرحبا اے میرے بندے آدم میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا اور وہ جسے تو نے دیکھا ہے۔ تیرا بیٹا ہے۔ جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہو گا جس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ جب آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا جس کی روح ہر شے پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی۔(۳۴۲)

۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔(۳۴۳) یہ عبارت معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۵۔ اور آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آ گئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیا رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جوبلی ہو گی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لئے میں نہیں

چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لئے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔(۳۴۴)

۶۔ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گذرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ تحقیق ہم نے یکجہتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔(۳۴۵)

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح کے نزدیک شب میلاد رسولﷺ کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے اور وہ اس رات نیند کو نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عبادات کر کے برکات و فیوض حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اس رات اور اس دن کو بطور عید میلاد رسولﷺ منانے کا علم رکھتے تھے۔ اس سے جہاں آپؑ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن نے بھی وضاحت فرمائی ہے: سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا' حصول پر اس نعمت کے نہ کرے' وہ مسلمان نہیں۔(۳۴۶)

۷۔ حضرت عیسیٰؑ حضورﷺ کی آمد کی واضح بشارت دے رہے ہیں: میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کا انتظار دنیا کی تمام قوموں کو ہے' جیسا کہ خدا نے ہمارے باپ ابرہام سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں زمین کی تمام قوموں کو برکت دوں گا پھر جب خدا مجھے دنیا سے اٹھائے گا تو ابلیس نا پرہیز گاروں کو یہ یقین دلا کر کہ میں خدا اور خدا کا بیٹا ہوں پھر یہ ملعون فتنہ اٹھائے گا جس سے میرا کلام اور میری تعلیم ناپاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تیس صاحب ایمان رہ جائیں گے جس پر خدا دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور اپنا رسول بھیجے گا۔ جس کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں جو جنوب سے طاقت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کو بت پرستوں سمیت برباد کر دے گا۔ ابلیس سے وہ غلبہ چھین لے گا جو اسے انسانوں پر ہے۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی رحمت ان کی نجات کے لئے لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے وہ جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا۔(۳۴۷)

۸۔ اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی یہ کہہ کر کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ یہ پا کر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدوس ہو جاؤں گا اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا۔(۳۴۸)

The name of Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he has created his soul and placed it in acelestical splendour. God said, "Wait Muhammad, for thy sake, I will to create the paradise, the worlds, and a great multitude of

creatures, I shall send thee into the world. I shall send thee as my messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail, "Muhammad is his blessed name. (349)

اس عبارت میں حضرت عیسیٰؑ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کس قدر واضح انداز میں حضورؐ کی آمد کی بشارت دی ہے: مسیحا کا نام "قابل تعریف" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا۔ "اے محمدؐ! انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے' جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہو گی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔" آپؑ نے کہا کہ "محمدؐ" اس کا بابرکت نام ہے۔ اس پر تمام سامعین نے فریاد کرنی شروع کی۔ اے خدا! "اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کی نجات کے لئے جلد تشریف لے آئیں۔"

صرف برناباس کی انجیل میں ہی حضور اکرمؐ کے بارے میں مبشرات کا سراغ لگایا جائے تو آپؐ کی سیرت پاک اور خصائل و شمائل کے بارے میں بہت سی وقیع معلومات ملتی ہیں مثلاً آپ کو نبیوں کا سرتاج (باب ۴: ص ۱۰)' خدا کا رسول (باب ۳۹ ص ۳۵' ۳۶)' باعث تخلیق کائنات (باب ۳۹ ص ۳۶)' مالک و مختار (باب ۴۱ ص ۳۹)' آپؐ کا فضائل میں سے جملہ انبیاء کی نسبت سہ چند حصہ وصول فرمانا (باب ۴۴ آیت ۲۸ تا ۳۲ ص ۴۰)' رحمتہ اللعالمینؐ (باب ۴۳ آیت ۱۳ تا ۱۵ ص ۶۸۔ باب ۱۳۶' آیت ۱۵۔۲۹ ص ۲۰۳ اور باب ۴۳ آیت ۳ تا ۱۰ ص ۳۳۳) قیامت کے دن حضورؐ کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء و فرشتوں کا ان کے گرد جھرمٹ ہونا (باب ۵۴ آیت ۲ تا ۱۱ ص ۸۴۔۸۵) خاتم النبیینؐ کا نسل اسماعیل سے ہونا (باب ۲۰۸ ص ۲۸۹۔ باب ۴۳ ص ۶۹۔ باب ۱۹۱ ص ۲۷۱) حضرت عیسیٰؑ کا اعتراف کہ میں وہ نبی نہیں ہوں (باب ۹۴ ص ۱۳۳۔ باب ۸۲ ص ۱۲۴)' آدم کے ناخنوں پر اسم محمدؐ کا لکھا جانا (باب ۳۹ آیت ۱۴ تا ۲۸ ص ۶۰) اور حضورؐ کا دنیا کی سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا (باب ۳۵ ص ۵۳۔۵۴)"

عرفان غازی نے انجیل برناباس کے حوالے سے حضورؐ کی بشارات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور آپؐ کا وعدہ ابراہیمؑ" تصدیق عیسیٰؑ" تحویل قبلہ کی بشارت' میثاق انبیاء' شرح صدر' سراج منیر' رسول مبین' شافع محشر' خاتم النبیینؐ" رحمت عالم اور جامع جمیع صفات ہونا' ثابت کیا ہے۔(۳۵۰)

حضورؐ کے اسمائے مبارکہ میں سے "احمدؐ" ایسا نام نامی ہے جسے آپ کے بتانے سے پہلے اہل عرب میں کوئی نہ جانتا تھا۔ اس نام کے بارے میں انجیل میں یہ اشارہ موجود ہے۔ "آپؐ کا ایک نام جسے آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" (مکاشفہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱۔۱۲) یہ نام نامی حضرت عیسیٰؑ کو بتایا گیا۔ اس کی تصدیق مسند احمد بن حنبل سے ہوتی ہے جب حضرت جعفر طیارؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نجاشی شاہ حبشہ کے دربار

میں تشریف لائے تو نجاشی نے کہا۔ "خوش آمدید ہو آپ کو اور اس کو (نبی کریمؐ) جس کے پاس سے آپؐ آئے ہیں۔ میں (نجاشی) گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہ ہیں جن کا نام ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے دی۔" اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نجاشی جو مذہبی اعتبار سے عیسائی تھا۔ اسے آپؐ کا نام نامی معلوم تھا۔(۳۵۱) مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمتہ نے حضورؐ کے اسم گرامی اور دیگر اوصاف کے بارے میں جو انجیل میں موجود ہیں۔ مثنوی میں ارشاد فرمایا ہے:

بود در انجیل نام مصطفےٰؐ
آں سر پیغمبراں بحر صفا
بود ذکر حلیہ ہا و شکل او
بود ذکر غز و صوم و اکل او
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب
چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
بوسہ دادندے برآں نام شریف
رو نہادندے بداں وصف لطیف
(۳۵۲)

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں تھا' جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں۔ ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا' ان کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے جب اس نام اور خطاب پر پہنچتے اس متبرک نام کو بوسہ دیتے' اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے۔

رسولوں کے اعمال

حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے حواری پطرس نے یوں منادی کی۔ "ضرور ہے آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا' وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔(۳۵۳)

غزل الغزلات (نشید الانشاد)

یہ حضرت سلیمانؑ کے مقدس صحیفہ کا نام ہے۔ یہ آج کل بائبل عہد نامہ عتیق اور جدید کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اصل صحیفہ عبرانی زبان میں تھا۔ اس میں حضرت سلیمانؑ نے حضورؐ کی آمد کی بشارت میں اشاروں کنایوں سے کام لینے کی بجائے صاف طور پر حضورؐ کا اسم گرامی بتایا ہے: خلو محمدیم زہ رودی زہ رعی(۳۵۴) (وہ ٹھیک محمدؐ ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں میری جان)۔ اسی صحیفہ میں آپؐ کا اسم گرامی مع حلیہ

مبارکہ یوں بیان کیا گیا ہے: "میرا محبوب نورانی' گندم گوں' ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے اس کی زلفیں مثل کوے کی کالی ہیں۔ اس کا چہرہ مثل ماہتاب کے' جوان مانند صنوبر کے' اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب' اے بیٹیو یروشلم کی۔"(۳۵۵) اس کلام میں بین السطور صرف ایک ہی شخصیت ہے اور وہ ہیں سرور کشور رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اس میں بعض الفاظ صراحت کے ساتھ آپؐ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دیگر پیغمبروں نے بھی آپؐ کی تشریف آوری کی واضح الفاظ میں بشارات دی ہیں:

حضرت ادریسؑ نے آپ کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں پیش گوئی کی: دیکھو ہمارا آقا اپنے دس ہزار ہمراہیوں (صحابہ کرام) کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے۔ (کتاب یہودہ ا: ۱۴-۱۵) (۳۵۶)

حضرت نوحؑ نے فرمایا: "اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا جس سے وہ کمان بادلوں میں دکھائی دینے لگ جائے گی۔" (کتاب پیدائش ۹: ۱۳ تا ۱۴)۔(۳۵۷)

حضرت شعیبؑ کے کلام میں ہے: "میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک خچر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔" (خچر سوار سے مراد حضرت عیسیٰؑ اور شتر سوار ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اسی طرح انہوں نے فرمایا۔ "اے قوم میں نے ایک صورت انور اونٹ پر دیکھی ہے جو اپنی ضو فشانی میں چاند سے مشابہ تھی۔"(۳۵۸)

حضرت سلیمانؑ نے سلطنت مصطفیٰؐ کے متعلق یوں بشارت دی۔ "اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہو گی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔ اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے' سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی۔" (زبور ۷۲)۔(۳۵۹)

حضرت ابراہیمؑ کے صحیفہ میں مذکور ہے۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے: ابراہیمؑ کی کثیر اولاد ہو گی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں نبی امی اور خاتم النبیینؐ آئیں گے۔(۳۶۰) حضرت ابراہیمؑ نے رسول اکرمؐ کی بعثت سے کم و بیش تین ہزار سال قبل عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔ "وہ عربی ہو گا' اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا۔"(۳۶۱)

حضرت سلیمانؑ کے جانشین انبیاء میں سے حضرت یسعیاہؑ نے اپنے صحیفے میں جو الہامی الفاظ فرمائے ہیں اور حیرت انگیز پیش گوئی کی جو نہایت عظیم الشان طریقے سے حضورؐ کی ذات اقدس میں پوری ہوئی۔ "ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ' وہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں' پڑھ نہیں سکتا۔"(۳۶۲)

زرتشتی مذہب (پارسیوں کا مذہب)

اسلام کے ظہور سے پیشتر اہل ایران کا مذہب آگ کی پوجا تھا۔ اسے زرتشتی مذہب یا پارسیوں کا

مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ ایران قدیم میں ایک زبردست دینی شخصیت حضرت زرتشت (ZORO ASTOR) نے تقریباً ۱۰۰۰ ق۔م میں جنم لیا۔ اہل میڈیا نے انہیں پیغمبر تسلیم کیا جن پر بقول ان کے "اوستا" نامی الہامی کتاب نازل ہوئی۔ ان کی روایت کے مطابق اوستا اکیس نسکوں پر مشتمل تھی مگر اس کتاب کا ۱/۱۰ حصہ ہی بچ سکا اور باقی ۹/۱۰ حصہ وقت کے بحر ظلمات میں غرق ہو کر ناپید ہو چکا ہے۔ زرتشت کی تعلیمات سے یہ گمان حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کہ شاید وہ پیغمبر ہی ہوں کیونکہ ان کی تعلیمات تعمیری اور جاندار ہیں۔ خود زرتشت نے ایک خدا یعنی "اھورا مزدا" کی پرستش لازمی قرار دی اور نیکی و بدی یا خیر و شر کا تصور بھی دیا۔ پارسیوں نے مرور زمانہ کے ساتھ نیکی و بدی کو دو مستقل خداؤں کا درجہ دے دیا۔ نیکی کے خدا کو یزداں اور بدی کے خدا کو اہرمن (شیطان) کے نام دے دیئے۔ بہرحال زرتشت نے اوستا میں اور باتوں کے علاوہ ایک بیان یہ بھی دیا ہے جسے علامہ ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے اپنے خطبات بہاولپور میں نقل کیا ہے۔ "میں نے دین کو مکمل نہیں کیا میرے بعد ایک نبی اور آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اس کا نام رحمۃ اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت ہو گا۔" (۳۴۳) اس اقتباس سے صاف واضح ہے کہ حضرت زرتشت آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضورؐ کی آمد کی بشارت ژند اوستا کے دساتیر ۱۴ میں یوں بیان کی گئی ہے۔ "جب اہل فارس اخلاقی طور پر زوال پذیر ہو جائیں گے۔ ایک شخص عرب میں پیدا ہو گا۔ اس کے پیروکار ان کے مذہب اور تخت و تاج کو ویران کر دیں گے اور ایران کے طاقتور اور مغرور حکمران مغلوب ہو جائیں گے۔ جو گھر بنایا گیا تھا اور جس میں بہت سارے بت رکھے گئے تھے۔ ان بتوں سے پاک ہو جائے گا اور لوگ اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے اپنی نمازیں پڑھیں گے۔ اس کے پیروکار پارسیوں کے شہر طوس (TUS) اور بلخ اور ان کے اردگرد کے بڑے شہروں پر قابض ہو جائیں گے اور دیگر علاقوں کے دانا لوگ اس کے پیروکاروں سے مل جائیں گے۔" (۳۴۴)

یہ کتاب پارسیوں کے پاس ہمیشہ رہی ہے۔ اس میں حضورؐ کا میلاد' کعبہ سے بتوں کا اخراج' آتش فارس کا بجھنا' کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا' مسلمانوں کا ایران فتح کرنا' اس قدر واضح پیش گوئی ہے جو حضورؐ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی۔

گوتم بدھ

ہندوستان کی مقدس کتابوں کے علاوہ مذہبی شخصیات نے بھی بلیغ اشارات میں نبی کریمؐ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ گوتم بدھ (۵۶۸ ق۔م۔ ۴۸۸ ق۔م) نے برہمنوں کے سامراجی شکنجے میں دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ جب وہ اپنا مقدس مشن پورا کر کے دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے اپنی زندگی کے جو آخری الفاظ کہے وہ حضورؐ کی بعثت کے متعلق گواہی پر مشتمل تھے۔ عین اس وقت جب گوتم بدھ کی سانس اکھڑ رہی تھی اور نبضیں ڈوبنے والی تھیں' ان کے ایک شاگرد نندا نے بے قرار ہو کر پوچھا: "آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا۔" اس کے جواب میں گوتم

بدھ نے جو الہامی الفاظ کہے' وہ تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیے۔ اس عظیم مفکر اور اپنے عہد کے مامور نے جواب دیا۔ "دنیا میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا۔ نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئے گا۔" عظیم بدھ کے اس ارشاد پر اس کے شاگرد نندا نے سوال کیا۔ "ہم اسے کس طرح پہچانیں گے۔" بدھ نے جواب دیا۔ "وہ میتریا کے نام سے موسوم ہو گا۔"

میتریا کیا ہے؟ الہ آباد کے مشہور انگریزی اخبار "لیڈر" کی ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں ایک بدھ عالم کا مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں اس نے "میتریا" کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ وہ جس کا نام "رحمت" ہے۔(۳۶۵) میتریا سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی دوستی' خیر خواہی' رحم والا' محبت والا' شفقت والا' مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا اور رحمت والا ہیں اور یہ سب صفات حضورؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔(۳۶۶)

گوتم بدھ کی ایک پیش گوئی ملتی ہے: "بھائیو! اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہو گی اس کا نام برگزیدہ "میتریا" ہو گا۔ کامل معرفت والا' حکمت نیکی اور سرور مطلق والا' تمام عالمین کا عالم بے نظیر' ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی' فرشتوں اور انسانوں کا معلم۔ ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں وہ کامل طور پر جانے گا اور دیکھے گا۔ اعلیٰ زندگی کی معرفت مع اپنے کمال و صفائی اصلی روح اور الفاظ دونوں کی وساطت سے ظاہر کی جائے گی جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہو گی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے۔(۳۶۷) (چکاوتی سنگھ ناد۔ سُتنا ذی ۳: ۷۶)

اس پیش گوئی میں آپؐ کی آمد کے علاوہ صحابہ کبارؓ کی کثیر تعداد کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار اصحاب اور آخری خطبہ حجتہ الوداع کے وقت آپؐ کے سامنے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کا جم غفیر تھا۔

وید اور پران

ہندوؤں کی دینی تعلیمات کا دار و مدار جن کتابوں پر ہے۔ ان میں چاروں وید (رگ وید' سام وید' یجر وید' اتھر وید)' اپنشد۔ گیتا اور دس پران شامل ہیں۔ ان میں رگ وید کی زبان کو عہد عتیق کی وہ زبان کہا جا سکتا ہے جس کی شستہ و رفتہ اور قواعد دانوں کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق معیاری شکل کا نام سنسکرت ہے۔(۳۶۸)

پران اور بشارات مصطفیٰؐ

پران کا لفظ اردو میں "پرانا" کا ہی مترادف ہے۔ اس کی طرف قرآن مجید میں ایک عجیب و غریب اشارہ ملتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے: **وانہ لفی زبر الاولین** (۲۶: ۹۴) اس چیز کا پرانی کتابوں میں ذکر ہے۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس آیت کا تعلق پرانوں سے ہے یا نہیں مگر ان دس پرانوں میں سے ایک پران میں یہ ذکر آیا ہے: "آخری زمانے میں ایک شخص ریگستان کے علاقے میں پیدا ہو گا اس کی ماں کا نام "قابل اعتماد" (آمنہ) اور باپ کا نام اللہ کا غلام (عبداللہ) ہو گا۔ وہ اپنے وطن سے شمال کی طرف

جا کر لینے پر مجبور ہو گا اور پھر وہ اپنے وطن کو دس ہزار آدمیوں کی مدد سے فتح کرے گا۔ جنگ میں اس کی رتھ کو اونٹ کھینچیں گے اور وہ اونٹ اس قدر تیز رفتار ہوں گے کہ آسمان تک پہنچ جائیں گے۔" (۳۶۹)
یہ الفاظ اتنی صراحت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان سے حضورؐ کی ذات پاک کے سوا اور کوئی دوسرا نبی یا رسول مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

بھوشن پران میں ہے: "اے دیوتاؤ! سنبل گرام میں یہ کشب پیدا ہو گا۔ وہ وشنو اشیاء کے نام سے مشہور ہو گا۔ وشنو کیرتی اس کی چھٹی بیوی ہو گی۔" (بھوشن پران حصہ ۴ پرتی سرگ برو باب ۲۵ صفحہ ۱۵۹۷ شلوک ۸ تا ۱۰) اس سے مراد ہے کہ عرب میں وہ پیغمبر پیدا ہوں گے اور رسول اللہ کے نام سے مشہور ہوں گے۔ ان کی چھٹی بیوی کا نام خدیجہ الکبریٰ (وشنو کیرتی) ہو گا۔

کلکی پران ہندوؤں کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں دس پیغمبروں کے آنے اور مبعوث ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس میں حضورؐ کی آمد کی بھی پیش گوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ "کلکی اوتار ایک پہاڑی میں عبادت کرے گا وہاں خدا اس کو سبق دے گا پھر اس کو اپنے گھر والوں سے تکلیف ہو گی اور یہ مجبوراً جدا ہو کر شمالی پہاڑوں میں چلا جائے گا۔ اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے جو اس کے دھرم کو سارے جہان میں پھیلائیں گے۔ اس اوتار کی ایک بیوی بڑی خوبصورت سرخ رنگت کی ہو گی۔ اے لوگو! جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنے سر رکھ دینا کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔" (۳۷۰) آپؐ نے کوہِ حرا میں عبادت کی اور وہیں پر وحی نازل ہوئی۔ چار بھائیوں سے مراد خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ شمالی پہاڑوں میں جانا ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ کو ہوئی۔ سرخ رنگت والی بیوی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ خواجہ حسن نظامی نے بھی اپنے میلاد نامہ میں کلکی پران کے حوالے سے حضور اکرمؐ کی آمد کی بشارت کا ذکر کیا ہے۔ (۳۷۱)

بھاوشیہ پران سنسکرت میں ہے۔ اس میں حضورؐ کا اسم گرامی محمدؐ صاف لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ "ایک ملیچھا (کسی غیر ملک کا باشندہ جو اجنبی زبان بولتا ہو) روحانی استاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ اس کا نام محمدؐ ہو گا۔ راجہ (بھوج) نے اس مہادیو عرب کو (یعنی فرشتہ خصلت عرب کو) گنگا کا پانی اور پنچ گاویہ میں غسل دینے کے بعد (یعنی اسے تمام گناہوں سے پوتر کرنے کے بعد) اپنی مخلص خدمات کا تحفہ پیش کیا تو پھر ہر طرح کا احترام کرتے ہوئے کہا۔ اے فخر بنی نوع انسان! عرب کے رہنے والے میں تیرے حضور میں جھک کر سلام کرتا ہوں۔ تو نے شیطان کو ہلاک کرنے کے لئے بہت بڑی طاقت کو اکٹھا کیا ہے اور آپؐ نے اپنی حفاظت کے لئے عربی مخالفین سے بچاؤ کی خاطر حفاظت کر لی ہے اوہ تو! جو اس بہت ہی پاکیزہ خدا کی شبیہ ہے اور وہ خدا سب سے بڑا ہے میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے جو تیرے پاؤں کے اوپر پڑا ہوا ہے قبول کر لے۔ (پراتی سرگ پرو نمبر ۳ فقرہ ۳، ۵، ۸) (۳۷۲) اس کے علاوہ شلوک نمبر ۱۰ تا ۲۷ میں بھی صاف لفظوں میں پیش گوئی موجود ہے۔ "ان دشمنوں کو رہنمائی کرنے کے لئے بہت ہی مشہور محامد (محمد) جس کو میں نے برہما کا لقب دیا ہے۔ ان پشاچا لوگوں کو راہ راست پر لانے میں مصروف ہے۔" (۳۷۳)

پوتھک اوتران

پوتھک اوتران یا پوتھک سنگرام ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ بیاس جی کی اس مقدس کتاب میں آپ کی پیش گوئی واضح الفاظ میں موجود ہے۔ "آنے والے زمانہ میں "مہامت" پیدا ہو گا۔ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس کے سر پر بادل سایہ کرتا ہو گا اور اس کے جسم کا کوئی حصہ سیاہ نہ ہو گا وہ دنیا کے لئے کوئی تلاش نہیں کرے گا اس کی تلاش سراسر دین کے لئے ہو گی جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آئے گا اسے خدا کی راہ میں دے دیا کرے گا۔ اپنی زندگی میں اس کا طریقہ کم کھانے کا ہو گا۔ عرب کے سرداران اس کے دشمن ہوں گے لیکن وہ خود خداوند تعالیٰ کا محبوب ہو گا۔ قادر اور توانا خداوند تعالیٰ اس کی طرف کتابیں بھیج دے گا۔" (۳۷۴) برج بھاشا زبان میں اس پوتھک اوتران کا ترجمہ تلسی داس نے کیا۔ اس کے منظوم ترجمہ کے کانڈ ۲۱ سکنڈ ۲۴ میں ہے: بنا محمد نیا پار نہ ہوئے اور یہ پورا شعر یوں ہے:

تب لگ سندرم جھ کوئی
بنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پار نہ ہوئی
(۳۷۵)

دھرم اوترا کھنڈ

دھرم اوترا کھنڈ مہاویو جی (۶۲۰ ق م ۔ ۵۴۳ ق م) کے خطبات اور تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے: وہ مخلوقات سے ڈرتا نہیں ہو گا۔ بہت ہی دلاور اور سمجھدار ہو گا۔ اس کا نام مہامت ہو گا۔ اس مہامت کی اوضاع دیکھنے سے لوگ حیران ہوں گے۔ اس کی قوم اور قبیلہ کے لوگ جس طریقہ سے عبادت کیا کرتے ہیں وہ اس طرح کی عبادت نہیں کرے گا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھے اس قادر ذات کی طرف سے جو واحد ہے اور کوئی شریک نہیں رکھتا' یہ حکم ہے کہ اس قسم کی بے معنی عبادت مت کیا کرو اور میں سوائے ایک اللہ کی ذات کے دوسرے کسی کی طرف بھی رجوع کرنے والا نہیں ہوں۔ آپ لوگ میری تابعداری کریں۔ اس کی تبلیغ اور دعوت کی وجہ سے اس کی قوم کے سب لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے۔(۳۷۶) مہامت سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔

سام وید

سام وید چار ویدوں میں سے ایک ہے۔ برہمنوں کے نزدیک اس وید کو باقی ویدوں پر خاص فوقیت حاصل ہے۔ اس میں حضورؐ کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آپؐ کا اسم مبارک "احمد" بھی موجود ہے۔ احمدؐ ہے بتوہ میدھام رشیہ پری جگرہ۔(۳۷۷) (ترجمہ) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت کو حاصل کیا۔ ایک منتر میں حضورؐ کی بعثت کا اظہار یوں ہے:

"احمدؐ نے اپنے پرماتما سے سندر آورش اور پرکار سیکھا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔" (۳۷۸) اس اشلوک میں آپؐ کا نام احمدؐ واضح طور پر لکھا گیا۔ آپؐ کی حکمت سے لبریز شریعت کا

مذکرہ اور آپؐ کو سورج کی مانند روشن سراجا" منیرا کے متبادل لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ کی صفات اس طرح بیان کی گئی ہیں۔(۳۷۹) وہ ہر مقدس اسم کا مبیّ' رعد والا' نہایت تعریف کیا گیا۔ قلعوں کو توڑنے والا جوان' عقیل' بے انداز قوت پیدا کیا گیا' انہوں نے دعا کے بھجنوں کے ساتھ اس اندر کی شان بیان کی جو اپنی قوت سے حکومت کرتا ہے جس کے ہزاروں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عطیہ آتے ہیں۔

اتھروید

اتھروید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں رگ وید کے محامد' سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادات کا ذکر ہے۔ اتھروید صحیفہ ابراہیم کی بڑی حد تک نقل ہے۔ اتھروید میں حضورؐ کی آمد کی بشارت اس طرح دی گئی ہے : اوم جناہ اپ اشرت نرا شہ اسو شتے کورم ششٹم سہرچہ نوتم رشیشوا دو ہے۔(۳۸۰)

(ترجمہ) : اے لوگو یہ (بشارت) احترام سے سنو۔ محمدؐ تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں۔ نراشنہ کے معنی ہیں لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی جیسا کہ ابن اثیر کامل وغیرہ نے لکھا ہے۔(۳۸۱)

حضورؐ کے متعلق اتھروید میں چند اشارات اس طرح ملتے ہیں : اے لوگو! بڑے زور و شور سے سنو! مہامت لوگوں میں ظاہر ہو گا۔ ہم ہجرت کرنے والے کو ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے پناہ دیں گے۔ اس نے مامح رشی کو سینکڑوں سونے کے سکے' دس حلقے' تین سو عربی گھوڑے اور گائیں دیں۔ (اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منترا تا ۳)۔ اس میں مہامت اور مامح رشی سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ ماہ یعنی مہا بہ معنی بہت زیادہ مع یعنی تعریف کیا گیا۔ زبان اور لہجے کے اختلاف کی وجہ سے لفظ محمدؐ کو مہامت بنا دیا گیا ہے۔ معنوں اور مفہوم کے اعتبار سے اس کا اطلاق حضورؐ کی ذات پاک پر ہوتا ہے۔ ان منتروں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مہامت رشی (حضرت محمدؐ) پہلے ہجرت کریں گے۔ اور پھر ان کو فتح حاصل ہو گی۔ سینکڑوں سونے کے سکے سے مراد وہ اصحاب کبارؓ ہیں جو مکہ مکرمہ میں آپؐ کو میسر آئے اور وہ اہل مکہ کی ہر قسم کی سختیاں برداشت کر کے خالص سونے کی طرح قیمتی بن گئے۔ دس حلقہ سے مراد عشرہ مبشرہ' تین سو عربی گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر اور دس ہزار گائیں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرامؓ ہیں' جو فتح مکہ کے روز حضورؐ کے ساتھ تھے۔ یہی بات حضرت موسیٰؑ نے فرمائی تھی : وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا۔ (کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۱) اور حضرت سلیمانؑ نے فرمایا : دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھنڈے کی مانند کھڑا ہو گا۔ (غزل الغزلات : باب ۵) (۳۸۲)

اتھروید کے ایک اور منتر میں جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے : اے صادقوں کے رب! تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور مستانہ ترانوں سے دشمن کی جنگ میں مسرور کیا

کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا۔(۳۸۳)

اتھروید میں حضورؐ کے معراج کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے:

"رتھ کی چوٹی نیچے جھک جاتی ہے کہ وہ مبادا آسمان کے ساتھ چھو جائے۔"(۳۸۴)

یہ ساری خوبیاں اور نشانات دنیا کی تاریخی روشنی میں صرف آنحضرتؐ کی سوانح حیات میں ملتی ہیں۔ ان کی تطبیق بجز آپؐ کے کسی دوسرے رشی یا پیغمبر پر نہیں کی جا سکتی۔

مہابھارت

ہندوؤں کی اس مقدس کتاب میں بھی سرور دو عالمؐ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں ایک جگہ درج ہے: کل جگ کے آخر میں کلکی اوتار پیدا ہونے والا ہے (مہابھارت شانتی پروا دہائیہ: ۳۴۰) کلجگ سے مراد رہزنی' قتل و غارتگری' بتوں کی خوشنودی کی خاطر انسانوں کو بھینٹ چڑھانا' لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا' معاشرتی انتشار اور پر آشوب دور مراد ہے اور کلکی اوتار سے مراد آپؐ کی ہی ذات اقدس ہے۔ بھگوت گیتا مہابھارت کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس میں سری کرشن کی تعلیمات میں بھی حضورؐ کے متعلق واضح اشارات موجود ہیں: جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھ جاتا ہے' تب خدا ایسے شخص کو کھڑا کرتا ہے جو نیک لوگوں کی رکشا کرتا ہے اور پاپوں کا ناس کر کے دھرم کو قائم کر دیتا ہے (گیتا باب چہارم)۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بین السطور اس سے مراد آپؐ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت کعب کا ایک خطبہ

درج ذیل بشارت ان الہامی اورا کلات میں سے ہے جن کو عقلیں تصور میں لاتی ہیں اور وہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ہوتے ہیں۔ کعب قریش کو خطبہ دیتے اور بعثت حضورؐ کا ذکر کیا کرتے تھے کہ وہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو گا چنانچہ انہیں اس نبی کی تابعداری کا حکم دیتے اور فرماتے: اپنے حرم کو آراستہ کرو' اس کی تعظیم کرو' عنقریب اس کی بڑی شان ہو گی اور یہاں سے ایک نبی کریم نکلے گا پھر چند اشعار پڑھتے۔ ان میں یہ شعر بھی ہے:

عَلیٰ غَفلَتِہٖ یَاتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ

فَیُخبِرُ اَخبَاراً صَدُوقاً خَبِیرُھَا

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آ جائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہو گا)(۳۸۵) اس کا ذکر سیرت وحلانیہ میں بھی موجود ہے۔(۳۸۶)

حضرت کنانہ کی پیش گوئی

حضرت کنانہ بن خزیمہ کے پاس اہل عرب حصول علم و فضل کے لئے آتے تو آپ فرماتے "مکہ مکرمہ سے ایک نبی نکلیں گے انہیں احمدؐ کے نام سے پکارا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں گے۔ وہ نیکی

اور احسان کا درس دیں گے پس ان کی تابع داری کرنا' تمہارے شرف میں اضافہ کا موجب ہو گا۔"(۳۸۷)

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابو علی قیروانی نے اپنی کتاب البستان میں روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک سرا آسمان میں' ایک زمین میں' ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں تھا۔ پھر اس میں سے ایک درخت ظاہر ہوا' جس کا ہر پتہ نور کا تھا اور مشرق و مغرب کے رہنے والے جیسے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہوں۔ آپ کا یہ خواب کاہنہ نے سن کر اس کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کی نسل میں سے ایک ایسی ہستی پیدا ہو گی جس کی مشرق اور مغرب کے رہنے والے اطاعت کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی تعریف بیان کریں گے۔(۳۸۸) آپ کو تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ آپ نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا میں نوح نجی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جو تمہارے آباء و اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہارے صلب سے ظاہر ہوا ہے۔(۳۸۹)

سیف بن ذی یزن کی مبارکباد اور خوش خبری بسلسلہ بعثت نبوی

سیف بن ذی یزن حمیری نے حبشہ کو فتح کر لیا اور یہ فتح حضورؐ کی ولادت کے بعد حاصل ہوئی تھی تو عرب کے وفود اور معززین قوم اس کی خدمت میں مبارکباد دینے کی غرض سے گئے۔ قریش کے وفد میں آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم بھی تھے۔ بادشاہ نے بڑی راز داری سے حضرت عبدالمطلب کو تخلیہ میں بتایا یہ بات آپ کے سینہ میں محفوظ اور راز رہنی چاہئے جب تک خود حق تعالیٰ ہی اس کا افشا کا حکم نہ دے دے۔ میں اس مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں جسے ہم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اپنے سوا دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہے' ایک عظیم الشان خبر اور بہت بڑی بلندی و مرتبہ کا ظہور پاتا ہوں جس میں تمام بنی نوع انسان کو حیات میں عظمت و شرف اور موت کے بعد فضیلت و برتری حاصل ہو گی اور آپ کی قوم کو عام طور سے اور آپ کو خاص طور پر یہ شرف حاصل ہو گا۔ وہ راز اور خوشخبری یہ ہے کہ جب تہامہ (شدت گرما اور ہوا کے حبس کی وجہ سے جس کی حدیں شمال میں حجاز اور جنوب میں یمن سے جا ملتی ہیں' اس علاقے کا نام تہامہ رکھا گیا تھا) میں ایسا بچہ پیدا ہو گا جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مہر ہو گی تو اسے قیامت تک عالم کی سرداری حاصل رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا۔ خدائے رحمان کی عبادت کرے گا' بتوں کو توڑ ڈالے گا' وہ تمام ادیان کو باطل قرار دے گا۔ برائیوں سے منع کرے گا اور خود بھی رکے گا۔ اس کے والدین وفات پا جائیں گے اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضورؐ کی ولادت کے جملہ احوال سنائے تو ابن ذی یزن نے کہا کہ اے عبدالمطلب! آپ ہی اس نومولود ہستی کے دادا ہیں۔ اس فرزند کی حفاظت کیجئے خاص طور پر اسے یہودیوں

سے بچائے رکھیے' کیونکہ وہ لوگ اس کے سخت دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ انھیں ہرگز اس پر غالب نہ آنے دے گا۔ یہ واقعہ تاریخ اسد الغابہ میں بھی مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کے دادا نے سیف بن ذی یزن کو آپؐ کے اوصاف کے بارے میں مطلع کیا تھا۔(۳۹۰)

مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے حضورؐ کی ولادت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے تیس شواہد بیان کیے ہیں۔ ان میں قدیم صحائف کے حوالے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان شواہد میں انہوں نے حضورؐ کی تصویر یہودی علماء کے پاس ہونا' شاہ ہرقل کے پاس کئی انبیاء کی تصاویر ہونا' کاہنوں کی زبان پر حضورؐ کا ذکر ہونا' یہودیوں کے ہاں ذکر میلاد النبیؐ' بخت نصر کے خواب کی تعبیر' سطیح کی پیش گوئی' حضرت عبدالمطلب سے یہودی علماء کی گفتگو' حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور مصطفیؐ اور فاطمہ شامیہ کا قصہ' اور واقعہ اصحاب فیل کو بیان کیا ہے۔(۳۹۱)

قریظہ' نضیر' فدک اور خیبر کے یہودی آپؐ کی بعثت سے قبل آپ کی صفات بتایا کرتے تھے جب آپؐ کی ولادت ہوئی۔ یہودیوں کے عالم کہنے لگے۔ اس رات احمد پیدا ہوئے ہیں اور یہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپؐ کو نبوت عطا ہوئی تو اس کی بھی انہوں نے تصدیق کی۔ یہودی آپؐ کا اقرار کرتے اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور آپؐ کی مدینہ ہجرت کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ثابت بن ضحاک نامی ایک نوجوان آیا اور سنانے لگا کہ بنو قریظہ کا ایک یہودی مجھ سے جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے وہ ایسی ہی کتاب لائے گا جیسی ہمارے پاس ہے وہ تم سب کو عاد کی طرح تباہ کر دے گا۔ ایک یہودی مدینہ کی بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس کے پاس آگ روشن تھی جب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے' تو کہنے لگا: ستارہ احمد طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کی آمد آمد ہوتی ہے۔ اور احمدؐ کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔(۳۹۲)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو یہودیوں اور کاہنوں کے پاس لے جاتیں اور ان سے آپؐ کے حالات بیان کرتیں تو وہ آپؐ کے احوال و اوصاف سے آپؐ کو پہچان جاتے تھے۔ نیز حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو ایک معمر عیسائی عالم تھے' آپؐ کی وحی کی کیفیت سن کر آپؐ کی رسالت کی خبر دے دی تھی۔(۳۹۳)

کعبے کے گرد قریش کی کئی ایک مجالس تھیں جن میں ان کا اجتماع ہوا کرتا جیسا کہ سیرت ہشامیہ میں لکھا ہے۔ ان مجالس میں وہ اپنے خاص معاملات کے متعلق مذاکرات کیا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کعبے کے سائے میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں ان کے لئے خاص فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ جس پر ان کے احترام اور تعظیم کی وجہ سے کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا۔ حضورؐ اپنے بچپن میں اپنے دادا کے پہلو میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کسی شخص کو انہیں روکنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ ان کے تصور اور ان کی امید سے کہیں بڑھ کر ہوا۔(۳۹۴)

بحیرا پادری علوم عیسائیت کے متبحر عالم تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور کتب

مقدسہ کی معلومات کی بناء پر آپؐ کو آپ کے رسول ہونے کی اطلاع دے دی تھی کیونکہ سابقہ کتب میں آپؐ کے اوصاف و علامات اور آپؐ کے بعض ارہاصات و معجزات مذکور تھے۔(۳۹۵) جب حضورؐ بصریٰ کے قریب گھاٹی پر چڑھ رہے تھے تو اس وقت کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جس نے آپؐ کو سجدہ نہ کیا ہو تو اس وقت بحیرا پادری نے آپؐ کے چچا ابو طالب کو آپؐ کو وہیں سے واپس لے جانے کی تاکید کی تھی۔(۳۹۶)

شام کے یہودیوں میں سے ابوالبیان نے مکہ میں آکر رہائش اختیار کر لی۔ وہ حضورؐ کی بعثت کے بارے میں یہودیوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی کی بعثت متوقع ہے جس کا زمانہ قریب آچکا ہے پس اے گروہ یہود! مبادا کوئی دیگر گروہ آنحضرتؐ کے ظہور پر ایمان لانے میں تم پر سبقت لے جائے۔ آنحضرتؐ کو اس حال میں مبعوث کیا جائے گا کہ آپؐ کو مجبوراً خون ریزی کرنا پڑے گی اور مخالفین کی عورتیں اور ان کی اولادیں آپؐ کے پاس قیدی بن کر آئیں گی اور یہ چیزیں تمہیں آپؐ پر ایمان لانے سے نہ روکیں۔(۳۹۷)

راہبوں کی پیش گوئی کے بارے میں حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں دین کی تلاش میں نکلا تو راہب یہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہو گا۔ آپؐ کے شانے پر مہر نبوت ہو گی چنانچہ راہبوں کی ساری باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔(۳۹۸) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے آپؐ کے بارے میں کاہنوں کی خبریں، عیسائی اور یہودی علماء کے جملہ واقعات جو آپؐ کی بعثت سے قبل پیش آئے، تفصیل سے بیان کئے ہیں۔(۳۹۹)

آپؐ کی بعثت مبارکہ کے خفی یا جلی اشارات و بشارات کو ہر دور میں میلاد ناموں، مبشرات ناموں اور کتب سیرت میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مبشرات کے بیان کے سلسلہ میں مختلف الہامی صحائف اور مذہبی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔ میلاد ناموں اور مبشرات ناموں میں ان بشارات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر دور کے سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحاق، ابن ہشام، قسطلانی، ابو نعیم، سیوطی، جندی تہانی، ملا علی قاری، جوزی، شبلی، سلیمان منصور پوری اور مولانا مودودی نے ان مبشرات کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ منظوم کتب سیرت میں بھی ان کے حوالے موجود ہیں۔

محمد باقر آگاہ نے ہشت بہشت میں من عرن کے عنوان سے آپؐ کی بشارات کو نظم کیا ہے۔ مولود شریف حالی میں بھی ان بشارات کے حوالے موجود ہیں۔ محسن کاکوروی نے مثنوی صبح تجلی میں بھی ان مبشرات کو بیان کیا ہے۔

مولود سعیدی میں ان بشارات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تری مدح داؤد گاتے تھے اکثر
زبوروں کے ڈنکے بجا کیسے کیسے

ترا ذکر موسیٰ کی توریت میں ہے
پتے دے رہا ہے خدا کیسے کیسے

بشارت تری ابن مریم نے دی ہے
نشاں دے گئے انبیاء کیسے کیسے

(۳۰۰)

حفیظ جالندھری نے ان بشارات کا حوالہ دیا ہے:

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گدائی کی
دل یحیٰیؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مرادیں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
(۳۰۱)

اسی طرح شفیق جونپوری کے لفظوں میں:

بشارت انبیاء دیتے رہے آدم سے عیسیٰ تک
نبوت ناز فرماتی ہے جس پر وہ نبی آیا
(۳۰۲)

ماہر القادری:

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
(۳۰۳)

ان مبشرات کے حوالے عصر جدید کے منظوم تراجم میں بھی ہیں:

زمین نے اس دن ایک نیا نام سنا
محمدؐ ——————— محمدؐ ———————
ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے
یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں

...گا

...عظیم انسان آگیا ہے

جس کی بشارت توریت اور انجیل نے دی تھی

جس کے قدموں کی چاپ عیسیٰ موسیٰ اور داؤد نے سنی تھی

وہی حسین و جمیل انسان چپ چاپ ہولے ہولے آگیا ہے

جیسے شرق سے آہستہ آہستہ سورج اور بدر کامل طلوع ہوتے ہیں (۳۰۳)

میلاد ناموں کا عربی ‘ فارسی پس منظر

عرب شعراء کا ذوق مدیح ، بعثت سے قبل آپ ؐ کی مدحت و ستائش کے نمونے ، حضورؐ نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا ، حضرت آمنہؓ کا میلادیہ قصیدہ ، حلیمہ سعدیہؓ کے میلادیہ اشعار ، بی بی شیما کے میلادیہ اشعار ، دربار نبویؐ کے شعرا کا آپ ؐ کے مناقب بیان کرنا ، جناب ابو طالبؓ ، حضرت عباسؓ ، حضرت کعب بن زہیرؓ ، حضرت حسان بن ثابتؓ ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ، حضرت کعب بن مالکؓ ، حضرت عباس بن مرداسؓ ، ام معبد ، عہد مابعد صحابہ کی مدحت خیرالانام ، علامہ بوصیریؒ ، شیخ عبدالرحیم البرعیؒ ، ابن نباتہؒ ، عبدالرحمن بن خلدونؒ ، احمد شوقی ، میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین ، عربی موالید کا سرسری جائزہ۔

عربی میں میلاد کی روایت

عرب شعراء کا ذوق مدیح

عربوں کے نزدیک ایام جاہلیت میں بھی سب سے بڑا علم شعر و شاعری تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کو شاعری سے گہری وابستگی رہی ہے۔ ابن رشیق نے لکھا ہے:

"پہلے ان کا سارا کلام نثر میں تھا پھر عربوں کو اپنے مکارم اخلاق' خاندان کی پاکیزگی' اچھے دنوں کے ذکر' دور دراز گئے وطن کے بہادر گھوڑ سواروں اور سخیوں کے گیت گانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان کے نفس بھی کار کریمانہ کے لئے حرکت میں آ جائیں اور وہ اپنے بیٹوں کی اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کر سکیں لہذا انہوں نے چند عروضوں کو اپنے ذہن میں رکھ کر انہیں کلام کے لئے وزن بنا لیا اور جب وزن مکمل ہو گیا تو اس کا نام شعر رکھ دیا کیونکہ انہوں نے اس کا شعور حاصل کر لیا تھا کہ اس فن پر انہیں پورا عبور حاصل ہے۔ ان کی زبان میں مفہوم ادا کرنے کے لئے بہت زیادہ وسعت' خیال آفرینی کے لئے مناسب و موزوں ماحول' ان کی طبیعتوں میں پاکیزگی اور قدرت و جذبہ آزادی بدرجہ اتم موجود ہے۔ نیز ان کا جزیرہ ان موانع سے خالی ہے جو ذہن کو غور و فکر کی راہ سے روکیں۔"(۳۰۵)

عربوں کے اس قسم کے معاشرتی ماحول میں شاعری کی بڑی عزت و توقیر تھی۔ ان کے نزدیک شاعر ان کی عزتوں کا محافظ اور ان کے کارناموں کو شہرت سے ہمکنار کرتا تھا۔ "جاہلی شعرا کسی باحیثیت آدمی' یا کسی بادشاہ' وزیر یا سپہ سالار کے اخلاق فاضلہ کی دل کھول کر تعریف کرتے تھے۔ یہ اخلاق حمیدہ ان شعراء کے نزدیک سخاوت و کرم' شجاعت و بہادری' پاکدامنی و پاکبازی' عدل و انصاف' وفائے عہد' مہمان نوازی اور صلح و صفائی تھے۔"(۳۰۶) جن لوگوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں' اس زمانے میں ان کی تشہیر شعر و شاعری سے کی جاتی تھی اس طرح شاعری ذرائع ابلاغ عامہ کا کام بھی دیتی تھی۔

بعثت سے قبل آپؐ کی مدحت و ستائش کے نمونے

آپؐ کی مدحت و ستائش کے اولین نمونے آپ کے عہد ولادت سے پہلے کی روایات اور الہامی صحائف میں مذکور مبشرات کی صورت میں ملتے ہیں۔ ان کتب سماوی میں متذکرہ بشارات کی وجہ سے رہبان و احبار' منجم و کہان اور موحدین و متکلمین اس نبی موعود کے منتظر تھے۔ ان اشعار میں آپؐ کا زمانہ پانے کی

آرزو اور دیدار کی تمنا کا اظہار ہے۔

حضرت کعب بن لوئی (جو حضورؐ کے جد امجد تھے) نے اپنی قوم کو جمع کر کے کئی بار آپؐ کی عظمت و شان بیان کی(۳۰۷) وہ آپ کے میلاد کے بارے میں یوں کہتے تھے:

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلَّ اَوبٍ تَخَالُبٍ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَ نَهَارُهَا

(دن اور رات کا ہر بار لوٹنا ایک قسم کی کھینچا تانی ہے۔ ہمارے لئے رات کیا اور دن کیا دونوں یکساں ہیں)

يَوُبَانِ بِالْاَحْدَاثِ حِيْنَ تَاوُبَا
وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُتُورُهَا

(یہ دن اور رات جب دونوں لوٹتے ہیں تو حوادث کے ساتھ لوٹتے ہیں اور ان کے پردوں میں ہمارے لئے کثرت سے نعمتیں آتی ہیں)

صُرُوفٌ وَ اَنْبَاءٌ تُقَلِّبُ اَهْلَهَا
لَهَا عُقَدٌ مَا يَسْتَحِلُّ مَرِيرُهَا

(یہ دن رات) گردشیں اور خبریں ہوتی ہیں جو دنیا کے لوگوں کو الٹتی پلٹتی رہتی ہیں۔ ان گردشوں کی گرہوں کو کوئی کھول نہیں سکتا)

عَلٰى غَفْلَةٍ يَاتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ
فَيُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوقًا خَبِيْرُهَا(۳۰۸)

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہو گا)

حضرت کنانہ نے آپ کے بارے میں پیش گوئی میں فرمایا: "محمدؐ نبی بن کر آئیں گے اور اپنے خبیر کی سچی خبریں دیں گے۔"(۳۰۹)

یمن و حضرموت کے بادشاہ ابا کرب (تبع ثانی) نے یثرب پر حملہ کیا تھا۔ اہل یثرب دن کو لڑتے تھے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے تھے۔ اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے صلح کا ہاتھ بڑھایا' صلح نامہ لکھتے وقت ایک یہودی بنیامین قرظی نے تبع سے کہا کہ تو یثرب فتح نہیں کر سکتا' کہ یہ دیار ایک قریشی نبی کی فرود گاہ بننے والا ہے۔ یہ سن کر تبع نے بے ساختہ یہ اشعار کہے تھے۔

اُلْقِيَ اِلَيَّ نَصِيْحَةٌ كَيْ اَزْدَجِرَ
عَنْ قَرْيَةٍ مَحْجُوْرَةٍ بِمُحَمَّدٍ

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهُ
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِي النَّسَمِ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِی اِلٰی عُمْرِہٖ
لَکُنْتُ وَزِیْرٌ لَہٗ وَابْنُ عَمِّہٖ

(قس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمدؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم ہوں گا)(۲۱۰)

قس بن ساعدہ نے حضور کی شان میں عکاظ کے میلے میں شعر کہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں موجود تھے۔ اس کے کلام میں تھا۔ "مجھے تمہارے اس دین سے جس پر تم ہو' اللہ کا دین پسند ہے اور یہ نبیؐ کے ظہور کا وقت ہے اور تمہارا زمانہ اس کے قریب ہے' جو ان پر ایمان لائے گا' اسے ہدایت نصیب ہو گی اور جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے گا' اس کے لئے ہلاکت ہے۔"(۲۱۱)

آپؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد آپؐ کو حضرت عبدالمطلب کعبہ کے اندر لے گئے تھے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکریہ ادا کرتے رہے اور آپ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار پڑھتے رہے۔ یہ اشعار "میلاد اول" کے عنوان کے تحت لکھے جا چکے ہیں۔

نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ نے جب آپؐ کو حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کیا تو آپ یتیم تھے۔ اس لئے حلیمہؓ نے تامل کیا تو حضرت آمنہؓ نے فرمایا: یَا ظِئْرُ سَلِّیْ عَنْ اِبْنِکِ فَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ لَہٗ شَانٌ۔ (اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو' اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔)

جب حلیمہؓ آپ کو لے کر چلیں تو سیدہ آمنہؓ نے یہ شعر پڑھے:

اُعِیْذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الْجَلَالِ
مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَی الْجِبَالِ
حَتّٰی اَرَاہُ حَامِلَ الْحَلَالِ
وَیَفْعَلَ الْعُرْفَ اِلَی الْمَوَالِ
وَ غَیْرُ ھُمْ مِنْ حَشْوَۃِ الرِّجَالِ

(میں اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے)(۲۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا

ایک بار آپؐ نے فرمایا:
اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔(۲۱۳)
ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
انا النبیّ لا کذب انا ابن عبدالمطلب(۲۱۴)

(میں نبی ہوں' اس میں کوئی دروغ گوئی نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

مستند حدیث مبارکہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں۔ میں ناجائز طریقہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جبکہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا۔(۴۱۵)

امام مسلم اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے:

"واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا۔ اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔"(۴۱۶)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میلادیہ قصیدہ

ابو نعیم نے زہری کے طریق پر دلائل نبوت میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت اسماء بنت رہم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضور رسالت مآبؐ کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے وقت انؓ کے پاس موجود تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچ سال کی عمر مبارک میں ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا:

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ مِنَ الْغُلَامِ
یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَۃِ الْحِمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْعَلَّامِ
فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّہَامِ
بِمِائَۃٍ مِّنْ اِبِلٍ سَوَامِ
اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ
تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَفِی الْحَرَامِ
تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِیْنَ اَبِیْکَ الْبَرِّ اَبْرَاہَامِ
فَاللّٰہُ اَنْہَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ
اَنْ لَّا تُوَالِیْہَا مَعَ الْاَقْوَامِ

"اے بیٹے! اللہ آپؐ کو برکت عطا فرمائے۔ آپؐ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے۔ جنہوں نے بلند شان کے مالک' اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلہ میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹوں

...یا۔ میں نے جو خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام
...طرف مبعوث ہوں گے۔ آپؐ حلت و حرمت کے لئے اسی دین کے ساتھ مبعوث ہوں گے جو دین
...کے باپ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپؐ کی حفاظت فرمائے گا اور آپؐ کی دوستی
...سے نہیں ہو گی جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا! ہر زندہ کے لئے موت ہے۔ ہر
...ہے اور ہر بڑی عمر والے کے لئے فنا ہے۔ میں مر جاؤں گی' مگر میرا ذکر باقی رہے گا' اس لئے
...نے پاکیزہ اور طاہر کو جنم دیا ہے اور اپنی یاد کے لئے خیر کو چھوڑا ہے۔" (۳۱۷)

...سعدیہ کے میلادیہ اشعار

ابن جراح کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ محمد بن علی ازدی کی کتاب الترقیص میں یہ شعر دیکھا ہے' جس سے وہ آپؐ کا میلاد بیان کر کے لوری دیتی تھیں:

یَا رَبِّ اِذَا اَعْطَیْتَہٗ فَابْقِہٖ
وَاَعْلِہٖ اِلَی الْعُلٰی وَارْقِہٖ
وَادْحَضْ اَبَاطِیْلَ الْعِدٰی بِحَقِّہٖ

"اے اللہ جب تو نے آپؐ کو دیا ہے تو آپؐ کو باقی رکھ' آپؐ کو بلند درجے دے اور ترقیاں عنایت کر اور آپؐ کی برکتوں سے باطل پرست دشمنوں کو ذلیل کر دے۔" (۳۱۸)

بی بی شیما کے میلادیہ اشعار

آپؐ کی رضاعی بہن بی بی شیما آپؐ کو گود میں لے کر درج ذیل میلادیہ اشعار پڑھا کرتی تھیں:

ھٰذَا اَخٌ لِّیْ لَمْ تَلِدْہُ اُمِّیْ
وَلَیْسَ مِنْ نَسْلِ اَبِیْ وَ عَمِّیْ
فَدَیْتُہٗ مِنْ مُخْوَلٍ مُعِمِّیْ
فَاَنْمِہِ اللّٰھُمَّ فِیْمَا وَ تَنْمِیْ
(۳۱۹)

(یہ میرے وہ بھائی ہیں جو میرے ماں جائے نہیں اور میرے والد و چچا کی نسل سے بھی نہیں لیکن میں آپؐ پر اپنے بزرگ ماموں و چچا کو قربان کرتی ہوں اور اے اللہ جیسی کہ تو نشوونما کیا کرتا ہے اس سے زیادہ اچھی آپؐ کی نشوونما کر)(۳۲۰)

علاوہ ازیں آپؐ کی رضاعی بہن شیما کی لوری ہے:

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتّٰی اَرَاہُ یَافِعًا وَ اَمْرَدَا
ثُمَّ اَرَاہُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا

وَاَکبِت اَعادِیْہ مَعَانَاً لَحَسُدَا
وَاَعطِہٖ عِزّاً یُدُوُمُ اَبَدَا

(اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باقی رکھ۔ یہاں تک کہ آپ نوخیز جوان ...
پھر یہ اپنی سرداری اور حکومت دیکھیں اور ان کے دشمنوں کو معاو حسد پکڑے اور انہیں دائمی اور ...
عزت عطا فرما)(۳۲۱)

ورقہ بن نوفل نے بھی آپؐ کی شان میں مدحیہ اشعار کہے ہیں جو ایسات کے نامور عالم اور ...
عیسائی تھے۔ ابن ہشام نے ان کے قصیدہ کے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔(۳۲۲)

دربار نبوی کے شعراء کا آپؐ کے مناقب بیان کرنا

حضرت ابو طالبؓ کے میلادیہ اشعار

نبی کریمؐ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؓ نے آپؐ کے اعلان نبوت کے بعد چند پرجوش اشعار آپ ...
مدح میں کہے ہیں۔ ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر سیرۃ النبی میں نقل کئے ہیں اس قصیدے ...
ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوماً قُرَیْشٌ لِمُفْتَخِرٍ
فَعَبْدُ مُنَافٍ سِرُّھا وَ صَمِیمُھا
وَاِنْ حُصِّلَتْ اَشْرافُ عَبدِ مُنَافِھا
وَ فِی ھَاشِمٍ اَشرافُھا وَ قَدِیمُھا
وَاِنْ فَخَرَتْ یَوماً فَاِنَّ مُحَمَّداً
ھُوَالْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّھا وَ کَرِیمُھا
(۳۲۳)

(ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا ...
افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا' ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے' وہی اس پورے قبیلے کی ...
رواں اور اصل ہے اور عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو ...
ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ...
گا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین' پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سربلندی ہیں)' ان کے علاوہ جناب ...
طالب کا ۵۶۔ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ ملتا ہے جس کے اشعار ابن ہشام نے اپنی کتاب میں کہے ...
ہیں۔(۳۲۴)

حضرت عباسؓ کے میلادیہ اشعار

حضورؐ کے دوسرے عم بزرگوار' حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (م ۳۲ھ) نے بھی آپؐ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ نبی کریمؐ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپؐ کی مدح کروں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کہو' اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے چنانچہ حضرت عباسؓ نے آپؐ کے سامنے جو اشعار پڑھے۔ ان میں سے دو شعر یہاں دیئے جاتے ہیں:

وَاَنتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَت
الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِکَ الاُفُقُ
فَنَحْنُ فِی ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَ فِی النُّوْرِ
سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ
(۲۲۵)

(اور جب آپؐ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپؐ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ پس ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں)

حضرت کعبؓ بن زہیر

دربار رسالت کے معروف شاعر کعبؓ بن زہیر اپنے قصیدہ "بانت سعاد" کے سبب خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ آنحضرتؐ کی فتح مکہ کے بعد مدینہ واپسی پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور پھر انہوں نے اپنا یہ قصیدہ نبی کریمؐ کے روبرو پیش کیا' حضرت کعبؓ جب اس شعر پر پہنچے تو نبی کریمؐ نے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک شاعر کو عطا کر دی:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ
وَ صَارِمٌ مِّنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلُ

(بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جن سے روشنی اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے' جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔(۲۲۶)

ابن اسحق نے اس قصیدہ کے ۵۱ شعر نقل کئے تھے۔ ابن ہشام نے تلاش کر کے ان میں سات اشعار کا اضافہ کر دیا۔ ان ۵۸ اشعار کے اس قصیدہ کی شروح مختلف شارحین نے بے شمار لکھی ہیں۔ شاعر کے طالع کی ارجمندی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے اس قصیدہ کے ایک شعر کو پسند فرما کر اپنا پیرہن مبارک عطا فرمایا۔

حضرت حسانؓ بن ثابت

حضرت حسان بن ثابتؓ (م ۵۴ھ) نے نعت نبویؐ کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے۔ ان کا

کلام شوکت الفاظ' بلندی فکر' معنی آفرینی اور جوش و روانی کی خوبیوں سے مزین تھا۔ ان کے لئے سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبوی میں ان کے لئے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے۔ کفار کی ہجویات کے جواب میں حضرت حسانؓ کے اشعار کو خود نبی کریمؐ پسند فرماتے تھے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اشعار سن کر دعا فرمائی: اللھم ایدہ بروح القدس (اے اللہ! جبرئیل کے ذریعے سے حسان کی مدد فرما) حضرت حسانؓ صحیح معنوں میں شاعر دربار رسالت تھے۔ ان کے دیوان میں نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کے علاوہ اسلام کی تائید و حمایت میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ حضرت حسانؓ کے درج ذیل دو میلادیہ شعر بہت مشہور ہیں:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِی
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

(۴۴۷)

(پیارے آقا' میری ان آنکھوں نے آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔ آپؐ ہر نقص اور عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپؐ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کیے گئے)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے کتب سیر و مغازی میں حضرت حسانؓ کے بعد سب سے زیادہ اشعار ملتے ہیں۔ وہ قادر الکلام شاعر ہی نہیں بلکہ تلوار کے دھنی بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے۔ نبی کریمؐ کے ہمراہ غزوات بدر' احد' خندق' حدیبیہ' خیبر اور دوسرے معرکوں میں شریک رہے۔ سنہ ۸ ہجری غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ کفار اور مشرکین کی بدگوئی اور ہجو کا اپنے اشعار میں ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔ کفر اور بت پرستی پر شرم و غیرت دلاتے تھے۔ ان کے درج ذیل اشعار بہت مشہور اور مقبول ہیں:

رُوحِی الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلَاقُہٗ شَھِدَتْ
بِاَنَّہٗ خَیْرُ مَوْلُوْدٍ مِّنَ الْبَشَرِ

(میری روح فدا ہو اس پر جس کے اخلاق گواہی دیتے ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں)

عَمَّتْ فَضَائِلُہٗ کُلَّ الْعِبَادِ کَمَا
عَمَّ الْبَرِیَّۃَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

"آپؐ کے احسانات تمام لوگوں کے لئے عام ہیں جس طرح آفتاب و ماہتاب کی روشنی تمام مخلوقات کے لئے

عام ہے۔" (۳۲۸)

حضرت کعب بن مالکؓ

حضرت کعب بن مالکؓ مدینہ منورہ کے ان پانچ نامور شعراء میں سے ایک ہیں جن کا "جمہرہ اشعار العرب" کے مولف نے بطور خاص ذکر کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں جو تین صحابہؓ پیچھے رہ گئے تھے ان میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے۔ ان کی سچائی کی بناء پر توبہ قبول ہوئی اور سورہ توبہ کی آیت **وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا الخ** ان ہی تین حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کے ان اشعار سے خوفزدہ ہو کر دوس قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

قَضَيْنَا مِن تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ
وَ خَيْبَرَ ثُمَّ اَجْمَعْنَا السُّيُوْفَا
نُخَيِّرُهَا وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ : دَوْسًا" اَوْ ثَقِيْفًا

"جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے' اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے' پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں' اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہتیں! کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔" (۳۲۹)

حضرت عباسؓ بن مرداس

عباسؓ بن مرداس' عرب کی مشہور شاعرہ خنساء کے صاحبزادے ہیں۔ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ کے بعد ان کے اسلام میں پختگی پیدا ہو گئی۔ ان کے اشعار میں شراب کی مذمت ملتی ہے۔ زمانہ جاہلیت ہی سے وہ اس سے نفور تھے۔ حضورؐ کی مدح میں ان کے چند قصائد ملتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے ان کے چار مدحیہ اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ "ان اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے' جس کی دعوت دینے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے' اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔ (۳۳۰)

ام معبد

سفر ہجرت میں غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپؐ کا گذر قبیلہ خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا۔ آپؐ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے۔ وہ کمزور اور نڈھال بکری جس کے تھن دودھ سے خالی تھے' آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو دودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے ابل پڑے کہ آپؐ نے دودھ خود نوش فرمایا اور دیگر اصحابؓ نے بھی سیر ہو کر پیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوہا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے

دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اس پر ام معبد نے سارا ماجرا سنایا اور ام معبد نے اپنے خاوند سے جن الفاظ میں آپؐ کی تعریف بیان کی اور آپؐ کا حلیہ مبارک پیش کیا وہ اگرچہ نثر میں ہے مگر اس کی جامعیت کے سبب اس کا حوالہ اکثر و بیشتر آپؐ کے شمائل و سراپا میں دیا جاتا ہے۔(۳۳۱)

عہد مابعد صحابہ کی مدحت خیر الانام

علامہ بوصیریؒ

علامہ بوصیریؒ کا پورا نام شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید ہے، ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقہ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت صوفی بزرگ تھے۔ ان کی ولادت دلاص میں ۶۰۸ھ اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی۔ قصیدہ بردہ کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں۔ بوصیری مداحین رسولؐ میں نمایاں بلکہ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔

بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے نہایت کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کی خاص مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ میلاد شریف کی محفلوں اور سیرت کے جلسوں میں اس قصیدے کے بعض ٹکڑے آج بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ یہ قصیدہ فقراء اور درویشوں کے اوراد و وظائف اور دم درود میں شامل ہے۔

بردہ ۱۸۲ ابیات کا قصیدہ ہے۔ شاعر نے تشبیب کے بعد مدح نبیؐ کا مضمون باندھا ہے۔ اس کے بعد آپؐ کی ولادت، معجزات، اعجاز القرآن اور معراج کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تمنا اور بارگاہ خداوندی میں مناجات ہے۔ بے پایاں خلوص و عقیدت کے باوجود شاعر نے وصف نبیؐ میں حدود سے کہیں تجاوز نہیں کیا۔ مولد النبیؐ کے باب میں فرماتے ہیں:

أَبَانَ مَولِدُهُ عَن طِيبِ عُنصُرِهِ
يَا طِيبَ مُبتَدَءٍ مِنهُ وَ مُختَتَمِ

"آپؐ کے زمان ولادت نے آپؐ کے عنصر کی پاکیزگی اور خوبی کو ظاہر کر دیا۔ سبحان اللہ کیا پاکیزگی ہے اول بھی اور آخر بھی۔"(۳۳۲)

"قصیدہ بردہ کو مدح خوانان رسالت کے تقریباً تمام حلقوں میں بے پناہ شہرت و وقعت حاصل ہوئی۔ یہ قصیدہ اپنی زبان و بیان، حسن اسلوب، الفاظ کی شیرینی و شوکت، جذبات کی فراوانی، جوش محبت و عقیدت اور سوز دروں کی تاثیر کا مرقع ہونے کی بناء پر خود ہی کچھ کم نہ تھا پھر سونے پر سہاگہ نبی کریمؐ کے دربار میں اس کی مقبولیت اور شاعر کی فالج ایسے خوفناک مرض میں معجزانہ شفایابی نے اسے مقبول انام اور مشہور خاص و عام کر دیا۔ دنیا بھر میں اس کی شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اور شاعروں نے اس پر بیسیوں تخمیسیں لکھ ڈالی ہیں۔"(۳۳۳)

نکلسن نے قصیدہ بردہ کی فصاحت و بلاغت، شعری خصوصیات اور فنی محاسن کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The Borda may be read with pleasure on account of its Smooth and elegant style."(۳۳۴)

شیخ عبدالرحیم البرعی

شیخ عبدالرحیم البرعی (م ۸۰۳ھ) یمن کے ایک صوفی عالم تھے۔ صاحب درس تھے۔ شاگردوں اور مریدوں کا بڑا حلقہ رکھتے تھے۔ شیخ اسماعیل الوشلی نے علمائے یمن کی تاریخ "نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال و من اھل الیمن" کے نام سے لکھی ہے، جس میں شیخ برعی کے علمی کمالات اور کرامتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اہل یمن ان کے اشعار کو وظیفہ کی طرح پڑھا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں عقیدت و محبت اور فدویت و سرشاری کے جذبات موجزن ہیں، درج ذیل دو اشعار ملاحظہ فرمایئے:

وَذَلِکَ خَیْرُ مَنْ حَمَلَتْهُ اُمٌّ
وَمَنْ لَبِسَ الْعِمَامَةَ وَالرِّدَاءَ

(وہ ذات گرامی جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، اور عبا و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا)

اِذَا مَدَحَ الْمُدَّاحُ اَرْبَابَ عَصْرِهِمْ
مَدَحْتُ الَّذِی مِنْ نُوْرِهِ الْکَوْنُ یَبْهَجُ
(۳۳۵)

(جب ثنا خوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں، تو اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے)

ابن نباتہ

ابن نباتہ مصری کا پورا نام جمال الدین محمد بن محمد ہے۔ ۶۸۶ھ سال پیدائش اور ۷۶۸ھ سال وفات ہے۔ اپنے وقت کے مشہور عالم، صوفی اور ادیب تھے۔ مدحت خیر الانام ان کی شاعری کا موضوع تھا۔ مدحت سرور کونین کا مضمون شروع کرتے ہیں تو دفعتاً قلم میں سنجیدگی، وقار اور ایک طرح کا توازن آ جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَعِنْلِی یَا رَجَاءُ زَمَانَ قُرْبٍ
بِرَوْضَتِهٖ اَعِنْلِی یَا رَجَاءُ

(اے امید! پھر ایک بار آپ کے روضہ پاک کی حاضری کی آس دلا دے، اور حضوری کا زمانہ قریب کر

(د ے)

عبدالرحمن بن خلدون

عبدالرحمن بن خلدون عربی ادب کی تاریخ میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نفخ الطیب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ فن تاریخ کا یہ موجد اور عربی نثر کا مجدد اندر سے خالی نہیں تھا بلکہ حب نبویؐ میں اس کا دل سرشار تھا۔ ابن خلدون کے قصیدہ میں ادبیت زیادہ ہے' الفاظ منتخب' ترکیبیں چست اور قافیے بے تکلف اور رواں ہیں۔ نعت کا انداز بھی دل نشین ہے۔

قَصَرتُ فِي مَدحِي فَاِن یَکُ طَیِّباً
فَبِمَا لِذِکرِکَ مِن اَرِیجِ الطِّیبِ
(۳۳۶)

(میں نے آپؐ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے' آپؐ کی عطر بیز یاد کا)

احمد شوقی

احمد شوقی (م ۱۳۵۱ھ) کی شاعری پرجوش طبیعت' احساس صادق ذوق سلیم اور قوی روح سے پھوٹ کر نکلتی ہے لہٰذا اس میں روانی کا زور اور بندش کی پختگی پائی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کی لغو و حشو اور اضطراب سے پاک صاف ہوتی ہے۔ نادر شعر' ضرب المثل اور حکمت عالیہ نظم کرنے میں وہ متنبی سے مشابہ ہے۔ شوقی اپنے دین کا پابند اور اپنی زبان و فن کا محافظ ہے۔ اپنے کلام میں جا بجا وہ انبیاء و خلفاء' الہامی کتب تیز مقامات مقدسہ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی شاعری کے لئے طویل بحریں منتخب کرتا ہے وہ نومولود اوزان پر بہت کم شعر کہتا ہے۔(۳۳۷) چار جلدوں پر مشتمل ان کی کلیات کا نام "الشوقیات" ہے۔ اسلامی جذبہ پوری قوت سے ان کے کلام میں موجود ہے۔ نبی کریمؐ کی محبت اور قرآنی تعلیمات و ارشادات ان کی شاعری میں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے تین میلادیہ قصیدے مشہور ہیں۔ (۱) الھمزیۃ النبویۃ (۲) ذکر المولد اور (۳) نہج البردہ۔ مصر میں میلاد النبیؐ کا جشن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے' میلے لگتے ہیں' دوکانیں سجتی ہیں' اور چھوٹے پیمانے پر جگہ جگہ میلاد کی مجالس ہوتی ہیں اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ شعراء و ادباء اپنے اپنے طرز پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ شوقی نے یہ تینوں قصائد دراصل انہی مواقع کے لئے کہے تھے۔ قصیدہ ذکر المولد کے چند شعر یہ ہیں:

۱۔ تَجَلّٰی مَولِدُ الهَادِي وَ عَمَّت
بَشَائِرُہُ البَوَادِي وَالقِصَابَا

۲۔ وَاَسدَتْ لِلبَرِیَّۃِ بِنتُ وَهبٍ
یَداً بَیضَاءَ طَوَّقَتِ الرِّقَابَا

۳۔ لَقَد وَضَعَتہُ وَهَّاجاً مُنِیراً

کَمَا تَلِدُ السَّمٰوٰتُ الشُّھُبَا

۴۔ فَقَامَ عَلٰی سَمَاءِ الْبَیْتِ نُوْراً
یُضِیْئُ جِبَالَ مَکَّۃَ وَالنِّقَابَا
(۴۳۸)

(ا۔ ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن آ گیا اور اس کی خوشیاں شہر شہر قریہ قریہ ہر جگہ پھیل گئیں (۲) بنت وہب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ آمنہؓ بنت وہب نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا' اور احسان کا قلادہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا' اس شعر میں حضرت آمنہ کی طرف اشارہ "بنت وہب" سے کیا گیا ہے۔ وہب کے لفظی معنی عطا کرنے کے ہیں اور ید (ہاتھ) سے مقصود احسان و عطا بخشی ہوتا ہے' وہب کا اسم یہ اچھا اولی استعمال ہے۔ اس شعر میں الفاظ کی حسن رعایت ہے (۳) انہوں نے (بنت وہب) حضورؐ کو ایک روشنی بخشنے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا' جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں (۴) بیت اللہ کی چھت پر ایک نور چمکا' جس نے مکہ' اس کی پہاڑیوں اور بیابانی راستوں کو روشن کر دیا۔)

میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین

عالم اسلام میں اولین میلاد نامہ کس نے لکھا اور مجالس میلاد کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات موجود ہیں۔ میلاد کی اولین کتاب کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے ہے کہ "ابن وحیہ (م ۶۳۳ھ) نے التنویر فی مولد سراج المنیر ۶۰۴ھ میں تصنیف کی۔"(۴۳۹) حالانکہ اس سے بہت پہلے ابو عبداللہ محمد بن الواقدی (سن پیدائش ۱۳۰ھ بمطابق ۷۴۷ء اور سن وفات ۲۰۷ھ ر ۸۲۳ء) کی میلاد النبیؐ کے موضوع پر کتاب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔(۴۴۰) اس لحاظ سے کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کی باقاعدہ روایت دوسری صدی ہجری سے ملتی ہے۔

میلاد النبیؐ کے بیان اور مجالس میلاد کے انعقاد کے بارے میں مولوی محمد اعظم لکھتے ہیں:

"زمانہ صحابہ و خیر القرون میں ذکر میلاد النبیؐ اس انداز سے تھا کہ کوئی عالم جب اس کا جی چاہتا یا لوگ اس سے پوچھتے تو کسی مقام یا مجلس میں حسب مناسبت وقت آنحضرتؐ کا تولد فرمانا اور ان ایام کے عجائبات و ظہور غرائبات و دیگر حالات و معجزات سرور کائناتؐ از ابتدا تا انتہا مجملاً یا مفصلاً بحسب مصلحت وقت کہہ سناتا اور سامعین بتوجہ خاطر سنا کرتے' اور اپنا ایمان تازہ کرتے۔"(۴۴۱)

مولوی عبدالسمیع نے بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ میلاد النبیؐ کا تذکرہ رواں آسا تو قدیم سے یعنی وقت صحابہؓ سے چلا آتا تھا بلکہ اصل تذکرہ مولود شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا تھا۔(۴۴۲) اس ضمن میں "التنویر فی مولد السراج المنیر" میں ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے

واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرتؐ تشریف لے آئے' اور آپؐ نے فرمایا' تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔" اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرتؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامرؓ اپنے کنبے والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا' یہی دن تھا (یعنی یہ کا دن جس میں حضورؐ اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا' نجات پائے گا۔" (۴۴۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ روز میلاد کھجوریں تقسیم فرماتے۔(۴۴۴)

عہد صحابہ کبارؓ کے بعد مکہ مکرمہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ خزران نے ولادت گاہ خیرالانامؐ پر مسجد تعمیر کرا دی۔ حج کے لئے آنے والے حجاج کرام ولادت مقدسہ کے مقام کی زیارت کے لئے جاتے اور بصد احترام و عقیدت درود و سلام پڑھتے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر این۔ میری۔ شمل (Schimmel Anne Marie) لکھتی ہیں:۔

"In the late eighth century the house in Mecca in which Muhammad had been born was transformed into an oratory by the mother of the caliph Harun ar-Rashid, and pilgrims who came to Mecca to perform the hajj visited it in pious awe. It seems that the tendency to celebrate the memory of Muhammad's birthday on a larger and more festive scale emerged first in Egypt during the Fatimid era (969-1171). This is logical, for the Fatimids claimed to be the Prophet's descendants through his daughter Fatima. The Egyptian historian Maqrizi (d.1442) describes one such celebration held in 1122, basing his account on Fatimid sources. It was apparently an occasion in which mainly scholars and the religious establishment participated. They listened to sermons, and sweets, particularly honey, the Prophet's favorite, were distributed; the poor received alms." (445)

ڈاکٹر این۔ میری۔ شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔ امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبیؐ مناتے چلے آ رہے ہیں۔(۴۴۶) مروج مجالس میلاد کے انعقاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس نے اس مہینے کو ولادت نبویؐ کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین پہلا شخص ہے' جس نے مجلس میلاد قائم کی۔ ابن خلکان نے ملک مظفر شاہ اربل (۵۴۹ھ تا ۶۳۰ھ) کے حال میں لکھا ہے' مولود شریف بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منایا کرتا تھا' یہ جنگ صلیبی کا دور تھا۔ اس کے لئے ابن وحیہ (۶۳۳ھ) نے ۶۰۴ ہجری میں کتاب (التنویر فی مولد السراج المنیر" لکھی تھی اور بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تھا۔ وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔(۴۴۷) اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری لکھتے ہیں کہ مجالس مولود کی باقاعدہ ابتداء چھٹی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔(۴۴۸) علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد' علامہ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے "سیرت شامی" (سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ: سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی پیروی سلطان اربل نے کی۔(۴۴۹)

سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد سب سے پہلے ملک شاہ سلجوق نے منائی۔ حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں: سلطان ملک شاہ سلجوق نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لئے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکار رسول مقبولؐ کا آغاز یہیں سے ہوا' یہ بڑی غلطی ہے جبکہ مسلمان شروع سے ہی تذکار رسولؐ ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔(۴۵۰) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجالس میلاد کا رواج عمر بن موصلی اور شاہ اربل سے بہت پہلے موجود تھا۔ اور سلاطین میں اسے سب سے پہلے رواج دینے کا شرف ملک شاہ سلجوقی کو حاصل ہے البتہ ملک مظفر الدین شاہ اربل (م ۱۸۔ رمضان ۶۳۰ھ) ہر سال ربیع الاول میں جس محبت و عقیدت کے ساتھ مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کے زیر اثر دیگر سلاطین بھی جشن عید میلا النبیؐ منایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلطان اربل ابتدا" مجالس مولود کو مروج و مقبول بنانے والے ہیں کیونکہ سلطان کو مجالس مولود سے عشق تھا اور تین لاکھ اشرفیاں اس محفل کے خرچ میں صرف کیا کرتا تھا۔(۴۵۱)

وہ اخلاق کریمانہ کا مالک' ظاہر و باطن ایک رکھنے والا عالم اور عادل تھا اس کی سیرت اور حکومت قابل تعریف ہے۔(۴۵۲) اس کے بعد یہ سلسلہ فروغ پذیر ہوا چنانچہ عربی' فارسی' ترکی' اردو اور علاقائی زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں مولود شریف پر کتابیں لکھی گئیں' جن میں طویل و مختصر ہر طرح کی تصانیف شامل ہیں۔ ان رسائل مولود کی ترتیب و تدوین کے بارے میں مولوی عبدالسمیع لکھتے ہیں:

"پس اسی طرح وہ روایتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ

شریف اور وقائع میلاد و بیان رضاعت وغیرہ کی بابت صحابہؓ میں متفرق منتشر تھیں، ایک وقت آیا کہ دوسری صدی ہجری کے بعد محدثین نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا، وہ رسالے بن گئے۔ پھر سینکڑوں رسائل میلاد تصنیف ہو گئے۔ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین پر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظم اور نثر کے لحاظ سے اپنے لئے مایہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں، پھر فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے۔" (۴۵۳)

چھٹی صدی ہجری میں مجلس میلاد کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں:

It seems, that approximately from the twelfth century onwards a new side of Muhammad - veneration became more and more popular at least

we do not yet know how long it was already in use to celebrate the maulud, the birthday of the Prophet, for which poets and mystics composed heartfelt hymns and which was, in some periods, a real popular festival with illuminations of the towns etc. The mauluds which were copmosed for these occasions, are still existent 122) ___ it is sufficient to mention the most famous example of this kind of poetry in Turkey, Suleyman Celebi's (d. 1429) maulud-i-sharif which is still living in the heats of almost all Turks, and which is recited not only on the birthday of the Prophet on 12. Rabi I but also as a kind of Soul's Mass at the 40th day after death and at the anniversary of death. There are mauluds all over the Islamic world, and in their simple verses, their loving devotion they belong to the most touching expressions of Islamic religious life.

The maulid-i-sharif by Suleyman Celebi, written in 1409/10, has been translated into English by L. McCallum. (454)

ڈاکٹر شمل کے نزدیک شعراء و صوفیا مجالس میلاد کے لئے مولود نامے موزوں کرنے لگے تھے اور یہ

روایت بارھویں صدی عیسوی میں اسلامی مذہبی زندگی میں قوت و تاثر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔ انہوں نے ترکی کے سلیمان شلبی کے مولود شریف کا بطور خاص ذکر کیا ہے جو آج تک ترکوں کے دلوں پر راج کرتا ہے اور اسے عید میلاد النبیؐ کے علاوہ چالیسویں اور سالانہ برسی کے عام مواقع پر پڑھا جاتا ہے۔

ج۔ سپنسر ٹری منگھم (J. Spencer Trimingham) نے اپنی تصنیف The Sufi orders in Islam میں لکھا ہے کہ میلاد ناموں کے خدوخال سیوطیؒ کے عہد تک واضح ہو گئے اور ان کی خصوصیات متعین ہو گئیں:

Mawlid recitations in the Arab world has taken thier characteristic form in the time of as-Suyuti (1445-1503) and the first, Arabic mawlid (apart from the earlier type of memorial to the Prophet like al-Busiri's Burda and Hamziyya) was Mawlid Sharaf an-Anam by Abd ar-Rahman Ibn ad-Daiba az-Zabidi (1461-1537). The popularization of these recitals is comparatively late, not becoming universal until the end of the eighteenth century, and is especially characteristic of the nineteenth-century orders with their stress upon the presence of the Prophet. Many of these order-founders wrote a mawlid, but the first to achieve renown was that of al-Barzanji (d.1766). It was adopted by the older orders, the Qadiri in particular, and was a feature in their renewed popularity at the end of the eighteenth century. This has ever since been the most universally performed maulid, most of the others being practised only within a particular order circle. Nativity recitals of this kind never became universal in the Muslim world or even the Arabic-speaking world. In the Maghrib mawlid celebrations rather take the form of qasida' recitals sung in honour of the Prophet by a special class of qasa' idin.

On the occasion of the Prophet's nocturnal ascension (on the eve of 27 Rajab) and sometimes on other occasions the mi'raj story is recited in place of the mawlid. This is the legend according to which the Prophet on the night of his miraculous flight to Jerusalem (which has for its point of departure sura xvii. 1) on a celestial steed called Buraq, ascended through the seven neavens within a two-bows-length distance from the divine throne. The legend plays an important part in the symbolism by which Sufis describe the ascent of the soul, as, for example, in Ibn al-Arabi's Kitab al-Isra ila' 1-maqam al-asra. Some maulid poems, like that of Sulaiman Chelebi, also include the mi'raj. The most popular recitals are on composed by. al-Barzanji and Qissat al-mi'raj al-kubra by Najm ad-din al-Ghaiti (d. 1576), with the hashiya (marginalia) of ad-Dardir (d. 1786)." (455)

یہی مصنف آگے چل کر میلاد ناموں کی متعین ہیئت اور مشترک موضوع کے بارے میں درج ذیل اظہار خیال کرتا ہے۔ اور مجلسی تقاضوں کو بھی بیان کرتا ہے:

The mawlid follows a standard form. After introductory praises to God and an invocation, the poem begins with a description of an-Nur al-Muhammadi, the eternal principle of creation and prophetical succession, in which the Light manifested itself from Adam, through the Prophets, to the birth of Mubammad. The point in the recital when the Prophet descends is the most solemn part of the recital. At the words 'Our Prophet was born' (wulida nabiyyuna)or equivalent phrase, all stand to welcome him with the words, Marhabah, ya Mustafa (Hail to thee, thou Chosen One), or Ya Nabi sallim' alaik (O Prophet, God's blessings be on thee). The poem then goes on the trace certain

aspects of the Prophet's life, with the stress on the miraculous and his virtues (manaqib). The songs which are inter-spersed between the various sections follow a liturgical pattern, invocation and response.

In Sulaiman Chelebi's meulid the solemn moment occurs at this point in Amina's recital:

Came a White Bird borne upon his wings straightway,

And with virtue stroked my back as there I lay. Then was born the Sultan of the Faith that stound, Earth and heaven shone in radious glory drowned.

Translated by E. J. W. Gibb (op.cit.i.246), who remarks, It is when this couplet has been reached at the Mevlid meetings that the sherbet and sweets are brought in and handed round; these are presented first to the chanter, then to the assembled guests. (456)

مجالس مولود اور مجلسی میلاد ناموں کا عام رواج ہو گیا اور کم و بیش تمام اسلامی ممالک میں میلاد ناموں کو فروغ حاصل ہوا اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں اسلامی ممالک کے بادشاہ بڑے تزک و احتشام سے مجالس میلاد منعقد کرنے لگے۔ اس طرح یہ موضوع صوفیا کے حلقوں تک محدود نہ رہا اور اس کی مقبولیت عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔

ابتدائی عربی کتب سیرت سے لے کر دور حاضر تک کی کتب میں آپ کی سیرت و سوانح، معجزات و تصرفات اور محامد و فضائل کا بیان موجود ہے۔ میلاد ناموں میں بھی مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر آپ کی سیرت مبارکہ کے چند مخصوص پہلوؤں نور محمدی" ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن کے واقعات، معجزات اور فضائل و خصائل کے بیان میں پاکیزہ و متین لب و لہجہ اختیار کیا گیا نیز شفاعت طلبی، حاجت روائی اور استمداد طلبی کے مضامین کا اضافہ ہوا۔

عربی موالید کا سرسری جائزہ

عربی موالید کے اس انتہائی وسیع موضوع پر منظوم، منثور، مختصر، اوسط اور طویل بے شمار تصانیف و تالیفات ہیں۔ محافل میلاد النبی کا انعقاد عالم اسلام میں قرون اولیٰ سے چلا آ رہا ہے۔ اس جائزہ میں ان

موالید کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بحث و دلائل سے نہیں بلکہ جو تصانیف علمی دنیا میں مشہور ہیں اور محافل میلاد کا عملی ثبوت ہیں:

مولد النبیؐ

یہ عبدالرحیم بن احمد برعی یمنی کی تصنیف ہے۔ موصوف پانچویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔(۳۵۷)

مولد العروس

یہ عبدالرحمن بن ابی الحسن ملقب بہ علامہ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی تصنیف ہے۔ موصوف فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام، محدث، فقیہ، واعظ، مورخ، مفسر اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ یہ کتاب بیروت کے دارالکتب العلمیہ نے شائع کی ہے۔ "ذکر میلاد رسولؐ" کے نام سے اس کا ترجمہ دوست محمد شاکر نے کیا ہے۔ اصل کتاب بھی ادارہ نے ساتھ شائع کر دی ہے۔(۳۵۸) اس سے پہلے یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۵۹) محدث ابن جوزیؒ کی اس موضوع پر دوسری کتاب "بیان المیلاد النبویؐ" ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ غلام معین الدین نعیمیؒ نے کیا ہے۔(۳۶۰)

التنویر فی مولود السراج المنیر

ابوالخطاب عمر بن حسن وحیہ کلبی اندلسی بلنسی (م ۶۳۳ھ) نے "التنویر فی مولود السراج المنیر" مولود شریف کی کتاب لکھی۔ کئی مصنفین نے اس کا نام التنویر فی مولود البشیر والنذیر لکھا ہے۔ ابن وحیہ نے پہلے "مستوفی" نامی کتاب میں اسماء النبیؐ تحریر کئے اور پھر مولود شریف کی کتاب لکھی جو خراسان جاتے ہوئے اربل پہنچ کر ۶۰۴ھ میں سلطان مظفر شاہ کو پیش کی۔ سلطان نے خوش ہو کر مصنف کو ایک ہزار اشرفی یا دینار انعام دیا۔ علامہ سیوطیؒ نے "حسن المقصد فی عمل المولد" میں اس کی پوری تفصیل دی ہے اور مصنف کے حالات مولوی عبدالسمیع نے "انوار ساطعہ" میں وضاحت سے بیان کئے ہیں۔(۳۶۱)

انوار و مفتاح السرور والافکار فی مولد النبی المختارؐ

اس کے مصنف ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری (م ۶۹۴ھ) ہیں۔ یہ کتاب اور ناموں سے بھی معروف ہے۔ برو کلمان نے مصنف کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔(۳۶۲)

المنتقی فی مولد المصطفیؐ

سعد الدین محمد بن مسعود گازرونی (م ۷۵۸ھ) نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ان کے فرزند عفیف الدین گازرونی (م تقریباً ۷۶۰ھ) نے کیا۔ پھر اسی فارسی ترجمہ سے دوبارہ ترکی میں ترجمہ ہوا۔ حاجی خلیفہ نے اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ اصل کتاب فارسی میں ہے اور فارسی سے اس

کا ترجمہ عربی میں ہوا جو صحیح نہیں ہے۔(۳۶۳) بروکلمان کے ذکر کردہ نسخوں میں اس کتاب کا ایک نسخہ ایا صوفیا میں محفوظ ہے جو ۱۸۵ اوراق پر مشتمل ہے۔(۳۶۴)

الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (م ۷۷۴ھ) کی اس کتاب کا ایک مخطوطہ جامعہ استنبول کے کتب خانہ (عربی نمبر ۳۰۷۹) محفوظ ہے۔ یہ نسخہ ۶۷ اوراق میں ہے۔ اس کی ابتداء ذکر مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔(۳۶۵) علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ آپ بے شمار علوم کے حامل بہترین محدث ہوئے ہیں۔ آپ کی اس میلادیہ کتاب کا تازہ ایڈیشن ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے بعد بیروت سے شائع ہوا اور اس کا اردو ترجمہ افتخار احمد قادری نے کیا ہے۔(۳۶۶) میلاد رسولؐ کا یہ مخطوطہ جامعہ مظفری دمشق کے ایک موذن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابن کثیر میلاد پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر روایتوں کے بیان میں بڑے محتاط ہیں۔ انہوں نے میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انہی احادیث و آثار پر اکتفا کیا ہے جو معتبر اور مقبول ہیں۔(۳۶۷) اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا شجرہ مبارکہ، بیر زم زم کی دریافت اور کھدائی، عبدالمطلب کی اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر، حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہؓ سے شادی، حضرت آمنہؓ کو خواب میں بشارت، حضورؐ کا ظہور اور ولادت سے متعلق جملہ واقعات، ایوان کسریٰ میں زلزلہ، ذکر رضاعت، حلیمہ سعدیہؓ، شق صدر، بنو سعد جنگ حنین میں، حلیہ مبارکہ، عادات کریمہ اور اخلاق فاضلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں حضرت ابو طالب کے میلادیہ اشعار ہیں۔

مولود النبیؐ

سلیمان برسوی (م ۸۰۰ھ) کی تالیف ہے۔ یہ ترکی زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے جو روم کے علاقہ کی مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ سلیمان برسوی، سلطان یلدرم بایزید کا امام مسجد تھا۔ جتنی شہرت اس مولود نامہ کو حاصل ہوئی ہے اور کسی کو نہیں ملی۔ بلاد رومیہ کے تمام شہروں کی مجالس و اجتماعات میلاد میں مدتوں سے مقبول ہے۔(۳۶۸)

المورد الہنی فی المولد السنی

حافظ عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن المصری المعروف بالحافظ عراقی (م ۸۰۸ھ) اپنے زمانے میں اپنے فن میں اپنے ہم عصر آئمہ اور علماء کرام سے سبقت و فوقیت لے گئے۔ آپ کی مولفات کے ضمن میں ابن فہد اور سیوطیؒ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ متذکرہ بالا آپ کی میلاد کے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔(۳۶۹)

جامع الآثار فی مولد النبی المختارؐ

حافظ محمد بن ابوبکر بن عبداللہ القیسی الشافعی المعروف ابن ناصر الدین الدمشقی (م ۸۴۲ھ) آپ دمشق

کی جامع اشرفیہ کے دار الحکومت کے شیخ الحدیث مقرر و متعین ہوئے۔ شیخ ابن تیمیہ آپ کا ازحد احترام اور آپ سے انتہائی محبت رکھتا تھا۔ حاجی خلیفہ نے آپ کی چار میلادیہ کتابوں کی نشان دہی کی ہے۔ ان کی پہلی کتاب متذکرہ بالا جامع الاثار فی "مولد النبی المختار" تین جلدوں میں ہے۔ یہ مفصل و ضخیم کتاب ہے۔ دوسری کتاب المورد الصادی فی مولد الہادی' ہے۔ تیسری کتاب' الفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق ہے۔ یہ کتاب پہلی کی نسبت مختصر ہے اور چوتھی کتاب "تعریف بالمولد الشریف" ہے۔

الدر المنظم فی المولد المعظم

شیخ محمد بن عثمان کی دو میلادیہ کتب ہیں۔ پہلی کتاب "الدر المنظم فی المولد المعظم" دو جلدوں میں ہے اور دوسری کتاب "لفظ جمیل" ہے۔ ان دونوں کتابوں کی ترتیب و تدوین شیخ سید عفیف الدین محمد بن محمد عبداللہ (م ۸۵۵ھ) نے کی ہے۔(۴۷۰) ان کے مصنف ابوالقاسم عباس بن محمد بن احمد ہیں جو ساتویں صدی کے رجال سے ہیں۔

مولود النبیؐ

حافظ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد القاہری المعروف حافظ السخاویؒ ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ میں وصال فرمایا۔ ابن فہد کہتے ہیں کہ میں نے حافظ السخاوی کی مثل متاخرین حفاظ میں کسی شخص کو نہیں دیکھا' اسما الرجال کی معرفت راویوں کے احوال' جرح و تعدیل میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ قاضی شوکانی نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بالفرض الضوا اللامع کے علاوہ آپ کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی تو آپ کی امامت کے لئے یہی کافی تھی۔ صاحب کشف الظنون نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر آپ کی تالیف کا ذکر فرمایا ہے۔ "حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الضو اللامع میں ایک پورے گروہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عربی زبان میں مولود النبیؐ لکھے ہیں۔(۴۷۱)

مولود النبیؐ منظوم

یہ تصنیف عائشہ بنت یوسف باعونیہ دمشقیہ کی ہے جو شافعی العقیدہ بہت بڑی عالمہ اور صوفیہ تھیں۔ ۹۲۲ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔(۴۷۲)

مولد دیبعی

حافظ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی الیمنی الزبیدی الشافعی معروف بہ ابن دیبع' جو محرم ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲ رجب ۹۴۴ھ جمعہ کے دن وصال فرمایا۔ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی کتاب بہت سے علاقوں میں معروف ہے۔(۴۷۳) موتیوں ایسی خوبصورت عبارات پر مشتمل یہ فصاحت و بلاغت کا مرقع جب پڑھا جائے تو سامع اس کے ترنم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ مولود "مختصر فی السیرۃ النبویہ" کے نام سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہو کر جدہ سے شائع ہوا ہے۔ غالباً سعودی عرب کے مخصوص حالات

کے پیش نظر یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم دیباچے میں مولد کا ہی نام استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس پر تخریج کا کام ممتاز عالم دین محمد علوی بن عباس مالکی مکی نے کیا ہے۔ مقدمہ میں مولف کے احوال کے علاوہ ۲۱۔ دلائل سے محفل میلاد شریف کی شرعی حیثیت پر مختلف جہتوں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔(۴۷۴)

مولد الغرب

یہ منظوم مولودنامہ ۳۸۔ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کے مصنف محمد بن محمد الدمیاطی ہیں جو شیخ غرب کے نام سے مشہور تھے۔ تحفۃ المحبین بالصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین اور "منظومہ فی التوسل" بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

وبمکۃ قد کان مولدہ الذی
احیا القلوب فحب ھذا مولدا

وبثان عشر من ربیع الاول
فی یوم الاثنین المفخم ذی ابدا

ولذکر مولدہ لیسن قیامنا
او بالدنیٰ احل العلوم تناکما

وباکمل الاوصاف جاء نبینا
وبدا، بمحل ساجدا متعبدا

(۴۷۵)

النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم

یہ کتاب امام کبیر احمد بن حجر الہیتمی (م ۹۷۳ھ) کی تصنیف ہے جو بقول مصنف حفظ و اتقان سے متصف آئمہ سنن و حدیث کی صحیح ترین مستند روایات کا مجموعہ ہے۔ ابن حجر موصوف نے ایک مختصر مگر جامع اور صحیح ترین روایات پر مبنی مولود نامہ مرتب کیا جسے علامہ نبہانیؒ نے جواہر البحار میں بجنسہٖ نقل کر دیا۔(۴۷۶) اس کا نام "تحفۃ الاخبار فی مولد المختار" ہے۔ اول الذکر کا "نعمت کبریٰ" کے نام سے سالک فضلی نے ۸۷ صفحات پر مشتمل ترجمہ کیا ہے اور وہ ۱۳۹۸ھ میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ ثانی الذکر کی ۸۳ھ میں دمشق میں طباعت ہوئی۔

مورد الصفا فی مولد المصطفیٰ ﷺ

یہ ابن علان محمد علی الصدیقی المکی مصنف الابتہاج کی تصنیف ہے۔ ان کا سن وصال ۱۰۵۷ھ ہے۔(۴۷۷)

المولد النبوی للنابلسی

اس مولود نامہ کے مولف عارف باللہ امام شیخ عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ) ہیں۔ یہ کتاب بڑی مختصر بلیغ اور جامع ہے۔ علامہ نبہانی نے اسے اپنی کتاب جواہر البحار میں اس کی اہمیت کے پیش نظر نقل کر دیا ہے۔(۴۷۸)

مولد البرزنجی نثر

مولود برزنجی کے نام سے معروف یہ شہرہ آفاق مجموعہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم بن سید محمد مدنی بن عبدالرسول برزنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ موصوف فاضل عالم اور مفتی تھے۔ مسجد نبوی شریف میں امام' خطیب اور مدرس رہے۔ ۱۱۷۷ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

مولود برزنجی پر شروح اور حواشی بھی لکھے گئے "الکواکب الانوار علی عقد الجواہر فی مولد النبی الاظہر" نام سے شرح جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی کی تالیف ہے۔ مولود برزنجی میں ہر نئے واقعے کی ابتداء میں باب کے عنوان کے طور پر یہ شعر درج ہے:

عطر اللهم قبره الكريم
بعرف شذی من صلاة و تسليم

اس مولود میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ' طہارت نسب' نور مصطفویؐ کی سیدہ آمنہؓ کے پاس منتقلی پر جانوروں اور جنوں کی بشارات' سیدہ آمنہؓ کا خواب' شب ولادت' حضرت آسیہؑ و مریمؑ کی آمد ایسے کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد ان خوارق و ارہاصات کا مفصل بیان ہے جن کا وقت ولادت ظہور ہوا۔ پھر رضاعت' بچپن' شق صدر' تجارت' شادی' بعثت' دور مصائب و آلام' معراج' ہجرت' مدینہ منورہ میں تشریف آوری' حسن سیرت و حسن صورت' شرم و حیا' تواضع و انکساری اور فقر اختیاری جیسے امور کا جامع' مدلل اور مختصر بیان ہے۔ آخری تین صفحات میں اختتام مولود کی دعا ہے۔(۴۷۹)

مولد شرف الانام

یہ مولود نامہ نظم و نثر کا حسین مرقع ہے۔ اس میں چوبیس نظمیں ہیں۔ موالید و ادعیہ میں ۶۰ (ستر) صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات صفحات پر سلام ہے۔ پھر خطبہ اور واقعات ولادت ہیں۔ آخر میں لمبی دعا ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ سلام کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

يَا نَبِيّ سَلَامٌ عَلَيْكَ
يَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَيْكَ
يَا حَبِيْبُ سَلَامٌ عَلَيْكَ

صَلوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

فَاخْتَفَتْ مِنْہُ الْبُدُوْرُ

مِثْلُ حُسْنِکَ مَارَاَیْنَا

قَطُّ یَا وَجْہَ السُّرُوْرِ

اَنْتَ شَمْسٌ وَّ اَنْتَ بَدْرٌ

اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرِ

اَنْتَ اِکْسِیْر وَّ غَالِیْ

اَنْتَ مِصْبَاحُ الصُّدُوْرِ

یَا حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدٌ

یَا عَرُوْسَ الْخَافِقَیْنِ

یَا مُؤَیَّدُ یَا مُمَجَّدٌ

یَا اِمَامَ الْقِبْلَتَیْنِ

(۳۸۰)

مولد الدردیر

یہ مولود نامہ الشیخ احمد الدردیر مالکی مصری (م ۱۲۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کے علمی کمالات اور جلالت قدر کے پیش نظر جامع ازہر کے علماء و مدرسین آپ کے اس مولود نامہ کی تدریس کرتے تھے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت اور آپ کے نسب کی طہارت کو جامعیت سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز حدیث جابرؓ بھی تفصیل سے مذکور ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: **یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ** (۳۸۱)

بلوغ المرام لبیان الفاظ مولد سید الانامؐ

یہ مولود نامہ سید احمد المرزوقی نے ۱۲۱۸ھ میں مرتب کیا۔(۳۸۲)

المولد النبویؐ للشیخ المغربی

یہ مولود نامہ الشیخ محمد المغربی (م ۱۲۳۰ھ) کی تصنیف ہے۔ شیخ مغربی بہت بڑے محقق، عظیم صوفی اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ بلاد مغرب کے مشہور قبیلے بنی ناصر سے ان کا تعلق تھا۔ ازقیہ نامی بستی میں ان کا مزار مرجع خواص و عام ہے۔ علامہ نبہانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ مغربی کا مولود نامہ سب سے افضل، اکمل اور بلیغ ترین ہے۔ محدثین کی روایات اور صوفیاء کی عبارات سے مزین ہے۔ یہ مولود نامہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ غالباً اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف نشستوں میں قسط وار پڑھنے میں آسانی رہے۔ علامہ مغربی فرماتے

ہیں: حضورؐ مرکز ہیں، حبیب اعظمؐ ہیں، قطب مدار ہیں، سر مکنون ہیں۔ آپؐ کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں۔" (۳۸۳)

النظم البدیع فی مولد الشفیع منظوم

یہ منظوم مولود نامہ علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ نے ۱۳۱۲ھ میں لکھا۔ آپ کتب کثیرہ کے مصنف تھے جن میں جواہر البحار، حجتہ اللہ علی العالمین، الانوار المحمدیہ اور جامع کرامات اولیاء شہرہ آفاق ہیں۔ نظم کے آغاز میں لقد جاء کم رسول تا رب العرش العظیم دو آیات لکھی گئی ہیں۔ یہ نظم ۲۰ بندوں پر مشتمل ہے۔ بیس ابیات کے بعد ان اللہ وملئکتہ، یصلون علی النبی اور اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم درج ہے۔ (۳۸۴)

مولود البرزنجی منظوم

یہ مولود دراصل مولود برزنجی منثور ہی کی منظوم تلخیص ہے۔ اس کے مصنف زین العابدین بن محمد ہادی ۱۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولود برزنجی منثور کے شارح الکوکب الانوار، کے مصنف جعفر بن اسماعیل کے نسب نامہ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ان کے جد امجد ہیں جبکہ صاحب مولود برزنجی جعفر بن حسن ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ معجم کی عبارت یہ ہے۔ "جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الھادی بن زین بن السید جعفر مولف مولد النبیؐ" (۳۸۵) صلوٰۃ وسلام کے مخصوص اشعار کے علاوہ بھی تقریباً ۲۰۶ اشعار ہیں۔

مولد النبیؐ

احمد بن قاسم مالکی بخاری حریریؒ کی تصنیف ہے۔ ۱۲۹۹ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۸۶) اس کے علاوہ مولد النبیؐ تصنیف عبداللہ حمصی شاذلی (۳۸۷)، مولد النبیؐ تالیف شیخ خالد بن والدی، ۱۳۰۱ھ میں چھپی۔ (۳۸۸) المولد الجلیل حسن الشکل الجمیل تصنیف شیخ عبداللہ بن محمد مناوی شاذلی ۱۳۰۷ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۸۹) مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمد وفا صیادی (۳۹۰)، مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمود محفوظ دمشقی شافعی (۳۹۱)، مولد البشیر النذیر السراج المنیر تصنیف ابوالوفا حسینی مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ (۳۹۲)، مولد المصطفیٰ العدنانی (منظوم) تصنیف عطیہ بن ابراہیم شیبانی ۱۳۱۱ھ میں چھپا (۳۹۳)، نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ تصنیف مجد الدین "صاحب قاموس" ہے۔ ابن شیخ شمس الدین حمداللہ نے منظوم مولود النبیؐ کے علاوہ المولد الجسمانی والمورد الروحانی بھی تصنیف کیا۔ مولانا حسن بحری (م ۹۹۳ھ)، شیخ محمد بن حمزہ عربی الواعظ، شیخ شمس الدین احمد بن محمد السیواسی نے بھی مولود لکھے ہیں۔ یحییٰ شیرازی اور ابوبکر دفعلی نے کئی مولود نامے لکھے ہیں۔ برہان محمد ناجی نے بھی مولود لکھا ہے۔ برہان ابوالصفاء کا مولود نامہ، فتح اللہ حسینی و کفافی المولد المصطفیٰ ہے۔ شمس دمیاطی جو ابن خیاطی کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے منظوم میلاد نامہ لکھا ہے۔ برہان ابن یوسف ناقوسی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر ایک طویل نظم لکھی ہے جو چار سو سے زیادہ اشعار پر

مشتمل ہے۔(۳۹۴) قطب قسطلانی کا اتحاف الرواہ بذکر المولد والوفاۃ' الفخر عثمان بن محمد عثمان التوزری کا المولد' عمر بن ایوب بن عمر بن طغرل کا الدر النظیم فی مولد النبی الکریم" ابوبکر خرائطی کا ہواتف الجان و عجیب ما یحکی من الکھان' ابن درستویہ عبداللہ بن جعفر (م ۳۴۷ھ) کا حدیث قس بن ساعدہ' ابن ابی الدنیا ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۳۹۷ھ) کا الھواتف اور محمد بن طلحہ بن الحسن النصیبی کا بیان السول فی جنان الرسول مشہور موالید ہیں۔ محمد بن اسحاق مسبحی (م ۴۳۶ھ) ابوالخطاب ابن دحیہ' اور اصلاح العلائی بھی مشہور مولود نگار ہیں۔ نثر الدرر علی مولد ابن حجر' علامہ سید احمد بن عبدالغنی دمشقی (م ۱۳۲۰ھ) نے علامہ ابن حجر ہیتمی کے مولود نامہ کی شرح لکھی ہے۔

نبی کریمؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کے وقت عربوں کی زندگی میں قبائلی عصبیت اور جاہلانہ ذہنیت مستحکم ہو چکی تھی اور شاعری ان جذبات کو ابھارنے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ان قبائل میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ محسوس کیا کہ ان شاعروں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو عصبیت کا زہر پھیلاتے ہیں۔

اسلام کی دعوت عام ہونے پر آپؐ کی مخالفت میں زبانوں اور نیزوں کو استعمال کیا جانے لگا۔ سب سے پہلے اسلام کے خلاف عبداللہ بن الزبعری' عمرو بن العاص اور ابو سفیان نے دل خراش ہجو سے سخت اذیت پہنچائی مسلمانوں میں بھی جذبہ شاعری بھڑک اٹھا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ نبی کریمؐ انہیں مخالف شاعروں کے جواب میں شاعری کی اجازت دے دیں اور کچھ مدت بھی نہ گذری کہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: "جن لوگوں نے اللہ و رسول کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ہے ان کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہیں کرتے۔"(۳۹۵) آپؐ کی اجازت پا کر صحابہ کبارؓ کی ایک جماعت کفار کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی۔ ان شعراء میں حسان بن ثابتؓ' کعب بن مالکؓ' اور عبداللہ بن رواحہؓ قابل ذکر ہیں۔

دربار رسالت کے شعراء کفار شاعروں کی ہجو کا جواب دیتے اور اس کے ساتھ ہی نبی کریمؐ کے حسب نسب اور خاندان کی مدح بیان کرتے۔ عرب شعراء میں مدح کی ایک پختہ روایت پہلے سے موجود تھی۔ صحابہ کبارؓ نے آپؐ کے جمال ظاہری' سراپا مبارک اور معنوی اوصاف' اخلاق حسنہ' امانت و دیانت' عدل و انصاف' سخاوت و مہمان نوازی' وفائے عہد' شجاعت و دلیری اور دیگر محامد و محاسن نمایاں طور پر بیان کرنے لگے۔ "صحابہ کبارؓ نے جمال محمدیؐ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا تھا اس لئے انہوں نے تخیل کی رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا اور آپ کے اوصاف کے بیان میں خلاف واقعہ مبالغہ آرائی نہیں کی بلکہ آپؐ کے جو اوصاف و محاسن انہیں واضح اور حقیقی طور پر نظر آئے' انہیں سادگی سے الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ اس لئے ان کے مدحیہ اشعار کی سب سے نمایاں خصوصیات سادگی' حقیقت نگاری اور بے تکلفی ہے۔"(۳۹۶)

اس لحاظ سے صحابہ کبارؓ نے اپنے قصائد میں آپؐ کی تمام تر وہی صفات بیان کیں جو قرآن نے بیان کی ہیں۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے بعد تمام آئمہ دین اور محدثین اپنی زندگیوں میں زبانی و قلمی طور پر حضور اقدسؐ کے مبارک ذکر کو ولادت سے وصال تک نظماً" و نثراً" بیان کرتے رہے۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے

بعد موضوعات و اسالیب میں عصری تقاضوں کے تحت واضح تبدیلی آتی رہی۔ میلادیہ منظومات اور میلاد ناموں میں عجمی اثرات سے عربی زبان میں بھی رنگینی' نازک خیالی' لفظی تکلفات' آداب و القاظ کی کثرت اور صنائع بدائع کا استعمال داخل ہو گیا۔

بزرگان خیرالقرون کو بوجہ قرب زمان نبوت احوال آنحضرتؐ سے بخوبی آگاہی تھی۔ مجلسی تقاضوں کے تحت لکھے گئے ان موالید میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا رہا۔ جس سے سیرت طیبہ کی اشاعت و ترویج ہوتی رہی۔ اس لحاظ سے مجالس میلاد کے تقدس و انعقاد کے بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ میلاد کی تاریخ کے آغاز سے آج تک اس کے حق میں اور رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور فتوے جاری ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے اس کو چند شرائط سے مشروط کیا ہے۔ میلاد کی شرعی اور فقہی حیثیت سے قطع نظر سماجی حلقوں میں میلاد خوانی شروع سے مقبول چلی آ رہی ہے۔

تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اثرات نے ہر علاقے میں مختلف انداز اختیار کر لئے۔ گرم علاقوں کی مناسبت سے شربت و شرینی مجلسی ضروریات ہیں۔ ان کو باعث نزاع بنانا حقائق سے روگردانی کے مترادف ہے۔

فارسی میں میلاد کی روایت

ایران میں عربوں کی آمد ر دور عباسی ر سامانیہ' غزنویہ اور سلجوقیہ دور ر حکیم کسائی مروزی ر حکیم سنائیؒ ر شیخ شہاب الدین یحییٰ سہروردیؒ ر خاقانی شروانی ر نظامی گنجوی ر خواجہ فرید الدین عطارؒ ر مولانا جلال الدین رومیؒ ر سعدی شیرازیؒ ر اوحدی مراغی ر مرزا حبیب اللہ قاآنی ر سروش اصفہانی ر بہار خراسانی ر فارسی میں چند میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ ر برصغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت۔

نبی کریمؐ کی ہجرت سے اکیس سال بعد ایرانیوں اور عربوں میں نہاوند کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس میں ساسانی بادشاہ یزدگرد سوم کی شکست کے بعد ایران کی سلطنت عربوں کے تابع ہو گئی اور دو سو سال تک عرب ایران پر حکمرانی کرتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں عربوں کے علمی و ادبی اور مذہبی و ثقافتی اثرات ایرانیوں کی روح کی گہرائیوں تک سرایت کر گئے۔ اور اس دور میں عربی زبان و ادب نے ایران میں ایسا فروغ پایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ ایرانی علماء نے عربی زبان میں اشعار کہے اور دور اول میں تو عربی شعروں کا لفظی ترجمہ بھی فارسی میں کرنے لگے۔ ان دور رس اثرات کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ "دراصل مسلمانوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنے خاص علوم و فنون اور ادب و انشاء کا سرمایہ اس قدر وسیع کر لیا تھا اور ہر شاخ میں جدت و اختراع کر کے ایسی بلندی حاصل کر لی تھی کہ اس کے سامنے تمام قوموں کو اپنا قدیم لٹریچر ہیچ اور بے وقعت نظر آتا تھا۔"(۴۹۷) اس لحاظ سے ایران میں عربی تمدن اور زبان و بیان کی ترویج بلا جبر و اکراہ ہوئی۔ اسلام کی سچائی' اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔ اور بقول ڈاکٹر رضا زادہ شفق "ادبیات ایران کی پوری تاریخ میں صرف عربی زبان ہی دینی و علمی زبان رہی ہے اور ایران میں اسلام کی ابتدا سے لے کر آج تک علماء و فضلاء نے حکمت' علوم' نجوم' طب' ریاضی' طبیعات وغیرہ پر اپنی اہم تصانیف عربی میں لکھی ہیں اور فارسی کی طرف کم توجہ دی ہے۔"(۴۹۸) عربوں کے زبان و ادب اور عقائد و اعمال کے تتبع میں ایرانی بھی حمد و مناجات نعت و میلاد اور پند و نصیحت کی تبلیغ و تشہیر پر مائل ہوئے۔

عباسی دور فارسی نظم و نثر کے لئے حیات نو کا پیامبر ثابت ہوا۔ سامانی دور حکومت (۲۷۹۔۳۸۹ھ) میں بخارا کو مشہور و معروف ادباء و شعراء نے علمی و ادبی مرکز بنایا۔ اس تہذیبی احیاء سے فارسی شاعری اور نثر کا آغاز ہوا۔ عربی سے فارسی قصیدے میں جو شعری روایات داخل ہوئیں۔ ان میں میلاد و نعت اور درود و سلام کی روایت بھی تھی۔ اس طرح سے عجمی لہجے میں حجازی لے شامل ہوئی تو درود و سلام کا ایک منفرد اسلوب سامنے آیا۔ اس امتزاج سے مذہبی روایات کے دور رس اور گہرے نقوش و اثرات مرتب ہوئے۔ فارسی زبان میں عربی زبان کے تتبع میں نثری موالید مرتب کئے گئے اور برگزیدہ شعراء نے نعت رسول مقبولؐ

لکھ کر ایسے گلہائے عقیدت نچھاور کئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہماری روح وجد کرنے لگتی ہے۔

سامانیہ، غزنویہ اور سلجوقیہ دور کے فارسی شعراء میں رود کی، کسائی مروزی، دقیقی، اسدی طوسی، عنصری، فرخی، فردوسی، منوچہری، ابو سعید ابوالخیر، خیام، ناصر خسرو، فخر الدین گرگانی، حکیم سنائی، خاقانی، جمال الدین اصفہانی اور نظامی گنجوی زیادہ مشہور ہیں۔ ان ادوار کے شعراء کی فارسی نظم و نثر کی بڑی خصوصیت سادگی اور روانی ہے۔ حکیمانہ، صوفیانہ اور دینی موضوعات پر قطعات لکھے جانے لگے۔ ان ادوار کے شعراء کا کلام ایک ہی طرز کا تھا۔ شعراء کے کلیات و دواوین میں حمد و مدح رسول کے اشعار کا التزام نظر آتا ہے۔ برکت طلبی اور خیر جوئی کے جذبہ کے تحت نور محمدیؐ" میلاد النبیؐ" معراج نبویؐ" نبی کریمؐ کے محامد و محاسن جمیلہ کے بارے میں نعتیہ اشعار میں اشارات ملتے ہیں۔ ان کے ہاں باقاعدہ میلادیہ شاعری کی روایت نہیں ملتی۔ دراصل دربار سے وابستگی اور دنیا سے بہت زیادہ تعلق نے انہیں اس طرف آنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ سونے چاندی کے سکوں کی جھنکار اس راستے میں ان کی راہ کا کانٹا بنی رہی۔

حکیم کسائی مروزی چوتھی صدی ہجری کا مشہور شاعر ہے، اس نے دینی قصائد اور حکیمانہ اشعار لکھے۔ اس کی شاعری سے متاثر ہو کر ناصر خسرو (م ۴۸۱ھ) اور فخرالدین گرگانی (م بحدود ۴۵۰ھ) نے دینی موضوعات پر اشعار لکھے۔ فردوسی (م ۴۱۱ھ) کے شاہنامہ میں "مدح رسول و اصحاب او" کے عنوان سے صرف چند اشعار ملتے ہیں اور شاہنامہ میں چند دیگر مقامات پر بھی مدح رسالت مآبؐ کے اشعار موجود ہیں۔ فخرالدین گرگانی نے نبی کریمؐ کے زمانہ ولادت اور بچپن کے احوال اور تہذیبی و معاشرتی ماحول کو بیان کیا ہے۔ اس نے اپنی مثنوی ویس و رامین میں فضائل نبویؐ" منصب نبوتؐ اور بعثت رسالتمآبؐ کے فیضان کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ابتدائی دور کی سب سے بڑی خوبی سادگی و بے تکلفی ہے جس میں ناقابل فہم استعارات اور غیر مانوس تشبیہات کے استعمال سے گریز کیا گیا۔ ابو سعید ابوالخیر (م ۴۴۰ھ) کی رباعی دیکھئے اس میں سادگی سے مدح رسولؐ بیان کی گئی ہے۔

خداوندا بگردانی بلا را

ازیں آفت نگہداری تو مارا

بحق آں دو گیسوئے محمدؐ

زبوں گرداں زبردستان مارا

(۴۹۹)

حکیم سنائی (م ۵۳۵ھ) نے اپنی مثنویوں میں عرفان و حکمت اور پیغام رسالتمآبؐ کو موضوع بنایا ہے۔ ان کی مثنویوں حدیقۃ الحقیقت، طریق التحقیق اور سیر العباد میں اندر ہدایت کمال نبوت" اندر کرامت نبوت" در صفت معراجش، ذکر تفضیل پیغمبر ما علیہ السلام بر سائر انبیاء، در تفسیر وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" اندر درود دادن براو و آل او صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ میں مستقل عنوانات کے تحت آپؐ کی سیرت مقدسہ کو بیان کیا ہے۔ نبی کریمؐ کی شان میں سنائی کے قصائد فنی و معنوی محاسن کے علاوہ جوش و اخلاص کے حامل ہیں۔ ان کے کلام کی صوفیانہ گہرائی اور حکیمانہ انداز والہانہ احساسات کی راہ سے جلوہ گر ہو کر کیف و مستی کی

کیفیت پیدا کرتا ہے۔

آمد اندر جہان جاں ہر کس
جان جاناں محمد آمد و بس
شرع او را فلک مسلم کرد
خانہ برہام چرخ اعظم کرد

سنائی کے معراج نامہ "در صفت معراجش" کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔

بر نہادہ ز بہر تاج قدم
پائے بر فرق عالم و آدم

شیخ شہاب الدین یحییٰ سہروردیؒ (م ۵۸۹ھ)

شیخ شہاب الدین یحییٰ سہروردی نے مونس العشاق میں ۲۹۔ اشعار پر مشتمل معراج نامہ بعنوان "فی معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھا ہے۔

اس معراج نامہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چوں طرف کلاہ بوشکستی
برزین براق برنشستی
بر سمت سما روانہ گشتی
وز جنس بشر یگانہ گشتی
وز پایہ اولین معراج
نعلین تو گشت عرش را تاج
مانند سیاہ آسمانہا
یک یک ز تو باز در مکانہا
تاہم تو طاق شد ز کونین
وا بروی تو جفت تاب قوسین
ہفتاد ہزار سالہ رہ بیش
از روح امیں شدی فراپیش
در خلوت خاص قدس اعظم
از وحدت سرمدی زدی دم
(۵۰۰)

خاقانی شروانی (م ۵۹۵ھ)

خاقانی کو فارسی قصیدہ گوئی کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ خاقانی نے عربی زبان، اسلامی تاریخ اور علم الہیات کا

گہرا مطالعہ کیا تھا' جس کی بدولت وہ مختلف علوم کی اصطلاحیں اور تلمیحات بے تکلفی سے لاتا ہے۔ تخیل کی بلند پروازی نے خاقانی کے کلام کو نہایت دشوار اور عسیر الفہم بنا دیا ہے۔ ان کے نعتیہ قصائد میں زور بیان' رفعت تخیل' جوش عقیدت اور رنگ متانت نے مل کر نعت کے اسالیب میں ایک خوشگوار اضافہ کیا ہے۔ روضہ اقدسؐ کے مواجہہ میں شاعر کھڑا ہے۔ حسان عجم کے ذوق و شوق اور وابستگی و شیفتگی کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد
غیرت از خود بہ بزم روئے تو دیدن ندھم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندھم
مصطفیٰ پیش خلائق گفتند خوان کرم
کہ مگس ران وے از شہپر عنقا بینند
مصطفیٰ حاضر و حسان عجم مدح سرا
پیش سیمرغ مگس طوطی گویا بینند
(۵۰۱)

خاقانی کے چچا نے انھیں حسان عجم کا لقب دیا تھا اور خود خاقانی اپنے لئے یہی لقب استعمال کرتا ہے۔ خاقانی کے قصائد حضورؐ کی مدح میں طویل اور موثر ہیں۔ ان کے ایک قصیدے کا میلادیہ شعر ہے:

تاریخ شرف آسمان راست
از روز ولادت تو برخاست

نظامی گنجوی (م ۵۹۹ھ)

پنج گنج یا خمسہ نظامی کے نام سے معروف پانچ مثنویاں فارسی ادب میں ان کی غیر فانی شہرت کا باعث ہیں۔ معراج نامہ لکھنے میں انھیں امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں میں معراج پیغمبرؐ کے عنوان سے معراج نامہ کی درج ذیل شعر سے ابتداء ہوتی ہے:

ای نقش تو معراج معانی
معراج تو نقل آسمانی
(۵۰۲)

معراج النبیؐ کا بیان نظامی سے شروع ہوا اور بعد کے شعراء نے انہی کی تقلید میں معراج نامے لکھنے شروع کئے۔ نظامی ایسے الفاظ' تراکیب اور تشبیہات استعمال کرتے ہیں' جن سے بیان باعظمت اور پرشکوہ ہو

جاتا ہے۔ حضورؐ کی مدح میں جذب و کیف کی خوبی اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

محمد کافرینش ہست خاکش
ہزاراں آفریں بر جان پاکش
چراغ افروز چشم اہل بینش
طراز کارگاہ آفرینش
سر و سرہنگ میدان وفا را
سپہ سالار و سرخیل انبیاء را
یتیماں را نوازش در نسیمش
از آنجا نام شد در یتیمش
(۵۰۳)

بڑی دلسوزی سے رسالتمابؐ کے حضور استمداد کی درخواست کرتے ہیں:

بخدمت کردہ ام بسیار تقصیر
چہ تدبیر اے نبی اللہ چہ تدبیر
کنم درخواستے زاں روضہ پاک
کہ یک خواہش کنی درکار این خاک
برآری دست ازاں برد یمانی
نمائی دست برد آنگہ کہ دانی
کالہی بر نظامی کار بکشائے
ز نفس کافرش زنار بکشائے
اگرچہ جرم او کوہ گراں است
ترا دریائے رحمت بیکراں است
(۵۰۴)

عربی کے الفاظ و تراکیب اور علمی و مذہبی اصطلاحیں نظم و نثر میں سلجوقی دور کے آخر سے بار پانے لگیں۔ فارسی شاعری کے سبک میں واضح تبدیلی شروع ہو گئی اور انوری و خاقانی کے اشعار میں اس کے آثار نمودار ہونے لگے۔

دور مغول چنگیز خان کے تسلط سے تیمور کی تخت نشینی (۶۳۸ـ۷۷۱ھ) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں عطارؒ، رومیؒ، سعدیؒ، اوحد الدین کرمانی، اوحدی مراغئی، سلمان ساوجی، خواجو کرمانی، حافظ شیرازیؒ اور مولانا عبدالرحمن جامیؒ جیسے نامی گرامی شاعر ظہور پذیر ہوئے۔ ان شعراء کی بدولت اس دور کو لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ اس دور میں فارسی زبان ہندوستان میں مغل سلاطین کے زیر اثر رائج ہو گئی۔ اسی عہد کے بعد ہندوستان میں فارسی زبان کے مشہور شعراء خسرو، فیضی، ظہوری اور عرفی شیرازی نے شہرت حاصل کی۔

اس دور کے شعراء نے تصوف کے عدیم المثال نمونے پیدا کئے۔ اس مسلک کی ترویج میں مغلوں کا ظلم و ستم اور لوٹ مار و غارتگری بھی شامل ہے کہ جس سے ایران کے دانشور دنیائے خارج سے دل شکستہ ہو کر عالم داخلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ طویل جملے' مغلق ترکیبیں' ٹھنڈے استعارے اور عربی جملے کثرت سے استعمال کئے جانے لگے اور اس دور میں تصنع اور تکلف زیادہ ہونے لگا۔ صوفیانہ شاعری نے زور پکڑا۔ عطارؒ - رومیؒ- سعدیؒ- اور جامیؒ نے عشق و محبت رسالتمآبؐ کے مضامین کو زیادہ نازک' زیادہ پر شوکت اور زیادہ شیریں انداز میں بیان کیا۔ خواجہ فرید الدین عطارؒ (م ۶۳۷ھ) نے متعدد مثنویاں لکھیں۔ ان میں منطق الطیر بہت زیادہ مشہور ہے۔ عطار کی طبیعت میں روانی اور فکر میں جولانی تھی۔ ان کی شاعری تمام تر وحدۃ الوجود کی سرمستی سے لبریز ہے۔ مثنویات و قصائد میں نبی کریمؐ کی سیرت و فضائل کو دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ منطق الطیر میں نور محمدیؐ کو نہایت شرح و بسط سے صوفیانہ انداز میں واضح کیا ہے۔

خواجہ دنیا و دیں گنج وفا
صدر و بدر ہر دو عالم مصطفیٰ
صاحب معراج و صدر کائنات
سایہ حق خواجہ خورشید ذات
خواجہ کز ہر چہ گویم بیش بود
در ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود
ہمچو شبنم آمدند از بحر جود
خلق عالم را طفیلش در وجود
نور او مقصود مخلوقات بود
اصل معدومات و موجودات بود
آفرینش را جز او مقصود نیست
پاک دامن تر ازو موجود نیست
آنچہ اول شد پدید از جیب غیب
بود نور پاک او بے ہیچ ریب
چوں طفیل نور او آمد امم
سوئے کل مبعوث ازاں شد لاجرم
(۵۰۵)

شفاعت طلبی کے بیان میں صداقت و خلوص' تڑپ اور گداز کی کیفیت نمایاں ہے۔

یارسول اللہ بے در ماندہ ام
باد برکف' خاک برسر ماندہ ام
بیکساں راکس توئی در ہر نفس

من ندارم در دو عالم جز توکس

یک نظر سوئے من غمزارہ کن

چارہ کار من بیچارہ کن

(۵۰۶)

پند نامہ کے اشعار سہل ممتنع کا عمدہ نمونہ ہیں۔ سادہ انداز میں جذبے کا بھرپور اظہار ہے۔ صداقت، خلوص اور حضورؐ سے بے پناہ محبت و عقیدت بھی موجود ہے۔

سید الکونین ختم المرسلینؐ

آخر آمد بود فخر الاولین

آنکہ آمد نہ فلک معراج او

انبیاء و اولیاء محتاج او

(۵۰۷)

مولانا جلال الدین رومیؒ (م ۶۷۲ھ)

ان کی مثنوی معنوی صوفیانہ افکار کا گراں بہا خزانہ ہے۔ اس میں چھ دفتر ہیں اور اشعار کی تعداد چھبیس ہزار ہے۔ اس شہرہ آفاق مثنوی کو "ہست قرآن در زبان پہلوی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رومیؒ نے عظمت و حقیقت محمدیؐ کو حکیمانہ و عارفانہ تمثیلات سے واضح کیا ہے۔ مثنوی میں جا بجا آپؐ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے وضاحت کے لئے استعمال کئے ہیں۔

سید و سرور محمدؐ نور جاں

بہتر و مہتر شفیع مجرماں

آں چناں گشتہ پر از اجلال حق

کہ در وہم رہ نیابد آں حق

زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود

کہ ز سرمہ چشم او ما زاغ بود

از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت

دید آنچہ جبرئیل آں بر نہ تافت

(۵۰۸)

نور محمدیؐ کے بیان میں ایسی والہانہ شیفتگی کا اظہار ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر عالم وجد میں رقص کر رہا ہو:

نور احمد باعث آفاق شد

نور احمد شورش عشاق شد

گر نبودے نور احمد در جہاں
کے شدے پیدا زمین و آسماں
اوست ایجاد جہاں را واسطہ
درمیان خلق و خالق واسطہ
صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانب آں یار کن

سعدی شیرازیؒ (م ۶۹۰ھ)

سعدی شیرازی کی تصانیف میں مثنوی بوستان اور گلستان (نثر) قصائد اور غزلیات ہیں۔ انہوں نے مدحت خیرالانامؐ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ان کے دوسرے کلام کی طرح لطافت و ملاحت سے بھرپور ہے۔ سعدیؒ کے درج ذیل چار مصرعے فارسی میں نہیں بلکہ عربی میں ہیں لیکن اردو خواں طبقہ میں درود شریف کی طرح زبان زد خلائق ہو گئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان میں ایسی سادگی ہے کہ عربی' فارسی اور اردو خواں بھی ان کو سمجھ لیتے ہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلو علیہ وآلہ
(۵۰۹)

بوستان کے اشعار حسن بیاں اور حسن عقیدت میں بے مثال ہیں۔

کریم السجایا جمیل الشیم
نبی البرایا شفیع الامم
امام رسل پیشوائے سبیل
امین خدا مہبط جبرئیل
شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر
امام الہدیٰ صدر دیوان حشر
(۵۱۰)

اوحدی مراغی (م ۷۳۸ھ)

اوحدی مراغی کے نعت و میلاد کے اشعار آنحضرتؐ سے وابستگی و شیفتگی کے ترجمان ہیں۔ معراج کے بارے میں بھی انہوں نے اشعار لکھے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

بر سر او ز نیک نامی تاج
ہمہ شب ہائے او شب معراج

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (م ۸۹۸ھ)

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی شاعری میں جذب و کیف، فدویت و جاں سپاری اور والہانہ عشق و محبت حب رسولؐ کا آئینہ دار ہے۔ شوق دیدار اور روضہ رسولؐ کی زیارت کی خواہش جذبات میں شدت کا انداز اختیار کرتی ہے۔

نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمد را خبر کن

مثنوی تحفۃ الاحرار میں معراج نامہ شامل ہے۔ اس کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔

یکے شبے از صبح دل افروز تر
وز شب و روز ہمہ فیروز تر

امام بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ بھی ان کی عقیدت و وابستگی کا مظہر ہے۔ حضورؐ سے عقیدت و تعلق نے ان کے کلام میں گداز کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ان کے یہ اشعار ہر کہ و مہ کی زبان پر ہیں۔

یاشفیع المذنبین بار گنہ آوردہ ام
بردرت ایں بار بایشت دوتہ آوردہ ام
چشم رحمت بکشا سوئے سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

جامیؒ کے کلام میں حاضری روضہ رسولؐ کی شدید تڑپ اور مدینہ سے دوری شدت اختیار کرکے باقاعدہ ایک موضوع بن جاتی ہے۔

مائیم کہ چوں لالہ صحرائے مدینہ
داریم بدل داغ تمنائی مدینہ

(۵۱۱)

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

(۵۱۲)

دور صفویہ و افشاریہ میں فغانی شیرازی، محتشم کاشانی، فیضی، عرفی، نظیری، طالب آملی، صائب تبریزی، ابو طالب کلیم، فتح علی صبا، مرزا قاآنی، سروش اصفہانی اور یغما نے میلادیہ و معراجیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو

آگے بڑھایا ہے۔ اس دور کے شعراء نے صنائع لفظی و معنی کا استعمال تمثیل نگاری اور باریک بینی کی امتیازی شان شعر و سخن میں پیدا کی۔ صفویوں کے دور میں مرثیہ' مناقب آئمہ اور شیعہ عقائد کو فروغ ہوا۔ زندیوں کی حکومت کی ابتداء کے بعد سے ایک نئی ادبی تحریک شروع ہوئی۔ قاآنی اور سروش جیسے شعراء نے قدماء کی طرز کو پھر زندہ کیا۔

مرزا حبیب اللہ قاآنی (م ۱۲۷۰ھ)

مرزا حبیب اللہ قاآنی واقعات کی تصویر کشی' مترادفات کی کثرت' تشبیہات و استعارات کی جدت' کلام کی روانی' الفاظ پر قدرت' زور بیاں اور موسیقیت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ایک قصیدے میں معراج کی تفصیل بیان کی ہے۔ حضرت جبرئیل' کا آنا' حضورؐ کو ہمراہ لے جانا' سدرہ پر جبرئیل' کا رک جانا' استفسار پر کہنا کہ اگر میں ایک قدم بڑھاؤں تو جل کر خاک ہو جاؤں اس کے بعد آپؐ کا قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات پر فائز ہونا' نہایت صفائی اور روانی سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے:

شبے بروشنی از آفتاب روشن تر
سہیل و پرویں تابندہ اندریں منظر

آپؐ کے محاسن کو کس خوبی سے بیان کیا ہے:

نفس بسیطؐ عقل مجردؐ روانؐ صرف
مصباح فیضؐ راحؐ رواںؐ روحؐ اتقیا
مصداق لوحؐ معنی نونؐ مظہر قلم
نور ازلؐ چراغ ابدؐ مشعل بقا

سروش اصفہانی (م ۱۲۸۵ھ)

سروش اصفہانی کے میلادیہ کلام میں عقیدت و محبت کی فضا ان کے سارے کلام پر محیط ہے۔ "شمس المناقب" ان کا مجموعہ قصائد ہے۔ اس میں نبی کریمؐ اور خاندان نبوت کے بارے میں میلادیہ و مدحیہ قصائد ہیں۔ ان کے میلادیہ قصائد میں "در تہنیت ولادت باسعادت حضرت پیغمبر" (۵۱۳)' "در تہنیت عید مولود جناب ختمی مرتبت مآب" (۵۱۴)' "در تہنیت عید مولود پیغمبر اکرم" (۵۱۵) اور "در تہنیت مولود مسعود حضرت خاتم النبیین" (۵۱۶) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلے میلادیہ قصیدہ کا آخری شعر ہے:

خواندند بنام آں ہمہ را قصر ولادت
بازینت و بازیور و پیرایہ بسیار

چوتھے قصیدہ کا ایک شعر ہے:

خلاصہ ہمہ امکان' محمد مختار

کہ ہست حب وی و آل عروۃ الوثقی

سروش اصفہانی پہلا شاعر ہے جس نے رسالتمآبؐ کی ولادت باسعادت کے موضوع پر چار قصائد لکھے ہیں۔

بہار خراسانی

بہار خراسانی کا میلادیہ قصیدہ بہت مشہور ہوا جو انہوں نے میلادالنبیؐ سال ۱۳۸۲ شمسی کے موقعہ پر مشہد میں آستانہ قدس پر پڑھا۔(۵۱۷) محمد صادق ادیب فراہانی (م ۱۳۳۶ھ) کا میلادیہ قصیدہ "در تہنیت ولادت حضرت خاتم الانبیاءؐ" میں خلوص و عقیدت کی شدت نمایاں ہے۔

دور حاضر میں میلاد و سیرت پر چند اہم فارسی کتب درج ذیل ہیں:

بازرگانی محمدؐ (علی رضا ریحان)' پیامبرؐ (آقائے زین العابدین)' حیات فخر کائناتؐ (سید علی رضا زادہ) زندگانی محمدؐ (ابو قاسم پایندہ) زندگانی پیشوائے اسلامؐ (عماد الدین اصفہانی)' کتاب الہادیؐ (مرزا ہادی نوری مازندرانی)۔

فارسی شعر و ادب میں آپؐ کی سیرت و معجزات اور خصائل و فضائل کا بیان ہر دور کے شعراء کے پیش نظر رہا اور اکثر و بیشتر مثنویوں میں "معراج" کا ایک علیحدہ اور مستقل باب موجود ہے۔ مدینہ منورہ سے دوری کے سبب زیارت روضہ رسولؐ کی خواہش' اور تڑپ کا اظہار اکثر شعراء کے کلام میں موجود ہے۔

فارسی میں چند میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ

فارسی میں میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں کے علاوہ دیگر مثنویاں بھی لکھی گئی ہیں۔ جن میں میلاد کے علاوہ دیگر اجزائے سیرت کا بیان ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کی اسی قبیل کی منظومات سے متعلق ان مخطوطات کے تذکرہ سے قدیم روایت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

رسالہ در بیان معراج میں معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی (۷۳۰-۸۳۴ھ) ہیں۔(۵۱۸)

شق القمر' اس رسالہ میں محدثین' مقلدین و دیگر علماء محققین' صوفیا و اہل شہود کے دلائل کے مطابق آپؐ کے معجزہ شق القمر کو بیان کیا گیا ہے۔ اسے صائن الدین ترکہ خجندی اصفہانی' علی بن محمد (م ۸۳۵ھ) نے لکھا۔(۵۱۹)

صلوات بر رسولؐ / تحفۃ الصلوات میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت' درود بھیجنے کے مواقع اور درود و سلام کے فضائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب بقول مصنف مستند احادیث و روایات سے استفادہ کر کے مرتب کی گئی ہے اس کے مصنف کمال الدین حسین بن علی سبزواری کاشفی بیہقی (م ۹۱۰ھ) ہیں۔(۵۲۰)

روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب (جمال الدین عطا اللہ بن فضل اللہ شیرازی (م ۹۲۶ھ)

نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔(۵۲۱)

معراج نامہ مولفہ ابو علی سینا (۹۸۰ء۔۱۰۳۷ء) مطبوعہ ملتا ہے۔(۵۲۲)

صحیفۃ المتقین و منہاج الیقین' نسب و احوال والدین نبی کریمؐ کے بارے میں محمد رضی بن ملا نصر بن محمد تقی مجلسی (۱۶۹۳ء۔۱۷۲۳ء) نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ کراچی عجائب گھر میں موجود ہے۔(۵۲۳)

وصیت نامہ پیغمبرؐ (وصایای اخلاقی بہ حضرت علیؓ) میں بطور وصیت جو ارشادات نبی کریمؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو فرمائے۔ ان کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہ کتاب محمد خلیل بن عبد رسول اندجانی (م ۱۳۳۸ھ) نے مرتب کی ہے۔(۵۲۴) شرح قصیدہ بانت سعاد متن عربی از کعب بن زہیرؓ (م ۲۶ھ) اور شرح قصیدہ بردہ از ابو عبداللہ محمد بن سعید بن حماد البوصیریؒ (م ۶۹۷ھ) کے مخطوطات بھی ملتے ہیں۔(۵۲۵)

سیرت النبیؐ میر عبدالعاقل بن علی بن الحسن الحسینی نے ۱۰۳۰ء میں لکھی تھی۔ اس زمانے میں خراسان اور دہلی کے لشکروں نے گجرات کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس کا گیارھویں صدی ہجری کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(۵۲۶)

برصغیر پاک و ہند میں فارسی میلاد نگاری کا سرسری جائزہ

مغول اور تیموری سلاطین کے اثر سے ہندوستان میں فارسی زبان رائج ہو گئی فارسی زبان میں لکھنے والے' مصنف اور شاعر پیدا ہوئے۔ تیموری النسل بابر کے جانشینوں کے عہد میں ہندوستان فارسی ترجموں اور تالیفوں کا مرکز بن گیا۔ اسی دور سے میلاد و معراج نبویؐ اور سیرت و شمائل کے موضوع پر شعری و نثری نمونے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے شعراء میں مسعود سعد سلمان' بوعلی قلندر' امیر خسرو' حسن دہلوی' بیرم خان' محمد جمال الدین عرفی شیرازی' فیضی فیاضی' نظیری نیشاپوری' نورالدین ظہوری' طالب آملی' قدسی مشہدی' ابو طالب کلیم' سرمد' غنی کاشمیری' غنیمت کنجاہی' ناصر علی سرہندی' مرزا عبدالقادر بیدل' نورالعین واقف بٹالوی' اسداللہ خان غالب' مولانا غلام قادر گرامی' علامہ محمد اقبال' میر قمرالدین منت' مرزا جان جاناں مظہر' سودا' درد' قتیل' انشاء' مومن' بہادر شاہ ظفر' میر غلام علی آزاد بلگرامی' اور شاہ ولی اللہ وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۵۲۷) مختلف روحانی سلاسل کے صوفیا و فقراء ان کے علاوہ ہیں۔ جنھوں نے دینی خدمات کی وجہ سے مقبولیت اور شہرت حاصل کی۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م ۶۲۷ھ)

خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں۔ خواجہ ہند الولی نے ہندوستان کے ظلمت کدہ میں نور محمدیؐ سے چراغاں کا آغاز کیا اور لاکھوں نفوس ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے پند و مواعظ کے علاوہ شعری تخلیقات کے بیش بہا جواہر بھی آپ کی یادگار ہیں:

در جہاں چو کرد منزل جانان ما محمدؐ
صد در کشادہ در دل از جان ما محمدؐ

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم
پژمردہ چوں گیاہیم باران ما محمدؐ
از آب و گل سرو دے' واز جان و دل درودے
تابشنود بہ یثرب افغان ما محمدؐ

قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ)

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا تعلق سلسلہ چشتیہ کے اولیائے کرام کے اس طائفہ سے ہے' جنھوں نے ان گنت سینے شمع ایمان سے منور کئے۔ آپ کے کلام میں حضورؐ کی عظمت اور دوسرے انبیاء پر برتری کے علاوہ حضورؐ کے معجزات کی طرف اشارات ہیں:

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغمبراں
امام بہ معنی بودہ ای سرخیل جملہ انبیاء
ہرگز نہ خواندی یک ورق غلطے گرفت از تو سبق
انگشت مہ را کرد شق اے خواجہ معجزنما

امیر خسروؒ (م ۷۲۵ھ)

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ ان کے کلام میں دیگر فنی محاسن کے ساتھ سرتاپا کیف و غنائیت موجزن ہے۔ خسروؒ کے کلام کی مقبولیت اور اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"یہ نعتیہ غزلیں جب کوئی مغنی مستانہ وار پڑھتا ہے تو سننے والوں کے دل سینے سے باہر آنے لگتے ہیں۔ وجدان کیف و نشاط کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ روح تڑپ اٹھتی ہے۔" (۵۲۸)

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہرچند وصفت می کنم در حسن ازاں زیباتری

مثنوی "مطلع انوار" میں میلاد و معراج کے بیان میں خسروؒ نے جدت پسندی سے نئے نئے مضامین پیدا کئے ہیں۔

جمال الدین محمد عرفی (م ۹۹۹ھ)

عرفی کی میلادیہ منظومات میں بلندی مضامین' شوکت الفاظ' نادر تشبیہات اور جدید استعارات کی زینت ان کی خداداد صلاحیت کا بین ثبوت ہے۔ ان اوصاف نے جوش عقیدت اور حسن طبیعت کے ساتھ مل کر

عجب سماں پیدا کر دیا ہے۔ عرفی اس فن کی نزاکت کا ذکر کرتے ہوئے "مدح رسالتماب" کو ایک ایسا راستہ قرار دیتا ہے۔ جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہے۔

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را
(۵۲۹)

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے درج ذیل چار مصرعے اس درجہ مقبول ہوئے کہ آج تک زبان زد خلائق ہیں۔

یا صاحب الجمال یا سید البشر
من و جہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مرزا غالب (م ۱۲۸۵ھ)

غالب کو اپنی فارسی شاعری پر ناز ہے۔ غالب نے حمد میں ایک قصیدہ اور نعت میں دو قصائد لکھے ہیں۔ مدح پیغمبرؐ میں اپنے عجز کا اعتراف انوکھے انداز میں کیا ہے۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بہ زبان محمدؐ است
آئینہ دار پرتو مہر است ماہتاب
شان حق آشکار ز شان محمدؐ است
تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
اما کشاد آں ز کمان محمدؐ است
غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است
(۵۳۰)

غالب کی مثنوی "ابر گہربار" میں معراج کا بیان ۳۲۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس معراج نامہ میں

غالب نے حکیمانہ متانت و سنجیدگی کا انداز اختیار کیا ہے۔(۵۳۱)

علامہ محمد اقبالؒ (م ۱۳۵۷ھ)

علامہ اقبالؒ کے کلام پر رومیؒ اور جامیؒ کے رنگ شاعری کا اثر نمایاں ہے۔ اقبال کی شاعری کا انداز حکیمانہ اور جذب و مستی میں والہانہ پن ہے۔ ان کی ایک نظم بعنوان "در حضور رسالتمآب ﷺ" (مثنوی چہ باید کرد اے اقوام مشرق) میں خلوص و عاجزی اور درد مندی انتہائی پر تاثیر ہے۔ ارمغان حجاز میں "حضور رسالت ﷺ" (۵۳۲) کے عنوان سے ان کی رباعیات و قطعات میں روضہ رسولؐ کی زیارت کی شدید تڑپ موجود ہے۔

بہ ایں پیری رہ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرور عاشقانہ
چوں آں مرغی کہ در صحرا سرِشام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ
(۵۳۳)

برصغیر میں فارسی موالید کی روایت

برصغیر کے قریباً تمام فارسی شعراء نے میلادیہ منظومات لکھیں۔ ان کے علاوہ فارسی میں باقاعدہ میلاد نامے اور منظوم سیرتیں بھی لکھی گئیں۔ برصغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت کی نشان دہی کے طور پر ان کتب کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

مغازی النبیؐ سیرت و زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل مثنوی ہے۔ یہ مثنوی سال ۱۰۰۰ ہجری بمطابق ۱۵۹۲ء میں یعقوب صرفی (م ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء) نے لکھی۔ اس کی پہلی بار طباعت ۱۸۲۳ء میں لاہور میں ہوئی۔ اس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ نیز اس مثنوی کا حوالہ اورینٹل کالج میگزین اشاعت مئی ۱۹۲۶ء میں بھی موجود ہے۔(۵۳۴)

وفات نامہ اور تولد نامہ رسالت پناہ فارسی زبان میں محمد عالمگیر نے سن ۳ جلوس اکبر شاہ ثانی میں لکھا۔ ان دونوں سیرتی مثنویوں کے مخطوطات بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔(۵۳۵) معراج نامہ (معین) کا سن کتابت ۳۰ جلوس عالمگیری ہے۔ یہ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور لاہور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی کتابت سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔

معراج نامہ' حمید الدین ناگوری کا مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں موجود ہے۔(۵۳۶)

حکایت رسول' منظوم فارسی سیرت ہے۔ علاول خان نے ۱۷۔ ستمبر ۱۹۷۳ء میں لکھی۔ یہ مثنوی "مخطوطات شیرانی فارسی" کے ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(۵۳۷)

نظم الشمائل' شمائل نبویؐ کے موضوع پر منظوم مخطوطہ ہے۔ اور قومی عجائب گھر کراچی کی ملکیت ہے۔

یہ مثنوی اکبر بادشاہ کے زمانہ (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) میں محمد حسین حافظ بن باقر ہروی نے لکھی۔(۵۳۸) ایک اور شمائل نبویؐ کی شرح کا مخطوطہ بھی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ اس کا عنوان "شرح شمائل النبیؐ" ہے جو عبدالہادی بن معصوم (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) نے لکھی ہے۔(۵۳۹)

حضورؐ کے معجزات پر مشتمل شیخ احمد وزیر آبادی نے اپنی کتاب بعنوان "معجزات خاص رسول اللہ" ۱۷۰۶ء میں لکھی۔ اس کا مخطوطہ بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(۵۴۰)

محمد ہاشم بن عبدالغفور (۱۱۰۴-۱۱۷۳ھ) نے "فتح القوی فی نسب آباء النبیؐ" کے عنوان سے نبی کریمؐ کا حسب نسب بیان کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ موزہ ملی کراچی کی ملکیت ہے۔(۵۴۱)

حلیہ حضرت سیدالمرسلینؐ" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصنیف ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۱۳۱ھ کا لکھا ہوا' کراچی کے قومی عجائب گھر میں موجود ہے۔(۵۴۲)

مولود شریف اور نور نامہ' شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے ۱۲۲۹ھ میں لکھے۔ ان دونوں رسائل کے مخطوطات قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہیں۔(۵۴۳) مولود شریف' شاہ رفیع الدین کا ایک اور مخطوطہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود تھا۔ اس نسخے کی ۲۶۔ ذیقعد ۱۲۲۹ھ کو سید فتح علی نے کتابت کی تھی۔(۵۴۴)

معراج نامہ' ۱۲۳۰ھ میں مبارک بخاری نے لکھا۔ شاہ نعمت اللہ کرمانی نے ۱۲۳۳ھ میں معراج نامہ لکھا۔ قصہ المعراج کے عنوان سے غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری نے ۱۲۵۶ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اسی دور کا ایک اور معراج نامہ ولی المتخلص بہ معین کا ملتا ہے۔(۵۴۵) معراج نامہ' مولوی جان محمد کا تحریر کردہ' کتاب خانہ اللہ بخش اسد ملتانی میں موجود ہے۔ اس مخطوطہ پر تاریخ یا سال تصنیف موجود نہیں (۵۴۶) البتہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ پر ۱۲۸۲ھ تحریر ہے۔

تحفہ رسولیہ' نبی کریمؐ کی منظوم سیرت ہے۔ اس میں معجزات و فضائل رسالتمآبؐ کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ ر ۱۸۵۴ء) نے ۱۲۳۴ھ بمطابق ۱۸۱۹ء میں لکھی۔ اس کا مادہ تاریخ درج ذیل شعر سے نکلتا ہے۔

گشت پدید ایں گہر آبدار
در سن یک الف دو صد سی چہار

اس مثنوی کا مخطوطہ رحمت اللہ کا تحریر کردہ ۲۔ دسمبر ۱۸۵۹ء پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(۵۴۷)

آداب لباس حضرت سید البشر مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوبہ محمد حسن علی ہاشمی سکنہ شاہ جہان پور یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء اور دوسرا مخطوطہ مکتوبہ مرزا محمد علی بتاریخ ۲۳۔ جنوری ۱۸۳۱ء ہے یہ دونوں مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔(۵۴۸)

خیر الفضائل کے عنوان سے امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی شمائل النبیؐ کی شرح ابوالوفا مفتی' مکتوبہ محمد سلطان

۱۸۳۶ء ہے۔(۵۴۹)

غلام محی الدین قصوری نے "حلیہ رسول"" نثر میں لکھی ہے اور اس کا مخطوطہ مکتوبہ رحمت اللہ در حدود ۱۸۵۹ ہے جبکہ دوسرا مخطوطہ بعنوان "حلیہ محبوب خدا"" منظوم ہے اور اس کا سال تالیف ۱۸۱۰ء بتاتا ہے۔(۵۵۰)

راحت القلوب فی مولد المحبوب (عبدالسمیع بیدل) کا مطبوعہ میلاد نامہ لکھنؤ ۱۳۰۲ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

حلیہ نبویؐ منظوم محمد فضل نے لکھا ہے۔ ان کی اس مثنوی کی اساس احادیث نبویؐ پر ہے' اس کا مخطوطہ بھی قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔(۵۵۱)

سیرت النبیؐ مثنوی کے انداز میں سیرت رسول اکرمؐ ہے۔ اس کا دیباچہ نثر میں ہے۔ حافظ محمد شجاع نے والئی ریاست بہاولپور محمد بہاول خان کی فرمائش پر لکھی۔ اس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔(۵۵۲)

قصیدہ سیدالمرسلینؐ منظوم کا قلمی نسخہ احمد حسین قریشی قلعداری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ ان کی اپنی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ صوفیاء و اولیاء کرام کے ملفوظات میں میلاد و معراج کے اشعار ملتے ہیں۔ غیر مسلم شاعروں کے کلام میں بھی حضورؐ کے میلاد و معراج کے کچھ شعر نظر آ جاتے ہیں۔

تیسرا باب

جنوبی ہند میں میلاد ناموں کا آغاز وارتقاء

جنوبی ہند میں میلاد ناموں کا آغاز و ارتقاء

- دکنی دور کا پس منظر
- میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ
- شاہ علی محمد جیوگام دھنی ر شاہ برہان الدین جانم ر غلام مصطفیٰ احمد آبادی ر محمد قلی قطب شاہ ر عبدالمالک بھروچی ر ملک خوشنود ر عبدالرسول ر سید بلاقی حیدر آبادی ر ملا اسد اللہ وجہی ر سید شاہ حسین ذوقی ر عبداللطیف ر محمد مختار ر نصرتی ر شاہ امین الدین اعلیٰ ر عالم گجراتی ر پیر مشائخ ر شیخ احمد گجراتی ر محی الدین فتاحی ر جنونی گجراتی ر محمد امین گجراتی ر امامی دکنی ر علی ر کنتر ر سید میراں شاہ ہاشمی بیجاپوری ر صاحبان ۔ عثمان ر شاکر ر علی بخش دریا ر محمد حسین منظم قادری بیجاپوری ر شریف ر عبدالصمد ترین ر میر (ایک غیر معروف شاعر) ر اعظم دکنی ر مخدوم حسینی ر سیدی ر عنایت شاہ قادری ر میر ولی فیاض ویلوری ر کریم الدین سرمست ر غریب اللہ ر محمد بن مجتبیٰ مہدوی ر شاہ ابوالحسن قربی ر سوز ر راحت ر افصحی ر نوازش علی شیدا ر شاہ کمال الدین ر غلام اعزاز الدین نامی ر مولانا محمد باقر آگاہ ر غلام محمود حسرت ر جان محمد عاجز ر سید امیر الدین حسین ر محمد خاں ر فضل رسول ر نامور ر طالب دکنی ر برہان الدین ۔
- جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

دکنی دور کا پس منظر

سیاسی طور پر محمد بن قاسم کی فتوحات (۹۳ھ ر ۷۱۲ء) کے بعد مسلمان برصغیر کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گئے اور اس طرح سندھ میں پہلی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ آئندہ سالوں میں اس کی حدود شمال کی طرف پھیلنے لگیں اور غزنوی دور میں سرحد اور پنجاب کے بہت سے علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے۔ غوری و ایبک نے اسلامی سلطنت کی حدود کو گوالیار' بدایوں' بہار و بنگال اور قنوج و بنارس تک وسعت دی۔ شہاب الدین غوری (م ۱۲۰۶ء) کے زمانے تک برصغیر کے کچھ علاقوں پر مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ قطب الدین ایبک نے ۱۲۰۶ء کو دہلی میں مسلمانوں کی پہلی خود مختار حکومت تشکیل دی۔ علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۸ء میں گجرات فتح کیا اور ۱۳۱۰ء میں دکن کے بہت سے علاقوں پر اس کا تسلط قائم ہو گیا۔ ۱۳۲۶ء میں تغلق سے دولت آباد کو دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا تو دہلی سے مسلمانوں کی کثیر تعداد دکن منتقل ہو گئی۔

۱۳۴۷ء میں دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اس سلطنت کا قیام ۱۳۴۷ء سے ۱۵۲۶ء تک رہا۔ اس کے بعد یہ پانچ خود مختار ریاستوں گولکنڈہ' بیجاپور' احمد نگر' برار اور بیدر میں بٹ گئی۔ یہاں بعد میں نظام

شاہی' عادل شاہی اور قطب شاہی کے نام سے تین حکومتیں باقی رہ گئیں۔ مغلوں نے ان سلطنتوں پر قبضہ کر لیا اور ۱۶۸۷ء میں پورا دکن مغلوں کی سلطنت میں ضم ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد دکن پر آصف جاہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ سلطنت ۱۷۲۳ء سے ۱۹۴۰ء تک قائم رہی اور دکن پر سلاطین آصفیہ کا قبضہ رہا۔ اسی دوران انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قبضہ کر کے اسے تاج برطانیہ کی عملداری میں شامل کر لیا۔

تہذیبی و لسانی لحاظ سے برصغیر میں اسلام کے اثر و نفوذ نے یہاں کی سماجی زندگی پر اسلامی تہذیب و تمدن' علوم و فنون اور نظریات و افکار کے گہرے اثرات مرتب کئے۔ اور ایک نئے لسانی پیرائے کو جنم دیا۔ مسلمانوں کے دور اقتدار میں صوفیاء و مشائخ نے عربی' فارسی اور ہندوستانی پراکرتوں' علاقائی بولیوں کو ساتھ ملا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے استعمال کیا۔ مولوی عبدالحق ان بزرگان دین کی مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"صوفیاء نے ملک کے حالات سے بعض ظاہری قیود کو توڑ کر اہل ملک سے ارتباط اور میل جول بڑھانے اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی' اسی نظر سے انہوں نے ان کی اور اپنی زبانوں کو بھی ملانا شروع کیا۔ ان کی نظموں کی بحریں (اکثر و بیشتر) ہندی ہیں۔ طرز بھی نظموں کا ہندی ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ہندی دیو مالا کی تلمیحیں اور استعارے بھی استعمال کر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اپنی چیزوں کو بھی ملاتے جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے اس میل اور ارتباط سے خود بخود ایک نئی زبان بن گئی جو نہ ہندی تھی نہ فارسی' بلکہ ایک نئی مخلوط زبان تھی جسے اب ہم اردو یا ہندوستانی کہتے ہیں۔ اہل علم اس نومولود زبان میں لکھنا اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے۔ یہ صوفی ہی تھے' جنہوں نے پہلے جرات کی اور اس کفر کو توڑا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی شعر و سخن' مذہب و تعلیم اور علم و حکمت کے اغراض کے لئے اس زبان میں لکھنا شروع کر دیا۔" (۱)

اردو زبان کی ابتداء اور نشوونما میں مذہب نے خاصا اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد کے وقت سے ہی دکن اور گجرات میں اسلام کی تبلیغ کا کام شروع ہو گیا تھا۔ یہ بزرگ اشاعت و تبلیغ کا کام ہندوستان کی ہی زبان میں کر رہے تھے۔ انہوں نے برہمنوں کی طرح نہ تو عربی اور فارسی کو عوامی سطح سے دور اور بلند رکھا اور نہ ہی مقامی بولی کو اپنی علمی و دینی شان کے منافی سمجھا۔ انہوں نے عام انسانی سطح پر رہ کر لوگوں سے رابطہ و تعلق استوار کیا۔ پند و وعظ اور اپنے مافی الضمیر کے بیان و اظہار کے لئے مقامی زبان کو ترجیح دی اور اپنی فکری توانائی اور عمل پیہم سے دکن کے تہذیبی و سماجی ڈھانچے میں نئی روح پھونکی۔ ان صوفیاء نے اپنے کردار و عمل سے برصغیر کے اطراف و اکناف میں مظلوم و مقہور' ذات پات کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو اخوت' بھائی چارہ' مساوات اور عظمت انسانی کا درس دیا۔ انہوں نے لوگوں کو سماجی ناہمواریوں سے نجات دلائی۔ ان کی اس مساعی جمیلہ سے' جو ان کے پاس آیا وہ ان کا گرویدہ

کرنے لگیں۔ بہمنی عہد اور بعد میں اس کی جانشین سلطنتوں کے زمانے میں اردو شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے قابل بن گئی جبکہ شمالی ہند میں مغلوں کے شاہی درباروں میں فارسی رائج رہی۔ اردو دہلی، آگرہ اور اس کے نواحی علاقوں میں بول چال کی زبان کے طور پر پھلتی پھولتی رہی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۸۶ء میں دکن کی عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کو ختم کر کے دہلی اور اورنگ آباد میں ربط و ضبط پیدا کیا تو دکنی اردو اور شمالی ہند کے لسانی اختلافات کا اندازہ ہوا۔ دکن میں شعری و ادبی روایت کے موضوع ہمہ گیر بن چکے تھے۔ دکنی مثنویوں میں تصوف و عرفان اپنی جلوہ گری دکھا رہا تھا۔ اور نثری کتابیں مختلف موضوعات سیرت، ترجمہ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی دستیاب تھیں جبکہ شمال میں یہ زبان ابتدائی مراحل سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد حکومت میں ہر سال جشن عید میلاد النبیؐ کا اہتمام بڑی عقیدت مندی سے ہوتا رہا اور دور محبوبی و عثمانی میں بھی جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تمام دفاتر کے مشترک چندے سے امور مذہبی کے زیر اہتمام ان مجالس کا سلسلہ چلتا رہا۔ بیجا پور میں عادل شاہی حکومت کے زمانے میں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کو برابر کی سہولتیں مہیا کی جاتیں مثلاً جس قدر روپیہ عشرہ محرم منانے پر صرف کیا جاتا اسی قدر عید میلاد النبیؐ پر بھی کیا جاتا۔(۲) اس دور میں سیاسی انتشار نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ سارا معاشرہ مذہب میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ اس دور میں مذہبی منظومات اور مثنویاں کثرت سے لکھی گئیں۔

"نامہ" قدیم اردو میں فارسی سے منتقل ہوا ہے۔ فارسی میں نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پانے والے رسائل و منظومات پند نامہ، شاہ نامہ وغیرہ تھیں صوفیاء نے ان کی ترکیبی ہیئت کو مخصوص معنوی انداز میں رواج دیا اور مذہبی نوعیت کی صورت پیدا کر کے نور نامہ، میلاد نامہ، شمائل نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ جیسی تصانیف میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو نظم و نثر میں لکھنا شروع کیا۔ میلاد ناموں کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مجالس میلاد میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور بالخصوص آپؐ کی ولادت، رضاعت، بچپن کے احوال، معراج، معجزات، اخلاق و شمائل کے مختلف پہلوؤں کو دلکش انداز میں عوام کے سامنے پیش کیا جائے اور ان مجلسی نوعیت کی تصانیف سے تبلیغی کام لیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ مذہبی مثنویاں اور نثری تصانیف اشاعت اسلام اور حب رسول مقبولؐ کے مقصدی پہلو کو اجاگر کرتی ہیں۔ موضوع کی پاکیزگی کی مناسبت سے ان میں تغزل نام کو نہیں پایا جاتا۔ "ان میں اکثر قدیم دینی کتابیں خواتین کو مذہبی مسائل سمجھانے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان میں مختلف چکی نامے، لوریاں اور پہیلیاں وغیرہ شامل ہیں۔" (۳)

دکن اور گجرات کی طبع زاد مثنویوں میں مبالغہ کی کثرت ہے۔ اس کی وجہ مقصدیت کا غلبہ ہے۔ ان میں واقعات کی حقیقت کو مد نظر رکھنے کی بجائے اثر و تاثیر کا خیال رکھا جاتا تھا جو اشاعت و ترویج مذہب میں ممد و معاون ثابت ہو سکے۔ ہندی تہذیب و زبان کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود دکنی شعراء اور مصنفین نے ہر قسم کے موضوعات کو بڑی نفاست اور فنکارانہ مہارت سے نبھایا ہے۔ اس لحاظ سے ان تحریروں میں مسلمانوں نے اپنے کلچر کے جو آثار چھوڑے ہیں، وہ تابناک اور درخشاں

ہیں۔

میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ

میلاد نامے بنیادی طور پر نبی کریمؐ کی پیدائش کے احوال کے بیان کے لئے مختص اور وقف ہیں لیکن بیشتر میلاد نامے آپؐ کی ولادت مبارکہ' بعثت' حقیقت نور' معراج' معجزات' غزوات' شمائل و فضائل اور انسانی صفات و ماورائی خصوصیات سے لے کر وفات تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی دیگر اصناف نور نامے' معراج نامے' وفات نامے' مبشرات نامے اور معجزات نامے وغیرہ میں نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے مخصوص پہلوؤں کا بیان ہوتا ہے۔ ان تصانیف میں میلاد نگار سیرت نبویؐ کے ملے جلے اجزا کو اس انداز سے ترتیب و تشکیل دیتے ہیں جو مجالس میلاد کے سامعین کے جذبات عشق و محبت اور دلی عقیدت کو اپیل کرنے کے لئے ضروری تصور کئے جاتے ہیں۔

میلاد نامے اور ان کی جملہ اصناف نظم میں اور یا پھر نظم و نثر کے مخلوط انداز میں ہوتے ہیں۔ کچھ سراسر نثر میں ہیں۔ نظم و نثر کے مخلوط اور ملے جلے انداز کے میلاد ناموں کی بعض عبارات اور منظوم کلام کبھی مصنف کا اپنا ہوتا ہے۔ اور کبھی دیگر مصنفین یا شعراء کے کلام سے بھی خوشہ چینی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جام کوثر یا آئینہ مغفرت مولود نامے مختلف شعراء کے کلام پر مبنی ہیں۔ محمد عبدالحلیم شرر کے مولود شریف اور حافظ محمد شفیع علی خان کے میلاد نامہ "نور القلوب فی ذکر المحبوب" میں نثر زیادہ اور نظم کم ہے۔ غلام محمد عباس کا مولود نامہ' ذکر میلاد' نظم و نثر میں ہے لیکن منظوم زیادہ ہے۔ ولی ویلوری' نوازش علی شیدا اور محمد باقر آگاہ کی منظوم سیرتی مثنویاں ہیں۔ اس لحاظ سے ان سب تصانیف کا مقصد مجلسی انداز میں سامعین کو نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ سے روشناس کرانا ہے۔ محافل میلاد میں اس سالار انبیاء کی آمد اور ولادت کی یادگار منائی جاتی رہی ہے اور منائی جاتی رہے گی۔ میلاد کی مجالس کا انعقاد ربیع الاول میں خصوصیت سے اور سال بھر بالعموم ہوتا ہے۔ مختلف مواقع اور تقریبات میں آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ کبھی معراج و معجزات' کبھی شمائل و فضائل اور کبھی مبشرات و دیگر محامد و محاسن جمیلہ کے ذکر کی تقریب ہوتی ہے۔

ان میلاد ناموں کے آخر میں درود و سلام اور نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استمداد طلبی اور مشکل کشائی کے لئے عرضداشتیں پیش کی گئی ہیں۔ ہر مسلمان چودہ سو سال سے نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجتا چلا آ رہا ہے اور اسے اپنے لئے سعادت و نجات اور فلاح دارین کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ محفل میلاد میں نبی کریمؐ کی موجودگی اور حاضری کے احساس و شعور کی وجہ سے سامعین بڑے احترام سے کھڑے ہو کر میلاد خوانی کرتے اور درود و سلام پڑھتے ہیں۔ میلاد ناموں کے آغاز سے ہی نبی کریمؐ کے حضور فریاد اور حاجت روائی کے لئے سوال ان کے مضامین میں شامل رہا ہے۔

پورے مقالہ میں لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی ان تمام مجلسی تصانیف کا ذکر ان کے شعراء و مصنفین کے اسماء کے حوالے سے کیا گیا ہے کیونکہ کئی مصنفین و شعراء کی دو دو اور تین تین تصانیف موجود ہیں۔

مثلاً امین گجراتی کا مولود نامہ ' معراج نامہ ' وفات نامہ ' مختار کا نور نامہ ' مولود نامہ ' معراج نامہ اور کفایت علی کافی کا مولود نامہ ' وفات نامہ اور درد نامہ وغیرہ موجود ہیں۔ اس طرح ہر مصنف کی جملہ تصانیف کا تذکرہ ہر مصنف کے نام یا احوال کے ساتھ قلبند کیا گیا ہے۔

ان مثنویوں یا نثری رسائل میں آپ کی حیات مقدسہ ' سیرت اور اسوہ حسنہ پر محدثانہ اور محققانہ تبصرہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے چھوٹے بڑے واقعات کو ثقہ روایات پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ان میں تحقیق و تاریخی چھان بین سے زیادہ عقیدت اور محبت کو دخل ہے۔ یہ رائے ہر واقع کے بارے میں بھی نہیں ہے بلکہ صرف بعض جزئیات کے متعلق ہے۔ بنیادی حالات و واقعات کی صداقت و سچائی سے انکار نہیں لیکن شاعروں نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر جو اضافے کئے ہیں۔ ان میں کسی حد تک لچک نظر آتی ہے۔ بہت سارے نثری رسائل اور منظومات نبی کریمؐ کی زندگی کے علیحدہ علیحدہ واقعات اور حالات پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ مستقل سیرتی مثنویاں اور دیگر تصانیف بھی بہر صورت موجود ہیں۔

شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م ۱۵۶۵ء / ۹۷۳ھ)

شاہ علی محمد جیو نام اور گام دھنی لقب ہے جس کے معنی گاؤں کے مالک کے ہیں۔ میر علی شیر قانع کے بقول شاہ علی محمد ' شیخ احمد کبیر رفاعی (م ۱۱۳۴ء) کی اولاد میں سے تھے۔(۴) ان کا دیوان "جواہر اسرار اللہ" کے نام سے ملتا ہے۔ اس کے قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور(۵) اور حیدر آباد دکن کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ یہ مجموعہ بمبئی سے طبع ہو چکا ہے۔(۶) اس مجموعہ کلام میں ایک نظم "معراج نبویؐ" کے موضوع پر ملتی ہے۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

آدم آدمی ہور جن سارے ' اے نور نبیؐ تھے کیتے
بھیس بھرا کر آپ دکھلایا ہم تم اوپر بول سو دیتے
ڈونگر حیواں ہور نباتات اے سب نور نبیؐ کا جانوں
احمد محمدؐ ناؤں احد کے وو جامن منہ کوئی نہ آنوں
توریت ماں خدا ایں کیا مہتر موسیٰ بات
محمدؐ رسول حبیب خدا کا ساروں کہہ یہ بات
احمدؐ بھی ہے توریت ما تھیں محمدؐ کیرا ناؤں
انجیل میں بھی احمدؐ کیا کے تھیں تس مولد ٹھاؤں
(۷)

"جواہر اسرار اللہ" میں ایک نظم میلاد النبیؐ پر بھی ہے۔(۸)

شاہ علی محمد کی زبان و بیان پر ہندی روایت کے ساتھ ابلاغ کے نئے وسیلوں کی تلاش میں فارسی مصرعوں کی گونج بھی سنائی دیتی ہے۔ اور فارسی بحروں کو بھی استعمال کرنے کی کوشش ملتی ہے۔ اس لحاظ سے

گجرات کی ادبی روایت میں یہ عمل پہلی بار دکھائی دیتا ہے۔

شاہ برہان الدین جانم (م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء)

شاہ برہان الدین، حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ان کی عارفانہ تصانیف وصیت الہادی، منفعت الایمان اور ارشاد نامہ وغیرہ کے علاوہ ایک تصنیف ہشت مسائل کا تذکرہ مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نوازؒ کی تصانیف کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ آغا حیدر حسن کے کتب خانے میں ہے۔

ہشت مسائل میں کائنات کی ابتداء اور ذات خداوندی کے بارے میں تشریح و تفسیر ہے اور اس میں نبی کریمؐ کے معراج کا حال بھی سوال و جواب کے انداز میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس اقتباس سے ظاہر ہو گا:

"پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کون معراج ہوا تب محمد رسول اللہ علیہ السلام نے سوال کئے، سات طبق آسمان اور سات طبق زمین کیا قدیم ہے یا جدید۔

جواب: خدا کہیا اے حبیب من این ہمہ جدید آفریدہ شد۔

سوال: تو کچھ نہ تھا تو کیا تھا۔

جواب: تجھ سوں میں تھا۔" (۹)

یہ پورا رسالہ اس طرح سوال و جواب کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ شاہ برہان کی زبان قدیم مصنفین کی نسبت زیادہ صاف اور سلیس ہے۔

غلام مصطفیٰ احمد آبادی

غلام مصطفیٰ احمد آبادی کا نور نامہ سنہ ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ حاشیہ کی جدولیں دوہری سرخ ہیں۔ کوئی عنوان نہیں ہے۔ نور نامہ کی ابتداء جس بحر میں ہے وہ صفحہ ۹ تک برقرار رہی لیکن اس کے بعد مصنف نے وزن تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ وزن شروع ہوتا ہے جس میں شاہ اشرف کی نو سرہار، شاہ شمس العشاق اور شاہ برہان الدین جانم کی اکثر تصنیفات ہیں۔ نور نامہ کو فارسی سے دکنی میں ترجمہ کرنے اور شیخ نور قطب عالم کی اولاد ہونے کے بارے میں درج ذیل اشعار سے نشان دہی ہوتی ہے:

شیخ نور قطب عالم کی اولاد
نور نامہ کا میں کیا بنیاد
فارسی تھا سو دکنی بات
لکھا مصطفیٰ حب سنگات

(۱۰)

مصطفیٰ گجرات احمد آباد کے باشندے تھے۔ اس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے نور نامہ کا سنہ تصنیف اس بیت میں ہے:

یک ہزار دو اگلے ان سال جان
نور تھا قدرت کا یوں نشان(۱۱)

ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں:

سنو یاراں بولوں تمنا قدرت کی میں ساچی بات
نور نامہ کیوں ظاہر کیتا سنو عزیزاں دل سنگات
یک دن حضرت پیغمبر مل بیٹھے تھے پنج تن پاک
تو لگ جبرئیل خوشی حال سوں آئے اپنے کن بیگی تھاک
(۱۲)

محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ - ۱۰۲۰ھ)

محمد قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کی چھ نظمیں "عید میلاد النبیؐ" کے موضوع پر ہیں۔ یہ نظمیں نبی کریمؐ کی ولادت پاک کے تذکار مبارک کی تقریبات پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی تھیں۔ قطب شاہی عہد میں ربیع الاول میں عید میلاد النبیؐ کو بڑے تزک و احتشام سے منانے کی روایت ملتی ہے۔

"قطب شاہی دور میں عید میلاد" کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی نے "دکنی کلچر" میں سلطان محمد قلی قطب شاہ اور اس کے نواسے سلطان عبداللہ کے دور کی عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:

"عید میلاد کا جشن قصر داد محل کے کشادہ اور وسیع میدان میں منعقد ہوتا تھا۔ یہ میدان شاہی محل کے جنوب میں واقع تھا۔ اس میدان کے تین طرف جوہریوں کی دوکانیں تھیں۔ عید میلاد میں نہ صرف چالیس ستون اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ استادہ کیا جاتا تھا اور اس خیمہ کو آراستہ کیا جاتا تھا بلکہ اس کے اطراف کی دوکانوں کو بھی سجایا جاتا تھا۔ خیمے کا وسطی حصہ مخمل و اطلس اور اطراف زر دوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا۔ عید میلاد النبیؐ کی آمد سے بہت قبل صناع' ہنر مند اور استادان' صنعت و حرفت شاہی عمارتوں کو آراستہ کرتے' ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں' دماموں' نفیریوں اور قرناؤں کی آواز سے داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ میدان میں جمع ہو کر صنعت و حرفت کے ہنرمندوں کا معائنہ کرتے۔"(۱۳) اور حدیقۃ السلاطین میں آگے مزید وضاحت ہے۔ "مولود النبیؐ کے آخری دن میدان داد محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دستر خوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی تمام میدان روشنی سے جگمگا اٹھتا۔ دولت خانہ شاہی کے اندر اور باہر آتش بازی چلائی جاتی۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن

رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیس ہزار ہون خرچ ہوتے۔" (۱۴)

قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد اور شب معراج وغیرہ کے عنوانات پر متعدد نظمیں ایسی تقریبات کے مواقع پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

قطب بندہ ہے تیرا دو جگ میں یا محمدؐ
دائم نظر رکھ اس پر اپنا اوک دیا کا
نبیؐ کا غلام ہے محمدؐ قطب شہ
خبر لاکھ سالاں لیا یا برس گانٹھ
(۱۵)

محمدؐ قلی قطب شاہ کے کلام میں نبی کریمؐ سے دلی وابستگی کا اظہار ملتا ہے۔ بعثت نبیؐ اور معراج النبیؐ کے موضوعات پر منظومات بھی حضورؐ سے عقیدت کی مظہر ہیں۔

عبدالمالک بھروچی

عبدالمالک بھروچی گیارہویں صدی ہجری کے صوفی شاعر تھے۔ بھروچ احمد آباد (گجرات، ہند) سے جنوب میں کچھ فاصلے پر دریائے نربدا کے کنارے ایک شہر ہے۔ عبدالمالک وہاں کے باشندے تھے اس لئے بھروچی کہلاتے ہیں، لیکن وطن میں ان کا قیام بہت کم رہا ہے۔ زندگی کا زیادہ عرصہ سیر و سیاحت میں گذارا۔ درویشوں کی سیر و سیاحت کا منشا و مقصود تحصیل علوم ظاہری و باطنی اور فیضان ذہنی و قلبی ہوتا ہے۔ عبدالمالک کی سیرو سیاحت کا مقصد بھی اسی قبیل سے ہے۔

ان کے تین رسالے مولود نامہ، وفات نامہ، نامہ سلطان یا وصیت نامہ ملتے ہیں۔ مولود نامہ ڈھائی سو اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کے بیان کے مطابق اس کا ماخذ احادیث نبویؐ ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے:

مولود حضرت کے لکھے ہیں میں حدیثاں سوں اتار
سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار
(۱۶)

عبدالمالک کے مولود نامہ پر گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس مولود نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ عبدالمالک شعروں میں خود کو عبدالملک بھی کہتے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ عاجز، غریب اور بندہ کے الفاظ عاجزی اور انکساری کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی ولادت کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مہینے برس سب پہلے لے کر ربیع الاول منیں

احمد نبیؐ پیدا ہوئے جیوں چاند چودہویں رات میں
تب ہوا یہ حکم رضواں کو کہ جنتاں کو سنوار
سب بہشتوں سوں اوٹھا پردا انیں حوراں سنگار
ہور دکھاؤ سب فرشتوں کوں نبیؐ کا نور آج
جس نبیؐ کوں میں دیا جو دین دنیا کا سو راج
(۱۷)

اے مومنو غافل نہ ہو مولود سن کر سب تمہیں
بھیجو محمدؐ پر درود اور دیو خدا کی راہ میں
ایسے نبی کے نام پر قربان ہوویں آج سوں
جس دوستے بخشے خدا فردا نبیؐ کی لاج سوں
(۱۸)

شاعر نے مولود نامہ سے سماجی اصلاحی کام بھی لیا ہے اور اس میں مندرجہ بالا اشعار میں "دیو خدا کی راہ میں" وغیرہ کے پیغام دے کر صدقات و خیرات دینے اور حضورؐ پر درود و سلام بھیجنے کی تلقین کی ہے۔ شاعر نے اپنا نام، وطن، کتاب کا نام اور سنہ تصنیف کی بھی آخری اشعار میں صراحت کی ہے:

عاجز غریب عبدالملک لیا محمدؐ سوں پناہ
بخشے الٰہی توں اسے تیرے کرم سوں سب گناہ
میرا بھروچ ہے یا وطن جس جاگہ احمد کاٹ ہیں
بھولوں کے تئیں جنگل میں آکے ملیں دے باٹ ہیں
نوا سے ہزار اوپر لکھی تاریخ ہجرت کی جدھاں
اس سال اے مولود میں لکھ کر سنائے جگ مہاں
(۱۹)

عبدالمالک نے اپنے وطن کے تذکرے میں خصوصیت سے شیخ احمد کاٹ کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے سلسلہ مریدین یا معتقدین میں سے تھا۔ اسی لئے ان کی یہ کرامت لکھتا ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو جنگل میں مل کر راستہ دکھا دیتے ہیں۔

عبدالمالک کی دوسری کتاب "وفات نامہ" ہے۔ یہ منظوم رسالہ بھی نبی کریمؐ کی سیرت سے متعلق میلاد نامہ کی طرح اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے نبی کریمؐ کی وفات کے حالات لکھے ہیں۔ یہ حالات ان کی بیماری، وفات سے پہلے اور قدرے بعد کے واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس صنف میں جہاں نبی کریمؐ کے محامد و محاسن کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کی دنیا سے ظاہری پوشیدگی کا احساس بھی دلایا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مجموعہ مکتوبات کے اٹھارویں مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے زمانے تک (یہ

شاہ جہان کا زمانہ ہے) مسلمانوں میں کئی فرقوں اور مذاہب اور ان میں اختلاف کے باوجود اس ایک مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور نبی کریمؐ (ظاہری وفات واقع ہونے پر بھی) باحقیقت حیات' جسم و جسمانیت کے ساتھ' بے شائبہ مجاز و تاویل' دائم اور باقی ہیں اور احوال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور اپنے متوجیان کے مربی و مفیض ہیں۔ عبدالملک بہروچی کی مثنوی "وفات نامہ" بھی یہی احساس دلاتی ہے۔ یہ تقریباً ۳۳۸۔ ابیات پر مشتمل ہے۔(۲۰)

عبدالمالک کی تیسری مثنوی حضرت سلطان کے نام سے ہے۔ اس کا دوسرا نام وصیت نامہ سلطان محی الدین بھی ہے۔(۲۱) یہ پچاس شعروں کی مختصر مثنوی ہے۔ جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کی مدح اور وصیت ہے۔(۲۲)

ملک خوشنود

ملک خوشنود گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا جو محمد قطب شاہ کی شہزادی خدیجہ سلطان کے ساتھ بیجاپور آیا تھا۔ خوشنود اپنی خدا داد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۰۴۵ھ میں بیجاپور کے سفیر کی حیثیت سے گولکنڈہ گیا' جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور سلطان عبداللہ قطب شاہ نے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا۔ اس نے کئی قصیدے لکھے تھے' اب نایاب ہیں۔ ہشت بہشت اور یوسف زلیخا دو مثنویوں کا پتا چلتا ہے۔ ہشت بہشت میں یوسف زلیخا کا ذکر ملتا ہے۔ مثنوی ہشت بہشت سلطان محمد عادل شاہ کے ایماء پر ۱۰۴۰ھ میں لکھی گئی تھی جو امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت کے بعد معراج کا بیان ہے۔ پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار کا نمونہ دیکھئے:

محمدؐ سب نبیاں کے سیس کا تاج
محمدؐ باج بھی کس نہیں ہی معراج
مبارک رات او جس رات میں شاہ
گئی میں عرش پر جوں کیس اپے پاہ
(۲۳)

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔(۲۴) ڈاکٹر محی الدین زور نے ملک خوشنود کے نور نامہ کو گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف قرار دیا ہے۔(۲۵) اس مثنوی نور نامہ میں مصنف نے دو جگہ حسب ذیل ابیات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔

نہ دھرتا ہے او خوش قرابت شریک

گدا شہ برابر ہے اس کے نزدیک

(ورق ۲)

سنو کان دھر تم رہ کر باادب

کہوں نور کا خوش بیاں یو عجب

(ورق ۷)

اس کے بعد سبب تالیف اس طرح لکھا ہے:

بیاں یوں کروں جوں موتی رولنا

کہ یا دودھ میں بھر شکر گھولنا

کیا فارسی کوں سو دکھنی غزل

کہ سب خاص ہور عام سمجھو بالکل

اس مثنوی نور نامہ میں حمد و نعت کے مضامین کے بعد مصنف نے حضرت محبوب سبحانی محی الدین جیلانیؒ کی مدح لکھی ہے۔ اس کے بعد شاعری کے بارے میں دکن کے دوسرے بڑے شعرا وجہی اور نصرتی کی طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوطہ جو ناقص الآخر ہے۔ بحالت موجودہ ۲۹۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ کاتب بہت بد خط ہے۔ خط ثلث لکھنے کی کوشش کی ہے مگر اکثر لفظ غلط لکھے ہیں اور املا بھی درست نہیں ہے۔ ہر صفحہ پر سولہ سطور ہیں۔ کاغذ قدیم ہے۔ اس نور نامہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

کروں نام اللہ کا میں ابتداء

منور سو او نوری نور اللہ (خدا)

کہ اوس نور کے نور سوں سور کر

کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر

کہ او نور کرتار کا بے بدل

سو کس بھانت تو دیکھ آیا نکل

(۳۶)

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانے کی قلمی بیاض میں ملک خوشنود کے چند مرثیے بھی ملے ہیں۔ ان مرثیوں کو بطور مستزاد لکھا ہے۔ ان میں سے ایک وفات نامے کا مطلع یہ ہے:

آ ہے فلک کیا کیا آہ آہے فلک کیا کیا اللہ

فاطمہؓ کوں غم دیا آہ آہے فلک کیا کیا اللہ

(۳۷)

ملک خوشنود کے کلام سے اس کے فنی شعور کا احساس ہوتا ہے۔ اس نے فارسی روایت و اسالیب کو قدیم اردو زبان میں پیوست کر کے زبان و بیان کے دھارے کا رخ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس دور کے تہذیبی رجحان کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"اردو ادب کا یہ دور فارسی اسلوب و آہنگ کے پھیلنے اور جذب ہونے کا دور ہے۔ اس دور میں اظہار کے سانچے اور خیالات و اشارات بھی اردو کا جامہ پہن رہے ہیں۔ معاشرے کا طرز احساس' پسند و ناپسند کا معیار اور اس کا باطن اندر سے بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اردو زبان فارسی کی جگہ لے رہی ہے۔ اور فارسی زبان کی تہذیبی و تخلیقی روح کو' اس کے تمام اصناف' علامات' رمزیات' تلمیحات اور اسالیب کو اپنی زبان میں جذب کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ اردو زبان بھی فارسی زبان کی سطح پر آجائے۔ اس دور میں اس رجحان کو واضح شکل دینے میں ملک خوشنود نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔" (۲۸)

عبدالرسول

عبدالرسول کے وفات نامہ کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ ہذا کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانے کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اسے نایاب اور اہم کہلانے کا حق حاصل ہے۔ وفات نامہ ہذا کے آخری صفحات شکستہ و کرم خوردہ ہو چکے ہیں۔ خط نسخ ہے نہ جدولیں ہیں' نہ عنوانات۔ کسی بیت میں مصنف نے نہ سنہ تصنیف کی بابت کوئی اشارہ کیا ہے۔ زبان اور طرز بیان کے اعتبار سے یہ مثنوی گیارہویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی کے آخر میں ایک شعر میں شاعر نے اپنا نام عبدالرسول نظم کیا ہے۔ اس مخطوطہ کا کاتب کم علم اور غلط نویس ہے۔ اس نے عام طور پر عربی الفاظ کی صورت خطی میں غلطی کی ہے جس کی ایک مثال "حادس" ہے جسے "حادث" کی جگہ لکھا ہے۔ کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

قائم ذات خدا کوں جان
اللہ باقی والکل فان
دنیا حادس جانے توں
اتنا دل میں آنے توں
جو جینا سو مرنے کوں
چو چڑیا سو پڑنے کوں
(۲۹)

اختتامی اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

ایسے بڑے نبیؐ ہمارے

ان اوپر سب جاویں وارے
درود نبیؐ پر پڑھو اے بھایو
وفات نامہ پڑھ دل پر لایو
جو کوئی اس کوں جمعرات سے
دین دنیا کا کام کیا اتے
یاالٰہی شعر من ازبہر احمد کن قبول
انت ربی انت حسبی قائل عبدالرسول
(۳۰)

سید بلاقی حیدر آبادی

سید بلاقی نام اور بلاقی تخلص، قطب شاہی دور کا شاعر ہے مگر شاہی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ بلاقی نے کوئی عشقیہ مثنوی اپنے زمانے کے دستور کے مطابق نہیں لکھی بلکہ معراج نامہ اور نور نامہ تصنیف کیے۔ بلاقی کا معراج نامہ ۵۲۵ ابیات پر مشتمل ہے جو ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء میں تصنیف ہوا۔ مختلف کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ معراج نامے کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو، کتب خانہ سالار جنگ کے علاوہ تین مخطوطے شاہان اودھ کے کتب خانوں میں بھی ہیں۔(۳۱) ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی اس معراج نامہ کے آٹھ اور قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان کے علاوہ ان کی نظروں سے گذرے ہیں اور جن میں سنہ تصنیف ۱۰۵۶ھ دیا گیا ہے۔(۳۲) تین مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔(۳۳) دو مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں ہیں۔ ان مخطوطات کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معراج نامہ اپنے دور میں بہت مشہور تھا اور محفل میلاد کی مذہبی و مجلسی ضرورت کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا تھا۔

اگر کوئی پڑے گا تو اوسکوں ثواب
نہ کہنے میں آتا ہے اوسکا حساب

اس معراج نامہ میں آنحضرتؐ کی معراج کے واقعات داستان کے پیرائے میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ متن سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاقی نے کسی فارسی "معراج نامہ" کا ترجمہ کیا ہے۔

کہ معراج نامہ کے سینو خبر
حکایت جو بولا ہوں میں مختصر
کیا فارسی کو سو دکھنی غزل
کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگل

حسب روایت مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

اول نام اللہ سو بولوں احد
ثنا و صفت اس کی ہے بے عدد
ثنا اس اپر نت سزا وار ہے
کرنہار قدرت میں کرتار ہے

بلاقی کے معراج نامہ میں غیر مانوس مقامی الفاظ کا استعمال نسبتاً کم ہے۔ اس کی بحر رواں ہے جسے ترنم میں لے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے زبان و بیان کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے خواجہ حمید الدین شاہد لکھتے ہیں۔ "زبان اتنی صاف اور رواں ہے کہ ترجمہ کا بہت کم احساس ہوتا ہے بلکہ شاعر کی ذاتی شعری واردات معلوم ہوتی ہے۔ زبان کے استعمال پر قدرت کے باعث خوبصورت آہنگ پیدا ہوا ہے۔"(۳۴)

سید بلاقی نے اپنے معراج نامہ میں سلاطین گولکنڈا کے عقائد کے برخلاف "خلفائے راشدین" کی منقبت بھی لکھی ہے کیونکہ اس کی کسی دربار سے وابستگی نہیں تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "بلاقی نے عوامی رنگ پیدا کرنے کے لئے ایسی ضعیف روایات کو بھی شعر کا جامہ پہنایا ہے جو عوام میں مقبول و مروج تھیں۔"(۳۵) اس کے باوجود یہ معراج نامہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ اتنا مشہور رہا کہ باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ) نے ہشت بہشت میں اور شاہ کمال (م ۱۲۷۸ھ) نے اپنے معراج نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

معراج نامہ میں نبی کریمؐ معراج کے کم و بیش سبھی معروف واقعات اور روایات کو بلاقی نے بیان کیا ہے مثلاً آپؐ کا آسمانوں پر جانا، انبیاء کرام علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور بہشت و دوزخ کا مشاہدہ وغیرہ۔ ان تفصیلات کے بعد حضورؐ کے عرش پر تشریف لے جانے کا بیان ہے اور پھر معراج سے واپسی کا ذکر ہے۔ شاہ کمال نے اپنے معراج نامہ میں بلاقی کے ہاں ملنے والی غلط روایات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ "اس میں معراج کے واقعہ کو ایک افسانہ کی صورت میں لکھا گیا ہے جو افسانہ کی طرح صدق و کذب کا مرقع ہے۔"(۳۶)

ساتویں آسمان پر حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بارے میں سید بلاقی لکھتے ہیں:

کہ ہفتم سما کی سو درواں کوں
کہا کھول در حال دروازہ کون
کہ درواں بولا کہ تو کون ہی
کہ اس وقت آیا سو کیا کام ھی
کہا میں ہوں جبرائیل گیا تھا زمین
کہ لایا محمدؐ کو روح الامین
کہ یو نام سن کر تھی سو کھولا باب
پے انور کا وہاں اجالا شتاب
فرشتہ چھپتی سبہ درود بول کر
کئی سبہ سلاماں کوں ہتھ جوڑ کر

جو دیکھا نبی وہاں سو مجنس کون
کہ دیکھا تھا اوس تہار پر آئی تکون
کہ جبرائیل کون پے پوچھا اوسکا نام
کہ ابراہیم تیرا جد علیہ السلام
اگی ہو محمدؐ نی کیتا سلام
خلیل اللہ بولی علیہ السلام
خلیل اللہ بولی مرحبا تجھ اوپر
ہزار آفریں ہی سو تجھ ذات پر
(۳۷)

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے تینوں مخطوطات میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور صاف لکھا ہوا ہے۔(۳۸)

بلاقی نبی کریمؐ کے معراج سے مشرف ہونے کی کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

کہ معراج تم کو خدا نت کرے
فرشتیاں نے سن کر بھی کلمہ پڑے
خوش سوں کھڑا وہ مبارک بدن
دسی خوب رونق کہ گل در چمن
تجی توں محمدؐ تیرا ناؤں ہے
دو عالم کے سر پر تیرا چھاؤں ہے
توں ہی بادشاہی تجھ راج ہے
دو عالم کی شاہانیں سرتاج ہے
(۳۹)

سید بلاقی نے خاتمہ میں اپنی مثنوی کے بعض خواص بھی بیان کئے ہیں۔

جو سید بلاقی نے پایا رتن
کیا سو رتن دل میں جیو سوں جتن
اگر کوئی پڑے گا تو اس کا ثواب
نہ کہنے میں آتا ہے اس کا جواب
اگر جانتا ہے پڑھتا مدام
ترے کام جگ میں تو ہوویں تمام
کہ جس پاس معراج نامہ اچھے
بلا بھوت اس کن کدھوں نا اچھے

صدق سوں اسے کوئی گھر میں رکھے
کدھیں آگ اس کے نہ گھر کوں لگے
نہ جادو ہووے اس اپر کار گار
نہ آفت پڑے کدھیں اس نھار پر
کہ جیتے بلایا سوں آمان توں
الہی دنیاں میں نگہبان توں
(۳۰)

معراج نامہ کے اختتام پر سید بلاقی نبی کریمؐ سے اپنی نسبت غلامی کا اظہار کرتا ہے:

جو سید بلاقی نبیؐ کا غلام
قصہ یو کہیا تجھ لطف سوں تمام
ہزاروں درود و ہزاروں سلام
تجی محمد علیہ السلام
(۳۱)

سید بلاقی کے دوسرے شعر کو ضرب المثل کی سی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور کئی میلاد ناموں اور مثنویوں کے اختتام پر یہ شعر نظر آتا ہے۔

معراج نامہ کے علاوہ سید بلاقی کی دوسری تصنیف نور نامہ ہے۔ بلاقی کا نور نامہ چھ سو اشعار پر مشتمل ہے جو ۱۰۶۴ھ میں لکھا گیا۔

ز ہجرت ہزار یک چوسٹ اوپر
نبی بعد ذاں یوں میرے کھٹ اوپر
کہ آیا جگت میں گنہ کچھ کھیا
کھیا ہور کیا کچھ نشانی کر گیا

اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔(۳۲) اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے

کروں ناؤں اللہ کا ابتدا
منور وہ نور نور علا
کہ اس کا اوجلاسوں جو نور ہے
اس کا محمدؐ نبی نور ہے
سو اس نور کے نور سوں نور کر
کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر
(۳۳)

اس رسالہ میں نور محمدیؐ کے تذکرہ کے ساتھ سید بلاقی نے تصوف کے بعض مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

ملا اسد اللہ وجہی (م ۱۰۷۰ھ ر ۱۶۵۹ء)

وجہی' قطب شاہی عہد کے دوسرے بڑے شاعر ہیں۔ مثنوی "قطب مشتری" میں معراج النبیؐ کے عنوان کے تحت ۳۴ اشعار ملتے ہیں۔ معراج کے بارے میں ان کے اشعار عام معراج ناموں کی طرح ہیں۔ ان میں معراج کی رات کا نورانی سماں' آسمانوں پر نبی کریمؐ کے استقبال کی تیاری' براق کی تیز رفتاری اور آپ کی خدا سے ملاقات وغیرہ کا بیان ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مثنوی میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ "ذکر معراج" سے متعلقہ اشعار دیکھئے:

صفت کروں معراج کی رات کا
کہ جاگیا اہے بخت تج بات کا
اتھا اس رین کو عجب کچھ نور
کہ لاکھاں تی چانداں کاڑوڑاں تی سور
نبیؐ تھے اچھوں آپنے گھر منے
جو غوغا کئے قدسی انبر منے
نبیؐ آج ہمارے یہاں آئیں گے
ہمیں سب انو کا ورس پائیں گے
ملائک اچھلنے لگے ذوق سوں
سو حضرتؐ کے دیدار کے شوق سوں
فرشتے سورج چاند تارے تمام
لو آسمان کے رہنہارے تمام
قدمبوسی کے شوق تی دھا لے کر
رہے پہلے آسمان میں آلے کر
...براق آج خوش گرم جیوں برق ہے
کہ سپا تو لگ نور میں غرق ہے
چڑیا پیٹ پر اس کی وو ماہتاب
گیا اڑنے آسمان پر جیوں شہاب
ندا غیب تی آئے حضرت کنے
بلا لے گیا واں تی خلوت منے

(۴۴)

ان اشعار کی اہم خوبی روانی اور ربط ہے۔ تشبیہات بلیغ اور عام فہم ہیں۔ آج قریباً چار سو سال گذرنے کے بعد بھی قاری پر جذب و کیف کا خاص اثر چھوڑتے ہیں۔

سید شاہ حسین ذوقی

سید شاہ حسین ذوقی بیجاپور کے رہنے والے اور عالمگیر کے ہم عصر تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ہے اس وقت اورنگ زیب عالی

نبیؐ کی شرح کے گلشن کا مالی

شعرو شاعری میں انہیں کافی دستگاہ حاصل تھی۔ اپنی شاعری پر بڑا فخر و ناز کرتے تھے اور خود کو نصرتی سے بلند پایہ اور اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے حسان ہند تصور کرتے تھے۔

نصیر الدین ہاشمی نے ان کے ایک وفات نامہ کا ذکر کیا ہے۔(۴۵) لیکن ان کے وفات نامہ کے اشعار نہیں مل سکے جس سے ان کی قادر الکلامی کا پوری طرح اندازہ ہوتا۔ ان کے مرشد شاہ خان محمد نے ان کو بحرالعرفان کا خطاب دیا تھا۔ بقول ہاشمی "ذوقی کی زبان نسبتاً نکھری ہوئی ہے۔ ہندی کے الفاظ جن کی وجہ سے کلام میں ثقالت آ جاتی ہے' برائے نام ہیں۔ ان کے عصری ماحول کے لحاظ سے زبان و بیان کا انداز قابل ستائش ہے۔"(۴۶) وہ ایک کہنہ مشق شاعر تھے اور ان کو اپنے فن میں استادانہ مہارت حاصل تھی۔

عبداللطیف

عبداللطیف نے مولود نامہ اور وفات نامہ ۱۳ء ھ ر ۱۲۴۳ھ میں لکھے۔ وفات نامہ کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ مولود نامہ نہیں مل سکا۔ عبداللطیف نے اپنے اشعار میں عاجز کا لفظ استعمال کیا ہے جو لغوی معنی میں اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح احقر' خاکسار اور خادم کے الفاظ نام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ عبداللطیف کا تخلص عاجز نہیں ہے بلکہ عبداللطیف نے اپنا پورا نام کی جگہ بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

عبداللطیف کے وفات نامے میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات تفصیل سے نظم کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ غسل میت اور تجہیز و تکفین اور صحابہ کرامؓ کے تاثرات بھی دل نشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ وفات نامے لکھنے والوں کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت حسان بن ثابتؓ' حضرت کعب بن مالکؓ' عاتکہ بنت عبدالمطلب' صفیہ' ہند بنت الحارث' عاتکہ بنت زید بن عمرو' ہند بنت اثاثہ اور ام ایمن رضوان اللہ علیہم کے مرثیہ کے اشعار رہے ہیں۔

عبداللطیف نے فارسی سے دکھنی میں وفات نامے کا ترجمہ کیا ہے۔ آخری شعر میں عاجز کا لفظ لغوی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

کیا ترجمہ اسکوں دکھنی زباں

دے ہر کے زیب ہونے عیاں

اتھے سال ہشتمبر کہ ہجرت کیرا
ہوا اوس وقت دکھنی یو ترجما
کہ دس اوپر شصت ہور چہاردہ
اتھا چاند اول ربیع نیک ماہ
کہ ہوں بندہ عاجز بدرگاہ الہ
کہ عبداللطیف دین عسکر اللہ

ڈاکٹر جمیل جالبی عبداللطیف کے وفات نامہ کی زبان و بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عبداللطیف کے وفات نامے میں زبان و بیان کے لحاظ سے زور، قوت اور روانی کا احساس تو ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی وہ ادبیت و شعریت، جس سے روایت آگے بڑھتی ہے، عبداللطیف کے وفات نامے میں نظر نہیں آتی۔ یہاں زبان صاف ہونے کے باوجود ادبی سطح پر بے مزہ تکرار کا احساس ہوتا ہے۔" (۴۷)

عبداللطیف نے اپنی کوتاہی فن کا خود اقرار کیا ہے اور غلطیوں کی معافی چاہی ہے۔

اگر کیس خطا ہووے اصلاح کرو
ہمی سوگند خدا کا جو عیب نا دھرو
(۴۸)

محمد مختار

محمد مختار، سکندر عادل شاہ کے دور کا شاعر ہے۔ شاہی دربار سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی قدیم یا جدید تذکرہ نویس نے مختار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً یہ ایک مذہبی شخص تھا جو طبعاً" شہرت و ناموری سے نفور تھا۔ مختار کے مرشد عبدالصمد تھے جو حضرت سید محمد گیسو درازؒ کی اولاد میں سے تھے شاہ عبدالصمد کا انتقال ۱۰۶۱ھ میں ہوا۔

قصہ مولود نامہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ تصنیف ۱۰۸۳ھ ر ۱۶۷۲ء) معراج نامہ (۱۰۹۴ھ ر ۱۶۸۳ھ) اور نور نامہ (تصنیف اوائل ۱۱۰۰ھ ر ۱۶۸۹ء) ان کی مشہور سیرتی مثنویاں ہیں۔ مختار کے وفات نامہ کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

قصہ مولود نامہ میں نبی کریمؐ کی پیدائش کے حالات و واقعات کو نظم کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ درود کی فضیلت، نور محمدی، امت محمدی، خلق و فضیلت عرب، معجزات اور شمائل وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۴۹) آپ کا سراپا صورت مبارک کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں یہ صراحت ہے کہ ربیع الاول میں ولادت نبوی کی وجہ سے خوشی منانی چاہئے۔ یہ مولود نامہ قریباً ۴۴۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کے دو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں۔ (۵۰) اور اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں بھی موجود ہے۔ اور اس پر اس کا نام "مولود سرور عالم" لکھا ہوا ہے۔ (۵۱)

مولود نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول سب سراتا ہے معبود کوں
شرف جن دیا سب میں مولود کوں
بزرگی ربیع الاول کوں دیا
شہ انبیا اس میں پیدا کیا
(۵۳)

ایک شعر میں مختار نے اپنے تخلص کی صراحت یوں کی ہے:

خدایا تو اپنے کرم پیار سوں
شفاعت محمدؐ کی مختار سوں
(۵۴)

ان دو اشعار میں میلاد نامہ کے اختتام کا ذکر کیا گیا ہے:

محمدؐ پہ صلواۃ یاراں کہو
ہزاراں ہزاراں ہزاراں کہو
ہوا ختم مولود خیر الانام
علیہ الصلوات علیہ السلام
(۵۴)

مولود نامہ کے اختتام پر کاتب نے اپنا نام بصد عجز و نیاز' فقیر حقیر بلکہ گرد نعلین فقرا شاہ کمال محمد قادری لکھا ہے اور اس کے بعد آخری صفحہ پر شادی کی بعض جائز اور ناجائز رسومات کا ذکر ہے۔

مختار کا معراج نامہ واقعہ معراج پر لکھی گئی مثنویوں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے قریباً دو ہزار سات سو پچاس ابیات ہیں اور یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ اس کی بحر بھی معظم اور بلاقی وغیرہ کی مثنویوں جیسی ہے۔

مختار نے اس کے سن تصنیف ۱۰۹۴ھ کی وضاحت ان اشعار میں کی ہے:

یو معراج نامہ ہوا ہے تمام
سلام علی روح خیرالانام
یو تھا سنہ ہجرت کا اس دن قرار
تھے گذرے نود چار پر یک ہزار
(۵۵)

معراج نامہ کے دو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ ۲۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں۔ یہ ۱۲۷۰ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اور دوسرا شکستہ اور ناقص الاول ہے۔ اس کا سنہ تحریر واضح نہیں ہے۔ صرف اس قدر نشان دہی ہوتی ہے کہ حسب فرمائش علی خان خلیل

لکھا گیا ہے۔(۵۶) کتب خانہ سالار جنگ اور آغا حیدر حسن کے پاس بھی اس کے مخطوطات موجود ہیں۔(۵۷)

اس مثنوی میں مختار نے معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آسمانوں کی سیر' جنت و دوزخ' خدا و پیغمبروں سے گفتگو کا تذکرہ' اور عالم ملکوت کے مشاہدے کا حال بیان کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد خلفائے راشدین کی مدح میں اشعار ہیں اور نبی کریمؐ سے صحابہ کبارؓ کی عقیدت و شیفتگی کا بیان ہے۔ اس کے بعد سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ' سید محمد حسینی گیسو درازؒ (م ۸۲۵ھ) اور اپنے مرشد عبدالصمد کے مناقب بھی لکھے ہیں۔ حمد سے مناقب تک کے اشعار نہایت قرینے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد معراج کا بیان ہے۔ یہ پہلی تفصیلی مثنوی ہے جس میں صحت روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں مختلف روایات جمع کر کے ان مضامین کے بیان کے لئے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں۔ مثنوی کے پہلے شعر سے ہی معراج کا ذکر کر کے قاری پر واضح کر دیا ہے کہ یہ مثنوی معراج النبیؐ کے بیان میں ہے:

کہوں حمد اول اوسی راج کا
نبی کوں دیا تاج معراج کا
(۵۸)

اس مثنوی کی سب سے بڑی خوبی اس کے بیان کا تسلسل اور روانی کے ساتھ ساتھ صدق و خلوص کی فراوانی ہے۔

معراج نامہ میں آپؐ کے سفر کے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عجب دیک محبوب ہے بے بدل
محمدؐ شہ انبیاء از ازل
اس چار حرفاں کا ہے ناؤں آج
رکھے اس کوں لولاک کا سر پہ تاج
سو ہر حرف کا میں کہوں یوں بیاں
کہ ہے میم محبوبیت کا نشان
(۵۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مختار کے معراج نامہ کے فنی محاسن اور زبان و بیان کی خوبیوں کو اس کے معاصر شعراء کے تناظر میں جانچتے اور سراہتے ہوئے لکھا ہے:

"اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کے زبان و بیان بھی صاف اور بحیثیت مجموعی ریختہ کے رنگ روپ سے قریب تر ہیں۔ لسانی نقطہ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور ذخیرہ الفاظ کی تبدیلیوں کو دریافت کیا جا سکتا ہے' اس کی زبان بہت زیادہ صاف اور نکھری ستھری ہے مثلاً یہ چند شعر دیکھیے:

چھٹے آسماں پر نبی جب چڑے
دیکھے واں عجائب تماشے پڑے
نبی جب چڑے ہیں اس آسمان پر
اتھا پردہ دار اسپہ کہتے نظر
اودعائیل ہے ناوں اس کا مدام
کہتے تھے اسے پردہ دار اس مقام
پیمبر کئے ہیں تو اوس کوں سلام
ادب سوں علیکی دیا ہے تمام
(۶۰)

حضرت جبرائیلؑ کی تشریف آوری کو اس طرح بیان کیا ہے:
کہے جبرئیل آ کے قم یا حبیب
بڑا ہے خدا کے کنے تجھ نصیب
سو جبرئیل نے حق تے ان پر سلام
کچھیں ان تے یوں کہے ہیں کلام
کیا حق تعالیٰ نے حق تے سو کام
بھی صلوت بولیا درود و سلام
کیا حق تعالیٰ نے یوں تم کوں سب
جو پیدا کیا تمکوں میں اس سبب
شفاعت منگے سب گناہ گار کی
جو بخشا دے سب اونکو یکبارگی
چلو بیگی کے کے جنگل منے
سب امت کے اعمال تو دیکھنے
تو عبرت ہوے گی تمن دل اپر
کہ یہ وقت نیں نیند کا سربسر
پکڑ ہاتھ جبرئیل کا ہوشیار
تب آئے ہیں سرور کے بہار
(۶۱)

مختار کے نور نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔(۶۲) ڈاکٹر محی الدین زور نے لکھا ہے کہ یہ گیارھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔(۶۳) نصیرالدین ہاشمی کی رائے ہے کہ اس نور نامہ کے بارے میں تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نور نامہ اسی مختار کا ہے جس نے معراج نامہ لکھا ہے۔(۶۴) اس

رسالہ میں نور الٰہی کا بیان ہے اور کتاب کے ابواب کو شرف نام دیا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار دیکھئے :

ترے نور کی کوئی صفت کیا کرے
ازل تے ابد کے تلک تان برے

ترا نور نور علیٰ نور ہے
تیرے نور تے جگ یو معمور ہے
(۶۵)

مختار کا وفات نامہ تقریباً ۹۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ وفات نامہ خط ثلث میں ہے۔ متعدد ابیات حاشیے میں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ مخطوطہ میں جگہ جگہ مصرعوں کی تراش خراش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مختار کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور یہ عمل مصنف کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک بیت تھی :

سارے صحابہؓ وہاں تے لیائے ہیں
عائشہؓ کے حجرے میں پس آئے ہیں

اس بیت کے پہلے مصرع کو اس شکل میں بدلا گیا ہے۔ حذف و اضافہ بھی ہے۔

واں تے صحابہؓ نبیؐ کوں لائے ہیں(۶۶)

مختار کے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ نے سیرتی مثنویوں کی روایت کو آگے بڑھایا اور اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ میں مجلسی ضروریات کے سبب رواں بحر اور آسان زبان میں گرانقدر اضافے کئے۔

نصرتی (م ۱۰۸۵ھ / ۱۶۷۵ء)

علی عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعراء ملا نصرتی اردو کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ تخلص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ہے مگر یقینی نہیں۔ گارساں دتاسی نے گلشن عشق کے قلمی نسخے کی بناء پر اسے برہمن بتایا ہے مگر اس مثنوی میں کہیں اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں ہے البتہ خود نصرتی نے "گلشن عشق" میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی مدح لکھتے ہوئے ایک ایسا شعر لکھا ہے جس سے اس کے خاندان پر روشنی پڑتی ہے :

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی مری
چلی آئی ہے بندگی میں تری

جو ہوں میں بھی بندہ، اسیر ہوا
جو آیا ہوں تج بندگی میں سدا
(۶۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصرتی کے آباء و اجداد مسلمان تھے۔ نصرتی نے بیجا پور کے تین بادشاہوں

محمد عادل شاہ' علی عادل شاہ اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا۔ بیجا پور کے دربار میں اسے وہ مرتبہ اور عزت حاصل تھی جو اور کسی دکنی شاعر کو کسی جگہ حاصل نہیں ہوئی۔(۶۸) نصرتی طبعی موت نہیں مرے بلکہ حاسدوں نے اسے سازش کر کے قتل کرا دیا تھا۔ غزل کے ایک مصرع سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے جو کسی منجم نے اسے بتایا تھا:

کہتے ہیں مجہ منجم اب تجہ خطر ہے جیو کا

نصیر الدین ہاشمی نے مخطوطہ "گلشن عشق" (کتب خانہ سالار جنگ) میں ایک قطعہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ جس میں نصرتی کا سن وفات ۱۰۸۵ھ ر ۱۶۷۵ء نکلتا ہے۔(۶۹)

نصرتی کی تصانیف میں مثنوی "گلشن عشق" (۱۰۶۸ھ)' مثنوی "علی نامہ" (۱۰۷۶ھ)' مثنوی تاریخ سکندری اور اس کے مجموعہ غزلیات "گلدستہ عشق" کا بھی ذکر ملتا ہے۔

نصرتی نے "گلشن عشق" میں حضورؐ کی خلقت اور نور محمدی کی آفرینش' نبی کریمؐ کے معجزات اور معراج کو بھی بیان کیا ہے۔ آپؐ کے معجزات کے بیان میں نصرتی کہتے ہیں کہ آپؐ کے ناخن مبارک کے خیال میں ہلال پورا چاند بنتا ہے۔ آپؐ کی انگلیوں سے امرت کے دریا رواں ہوتے ہیں۔ جمادات کو آپؐ کے وسیلے سے زبان ملی۔ اور سوکھے شجر آپؐ کی نظر کے فیض سے ثمر آور ہوئے۔ حیوانات نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ سورج آپؐ کے نور کا ایک شعلہ ہے اور جہاں افلاک کی حدیں ختم ہوتی ہیں' وہاں آپؐ کا مقام ہے۔ آپؐ کو خدا شرف ملاقات سے نوازتا ہے۔

نصرتی کے بیان معجزات و معراج میں جوش اور طوالت ہے۔ ان اشعار کی دوسری خوبی روانی' بہاؤ اور تسلسل ہے۔ دکنی دور کے شعراء میں تشبیہ و استعارات اور دوسرے شعری محاسن کے لحاظ سے نصرتی کے اشعار کا منفرد مقام ہے۔

ترا خاتم اے خاتم الانبیاء
رسالت کے فرماں پہ سکہ کیا
ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت
چڑیا تس پہ جب توں شہ نیک بخت
ترا معجزہ معجزاں کے اوپر
کہ کیتا گگن پر توں شق القمر
(۷۰)

نصرتی کے اشعار آپؐ کی فضیلت کے بیان سے معمور ہیں:

قدم تی تیرے نامور فرش ہے
شرف ناک تجھ گرد تی عرش ہے
تمیں حق سوں نت ہم زباں ہمکلام
تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام

جتنے مرسلاں میں تو اروپ ہے
او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے
(۷۱)

نصرتی نے ذکر معراج کے بارے میں معراج کی رات' نبی کریمؐ کی سواری' آسمانوں پر فرشتوں کی تیاری' براق کی تیز رفتاری' نزول رحمت حق' قطع افلاک کا بیان اور دوسرے مراحل کی منظر نگاری اور فضا بندی کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ان ابیات کو ایک "معراج نامہ" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ عرش بریں پر نبی کریمؐ کی آمد کے درج ذیل شعر دیکھئے:

کرم تے کیا تخت رفرف سوار
گذرتے مقامات سوں کئی ہزار
گیا تس اگے آسمان بعروج
منازل تی تس چڑکے کیتی عروج
جب آیا دیکھے عرش عالی اگے
چلن تس پہ نعلین اتارن لگے
کیا عرش در حال یوں التماس
کہ ہے اے حبیب خدا مجھ یو آس
جھلک گرد تجھ پگ کے نعلین کی
کہ ہوئے روشنی دل کی مجھ نین کی
رکھے تب نبیؐ عرش عالی پہ پاؤں
چلے چھوڑ دے تس کے آنکے کی ٹھاؤں
سمند ہوا رہ نورد جہاں
دیکھایا لجا منزل لامکاں
(۷۲)

"علی نامہ" نصرتی کی دوسری طویل مثنوی ہے۔ اس میں تقریباً ۵۲۷۸ ابیات ہیں جن میں ۴۳۔ عنوانات' ۱۷ قطعات تاریخ اور ۴۹۹ قصائد کے ہیں۔ اس طرح اصل مثنوی کی ابیات ۴۷۱۹ رہ جاتی ہیں۔ اس مثنوی میں ہر باب کا عنوان شعر میں ہے۔ عنوان کے تمام اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں۔ ان اشعار کو یکجا کرنے سے قصیدہ لامیہ بن جاتا ہے جس میں پوری مثنوی کا خلاصہ آ جاتا ہے۔

علی نامہ کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد ذکر معراج کے ۲۰۔ اشعار ہیں۔ یہ بنیادی طور پر ایک طویل رزمیہ مثنوی ہے مگر اس میں معراج النبیؐ کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں ان اشعار کا آہنگ اور لب و لہجہ بھی رزمیہ ہے۔ ان ابیات میں روانی' تیزی اور جوش کا انداز نمایاں ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

تمہیں اے شہنشاہ دنیا و دیں
شجاعت کی ہے صف کا کرسی نشیں
شرف کوں دلیری کی تج سینہ صدر
دیا ہت پکڑ تیغ کوں تو تج قدر
ترے کاج جس حق نے پیدا کیا
غزا کا شرف توں ہویدا کیا
ترا دبدبہ سن کے خوش وحات کا
زمین پر نہ ٹھارے قدم لات کا
(۷۳)

نصرتی کی قادر الکلامی اور کمال کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس کا معراج نامہ جسے "نیز خیالات نصرتی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۸۳ھ ر ۱۶۷۲ء میں نقل ہو کر اکبر آباد پہنچ گیا تھا۔(۷۴)

نصرتی قدیم اردو کے عظیم ترین شعراء میں سے ایک ہے جس نے طویل مثنویاں لکھ کر اپنی شاعرانہ عظمت و بزرگی کا لوہا منوایا ہے۔ قاضی سید کریم اللہ' شاہ ابوالمعالی اور شاہ نور اللہ وغیرہ اس کے معاصر تھے۔ اس لحاظ سے نصرتی کا زمانہ آج سے قریباً تین سو برس پہلے کا ہے لیکن اس کی زبان خاصی صاف ہے ابیات کی برجستگی سے موجودہ دور کے شعراء کے کلام کا گمان ہوتا ہے اور جن ابیات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بھی معمولی ترمیم کے بعد موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نصرتی کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"نصرتی میں بڑے کینوس پر ساری جزئیات کے ساتھ تصویر بنانے کی کمال صلاحیت ہے۔ اس کی شاعری کے جوہر وہاں کھلتے ہیں جہاں وہ مناظر' جذبات و کیفیات' مقامات کے نقشے یا رسومات وغیرہ کی تصویر اتارتا ہے۔"(۷۵)

علی نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے علاوہ کتب خانہ سر سالار جنگ' سنٹرل ریکارڈ آفس حیدر آباد دکن' برٹش میوزیم' انڈیا آفس لائبریری' لندن میں بھی موجود ہیں۔ پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے "علی نامہ" کو اپنے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدر آباد دکن سے شائع کیا ہے۔

نصرتی نے نبی کریمؐ کے معجزات اور نور محمدی کے بیان میں اپنی قلبی وابستگی سے آپ کے اوصاف کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان و ادب کے حوالے سے نصرتی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قابل قدر مثالیں اور دکھنی شاعری کا شاہکار ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ (م ۱۶۷۵ء)

شاہ امین الدین اعلیٰ' شاہ برہان الدین جانم بن شاہ میراں جی شمس العشاق کے صاحب زادے ہیں۔ وہ

اپنے دادا کی طرح علمائے عظام اور اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ شہر بیجاپور میں اپنے اجداد کے روضہ کے قریب علیحدہ گنبد میں مدفون ہیں۔(۷۶)

شاہ امین الدین نے دکنی نظم و نثر میں کچھ یادگار رسائل چھوڑے ہیں۔ افسر صدیقی نے ان کے دو رسائل کلمتہ الاسرار اور کلمتہ التوحید کا ذکر کیا ہے۔(۷۷) عبدالقادر سروری نے ان کے ایک مجموعہ رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نظموں میں محبت نامہ قصیدہ کی طرز پر ہے۔ اور دو "وجود نامہ" اور "رموز السالکین" کے نام سے بھی ہیں۔ نامہ کی ترکیب سے انہوں نے اپنی کئی نظموں اور رسالوں کے نام تخلیق کئے ہیں۔ نور نامہ' ذکر نامہ' وصیت نامہ' وصل نامہ' محبت نامہ' وجود نامہ' وغیرہ میں اسی تخلیقی عمل کا اظہار ہے۔(۷۸) ان رسائل سے ان کے مضامین کی وسعت اور تنوع کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی مثنوی نور نامہ کے بارے میں پوری تفصیلات میسر نہیں آسکیں۔ اور نہ ہی اس کے مخطوطہ کا کسی جگہ سراغ ملا ہے۔ ان کا نمونہ کلام مل جاتا ہے جو دوہروں کے انداز میں ہے ایک نمونہ دیکھئے:

درود نبی پر شب معراج ہے
ساری امتیوں نت جم کاج ہے
سبھوں پر شاہد ذات رحمٰن ہے
آکھیں علی امین الدین گنج لسان ہے
(۷۹)

امین الدین اعلیٰ جیسے بزرگوں کی مساعی سے باقاعدہ مذہبی مثنویاں نور نامے' تولد نامے اور وفات نامے وغیرہ بکثرت لکھے جانے لگے۔ نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے بعض واقعات منظوم ہونے لگے' جن کا انداز ادبی سے زیادہ مذہبی تھا۔

عالم گجراتی

علی عادل شاہ ثانی کے عہد کے شاعر ہیں۔ عالم نے ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں وفات نامہ لکھا جو اپنی قدامت کی وجہ سے اردو کے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عالم گجراتی نے اس کی تاریخ تصنیف خود بیان کی ہے اور اپنے تخلص کی بھی صراحت کی ہے۔

یارسول اللہ تم پر سلام
مسکین عالم بھیجے مدام
خواجہ عالم' ہو کے تم
عالم اوپر کرو رحم
ہزار برس پر اسی اور سات
سنہ ہجرت ترتب عالم بات
(۱۰۸۷ھ)

اس وفات نامے کا ایک ناقص الاول و آخر نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس وفات نامے پر ڈاکٹر جمیل جالبی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ وزن بھی وہی ہے جو خوب محمد چشتی کی "خوب رنگ" میں ملتا ہے یا اشرف کی "نوسرہار" میں استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوی بحر آٹھویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک عام و مقبول رہی۔ یہی بحر میراں جی' جانم اور شاہ داول نے بھی استعمال کی ہے۔ اسی بحر میں بہت سی مذہبی نوعیت کی نظمیں سارے برعظیم کے طول و عرض میں ملتی ہیں۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحر چھوٹی تھی اور اسے محفلوں میں ترنم کے ساتھ نہ صرف پڑھا جا سکتا تھا بلکہ اشعار بھی آسانی سے یاد ہو جاتے تھے اسی لئے قدیم دور کی نصابی کتابیں' جیسے حمد باری وغیرہ' بھی اسی بحر میں لکھی گئی ہیں۔

یہ وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اہم ہونے کے باوجود زبان و بیان کی سطح پر ایک تبرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں ادبیت اتنی بھی نہیں ہے جتنی اس دور کی دوسری تحریروں میں ملتی ہے۔ عالم نے لفظوں کو وزن میں لانے کے لئے بے وجہ بگاڑا ہے۔ ساتھ ساتھ غیر مستند روایات کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ عالم گجراتی کے "گاؤدی پن" کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ مثلاً ذکر صعوبت مرض آنحضرت علیہ السلام کے یہ چند اشعار دیکھئے:

میمونہ کیاں تھے نبی
اس دن ان کی باری تھی
اوتھاں نبی کوں نا سکھ آئے
عائشہ کے گھر جایا جائے
پوچھاں اس تھی پھر پھر کر
کال میں رہو گا کس کے گھر
تب بیبیوں نے پائی بات
سب راضی ہو باتیں ہات
بی بی کے گھر لیائے در حال
نبی ہمارے ہوئے خوشحال
نبی کا دیکھتا جو روڑ
پھر پھر سوتے پاسے موڑ
ایسی آئی تاپ پر تاپ
پاس بیٹھے نہ لاوے تاب
ابو سعید نے پوچھا جائے
بہوت تپی ہے نبی خدائے

چادر جو تم اوڑھی ہے
جانے آگ اپر چھوڑی ہے
تم جو ہے گے رسول خدا
تم کوں ایسا دکھتا ہے کیا
فرمایا کہ بہوت بلا
انبیاؤں پہ آئی سدا
(۸۰)

عالم گجراتی کے میلاد نامہ کی نوعیت اس قسم کی معلوم ہوتی ہے جیسے آج کل اس زمانے میں میلاد کی ہے کہ اس کی محافل کا انعقاد حصول ثواب کے لئے ہوتا ہے۔ اور سیرۃ النبی کے بیان میں آپؐ کی ولادت سے وفات تک سیرت کے کم و بیش سبھی پہلوؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ افسر صدیقی امروہوی نے بھی اردوئے قدیم اور نعت گوئی کے مضمون میں متذکرہ بالا اشعار کے علاوہ وفات نامہ کے تین شعر نمونہ کلام میں درج کئے ہیں۔(۸۱)

معجزات نبوی پر عالم کی ایک ناقص الطرفین مثنوی "جامع المعجزات" ہے۔ اس میں اس نے ہر عنوان نصرتی کی طرح ایک علیحدہ شعر میں لکھا ہے۔ عنوانات کے اشعار سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ کاغذ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ آخری صفحہ پر ۳۸ ویں معجزے کا بیان ہے۔ اس لئے اندازہ نہ ہو سکا کہ اور کتنے معجزے نظم کئے تھے۔ درمیان سے بھی کچھ اوراق غائب ہیں۔ موجودہ حالت میں اس مخطوطہ میں ۳۵۰ اشعار محفوظ ہیں۔ شاعر نے اپنا نام ہر عنوان کے خاتمہ پر ابیات میں لکھا ہے۔(۸۲)

الٰہی توں عالم پویوں کر کہ پار
درخت امید اس کا کر بار وار
شفاعت کا ترے نبی نام دار
ہے کئی دن تے عالم بی امیدوار
الٰہی تو عالم کو یوں کر کہ پیار
طفیل محمدؐ کے ایماں تے مار

یہ مثنوی ابھی تک کسی دوسرے کتب خانے میں دریافت نہیں ہوئی ہے۔ یہ مخطوطہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن کو مولوی احمد اللہ خان کا عطیہ ہے۔(۸۳) اس مثنوی کا نام بظاہر "جامع المعجزات" ہے لیکن معجزات کے علاوہ اس میں نبی کریمؐ کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب حالات عربی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

مثنوی کے اس نسخہ کا آغاز ملاحظہ ہو:

شکم بیچ آدم کے تجھ نور ڈال
بزرگی دیا تب اے ذوالجلال

بھیجے حکم سارے ملائک اوپر
کیا اس کو سجدہ کرو سب مگر
(۸۴)

اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

ہوا عشق نے تس کے لئے بیقرار
گیا جھومنے مست ہاتھی کے سار
کرے رام آرام گاہ مانڈوام
جو فرمائے سو او کرے تب یو کام
(۸۵)

پیر مشائخ

پیر مشائخ نے نور نامہ میں نبی کریمؐ کے نور ولادت سے پہلے اس کی مختلف حالتوں اور آخرکار حضرت آمنہؓ میں ظہور کرنے کی کیفیت کا حال قلمبند کیا ہے۔ معراج نامہ میں معراج کے واقعہ کو نظم کا لباس پہنایا ہے۔

پیر مشائخ اور دیگر گجری شاعروں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بعض اہم واقعات کو نظم کیا ہے۔(۸۶)

شیخ احمد گجراتی

محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا شاعر ہے۔ احمد کی پیدائش اور وفات کے سنین نامعلوم ہیں۔ اس دور کے ایک مشہور شاعر ابن نشاطی نے اس کے کلام کی تعریف کی ہے اور وہ احمد کو استاد سخن کہتا ہے۔(۸۷) محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے احمد نے مثنوی "لیلیٰ مجنوں" تصنیف کی۔ حافظ محمود شیرانی کو پروفیسر عبدالقادر کی وساطت سے اس مثنوی کے چند اجزا ملے جن میں ۴۹ منتشر اوراق تھے اور باقی کتاب کا اکثر حصہ غائب تھا۔(۸۸)

احمد کے نور نامہ میں ۵۳۰ ابیات ہیں۔ یہ نور نامہ ۸۹اھ / ۱۶۷۸ء کی تصنیف ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار ہیں:

الٰہی نرنجن، نرنکار توں
نرا دھار، آدھار کرتار توں
توں قدرت سوں پیدا کیا سب جہاں
کہ ان ہور پانی، زمین آسماں
زمیں کو دیا زیب زینت بہوت

بھریا اس میں کئی بھانت نعت بہوت

(۸۹)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی رائے ہے کہ شاہ عنایت کے نور نامہ میں احمد نے ۱۱۳۶ھ میں کئی سو ابیات کا اضافہ کیا ہے۔ اور شاہ عنایت کے نور نامہ کے اختتامی حصہ میں کافی تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس میں وہ ابیات نہیں ہیں جن میں شاہ عنایت نے اپنا اور اپنے مرشد کا نام اور سنہ تالیف لکھا ہے۔ ان کی بجائے ایک طویل حصہ یعنی کئی سو ابیات "در بیان اربعہ عناصر" کے عنوان سے اضافہ ہے۔ اور ان کے آخر میں احمد نے اپنا نام اور سنہ تاریخ وغیرہ اس طرح لکھا ہے:

الٰہی یو نسخے کی برکت ستے
بلا اور آفت گناہاں ستے

گناہگار احمد کوں مغفور کر
کرم لطف سوں اپنے بھی پیار کر

جو مومن مسلمان دیندار ہیں
شفاعت کوں تیرے امیدوار ہیں

انو کوں بھی کر مغفرت یا الٰہ
کرم ہور نعمت ستے یا الٰہ

مرتب ہوا نور نامہ تمام
نبی پر ہزاراں درود و سلام

کہ تاریخ اس کا کہا یو نقل
کیا مشتہر نامہ یو بے بدل

عدد بیت کے پانچ سو ہور ہیں
مرتب کیا نور یوم الخمیس

۱۱۳۶ھ

کتب خانہ سالار جنگ میں جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں یہ اضافہ نہیں ہے۔(۹۰) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد کا نور نامہ ۵۲۰ ابیات پر ہی مشتمل ہے اور اس کا عنایت شاہ کے نور نامہ سے کوئی تعلق نہیں البتہ ڈاکٹر زور کے متذکرہ مخطوطات میں احمد کا نور نامہ شاہ عنایت کے نور نامہ کے ساتھ کسی حد تک ملا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے کل ابیات ۵۲۰ کی بجائے ۹۲۰ ہو گئے ہیں۔(۹۱)

محی الدین فتاحی

محی الدین فتاحی قطب شاہی دور کا ایک شاعر ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ سالار جنگ کی فہرست میں اس کی دو کتابوں اور کتب خانہ آصفیہ کی فہرست میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے صحیح نام

کی بھی تحقیق نہیں ہو سکی ایک جگہ محمد وفعتی اور ایک جگہ محی الدین لکھا ہے۔ اس کی مثنویاں مذہبی موضوعات پر ہیں۔ پہلی مثنوی مفید الیقین (مولود نامہ) کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے جو ۱۶۷۳ء / ۱۰۹۵ھ میں تصنیف ہوئی۔ سنہ تصنیف کی صراحت ان اشعار میں کی گئی ہے:

سو فتاحی میں بہوت گنہ گار ہوں
جو امت میں تری بہوت خوار ہوں
سو ہجرت کے بعد از برس یک ہزار
نود ہوا تھا پانچ کا بھی شمار
کیا خوش بیان معجزا یو تمام
فتاحی محمد نبی کا غلام

(۹۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس مولود نامہ کا سال تصنیف ۱۰۸۳ھ بیان کیا ہے۔(۹۳) جو اشعار بالا کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ دوسری مثنوی معراج نامہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے اور اس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی ہے۔ مثنوی "خاص الفقہ" حنفی فقہ کا منظوم رسالہ ہے۔(۹۳)

فتاحی کی یہ مثنویاں دکن کے صوفیا کی تبلیغی روایت کا حصہ ہیں۔ انہیں صوفیانہ عقائد کے فروغ کے لئے عوامی لب و لہجہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔ اس قسم کی روایت کی حامل مثنویوں میں شعری محاسن بہت کم ہیں لیکن لسانی اعتبار سے اردو زبان کے تدریجی ارتقاء کا جائزہ لینے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کا بھی ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولود نامہ مفید الیقین میں حضورؐ کی عظمت و فضیلت کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس میں معجزات کو زیادہ نمایاں طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً دربیان دیباچہ کتاب مفید الیقین کہ معجزات و تولد' نور و ذات حضرت خیرالانام محمد مصطفیؐ اور دیگر کئی عنوانات ہیں۔ مثلاً در بیان آنکہ حق سبحانہ' و تعالی آدم را بر صورت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ساخت۔ در بیان اول وحی و نزول جبرئیل علیہ السلام وغیرہ۔ در بیان آنکہ ابوجہل ملعون و یاران او معجزات دیگر طلب نمودند برائے آزمودن معجزات۔ در بیان معجزات کہ ابو جہل ملعون پادشاہ ہے را برائے طلب معجزہ شق قمر در مکہ مکرمہ آوردہ بود۔ شق قمر را جا سلیھلو دیدہ نجومیانرا حاضر کردہ پرسید۔ نجومیاں در علم فلکی ندیدہ حیران شدند و از فیض ملاقات علیہ الصلوۃ والسلام سامریرا بشارت دادند۔

فتاحی کے مولود نامہ میں قریباً ۲۰۰۷ اشعار ہیں۔ بحر اور ترتیب واقعات کا انداز بھی مختار جیسا ہے۔ کیونکہ یہ مولود نامہ مختار کے مولود نامہ کے ایک سال بعد لکھا گیا ہے۔ اسے آسانی سے یاد کیا جا سکتا تھا تاکہ مجلسی ضروریات کے تحت محافل میلاد میں ترنم کے ساتھ پڑھا جا سکے۔ فتاحی نے اس موضوع کے بیان میں قرآن و حدیث سے مشہور و مقبول روایات سے مدد لی ہے۔ لیکن کہیں کہیں اپنے بیان کو دلچسپ بنانے

کے لئے ضعیف روایات کا بھی سہارا لیا ہے۔ اسی وجہ سے مولانا باقر آگاہ نے ہشت بہشت کی وجہ تصنیف میں جہاں دیگر شعرا کی بے احتیاطی کی شکایت کی ہے وہاں فتاحی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ اس نے معجزات کے بیان میں غلط روایات شامل کر دی ہیں۔ صحت مضامین کے لحاظ سے اس مولود نامہ کو معتبر نہیں گردانا گیا۔

جیسا فتاحی لکھا ہے معجزات
اکثر اوس میں ہے غلط اور جھوٹ بات

(۹۵)

ان ضعیف روایات کے بیان کی وجہ سے فتاحی کے مولود نامہ کی حیثیت قصے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ روزمرہ کی زبان اور لہجے میں بات چیت کے انداز سے داستان گوئی کا احساس غالب آگیا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

یہ مولود ہے سرور انبیاء
چونی کئی ہیں عالم تھے ہور اصفیا
یو سن کان دھر ابتدا سوں بیان
کہ دکھنی زبان سوں ہوا ہے عیاں
خدا نے جو یک جھاڑ پیدا کیا
اس جھاڑ شاخاں ہویدا کیا
بڑا خالق ہے اور سورت التین
رکھیا جھاڑ کا ناؤ شجر الیقین

(۹۶)

افسر صدیقی امروہوی لکھتے ہیں کہ فتاحی غالباً پہلا شاعر ہے جس نے اپنی کتاب کا نام "مولود نامہ" رکھا جو بعد کے شاعروں میں کافی مقبول ہوا۔(۹۷)

فتاحی کے معراج نامہ کا سنہ تصنیف بھی ۱۰۹۵ھ ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے معراج کا بیان ہے۔ اس معراج نامہ کے آغاز کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

آ جبرئیل لب سوں ان کو ہلا
سو قم قم حبیب یو تجھے ابلا
جو لیائے تھے براق جیون برق سار
تو سلطان چڑا پہ ہے شہسوار

(۹۸)

اسلامی عقائد کی ترویج و تبلیغ کے لحاظ سے ان منظومات کی افادیت مسلمہ ہے اگرچہ ان میں ادبی محاسن کی کمی ہے۔

جنونی گجراتی

جنونی گجراتی نے قصیدہ معجزہ ۲۴۔ ربیع الاول ۱۱۰۲ھ کو ۷۲۔ اشعار پر مشتمل لکھا ہے۔ اس میں شاعر نے مولانا رومؒ کے اس فارسی کلام کا ترجمہ کیا جس میں ابو جہل اور نبی کریمؐ کے مکالمے کے ذریعے سے آنحضرتؐ کے معجزے بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں شاعر نے اپنے نام وطن اور سن تصنیف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور سبب تالیف کتاب یوں لکھا ہے:

سب عاقلوں کے سدھ گئے ان کی صفت کہتے سنیں
پس میں جنونیں (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا ہے اس اندر
اندر زبان فارسی یہ معجزہ ملائے روم
ہے گا جو کیا خو بو نکو تم نے سنا ہے پیشتر
میں اس کوں در ہندی زباں اس واسطے کہنے لگا
جو فارسی سمجھے نیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر
(۹۹)

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنونی بھی دیگر قدیم اردو شعراء کی طرح اپنی زبان کو ہندی کہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں تاریخ تصنیف اور وطن کا ہی حال بیان کر دیا ہے:

ماہ ربیع الاولیں تاریخ تھی چوبیسویں
منگل کے دن گفتیم من از فضل رب وارگر
سنہ ایک ہزار اور ایک سو دو برس اوپر در حساب
بودست کرد این ختم در شہر گجرات اے پسر
(۱۰۰)

اس قسم کے معجزات نامے دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں لکھے گئے تھے۔ جو قصیدہ اور مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔ یہ قصے مقامی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور میلادیہ منظومات میں ایسے عناصر داخل ہو گئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ یہ سراسر ہندو معاشرت اور تہذیب کے اثرات ہیں۔ ان میں حقیقت کے فقدان یا ضعیف روایات کے باوجود نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور عقیدت کے اثر انگیز نمونے ملتے ہیں۔

محمد امین گجراتی

شیخ محمد امین گودھرا کے رہنے والے تھے۔ یہ گجرات کا مشہور مقام ہے جو احمد آباد سے جنوب مشرق کی جانب ۶۸ میل کے فاصلے پر ہے۔(۱۰۱) بعض قدیم تذکرہ نگاروں اور جدید مورخین ادب نے امین کے گجراتی

الاصل نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے' اس کی تردید حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر محمد عبدالحمید فاروقی نے نہایت مدلل انداز سے کی ہے اور امین کی تصنیف یوسف زلیخا کے اندرونی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ وہ گجرات کا رہنے والا ہے اور اس نے اپنی مثنوی میں متعدد مقامات پر اپنی زبان کو گجری یا گوجری کہا ہے مثلاً گودھرے کا ذکر اس شعر میں ملتا ہے۔

بتیاں چالیس سو چودہ اور سو
ہے لکھیاں گودھرے کے بیچ سن لیو
(۱۰۲)

"امین کی طویل نظمیں تولد نامہ' معراج نامہ اور وفات نامہ ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کی زندگی کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ یہ گجری زبان کی قابل قدر تصانیف ہیں۔ امین کے اشعار میں جو گجری زبان ملتی ہے وہ باجن گام دھنی' محمود دریائی اور خوب محمد چشتی کی زبان سے مختلف ہے اور زبان و بیان کے اس معیار کی طرف بڑھ رہی ہے جس طرف سارے برصغیر میں اردو زبان جا رہی ہے۔ فنی اعتبار سے فارسی مثنویوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے انھوں نے فارسی روح کو ہندی روح سے ملا کر ایک نئے تہذیبی سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس کی مثنوی یوسف زلیخا زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے قدیم اردو میں ایک کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔

تولد نامہ' معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں کتابیں ۱۶۹۳ء ر ۱۱۰۴ھ کی تصنیف ہیں۔ تولد نامہ اور وفات نامہ کے نسخے انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں ہیں' لیکن معراج نامہ دستیاب نہیں ہوا۔ میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ جامعہ سندھ میں بھی موجود ہے۔(۱۰۳) ان تینوں تصانیف کا ذکر خود امین نے وفات نامہ کے شروع میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ تولد نامہ اور معراج نامہ کے بعد اس نے وفات نامہ لکھنا شروع کیا ان تینوں مثنویوں کے اشعار کی تعداد بھی اس نے خود ہی بتا دی ہے جو تین ہزار چار سو چھ ہے۔ ان میں سے ۱۳۸۲ شعر تولد نامہ میں ہیں۔ ۳۳۷ وفات نامہ میں ہیں اور بقیہ ۱۱۹۰ اشعار معراج نامہ میں ہوں گے' جو نایاب ہے۔ تولد نامہ اور وفات نامہ یوسف زلیخا سے پانچ سال قبل تصنیف ہوئے تھے لیکن ان کی زبان یوسف زلیخا کی طرح صاف نہیں ہے۔ شاعرانہ خوبیاں بھی ایسی نہیں ہیں کہ انھیں متذکرہ مثنوی کے برابر رکھا جا سکے۔"(۱۰۴)

امین اپنے عہد کے بیشتر شعرا کے برعکس سنی العقیدہ تھا۔ مثنوی میں اس نے چاروں اولین اسلامی خلفائے کبار کی تعریف کی ہے۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں اشعار لکھے ہیں اور دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ ضعیفی' وجدی' بحری' اشرف' ولی ویلوری' عشرتی' ذوقی اور فتح جیسے شعراء کا ہم عصر تھا۔

امین نے "معجزہ نامہ بی بی فاطمہ" فارسی سے ۱۶۸۷ء ر ۱۰۹۹ھ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں موجود ہے جو ۱۸۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

گجری ادب کی روایت موضوع کے اعتبار سے مذہبی ہے۔ امین میں اس قسم کی طویل نظم لکھنے کی

پوری صلاحیت موجود ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔ "امین کی شعری کاوشوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے موضوع کو اظہار کے ہار میں گوندھنے کا اچھا سلیقہ ہے۔ تولد نامہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے محفلوں میں ہلکے ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ بحر لمبی اور رواں ہے۔ اور الفاظ کو اس طور پر جمایا گیا ہے کہ شعر میں روانی و ترنم کو موثر طریقے سے ابھارا جا سکے:

یک دن محمد مصطفیٰ اندر مدینہ کے شہر
لگے صحابوں ساتھ جا بیٹھے تھے مسجد کے بھیتر
تب حق کیری درگاہ سوں جبرئیل آئے اس گھڑی
آیت سو یک قران کے انھوں نبی اگل پڑی
کھیا کہ قرآن کے بھیتر آیت یہ باقی تھی رہی
اب حق تعالیٰ نے قرآں تم کوں دیا پورا گی
اور بھی خدا نے تم اوپر بھیجے درود اں اور سلام
نبیوں کے سب تم سر دھنی ہو کے محمد نیک نام

پوری مثنوی اسی بیانیہ انداز میں چلتی ہے۔ یہاں مصنف کی ساری کوشش یہ ہے کہ وہ روایت کو لفظ بہ لفظ منظوم کر دے اس لئے اس میں جذبات کے وہ تیور نہیں ملتے جو ان کی مثنوی یوسف زلیخا میں نظر آتے ہیں۔"(۱۰۵)

امین کے وفات نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ نایاب اور نادر تصنیف ہے۔ امین نے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں مثنویوں کی ابیات کی تعداد ایک بیت میں ۳۴۰۶ بتائی ہے۔

تینوں قصوں کامل کے سب بیتوں کا بتلاوں حساب
چونتیس سو اور چھ اوپر واللہ اعلم بالصواب
(۱۰۶)

وفات نامہ رواں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

اب ہاں امین کے دل میں آتی اہے ایک اور بات
مولود معراج کہہ چکا کہتا ہے اب نامہ وفات
حضرت محمدؐ کی عمر تھی ساٹھ برس اوپر سو تین
ڈھونڈھا کتابوں کے بھیتر اتی عمر نکلی یقین
اتی عمر بھیتر جو کچھ حضرت نے کیتے کام سب
ان کا بیان جو میں کروں گذرے عمر ساری سو تب

(۱۰۷)

امین کی مثنویاں اس دور کے گجری ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس زمانے میں اردو زبان میں فارسی اثرات جذب ہو رہے ہیں۔ اور اردو زبان اپنی اصناف سخن' اوزان و بحور اور اسالیب فارسی زبان و ادب سے حاصل کر رہی ہے۔ فارسی اور اردو کے اس ملاپ کے ساتھ اردو زبان ریختہ کے نام سے علاقائی سطح سے بلند ہو کر سارے برعظیم کو نیا معیار و اسلوب عطا کر رہی ہے۔

گجرات میں مذہب اور تصوف کا زیادہ زور رہا اس لئے زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ مثنویاں لکھی جاتی رہی ہیں اگر کوئی عشقیہ مثنوی لکھی بھی گئی تو اس کا مقصد بھی بالواسطہ مذہب کی تبلیغ کرنا تھا۔ امین کی مثنویاں لسانی نقطہ نظر سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ البتہ واقعات کے بیان میں تحقیق سے کام نہیں لیا گیا۔

امامی دکنی

امامی دکنی گیارہویں صدی کا شاعر ہے۔ اس نے بھی وفات نامہ سرور کائنات ؐ کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی ہے جو ۲۱ اوراق اور ۵۱۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ حمد اور نعت میں ایک ایک شعر لکھنے کے بعد وفات نامہ کو ساقی نامہ سے شروع کیا گیا ہے اور اس ساقی نامہ میں اپنے مرشد (شاہ عبداللہ' ہمشیر زادہ میر سید جلال) اور اپنے وطن دکن اور اپنے تخلص امامی کی وضاحت کر دی ہے۔ اس کو اپنے مرشد کے وطن دہلی اور اس کے علاوہ لاہور اور کابل کی سیاحت کا شوق دامن گیر تھا چنانچہ وہ ساقی سے کہتا ہے:

بیا ساقیا ملک دلی بجا
نقارا پرم کا دکھن میں بجا
بیا ساقیا شہر لاہور کا
دیکھانا مگر مج کوں ماہور کا
بیا ساقیا مل کابل دیکھا
طنبورا پرم شہر بابل بجا

(۱۰۸)

اسی سلسلہ میں آگے چل کر اپنے مرشد اور ان کے ماموں کی مدح کرتا ہے جو پرانی دلی میں رہتے تھے:

حقیقت کے میداں منے شہوار
مل معرفت راز کے تاجدار
کہ ہیں وو نگینے سلیمان کے
مہر ہیں محمد کے فرمان کے
وو مالک رسالت ولایت کے ہیں
وو ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں

(۱۰۹)

مثنوی کی آخری بیت میں مصنف نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے:

ختم کر امامی تو خیر الکلام
وصال محمد علیہ السلام

وفات کے بیان میں شاعر لکھتا ہے:

محمد کئے کوچ جنت طرف
قیامت جہاں میں پڑی ہر طرف
جہاں کی عمارت کوں برباد کر
جنت کی عمارت کوں آباد کر

(۱۱۰)

امامی دکنی کا وفات نامہ اپنی منفرد خصوصیات زبان و بیان کی بناء پر خاصا مشہور رہا ہے۔

علی

قصیدہ ہرنی ۴۳ اشعار کی ایک نظم ہے۔ اس کے مصنف علی کے حالات نہیں ملتے اس کا سنہ تصنیف قبل از ۱۱۰۰ھ ہے۔

قصہ ہرنی میں نبی کریمؐ کے ایک معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس معجزہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ ایک دن کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک بدوی کو سوتے ہوئے دیکھا جس کے سرہانے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جوں ہی نبی کریمؐ کی نظر اس ہرنی پر پڑی۔ وہ نہایت طلبگار نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی جیسے وہ کہہ رہی ہو میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے اپنی ضمانت پر رہا کیجئے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر فوراً واپس آ جاؤں گی۔ رسول اللہؐ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی ضمانت پر اسے رہا کرا دیا، تھوڑی دیر بھی نہیں گذری کہ ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر بچ بچ واپس آ گئی۔ اس واقعہ کا بدوی کے دل پر گہرا اثر ہوا فوراً مسلمان ہو گیا اور ہرنی کو بھی رہائی دے دی۔ آخری شعر ہے:

عالی حکایت کیا اہے احمد نبی کے شرف پر
جن نے سنا او یوں کہا ایں معجزہ گفتہ علی

اس کے ایک نسخہ کا ذکر "تذکرہ اردو مخلوطات" میں بھی ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پروفیسر حامد اللہ ندوی کے کتب خانے میں موجود ہے جس کو مکتبہ سلطان حسین، بمبئی نے شائع کیا ہے۔(۱۱۱)

کمتر

کمتر تخلص کے دو تین شاعر دکن میں ہوئے ہیں۔ پورے وثوق کے ساتھ مثنوی "معراج نامہ" کو کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معراج نامہ قریباً سات سو ابیات پر محیط ہے۔ اس میں معراج

شریف آنحضرتؐ کے واقعات کو دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ ایک شعر جو ذیل میں درج ہے۔ کمتر تخلص کا شبہ ہوتا ہے۔

محمد جو صاحب کریں گے نگاہ
تو کمتر ہوئے دور مارا گناہ
(۱۱۲)

یہ مخطوطہ خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ لوح و جدول مطلا ہے۔ اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

خدا کا پیارا محمد نبی
خدا کا اوتار او روح الامین
تجی رسول کہ دستم بگیر
کہ در ماندگاں را توی دستگیر
(۱۱۳)

فارسی کے اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معراج نامہ کی تاریخ تصنیف قریب ۱۰۰۰ھ ہے۔

سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری (م ۱۱۰۹ھ)

سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا۔ سلطان علی عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔ ایک روایت کے مطابق بلوغت کے بعد چیچک کی بیماری سے اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔

ہاشمی نے ۱۶۸۷ء / ۱۰۹۹ھ میں ایک مثنوی یوسف زلیخا کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ اس مثنوی کے ابیات کی تعداد ۵۱۰۰ ہے۔ اس میں حمد، مناجات اور نعت کے بعد ذکر معراج شریف وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج شریف کے بیان کے بعد حضرت سید محمد جونپوری اور اپنے پیر و مرشد شاہ ہاشم کی مدح لکھی ہے۔ جس کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

سزاوار ہاشم سو ہے اس کا ناؤں
زمانے پکڑیا اتھا جس کا پاؤں
سکت کاں ہے اتی بیاں داو میں
کروں وصف ہاشم کے اظہار میں
(۱۱۴)

اس مثنوی کے مخطوطے کتب خانہ آصفیہ اور بعض خانگی کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ ریختی میں ایک دیوان ۱۰۸۰ھ میں مرتب کیا تھا جسے ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنے مقدمہ کے ساتھ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کی طرف سے ۱۹۶۱ء میں شائع کر دیا ہے۔(۱۱۵)

ادب میں معراج نامے کی ایک طویل روایت ملتی ہے۔ مذہبی مثنویوں میں شاعر حمد و نعت کے معراج کے واقعے کو الگ نظم کا موضوع بناتا تھا۔ مذہبی مجلس میں ان معراج ناموں کو پڑھا جاتا تھا۔ ہاشمی نے بھی مجلسی و تہذیبی رویے کو مد نظر رکھ کر اپنے معراج نامہ کی بحر ایسی رواں رکھی ہے جسے آسانی سے مخصوص لحن کے ساتھ ترنم سے پڑھ کر محفل کو گرمایا جا سکے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس معراج نامہ پر فنی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہاشمی کے معراج نامہ میں لفظوں کی ترتیب میں ڈھولک کی سی موسیقی کا احساس ہوتا ہے۔ معراج نامہ میں ہاشمی نے اس واقعے کی جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور قدم قدم پر سفر کی ساری تفصیلات اس انداز سے بیان کی ہیں کہ معراج کا واقعہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بیان کی پراسراریت سے سننے والوں کے دل و دماغ پر جلال و جمال کا ہلکا سا پردہ پڑا رہتا ہے اور محفل میں مخصوص لحن کے ساتھ پڑھنے سے اس کے اثر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک عوامی مثنوی ہے جو اپنی ترتیب، مواد و ہیت کو ایک کرنے کی فنی کوشش اور مجموعی ساخت کے اعتبار سے آج بھی قابل قدر ہے۔ یہاں وہی فنی توازن ملتا ہے جو نصرتی کے کلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔"(۱۱۶)

زبان و بیان اور فنی اعتبار سے ہاشمی بیجاپوری اسلوب کے نئے عبوری دور کا شاعر ہے۔ جس کا تعلق اسلوب بیان کی قدیم روایت اور روش سے بھی قائم ہے اور جدید اسلوب کے واضح اشارات و امکانات بھی اپنی بہار جاں فزا دکھا رہے ہیں۔ ہاشمی نے اپنے کلام میں صنائع و بدائع اور تشبیہ و استعارہ سے بھی کام لیا ہے۔ اس لحاظ سے ہاشمی کا کلام اپنے دور کی سماجی و تہذیبی زندگی کی عکاسی کر رہا ہے۔ معراج نامہ سے انتخاب دیکھیے:

نبیاں میں جسے سب نے افضل کیا
تو ہے ائے محمد رسول انبیاء

اول کر محمد کوں پروردگار
بزاں سب خدائی کیا آشکار

ازل نور ذاتی کوں پیدا کیا
بزاں سب پو عالم ہویدا کیا

دیکھو کیا ہے قدرت خدا کی نول
تو داوائے تے کریو تیرے کوں اول

نبیاں کا توں داوا ہے آدم صفی
کہ روحاں کا داوا ہے خاتم نبی

(۱۱۷)

(بزاں= بعد ازاں، پو= پر، نول= عجیب، خوب، صفی= صاف، پاک)

صاحبان عثمان

عثمان دکن کا ایک غیر معروف شاعر ہے۔ نبی کریمؐ کے شمائل پر دکھنی زبان میں ایک مختصر سی مثنوی "شمائل نبوی"(۱۱۷) کے عنوان سے عثمان کی لکھی ہوئی ملتی ہے۔ یہ اوائل ۱۱۰۰ ہجری کی تصنیف ہے۔ شمائل ناموں میں عثمان اور ترین کے دو نام سامنے آتے ہیں۔ ان میں عثمان' ترین سے مقدم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں زیادہ شستہ نظر آتی ہے۔

عثمان کے شمائل نامہ میں اس کے آخر میں شمائل پاک کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے اور پڑھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں درود شریف تحریر ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ایک سو چالیس ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے:

الٰہی گلشن دیدار میں توں
نبی کے نور سوں کر دو جہاں کوں

محمد کے شمائل کو سراپا
کیا تو گلبن اسرار زیبا

(۱۱۸)

اس کے آغاز میں شمائل کی اہمیت کا بیان ہے اور اس کے بعد شمائل کا تذکرہ ہے۔ خاتمے پر وہ یہ لکھتے ہیں:

لکھا عثمان عاشق ہو شمائل
ہمیشہ کر رکھوں گل میں شمائل

محبت ہے رسول اللہ سوں مجکوں
اور ان کی آل پاک باصفا سوں

(۱۱۹)

عنوانات اور عربی احادیث وغیرہ بہ خط نسخ سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو' ایک جامعہ عثمانیہ(۱۲۰) اور تین کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔(۱۲۱) ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو' کراچی میں بھی موجود ہے۔

شاکر

شاکر دکن کے قدیم اور غیر معروف شاعر ہیں۔ "مولود نامہ نبیؐ"(۱۲۲) میں انہوں نے اپنے حالات نہیں لکھے۔ "سبب نظم" کے عنوان کے تحت جو اشعار لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احباب نے دکنی زبان میں مولود نامہ لکھنے پر انہیں مجبور کیا۔ اس حصے سے چند ابیات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ شاکر کے اسلوب اور زبان کے بارے میں اندازہ ہو سکے:

محبت کی مجلس اتھی ایک ٹھار
تھے مجلس منے یار عالی وقار
کتے خوب صاحب' ظریفاں اتھے
سخن آوری میں حریفاں اتھے
توں کر ترجمہ فارسی کا اے یار
ہوے گا ترے ہات سوں یو نگار
کہ یاراں کے اس پہ شاکر ہوا
مناجات منگنے کوں ذاکر ہوا
(۲۲)

اس کے بعد مناجات لکھنی شروع کی ہے۔ اس مناجات کے ان چند اشعار میں شاعر نے مثنوی شروع کرنے کا ذکر بڑے طمطراق کے ساتھ کیا ہے:

الٰہی کرم سوں توں کرنا عطا
تجلی محمد بخش مجہ عطا
یکایک مجھ الہام ہوا غیب تے
عطا مجہ ہو آیا یو لاریب تے
سو ہاتف نے مج کوں دیا یو خبر
تو دکھنی سو مولود کر سربسر
سو اس بات پر طبع جو تیز ہو
مرا قام زیرک جو گلریز ہو
چلیا بولتا ہوں وزن سنج سوں
لے کر آیا میں اتم گنج سوں
(۲۳)

شاکر نے اپنا تخلص بھی ہر عنوان کے خاتمہ میں بڑے التزام کے ساتھ لکھا ہے:

نبی کے شعر یو سنے خاص و عام
سو شاکر ہو رہیں گے محباں تمام
تمہیں ہو کے شاکر رہو رات دن
پناہ حق کتے منگ سمایا کٹھن
بہرحال شاکر ہو رہنا بھلا
برہ کے نہ غم میں اپس کوں جلا
توں شاکر ہو اس ناؤں پر فدا

حقیقت تولد کا کر ابتدا

(۴۴)

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے مگر مضمون کے ربط و تسلسل سے اندازہ ہوتا ہے کہ چند شعر باقی رہ گئے ہوں گے۔ موجودہ حالت میں بھی اس میں دو ہزار پانچ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ یہ صرف ولادت نامہ نہیں ہے بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مقدسہ کو بیان کیا گیا ہے۔(۴۵) سبب نظم کے بعد دیگر عنوانات میں سے چند درج ذیل ہیں:

مناجات از درگاہ الٰہی' بیان آغاز مولود شریف' در بیان نور نبی' بیان دختر شہ روم' بیان فاطمہؓ اور بیان عبداللہ وفات یافتہ وغیرہ۔

اس مثنوی کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:۔

کروں ابتدا میں بنام خدا
کہ او قیم ہو کر ہے وحدت سدا
سرانا صفت حمد او بیباک کوں
جنے جیو دیا اس مٹی خاک کوں
ولے جیو کیا سو کسے نیں ہے خام
ہو حیران ڈھونڈتے ہیں سب خاص و عام
کہ جیو کوں سمجھنا اہے لئی محال
سمجھنے وہ جیو کوں ہے کس کی مجال
تو قادر ہے قدرت میں پورا حکیم
توں دانندہ ہر راز کا ہے مقیم

(۴۶)

زیر نظر مولود نامہ قریباً ۱۱۸۸ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ کتب خانہ آصفیہ کا مخطوطہ مکمل ہے۔ آنحضرتؐ کی پیدائش کے بیان کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

تولد ہوئے پانچویں پاس میں
اتھا سجدے میں سر سو اقصد سے
تولد ہوئے وقت پر کوئی نہ تھے
آمنہ کے نزدیک حوراں اتھے
بہشتی تھے حوراں ہزاراں ہزار
بھرے آکے حجرے منے بے شمار
تولد ہوئے اشرف الانبیاء
یہ صلوات بھیجو خدا بھیجتا

بھیجے یو حوراں سو مل کر تمام
طبق نور کے لائے ہر صبح و شام
(۴۷)

ان مولود ناموں کا انداز اگرچہ ادبی سے زیادہ تبلیغی تھا مگر اس عوامی نہج نے زبان کی ترویج و اشاعت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ تعداد و تاثر کے لحاظ سے شاکر کے اشعار میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات' روانی اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔

علی بخش دریا

دریا کے مفصل حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے۔ ان کی مثنوی وفات نامہ سے بھی صرف ان کے نام علی بخش کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن کے شاعر تھے اور مغلیہ دور میں موجود تھے۔ مثنوی وفات نامہ میں نبی کریمؐ کی رحلت کا حال قلمبند کیا ہے اور اس مثنوی کو آپ کی علالت سے شروع کر کے تدفین پر ختم کیا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد میں اس کے تین نسخے اور جامعہ عثمانیہ میں ایک نسخہ کی نشاندہی کی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں بھی موجود ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ۲۴۲ مخطوطے میں بتائی گئی ہے:

کیا دریا رسالہ نظم سویو
یو بیتاں ہیں دو صد دو بیست پر دو
(۴۸)

دریا نے اس کی وجہ تصنیف بیان کی ہے کہ عربی اور فارسی میں تو اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ دکنی میں بھی لکھا جائے تاکہ لوگ خود پڑھ کر سمجھ سکیں:

ہر یک دکھنی زبان سوں پڑ کر بوجے
نہ رہے محتاج کس سوں آپ سوجے
(۴۹)

جامعہ عثمانیہ کے نسخہ میں کتابت کی بے حد غلطیاں ہیں جس کو بہلول خان نے ۱۲۳۳ھ میں نقل کیا ہے۔ ادارے کے نسخے میں آخری ورق محفوظ نہیں رہا۔ سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء جامعہ کے نسخہ میں موجود ہے:

ہوا نسخہ یو ہجرت بعد سارا
ہوئے تھے برس گیارا سو گیارا

(۳۰)

یہ مخطوطہ ولی دکنی کے معاصر اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کے مخطوطہ پر کاتب اور سنہ کتابت بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ عنوانات سرخ روشنائی سے اس دور کی دیگر کتابوں کی طرح فارسی زبان میں ہیں۔

مصنف نے اپنی تالیف کے پڑھنے اور سننے کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے:

پڑے گا یا سنیگا جو بشر زاد
گناہاں سوں ہویگا اپنے آزاد
پڑے گا جو سنیگا اس جہاں میں
اسے سب خیریت ہے اس جہاں میں

(۳۱)

آخر میں شاعر آپؐ پر اور آپؐ کے آل و اصحاب پر درود بھیج کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:

دیا توفیق اپنے فیض تے رب
کیا اس بیت پر آ کر مرتب
کروڑوں سوں درود اں ہوں نبیؐ پر
علیؓ ہور فاطمہؓ یاراں سبھی پر

(۳۲)

دریا دکن کے دو بزرگوں کا لقب تھا (ا) شاہ محمد قادری نور دریا اور (۲) بحر الدین قاضی دریا زیر نظر نسخے کے مصنف کا تخلص دریا ہے۔ شاہ محمد قادری دریا' شاہ امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ تھے اور ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ تصنیف کے حوالے سے یہ ان کی تصنیف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بحر الدین گوگی کے قاضی اور محمود بحری مصنف من لگن کے والد تھے۔ ان کا لقب قاضی دریا تھا۔ یہ وفات نامہ ان کی بھی تصنیف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی ۱۱۱۱ھ سے قبل فوت ہو چکے تھے۔(۳۳) اس لئے اس وفات نامہ کا مصنف علی بخش دریا ہے۔

علی بخش دریا کے اس وفات نامے کو سید احمد علی زیدی نے فیض نامی شاعر سے منسوب کیا ہے۔(۳۴) اور اس کے لئے انہوں نے اختتامی شعر کو اس ترتیب سے لکھا ہے:

دیا تو فیض کو توفیق یارب
کیا اس کے سب امر مرتب

(۳۵)

اور اس شعر سے نتیجہ اخذ کر کے اس کے مصنف کا نام فیض لکھ دیا ہے جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اس شعر کو متذکرہ بالا ترتیب سے لکھا ہے۔ انہی دونوں محققین کی

رائے درست ہے اور اس کا مصنف علی بخش دریا ہے۔(۳۶) سید احمد علی زیدی کے زیر نظر مخطوطے میں مصرعے کے الفاظ کی ترتیب کا رد و بدل کتابت کی غلطی ہے۔

محمد حسین معظم قادری بیجاپوری (م بعد ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۷ء)

علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کے عہد کے ایک صوفی اور مذہبی شاعر تھے۔ حضرت امین الدین اعلیٰ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ معظم نے اپنے پورے سرمایہ سخن میں امین الدین اعلیٰ کے ساتھ قادر کا ذکر بھی بڑے اعتقاد کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ نام کہیں حضرت علیؓ کے لئے، کہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے اور کہیں اس طرح کہ قادر اور حیدر ایک ہی شخص کے دو اسم ہیں اور کہیں امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ عبدالقادر لنگا کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگر موخر الذکر حقیقت تسلیم کرلیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ معظم کے مرشد بیعت تو امین الدین اعلیٰ ہی تھے اور قادر مرشد تربیت' جنہوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے مراتب سلوک و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت و ارشاد کی تاریخ میں ہرگز کوئی نئی بات نہیں ہے۔(۳۷)

منظوم معراج نامہ کے علاوہ معظم نے متعدد صوفیانہ مثنویاں لکھی ہیں اور غزلیات پر مشتمل ایک دیوان بھی ان کی یادگار ہے۔ ان کی بعض کتابیں کتب خانہ سالار جنگ' کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔

ان کی مثنوی معراج نامہ میں واقعہ معراج کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی پانچ ابواب حمد' نعت' منقبت چہار یار اور مدح اہل بیت پر مشتمل ہیں' پھر معراج کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ ہر باب کی سرخی منظوم ہے' جن کی کل تعداد دس ہے' جب ان کو مثنوی سے الگ کرکے پڑھا جائے تو ایک مستقل قصیدہ بن جاتا ہے۔ قصیدہ اور مثنوی کی بحریں مختلف ہیں۔ اس قصیدہ کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہے:

اول توحید کہتا ہوں سو اس قدرت کے قادر کا
کہ مالک ہے دو عالم کا و رازق بحر اور بر کا
الہی پاس منگتا ہوں امین بولو محبان سو
معظم عرض کرتا ہے پریشان حال ابتر کا
(۳۸)

معظم نے یہ معراج نامہ ۱۶۶۹ء/۱۰۸۰ھ میں لکھا تھا۔ وہ معراج نامہ میں لکھتے ہیں:

یو نامہ جہاں میں ہوا جب ختم
ایک گیارہ صدی میں اتھے بیست کم
رجب کی ستاویس ہوا یہ تمام

نبی پر ہزاراں درود و سلام

معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے۔

الٰہی توں قادر ہے سنسار کا
توں آدھار ہے سب نر آدھار کا

رہیما توں حاکم ہے صاحب سچا
سو کن فیکن کہتے سب جگ رچا

کیا سات اسمان یک پل منے
ہوا ذوق جس ساعت تجھ دل منے

یہ معراج نامہ سید بلاقی کے معراج نامہ کی بحر میں ہے۔ اس کے زبان و بیان کی سادگی و روانی کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "معظم نے جب معراج نامہ لکھا تو اسی زمانے میں قلندر نامہ کے نام سے بھی ایک نظم تحریر کی۔ اس دور میں زبان و بیان کا عام کینڈا اتنا بدل جاتا ہے کہ یہ تیزی کے ساتھ پچھلے پچیس سال کی زبان سے مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معظم کے معراج نامہ اور قلندر نامہ کی زبان واضح اور صاف معلوم ہوتی ہے۔" (۱۲۹)

معظم نے اپنی مثنوی "گلزار چشت" میں مختلف بزرگان دین کا مختصر حال نظم کیا ہے۔ مثنوی "گنج مخفی" ۱۱۹۹ء ر ۸۰ا۱ھ سے قبل کی تصنیف ہے اس میں درویشوں اور صوفیوں کے اسرار و اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ مثنوی "شجرۃ الاتقیاء" میں تصوف کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ مثنوی "گفتار عشق و عقل" میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق و عقل انسان کے پیدائشی ساتھی ہیں اور مثنوی "وجود العارفین" میں وجود اور واجب الوجود کی تشریح آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے کی گئی ہے۔ (۱۳۰) معظم کا دیوان ناقص الطرفین کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۱۳۱) اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے کتب خانے میں بھی اس دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ معظم نے اپنی غزلوں میں بڑی کثرت سے تصوف کے مضامین باندھے ہیں یا اپنے سلسلے کے بزرگوں کی کرامات بیان کی ہیں۔ "گنج مخفی" کے مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ اور ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی نے یہ مثنوی اپنے مقدمہ کے ساتھ قدیم اردو جلد اول شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ مطبوعہ ۱۹۶۵ء میں شائع کر دی ہے۔ مثنوی "گفتار عشق و عقل" کا ایک ناقص مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانہ میں اور دوسرا مخطوطہ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی کے پاس ہے۔ (۱۳۲) معراج نامہ اور قلندر نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں بھی معراج نامہ کے دو مخطوطات موجود ہیں۔ پہلا نسخہ یوسف علی کا ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۰ھ کا لکھا ہوا موجود ہے جبکہ دوسرا نسخہ بھی موجود ہے مگر وہ مکمل نہیں صرف ابتدائی دو چار ورق ہیں اور معراج نامہ سید بلاقی کے ساتھ مجلد ہے۔ (۱۳۳)

معظم کے کلام کی اندرونی شہادتیں اور قدیم تواریخ و تذکرے ان کے عارف کامل ہونے کا پتا دیتے ہیں اور شاید اسی وجہ سے ان کے کلام میں ایک وجدانی سوز و گداز جاری و ساری ملتا ہے۔ اسلوب بیان

سادہ اور پر اثر ہے البتہ زبان اور لہجہ وہ نہیں جو ولی کے یہاں ملتا ہے لیکن زبان اورنگ آبادی اردو سے قریب ضرور کہی جا سکتی ہے اور اس میں ہندی و سنسکرت الفاظ کی بھی ایسی بھرمار نہیں جو لطافت کو کثافت میں بدل دے۔(۳۴) صوفیانہ مضامین کو نظم کرتے وقت تصوف کی مشکل اصطلاحوں سے پرہیز کر کے معیاری انداز پیدا کرنے کی خاصی کامیاب کوشش ملتی ہے۔

شریف

شریف کے نور نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ مخطوطہ تیس صفحات پر محیط ہے اور عام خط نستعلیق میں ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۱۰ھ ہے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام کامل علی شاہ اور اس کی تاریخ کتابت رجب ۱۲۰۷ھ لکھی ہے۔ یہ مختصر مثنوی نور محمدی کی خلقت وغیرہ کے متعلق ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات میسر نہیں آسکیں۔ نور نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول حمد للہ رب بیر
وھو علی کل شئی قدیر
بس ذات او نور کر آشکار
کیا پھر اوی نور سو جگ بہار
کریما شریفا اوپر کر کرم
کرم سوں بخش تجھ دھرم تجھ دھرم
(۳۵)

درج ذیل اشعار میں شاعر نے تاریخ تصنیف لکھی ہے اور اس مثنوی کے اشعار کی تعداد کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے کہ ۴۴۰ ہیں۔ چوتھے شعر کے دوسرے مصرعہ میں قاف' شین اور میم لکھا ہے۔ حروف ابجد میں ق: ۱۰۰' ش: ۳۰۰' اور م: ۴۰' اس طرح کل تعداد: ۴۴۰ بنتی ہے' جو مثنوی کے اشعار کی کل تعداد ہے:

پڑھو اور کرو دل کتیں شاد سوں
شریفا کو کرنا دعا یاد سوں
ز ہجرت نبی کے ہزار ایک سال
بھی ایک صد اوپر دس اتھے بے مثال
و شعبان معظم کے خوش ساعت میں
مراتب ہوا رات شب برات میں
محاسب دیکھو کریو بیتاں سلیم
ہے یک قاف یک، شین اور یک میم
(۳۶)

اس دور کے دیگر شعراء کی طرح شریف نے بھی اپنی مثنوی کا اختتام دعائیہ اشعار پر کیا ہے:

الٰہی بخش توں لکھن ہار کوں
پڑھنہار کوں اور سنن ہار کوں

ہزاراں دروداں ہزاراں سلام
نبی محمد علیہ السلام
(۱۴۷)

شریف کے نور نامہ کی زبان صاف اور رواں ہے۔ اس قسم کی دینی موضوعات پر مشتمل دکنی مثنویوں کے اثرات ہمیں دکن کے تمدن اور کلچر پر بھی نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مثنویاں بہت وقیع ہیں۔

عبدالمحمد ترین

عبدالمحمد ترین ان شعراء میں شامل ہیں جو زوال عادل شاہی و قطب شاہی کے بعد سامنے آئے۔ غالباً کوئی افغانی الاصل دکنی شاعر تھا۔ جس نے اس دور میں پشتو زبان کی ایک کتاب "شمائل النبی" مصنفہ اخوند اوبزائی کو دکنی میں منتقل کیا تھا۔(۱۴۸) ترین کے شمائل نامہ کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جا سکتا لیکن ۱۱۵۰ھ سے پہلے کی تصنیف ضرور ہے۔

اس شمائل نامہ میں نبی کریمؐ کے سراپا اور خلق کا بیان ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہے۔ اس مثنوی کے پانچ مخطوطات کتب خانہ آصفیہ چار مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ اور دو ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ کتاب کے نام اور اپنے تخلص کے بارے میں مصنف نے اس طرح صراحت کی ہے:

شمائل نبی کا کہوں بولنے
کرے کرم کر زباں کھولنے

کیا قصد عبدالمحمد ترین
شمائل نبی کا کہوں بہترین
(۱۴۹)

شمائل ناموں میں نبی کریمؐ کے جسم مطہر کی ظاہری صفات اور خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں شمائل نبوی یا حلیہ مبارک کے جو عنوانات ملتے ہیں، اردو میں شمائل ناموں کے مضامین ان سے لی ہوئی حدیثوں پر مبنی ہیں۔ حافظ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ نے "شمائل ترمذی" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے، وہ شمائل ناموں کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ عبدالمحمد ترین کا شمائل نامہ بھی انھیں مضامین سے عبارت ہے:

الٰہی سچا توں ہے پروردگار
دونوں جگ میں قدرت ترا آشکار

سچا توں ہے صانع سچا توں رحیم
سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم
سراوں تجھے میں سدا یاد کر
محمد کے کلمے سے دلشاد کر
محمد پہ پیغمبری کر ختم
کیا ان پہ مہر نبوت کرم
(۱۵۰)

شمائل کے بیان میں انداز بیان ملاحظہ فرمایئے:
محمد کے اس سر مبارک اوپر
اتھے بال کیتے رکھو یاد کر
اتھے لاک بارہ او تیرہ ہزار
دیگر تین سو تین اندر شمار
و خوش شکل مرغوب ہو۔ سبز تر
رکھی تھی نبی کے سو سر کے اوپر
(۱۵۱)

شمائل نامہ کے ان اشعار کو شاعر دعا و مناجات پر ختم کرتا ہے۔
شمائل نبی کا سچ بہترین
کیا نظم دکھنی میں عبدل ترین
اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی سنے
دعا نیک سوں یاد کرنا اونے
خدایا گنہ بخش ہور مج خطا
دے کرتوں ایمان کی مج عطا
بحق محمدؐ ہے تیرا رسول
مناجات کر مج بندے کی قبول
(۱۵۲)

عبدالمحمد ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں شستہ ہے۔

ترین کے ایک نور نامہ کی بھی نصیرالدین ہاشمی نے نشان دہی کی ہے جو تقریباً شمائل نامہ کی طرح ڈیڑھ سو ابیات پر مشتمل مثنوی ہے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے اس میں نور محمدیؐ کا تذکرہ ہے۔ یہ بھی اوائل ۱۱۰۰ہجری کی تصنیف ہے۔ خط ثلث میں دیسی کاغذ پر کرم خوردہ مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ اس کی ابتدائی ابیات یہ ہیں:

الٰہی کرتار کرتار توں
سنوارا ہے قدرت سے سنسار کوں
تو قدرت سے پیدا کیا دوجہاں
پون اور پانی زمین آسمان
(۱۵۳)

میر ' ایک غیر معروف شاعر

میر ' ایک غیر معروف شاعر کے نام سے "وفات نامہ پیغمبر" کے عنوان سے اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔ مخطوطہ پر تاریخ کتابت وغیرہ بھی درج نہیں ہے۔ اور نہ ہی مصنف کے بارے میں کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات درج ہیں۔ اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً ڈیڑھ سو بنتی ہے۔

کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے
کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
یو دنیا ہے یاران عجب بے وفا
کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفےؐ
یو دنیا نہیں نا کوئی اقامت کری
نیو عمر کسکون نہایت کری (۱۵۴)
اگرچہ پیوی کوئی آب حیات
ولی پنجہ مرگ تھی نہیں نجات
غرض عمر کی تیں قوت میں نیا
کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کہوں داستان میں وفات رسول
چو شکر کرین رات دن سب قبول
چو تاریخ فرشتہ قال تھا
سو ہجرت تھی تب اودھر سال تھا
اوی سال میں دین کا غل ہوا
کہ الیوم اکملت نازل ہوا
اس آیت کہ تین سنگ اصحاب سب

ہوئی غم تی بہوش بی تاب سب

کیا میر یو مدح اسد حات سون
رکھا ختم آخر سو صلواۃ سون

کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

(۱۵۵)

خاتمہ کی عبارت میں اس وفات نامہ کو دکھنی زبان میں لکھنے کے بارے میں بھی صراحت کی گئی ہے۔ دکنی الفاظ کے استعمال کے علاوہ بیان کی چستی ان اشعار میں موجود ہے۔

اعظم دکنی

اعظم دکن کے قدیم شعراء میں سے ہے۔ اس کے حالات معلوم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی دربار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اعظم نے ۱۲۰۰ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اس معراج نامہ کے مخطوطہ کے آخر میں تین فارسی غزلیں بھی درج ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ سید محمد حسینیؒ کا مرید تھا۔ معراج نامہ کے آغاز میں لکھتا ہے:

نبیاں مرسلاں بیچ نامی ہے یو
دو عالم کوں محشر میں حامی ہے او

چھتر جس کے سر ہوئے روز حشر
رسولاں میں ہے شاہ خیرالبشر

منگ اعظم توں ایسے سوں جس ہور اس
دیا جن طبیعت کے فارس کو جس

(۱۵۶)

اختتامی دو شعر ملاحظہ ہوں:

کہو یار اعظم تے سن یو کلام
محمد نبی پر درود و سلام

کہ افضل ز ہر ذکر صلوات ہے
ہو مدح نبی اصل طاعات ہے

(۱۵۷)

اس معراج نامہ میں الفاظ کا انتخاب' زبان کی صفائی اور نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی کا عنصر بھرپور اور موثر ہے۔

مخدوم حسینی

مخدوم حسینی نے اپنی مثنوی "معجزات رسالت" میں حمد و نعت کے بعد نبی کریمؐ کے چند معجزے بیان کئے ہیں جو خاص طور پر اہل بیت سے متعلق ہیں۔ یہ قریباً تین سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی بھی انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز لندن میں موجود ہے۔ اس کے مخطوطہ کی نشان وہی نصیر الدین ہاشمی نے کی ہے۔(۱۵۸)

اس مثنوی "معجزات رسالت" کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

دیا ہے خدا جس قناعت کا گنج
نہ ہوے تکوں معلوم دنیاں کا رنج
قناعت سوں ہے دیک دید یکوں نور
قناعت سوں افلاک پر ہے عبور
(۱۵۹)

ایک معجزہ کے بیان میں زبان و بیان ملاحظہ فرمایئے:

چلئے دیکھنے انکوں خیر البشر
اتھی سات ابوبکرؓ تو ہور عمرؓ
دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت
پڑی ہیں جو آزار تے بھوت سخت
ابوبکرؓ عمرؓ نے علیؓ کے سنگات
اپس دل میں ائے سو کے یو بات
کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر
جو حسنین کون ہوئے شفا زود تر
(۱۶۰)

اس کے اختتامی اشعار میں زبان اور لب و لہجہ خاصا قدیم ہے:

یو مخدوم حسنے مرقم کیا
بھے قصہ کون پیر کر صلاح کچ دیا
لکس آدمی تو خوب پچھان کر
تو شتر بدحق سوں لے دھات دھر (۱۶۱)
جو عالم خدا کا سنے پر کھین
سدا آفرین آفرین تج کہیں
بہی نقصان استاد کون نا کھیجا

بے نای سوں استادہ نوبت بجا

(۶۲)

زبان و بیان کے اعتبار سے مخدوم حسینی کی مثنوی معجزات رسالت قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق سادگی اور حقیقت پسندی کی حامل ہے۔

معراج نامہ حسینی کا ایک مخطوطہ شاہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے واقعات زیادہ تر معراج النبوت اور راحت الارواح سے ماخوذ ہیں۔(۶۳)

حسینی کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ یہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے اور ۱۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۳۔ سطریں ہیں۔ کاغذ زردی مائل دبیز ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ مخطوطہ ہذا ناقص الاوّل ہے اور کرم خوردہ ہے۔ کاتب سید مصطفیٰ نے اس کے آخری ورق پر سال کتابت ۱۲۲۵ھ لکھا ہے۔ اختتامی اشعار ملاحظہ ہو:

حسینی جو یو نور نامہ ختم

کیا سو رکھو حرز جاں سوں جتن

محمد اوپر بھیجو ہور درود

جو آتا ہے مطلب سو آوے او زود

جو دل نور نامہ سوں بھرپور رہے

او حق کے کرم سے پرنور رہے

(۶۴)

حسینی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا اظہار اس کے کئی عنوانات کے اختتام یا ابتداء میں کلمہ طیبہ کے ساتھ "واشہد ان علیا ولیہ" کے اضافہ سے ہوتا ہے۔ جابجا آیات قرآنی کو بطور عنوانات درج کیا گیا ہے۔ آخر میں اس نور نامہ کو پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بھی نظم کی گئی ہیں۔

سیدی

سیدی کے نور نامہ کے مخطوطہ کے بارے میں نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ شکستہ خط میں لکھا ہوا ہے اور بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف بحدود ۱۱۵۰ھ ر ۱۷۳۷ء ہے اور مصنف کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہوئے۔(۶۵) اس کے اشعار کی تعداد قریباً دو سو تین ہے۔ اور اس مثنوی میں نور محمدی کا ذکر ہے۔

ابتدائی شعر ہے:

الٰہی کرنہار کرتار توں

سنوارہ ہے قدرت کو سایہ سار توں

(۴۶)

درج ذیل اشعار میں سیدی نے اپنا تخلص لکھا ہے:

سیدی لبوں کی بندش مقدس ہوا
دوجی بند میانے سو کعبہ ہوا
سیدی بازو کے بندشوں بوبکر یار
کہ میرے نبیؐ کے اتھے یار غار
سیدی آنگ سوں تنے دو بند مل
کہ جبرائیل ہوا بھی وہ جا میکائل
(۴۷)

اختتامی اشعار میں سے ایک شعر ہے:

کہے جبرئیل مجھے سنوارے رسول
خدا تم کیا دو جہاں میں مقبول
(۴۸)

زبان و بیان کے لحاظ سے سیدی نے نور نبویؐ کے موضوع کو سیدھے سادے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جا سکتا البتہ زبان و بیان کے نمونے اور دوسری ثانوی شہادتوں کی روشنی میں یہ گیارہویں صدی ہجری کے آخر کی تصنیف لگتا ہے۔

عنایت شاہ قادری (م ۱۱۵۵ھ)

عنایت شاہ دکن کے شاعر ہیں۔ آصف جاہ اول کے زمانے میں دکن آئے ٹاٹ کا جبہ پہنتے تھے اس لئے ٹاٹ شاہ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ مدنی کے مرید تھے۔ علایق دنیوی سے کوسوں دور تھے۔ اپنی آمدنی غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ تذکرہ اولیائے دکن میں ان کا حال ملتا ہے۔ ۱۱۵۵ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا۔(۴۹)

نور نامہ فارسی نثر میں تھا جس کو انھوں نے دکھنی میں ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء میں لکھا۔ وہ کوئی بڑے شاعر نہ تھے تاہم انھوں نے یہ مثنوی بطور یادگار لکھی ہے۔ یہ باتیں آخری پندرہ ابیات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس نور نامہ کے دکن میں کئی مخطوطات ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو مخطوطات ہیں۔ پہلا ۱۲۶۷ھ میں سید وزیر علی نے لکھا ہے اور دوسرا خان محمد نے ۱۲۵۸ھ میں لکھا۔ اس کا ابتدائی ورق ناقص ہے۔ یہ نسخہ بد خط ہے۔ اور اس کے شروع کے دو ورق ناقص ہیں۔ نسخہ اول الذکر مکتوبہ وزیر علی کے مقابلہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں اکثر ابیات کم ہیں اور تلفظ بھی مختلف ہے۔(۷۰) اس کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔ دو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں ہیں جن میں ایک کرم خوردہ ہے۔ اور دوسرا ۱۲۷۸ھ

لکھا ہوا ہے۔ اس کا جو نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ہے وہ اصل نور نامہ کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے۔ ادارہ ادبیات اردو کے نسخہ میں ۱۵۷ ابیات ابتداء میں زائد ہیں جن میں شاعر نے سبب تالیف اور نور نامہ کے فضائل تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح آخری ابیات بھی اس نسخے میں بہت زیادہ ہیں۔ ان امور سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ مکمل ہے اور جامعہ کا نسخہ ناقص ہے۔(۱۷۱) اس نور نامہ کے پانچ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی(۱۷۲) اور دو مخطوطات قومی عجائب گھر' کراچی میں موجود ہیں۔

سبب تالیف میں شاعر حمد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ "اے خدا میں نور نامے کو دکھنی میں لکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے تو مجھے اس کام کی سکت دے تاکہ میں ایسا لکھوں تاکہ عام لوگ اس کے معنی کو سمجھ سکیں کیونکہ ان کی سمجھ بھی میری ہی طرح معمولی ہے۔ پہلے میں نور نامہ کے فضائل بیان کرتا ہوں۔"(۱۷۳)

اس کے بعد علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے تحت اس رسالے کے سات شرف بیان کئے ہیں۔ اور آخر میں امام غزالی کے متعلق ایک روایت لکھی ہے۔ سبب تالیف کی چند ابیات یہ ہیں:

ترے نور کے نامے کوں میں
الٰہی منگوں لکھنے دکھنی سوں میں
سکت دے مجھے اے سکت کار توں
جو دکھنی سوں میں اسکو سارا لکھوں
کہ مجھ سار کے ہیں سو سب عام لوگ
کریں اس کے معنی کوں سب عام لوگ
میں عاصی طفیل ان کے پاؤں ثواب
کرم ہوئے ترا مجھ پہ روز حساب
(۱۷۴)

اس نور نامہ میں نبی کریمؐ کی فضیلت اور سراپا کے محاسن پوری تشریح اور وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ شاعر کے اکثر اشعار معمولی ہیں اور موضوع کے شایان شان نہیں ہیں۔ آخر میں شاعر نے خود بھی اپنی خامی طبع اور کلام کی روانی وغیرہ کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے:

شکستہ یو بیتاں کیا ہوں کیتک
جواہر رولیا ہوں زباں سوں کیتک
طبع دیکھتا ہوں تو لے خام ہے
نہ اس بات کا کچھ سرانجام ہے
پڑے کچھ دنیا میں مری یادگار
رہے کر کیا ہوں نہ امیدوار
اتھا ۔ ۔ نور نامہ نثر
سو دکھنی کیا شعر میں سر بسر
نیا حضرت رسول اللہؐ سوں

طبیعت نہ تھا کچھ مجھے شعر کا
شعر کر کو بولوں وزن نظم کا
(۱۷۵)

تخلص کی صراحت اور تاریخ تصنیف کے اشعار:
تخلص میرا ہے عنایت شاہ
میرا جد ہے جکوں محمدؐ پناہ
مرتب کیا نور نامہ تمام
نبی محمد علیہ السلام
کہ ہجرت میں تھے ہزار یکصد
بھی اگیارہ اتھے سال ہوا ہے یونہ
(۱۷۶)

اس نور نامہ میں ۵۴۰ ابیات ہیں۔ اس مثنوی میں ایک قصہ بھی نظم کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے اس وقت نبی کریمؐ بی بی فاطمہؓ کے حجرہ میں تھے۔ بی بی فاطمہؓ نے جبرائیلؑ کو پہچان لیا۔ جبرئیلؑ نے حضرت عمرؓ کی فضیلت اور ان کا رتبہ بیان کیا اور بہشت میں ان کے لئے جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر کیا۔ اس کے بعد نیک لوگوں اور بد لوگوں کے متعلق جزا و سزا کا ذکر ہے۔(۱۷۷)

نور نامہ شاہ عنایت میں آپؐ کے نور کی پیدائش، اس کی ارتقائی منزلوں اور فضائل و برکات کی تفصیل ہے۔ شاہ عنایت کا خیال ہے کہ نور محمدی نور خدا سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ وہی نور ہے جو روز ازل سے ذات رسالتمآبؐ میں جلوہ گر ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ وہ کبھی آدمؑ و نوحؑ میں دمکا اور کبھی موسیٰؑ و عیسیٰؑ میں ظہور کیا۔ غرض کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریمؐ کی ولادت تک اس نے مختلف رنگ اختیار کر لئے۔ اور آخر جسم مطہر محمدیؐ میں اپنی پوری شان رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے۔ اسی طرح نور محمدیؐ بھی شجر کائنات کے ہر پتے، ہر ٹہنی اور ہر گل میں موجود ہے بلکہ کائنات کی پیدائش کی علت غائی یہی نور ہی ہے۔

میر ولی فیاض ویلوری

میر ولی فیاض ویلوری کا پیشہ شاعری نہیں تھا اول حراست خان صوبہ دار سات گڈھ کی ملازمت اختیار کی بعد میں قلعہ داران سدھوٹ کی ملازمت کے لئے کڑپہ گئے جہاں، اس وقت نواب عبدالمجید خان قلعہ دار تھا۔ آخری زمانہ میں اپنی جاگیر علاقہ مدراس میں آگئے۔

ولی ویلوری کی تصنیف "روضۃ الانوار" قابل ذکر ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۵ء ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں روضۃ الشہدا، روضۃ العقبیٰ اور دعائے فاطمہؓ ہیں۔ ن م کا ایک قادری لکھتے ہیں کہ ولی ویلوری نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جو مناجات پر مشتمل تھا۔ ایک کرم خوردہ ہے۔ ۱۱۳۳ھ / ۱۷۱۷ء میں

لکھی گئی تھی۔ یہ ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ یہ "دہ مجلس" بھی کہلاتی ہے۔ اس کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کی تقسیم یہ ہے (۱) وفات آنحضرتؐ (۲) وفات بی بی فاطمہ زہرہؓ (۳) شہادت حضرت علیؓ (۴) وفات امام حسنؓ (۵) ذکر امام حسینؓ و شہادت مسلمؓ (۶) شہادت فرزندان مسلمؓ (۷) امام حسینؓ کی روانگی کربلا (۸) احباب امام حسینؓ کی شہادت (۹) شہادت فرزندان امام حسینؓ (۱۰) واقعات مابعد شہادت۔

روضۃ الشہدا کے متعدد قلمی نسخے ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں (۶) نسخے ہیں اور کتب خانہ سالار جنگ میں (۹) نسخے ہیں۔ اس کے علاوہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو اور یورپ میں اس کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔(۱۷۹) اس کا قلمی نسخہ نیشنل بینک آف پاکستان ہیڈ آفس لائبریری، کراچی میں بھی موجود ہے۔ پہلی مجلس میں نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے اس حصہ کو وفات نامہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی طرح اس کے ایک دوسرے حصے کو جنگ نامہ قاسم کہا جاتا ہے۔ اس میں امام قاسمؓ کی شہادت کا حال درج ہے۔ وفات نامہ کی ابتدا یوں ہے:

یقین سمجھو جسے یو غم بچے گا
حقیقت میں بنی آدم بچے گا

کروں میں مجلس اول میں تحریر
وفات سید عالم کی تقریر

مثنوی روضۃ الانوار کا موضوع سیرت نبویؐ ہے۔ اس مثنوی کے ۲۲۴۰ اشعار ہیں اور ان اشعار میں حضور نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے چند نمایاں عنوانات درج ذیل ہیں:

ذکر نور نبیؐ، واقعات در مدت حمل، ذکر ولادت، شیر خوردن، سفر شام، خواستگاری خدیجہؓ، ابتدا وحی، ہجرت، وفات بی بی خدیجہؓ، معراج، ذکر معجزات، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ تبوک، فتح خیبر، فتح مکہ، فتح طائف، حج الوداع وغیرہم۔

باقر آگاہ نے ہشت بہشت میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ولی ویلوری نے معجزات رسول کریمؐ کے سلسلہ میں غیر معتبر روایات کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس دور کی مجلسی زندگی، مقامی اثرات اور ماحول تھا۔ اس زمانے میں قصے کہانیوں کو لوگ بڑی دلچسپی سے سنتے اور پسند کرتے تھے۔ ولی کے تمام موضوعات مذہبی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے کلام میں شاعرانہ لطافت موجود ہے۔ مذہبی رنگ برقرار رکھتے ہوئے، شاعرانہ خصوصیات اور نکات کو برقرار رکھنا بجائے خود ایک فن ہے۔ روضۃ الانوار کے درج ذیل اشعار معراج سے متعلق ہیں:

کہے یو نقل حضرت عمر خطابؓ
ہوا معراج کا جس دن خوشی باب

کیا حضرت رسول اللہؐ سوں میں سوال

نہانی راز ہا کا کچھ کرو قال
سو فرمائے کہ امت کا شکایت
کیا منجاب یوں وو رب عزت
کہ عصیاں ور رہیں سب مل بہ خلوت
کریں وو انجمن میانی اطاعت
وے میں پردہ پوشی میں ہوں ستار
ہوں دائم بخشش رحمت سوں غفار
(۱۸۰)

روضۃ الانوار کا ایک مخطوطہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے پاس موجود ہے۔ اس کے بارے میں وہ رقم طراز ہیں:

"روضۃ الانوار کے متعلق میں نے مولانا عبدالحق اور علامہ سید سلیمان ندوی سے بھی معلوم کیا کہ شاید ہندوستان میں اس کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ مل سکے لیکن معلوم ہوا کہ کہیں نہیں ہے۔ میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں شروع کے چند اوراق نہیں ہیں۔ روضۃ الشہدا کے مقابلے میں (جس کے اشعار تقریباً ساڑھے سات ہزار ہیں) یہ مثنوی قریباً ایک تہائی ہے آخر میں کل اشعار کی تعداد دی گئی ہے جو ۲۲۴۰ (دو ہزار دو سو چالیس) ہے۔ ہر صفحے پر عموماً ۱۹ شعر ہیں اور ہر ورق میں سلسلے کے ساتھ اشعار کی تعداد بھی دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے ۷۶ شعر اس مثنوی میں نہیں ہیں۔" (۱۸۱)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار سے اس بات کی بھی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ روضۃ الشہدا پہلے تصنیف ہوئی ہے اور روضۃ الانوار بعد میں' اور یہ دونوں ایک ہی مصنف کی کتابیں ہیں۔ نیز روضۃ الانوار کے سال تصنیف ۱۱۵۹ھ کی بھی صراحت موجود ہے اور پھر لکھا ہے' چہار شنبہ بتاریخ ۱۹۔ ربیع الآخر ۱۱۵۹ھ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف کے ساتھ ہی اس کی کتابت بھی ہوئی:

حجر اسود سوں دل لے۔ آب زم زم
کیے سب بیم و قانون تکرم
وداع کر ایک ایک خویشاں وہاں کے
مدینے پھر چلے مرسل جہاں کے
کے جانے میں ہوا آزاد آغاز
کیے کوچ آخریں کے تیں سرافراز
بیان وو روضۃ الشہدا میں ارقام
ہوا یاں روضۃ الانوار اتمام

ہو تصنیف اس کا عجب سن سون
و نبی کے باغ دین' میں بوج لے توں

۱۱۵۹ھ (۱۸۲)

"روضۃ الانوار" میں نبی کریمؐ کے چالیس معجزات کا ذکر ہے۔ اس میں غیر مستند واقعات کے بیان کے باوجود اس کا شمار اردو کی اولین منظوم سیرتوں میں ہوتا ہے۔ اور اسی حوالے سے اس کا تذکرہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

کریم الدین سرمست

کریم الدین نام سرمست تخلص دکن کے شعراء میں شامل ہیں مگر شہرت حاصل نہیں کی۔ مذہبی شخصیت تھے۔ کوئی عشقیہ مثنوی لکھنے کی بجائے مثنوی مولود النبیؐ اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ یہ مولود نامہ قریباً گیارہ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۶۹ھ ر ۱۷۵۶ء ہے۔ حمد سے اس مولود نامہ کی ابتدا ہوتی ہے:

لکھوں لے کلک بسم اللہ کوں اول
بنائے مطلع انوار افضل

پچھے دیباچہ' حمد خداوند
کروں اس کا جسے میں مثل و مانند

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے احوال کے بیان کے علاوہ آپؐ کی سیرت کا بھی مختصر تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں بعثت تک کے حالات مذکور ہیں۔ درج ذیل اشعار سے اس مثنوی کی تاریخ تصنیف کا اندازہ ہوتا ہے:

سُنیا تاریخ پر جب اس کی میں دست
کہا "جلوہ کریم الدین سرمست"

مصنف ہور قاری ہور بیشمار
کرم سے بخش اس تینوں کو غفار

۱۱۶۹ھ

اختتامی ابیات درج ذیل ہیں:

پڑے مولود کوں جو صاحب ہوش
کرو مت فاتحہ پڑے فراموش

کیا نعت نبیؐ میں ختم نامہ
رکھیا صلوات پڑ کر سوں نامہ

اس کا ۱۲۱۷ھ کا لکھا ہوا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔(۱۸۳)

غریب اللہ

غریب اللہ کے حالات تفصیلی طور پر معلوم نہیں ہو سکے' اپنی مثنوی وفات نامہ میں اس نے صرف اپنا نام غریب اللہ کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ کے بارے میں اختتامیہ اشعار سے وضاحت ہوتی ہے اور انہی میں تعداد اشعار کی تصریح بھی کی گئی ہے۔

بخیلوں میں تو بے شک وہ بڑا ہے
جو کوئی سن کر درودواں نا پڑھا ہے
سنہ ایکیارہ سو تہے اور تھوتر
لکھیا ہے تب غریب اللہ نے بہتر
ہیں ساڑے سات سو بیتاں یہ پر غم
نبی کے غم سے دو انکھیاں کرو نم

اس وفات نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر خط نسخ میں پندرہ شعر لکھے گئے ہیں۔ اور ضروری علامات کی وضاحت سرخ روشنائی سے کی گئی ہے۔ اس میں مختصر طور پر نبوت سے لے کر وفات تک کے تاریخی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مثنوی تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول حمد میں اور دوم نعت میں ہے۔ باقی فصلوں میں نبوت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔ وفات نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اے صاحب ہے اسم رحمان تیرا
یہ عالم ہے سبھی مہمان تیرا
عجب درگاہ تیری لا ابالی
پھرا نئیں کوئی تیرے در سے خالی
کروڑاں عاصیاں ہیں اور گنہ گار
وے سب پر تری رحمت ہے بسیار

ایک جگہ اپنی نسبت شاہ جیلانؒ سے اس طرح ظاہر کی ہے:

بیان کر اب شروع دل سے ہو غم ناک
محی الدینؒ کے ہوں نعلین کا خاک

خاتمہ میں زندگی اور موت کی نفسیاتی کشاکش سے بحث کرتے ہوئے اپنے کو محمد کے لفظ سے خطاب کیا ہے' اور باپ کا نام شاہ محمد بتلایا ہے:

غریب اللہ توں ہے تحقیق ناپاک
ارے کر فکر اب کیوں سو رہا جاگ
دلوں سے یاد کر نس دن محمد

گیا کہاں باپ تیرا' شاہ محمد
ارے کر فکر گئے وہ یار کہاں بھاگ
فنا ہو گئے فنا ہو گئے ہوئے خاک
(۱۸۴)

محمد بن مجتبیٰ مہدوی

شاعر کے حالات کا کچھ پتا نہ چل سکا۔ اس کے معراج نامہ کا نام "بحر المعانی" ہے جو ۱۱۸۱ھ ر ۱۷۶۷ء میں تصنیف ہوا۔ مصنف اپنی زبان کو ہندوستانی کا نام دیتا ہے۔ درج ذیل اشعار سے شاعر کی قادر الکلامی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

محمد جو کہ ابن المجتبیٰ ہے
جو سارے مہدیوں کا خاک پا ہے
انے معراج حضرت کا یو سار
نظم دکنی میں بولا ہے اشارا
بزرگان نے لکھے ہیں جو رسالے
دقائق اور حقائق ان میں ڈالے
سو عاجز نے نپٹ آسان بولا
بچارے کن جو گھڑی تھی سو کھولا
لکھی ہندوستانی میں عبارت
سو بعضے بول دکنی میں عبارت
(۱۸۵)

شاہ ابوالحسن قربی (م ۱۱۸۲ھ ر ۱۷۶۸ء)

شاہ ابوالحسن قربی کی ولادت ۱۱۰۷ھ میں بیجاپور میں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں ویلور (علاقہ مدراس) آئے۔ یہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم کا بھی اکتساب کیا۔ رشد اور ہدایت کے ملجا و ماوا بنے۔ بے شمار لوگ آپ کے علم اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ مولانا محمد باقر آگاہ آپ کے ہی شاگرد تھے۔ قربی نے معراج کے حالات صحیح احادیث کے حوالے سے نظم کئے ہیں۔ یہ معراج نامہ قریباً ساڑھے چدرہ سو ابیات پر مشتمل ہے اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۱۳۰ھ ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء اس بیت سے ہوتی ہے:

سراپا خدا کو سزاوار ہے
کہ ہر ذرہ اس کا نمودار ہے

اس کے آخر کی ابیات یہ ہیں:

کیا ختم میں ذکر معراج کا
بنام محمد نبی مصطفیٰ
کیا ختم میں لے محمد کا نام
علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

(۱۸۶)

شاہ ابوالحسن کے کلام میں شعری پختگی اور مدحت نبی کریمؐ کی تابش بھی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے خلوص و عقیدت کے جذبات کو بڑے لطیف اور دل پذیر انداز میں بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس میں تاثیر کا عنصر نمایاں ہے۔

سوز

سوز کا تعلق دکن سے ہے۔ ان کا ایک وفات نامہ رسالتمابؐ ملتا ہے اور اس کی تاریخ تصنیف اوائل ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء ہے۔ سید میر سوز (م ۱۲۱۳ھ) سے اس مثنوی کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ گل رعنا میں ان کی جن کتابوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں یہ وفات نامہ شامل نہیں ہے۔ یہ وفات نامہ قریباً ساڑھے آٹھ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے:

وے بھلی رہبر ہے وہ عشاق کا
راحت دل ہے دل مشتاق کا
جی کینی اسکوں ہے حیات ابد
یی کینی یارب نہیں ہے بامد

اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا پورا حال مرقوم ہے۔ مثنوی کے عنوانات سرخ لکھے گئے ہیں۔ حمد کے عنوان میں نعت اور غوث اعظمؓ کی مدح بھی آ گئی ہے۔ اس کے بعد بیان عمر حضرت سرور عالمؐ بیان نبوت' سبب انتقال' شفاعت سرور کائنات' شدت مرض' اور اسی طرح دیگر عنوانات سے متعدد روایات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری ابیات میں درود و سلام پر مثنوی کا اختتام ہوتا ہے:

جبکہ ہوا ختم وفات نامہ تمام
بھیجو محمد پہ درود ہور سلام
کرتوں مقصود سو محتاج کا
اسکو نصیب کر توں دیدار کا

(۱۸۷)

اس قسم کے مولود ناموں کا تعلق تبلیغی روایت اور اسلامی عقائد کا فروغ ہے۔ ان میں اگرچہ ادبی محاسن بہت کم ہیں مگر اردو زبان و ادب کے قدیم نمونوں کے حوالے سے ان کا جائزہ بہت ضروری ہے۔ سوز

نے بہت آسان زبان میں وفات نامہ لکھا ہے۔

راحت

راحت کی مثنوی وفات نامہ سے اس کا دکن سے تعلق رکھنا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس نے اپنے کلام کو دکھنی سے موسوم کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مثنوی بھی راحت کے حالات کے بارے میں کوئی رہبری نہیں کرتی۔

یو دنیا ہے فانی عجب باغ ہے
کہ جس تے سدا دل اپر داغ ہے

یو دنیا ہے یاراں عجب بے وفا
کہ اس کوں دے چھوڑ کر مصطفیٰؐ

اس مثنوی میں حمد و نعت اور منقبت خلفائے راشدین کے بعد نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ ابتداء اس بیان سے ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ میری آل کی پیروی کرو تو نجات ہو گی اور آخر میں یہ بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کی رحلت پر انسان تو انسان پھول پتے شجر وغیرہ بھی آزردہ و غمگین ہو گئے۔ مصنف نے ان ابیات میں اپنے تخلص کی وضاحت کی ہے:

سو غم ناک توں غم قیامت تلک
بعنایت ہے راحت نہایت تلک

دو عالم میں راحت ہے حق سنجے
سو وہ جانئے کا شفاعت سنجے

درود و سلام اور نظم دکھنی کے بیان پر شاعر مثنوی ختم کرتا ہے:

پیمبر پر تسلیم و صلوات ہے
سو صلوات ہے اور برکات ہے

وفات پیمبر علیہ السلام
ہوا نظم دکھنی سوں یاراں تمام

(۱۸۸)

اس مثنوی کا مخطوطہ کتب خانہ سر سالار جنگ مرحوم میں موجود ہے۔

افصحی

افصحی کے متعلق کسی قدیم یا جدید تذکرہ میں کوئی معلومات نہیں ملتیں افصحی نے اپنی مثنوی "وفات نامہ" میں اپنے مرشد ہاشم شاہ کا ذکر کیا ہے۔ تذکرہ اولیاء دکن میں ایک شاہ ہاشم کا ذکر ہے جن کا انتقال ۱۱۱۶ھ میں ہوا اور ان کا مزار چنچولی میں مرجع خلائق ہے۔ ممکن ہے یہی شاہ ہاشم افصحی کے مرشد ہوں۔

یہ وفات نامہ قریباً چھ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف اوائل ۱۲۰۰ھ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔(۱۸۹) اس وفات نامہ کی ابتداء بھی اس دور کے دیگر وفات ناموں کی طرح حمد سے ہوتی ہے:

کہوں میں حمد اول اس خدا کا
بیان آوے نہ جس کی کبریا کا
کیا جن کاف و نون نابود موجود
کرے گا پل میں پھر سب بود نابود
(۱۹۰)

اختتامی اشعار میں شاعر نے خدا تعالیٰ سے شہید کی موت کی تمنا کی ہے:

الٰہی خاتمہ کر خیر میرا
کرا خوبی سوں تاتے سر میرا
اچھے لک زندگی رکھ در عبادت
نصیب آخر کوں کر موت شہادت
(۱۹۱)

انصی نے اختصار کے ساتھ مجلسی روایت کو مد نظر رکھ کر وفات نامہ لکھا ہے۔ ان کا انداز بیان صاف اور واضح ہے۔ ان کے اشعار میں سوز اور تبلیغ دین کا جذبہ کارفرما ہے۔

نوازش علی شیدا

سید نوازش علی شیدا حیدر آباد کے مشہور شاعر آصف جاہ ثانی (نظام علی خاں) کے دور میں میر ساماں کی خدمت پر مامور تھا۔ اور شاہی عاشور خانہ کا مہتمم بھی تھا۔ شیدا کے انتقال کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہوا البتہ ۱۲۰۳ھ تک بقید حیات رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔(۱۹۲) شیدا کی کئی ضخیم مثنویاں ہیں۔ جن میں سے ایک اعجاز احمدی اور دوسری روضۃ الاطہار ہے۔ تیسری مثنوی گلشن ایمان کے نام سے موسوم ہے۔

اعجاز احمدی کا موضوع نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۸۶ھ کی تصنیف ہے اور دوسری مثنویوں کی نسبت ضخیم ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل "اعجاز احمدی" کے اشعار کی تعداد کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"پہلی تین جلدوں کے جملہ صفحات ۳۲۶ ہیں۔ پہلی جلد صفحہ ۳۷ پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری ۲۰۵ پر اور تیسری صفحہ ۳۲۶ پر۔ اس کے بعد چوتھی جلد شروع ہوتی ہے۔ اس کے صفحات درج نہیں ہیں جو تقریباً ۱۱۰ ہیں۔ فی صفحہ ۳۲ اشعار کے حساب سے پہلی تین جلدوں میں کم و بیش ۱۵۳۲۷، ابیات ہیں۔ جلد چہارم میں فی صفحہ ۳۲، ابیات ہیں۔ اس لحاظ سے اس جلد میں جملہ ابیات ۳۹۳۸ ہیں۔ اس طرح کل مثنوی کے ابیات کی تعداد انیس ہزار بیس ہوئی۔ سرخیوں کا لحاظ کیا جائے تو تعداد کو کچھ گھٹانا ہو گا۔(۱۹۳)

شیدا نے بھی ولی ویلوری کی طرح اعجاز احمدی میں مختلف عنوانات کے تحت آپؐ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً آغاز داستان در کیفیت ظہور نور محمدی ـــــ در بیان معجزائے کہ در ایام حمل بوقوع آمدہ و کلفت بر رحلت عبداللہ ـــــ در بیان طلوع خورشید رسالت ـــــ احوال رضاعت حضرت خیرالبشر ـــــ در بیان شق صدر آں والا قدر ـــــ در بیان احوال سال ششم تا دوازدھم ـــــ وغیرہ عنوانات سیرت کا یہ سلسلہ اسی طرح آخر تک چلتا ہے۔ جلد چہارم میں وفات کے بعد کے حالات درج ہیں اور معجزات کا بیان ہے۔

شیدا نے مثنوی اعجاز احمدی میں روایات صحیحہ کو نظم کرنے کا ذکر کیا ہے اور طبع میں روانی کی دعا مانگی ہے:

الٰہی میں تیرے نبیؐ کا بیان
نظم بیچ چلتا ہوں کرنے عیاں
میری طبع کو چست و چالاک کر
رموز معانی کا ادراک کر
فصاحت عطا کر سخن کوں میری
حلاوت ستی بھر دھن کوں میری
یہ اعجاز نامے کو مشہور رکھ
ہر اک بزم میں اس کا مذکور رکھ
(۱۴۳)

"اعجاز احمدی" میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کو شیدا نے بڑے قرینے اور حسن ترتیب سے بیان کیا ہے۔ حصہ اول نور محمدیؐ سے ابتدا کر کے چالیس سال کی عمر تک کے حالات یعنی وحی اولیٰ تک کے تمام اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں بعثت سے ہجرت تک کے حالات ہیں۔ تیسری جلد میں ہجرت سے رحلت تک کے کوائف ہیں اور چوتھی جلد میں معجزات اور فضائل صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ان چاروں جلدوں کی ابیات آغاز یہ ہیں:

پہلی جلد:

اول حمد مولا میں کھولوں زباں
کرتا ہووے سر سبز میرا بیاں

دوسری جلد:

الٰہی مرے دل کو پرنور کر
محبت ستی اپنی معمور کر

تیسری جلد:

الٰہی تو کر فضل کا فتح باب

مجھے میرے مطلب سے کر کامیاب

چوتھی جلد:

الٰہی تیرا نام ہیگا مجیب
محبت نبیؐ کی مرے کر نصیب
(۱۹۵)

شیدا نے آپؐ کی سیرت مقدسہ کے اہم واقعات کو بیان کرتے وقت تواریخ کے ذکر کا اہتمام بھی کیا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت کو شعریت میں بھی برقرار رکھا ہے:

ہوا سال چالیس پر ایک جب
سو اس کا کہتا ہوں احوال سب
سترویں تھی تاریخ رمضان کی
دلیل اس پہ آیت ہے قرآن کی
لکھے کئی محدث ہیں ارباب دین
ربیع الاول کی اتھی بارویں
رسول خدا سید کائنات
امام دو عالم شہ ممکنات
اتھے غار حرا میں بیٹھے ہوئے
ردا کے اوپر اپنے تکیہ کئے
(۱۹۶)

"اعجاز احمدی" سادہ، صاف اور رواں زبان ہونے کی وجہ سے گرانقدر تصنیف ہے۔ نبی کریمؐ کی سیرت کے بیان میں تخیل کی رنگ آمیزی کی بجائے واقعیت کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس مثنوی کی "بحر" اس کے مخصوص آہنگ، رنگا رنگ اسالیب بیاں اور متنوع موضوع نے اسے وقیع اور دکنی مثنویوں میں یادگار بنا دیا ہے۔ اعجاز احمدی کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں معراج النبیؐ کا ذکر ہے:

وہ پہونچے ہیں ایسی مکانی اوپر
کہ دشوار تھا وہاں نظر کا گذر
پڑا اوس پر پردا تھا زر بفت کا
نہ آمد کا تھا راہ نا رفت کا
بلایا ہے جبریئل جا کر شتاب
فرشتی نے پوچھا ہی کر یوں خطاب
توں ہی کون آیا ہے اس جائی کیوں
جواب اوسکوں بولا ہی جبریئل یوں

میں پیک الٰہی ہوں روح الامین
لی آیا ہوں۔ جا سید المرسلین
فرشتے نے پردا اوٹھایا شتاب
نجھایا جمال رسالت مآب
لگا بجنے کون درود و سلام
لگا لطف کے ساتھ کرنے کلام
کھڑا ہو وہ پر دیکے جبریل پاس
لگا کرنے یوں عجز سین التماس
کہ تیری قدم کی برکت ہیں سب
میں پہنچا ہوں یہاں تک اے عالی نسب
نہیں مجھ میں اب تاب آگی چلوں
اگر یکقدم جاؤں تو مین جلون
نبی کے یہ شرط رفاقت نہ تھا
مجھی چھوڑ جانا ہی توں اب لگا
کیا عرض اے شرف العالمین
مجھی پیش قدمی کی طاقت نہیں
(۱۹۷)

شیدا کی منظوم سیرت نگاری میں زبان و بیان، تشبیہات و استعارات کی شگفتگی اور جذبات نگاری کے ان نمونوں نے منظوم سیرتی مثنویوں میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

شیدا کی دوسری طویل مثنوی روضۃ الاطہار ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ ہے۔ اس میں تقریباً ۸۰ ہزار اشعار ہیں۔ اسے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس میں وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ دوسری مجلس میں ولادت و وفات حضرت فاطمہؓ کا ذکر ہے۔ تیسری مجلس میں حضرت علیؓ اور چوتھی میں امام حسنؓ کے بارے میں تفصیل ہے۔ پانچویں مجلس سے بارہویں مجلس تک حضرت امام حسینؓ کی مدینہ سے روانگی سے شہادت تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ عنوانات تمام سرخ روشنائی کے ہیں۔ ایک شعر میں اپنے نام کا اظہار یوں کیا ہے:

نوازش سیں علی کی ہوں میں ممتاز
اول مجلس کتیں کرتا ہوں آغاز

کتاب کے آغاز میں یہ ابیات ہیں:

اول حمد خدا سیں ہو سرفراز

کروں میں روضۃ الاطہار آغاز

دو عالم نام پر اس کے ہے شیدا

شہادت کا کیا عالم وہ پیدا

(۱۹۸)

اور اس کے آخر میں ہے:

قیامت ہوئے گی جس روز قائم

یہی امید ہے مجھ دل میں دائم

تصدق سے تو اپنی صاحبی کے

غلاموں میں اوٹھا آل نبی کے

ہزاروں سے درود اں اور تحیت

نبی پر اون کے جو ہیں آل عترت

(۱۹۹)

شیدا نے روضۃ الاطہار کے بارے میں بھی اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے تاریخی کتب کو منگوا کر اس میں سے تمام احوال کو بے کم و کاست تحریر کیا ہے اور روایت کی صحت کا التزام رکھا ہے:

کتاب یک توں بنا ہندی زباں سوں

انکھیاں عالم کی کر انجواں سیں جیوں

کمر میں اس سعادت پر بندھا تب

کتابوں کوں منگا تاریخ کی سب

لکھا احوال سارا بے کم و کاست

مدد حسنین سیتی کر کے درخواست

رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام

کہ پڑ کر اسکوں روئیں خاص و عام

اعجاز احمدی اور روضۃ الاطہار دکن میں بہت مقبول رہی ہیں۔ ان کے متعدد قلمی نسخے ہدست ہوئے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ سالار جنگ، ادارہ ادبیات اردو اور جامعہ عثمانیہ میں ان کے کئی قلمی نسخے ہیں۔ اعجاز احمدی کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور زیر نمبر ۵۲۴۳ موجود ہے۔

روضۃ الاطہار کا ایک مخطوطہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری اور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اعجاز احمدی مطبع کریمی بمبئی سے ۱۳۱۳ھ میں خاص اہتمام کے ساتھ (۸۱۴ صفحات میں) چھپی تھی۔ اور اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔

شواہد سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شیدا نے ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا کو مد نظر رکھ کر اس کا نام روضۃ الاطہار رکھا اور اس کے مقابلے کی کوشش کی ہے۔ روضۃ الاطہار کی پہلی مجلس ایک مکمل وفات

... سود کا کتات ہے۔ اعجاز احمدی کی نسبت روضۃ الاطہار کی زبان زیادہ صاف ہے اور اسلوب میں بھی ... ہے۔

نصیر الدین ہاشمی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"روضۃ الاطہار دکنی مثنویوں کی آخری یادگار ہے۔ اس کے بعد جو مثنویاں دکن میں لکھی گئی ہیں وہ شمالی ہند کی فصیح اردو میں لکھی گئی ہیں۔"(۲۰۰)

شیدا کی مثنوی "گلشن ایمان" نایاب ہے اور اب تک کسی کتب خانے میں دستیاب نہیں ہوئی۔(۲۰۱)

شیدا نے اپنی عقیدت و محبت کے والہانہ اظہار میں موقع و محل کی مناسبت سے نبی کریمؐ کے شمائل و خصائل کے بیان میں پر کیف میلادیہ نمونے پیش کئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی دونوں مثنویاں قدیم مذہبی اردو نثر کی یادگار ہیں۔

شاہ کمال الدین (م ۱۲۰۵ھ)

شاہ کمال الدین کا مولد کڑپہ تھا۔ حیدر علی کے زمانے میں سرنگا پٹم آ گئے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی شاہ جمال الدین بھی آ کر بس گئے۔ دونوں بھائی ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ دونوں بھائی شاعر بھی تھے اور صاحب باطن بھی۔ ان کے دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ شاہ کمال الدین کے مریدوں کا سلسلہ ایک زمانہ تک جاری رہا۔ آپ کی اولاد بھی باطنی علوم میں حصہ وار بنتی رہی چنانچہ ان کے پوتے شاہ مقبول بھی مشہور صوفی تھے۔ شاہ کمال کے معراج نامہ کے علاوہ خطبے اور دوسری کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ شاہ کمال شاہ میر ...گوری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے معراج نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے جو قریباً ... ابیات پر مشتمل ہے۔ ان کا سال تصنیف ۱۱۹۱ھ ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے جو حمد باری تعالیٰ میں لکھے گئے ہیں:

جس کو ہے اللہ اکبر اسم ذات
اوسکو لائق ہے کمالات و صفات

ہے او مطلق واحد و کامل احد
جس کی کثرت کے مراتب بے عدد

لا یزال ولم یزل ہے لا شریک
ملک استغنا کا ہے مولا وحیک

(۲۰۲)

شاہ کمال نے شاہ بلاقی کے معراج نامہ کو رطب و یابس روایات سے مملو سمجھ کر صحیح واقعات قلمبند کرنے کے بارے میں تذکرہ کیا ہے۔

حضرت شاہ میر پیر دستگیر
جس کے درگاہ کا کمال ادنیٰ فقیر

نامہ معراج در ہندی زبان
جو بلاقی نے کیا تالیف آں
تھے روایت اوسمیں شاید مختلف
ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط
لا جرم در طبع موزوں بلند
نامہ مذکور تئیں آیا پسند
بعدہ معراج نامہ یک صحیح
جو عبارت سے عرب کے تھا صحیح
خواجہ نے منگوا کے بیت اللہ سے
یوں کہے اس بندہ درگاہ سے
تم کرو ہندی سے اس کا ترجمہ
تاکہ سن کر نفع ہوئے ہر لمحہ
(۲۰۳)

اختتام مع تاریخ تصنیف کے ابیات یہ ہیں:
قصہ کوتاہ اے رسول پیشوا
کر ہماری جملہ کی حاجت روا
یک ہزار و یکصد و نود پر ایک
سال میں پایا رقم یہ نامہ نیک
حق سے ہے واقع تحیات و سلام
بر نبی و آل اصحابش تمام

یہ معراج نامہ میسور میں طبع ہوا ہے۔ اس کے اول و آخر ایک ایک مہر ثبت ہے مگر صاف نہیں پڑھی جاتی محمد سعد اللہ پڑھا جا سکتا ہے۔

شاہ کمال الدین کی زبان صاف ہے۔ ان کے اشعار عربی و فارسی کے الفاظ سے مزین ہیں۔ تراکیب و تشبیہات پر بھی فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ معراج کے بیان میں احترام و عقیدت کے جذبات کے ساتھ پاکیزگی کی کیف آور فضا نظر آتی ہے۔

غلام اعزاز الدین نامی (م ۱۸۲۳ء)

غلام اعزاز الدین نامی ارکاٹ (جنوبی ہند) میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حافظ محمد حسین سے پائی پھر مولانا باقر آگاہ سے اکتساب علم کیا اور شاعری میں بھی آگاہ کی شاگردی اختیار کی۔ بعد ازاں انھیں رئیس ارکاٹ نے اپنے دربار کا شاعر مقرر کیا تھا۔

متعدد مثنویاں ان کی تصانیف ہیں۔ مثنوی وفات نامہ کو "مطهتہ الانوار" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں حمد و مناجات اور نعت کے بعد اپنے استاد مولوی محمد باقر آگاہ کی مدح کی ہے۔ اس کے بعد اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ آپؐ کا آخری حج کے بیمار ہونا' نبی کریمؐ کی علالت اور انتقال کا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اس مثنوی کو مولانا شاہ عبدالحق کی "مدارج النبوت" سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ میں دیا گیا ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

لائق حمد ہے اوسی کی ذات
جس کے قبضے میں سب کی موت و حیات

وہی بخشا ہے دو جہاں کو وجود
وہی کرتا ہے سب کیتں نابود

ذات کو اوسکی ہے قیام مدام
نہیں عالم کیتں مدام قیام
(۲۰۴)

اشعار کا درج ذیل نمونہ ملاحظہ ہو ان میں مصنف کا نام اور کتاب کا نام واضح طور پر ملتا ہے:

صرف نامی ہی کو نہیں ہے ہراس
ہیں نباتات اس الم سے اداس

فضل سے حق کے اب بحسن تمام
ہو گیا یہ وفات نامہ تمام

اس رسالے کو میں نے کر تیار
نام رکھا مطهتہ الانوار

ختم کر جب وفات کا احوال
اس کی تاریخ کا کیا میں خیال

سن کے ہاتف نے یہ کہا رو رو
صلواۃ خدا نبی پر ہو
(۲۰۵)

کتب خانہ سالار جنگ میں اس مثنوی "مطهتہ الانوار" کے دو مخطوطات(۲۰۶)' اور ایک کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔(۲۰۷)

شاعر اپنے لئے بخشش و شفاعت کے دعائیہ اشعار پر مثنوی ختم کرتا ہے:

اور شفاعت دے اوسکی روز قیام

مجھ کو یا ذوالجلال والاکرام
نائی اب تو وفات نامے کو
ختم کر دو مرثیوں کو ہی
(۲۰۸)

"مدینتہ الانوار" میں زور کلام اور لطف زبان موجود ہے۔ خلوص و عقیدت اور حضور اکرمؐ سے وابستگی و شیفتگی نے غم و حزن کے بیان میں اثر و تاثیر کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے اسے وفات ناموں میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔

مولانا محمد باقر آگاہ (۱۱۵۸ھ ر ۱۷۴۵ء۔۔ ۱۲۲۰ھ ر ۱۸۰۵ء)

مولانا محمد باقر آگاہ نے سید ابوالحسن قربی بیجاپوری (۱۱۷ھ۔۱۱۸۲ھ) سے تحصیل علم کیا اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عربی، فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ انھیں اردو نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۳۰۳ بیان کی جاتی ہے، جن میں سے ۲۱ کتابیں اردو میں ہیں۔

اردو کی سیرتی مثنویوں میں سب سے زیادہ وقیع اور مستند روایات و واقعات کی حامل ان کی مثنوی ہشت بہشت ہے۔ ہشت بہشت کے مخطوطات ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی اس کا ایک مخطوط موجود ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۲۲ء میں سید احمد نبیرہ مولانا باقر مرحوم کے اہتمام سے مطبع کشن راج مدراس میں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۱ء میں مطبع عزیزیہ اور مطبع مخزن الاخبار نے مشترکہ طور پر بھی اسے شائع کیا تھا۔

باقر آگاہ نے آٹھ مختلف منظوم رسالے لکھے تھے۔ اور انہی رسالوں کے مجموعہ کا نام ہشت بہشت ہے۔ اس میں سیرت پاک کے مختلف مباحث ہیں۔ پہلے رسالہ من دیپک (۱۱۸۳ھ) میں نور محمدی کا تذکرہ ہے۔ دوسرے رسالہ من ہرن (۱۱۸۵ھ) میں نبوت کی بشارتوں کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ من موہن (۱۱۸۶ھ) میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ چوتھے رسالہ جگ موہن (۱۱۸۵ھ) میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے حالات درج ہیں۔ پانچویں رسالہ آرام جاں (۱۱۸۵ھ) میں اخلاق و شمائل نبویؐ کا تذکرہ ہے۔ چھٹے رسالہ راحت جاں (۱۱۸۶ھ) میں آنحضرتؐ کے خصائص کا حال درج ہے۔ ساتویں رسالہ من درپن (۱۲۰۶ھ) میں معجزات نبویؐ کا بیان ہے۔ آٹھویں رسالہ من جیون (۱۲۰۶ھ) میں آنحضرتؐ کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا تذکرہ ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے اس کا سال تصنیف ۱۱۸۳ھ اور ۱۲۰۶ھ کا درمیانی عرصہ لکھا ہے اور اس کے اشعار کی تعداد تخمیناً" آٹھ ہزار چھ سو بتائی ہے۔(۲۰۹) ہشت بہشت کے دیباچے کے مطابق پہلے چھ رسالے ۱۱۸۵ھ اور ۱۱۸۶ھ میں لکھے گئے اور بعد کے دو رسالے ۱۲۰۶ھ میں لکھے گئے تھے۔(۲۱۰)

محمد باقر آگاہ نے نہ صرف اپنے ماخذ کی تفصیل دیباچے میں دی ہے بلکہ ترتیب، ہیئت اور ابواب کی بھی صراحت کی ہے۔ اور لکھتے ہیں:

"ان سب رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوں بلکہ صاف و سادہ کہا ہوں اور اردو
کے بھاکے میں نہیں کہا، کیا واسطے کہ رہنے والے یہاں کے اس بھاکے سے واقف
نہیں ہیں۔ اے بھائی یہ رسالے دکھنی زبان میں ہیں۔"(۲۱۱)

آگاہ نے اس مثنوی کے مختلف حصوں کو مجالس میلاد میں پڑھنے اور اپنی تحقیق و تدقیق کے بارے میں ہشت بہشت کے دیباچے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے:

"اے بھائی اگر تجھے ان رسالوں میں کہیں شبہ ہوئے تو اپنے وہم و گمان سے
اعتراض نہ کر بلکہ ان سب کتابوں میں کہ ان رسالوں کے اصل اور ماخذ ہیں نظر کر۔
کیا واسطے کہ میں بہت تحقیق کر کر لکھا ہوں۔ ان کتابوں سے بھی مقلدان کی مانند
نہیں لیا ہوں بلکہ ان میں جو اصح تھا سو اخذ کیا ہوں اور ان سب رسالوں کے بارا ھے
کرنے کا یہ سبب ہے کہ تاہر صاحب توفیق تخایا لوگوں کو جمع کر کے ربیع الاول کے ماہ
مبارک میں بارا دن تک تک پڑھے اور سناوے اگر پڑھنا نہیں آتا تو پڑھنے والے
سے سنے۔"(۲۱۲)

ہشت بہشت کے دیباچہ میں آگاہ نے ان معتبر و مستند کتابوں کے نام بھی گنوائے ہیں، جن سے اپنے مضامین اخذ کئے ہیں۔ ان میں فتح الباری، کتاب شفا، عیون الاثر، شمائل ترمذی مع شرح ملا عصام و شیخ ابن حجر، رسائل مولود شریف تصنیف حافظ جلال الدین سیوطیؒ، اصابہ، وفا الوفاء، حسن التوسل، تحفۃ الاخیار، روضۃ الاحباب، معارج النبوت، شواہد النبوت اور جذب القلوب وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے باقر کے نزدیک صحت روایات کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

اس مثنوی کے ہر رسالہ کے آغاز میں نثر میں زیر بحث موضوع کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی طرح تیسرے رسالہ "حسن موہن" کی ابتداء میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس رسالہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے۔ یعنی جو
معجزات کہ مدت حمل اور ولادت اور دودھ چھڑائی اور خرد سال میں حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے۔ اس حد تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ
برس کی عمر ہوئی ہے۔"(۲۱۳)

آپ کی ولادت باسعادت پر حضرت عبدالمطلب کی خوشی کا اظہار یوں بیان کیا ہے:

گھر میں میرے ہے وہ مہ تاباں
جس سے روشن ہوا ہے سرو عیاں

گھر میں میرے ہے وہ طرب افروز
جس سے ہووے گی رات غم کی روز

گھر میں میرے ہوا ہے وہ سرور
جس کے در پہ تھیں گے عالم سر

گھر میں میرے ہوا ہے وہ مرسل
جس سے جاویگا کفر سارا جل
(۲۱۴)

من موہن کے آخر میں ایک مناجات بطور غزل ہے اس کا مطلع و مقطع ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مجالس میلاد میں یہ مضمون عام نظر آتا ہے:

یارسول خدا تمہارا ہوں
جان و دل سے فدا تمہارا ہوں
عفو باقر کی اب کرو تقصیر
از برائے خدا تمہارا ہوں!!

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو میں نعتیہ شاعری میں ہشت بہشت کے ان آٹھ رسالوں کا تفصیلی طور پر تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ باقر آگاہ نے سیرت النبیؐ کے مضامین نظم کرنے میں صحت روایت کا کماحقہ خیال رکھا ہے۔ جذبات کے اظہار میں بھی موقع و محل کی نزاکت کو ملحوظ رکھا ہے اور نبی کریمؐ کی ولادت و معراج کے صحیح حالات کو منظوم کر کے اصلاحی و تبلیغی خدمت انجام دی ہے۔(۲۱۵)

مولانا آگاہ کی شاعری میں الطاف حسین حالی کی قومی شاعری کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ امت محمدی کی مشکلات کو بارگاہ رسالتمابؐ میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے پیش کرتے ہیں:

کدھر جائیں کہ یہ لشکر ہیں تیرے
اگر ہیں نیک و بد چاکر ہیں تیرے
شفیع المذنبین سن ان کی زاری
کر اپنے لطف سے طرب ان کی یاری
تو اپنے دین کا ہے آپ حامی
ہے میری عرض یہ ازرا خامی
(۲۱۶)

ہشت بہشت میں بحروں کا تنوع اور رنگا رنگی موجود ہے۔ آٹھوں رسالوں کی بحر اخرب ہے۔ اول کے چار رسالے چار خرب ہیں اور آرام دل میں دو خرب ہیں اور راحت جاں ایک خرب ہے اور من درپن چار خرب ہیں اور من جیون ایک خرب ہے۔(۲۱۷)

محمد باقر آگاہ کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"آگاہ کے زمانے میں دکنی اردو کا رواج ادبی سطح پر کم و بیش ختم ہو گیا تھا اور اس کی جگہ نئے معیار ریختہ یعنی نئے اردو نے لے لی تھی۔ آگاہ نے قدیم دکنی شعراء کی تصنیفات کو اس لئے بلند مرتبہ اور نصرتی کو اس لئے سب شاعروں سے بڑا درجہ دیتے ہیں کہ شمال کے شعراء میں سے "کوئی بھی مثنوی معتدبہ نہیں کہا" فقط غزلیات و

قصائد و قطعات پر اکتفا کیا۔ شعرائے دکن نے اکثر مثنویات کہی ہیں۔ بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کہنا دشوار و گراں ہے۔"(۲۱۸)

فن شاعری پر باقر آگاہ کی نظر گہری تھی۔ وہ عربی و فارسی کے فن شعر کے علاوہ فن ریختہ سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ جس سے ان کے تنقیدی شعور' اصول فن اور نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔ "ان کی زبان دکنی ہونے کے باوجود اردو زبان کے جدید محاورے کے رنگ میں رنگ گئی ہے اور سوائے چند مخصوص دکنی الفاظ و روزمرہ یہ ریختہ سے مختلف نہیں ہے۔"(۲۱۹)

ہشت بہشت تمام دکنی منظومات میں اپنے متنوع موضوعات' مختلف بحور اور رنگا رنگ اسالیب کی بناء پر میلاد ناموں کے ارتقاء میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہشت بہشت کے علاوہ نثر میں بھی انہوں نے ایک مولود نامہ لکھا ہے اس کے دو نام حقیقت نور محمدی اور ریاض السیر بھی ہیں۔ اس کے تین قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔(۲۲۰) اس مولود نامے کی ابتداء میں نور محمدی کا بیان ہے۔ پھر اس کے بعد نبی کریمؐ کی ولادت کا حال لکھا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں ولادت مبارکہ سے وصال تک کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۵ء سے قبل کا ہے۔ عربی کی معروف کتب سیرت اس کا ماخذ ہیں۔ اس وجہ سے اس کتاب کے جملوں کی ساخت پر عربی کا اثر غالب ہے۔(۲۲۱) اور اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے عربی عبارت کا براہ راست ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ ولادت کے بعد کا بیان اس طرح ہے:

"آپ نے جب یہاں قدم رنجہ کیا' اپنے چہرے سے طلوع یک مہ کیا' دنیا کی ظلمت کدورت یہ کہ واہ سب کا سب پچھلائی دفتر تہہ کیا۔ تحت فلک الافلاک سے نقطہ مرکز خاک تک اور سطح عرش بریں سے تحت فرش تک نام تاریکی کا باقی نہ رہا کیونکہ وہ ماہ میں کب یہ نور ہے اور ہے کچھ یہ شان' جتنے جن اور شیاطین تھے آسمان پر جانے سے باز آئے' اور ستارے زمین سے ان سے نزدیک دکھائی دیتے تھے' آتش کدے اہل فارس کے ہزار برس سے جلتے تھے اور اہل فارس مشک و عنبر اس میں ڈال ڈال پوجتے تھے' بجھ گئے' نور فزا شمع عرب کیا ہوئی آتش فارس وہیں مردہ ہوئے' جس گھڑی حضرت نے اس گلزار گلشن برائے عالم ارواح سے اس چار بازار اشباح میں قدم رکھا پہلے سجدہ کیا' بعد اس کے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی۔ اور سر مبارک کو اٹھا کر فرمایا "لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔" عبدالمطلب اور ابو لہب نے اس مژدہ جاں بخش کو سن کر بہت شادی کئے۔ ابو لہب نے اس مژدہ پر لونڈی کو آزاد کیا اوسی خوشی کا یہ سبب ہے کہ ابی لہب کو ہر دو شنبہ کو تخفیف عذاب کے ہوتی ہے۔"(۲۲۲)

آنحضرتؐ کے غلبہ مرض اور وصال سے پہلے کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے:

"چہار شنبہ کو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ پر تکیہ لگا کر مسجد میں تشریف لا کر بعد حمد و ثنا کے فرمایا: اے لوگو! عنقریب میں یہاں سے عالم بقا کو کوچ کرتا ہوں' جس کسی کا حق میرے ذمے ہو تو بتا دو کہ ادا کروں۔ ایک نے عرض کیا' یارسول اللہ! آپ نے تین اوقیہ دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ نے تین اوقیہ فضل بن عباسؓ سے اس شخص کو دلوا دیئے۔ جمعہ کے دن پھر مسجد میں رونق افروز ہو کر خطبہ پڑھا اور

بہت سے تبلیغ احکام کی تعلیم فرمائے۔ بعد فراغ نماز کے میمونہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں زیادہ تر غلبہ مرض کا ہوا۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ابتداء مرض کی میمونہؓ کے گھر میں ہوئی تھی' وہاں سے میرے حجرے میں قدم رنجہ فرمایا۔"(۲۲۳)

ان اقتباسات مولود نامہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۰۱ء سے قبل لکھے جانے کے باوجود اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ دراصل آگاہ کا مقصد نیم خواندہ لوگوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔ ان کے اس دلی خلوص کی بناء پر محققین نے بھی انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

"آگاہ اردو کے بڑے محسنوں میں سے ہیں۔ انہیں نظم و نثر دونوں پر قابو تھا۔ غزل' قصیدہ' مثنوی ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دکھنی علم و فضل اور شعر و سخن ان پر ختم ہو گیا۔ ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا بڑا ادیب و شاعر پیدا نہ ہو سکا۔"(۲۲۴)

غلام محمود حسرت

غلام محمود نام اور حسرت تخلص تھا۔ ویلور کے متوطن اور حضرت شاہ ابوالحسن کے پوتے شاہ ابوالحسن ثانی کے مرید تھے۔ شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاض السیر منظوم سیرت کی کتاب ہے۔ حسرت نے سیرت النبیؐ کی ایک فارسی منظوم کتاب موسوم معجز مصطفیٰؐ مصنفہ ذوقی کو ہندی زبان میں نظم کر کے اس کا نام ریاض السیر اور تاریخی نام معجز خاتم الانبیاءؐ (۱۲۳۷ھ) رکھا۔ یہ سیرت النبیؐ پر ایک مربوط اور مبسوط کتاب ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد قریباً ساڑھے آٹھ ہزار ہے۔

اس کتاب میں حمد و نعت' حالات معراج' حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح' اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قادری کی مدح اور سبب تالیف کے بعد واضح کیا ہے کہ ذوقی کی فارسی کتاب کا یہ دکھنی ترجمہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے مفصل حالات و شمائل اور اسوہ حسنہ کو بیان کیا گیا ہے۔ نور محمدی سے آغاز کیا ہے۔ تولد' نبوت' ہجرت' مابعد واقعات ہجرت یعنی جنگوں وغیرہ کے بعد انتقال پھر معجزات' آخر میں اخلاق اور عبادات کا تذکرہ ہے۔ تالیف کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نام باقی رہنے کے لئے یہ تصنیف کی گئی ہے۔ ذوقی کی کتاب سے ترجمہ کرنے کی صراحت اس طرح کی ہے:

بہ ملک سخن خسرو نام ور
تخلص ہے ذوقی جسے مشتہر

متانت میں جیسے نظامی شہر
حلاوت میں سعدی صفت بے نظیر (۲۲۵)

ہے نظم اس کا اعجاز سے پر تمام
یہی ہے معجز مصطفیٰ اوسکا نام

تو ہندی میں کر ترجمہ اوس کیتیں

بشرطیکہ انعام سے ہو قریں
(۲۲۶)

اختتامی اشعار میں مصنف نے اپنا تخلص، کتاب کا نام اور تاریخ تصنیف کی وضاحت کی ہے:

پذیرہ ہو حسرت کی یہ التجا
تجئی محمد شفیع الورا

بفضل خدا خالق ذوالمنن
ہوا جبکہ آراستہ یہ چمن

وہیں بلبل طبع تجویز کر
رکھی نام اس کا ریاض سیر

پھر آیا جو تاریخ کا کچھ خیال
کہے تا کوئی خوب سے حسب حال

یہی ہے وہ تاریخ بس جاں فزا
زہے معجز خاتم الانبیاء
۱۲۳۷ھ (۲۲۷)

اس منظوم سیرت کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ سالار جنگ مرحوم میں موجود ہیں۔ اس قسم کی منظوم سیرتیں اسلامی عقائد کی تبلیغ و ترویج کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ اسی لئے یہ عوامی لب و لہجہ اور رنگ ڈھنگ کے مطابق ہیں۔ ان کے لکھنے والوں کا مقصد سیدھے سادے انداز میں ان واقعات و روایات کا بیان تھا جس سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں سے عامۃ الناس روشناس ہو جائے اس لئے ان میں صحت واقعات کی تلاش بیکار ہے۔ مجلسی تقاضوں، ماحول اور مقامی اثرات کی وجہ سے کئی غیر مستند واقعات بھی ملتے ہیں۔

زبان و بیان کے لحاظ سے غلام محمود حسرت کی مثنوی میں روانی کے ساتھ ساتھ اس کی بحر میں خاص آہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔

جان محمد عاجز (م مابعد ۱۸۳۰ء)

جان محمد عاجز نے اپنی مثنوی معجزات النبیؐ میں نبی کریمؐ کے سات معجزات مختلف بحروں میں نظم کئے ہیں۔ یہ مثنوی قریباً ساڑھے سترہ سو ابیات پر مشتمل ہے اور اس کا سن تصنیف قبل از ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مخطوطہ ہذا کے سات معجزات کی تفصیل درج ذیل ہے:

معجزہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے خواب میں ایک سرسبز و شاداب باغ ملاحظہ فرمایا تھا اس باغ میں چار حوض تھے جو خلفائے اربعہ کے لئے تھے۔ اس معجزے کا آغاز و اختتام یہ ہے:

آغاز

اول تعریف خالق کی عیاں کر
سمجھ اور بوجھ کر دل سے عیاں کر
وہی مالک کہ جس نے سب بنایا
زمین پر آسمان کیسا بیٹھایا
(۲۲۸)

اختتام

گناہوں سے ہوا ہوں بہوت بھاری
وے امید رکھتا ہوں تمہاری
شفیع المذنبین ہے نام تیرا
رسول اللہ خبر لیجو سو میرا
(۲۲۹)

معجزہ دوم میں اس روایت کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک کاغذ کے تمام حروف کیڑوں نے کھا لیے تھے مگر خدا اور رسول کا نام باقی رہ گیا تھا۔ اس کاغذ کو دیکھ کر ابوجہل اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔ یہ معجزہ پائیوں اور دوہروں کی صورت میں ہے۔ دس پائیوں کے بعد ایک دوہرہ ہے۔ آغاز پائی کے حصے سے کیا ہے اور اختتام دوہرے پر ہے۔

آغاز

اول نام جپو کرتارا
جو کچھ تم چاہو نستارا
جس جپتا خالق کیتا
دو جگ میں اوسوں جس لیتا
(۲۳۰)

اختتام

تو ہے کریم غفار ستارا
ایسے نام کا کروں سہارا

دوہرہ

یارب پنجتن پاک کا دل سے ہوں گا غلام

بخشش میری کر خدا بہر حسین امام
(۲۳۱)

معجزہ سوم میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی نبی کریمؐ کے سامنے آئے اور کہا کہ اگر تم
بے پیغمبر ہو تو سامنے پڑے پتھر سے ایک ایسا درخت اپنے معجزے سے پیدا کرو کہ اس کے ہر پتے اور پھول
پھل پر اللہ اور رسول کا نام لکھا ہو اور اس درخت پر جو جانور بیٹھا ہو' وہ تمہارا ذکر کرتا ہو۔ آپؐ نے کہا
وہ پتھر کہاں ہے؟ کفار حضورؐ کو پتھر کے پاس لے گئے اور حضورؐ نے صمیم قلب سے بارگاہ خداوندی میں دعا
کی۔ فوراً پتھر شق ہوا اور ایسا ہی درخت برآمد ہوا جیسا کافروں نے چاہا تھا۔ اس معجزے کا آغاز دوہرے
سے ہے۔ اس کو بھی پائی اور دوہروں سے ترتیب دیا گیا ہے۔

آغاز

یہی معجزہ دوسرا کہوں زباں کو کھول
مدت خداوند پاک سے رد ہو کفر کا بول

اول نام اللہ کا میں بولوں بیان
وہی ایک خالق ہے ہر دوجہاں

وہی مالک ملک ارض و سماں
چھپت ہے وہی اور وہی ہے عیاں
(۲۳۲)

اختتام

کیا معجزہ لکھ کے سارا تمام
ہزاروں درود اور ہزاروں سلام
اور جو اس میں کھوٹ ہو تو ہر خالق غفار
بخش گناہ اور ناتک دے عیب نہ کر اظہار
(۲۳۳)

معجزہ چہارم میں ایک یہودی کی داستان ہے جس نے معراج شریف کو خلاف عقل کہا تھا۔ قصہ اسی
طرح ہے کہ ایک یہودی مچھلی لے کر گھر آیا اور اپنی بیوی کو دھونے کے لئے دی اس کے بعد گھڑا لے کر
پانی لینے چلا گیا۔ پانی بھر کر وہ نہانے لگا لیکن جیسے ہی غوطہ لگا کر سرپانی سے باہر نکالا تو عورت کی صورت میں
تھا۔ ایک شخص اس عورت کو گھر لے گیا جہاں بارہ برس اس کا قیام رہا اور سات بچے پیدا ہوئے۔ آخر کار
ایک دن پھر وہی صورت پیش آئی۔ غوطہ لگایا اور اپنی پرانی صورت پر واپس آ گیا۔ گھڑا بدستور پڑا تھا۔ وہ
گھڑا لے کر گھر گیا تو اس کی بیوی ابھی تک مچھلی نہ دھو چکی تھی۔ یہودی اس واقعہ سے بہت نادم ہوا اور

مسلمان ہو گیا۔

آغاز

اگر پانچ سو برس راہی چلے
مرے بیگ یا تن بڈھا ہو گلے
اتی دور وہ راہ کیونکر اوڑے
نہ پنچھی میں قدرت وہاں تک اڑے
(۲۳۴)

اختتام

پڑھے جو کوئی اس کو دل دیکھے تیئں
سناوے ہر اک مومنوں کے تیئں
خدا اوس کو بخشے ملفت و کرم
پڑھے یا سنے یا کرے چشم نم
(۲۳۵)

معجزہ پنجم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا بیان ہے۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

حمد ثنا خدا کی کرے جس نے خلق بنائی
چودہ طبق آسمان زمین و قدرت سے رچائی
باز درود محمد اوپر بے حساب شماراں
جس کارن رب پیدا کیے خلقت لاکھ ہزاراں
(۲۳۶)

معجزہ ششم میں اس یہودی کی داستان بیان کی گئی ہے جو ایک تھیلی میں سانپ لے کر نبی کریمؐ کے پاس آیا تھا اور کہا تھا کہ پہلے آپ میرا نام بتایئے اور پھر بتایئے کہ اس تھیلی میں کیا چیز ہے۔ سانپ نے آدمی کا روپ دھار کر حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس کا آغاز ملاحظہ ہو:

اول یاد کر اوس خالق پاک کوں
کہ جن جیو دیا اس تن خاک کوں
خداوند کی دل سے کہہ معرفت
کہ سو ہے اسی کوں ثنا ہور صفت
(۲۳۷)

اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

بحرمت نبی آل اصحاب کے
اسے نور ایماں کی پوشاک دے
پڑھوں میں درود اور تحفہ دیگر
محمد پر اور آل اصحاب پر
(۲۳۸)

مجموعہ ہفتم میں نبی کریمؐ کے یمن تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں ایک مردہ کے زندہ ہونے اور
ایک ولی کے باغ میں آ کر نبی کریمؐ کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد بادشاہ یمن کے ایمان لانے اور
مسلمان ہونے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

حمد

اول تعریف میں بولوں خدا کی
دیگر کہتا دو جگ کی مدعا کی
پڑھو صلوات احمد مصطفیٰ کوں
کہ جس کے وصف میں پایا خدا کوں
(۲۳۹)

اور اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

ہووے مقبول بہر پنج تن کے
دعا میری بحرمت شہ یمن کے
پڑھو صلوات اور راکھو غلامی
کرو قصہ کو اب آخر تمامی
(۲۴۰)

ان معجزات کے بیان میں ادبی محاسن موجود ہیں۔ جن ابیات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں، معمولی
سی تبدیلی سے انھیں موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ جان محمد عاجز کی مثنوی معجزات النبیؐ اس
دور سے مثنویوں میں تدریجی ترقی کی ایک قابل قدر مثال ہے۔

سید امیر الدین حسین

سید امیر الدین حسین بڑے صاحب علم بزرگ اور واعظ تھے۔ دکنی نثر میں سیرت النبیؐ کی جن تین
کتابوں کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے کیا ہے۔ ان میں سے ایک سید امیر الدین حسین کی "ممتاز التفاسیر" ہے۔
اگرچہ اس کتاب کا نام "ممتاز التفاسیر" ہے مگر اس میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔(۲۴۱) یہ

کتاب ۱۲۵۰ھ میں لکھی گئی تھی جو ۵۲۶ صفحات پر محیط ہے۔(۴۴۲) اس کے ابواب کی تقسیم درج ذیل ہے:

(۱) بیان درود شریف (۲) نور محمدیؐ (۳) مولود شریف (۴) رضاعت (۵) مناقب (۶) شمائل (۷) علامت محبت رسولؐ (۸) اخبار رسولؐ (۹) نزول وحی (۱۰) معراج (۱۱) تفسیر آیت اول (۱۲) بیان وحی آخر (۱۳) ہجرت (۱۴) شرائط محبت (۱۵) وفات آنحضرتؐ۔

ممتاز التفاسیر کا نمونہ عبارت دیکھئے:

"عتبہ آپ کی مجلس سے اٹھا اور اپنی قوم میں گیا اور کہا "واللہ! میں نے ایسا کلام نہیں سنا تھا، مصلحت یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانی میں مبالغہ مت کرو" قوم نے کہا: "تجھ پر محمدؐ کے سحر نے اثر کیا۔ جب کفار بہت ایذا دینے لگے۔ آپؐ نے بعض صحابہؓ کے حق میں مصلحت جان کر ملک حبش کو حکم ہجرت فرمائے۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں ملک حبش کو گئیں۔

چھٹے سال ہجرت سے حضرت حمزہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت عدد مسلمانوں کا انتالیس کو پہنچا۔ بعد اون کے حضرت نے دعا فرمائے کہ "اے یار خدا! تو عزت دے اسلام کو، ساتھ عمر ابن خطاب کے یا ابی جہل بن ہشام سے، حضرت عمر کے حق میں دعا حضرت کی قبول ہوئی۔ ابوجہل نے اشتہار دیا کہ جو شخص محمد کو قتل کرے گا، میں سو اونٹ سرخ اور چالیس ہزار درہم دوں گا۔"(۴۴۳)

نصیر الدین ہاشمی سیرت النبیؐ کے میلادیہ علمی و ادبی ذخیرے کی حیثیت متعین کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ دکھنی (قدیم اردو) شعراء اور نثر نگاروں کا ماحول اور فضا ایسی تھی کہ اس میں صرف داستان و افسانہ کی صورت ہی عام طور پر مقبول تھی اس لئے صحیح حدیثوں کے ساتھ غیر معتبر واقعات بھی لکھے گئے ہیں۔ مگر اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں روایت کی جانچ کے لئے درایت کا طریقہ رائج نہیں تھا۔(۴۴۴)

سید امیر الدین حسین کے میلاد نامہ "ممتاز الارشاد" کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کا سال تصنیف ممتاز التفاسیر سے ۲۶ سال بعد ۱۲۷۶ھ ہے۔ مصنف نے اس میلاد نامے کا نام اپنے فارسی دیباچے میں بھی لکھا ہے۔ اس مولود کے دو تاریخی قطعات حافظ شمس الدین فیض نے لکھے ہیں۔ اور دیباچے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

دیکھ کر تحریر مولانا امیر الدین حسین
منکر مولود ہیں حیرت زدہ و مقہور و ذلیل
قائل صل علی میں نے کہی تاریخ فیض
ذکر مولود نبی جائز ہے باللہ الجلیل

۱۲۷۶ھ (۴۴۵)

ممتاز الارشاد کا خط نہایت پاکیزہ نستعلیق ہے۔ اس کے ابتدائی اوراق میں فارسی کے اشعار، ختم سلسلہ نجیہ، خطبہ جمعہ، درود کے اسناد اور سلام ہے۔ اس کے بعد محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت، نعیہ مثنوی اور مناجات ہے۔
نثری برجستہ تحریروں اور صاف و شستہ میلادیہ منظومات کا یہ مجموعہ ۸۹ صفحات میں ہے۔ مناجات کی آخری ابیات یہ ہیں:

نہ رکھ مجھ کو ہستی کی تقید میں
فنا مجھ کو کر اپنی* توحید میں
تو دیکھوں ترے نور کو جلوہ گر
درخشاں ہے ہر شے میں ہم بیخبر
مری تجھ سے ہے گی یہی آرزو
نہو مجھ میں یک ذرہ ہستی کی بو
(۴۳۶)

محمد خاں

محمد خاں، یوسف زئی پٹھان تھے۔ ان کے اجداد قندہار سے تلاش معاش کے سلسلہ میں وطن سے چل کر صوبہ کرناٹک میں آرہے تھے۔ وہاں سے پلیا گھاٹ چلے آئے۔ محمد خاں معلمی کے پیشے سے وابستہ رہے۔ انھیں شکارپور کے قلعہ دار سے "مطلع الانوار" کا ایک نسخہ مل گیا۔ اس کا انھوں نے "اسرار احمدی" کے نام سے ۱۲۵۰ھ ر ۱۸۳۴ء میں دکنی نثر میں ترجمہ کیا۔
اس کا ایک مخطوطہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کا پہلا ورق (الف) منقش ہے اور (ب) لوح دار ہے۔ آغاز کا حمدیہ شعر ملاحظہ ہو:

تو بسم اللہ سے کر عنوان سخن کی
کہ ہے مفتاح وہ تر کمن کی
(۴۳۷)

فضل رسول

فضل رسول کی مثنوی رسالہ "مولود النبی" میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کی تصنیف کا زمانہ قریباً ۱۲۵۰ھ ر ۱۸۳۴ء ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ سرسالار جنگ مرحوم میں موجود ہے۔ اس کے کل اشعار کی تعداد قریباً چار سو کے لگ بھگ ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

حمد کے لائق وہی معبود ہے

جو کہ ہر حامد کا وہ محمود ہے
آدمی یا جن یا حور و ملک
یا زمین یا عرش و کرسی یا فلک
(۲۴۸)

اختتامی اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

اب تمنا کچھ سوا اوس کے نہیں
استجب لی یا مجیب السائلیں
مرتے دم ہو یا احمد حرز جاں
اور اونھیں کا نام ہو ورد زباں
(۲۴۹)

اس میلاد نامے میں ہندی کے ثقیل اور غیر مانوس الفاظ بہت کم ہیں۔ عربی' فارسی کے الفاظ اور ترسیل و اظہار کے موثر انداز نے اسے اپنے دیگر عصری میلاد ناموں میں وقیع بنا دیا ہے۔ جذبات و عقیدت نگاری کا انداز بڑا واضح اور موثر ہے۔

نامور

نامور کوئی معمولی درجے کے شاعر ہیں۔ "مولود نبی" کے عنوان سے ۶۴۔ ابیات کی اردو مثنوی کا مخطوطہ ان کی یادگار ہے۔ اس مثنوی میں مولود پڑھانے کے فائدے بیان کیے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں بغداد کے ایک تاجر اور اس کی بیوی کا قصہ بھی لکھا گیا ہے۔ شہر حیدر آباد میں مولود کی جماعتیں میلاد شریف کی محفلوں میں جو قصیدے' نظمیں اور مثنویاں پڑھتے ہیں' ان میں سے یہ ایک ہے۔ اس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں:

پڑھو مومنو تم درود و سلام
بروح محمد علیہ السلام
سنو اب فضیلت یہ مولود کی
رکھو حق سے امید بہبود کی
(۲۵۰)

آخری ابیات:

تو واللہ حاصل ہو اس کی مراد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
ہو دنیا میں' ہو حشر میں شادشاد

(۲۵۱)

طالب دکنی

طالب دکنی کا "فاختہ نامہ" اوائل تیرہویں صدی ہجری کا کتابت شدہ مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔ اس کا کاغذ میلا اور دبیز ہے۔ سیاہ روشنائی سے نستعلیق شکستہ آمیز خط میں لکھا گیا ہے۔ اس نظم میں طالب نے نبی کریمؐ کے ایک فاختہ کے ساتھ مہربانی کرنے کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

یہ مخطوطہ کرم خوردہ، آب رسیدہ اور دریدہ ہے۔ محب الاتقیاء کے مخطوطہ کے ساتھ ورق ۳۹، الف سے ۴۰، ب تک شامل ہے۔

فاختہ کی عرضداشت کے چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

نہ دیو باز کوں اے رسول خدا
جو دیویں گے تو بند بند کرے گا جدا

بھوکا ہو گیا ہے میرے پیچھے باز
میرا جیو بچا لیو غریب نواز

میرا جیو قربان تجھ نام پر
تو ماں باپ سوں ہیں مہربان تر

(۲۵۲)

اس منظوم قصہ میں اصلاحی و تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ طالب دکنی کے ایک اور منظوم رسالہ میں ایک مچھلی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جسے پکایا جاتا ہے لیکن آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ مچھلی درود سننے اور پڑھنے کو اس کی وجہ قرار دیتی ہے۔ اس کا مخطوطہ بھی زیر نمبر ۳۰، ۳۴۰۔ N.M. ۱۹۵۸ء نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

پوچھی تب محمدؐ نے مچھلی کیتنی
یو کیا ہے جب کہو منجہ بول تی

خدا کے حکم سوں او باتاں منی آ
کہے یا محمدؐ رسول خدا

تلک شخص کوئی یک آتا اتھا
درود یک حضرت کا کہتا اتھا

(۲۵۳)

فاختہ نامہ کا انداز بیان صاف اور واضح ہے لیکن مچھلی کا واقعہ قدیم دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں درود ماہی پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

برہان الدین

برہان الدین کے میلاد نامہ بعنوان "مجلس مولود النبیؐ" کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس نثری میلاد نامہ میں آپؐ کی ولادت مقدسہ اور دیگر احوال کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ غالباً ۱۲۵۰ھ کی تصنیف ہے۔ مخطوطہ ہذا کی کتابت خواجہ امین الدین نے ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں کی۔

ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

"جمیع حمد و ثنا سزاوار ہے وہ ذات بے نیاز کتیں۔" (۲۵۴)

اور اختتام درج ذیل عبارت پر ہوتا ہے:

"حق سبحانہ' وجل شانہ' شکوک وارده درمیان سے امت مرحومہ کے دور کر کر سب کو یک دل مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔" (۲۵۵)

مجالس میلاد کے انعقاد کے فضائل کو اقوال علمائے کرام اور مستند کتابوں کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ لینے سے پہلے ان کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ یہ موالید محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض سے لکھے گئے تھے اور ان کا سیرت کے مختلف اجزاء سے تعلق ہے۔

عبدالمالک بھروچی پہلا میلاد نگار ہے۔ اور اس کا مولود نامہ ڈھائی سو اشعار کی ایک مثنوی ہے جس کا سن تصنیف ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء ہے۔ نیز محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد النبیؐ اور شب معراج کے عنوانات پر متعدد نظمیں ملتی ہیں۔ ان میں آپؐ کی تشریف آوری کی برکات اور اثرات پر زور دیا گیا ہے۔ شاہ علی محمد جیوگام دھنی کی نظم "معراج نبویؐ" میں فارسی کے مصرعوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ شاہ برہان الدین جانم نے معراج کا حال سوال و جواب کے انداز میں بیان کیا ہے۔

نور ناموں میں ملک خوشنود کا نور نامہ گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے فارسی روایت کو قدیم اردو زبان میں بیان کر کے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ احمد کے نور نامہ کی زبان تین سو سال پرانی ہے۔ شریف کے نور نامہ کی زبان قدامت کے باوصف صاف اور رواں ہے شاہ امین الدین اعلیٰ کا نور نامہ مذہبی تبلیغ کے انداز میں لکھا ہوا ہے۔ سیدی نے نور نبویؐ کو سیدھے سادے انداز میں بیان کیا ہے۔ عبدالصمد تریں کے منظوم نور نامہ میں روانی کا جوہر موجود ہے۔ عنایت شاہ قادری نے فارسی نثر کے ایک نور نامہ کو دکنی نظم میں منتقل کیا ہے۔

میلاد ناموں میں عبداللطیف کا مولود نامہ اور وفات نامہ زبان و بیان کے لحاظ سے زور' قوت اور روانی سے متصف ہیں۔ مختار کے مولود نامہ' معراج نامہ اور نور نامہ کی زبان آسان' صاف اور نکھری ستھری ہے۔ فتاحی کا مولود نامہ "مفید الیقین" عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس سے اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ شاکر کے "مولود نامہ نبیؐ" میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔ محمد امین گجراتی کے تولد نامہ' معراج نامہ اور وفات

نامہ کو اس دور کے گجری ادب میں شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ عبدالمالک بھروچی کے مولود اور وفات نامہ پر بھی گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ کریم الدین سرمست کے مولود نامہ کی زبان بہت صاف ہے۔ ناصر نے اپنی مثنوی میں مولود پڑھانے کے فضائل بیان کئے ہیں۔
معراج ناموں میں سید بلاقی کے معراج نامہ میں غیر مانوس الفاظ اور مقامی اثرات نسبتاً کم ہیں۔ برصغیر میں اس کے بے شمار مخطوطات کی دستیابی اس کی شہرت کی روشن دلیل ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مثنوی میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ نصرتی نے معراج و معجزات اور نور نبویؐ کے بیان میں نبی کریمؐ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت و برتری اور آپؐ کے اس مقام تک ہو آنے کا ذکر کیا ہے' جہاں جبرئیلؑ کے پر بھی جل جاتے ہیں۔ نصرتی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قابل قدر مثالیں ہیں۔ کمتر کے معراج نامہ پر فارسی اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اس کی قدامت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ سید میراں شاہ ہاشمی بیجاپوری کے معراج نامہ کی مترنم بحر سے محفل کو گرمایا جا سکتا ہے۔ ان کے اسلوب کا تعلق قدیم و جدید دونوں روایات سے قائم ہے۔ اعظم دکنی کے معراج نامہ میں زبان کی صفائی اور الفاظ کا انتخاب خاصا موثر ہے۔ معظم بیجاپوری نے معراج نامہ میں واقعہ معراج کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے کلام میں وجدانی سوز و گداز کی کیفیت جاری و ساری ملتی ہے۔ محمد بن مجتبیٰ مہدوی اور شاہ ابوالحسن قربی بیجاپوری کے معراج ناموں سے ان کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ کمال الدین کے معراج نامہ کی تراکیب و تشبیہات پر فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ ان کا بیان معراج قوت تخیل اور جذبات نگاری کے لحاظ سے اپنے معاصر شعراء میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔
معجزات ناموں میں جنونی گجراتی اور علی کے معجزات نامے مقامی تہذیبی و سماجی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ مخدوم حسینی نے معجزات کے بیان میں سادگی اور حقیقت پسندی کو مد نظر رکھا ہے۔
شمائل ناموں میں عثمان گیارہویں صدی ہجری کے کامیاب شعراء میں سے ہے۔ عبدالصمد ترین کے شمائل نامہ کی زبان عثمان کے مقابلہ میں شستہ و رفتہ ہے۔
وفات ناموں میں عالم کا وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ امامی دکنی کا وفات نامہ زبان و بیان کی منفرد خصوصیات کی وجہ سے خاصا مقبول رہا ہے۔ علی بخش دریا کا وفات نامہ ولی دکنی کے معاصر اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ میر (ایک غیر معروف شاعر) کے وفات نامہ پیغمبر میں پرانے دکنی الفاظ کے استعمال کے باوصف بیان کی چستی موجود ہے۔ غریب اللہ کے وفات نامہ میں نبوت سے لے کر وفات تک کے حالات کو تاریخی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سوز اور راحت نے بہت آسان زبان میں وفات نامے لکھے ہیں۔ افصحی کے وفات نامہ کے اشعار میں سوز و گداز اور تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ غلام اعزاز الدین کے وفات نامہ میں زور کلام موجود ہے۔
منظوم سیرتوں میں فیاض ولیوری کی روضۃ الانوار کا شمار اولین منظوم سیرتوں میں ہوتا ہے۔ قاسم کی

عروس المجلس میں الفاظ کا انتخاب اور مصرعوں کی برجستگی دیکھنے کے لائق ہے۔ نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی میں مختلف عنوانات کے تحت سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف زبان و بیان کی روانی اور صحیح روایات کو نظم کرنے کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ مولانا محمد باقر آگاہ کی مثنوی ہشت بہشت مستند روایات و واقعات کے بیان کی وجہ سے سب سے زیادہ وقیع ہے۔ غلام محمود حسرت کی ریاض السیر کی بحر میں خاص آہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ سید امیرالدین کی ممتاز التفاسیر میں سیرت نبویؐ کو کئی ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی زبان بھی شستہ و رفتہ ہے۔

اس دور کے میلاد ناموں کے ذریعے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور فضائل و شمائل کو بیان کرنے کا واحد مقصد دین و معرفت کی بنیادی اور اصولی باتیں عامتہ الناس تک پہنچانا تھا' یہی وجہ ہے کہ ان صوفیائے کرام نے نثر و نظم میں احساس و جذبہ کی صداقت کی بناء پر موضوع اور اسلوب میں سادگی کو برقرار رکھا۔ بے مقصد آرائش لفظی اور بے موقع لفاظی سے گریز کیا۔ اس وجہ سے زبان و ادب میں اسلوبی اور موضوعاتی لحاظ سے تبلیغی' اصلاحی اور مقصدی سرمایہ زیادہ سے زیادہ جمع ہو گیا۔

میلاد نگاروں نے سیرت رسول اکرمؐ' قرآن' حدیث' تصوف' معرفت اور اخلاق وغیرہ کے موضوعات کو بیان کر کے لسانی اونچ نیچ کو بھی دور کر دیا کیونکہ ان کا خطاب ان ہزارہا نفوس سے تھا جو ادبی نفاستوں اور لطافتوں سے یکسر ناآشنا تھے۔ مذہبی موضوعات کے مباحث و مسائل کے بیان نے برصغیر کے لوگوں کو سماجی ناانصافی سے نجات کا راستہ دکھایا۔ اس سے ادبی و لسانی دنیا میں علمیت و شعور اور آگہی کی روشن مثال قائم ہوئی۔ اور اس کے دور رس اثرات و ثمرات نے مسلمانوں کے ذہن و فکر اور طرز احساس و عمل کو بھی متاثر کیا۔ اس کا عملی فائدہ یہ ہوا کہ عام مسلمان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا مذہب بن گیا۔

مذہب کی اس مضبوط گرفت کے اثرات اس دور کے ادب پر بھی محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ نظم انسان کو فطری طور پر مرغوب ہے اور اس صورت میں ہربات بخوبی دل نشین ہو جاتی ہے۔ عبدالقادر سروری نے بھی اس بات کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے: "ابتدائی اردو کارنامے زیادہ تر مذہبی نوعیت رکھتے ہیں اور ابتدائی اہل قلم عموماً مذہبی علماء اور صوفی ہیں۔" (۲۵۶) مثنوی' طویل بیان کے لئے موثر ذریعہ اظہار ہے اس لئے مثنوی اس دور کی مقبول صنف سخن تھی۔ مذہب کی ترویج و تبلیغ اور سیرت کے جملہ مضامین کے بیان کے لئے مثنوی نگاری کو فروغ حاصل ہوا۔ اس مذہبی نوعیت کی مثنوی نگاری کے پس منظر میں شفاعت و برکت طلبی کا جذبہ میلاد نگاری کا محرک بنا۔

دکنی میلاد ناموں کا اسلوب سراسر مجلسی ہے۔ صوفیاء کرام نے عوامی زبان کو میلاد ناموں' معراج ناموں' نور ناموں' شمائل ناموں' مبشرات ناموں اور وفات ناموں میں سب سے پہلے اختیار کیا جس کا عوام سے براہ راست تعلق تھا۔ ان مشائخ اور بزرگان دین نے جنوبی ہند میں سیرت مبارکہ اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کا عزم کر رکھا تھا۔ ان کی تقلید سلاطین و امراء اور شعراء نے کی۔ اس روش کی وجہ سے یہ زبان ایک اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ ذریعہ اظہار ثابت ہوئی۔ اس میں دینی ادب تخلیق ہوا۔ اس لحاظ سے میلاد نامے دکن کی تبلیغی مہم کا عظیم کارنامہ ہیں۔

اس دینی ادب پر مقامی تہذیب و تمدن' سماجی و معاشرتی ماحول' اور ہندی دیو مالا و اصنام پرستی کے اثرات پڑے۔ نبی کریمؐ کے معجزات و معراج کے بیان میں غیر مستند روایات اور واقعات بیان کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔ مثال کے طور پر معراج النبیؐ کے حوالے سے براق کا سراپا' اس کی رفتار' فرشتوں کا استقبال' حوروں کا منتظر رہنا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا' ایسے عنوانات میں فرضی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور نبی کریمؐ اور خدا تعالیٰ کی ملاقات اور گفتگو کے متعلق تو بہت زیادہ تخیلاتی فضا قائم کی گئی ہے۔ اسی ذمرے میں جنوبی ہند کی شاعری اور اس پر علاقائی اثرات کے اثر و نفوذ کو بیان کرتے ہوئے' ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"ان شعراء کے نزدیک رسالت کا سارا کمال بس وہی معجزے ہیں جن میں خوارق عادت قصے عقل کو حیران کر دیتے ہیں اور یہی حیرانی سننے والوں سے ان کے عجز کا اعتراف کرا کے رسول کریمؐ کی برتری کو تسلیم کرنے پر انہیں مجبور کر دیتی ہے۔ چنانچہ مولود ناموں سے بھی سیرت کے اس پہلو کو پیش کرنے میں سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ دراصل ہندوستانی مذہب کی صنم پرستی انسان پر دیوتاؤں کی عظمت طاری کرنے کے لئے ان کے محیرالعقول فوق العادت قوت کے قصے سنا کر ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ نبی کریمؐ کی عظمت کو ہندوستانی فہم کے سامنے پیش کرنے کے لئے یہی راستہ اختیار کیا گیا۔ جس میں نیک نیتی کو دخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہندوستان کی روایات اور اس کے قائم کردہ ماحول اور ذہنیت کے لئے یہی ایک طریقہ کارگر ہو سکتا تھا۔ اس لحاظ سے معجزوں کو نظم کرنے میں مصلحت اور ماحول کا تقاضا دونوں کام کر رہے تھے۔ معجزات پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اکثر غلط روایات نے اس میں جگہ پائی اور تواتر کے ساتھ پہنچ کر عقیدے کا جزو بن گئے۔ دوسرے اصل سیرت رسول سے توجہ ہٹ گئی اور عقائد کی کمزوری نے زندگی کو صحیح عمل سے اپاہج بنا دیا۔"(۲۵۷)

ابتدائی دور کے دکنی شعراء نے مقامی معاشرتی و تہذیبی ڈھانچے میں پھیلے ہوئے ہندی راگ' راگنیوں اور گیتوں کو مدنظر رکھ کر ہندی گیتوں کے اوزان و بحور اور اسلوب و انداز میں جکریاں' دوہرے اور گیت لکھے۔ مجلسی تقاضوں کے تحت ان جکریوں اور دوہروں نے بھی دینی جذبات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

مذہبی تقریبات اور دیگر نجی تقریبات میں بار بار پڑھے جانے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے زبان کی سلاست و روانی اور ترنم و موسیقیت کو مدنظر رکھا۔ دراصل عربی زبان و ادب کے اصناف' موضوعات' اسالیب' اوزان و بحور اور نظام عروض کی فارسی شاعری نے تقلید کی ہے۔ فارسی واحد علمی و ادبی زبان تھی جو تہذیبی و سماجی سطح پر برصغیر کے تہذیبی مزاج کا حصہ بن چکی تھی اور سلاطین دہلی سے لے کر اٹھارویں صدی تک درباری و سرکاری زبان تھی۔ فارسی زبان و ادب کے اثرات اردو پر بھی پڑے۔ ان اثرات کو

اردو نے جذب کر کے اس جیسے اثرات بھی مرتب کئے اور ساتھ ساتھ اس سے الگ اور ممتاز بھی نظر آنے لگی اور بقول ڈاکٹر جمیل جالبی "فارسی زبان و ادب کے اثرات قبول کرنے کے نتیجے میں اردو زبان و ادب نے بہت کم عرصے میں خود کو دریافت کر لیا اور اس کا دریا فارسی کے سرچشمے سے فیض یاب ہو کر پاٹ دار ہو گیا۔" (۲۵۸) فارسی سے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے وغیرہ اردو میں منتقل ہونے لگے۔ شاعروں کی نظریں فارسی کی اس قسم کی تصانیف پر پڑنے لگیں۔ ان تراجم کے ذریعے دکنی تہذیب و ادب کو نیا نکھار اور شگفتگی و رعنائی عطا ہوئی۔

دکنی میلاد نگاروں نے فارسی تراکیب و محاورات کو اردو میں منتقل کر کے خیالات کے اظہار کے لئے وسعت کا سامان پیدا کیا۔ صوفیاء نے خالص ہندی اور مقامی رنگ میں فارسی کا رنگ شامل کر کے ہندی شاعری اور موسیقی کی ترقی کے نئے امکانات روشن کر دیئے۔ نثری اور منظوم رسائل میں عربی، فارسی الفاظ، دینی اصطلاحات اور آیات و احادیث، فارسی کے فقرات، اشعار کے مصرعے، شعر اور ان کے تراجم و شروح نے قدیم اردو زبان کو آگے بڑھنے میں مدد دی۔ اس لحاظ سے اس کو میلاد نگاروں کا دینی و لسانی کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

مثنوی کی ہیئت کے علاوہ اس دور میں شاعری کی اپنی ایک الگ اہمیت و حیثیت قائم ہو گئی اور اس میں دوسری اصناف سخن کو بھی میلادیہ منظومات کے بیان کے لئے استعمال کیا گیا۔ قطعات، رباعیات، مخمس اور مسدس وغیرہ کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ موضوعاتی اصناف کے لحاظ سے نبی کریم کی رضاعت کے ایام میں لوریاں اور معراج پر تشریف لے جانے سے پہلے سہرے بھی لکھے گئے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں احساس و جذبہ، تخیل و بلند پروازی، اور محاکات و شعریت کی اہمیت مسلم ہو گئی تھی۔ اس طرح دکنی دور اردو زبان و ادب کے ارتقاء کا سامان پیدا نہ کرتا تو نظم و نثر میں فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجات تک رسائی دشوار ہو جاتی۔

دکنی دور کی ان مثنویوں کی زبان میں مقامی الفاظ و تراکیب کی بھی بھرمار ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات ان کی زبان دقیق اور ناقابل فہم ہو جاتی ہے۔ یہ زبان کا عبوری دور تھا۔ اس دور کی زبان کی ان مشکلات پر تبصرہ کرتے ہوئے، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

> "دکنی شاعری میں عموماً قافیہ ردیف کا نظام بہت ڈھیلا ہے۔ وزن کی مراعات اور آہنگ کا صحیح احساس دکن کی مثنوی میں کچھ زیادہ نہیں۔ قافیہ بندی میں بڑی کھینچ تان پائی جاتی ہے۔ اشعار میں ناتراشیدہ الفاظ بے تکلف کھپا دیئے جاتے ہیں البتہ واقعہ نگاری کی طرف دکنی شاعروں کا خاص میلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بیانیہ نگاری کی اکثر اصناف نظم میں طبع آزمائی کی ہے اور یہ شغف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں کا شاعر اپنے گرد و پیش سے بیزار نہ تھا۔" (۲۵۹)

میلاد ناموں کی زبان و بیان پر دور عالمگیری میں سیاسی غلبے کے ساتھ دکن کی ادبی روایت شمال کی ادبی روایت بننے لگی۔ اس غیر معمولی امتزاج سے اور ان دو روایات کے مدغم ہونے سے اردو زبان نے ایک

معیاری روپ اور مشترک روایت کو جنم دیا۔ ان علاقوں کے اثرات ایک جگہ سے دوسری جگہ پر تیزی سے اثر انداز ہونے لگے۔ پنجاب، سندھ، یو۔ پی، گجرات، دکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور برعظیم کے دیگر علاقوں میں بھی اسے ادبی سطح پر معیار کی یکسانیت کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ مذہبی نظم و نثر کے دور رس اثرات کا یہی وہ لہجہ و آہنگ ہے جس نے زبان کی ترویج و تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

اورنگ زیب کے فوراً بعد معاشرہ انتشار کا شکار تھا۔ اس پر آشوب دور میں سکون کی تلاش میں عامۃ الناس نے تصوف کی چھتری کے نیچے آ کھڑا ہونے میں عافیت جانی اور مذہبی رسومات نذر، نیاز اور دیگر مجالس و تقاریب نے حقیقی مذہب کی جگہ لے لی۔ اس دور کی منظومات میں عام طور پر کوئی گہرا روحانی تجربہ شامل نہیں، ان روایات کے بیان سے سننے والوں کو قلبی طمانیت اور آسودگی سے بہرہ ور کرنا تھا۔ گیارہویں صدی ہجری کے اختتام تک اردو زبان اتنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کا نیا معیار اسلوب ریختہ کے نام سے سارے برعظیم کے لئے جدید معیار سخن بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "گیارہویں صدی ہجری کا محاورہ مقامی زبان اور رنگ و اثر کا حامل تھا لیکن بارہویں صدی ہجری کا وسط قدیم اردو ادب کی حد فاصل ہے۔ اب قدیم محاورے کی جگہ وہ جدید محاورہ زبان لے لیتا ہے۔ "جو ریختہ کے نام سے علاقائی سطحوں سے اٹھ کر ہمہ گیر سطح پر سارے برعظیم کے لئے قابل قبول بن جاتا ہے۔"(۳۶۰)

مولود ناموں کو پڑھنے کے لئے مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا۔ ان میں حسب توفیق اور بلحاظ موسم مشروبات، شیرینی اور دعوت طعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔ کوئی دیرینہ آرزو یا منت پوری ہونے پر میلاد اور بیان معراج کی محفلیں مانی جاتیں۔ دکنی کلچر کے حوالے سے نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ "شادی بیاہ کے دنوں میں بعض گھرانوں میں مولود شریف پڑھایا جاتا اور پھر اس سے شادی کی تقریب کا آغاز ہوتا۔"(۳۶۱) اس کے علاوہ بھی خوشی و مسرت کے مواقع پر مولود شریف پڑھایا جاتا ان دینی مثنویوں کے اثرات تمدن اور کلچر پر بھی پڑے اور انہی معاشرتی و سماجی اقدار کی وجہ سے میلاد نگاروں کے ذوق و شوق اور اظہار عقیدت میں بھی پختگی آ گئی اور میلاد ناموں کا باقاعدہ ایک جداگانہ صنف کی حیثیت سے جنوبی ہند سے آغاز ہوا۔ ان میں ولادت، معراج اور وفات رسول کے مضامین کے بیان پر زور دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے اس دور کی نظم و نثر میں مذہبی روایات اور موضوعات کی تکرار ملتی ہے۔ جدت طرازی کا حوصلہ مفقود ہے۔ مذہبی رنگ کا کلیتہً غلبہ ہے۔

مذہب اردو زبان کے ابتدائی دور میں نظم و نثر کے کارناموں کا سہارا بن گیا جس سے بالواسطہ طور پر زبان و ادب کو فروغ حاصل ہوا، اس سے ابتدائی سرمایہ بھی محفوظ ہو گیا اور زبان کے ارتقائی دور میں اسے دوسری ہندی زبانوں اور ان کے ادب سے ممیز کر کے عروج کی طرف لے گیا۔

چوتھا باب

شمالی ہند میں میلاد ناموں کی روایت کا جائزہ / ارتقاء

شمالی ہند میں میلاد ناموں کی روایت کا جائزہ ر ارتقاء

- سیاسی اور تہذیبی پس منظر۔
- اسمٰعیل امروہوی ر فقیر ر مراد نابینا ر محمد کریم اللہ ر محبوب عالم ر محمد حامد ر محمد عبدالجلیل ر حافظ عزیز احمد ر قاسم مہری ر کبیر خان افغان ر امام بخش عاصی ر مکرم علی ر مولوی منصور علی ر منشی محمد عبدالرحمٰن ر محمد غوث ر نواب علی محمد خاں فاروقی ر عبدالمجید قادری ر معصوم علی بیدار ر شاہ رفیع الدین دہلوی ر میر قدرت اللہ خاں قاسم ر مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی ر قاضی عبدالغفور ر مولوی احمد یار خاں رامپوری ر الطاف ر کرامت علی شہیدی ر شاہ روف احمد رافت ر مرزا حسن علی ر مولوی محمد عباس ر سید منیر الدین نقشبندی ر محمد فاضل ر امام بخش ناسخ ر سید ہدایت علی ر حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری ر مولوی خیرالدین گوپاموی ر سر سید احمد خاں ر غلام امام شہید ر میر مظفر حسین ضمیر ر مولوی محمد حیات ر محمد کفایت علی کافی مراد آبادی ر سید فضل علی ر محمد علی خاں لطف بریلوی ر سید اسماعیل حسین منیر ر مولوی سید احمد مشتاق ر محمد علی ر محمد حسین ر شاہ احمد سعید مجددی ر حافظ عظمت علی ر قلندر علی حسن بخش کاکوروی ر مولانا آل حسن موہانی ر امیر مینائی ر سید محمد محسن کاکوروی۔
- شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

سیاسی اور تہذیبی پس منظر

شمالی ہند میں اردو زبان و ادب کی ترویج اور فروغ کے جائزہ سے پہلے اس دور کے مخصوص سیاسی اور تہذیبی و تمدنی اثرات کو جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی جھلک میلاد ناموں میں نظر آتی ہے۔

سلطنت مغلیہ کا اقتدار برصغیر ہند و پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت کا نقطہ عروج تھا۔ اس کے بعد زوال اور انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا۔ اورنگ زیب عالم گیر کی اپنی زندگی سیاسی بغاوتوں اور خاندانی مسائل کو سلجھانے میں گذری۔ بدقسمتی سے انھیں تاج و تخت کے مدبر و زیرک وارث میسر نہ آئے اور ان کی وفات کے بعد تخت نشینی کی خوں ریز جنگوں' بغاوتوں' شورشوں اور بیرونی حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی عہد سے سیاسی اور تہذیبی زوال کی ابتداء ہوئی۔

محمد شاہ کے دور حکومت ۱۷۱۹ء تا ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ ۱۷۳۷ء میں محمد شاہ کی فوج کو شکست دے کر دلی میں داخل ہوا۔ اس کی فوج نے جو قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا' اس کی مثال دلی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نادری حملے سے ۱۸۵۷ء تک قریباً ایک سو بیس سال تک کی داستان دہلی کے اجڑنے کی داستان ہے۔

مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ اس عظیم سلطنت کے بڑے بڑے صوبے خود مختار ہو گئے۔ ان صوبوں میں اہم ترین اودھ تھا۔ اودھ میں پانچ سرکاریں یعنی اودھ، گورکھپور، بہرائچ، لکھنؤ اور خیر آباد شامل تھیں۔ اودھ کی حکومت قریباً سوا سو سال قائم رہی۔ نوابان اودھ میں سعادت خاں (۱۷۲۰ تا ۱۷۳۹ء)، ابو المنصور خاں (۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۳ء)، شجاع الدولہ (۱۷۵۳ء تا ۱۷۷۵ء)، وزیر علی (۱۷۹۸ء میں چار ماہ)، سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۳ء)، غازی الدین حیدر (۱۸۱۳ء تا ۱۸۲۷ء)، نصیر الدین حیدر (۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۷ء)، محمد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۲ء)، امجد علی شاہ (۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۷ء) اور واجد علی شاہ (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) حکمران رہے۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد اودھ کو سلطنت برطانیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

آصف الدولہ کے عہد حکومت میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوا۔ آصف الدولہ عیش و طرب میں مشغول تھا اور اس نے اپنے خزانوں کا منہ کھول رکھا تھا۔ چنانچہ دہلی کے انتشار، درانیوں اور ابدالیوں کے خونریز حملوں، جاٹوں، روہیلوں اور مرہٹوں کی ریشہ دوانیوں سے خستہ حال عوام اور پریشان خواص لکھنؤ کا رخ کرنے لگے۔

شمالی ہند (دہلی، صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ) میں مغل سلطنت کے زوال کے بعد اردو ادب کی طرف میلان کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے جب پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں تو اس زمانے سے اردو زبان کا ابتدائی خاکہ تیار ہو چکا تھا۔

مغلوں کے زوال کے ساتھ ہی معاشرے میں فارسی کی گرفت کمزور پڑنے لگی۔ جس زمانے میں شاہی، دفتری اور کتابی زبان فارسی تھی، اس وقت بھی رعایا کی زبان عام طور پر اردو تھی۔ اب محمد شاہی دور میں فارسی زبان و ادب کے خلاف ردعمل فروغ پانے لگا۔ مرکزی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ مغلوں کی اس کمزوری کا سیاسی مفاد انگریزوں نے اٹھایا لیکن فارسی کی جگہ اردو پروان چڑھنے لگی۔ ۱۸۳۵ء میں عدالتوں سے فارسی زبان خارج کر دی گئی۔ اب اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا کام روز افزوں ترقی کی منازل طے کرنے لگا اور کچھ ہی عرصے میں اردو نظم و نثر میں ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔

علماء اور صوفیاء نے مذہب کی ترویج و تبلیغ کو مد نظر رکھ کر بے شمار تراجم کیے اور بہت سی مستقل تصانیف بھی معرض وجود میں آئیں، اس دور تالیف میں تراجم کی کثرت اور ان پر تراجم کی چھاپ محسوس ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ تصانیف میں سلاست و روانی اور شگفتگی و دل آویزی و دیگر محاسن نظر آنے لگے۔

اٹھارویں صدی کے ہندوستان گیر سیاسی انتشار اور اقتصادی عدم استحکام کے اثرات اودھ پر بھی پڑے۔ اس دور کی خانہ جنگی، بد نظمی اور ثقافتی انجماد کی فضا پر افسردگی کی گہری چھاپ تھی۔ اس منجمد ثقافت میں زندگی کا حرکی (Dynamic) تصور ختم ہو گیا تھا اور ساری توجہات ایسی سرگرمیوں پر مرکوز ہو گئی تھیں جو انسانی شریانوں میں لہو کو یخ بستہ کر دینے والی تھیں۔ نمود و نمائش اور آرائش و زیبائش کا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ جلال کو جمال پر اور استحکام و پائیداری کو نزاکت و نفاست پر قربان کر دیا گیا تھا۔ لباس نرم و نازک اور ہلکے پھلکے، وضع قطع دلبرانہ، زبان و لہجہ نرم و شیریں اور خورد و نوش میں لطافت و چٹخارہ

غرض اس تمدن میں تصنع ہر طرح غالب آ چکا تھا۔ طاقت و غلبہ کا تصور اس معاشرہ سے رخصت ہو چکا تھا۔
تصوف میں کم سواد صوفیوں نے لوگوں کو غلط راستوں پر گامزن کر دیا جس کے اثرات سے تمدن و تہذیب میں مذموم افعال کی بنیاد پڑ گئی۔
نورالحسن ہاشمی رقمطراز ہیں:

"کم سواد صوفیوں کو حقیقت کی تلاش میں مجاز ملا۔ یہ لوگ مجاز میں الجھ کر اس کو حقیقت سمجھتے رہے۔ اس طور پر ظاہر یا مظہر پر زیادہ زور دیا جانے لگا اور حقیقت یا حق معدوم ہو گیا۔ اس ظاہر پرستی نے ہر چیز پر ظاہر پرستی کا رنگ چڑھا دیا۔ عقائد' رسوم' مذہب' معاشرت اور معیشت سب پر مصنوعی و رسمی جذبات کا رنگ غالب آ گیا"(۱)

اس حقیقت کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ دربار کے حلقہ اثر سے دور خدا رسیدہ لوگوں' علماء اور صوفیا کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جو حق و راستی پر قائم تھا۔ اس قسم کے صوفیاء کے بارے میں ڈاکٹر سید عبدالباری لکھتے ہیں:

"لکھنؤ' خیر آباد' کاکوری' اردولی' بہرائچ' سندیلہ' دیوہ' سلون' کچھوچھہ میں ایسے فقراء اور صوفیا بھی موجود تھے جو مکر و ریا کا دام تزویر بچھانے کے بجائے شریعت کے اوامر و نواہی کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ اور ان کے طفیل عوام کا ایک بڑا طبقہ اودھ کے امراء و سربرآوردہ طبقہ کی ساری عیاشیوں اور رنگینیوں کے باوجود حق و راستی پر قائم تھا۔"(۲)

شیعہ علماء نوابین و بادشاہان اودھ کے عہد میں عوام سے شریعت پر عمل کرانے اور امراء و حکمرانوں کو اس کا پابند بنانے میں اپنی بے بسی محسوس کرتے ہوئے اس ذمہ داری سے کنارہ کش ہو گئے اور تبلیغ و تلقین کی کوئی مہم نہ چلا سکے۔

اودھ کے سنی عوام کو مزارات سے بڑی عقیدت تھی۔ نذر نیاز' اور تعویز' گنڈے' گھر گھر میں رواج پا چکے تھے۔ شیعوں نے پورے مذہب اور اس کے تقاضوں کو عزاداری کے مراسم کے دائرہ میں محدود کر دیا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ مراسم اس عہد میں فروغ مذہب سے زیادہ تہذیب و تمدن میں شامل ہو گئے تھے۔

اودھ کے اس معاشرے میں ہزار خرابیوں کے باوجود ہر شخص خدا پرست تھا۔ وہ عملاً عیش پسند ضرور تھا اور زندگی کی رنگینیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ ثواب کمانے کے آسان نسخے بھی تلاش کرتا تھا۔

اس مخصوص تہذیبی و تمدنی صورت حال میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور معاشرتی و سیاسی زوال کی جھلک اس دور کے ادب میں بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ اس دور کے صوفیاء اور علماء نے طالبان حق کو مذہب کے بنیادی اصول بتا کر خدا کی طرف راغب کرنا تھا۔ ان کی کوششوں کا مقصد نظم و نثر کی ترویج کی بجائے تبلیغ دین تھا۔ اس وقت ان اکابرین ملت نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جبکہ اس زبان کے قواعد و ضوابط بھی مرتب نہ ہوئے تھے۔ عربی فارسی جیسی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مذہبی موضوعات کو اس

نئی زبان میں منتقل کرنا بڑا دشوار مرحلہ تھا مگر ان صوفیاء اور بزرگان دین نے اپنی فکری استعداد سے اسے نئے محاورات' نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کر دیا۔ اس لحاظ سے صوفیاء اور علمائے کرام کی جماعت اردو زبان کی سب سے بڑی محسن ہے۔ اور انہی لوگوں نے مذہبی اور دینی موضوعات بیان کرکے اسے نئے اسلوب سے روشناس کیا۔ ان کے نزدیک ادبیت یا شاعری مقصود بالذات نہیں بلکہ ان ہیئتی اور لسانی رویوں کی ثانوی حیثیت ہے۔ صوفیاء اور بزرگان دین کی ان مذہبی مثنویوں میں غزل' دوہے اور گیت بھی موجود ہیں اور اسلوب کے لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔

دکنی دور میں بیشتر میلاد نامے منظوم ہیں۔ اب اس دور میں نظم و نثر میں ملے جلے انداز سے لکھنے کا رواج ہو گیا گو نثری میلاد ناموں میں بھی مجلسی تقاضوں کے باعث جا بجا شعری ٹکڑے ملتے ہیں۔

اسمٰعیل امروہوی (بحدود ۱۶۴۴ء - ۱۷۱۱ء)

اسمٰعیل امروہوی کی مثنویوں کے موضوعات مذہب سے متعلق ہیں۔ اور ان کی غرض و غایت مجلسی انداز میں معاشرے کو دین اسلام اور شخصیات سے روشناس کرانا ہے۔ ان کی ایک مثنوی معجزہ انار کا نجیب اشرف ندوی نے سراغ لگایا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۷۰۸ء ہے۔ اس مثنوی میں مذہب اسلام اور نبی کریمؐ کی فضیلت ایک واقعہ کے ذریعہ بیان کی گئی ہے۔ مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

الٰہی تو داتا ہے ہر کاج کا
سر انجام دیتا ہے محتاج کا
ہر ایک آرزو کی پوراتا ہے آس
کبیراں' صغیراں' فقیراں' ہراس
تو قہار' غفار' ہر ایک اوپر
تری صنعتاں کا کسے کیا خبر
(۳)

اس مثنوی کے کل ۱۳۸ ابیات ہیں۔ اس مختصر سی مثنوی سے مصنف کے عقائد پر بھی روشنی پڑتی ہے:

اول کچھ نہ تھا جد نبی جو کئے
نبوت کا چھتر او نو سر دیئے
چاروں یاران کے جو ہیں ہم کلام
خدا نے بڑائی دیا ہے مدام
ابوبکرؓ صاحب عمرؓ خاص نام
و عثمانؓ علیؓ یار دوجے تمام
(۴)

شمالی ہند کی مثنویوں کے اختصار کی وجہ ان کا طبع زاد ہونا ہے اور ان کی زبان کی صفائی سلاست اور روانی سب سے بڑی خوبی ہے۔ دکنی مثنویوں کی زبان صاف نہیں۔ شمالی ہند میں موضوع پر اسلوب کی نسبت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ دراصل شمالی ہند کی تہذیب اور کلچر پر مغل حکمرانوں کے اثرات پڑے جس سے شمالی ہند کے عوام مغلوں کی ایرانی تہذیب میں رنگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دکنی اور شمال کی زبان دورِ عالمگیر میں سیاسی غلبے کی وجہ سے ایک ہی زبان کے دو روپ نظر آتے ہیں۔ اس ادبی روایت اور امتزاج کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

> "زبان و ادب کی ان دو روایات کے ملنے سے سارے برِ عظیم میں اردو زبان کا ایک معیاری روپ اور مشترک روایت وجود میں آ گئی جسے پنجاب، سندھ، یو۔ پی، گجرات، دکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور برِ عظیم کے دوسرے علاقوں میں، ادبی سطح پر یکساں معیار کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ شمال اور دکن کے ایک ہو جانے کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ ان دونوں خطوں میں آرجار بڑھ گئی۔"(۵)

اس لحاظ سے اسماعیل کی مثنوی سے ان مشترک روایات کے تیزی سے پھیلنے کی بھرپور نشان دہی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس مثنوی معجزہ انار کی صداقت کا تعلق ہے، اس میں جس معجزہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کا ذکر سیرت و احادیث نبویؐ میں کہیں نہیں ملتا۔

فقیر

فقیر کا نور نامہ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء کی تصنیف ہے۔(۶) اس کی قدامت کی بناء پر اسے اردو کے ابتدائی نور ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نور ناموں میں نور محمدیؐ کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں بھی تخلیق نور محمدیؐ سے لے کر آپؐ کی ولادت مقدسہ تک کے احوال کا بیان ہے۔

مراد نابینا

مراد نابینا کا نور نامہ اردو کے ابتدائی دور کے نور ناموں میں شامل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء ہے۔ اس کے مصنف کا نام حافظ محمود شیرانی نے فقیر بتایا ہے۔ دراصل حافظ محمود شیرانی کے مدنظر وہ نور نامہ ہے جو پنجاب میں مختلف ناشروں کی طرف سے بار بار چھپتا رہا ہے اور اس کے بیسویں شعر میں شاعر نے اپنے آپ کو فقیر کہہ کر خطاب کیا ہے۔(۷) لیکن حقیقت میں یہ نور نامہ مراد نابینا کا لکھا ہوا ہے۔ اس نور نامہ میں شاعر نے تخلص یا نام دو جگہ استعمال کیا ہے۔(۸) اس میں نور محمدیؐ اور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا بیان ہے اور یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

محمد کریم اللہ

محمد کریم اللہ کے میلاد نامے کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ولادت نبویؐ اور معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے اور خط نستعلیق میں ہر صفحہ پر ۱۷ سے ۱۹ سطریں ہیں۔ اس

کے آخر میں عربی مناجات ہے۔

"اس کی ابتداء: "سب تعریفیں اوس جناب کو لائق ہیں کہ جس نے پیدا کیا آسمان و زمین۔"(۹)

اور اختتام: "اس مولف کی کہ نام اوس کا محمد کریم اللہ ہے اور کسی کو کہ جو مجلس مولود کرے اور اس کے تئیں کہ جو عاشق نام رسول کے ہوئے۔"(۱۰) کی عبارت پر ہوتا ہے۔

محبوب عالم

محبوب عالم عرف شیخ جیون' سید میراں بھیک چشتی (م ۱۷۱۸ء) کے مرید تھے۔(۱۱) قصبہ جھجھر کے باشندے تھے' جو علاقہ ہریانہ کا ایک قدیم اور مشہور قصبہ ہے۔ محبوب عالم ایک مذہبی عالم تھے۔ ان کی مذہبی تصانیف درد نامہ' محشر نامہ اور مسائل ہندی کے مخطوطات افسر امروہوی کے پاس تھے۔ درد نامہ کے مخطوطات برصغیر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔(۱۲) عبدالقادر سروری نے تفصیلی فہرست(۱۳) اردو مخطوطات حیدر آباد دکن اور نصیرالدین ہاشمی نے فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (دکن) میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے ایک مضمون بہ عنوان "ہریانی اردو کا ایک اور نمونہ" میں درد نامہ اور محشر نامہ کا تعارف کرایا ہے۔ اور ان میں سے اقتباسات بھی نمونے کے طور پر دیئے ہیں۔(۱۴)

محبوب عالم کے تمام رسائل کا موضوع مذہبیات ہے۔ ان میں سے درد نامہ کی حیثیت اس لئے منفرد ہے کہ اس میں نبی کریمؐ کی رحلت پر حضرت عائشہ صدیقہؓ' حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کبارؓ کی زبان سے کہے گئے ہیں جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ ہے۔ اس میں حضورؐ کی حیات طیبہ کے متعلق کئی سوقیے ہیں۔ اور خاص طور پر بعثت سے وفات تک کے حالات نظم کئے گئے ہیں۔ وفات کا عنوان آخری عنوانات ہیں۔ اردو نظم و نثر میں کئی مستقل وفات نامے لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ درد نامہ الگ معنوی اور صوری حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے غم کا اظہار کرنے کی نوعیت پہلے انفرادی اور شخصی مرثیوں کی سی ہے' جو حضرت امام حسینؓ اور ان کے رفقاء کے مصائب کے بیان میں لکھے گئے۔ یہاں غم ناموں' شہادت ناموں اور مرثیوں سے منفرد حیثیت ہے اور ان کی ہیئت غزل کی ہے لیکن قافیہ بندی معمول کے مطابق نہیں۔

سکھ چین کے گھر سوتی لاگا کلیجے تیر اب
دکھ نین بھر بھر روتی بھاری پڑی ہے بیڑ اب

یہ شعر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دھن مبارک سے ادا کئے ہوئے سات شعری مرثیہ میں سے ہے' اس میں اصلاحی مرثیوں کا سا اثر اور سوز موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی زبان مبارک سے نکلے

ہوئے مرثیہ کے بھی سات شعر ہیں۔ درد نامہ کے متن کے اشعار اس قسم کے ہیں:

محمد کا میں درد نامہ لکھا
اس درد ماں جیو جا ما دیا
ہوئے دو دکھ نبی پر قریشیوں کے ہاتھ
دو دوکھ لکھے ہیں، نہیں اور بات

درد نامہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں بقول حافظ محمود خان شیرانی پونے تین ہزار کے قریب اشعار ہیں(۱۵) جبکہ نصیرالدین ہاشمی نے درد نامہ کے اشعار کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار لکھی ہے۔(۱۶)

درد نامہ میں روانی اور قوت کا اظہار موجود ہے۔ جس کا اندازہ ان تین اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔

الٰہی تکبر خودی کھینچ لے
مسلمانی محبوب عالم کوں دے
کہے عشق سوں نعت احمد رسول
دو عالم ہو جائے مقبول پھول
پہل بات حضرت کے دکھ کی لکھے
پھر فوت نامہ نبی کا لکھے
(۱۷)

ان کی دیگر تصانیف میں محشر نامہ کی زبان قدیم ہے۔ مسائل ہندی کی زبان قدرے صاف ہے اور درد نامہ کی زبان اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ اور اب یہ ہندوی بولی مسلمانوں کو راہ یقین دکھا رہی ہے۔ درد نامہ کا اختتام ان اشعار پر ہوا ہے:

کہاں ناتو محبوب عالم مجھے
اسی ناتو کی اب شرم ہے مجھے
رکھ اب دین اپنی ماں ثابت قدم
کروں یاد تیری پڑا دم بہ دم
تیرے نام اوپر کروں میں تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
(۱۸)

اس درد نامہ کا سال تصنیف ۱۵۱ھ ر ۱۸۳۵ء ہے۔(۱۹) اس وجہ سے زبان رائج الوقت اردو سے بہت مختلف نظر آتی ہے لیکن جب یہ درد نامہ لکھا گیا اس وقت اس کی اور دہلی کی زبان میں بہت کم فرق ہو گا۔ اور مختلف لسانی اثرات قبول کر کے فارسی کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اظہار و بیان کا وہ معیار ابھی اردو کو نصیب نہیں ہوا جو فارسی کو حاصل ہے۔

محمد حامد (م ۱۸۰۲ء)

محمد حامد کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۰۰ھ کا درمیانی عرصہ ہے۔ اس مخطوطہ کا سنہ کتابت ۱۲۸۲ھ درج ہے۔ مصنف نے آخری بیت میں اپنا نام نظم کیا ہے:

اے حامد توں کر نور نامہ ختم
بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۰)

نور نامہ خط ثلث میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ان میں فعل کو فاعل کے ساتھ جمع لکھا گیا ہے۔ مثلاً

کہا تب نبی یوں علیہ السلام
وہ کیا تھیاں نشانیاں کہو سب تمام (۲۱)

ہوئے عالماں عابداں عارفاں
فقیراں انے صالحاں حافظاں
(۲۲)

انے بہ معنی اور استعمال کیا گیا ہے۔ کتابت میں بعض غلطیاں بھی ہیں۔ ایک موقع پر ارض و سما کا املا عرض و سما کیا گیا ہے۔ اور واسطے کو واستے لکھا گیا ہے۔

محمد نبی سرور انبیاء
اسی واستے جملہ عالم کیا
(۲۳)

اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

قبر یاالٰہی مری نور کر
جتنے ہیں عذاباں سے دور کر
سبھی مومن مسلمان جتنے ہیں تمام
گنہ بخش ان کے سبھی خاص و عام
اے حامد توں کر نورنامہ ختم
بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۴)

ترقیمہ نہیں ہے۔ نور نامہ کے اختتام پر کاتب نے ایک اور مثنوی شروع کی تھی جس کے صرف ۸۔

ابیات لکھے ہوئے ہیں اور یہ حمد سے متعلق ہیں۔

محمد عبدالجلیل

محمد عبدالجلیل بن عبدالمجیب موضع بچلا پرگنہ ملبا کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ "احیا القلوب فی مولد المحبوب" اس دور کی یادگار تالیف ہے، جب اردو زبان ہندی کہلاتی تھی۔ انھوں نے تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اکثر مسلمان بھائی دیندار کہا کرتے تھے کہ احوال تولد اور معجزات اور معراج اور وفات آنحضرتؐ زبان ہندی سلیس میں بیان ہوئے تو مسلمان کو حالات آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت ہونے سے ذوق و شوق دل میں پیدا ہوا اور بخوبی پیروی سنت رسول کی کیا کریں اور بدعتوں سے باز رہیں۔" (۲۵)

چنانچہ اس میلاد نامے میں 'سبھوں' ہوے' ہو جیو' ہووے وغیرہ زبان استعمال ہوئی ہے۔ بیانات مفصل اور طویل ہیں۔ معجزات کے واقعات حضورؐ کی ولادت سے وفات کے درمیانی عرصے پر محیط ہیں۔ روایات عام قسم کی بیان کی گئی ہیں۔ اس میں نسب نامہ آنحضرتؐ، نسب نامہ والدہ آنحضرتؐ، اسماء النبی کریمؐ، فضیلت رسالتمآبؐ، ذکر ولادت نبی کریمؐ، ذکر شق صدر، ذکر نظافت لباس و عادات، سفر آنحضرتؐ، ازواج آنحضرتؐ، ذکر اولاد امجاد، ذکر نزول وحی، ذکر ایمان حضرت عمرؓ، ذکر معراج النبیؐ، صفت براق آنحضرتؐ، ذکر معجزات آنحضرتؐ، ہجرت، غزوات، فضائل حضرت عائشہؓ، حجۃ الوداع اور ذکر وفات شریف کے عنوانات ہیں۔

مطبع قیومی کانپور کے مطبوعہ نسخہ کے ۱۲۹ صفحات ہیں، سال تصنیف یا اشاعت درج نہیں ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مدراس سے ۱۲۱۷ھ میں چھپا۔ (۲۶) اس کا ایک اور نسخہ مطبع محمدی بمبئی سے ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں چھپا۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔

حافظ عزیز احمد

حافظ عزیز احمد کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں زیر نمبر ۱۳۵۷۔ P.U.L. دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں ورق نمبر ۱۳ تا ۲۳ موجود ہے۔ اس کے کل ابیات کی تعداد ۱۹۵ ہے۔ اپنے نام کے بارے میں شاعر نے درج ذیل اشعار میں صراحت کی ہے:

الٰہی تو رکھنا مجھے باتمیز
دعا مانگی تجھ سے یہ حافظ عزیز

ہماری نبی ہیں شفیع الامم
یہ وفات نامہ کیا ہی ختم

جو کوئی پڑھی گا سنے گا مدام
اوسی آنچ دوزخ کی مطلق حرام

(۲۷)

آپ کی بیماری کی حقیقت، حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت اور پھر نبی کریمؐ کی مسجد میں تشریف آوری کو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے:

کہو یاران سے یہ حقیقت تمام
جو صدیق کوں اب کرو تم امام

ادا کر نمازان آو مجھ کنین
کہو تم اذان جا کی مسجد منین

بلاول نمین مسجد میں آوی خبر
تمامی حقیقت کہی سربسر

ساری یا آ کر لگی رونی
وی آنسون سین سب مکھ لگی دھونے

جو صدیق روئے ہوئے بے قرار
اوٹھا کر نبی کوں لیا در کنار

ہوئی تپ کمی جب نبی کی وہاں
چلی آئی مسجد میں وہ بے گمان

(۲۸)

حافظ عزیز کے وفات نامہ کا مخطوطہ کہیں اور نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے اور قدامت کی وجہ سے اسے نادر و نایاب کہا جا سکتا ہے۔

قاسم مہری

قاضی قاسم بمبئی کے معروف "مہری" خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے قاضی یوسف مرگھے سے دوستانہ مراسم تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ "بیاض قاسم" کے نام سے ان کا شعری مجموعہ ہے، جس کا مخطوطہ کتب خانہ محمدیہ، بمبئی میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کی یادگار تصنیف منظوم میلاد نامہ "عروس المجالس" ہے۔ اس میں بارہ مجالس ہیں۔ انھیں ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک پڑھا جاتا تھا۔ ان کا یہ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ آج بھی بمبئی کے کئی گھرانوں میں پڑھا جاتا ہے۔(۲۹)

قاسم کی اس مثنوی میں اول حمد ہے، پھر نعت، اس کے بعد سبب تالیف بیان کیا گیا ہے کہ شعر و سخن ہی یادگار زمانہ رہتا ہے۔ اس لئے ایک کتاب مولود النبیؐ لکھنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت سے وفات تک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی بارہ مجالس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی مجلس میں ولادت مقدسہ کا بیان، دوسری مجلس میں آنحضرتؐ کے بچپن کے زمانے اور ایام طفولیت

کا ذکر ہے۔ یہ مجلس عہد شباب اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے نکاح پر ختم ہوتی ہے۔ تیسری مجلس میں بعثت اور نبوت کا تذکرہ ہے۔ چوتھی مجلس میں معراج کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں ہجرت سے پہلے کا ذکر ہے۔ چھٹی مجلس میں ہجرت کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں مدینہ کے واقعات اور جنگ بدر وغیرہ کا ذکر ہے مگر جنگ کے واقعات کو بڑے اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ آٹھویں مجلس میں جنگ احد اور جنگ خندق وغیرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ نویں مجلس میں اس کے بعد کے واقعات، خیبر کی جنگ وغیرہ کا ذکر ہے۔ دسویں مجلس اس مخطوطہ میں نہیں ہے۔ گیارھویں مجلس میں فتح مکہ کا ذکر ہے۔ بارھویں مجلس میں آنحضرتؐ کی رحلت کا ذکر ہے۔

عروس المجالس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ اس کے کل ۱۸۹۔ اوراق ہیں اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ اس کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کاغذ دبیز آسمانی رنگ کا ہے اور چمڑے کی جلد عمدہ اور خوبصورت ہے۔ معمولی آب رسیدہ و کرم خوردہ ہے۔ آخری آٹھ اوراق کی چٹ بندی اور حوضہ بندی کی گئی ہے۔ تحریر خط نسخ میں ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۰۹ھ ر ۱۷۹۴ء ہے۔ سنہ کتابت اوائل تیرھویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد پانچ ہزار چھ سو ستائیس ہے۔ قاسم نے یہ مثنوی پندرہ دن میں مکمل کر لی تھی۔ اس سے شاعر کی پر گوئی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

کیا آغاز تھا ماہ محرم
گئے تھے روز پندرہ کچھ نہیں کم
(۳۰)

شاعر کا تعلق ٹیپو سلطان کے دربار سے تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں سلطان کو درازئ عمر کی دعا دی ہے۔ عروس المجالس کئی مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے(۳۱) لیکن اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ مجھے نہیں مل سکا۔ میرے مد نظر نیشنل میوزیم، کراچی کا مخطوطہ رہا ہے۔ اس میلاد نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

شروع نامہ کروں نام خدا سوں
اچھوں ممتاز تا گنج بدا سوں
سراؤں کیا اسے جن یک سخن سوں
کیا پیدا دو عالم امر کن سوں
زمین اور آسماں کے سب طبق جور
اٹھایا اپنی صفت کا سبھی شور
دیا جنبش فلک کوں رات اور دن
زمیں کوں کر دکھا سندان سوں ساکن

(۳۲)

مجلس اول کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

کنجی کھولوں یہاں درج دھن سوں
در افشانی کروں رنگیں سخن سوں
فصاحت کا قلم اب ہات لیکر
لکھوں میں مجلس اول سراسر
کہ ہے مولود کا جس میں بیاں سب
شرف پایا ہے اس سوں انس و جاں سب
ولادت شاہ ختم المرسلین کا
رسول الحق شفیع المذنبین کا
کہوں اول سو تا وقت ولادت
سخن ہاریوں کو بھی اس میں سعادت
جو راوی معتبر سوں ہے روایت
کہوں سب اس روایت کا حکایت

(۳۳)

اس کی مجلس چہارم بیان معراج پر مشتمل ہے۔ معراج کے سلسلہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریمؐ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور نبی کریمؐ کے حضور جو گذارش کرتے ہیں' اس کا بیان ملاحظہ ہو:

کہا بھیجا ہے مجھ رب السموات
سو ساری کھول کر تم سوں کہوں بات
سلام اور امن کا تحفہ دیا ہے
پچھیں پیغام تم کوں یوں کیا ہے
مجھے بھیجا ہے تا تم کوں لے جاؤں
فلک اور عرش کرسی سب دکھاؤں
لیجاؤں وہاں تجھے جو کوئی گیا نہیں
خبر جس ٹھار کی کسی نے دیا نہیں
اٹھو بھی آچکی بس رات میمون
سعادت ہے یو شب میں روز افزوں
منور اور روشن سوں ہے یو رات
خراماں یا نبی چلنا میرے ساتھ

(۳۴)

قاسم نے عروس المجالس میں جگہ جگہ اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور آپؐ کے فضائل و کمالات کے بیان میں پر کیف نمونے پیش کئے ہیں۔ اس میں الفاظ کے انتخاب، مصرعوں کی برجستگی اور زبان کی صفائی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا آہنگ ایسا ہے کہ اس کے اشعار کو میلاد کی تقریبات میں پڑھا جا سکتا ہے اور انہیں بہ آسانی یاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف بھی مجلسی ضروریات کے تحت ہوئی۔

قاسم کی منظومات میں دکنی زبان کا عنصر غالب ہے۔ دراصل اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں مذہبی مثنویاں عوام میں مذہب کی تبلیغ کے نقطہ نظر سے اس زبان میں لکھی جاتی تھیں جو عامتہ الناس بول چال کے لئے استعمال کرتے تھے۔ قاسم کی مثنوی میں خیالات کی بندش اور موزونیت کی وجہ سے دکنی زبان لب و لہجہ کے لحاظ سے اپنی ارتقائی صورت میں نظر آتی ہے۔

قاسم کا معراج نامہ منظوم ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مطبع حیدری، بمبئی سے چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت، تعریف عرب، تعریف مسجد اور مدح حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے بعد توصیف شب معراج، توصیف براق، عہد خواستن براق، واقعہ اول تا بست و اول، سیر حضرت یوسفؑ، سیر حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ، تمام آسمانوں کا حال، مقام جبرئیل، چشمہ سلسبیل، درخت ہائے، طاران اور خیام و قصور بہشت وغیرہ کے عنوانات نثر میں ہیں۔ اس کی ضخامت ۲۱۲ صفحات ہے۔ شاعر نبی کریمؐ کی معراج سے واپسی کا حال بیان کرتے ہوئے، لکھتا ہے:

قصہ کوتہ وہ امام انبیاء
پھر جناب قدس سے رخصت ہوا
عود کر کر عرش تک پہنچا شتاب
واں ملایک اس نے دیکھے بے حساب
دیکھ انہیں بولے امام المرسلین
یہ فرشتے کون ہیں روح الامیں
کی گذارش اس نے کہ اے شاہ جہاں
ہے خطاب ان کا یہاں کرو بیاں
چھوڑ رستہ میں مقام جبرئیل
رونق سدرہ ہوا بے قال و قیل
بیس ہزار اس کو ملے اس جا نبی
تہنیت گویاں بصد لطف و خوشی
اور فرشتے بھی ملے ستر ہزار
مرحبا گویا ہزار عز و وقار
پھر لگا طے کرنے وہ آگاہ حق

ایک ایک ان آسمانوں کے طبق
(۳۵)

میلاد ناموں کا سرمایہ فنی محاسن سے زیادہ تبلیغی اور مقصدی نوعیت کا حامل ہے۔ معراج ناموں اور میلاد ناموں میں معراج النبیؐ کے اعجاز کو سیدھے سادے انداز میں نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ان سے ہزاروں عوام علوم دینی سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کی اخلاق تربیت ہوئی اور نبی کریمؐ کے واقعہ معراج سے پوری طرح روشناس ہوئے۔

کبیر خان افغان

کبیر خان افغان کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ کبیر خان نے اپنا وطن مسوان اور عہد عالم شاہ غازی بیان کیا ہے۔ اس کا کاتب شیخ خلیفہ عظمت اللہ ساکن پٹیالہ ہے۔ اس کے عنوانات منظوم ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے ابیات کی کل تعداد قریباً ۷۰ بنتی ہے۔ شاعر نے اپنے نام کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

نام کبیرا جاٹ پٹھانا
برھی گبتن مانہ پکھانا
(۳۶)

اختتامی ابیات ملاحظہ ہوں:

جبرئیل تب آپ دیکھا یو
کوثر کو پانی لی آنسیو
آبابکر کے ہاتھ تھواویں
آویں علی کفن پھرا ویں
آہی انبیا نماز پڑھے
دیکھ فاطمہ رو وی کھری
عایشہ کے حجرن یا دھری
انسوا نین بہت کے پھری
برھی بیچ کے تچھر نین نینن وشو رولی
پتیم پیاری اوٹھ گئے رہے اکیلی ہوئی
(۳۷)

امام بخش عاصی

امام بخش عاصی کے ”معجزہ رسول مقبول“ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے

مخطوط کسی اور جگہ نہیں ہے' اس لحاظ سے اسے نوادرات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد تقریباً ڈھائی سو ہے۔

اس کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

اول تعریف سو ہے مصطفیٰ کون
کہ جس کی شان میں پایا خدا کون
(۳۸)

اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ ہے مانگو دعا وقت حضوری
قیامت کو مراد ہو میری پوری
گنہگاروں میں کامل گنہگار
نبی مجھ کوں اوتاروگی تمہیں پار
یہ لی چاہتا امام بخش عاصی
قیامت کو ہو جا مری خلاصی
(۳۹)

مخطوط کرم خوردہ ہے۔ سرخ پنسل سے اوراق کے نمبر بعد میں لگائے گئے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے معجزات بیان کیے گئے ہیں۔

مکرم علی

میاں مکرم علی کے وفات نامہ کا مخطوط پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ یہ قریباً ۲۰۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ بارہ ماہ صفر ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام محمد مسلم ہے۔ زبان بہت قدیمی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

خدا کا حکم یوں ہوا مجھ اوپر
میرا دین کامل کیا تم اوپر
کری آج نعمت یہ تم پر تمام
رہو راضی اسلام سے خاص و عام
سنو تم اجل آئیں میری قریب
ختم ہوئی عمر جو لکھی تھی نصیب
کوئی نہ بچا موت کے ہاتھ سے
کہ غافل نہ ہو تم ایسے بات سے

مجھے اس سفر پچ جانا پڑا
وہ کیونکر رہے جس کو ہونا تھا
(۴۰)

مولوی منصور علی

مولوی منصور علی نے "ذکر میلاد شریف" کے نام سے میلاد نامہ لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ معمولی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کاغذ بانس کا دستی ہے۔ اوراق کرم خوردہ اور پیوند کار ہیں۔ نثر کے ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ زبان کہیں کہیں دکنی محاورے کے مطابق بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"بعد توحید حضرت الوجود اور تصدیق عالم موجود احسن اعمال و اکمل افعال کہ جس کا نتیجہ ہدایت منزل مقصود اور ثمرہ حصول سعادت ممدود ہووے، تحیات متوالیہ نثار کرتا ہے بر روح پر فتوح جناب مستطاب۔"(۴۱)

منشی محمد عبدالرحمٰن

منشی محمد عبدالرحمٰن المتخلص بہ عبد دھام پوری کا میلاد نامہ "تحفہ جنت الموسوم بہ ذکر بہشتی" علی گڑھ برقی پریس کا مطبوعہ ہے۔ سال تصنیف و طباعت کا اس میں کہیں اندراج نہیں ہے۔ میلاد نامہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ نہایت بوسیدہ و خراب ہے۔ عبارت کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف نے مقفی و مسجع عبارت آرائی کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اس میں جا بجا میلادیہ منظومات ہیں۔ محض روایات کا سہارا لے کر میلاد نامے کو پورا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ناقلان دلدوز و ناقلان جگر اندوز اس طرح روایت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد ایک سوداگر امیر کبیر مستغنی الحال رہا کرتا تھا اور اسباب تجارت بے انتہا رکھتا تھا۔"(۴۲)

عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میلاد نامہ بھی فورٹ ولیم کالج کے عمومی انداز میں تصنیف کیا گیا ہے۔

محمد غوث

محمد غوث کے والد کا نام محی الدین خان تھا اور وہ سرولی کا رہنے والا تھا۔ اس کا منظوم میلاد نامہ ۲۹۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۲۲۷ھ ر ۱۸۱۱ء کی تصنیف ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کاغذ دبیز میلا اور اس کی جلد چرمی ہے۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے۔ متعدد اوراق پر حوضہ بندی و چٹ بندی کی گئی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار ہے۔ مثنوی کے سنہ تصنیف کے بارے میں مصنف نے خود صراحت کی ہے:

ہوئی مجھ سے یہ مثنوی سب تمام
رکھا میں نے تالیف غوث اس کا نام
سنہ ہجرت ان مہ باکمال
تھی بارہ سو اور بیں اور سات سال
(۱۲۲۷ھ) (۴۳)

مثنوی کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کے مضامین کی بھی وضاحت درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

یہی اس کے ناظم نے رکھا حساب
لکھا خاتمہ ایک اور تین باب
جو ہے باب اول تو اس میں رقم
سب احوال آنحضرتؐ باکرم
زمانہ ولادت سے ہے تا وفات
مگر ظاہری حال و ظاہر صفات
ہے باب دوم اور حالات میں
فضائل میں ہے اور کمالات میں
ہے باب سوم ذکر اولاد میں
اور ازواج و اعمام امجاد میں
(۴۴)

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن' تاریخ اور ماہ و سال کے بارے میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جو ہیں خاص حق ختم پیغمبراں
حبیب خدا سید دو جہاں
صحیح اور ثابت ہے اے دین فروز
ولادت، ہے ان کی دو شنبہ کے روز
وہ تاریخ فرخ سعادت قریں
ربیع نخستین کے تھی بارہویں
دوم اور ہشتم بھی اس ماہ کے
کہیں بعضی اعلام دین نے لکھی
یہی ثابت ہوا ہے بلا قال و قیل
کہ اوس سال کا نام تھا عام فیل
جو مکہ میں ہے مولد مصطفیٰ

وہ مشہور ہے اب تلک جابجا
جو آیات ہیں واللہ مشتہر
کرامات مولود مسعود پے
کہاں تک کرے کوئی ان کو رقم
ہی ترقیم سے اون کی قاصر قلم
دو شنبہ کے روز اور بوقت سحر
جو وہ مہر تاباں ہوا جلوہ گر
تو یہ نور افشانیاں اس نے کیں
کہ برباد کی ظلمت کفر و کیں
وہ نور قدیم و ظہور اخیر
وہ مہر منور وہ ماہ منیر
جب ہی بطن مادر سے پیدا ہوا
تو فی الفور خالق کو سجدہ کیا
کی سجدہ میں امت کے حق میں دعا
قبول اوس دعا کو خدا نے کیا

(۴۵)

معراج النبیؐ کے اعجاز کو جس خوبصورت پیرائے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' اس بیان میں شاعر نے فنی مہارت سے مروج و مقبول روایات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

عجب دن ہے اس دن کی کیا بات ہے
کہ محبوب کی وصل کے رات ہے
اب آیا ہے وہ وقت فرخ قریب
کہ عاشق کو حاصل ہو وصل حبیب
سر راہ عرش اور کرسی تلک
ہے جاروب کش کہکشاں فلک
مکاں لامکاں کی تیاری ہے آج
کہ ختم الرسل کی سواری ہے آج
ہیں مصروف تزئین عدن و فلک
قصور اور غلمان اور حور و ملک
غلامی کو تیار ہے خلق سب
کہ آتا ہے مطلوب خلاق اب

پہنچتا ہے آج آدمی زاد واں
کسی نے گذارا نہ پایا جہاں
مقرب ملک اور مرسل نبی
نہ جا سکتے ہیں اوس مکاں تک کبھی
ہے خالی مکاں یار و اغیار سے
کہ خلوت ہو سردار اخیار سے
نہ دو شبہ خاطر کو ایک اس میں راہ
فاوحی الی عبدہ ہے گواہ
تھی معراج بیداری میں باجسد
اسی واسطے مشرکین پہ حسد
ہوئے منکر اس کے اور انکار کر
ہوئے داخل کفر اہل سقر
(۴۶)

آپ کی وفات مبارکہ کی تاریخ ۱۲۔ ربیع الاول بیان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز قضا نہ کرنے کی تلقین کی ہے:

ربیع نخستین کی جب بارویں
ہوئے تب وہ سلطان دنیا و دیں
دو شنبہ کے دن بعد وقت سحر
ہوئے جنت العدن میں جلوہ گر
چمن زار دنیا کو دے کر قرآن
کیا جا کے سرسبز باغ جناں
مرض موت کی میں وصیت مدام
یہی تھی نبی کی علیہ السلام
کہ ہرگز قضا کیجو مت نماز
کرے گی قیامت کو یہ سرفراز
(۴۷)

محمد غوث کی علمی و فکری ہنر مندی' ان کے زور بیان' فنی پختگی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ زور بلاغت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں شاعر کے داخلی احساسات کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

نواب علی محمد خاں فاروقی (م ۱۸۳۶ء)

مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی ابن رحیم الدین خاں' مراد آباد کے عمائد و روساء میں سے تھے۔

انہوں نے علمائے مراد آباد، رامپور اور دہلی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں اردو زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ ان کا خاندان مراد آباد میں ریاست و امارت اور علم و فضل کے اعتبار سے ہر دور میں خاصا ممتاز رہا ہے۔ مولوی علی محمد کا انتقال ۳۔ محرم ۱۲۴۳ھ ر (۱۸۳۶ء) کو مراد آباد میں ہوا۔

نواب علی محمد خان کے استاد اور اپنے زمانے کے نامور عالم دین حاجی رفیع الدین فارسی زبان میں مولود شریف لکھ چکے تھے۔ نواب علی محمد خان نے اردو زبان میں مولود شریف لکھا۔ اس مولود شریف کو ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۸ء) میں محمد فضل امام نے مراد آباد میں کتابت کیا اور ان کا مکتوبہ نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ موجود ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"وقت تولد آنجناب، عجائب و غرائب معجزات ظاہر ہوئے تاکہ اہل دنیا اون کو دلائل صدق نبوت جانیں اور جناب الہیٰ میں عالی شانی اور بلند مرتبگی اوس تخت نشین عصر رسالت کی پہچانیں۔ پھر محافظت آسمان زیادہ کی گئی اور اجنہ و شیاطین کہ پیش از تولد شریف اخبار عالم غیب زبان فرشتوں سے بالائے آسمان سن کر گوش گذار کاہنان عرب کرتے تھے، صعود فلکی سے ممنوع اور حدت آتشیں سے جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں، راندہ ہوئے۔ جس پر ضرب حقہ ناری کامل پہنچی، جل گیا، والّا صحرا و دشت میں گر کر وہ توروان وادی مسافرت کو گمراہ کرنے لگا۔ غول بیابانی اشارت اوس سے نیم سوختہ نار عذاب کی طرف ہے۔ اور کواکب چرخ بریں اس قدر قریب آنے لگے کہ تمام زمین حرم روشن ہو گئی بلکہ دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ زمین پر گر پڑیں گے اور ایسا نور جسم مبارک سے ظاہر ہوا کہ اوس کی روشنی میں تمام عمارات روم و شام نظر آنے لگیں، شہر مدائن میں کوشک نوشیرواں شق ہو گیا اور اوس سے چودہ کنگرے مسمار ہوئے۔ آتش بت خانہ ہائے فارس ہزار سال سے روشن اور معبود اہل فارس تھی بجھ گئی۔" (۳۸)

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میلاد نامے کی زبان و بیان میں فارسی و عربی لغات و تراکیب کا غلبہ ہے اور بعض جگہ فسانہ عجائب کا سا انداز پیدا ہو گیا ہے۔

علی محمد خاں نثر کے ساتھ نظم پر بھی قدرت رکھتے تھے اور علی تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے "مولود شریف" کے شروع میں ۳۵۔ اشعار کا قصیدہ نعتیہ اس امر کا شاہد ہے:

ہو سکے بندے سے کیوں کر نعت اوس شہ کی بیاں
جس کی ذات پاک ہو ممدوح خلاق جہاں
(۳۹)

ان کے مولود شریف کا خطی نسخہ ۵۲۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ خط عمدہ نستعلیق، کالی اور سرخ روشنائی

ے دستی کاغذ پر لکھا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں اپنا ماخذ عربی کی مستند کتب سیرت اور احادیث کو بنایا ہے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی کی تراکیب اور مشکل و دقیق الفاظ کے استعمال کی بھرمار ہے۔

عبدالمجید قادری (م ۱۸۴۶ء)

مولوی عبدالمجید قادری ابن شیخ عبدالحمید عثمانی ۲۹۔ رمضان ۱۱۷۷ھ ر (۱۷۶۳ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ظہور اللہ تاریخی نام ہے۔ علوم متد اولہ کی تعلیم مولوی محمد علی عثمانی بدایونی اور مولوی ذوالفقار علی ساکن دیوہ (تلمیذ ملا نظام الدین فرنگی محلی) سے حاصل کی۔ ۱۲۰۵ھ ر ۹۱-۱۷۹۰ء میں آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی سے بیعت کی بعدازاں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بدایوں میں سجادہ قائم کیا۔ فارسی اور اردو میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ "محافل انوار فی احوال سید الابرار" کے نام سے ۱۸۱۵ء میں اپنے پیر و مرشد کی فرمائش پر میلاد نامہ لکھا۔ ۱۷۔ محرم ۱۲۶۳ھ ر ۱۸۴۶ء کو انتقال ہوا۔ (۵۰)

مولوی عبدالمجید قادری بدایوں کے عثمانی خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اور تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ نجات المومنین (رسالہ مسائل ہندی) ہدایت الاسلام اور محافل انوار فی احوال سید الابرار" تین کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔

میلاد نامہ "محافل انوار فی احوال سید الابرار" کو مندرجہ ذیل بارہ محفلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

محفل اول: در ذکر پیدائش نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دوم: در ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل سوم: در ذکر شیر دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل چہارم: در ذکر بشارت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل پنجم: در ذکر شروع وحی و ظہور دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بیان ایذائے کفار نا ہنجار۔
محفل ششم: در بیان معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل ہفتم: در ذکر ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از مکہ مکرمہ بمدینہ منورہ و واقعات آن۔
محفل ہشتم: در ذکر وقائع سال دوئم ہجرت تا سال دہم اجمالاً و ذکر بعضے غزوات باندک تفصیل۔
محفل نہم: در ذکر بعض معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دہم: در ذکر خصائص و فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل یازدہم: در ذکر فضیلت درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دوازدہم: در ذکر وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۵۱)

اس میلاد نامہ کا آغاز درج ذیل حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

"جواہر حمد بے شمار اور لالی ثنا و سپاس بے قیاس نثار اس پروردگار غفار کے کہ بساط محیط زمین فراخ کو فراش قدرت ان کے نے بچھایا اور میدان اس گلزار عالم

اسرار یعنی فلک دوار میں ہزار برگ اور شاخ انوار کے مہندس مشیت اوس کے نے لگائے اور سو ہزار ستارے روشن مانند گل سرخ کے، ہر پتی اور ڈالی اوس گلستان اخضر سے موسس حکمت اوس کے نے لٹکائے۔ ماہ یا جاہ صحرائے آسمان میں خیمہ نور و خرگاہ سرور بموجب فرمان واجب الاذعان اوس کے استادہ کرتا ہے، اور عطارد مانند عطار کے عطر حکمت اور بخور خلعت آسمان کی دوکان میں اس کی تلقین سے ملاتا ہے، زہرہ کہ جمال میں مشہور ہے اوپر بساط خوشی کے طنبور اشتیاق پردہ عشاق میں بجاتا ہے اور گل سرخ رخسار خورشید انور کا کہ ہر صبح سبب چلنے نسیم سحری کے مانند ورد ناز پرور و آتشیں پیکر اس گلزار خضر ور طارم زبر جدی منظر پر شگفتہ ہوتا ہے اور الماس نور سے کارگاہ ظہور میں جواہر روش اعداق بھر کو ساتھ تصرف نظر کے پروتا ہے، اقتباس انوار جبروت حضرت پروردگار پر کمال کے کرتا ہے۔"(۵۲)

عبدالمجید قادری نے ۱۲۳۱ھ میں اپنے پیرو مرشد سید آل احمد کے کہنے پر یہ میلاد نامہ تالیف کیا۔ اس سبب تالیف کے بارے میں فاضل مصنف رقم طراز ہیں:

"پیر و مرشد نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کچھ احوال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان ہندی میں بیان کرے، خاص و عام، مرد و زن، عالم و جاہل سب فیضیاب ہوویں، اس عاجز نے باوجودیکہ عربی فارسی ہندی میں کچھ استعداد نہیں رکھتا، اس سے کہ شاید خوشی دل فیض منزل مرشد کامل کی ہووے، اور اس سبب سے نجات دارین حاصل ہووے، قصد کیا۔ ہرچند دل منع کرتا تھا کہ تجھ کو لیاقت ہے کہ ایسا امر عظیم اختیار کرتا ہے لیکن موافق قصہ پیر زال کے تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہوتی تھی، خواہ ناخواہ اقدام کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا احوال برکت اون محبوب ذوالجلال کا ابتدائے پیدائش نور، وقت وصال شریف تک مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ وغیرہ کتابوں فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا۔"(۵۳)

مولف نے مقدمے کے اختتام پر لکھا ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے اس گنہگار کو اس سبب سے کہ ذکر اوس کے حبیب کا کرتا ہے، خلعت ایمان کا عطا کرے اور گروہ مداحین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں دن قیامت کے اٹھاوے، اوس کے کرم سے یہ کچھ عجب نہیں۔ امید پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اس کتاب سے یہ ہے کہ اس گنہگار کے حق میں دعائے مغفرت فرماویں اور اوس کے سراسر نقصان پر کہ خود معترف قصور ہے، زبان اعتراض نہ کھولیں۔"(۵۴)

محافل انوار فی احوال سید الابرار" میلاد نامہ طبع نہیں ہوا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں میں موجود و محفوظ ہے اور چھوٹے سائز کے ۳۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ ۱۲، ۱۳ سطروں

پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی طرف سے مرتبہ کتابیات کے مرتب کے سامنے رہا ہے۔(۵۵) اس کا تیسرا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ مولوی عبدالمجید قادری کا میلاد نامہ ۲۱۔ ۱۸۱۵ء کی تالیف ہے۔ اس کا مقدمہ مسجع اور مرصع عبارت میں لکھا گیا ہے۔ اصل کتاب میں خاصی روانی و سلاست ہے اور قافیہ پیمائی و عبارت آرائی نہیں کی گئی۔ کتاب میں اکثر آیات و احادیث بھی نقل کی گئی ہیں اور جا بجا فارسی کے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں اکثر مصنف کے اپنے اشعار ہیں۔ مولف نے اس میلاد نامے کے ماخذ میں معارج النبوۃ اور مدارج النبوۃ کا نام لیا ہے لیکن ان دونوں کتابوں کے علاوہ دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

معصوم علی بیدار

معصوم علی نام، بیدار تخلص تھا۔ محبوب اللہ شاہ کے مرید تھے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوئے۔ انھوں نے اپنے دوست سید مرزا خان کی فرمائش پر مثنوی "سرمایہ نجات" ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء میں لکھی۔ اس کی ابتدا میں تین صفحات کا نثر میں دیباچہ ہے، اس کے بعد نفس مضمون نظم میں ہے۔ نثر کا نمونہ درج ذیل اقتباس سے ملاحظہ فرمائیں:

> "حمد بے حد اوس قادر احد کو اور شکر بے عدد اوس صانع صمد کو کہ جب بحر عشق اور دریائے شوق اوس بیچون و بی چگون اور بے شبہ و بے تمون کا واسطے ظاہر کرنے قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اپنے جوش مارا تب اوس نے اپنے نور سے محمد علیہ السلام کو پیدا کیا۔"(۵۶)

سرمایہ نجات کے نفس مضمون کا آغاز اس بیت سے ہوتا ہے:

شکر اوس خالق خلایق کو
مجھے بخشا ہے روح ناطق جو
(۵۷)

اس کتاب کو کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے معجزات اور حضرت علیؓ کی کرامات نظم کی گئی ہیں۔ بیدار نے اپنا ماخذ جامیؒ کی کتاب شواہد النبوۃ بیان کیا ہے۔ اور اسے اردو میں ترجمہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ہر ایک باب کو تسمیہ اور حمد کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ تاریخ تصنیف کے بارے میں اس بیت سے وضاحت ہوتی ہے:

تاریخ جو پوچھا عقل سے اپنی اوس نے کہی ہے جان تو بیشک بارا سو تینتیسواں سال(۵۸) تمام مضامین کو مثنوی کے قالب میں بیان کیا ہے مگر آخر میں ایک بیان مخمس میں ہے۔

یہی عرض میری یا شاہ سن لو
تفضل سے مجھ پر نگہ بھر کے دیکھو

کرو دور غفلت سے بیدار رکھو

مجھے حشر میں جام کوثر کا بھر دو
تمہارا ہے ہیگا یہ بیدار کمتر
(۵۹)

بیدار کی مثنوی اپنی خوبیوں کی وجہ سے اپنا ایک خاص تاثر رکھتی ہے۔ اور ان کی شاعرانہ فنی مہارت ہمیں بہت متاثر کرتی ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۸۱۸ء)

شاہ رفیع الدین دہلوی کا میلاد نامہ ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامہ کو ابتداء میں نہایت دیدہ زیب خط نستعلیق میں شروع کیا گیا تھا لیکن یہ انداز آگے چل کر قائم نہ رہ سکا۔ صفحات میں سطروں کی تعداد بھی گھٹتی چلی گئی اور خط میں بھی روانی کا اضافہ ہوتا گیا اور انتہا یہ ہے کہ آخری صفحات میں ۱۵ میں سے صرف گیارہ سطریں رہ گئیں اور تحریر شکستہ بن گئی۔

اس میلاد نامہ میں جابجا مثنوی نما نظمیں بھی ہیں اور میلاد نامہ کی تمہید میں جرات کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے:

محمد ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا
کرے بندہ گر اس کی مدح، دعوا ہے خدائی کا!
(۶۰)

میلاد نامہ کا آغاز ملاحظہ فرمایئے:

"حمد وافر خدائے را کہ یاقوت قوت ناطقہ بے بہا در عقد ثنائے او بے بہا است و نعت متکاثرہ سرورے را کہ خطبہ لولاک لما خلقت الافلاک حرفے از کتاب کرامت اوست، حمد اور شکر اوس ذات واجب الوجود کے لائق ہے کہ جس نے سب سے پہلے نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور احدیت سے ہویدا کیا۔" (۶۱)

زبان و بیان کے اعتبار سے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے میلاد نامہ کا ہے۔ اس سے مولوی رفیع الدین قندہاری کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان کا ایک قصیدہ عربی زبان میں معراج کے بارے میں ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے خصائل و فضائل اور معراج کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۶۲)

میر قدرت اللہ خاں قاسم (م ۱۸۳۰ء)

میر قدرت اللہ خاں حکیم اور شاعر تھے۔ انہوں نے معراج نامہ الموسوم بہ "زبدۃ الاخبار" ۱۲۰۴ھ میں

قاسم کا سال وفات ۱۲۳۶ھ ر ۱۸۳۰ء ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے خیال کے مطابق وفات کے وقت قاسم کی عمر تقریباً اسی برس تھی۔(۶۳)

زبدۃ الاخبار کے تین مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں شیخ حفیظ اللہ امام مسجد فرید آباد کا ۱۲۵۸ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔(۶۴) اس کا ایک اور مخطوطہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو' کراچی میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مولوی عبدالحق کو اپنے وطن ہاپوڑ سے ملا تھا۔ یہ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ کاغذ دبیز اور مٹیالا ہے۔ متن ورق الف'ب سے شروع ہوتا ہے۔ ورق۔ الف پر مثنوی کا نام لکھنے کے لئے سرخ روشنائی سے لکیریں کھینچ کر جگہ مخصوص کی گئی ہے لیکن لکھا کچھ نہیں گیا۔ اسی ورق کے ایک کونے پر یہ تحریر ملتی ہے:

"نمبر ۲۶۳ کتاب معراج نامہ نظم اردو قلمی۔ مظفر علی ہاپوڑی۔" اس سے پتا چلتا ہے کہ مظفر علی مولوی عبدالحق کے عزیزوں میں سے تھے کیونکہ ان کے اکثر ننھیالی رشتہ داروں کے نام نیاز علی' امراؤ علی اور امتیاز علی جیسے ہیں۔

اس مخطوطہ کے چند اوراق کے حاشیوں پر سرخ' نیلے اور پیلے رنگوں کی بیلیں ہیں اور آرائش نقش و نگار ملتے ہیں۔ مخطوطے کے نصف اول میں سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔ آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان اوپر سے نیچے کی طرف سرخ لکیریں ہیں۔ عنوانات کے اطراف میں بھی سرخ لکیریں ہیں۔ اس قسم کا اہتمام نسخے کے نصف اول تک ملتا ہے۔ بعد کے اوراق میں جدولیں اور عنوانات وغیرہ نہیں ہیں۔ عنوانات کے لئے جگہیں سادہ رکھی گئی ہیں۔ مطالب مثنوی سے متعلق آیات حواشی پر درج کی گئی ہیں۔

اسے معراج نامہ قاسم کے عنوان سے ۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۴ء میں مطبع ہاشمی میرٹھ نے شائع کیا۔ یہ مطبوعہ نسخہ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

معراج نامے کا آغاز درج ذیل آیت و حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً" من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی برکنا حولہ' لنریہ من ایتنا انہ ہوالسمیع البصیر:

کتاب اور سنت کا کر اقتدا
لکھی میں نے پہلے یہ حمد خدا
حمد ہے سب موجد افلاک کو
اوج بخش صاحب لولاک کو
پاک ہے وہ خالق جن و ملک
نور سے اوس کے منور ہے فلک
پاک ہے وہ بادشاہ بے زوال
تو نے احمد کو کیا والا کمال

پاک ہے وہ قادر رب الجلیل
ہے محمد اوس کی قدرت کی دلیل
(۶۵)

اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار دو سو ساٹھ بنتی ہے۔ تاریخ تصنیف، تعداد ابیات اور کتاب کے اسم تاریخی کے متعلق اشعار ذیل میں ذکر موجود ہے:

میں نے بیتوں کا کیا اوس کے شمار
پائیاں بتیس سو اور ساٹھ یار
پھر طبیعت نے کہا اے نیک خو
نام اس کا زبدۃ الاخبار ہو
اور وہ دن تھا روز عیدالمومنین
وقت تھا وقت حج اے صاحب یقین
اخر ایام تشریق اے جوان
ماہ ذی الحجہ سے وہ دن تھا عیاں
سال ہجری تھا بصد عز و تمیز
یک ہزار و دو صد و چار اے عزیز
(۶۶)

اس معراج نامہ میں پہلے حمد اور پھر عشق کی تعریف ہے۔ اس کے بعد نعت، مناقب اہل بیت و اصحاب نبی کریمؐ، مدح غوث الاعظمؒ، سبب تالیف، مسجد اقصیٰ کی تعریف اور مدح نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے بعد معراج کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں شب معراج کی توصیف، براق کی تعریف اور براق کا حضورؐ سے عہد لینا، معراج کے واقعات اول تا بست و یکم و دیگر، آسمان اول تا ہفتم کا مشاہدہ، ذکر مقام جبریلؑ، ذکر چشمہ سلسبیل، ذکر جوئے شیر، ذکر نہرالرحمت، حلقہ باب الجناں و ملاقات سرور با رضواں، قصر صدیق اکبرؓ، قصر عمر فاروقؓ، خیام و قصور بہشت اور دیگر روایات وغیرہ کے عنوانات شامل ہیں۔

قاسم نے اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دوستوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے معراج کی شب کا ذکر آگیا اور مصنف نے اس شب مبارکہ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیے جو اس مثنوی کی صورت اختیار کر گئے۔

نبی کریمؐ کے براق پر سوار ہونے اور بیت المقدس کی طرف تشریف لے جانے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

قصہ کوتہ جب وہ شاہ نامدار
ہو براق تیز رو اوپر سوار
عازم بیت المقدس تھا وہاں

کیا کروں میں اوس کی شوکت کا بیان
ایک رکاب اوس کی لئے جبرئیل تھا
دوسری کو تھامے نبی میکائیل تھا
غاشیہ بردوش اسرافیل تھا
آگے آگے تھا رواں مثل ہوا
وہ ملایک تھے جو اون کے ساتھ کے
کون پوچھے یہ بچارے کون تھے
تھے فرشتے یہ جو سب چندین ہزار
ان بچاروں کا وہاں کیا تھا شمار
مصطفیٰ کی جانب دست یمین
ساکنان عرش رب العالمین
ہاتھ میں لے شمع نور عرش وہاں
باادب استادہ تھے سب صف زناں
(۶۷)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

سن کے یہ قصہ بایں آب و صفا
قطعہ کہہ لائے وہ یہ تاریخ کا
قاسم شریں سخن تا نظم کر
قصہ معراج شاہ دوسرا
(۶۸)

قاسم کے معراج نامہ کا بغور جائزہ لینے سے اس میں ہمیں شمالی ہند کے معاصر مذہبی و ادبی میلانات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس میں مناقب اہل بیت کا بیان شیعیت کے زیر اثر موجود ہے۔ اس دور کے سنی عقائد رکھنے والے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ قاسم نے بھی اسی مخصوص فضا کے تحت مناقب اہل بیت لکھے ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں لکھنوی دبستان کا لب و لہجہ اور آہنگ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی (م ۱۸۵۳ء)

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی ولد حفیظ الدین کا تعلق قصبہ مہم ضلع رہتک کے قدیم صدیقی خاندان سے ہے۔ حفیظ الدین اودھ کی فوج میں ملازم تھے اور اس تعلق کی بناء پر قصبہ محمدی ضلع کھیری لکھیم پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کا ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ ان کے چھوٹے بھائی حکیم عزیز

الحق لکھنؤ کے دارالشفاء کے مہتمم تھے۔ فیاض الحق نے علوم مروجہ کی تحصیل لکھنؤ کے نامور علماء سے کی۔ علم طب میں بھی خصوصی مہارت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا محمد معین فرنگی محلی کا نام بھی خاص طور سے ملتا ہے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر واپسی میں ۲۱۔ جون ۱۸۵۳ء کو جہاز سے اتر رہے تھے کہ سمندر کی موج بہا کر لے گئی۔ اس طرح وہ غریق و شہید ہوئے۔(۶۹)

فیاض الحق کے خاندان میں علم و فضل کی روایات ہر دور میں زندہ رہی ہیں۔ مولود نامہ' قیامت نامہ اور بہشت نامہ تین رسائل انھوں نے اردو زبان میں یادگار چھوڑے ہیں۔ مولود نامہ ۱۸۳۹ء میں لکھا گیا تھا جو نثر و نظم دونوں اصناف پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کا آغاز و اختتام نظم پر ہوا ہے۔ آغاز کا شعر درج ذیل ہے۔

جمیع حمد ثابت ہے حق کے لئے
کہ جس نے جن و انس پیدا کیے

نثر کے حصے کا آغاز فضائل درود شریف سے ہوتا ہے' چنانچہ لکھتے ہیں:

"تحقیق اللہ اور فرشتے اوس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اے لوگو! جو تم ایمان لائے ہو تم بھی درود بھیجو اوپر اوس کے اور سلام کرو از روئے سلام کرنے کے۔ جس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی اور صحابہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم کیونکر درود بھیجیں آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو کہ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّم۔**"(۷۰)

مولوی فیاض الحق نے اس رسالہ مولود شریف کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دیندار دوست عبدالکریم کی فرمائش پر لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

میرے ایک مشفق ہیں عبدالکریم
شریعت کے اوپر ہیں وہ مستقیم
جو قصبہ محمدی کا مشہور ہے
اوسی میں مکان اون کا معمور ہے
کہا ایک دن مجھ سے اے یار من
کہے تو نے اکثر ہیں شعر و سخن
نہیں کوئی مولود نامہ لکھا
اسی کا یہ ارمان مجھ کو رہا
سو اب میری خاطر سے اے باخبر
رسالہ تولد کا تو نظم کر
بہت سہل ہوئے وہ ہندی زباں

اوسے پڑھ کے خوش ہوئیں خورد وکلاں
(۷۱)

نثر کا ایک اقتباس بطور نمونہ دیکھئے:

"کتاب شرف النبوت میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان شریف میں سحری کے وقت اپنا سینا سیتی تھیں کہ اون کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی اور اوسی وقت چراغ بھی گل ہو گیا۔ ہر چند اندھیرے میں سوئی تلاش کی' نہ ملی۔ اوس وقت باہر سے وہ آفتاب فلک جلالت اور ماہتاب باغ رسالت حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے' پوچھا کہ اے حمیرہ! تو کیا ڈھونڈتی ہے۔ عرض کیا میری سوئی گر پڑی ہے' اوس کو تلاش کر رہی ہوں۔ یہ بات سن کر خیرا لبشر مسکرانے لگے۔ آپ کے دندان مبارک سے اوس وقت اس قدر روشنی ظاہر ہوئی کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ اوس روشنی میں وہ سوئی گم ہوئی پائی۔ پھر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا اچھی روشنی ہے آپ کے دندان مبارک کی۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ خرابی ہے اوس کے واسطے کہ جو شخص قیامت کے دن مجھ کو نہ دیکھے کہا کہ یارسول اللہ بھلا ایسا شخص دن قیامت کے کون ہو گا کہ جو آپؐ کے دیدار سے مشرف نہ ہو گا۔ فرمایا بخیل' مجھ کو قیامت میں نہ دیکھے گا۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ اوس سے زیادہ کون ہے کہ میرا نام اس کے روبرو ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔" (۷۲)

اس مولود نامہ کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے البتہ کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے جیسے آفتاب فلک جلالت' ماہتاب باغ رسالت (ص ۱۳)' مسلمان محمدی' کافر یہودی (ص ۳۴)' یارغار' طالب دیدار (ص ۴۵)' توفیق ربانی' تائید سبحانی (ص ۵۴)۔

قاضی عبدالغفور (م ۱۸۳۹ء)

قاضی عبدالغفور ۱۷۹۴ء میں بنگلور سے میسور آ گئے۔ یہاں انہیں میر محبوب علی خان کی علمی مجالس میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ عبدالغفور قاضی کے مرشد سید اسمٰعیل حسینی عرف حضرت بادشاہ قادری الملتانی تھے۔

قاضی عبدالغفور نے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل میلاد نامہ بعنوان تجلیات الانوار لکھا۔ اس کا سال تصنیف بحدود ۱۸۲۹ء ہے کیونکہ سید اسمٰعیل حسینی کے ایک مرید مستعان علی نے "باغ ارم" ۱۸۳۶ء میں لکھی ہے اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ اس کا سال تصنیف بھی کم و بیش یہی ہو گا۔ (۷۳)

تجلیات انوار کے عنوانات و ترتیب کے بارے میں افسر امروہوی لکھتے ہیں:

"تجلیات الانوار" کو پانچ تجلیوں میں ختم کیا گیا ہے اور ہر تجلی کا نام مجلس رکھا ہے۔ پہلی مجلس نور نبوت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ دوسری تجلی میں نور ولادت' تیسری

مجلس نور عصمت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ چوتھی تجلی میں نور عقد باکرامت اور پانچویں مجلس میں نورین رسالت کی تجلیاں بیان کی گئی ہیں۔ پانچویں مجلس کی تجلی کے دو جلوے ہیں۔ پہلے جلوے میں حضرت طاہرہ کی محبت کی فرضیت اور دوسرے جلوے میں محبت کی حقیقت کا اظہار ہے اور خاتمہ میں حضرت علیؓ کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔"(۷۴)

تجلیات انوار میں زیادہ حصہ نبی کریمؐ کی ولادت اور دیگر ذکر مبارک پر مشتمل ہے لیکن حمد و نعت کے علاوہ اس میں مناقب اہل بیت اور خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"حق سبحانہ' تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ مثال اس کا یہ کہ ایک محل یا ایک محراب میں قندیل' اوس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ' بیچ قندیل کے یوں نظر آتا ہے کہ گویا ستارہ چمکتا ہے۔ وہ چاروں جہت کو نور سے اپنے پرنور کرتا ہے۔"(۷۵)

تجلیات الانوار کے مصنف نے نور نبوت' نور ولادت' نور عصمت اور نور عقد کے بیان میں ایسی زبان استعمال کی ہے جو سادہ اور عام فہم ہے۔ عبارت قدیم ہونے کے باوجود بہت سہل اور رواں ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کے بیان کا رجحان ہم عصر مرثیہ نگاروں اور سماجی و تہذیبی اثرات کی بدولت اثر و نفوذ کرنے لگا۔ اور انہی وجوہ کی بناء پر میلادیہ اسلوب میں فرق واضح طور پر نظر آتا ہے۔

مولوی احمد یار خاں رامپوری

مولوی احمد یار خاں رامپور کے محلہ پیلو کی مسجد میں رہتے تھے۔ فارسی زبان و ادب کے معروف ادیب تھے۔ ان کے مزید حالات نہیں ملتے۔(۷۶) مشفق خواجہ نے اتنی نشاندہی مزید کی ہے کہ مولوی احمد یار خاں ۱۸۱۹ء میں بھوپال کے نواب نظر محمد خاں کے انتقال کے بعد ان کی بیگم قدسیہ بیگم کی سرکار میں ملازم تھے۔(۷۷)

مولوی احمد یار خاں کا میلاد نامہ "مولود مسعود" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) اور ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) کا درمیانی عرصہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اس کا سال تصنیف ۱۲۵۰ھ بتایا ہے۔ ان کے پیش نظر سنٹرل لائبریری بھوپال کا نسخہ تھا' اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہو گا۔ رامپور کا نسخہ ۱۲۴۶ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۴۶ھ سے قبل ہو گا۔ مشفق خواجہ کو اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر قاضی فضل عظیم' ناظم آباد کراچی کی ذاتی لائبریری سے ملا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں اس میلاد نامہ کے تین نسخے ہیں۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے اس کا نام "رسالہ احمدی در بیان مناقب محمدیؐ" تحریر کیا ہے۔(۷۸)

"مشفق خواجہ کی تحقیق کے مطابق احمد یار خاں نے یہ میلاد نامہ نواب فوجدار محمد خان کی فرمائش پر لکھا تھا۔ اور ان کے زیر نظر مخطوطہ میں اسے "مولود مسعود نبی

کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ رضا لائبریری رامپور کے تین مخطوطات کے علاوہ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں بھی موجود ہے جو ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا نام فہرست کتب میں "سیرت النبی" لکھا ہوا ہے۔ "مولود محمد" کے نام سے اس کا ایک خطی نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔" (۷۹)

مشفق خواجہ نے اس کے مطبوعہ نسخہ کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب "مولد شریف جدید" کے نام سے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ان کی معلومات کا ذریعہ برٹش میوزیم کی ہندوستانی مطبوعات کی فہرست کا صفحہ نمبر ۲۳ ہے۔

میلاد نامہ کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد اور شکر اس ذات واجب الوجود کو لائق ہے، جس نے سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور احدیت سے پیدا کیا اور ذات مطلق کو اس نور سے ہویدا اور اسی نور سے تمام عالم کو عالم ظہور میں لایا۔" (۸۰)

مولود مسعود سے بطور نمونہ نبی کریمؐ کے غار ثور تشریف لے جانے کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

"جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرب کو ہمیشہ دعوت اسلام کی فرماتے تھے۔ جو لوگ نیک بخت تھے، اسلام لاتے تھے اور جو بد تھے، حضرت کے کلام پر کچھ خیال نہ کرتے تھے، بلکہ فتنہ اور فساد پر مستعد ہوتے تھے۔ آخر ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک پہنچا۔ اکثر انصار مسلمان ہوئے اور حضرتؐ کو حکم ہجرت کا مدینہ کی طرف صادر ہوا۔ شب کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے مقام پر سلایا اور چادر مبارک اپنی اون کو اوڑھائی۔ بذات خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے۔ ستائیسویں تاریخ صفر کی، شب دو شنبہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سوار ہو کر غار ثور تک پہنچے، ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! رات اندھیری ہے اور غار پہاڑ کے اکثر حشرات سے خالی نہیں ہوتے۔ آپؐ تھوڑا توقف فرمایئے تو میں اول اوس غار میں جاؤں اور آپؐ کے واسطے مکان صاف کروں جو تکلیف اور اذیت ہونی ہو مجھی پر ہو اور بدن مبارک پر کچھ آسیب نہ آوے الغرض ابوبکر صدیقؓ غار میں گئے۔ غار کو نہایت تنگ اور تاریک پایا۔ اسے خوب جھاڑ کر صاف کیا اور جو سوراخ کہ نظر آئے۔ انھیں اپنی چادر کے ٹکڑوں سے بند کیا، مگر ایک سوراخ باقی رہا اور چادر کے ٹکڑوں نے وفا نہ کی۔ اوس کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا۔ بعد اس کے حضرت سرور عالمؐ کو بلایا۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور سر مبارک اپنا ابوبکر صدیقؓ کے زانو پر رکھ کر آرام کیا۔" (۸۱)

اس میلاد نامے کی اختتامی سطور درج ذیل ہیں:

"اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر کی دے، خصوصاً اس رسالے کو جمع کرنے والے احمد یار خاں گنہ گار کو اور سب لوگوں کو جو اس مجلس متبرک میں بسبب تعظیم و تکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوئے ہیں، محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی اور ان کی آل اور اصحاب کی اور اہل بیت کی دیوے اور مرادیں دینی و دنیوی حاصل کرے۔ آمین۔ یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔"(۸۲)

یہ رسالہ میلاد شریف کی محفلوں میں بڑا مقبول رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مختلف لائبریریوں میں رسالہ مولود مسعود، رسالہ احمد در بیان مناقب محمدیؐ" مولود شریف، سیرت النبیؐ" مولود محمدؐ اور مولد شریف جدید ناموں سے خطی اور مطبوعہ نسخوں کی صورت میں موجود ہے۔ اس کا انداز تبلیغی نوعیت کا ہے اور زبان بیان کے لحاظ سے سلیس اور عام فہم ہے تاکہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے البتہ اس میں اکثر مضاف مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً دعوت اسلام کی۔ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حکم ہجرت کا۔ پا مبارک اپنی۔ غار پہاڑ کے (ورق ۴۲۔ ب)(۸۳)

الطاف

الطاف کے رسالہ "معجزات حضرت سرور کائنات" کا مخطوطہ نیشنل میوزیم لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے چار معجزات کو منظوم کیا گیا ہے۔ مخطوطہ ہذا کا سنہ کتابت ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء ہے۔ کاتب نے اپنا نام سید عابد حسین لکھا ہے۔ زردی مائل باریک کاغذ ہے جو اب کرم خوردہ ہو چکا ہے۔ اس کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کے اوراق کے چاروں طرف نیلی باریک اور دو سرخ جدولیں ہیں۔ نستعلیق عمدہ خط میں لکھا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ جلد کیا گیا ہے اور اس میں ورق ۱۱۲۔ الف سے ۱۱۷۔ ب تک شامل ہے۔

اس میں پہلا معجزہ ہرنی، دوسرا دختر مردہ کو زندہ کرنا، تیسرا انصاری کا ناقہ کی سرکشی بیان کرنا اور سجدہ کرنا اور چوتھا یہودی اور سوسمار کا قصہ ہے۔ پہلے معجزہ کے بیان سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ساتھ لے کر چند اصحاب کرام
جانب صحرا گئے خیرالانام

جب ہوئے رونق فزا خیرالبشر
ہو گیا صحرا منور سر بسر

واہ کیا جلوہ تھا وہ کیا نور تھا
نور سے سارا جہاں معمور تھا

مادہ آہو نے ناگاہ دی صدا
اے نبی اے خلق کے مشکل کشا
(۸۴)

تیسرے معجزہ سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نام نامی پر جو ناقہ تھا نثار
دوڑ کر حاضر ہوا بے اختیار

جب زیارت سے مشرف وہ ہوا
سر جھکا کر آپ کو سجدہ کیا

عرض اصحابوں نے کی اے شاہ دیں
ہم مگر اس کام کے قابل نہیں

جانور تک آپ کو سجدہ کریں
حیف کی جا ہے کہ ہم دیکھا کریں

کیوں نہیں ہم سجدہ کرتے آپ کو
اب ہمارے واسطے بھی حکم ہو

تب یہ فرمایا کہ ہم کو دو خبر
کیا بشر کو سجدہ کرتا ہے بشر

چاہیے سجدہ خدا کے واسطے
خالق ارض و سما کے واسطے

گر ہمارے واسطے ہوتا روا
تو نہیں یہ امر پھر دشوار تھا
(۸۵)

اس مثنوی کے اشعار کی خوبی روانی اور تسلسل ہے۔ اس سے الطاف کے زور سخن اور مہارت فن کا اندازہ ہوتا ہے۔

کرامت علی شہیدی (۱۲۵۶ھ ر ۱۸۴۰ء)

مولوی کرامت علی شہیدی عبدالرسول خاں کے بیٹے اور بانس بریلی کے رہنے والے تھے۔ مصحفی اور شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی صحبت میں بھی رہے۔ سنہ ۱۲۵۵ھ میں حج کیا۔ دوران حج ایک قصیدہ لکھا جس کا درج ذیل شعر مشہور خلائق ہے:

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

حج کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑے اور چار صفر سنہ ۱۲۵۶ھ کو جب ایسے مقام پر پہنچے کہ وہاں سے روضہ اقدس نظر آ رہا تھا تو انہوں نے حسرت سے نظر ڈالی اور ان کی وہ تمنا پوری ہوئی کہ

تھی تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے
اور وہیں جاں جاں آفریں کے سپرد کر دی

شہیدی کے دیوان میں میلاد و معراج اور وفات النبیؐ کے اشعار میں عقیدت و شیفتگی اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک میلادیہ قصیدے کے چند شعر درج ذیل ہیں:

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا
دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا
نہ تھا نام و نشاں جن روزوں اس لوح زبرجد کا
عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا
شرف حاصل ہوا آدمؑ اور ابراہیمؑ کو اس سے
نہ تھا فخر عالم، فخر تھا اپنے آپ وجد کا
(۸۶)

لکھنوی شاعری کے اثرات کے تحت جمالی ظاہری کے خصوصی پہلوؤں میں آپؐ کے خدوخال اور ابرو و گیسو کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ رعایت لفظی اور صنعت گری فکری و فنی ماحول پر غالب ہے:

ہے سورہ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کم ساتھ ہوا روئے نکو خوئے نکو کا
ہے نیک نگر روئے صفت خوئے محمدؐ
ماہ نو شوال سے عاشق کو نہیں عید
جب تک نظر آ جائے نہ ابروئے محمدؐ
(۸۷)

کرامت علی کے شعروں میں سوز، اخلاص اور والہانہ پن کے جذبات و احساسات نے ایک کیف آور لے پیدا کر دی ہے۔ شہیدی کی انہی خوبیوں کی بدولت ان کا نام اہم شاعروں کے ساتھ عزت سے لیا جاتا

ہے۔ زبان و بیان کی صفات کے لحاظ سے ان کی شاعری لکھنؤی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔(۸۸)

شاہ روف احمد رافت (م ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۴ء)

شاہ روف احمد رافت کا اصلی وطن سرہند تھا اور وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے والد شاہ شعور احمد سرہند سے رامپور آ گئے تھے۔ یہیں رافت ۱۲ محرم ۱۲۰۱ھ (۶ نومبر ۱۷۸۶ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد شاہ درگاہی رامپوری سے اکتساب فیض کیا اور ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسی نسبت سے رافت کی عمر کا بڑا حصہ دہلی میں گذرا۔ ۱۸۲۳ء میں رافت بھوپال چلے آئے اور بقیہ زندگی یہیں بسر کی۔ ۲۵۔ ذیقعد ۱۲۴۹ھ (۵۔ اپریل ۱۸۳۴ء) کو راہ حرمین شریفین میں وفات پائی۔

رافت متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے فارسی کے ایک اور اردو کے چھ دیوانوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی مثنویاں، تفسیر روفی (نثر)، ارکان اسلام اور فقہ ہندی (منظوم) وغیرہ نثری و شعری کتابیں انھوں نے یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کا ایک قلمی منظوم رسالہ مولود شریف پر بھی ہے اور اس کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان کا میلاد نامہ "مولود محمدیہ" کے نام سے ۱۲۹۳ھ میں محمدیہ پریس بمبئی سے شائع ہوا جو ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے، جو ان دنوں نایاب ہے۔ اردو نثر کی تین کتابیں مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (معراج نامہ)، ارکان اسلام اور تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر روفی طبع ہو چکی ہیں۔

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب" کا سال تصنیف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ (مطبع اعظم الاخبار، رائے ویلور، تاریخ طباعت ۳۔ جمادی الآخر ۱۲۷۲ھ) ۲۳۰۔ صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ خطی نسخہ کے ۱۴۲۔ اوراق ہیں۔ اور اس پر کاتب محمد غالب نے تاریخ کتابت ۲۲۔ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ (۲۳۔ اگست ۱۸۵۶ء) لکھی ہے۔ اس معراج نامہ کا ۱۴۲۔ صفحات پر مشتمل ایک نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ مشفق خواجہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۷۲ ہجری سے پہلے ۱۲۴۳ھ میں طبع ہو چکی تھی۔(۸۹)

اس کتاب میں معراج النبیؐ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ رافت نے معراج کی تفصیلات کو سادہ اور عام فہم زبان میں قلمبند کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتداء قرآن مجید کے واقعہ معراج سے متعلق آیات اور ان کی تفسیر سے ہوتی ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے کتاب کے نقطہ آغاز کی درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا" من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

ترجمہ: پاکی اور بے عیبی ہے اس کو کہ واسطے کرامت کے لے گیا بندے اپنے کو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک آن میں رات کی مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے، وہ مسجد کہ برکت دی ہم نے

گرداگرد اس کے دین کی کہ مہبط وحی اور معبد انبیا کیا اور دنیا کی کہ اشجار و انہار سے گھیر لیا اور لے گ
ہم اس بندہ محبوب مقبول اپنے کو اس واسطے تا دکھا دیں اس کو دلائل قدرت اپنی سے کہ آن واحد میں گ
سے لا کر بیت المقدس میں امام انبیاء فرمایا۔(۹۰)
کتاب کا خاتمہ منظوم مناجات پر ہوا ہے۔ جس کے چند آخری اشعار درج ذیل ہیں:

رہوں گور میں بھی دیوانہ ترا
نہ موقوف ہو منہ دکھانا ترا

اٹھوں تو ترے دھیان میں پھر اٹھوں
غرض عشق میں ہی جیوں اور مروں

میں رافت ہوں بندہ ترا اے خدا
مرا اور سب اہل اسلام کا

کر ایمان اسلام پہ خاتمہ
طفیل نبی و بتی فاطمہ

الٰہی ہزاروں درود اور سلام
پیمبر پہ نازل تو فرما مدام

پھر آل اور اصحاب پر آپ کے
پھر ازواج و احباب پر آپ کے
(۹۱)

معراج نامہ سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:
"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ
حساب امت کا دن قیامت کے میرے سپرد ہو۔ ارشاد ہوا کہ
اے محمدؐ! عرض تیری قبول کی ہے۔ پھر عرض کیا میں نے کہ الٰہی امت میری کی
فضیحت نہ ہو۔ فرمایا اے محمدؐ! میں حساب ان کا ایسا کروں گا کہ تو بھی قبائح اعمال سے
ان کے مطلع نہ ہو گا۔ جب میں گناہ ان کے تجھ سے کہ پیغمبر شفیق ہیں۔ چھپاؤں،
بیگانوں پر کس طرح ظاہر کروں گا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر ان پر شفقت
رسالت رکھتا ہے تو میں رحمت ربوبیت رکھتا ہوں تو اگر پیغمبر اور رہنما ان کا ہے تو
میں معبود اور خدا ان کا ہوں، تو آج بنگاہ الطاف ان کو دیکھتا ہے، میری نظر عنایت ازل
سے ان کے حال پر ہے۔(۹۲)
زبان و بیان کے اعتبار سے اس معراج نامہ میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ ہندی الفاظ، متروک
الفاظ اور بعض مصادر کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ قافیہ آرائی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:
شمع جلالت، چراغ رسالت (ص ۷)، شافع قیامت، دافع ندامت (ص ۷)، آفتاب ہدیٰ ماہتاب عطا

(ص ۷)، گوہر درج صفا اختر برج وفا (ص ۸) عندلیب گلستان احدیت بلبل بوستان صمدیت (ص ۸) جب تک کہ میں اس شرافت سے خالی ہوں، لاکھ طرح سے بلند اور عالی ہوں لیکن زمین کی پستی میری بلندی پر ہنستی ہے، سچ ہے کہ یہ درجے ہے (ص ۳۸)

ہندی الفاظ کا استعمال:

دھرنا (خشیہ کاندھے پر دھرا ص ۸۸)، تھان (جہاں مراکب انبیاء کا تھان تھا ص ۹۹)، پاٹ (ہر ایک دریا کا پاٹ ستر ہزار درجے آسمان اور زمین سے زیادہ تھا ص ۱۴۷)، دھپنا (قاف سے تا قاف دھپ جائے ص ۲۱۵) گنگا جمنی (دیواریں بہشت کی گنگا جمنی بنتی ہوئی تھیں ص ۲۱۸) متروک الفاظ میں نپٹ (نپٹ پھولے ہوئے زرد رنگ ص ۱۴) اور تلک (کب تلک چاہے گا امت کو اپنی ص ۲۱۳)، استعمال ہوئے ہیں۔ اور بعض مصادر جیسے فضیحت ہونا (الٰہی! امت میری فضیحت نہ ہو ص ۲۱۵) وغیرہ کو استعمال کیا گیا ہے۔(۹۳)

مرزا حسن علی (م ۱۸۳۹ء)

مرزا حسن علی لکھنؤ کے باشندے تھے۔ مولوی حیدر علی سے تحصیل علم کر کے دہلی چلے گئے۔ وہاں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے تکمیل علوم کی۔ ان کے میلاد نامہ بعنوان "سرور المومنین فی بیان مولد سید المرسلین" کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اکتوبر ۱۸۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

> "الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر اور احسان کہ تو نے تعین اول نور محمدیؐ کا کیا اور سب مخلوقات اوس سے پیدا کئے، پھر اوس کا ظہور مرتبہ میں ٹھہرایا، تو سب چیز اوس کے پرتو سے جلوہ گر کی۔"(۹۴)

اس مخطوطہ میں ترمیم و اضافہ اور تصحیح کی گئی ہے، جس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ خود مصنف کا تحریر کردہ ہے۔ کرم خوردگی بے حد ہے جس سے کتاب کے بعض حصے ناقص ہو گئے ہیں۔ یہ مخطوطہ ۳۲۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ کشمیری ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۸۵ھ ر ۱۸۶۸ء میں مطبع علوی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ جس کا ایک نسخہ محمد علی بخش خاں، کٹرہ محمد علی خاں لکھنؤ کے پاس موجود ہے۔

مولوی محمد عباس

مولوی محمد عباس ابن ناصر علی جاجموی نے ۱۲۴۹ھ ر ۱۸۳۳ء میں میلاد نامہ بعنوان "صبح کا ستارہ" مرتب کیا۔ یہ نثر کے ۹۳۔ صفحات پر مبنی ہے۔ مولوی محمد عباس اور سید منیرالدین کے میلاد ناموں کے عنوانات اور اندراجات بعینہٖ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اس یکسانیت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی کتاب وقائع الاخبار عربی ہے۔ مولوی محمد عباس کا میلاد نامہ مطبع مصطفائی، دہلی سے پہلی بار ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ سال ۱۹۳۳ء

پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے' جو ملک دین محمد' تاجران کتب' لاہور نے شائع کیا تھا۔
اس میلاد نامہ کو ۳۵ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں عذاب اور ثواب کی روایات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ نور محمدیؐ کے بیان سے نثر کا ایک اقتباس نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

"حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا۔ جس میں چار شاخیں تھیں اور شجرۃ الیقین اس کا نام رکھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو سفید سوتی کے پردے میں طاؤس بنا کر اس درخت پر بٹھایا۔ اس نے ستر ہزار برس اس پر تسبیح کی بعد ازاں حیا کا آئینہ پیدا کر کے اس کے آگے رکھا۔ جب طاؤس نے اس میں اپنی صورت دیکھی نہایت حسین و جمیل اور زیبا و شکیل پایا تب حق تعالیٰ سے حیا کی اور پانچ دفعہ حق تبارک و تعالیٰ کو سجدے کئے' یہی سجدے اس پر فرض ہو گئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی امت کو پنج وقتہ نماز کا حکم کیا۔" (۹۵)

میلاد نامہ انتہائی سادہ و سلیس زبان میں لکھا گیا تھا' یہی اس کا کمال ہے۔ اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور تحقیق و تنقید کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اور اس میں ہر قسم کی روایات بیان کی گئی ہیں۔ دراصل مصنف نے امام غزالی کی کتاب وقائع الاخبار کے ترجمہ میں اپنی طرف سے حسب ضرورت اور جابجا اضافہ کیا ہے۔ آخر میں زیارت قبور کے مسائل شامل کئے ہیں۔
اس میں بعض مصادر اور ہندی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مصادر میں جیسے جوکھنا (جس نے بائیں ہتھیلی کو دیکھا ناپنے جوکھنے والا ہو" ص ۳) زاری کرنا (بہت روتے ہیں اور زاری کرتے ہیں' ص ٦)' بدنا (انسان وہیں مرتا ہے جہاں کی موت بدی ہے' ص ۹) اور ہندی الفاظ میں کپا (میرے واسطے کپا تیار کیا ہے' ص ۱۳)' چکوتی (انصاف)' (جب چکوتی کرنے لگو' لوگوں میں' تو چکوتی کرو انصاف سے' ص ۳۲)' وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

سید منیر الدین نقشبندی

سید منیر الدین نقشبندی مجددی دہلوی نے میلاد نامہ بعنوان "شمع ہدایت الموسوم بہ صبح کا ستارہ" مدلل انداز میں مرتب کیا ہے۔ اس کی ضخامت ۶۳ صفحات ہے۔ اس میں بیان کی گئی روایات کا ماخذ "وقائق الاخبار عربی" (مصنفہ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی) ہے۔ اس میں عذاب و ثواب کی روایات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

محمد فاضل

محمد فاضل کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ محمد الدین فوق نے اس قدر لکھا ہے کہ فاضل ایسے نامور عالم گذرے ہیں۔(۹٦) فاضل کا نور نامہ' میلاد نامہ' اور مثنوی قصہ شاہ یمن بہت مشہور ہیں۔
محمد فاضل کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس پر اس کا

سال تصنیف ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء درج ہے۔ یہ نور نامہ ۳۱۲ ابیات پر مشتمل ہے اور ایک جلد میں چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ورق ۹۷ تا ۱۰۷ کے تحت مجلد ہے۔ اس کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

کروں حمد میں پاک رب غفور
کہ ظاہر کیا جس نے احمد کا نور
یہ نور محمد ہے نور الہ
کہ جس کا ہے دیکھو یہ قرآں گواہ
خدا آپ قادر ہے ہر چیز پر
یہ نور محمد ہے جدھر تدھر
(۹۷)

شاعر نے نور نامہ میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ روایات خلاف شریعت بیان نہ ہوں اور ایک شعر میں اپنے نام فاضل کا بھی اشارہ کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

روایت ہے یاں اس طرح ایک اور
یہ ہے جائے نازک ذرا کیجو غور
نہ کیو خلاف شریعت سخن
کہ راہ طریقت ہے فاضل کٹھن
(۹۸)

نور نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

کیا پیک رب سے نبی نے سخن
تمہیں یاد ہیں عمر کے اپنے سن
کیا سن کے جبرائیل نے یوں بیان
کہ تم کو کیا رب نے فخر زمان
خدا نے تمہیں پہلے پیدا کیا
پھر اوس بعد سبکو ہویدا کیا
کروں عمر کا میں بیاں کیا بھلا
وے عرض کرتا ہے مجھ کو روا
ستارا بس ایک جانب قطب تھا
نکلتا تھا سو وہ بحکم خدا
گذرتے تھے جب برس ستر ہزار
تو ہوتا تھا وہ بس طلوع ایکبار
ہمیشہ اس طرح تھا اس کا طور

نکلا تھا مدت میں وہ اگلے طور
کیا اس ستارہ کا میں نے شمار
تو گنتی ہوئی دفع ستر ہزار
تبسم کیا بولے حضرت رسول
کہا تم نے جو مجھ کو ہے وہ قبول
ملے وہ ستارہ گر اے پیک رب
تو کیا پھر بھی پہچان لوگے تم اب
کہا کیوں نہ پہچان لوں اس کو واہ
کہ دیکھا کئی مرتبہ میں نے شاہ
اٹھا سر مبارک سے دستار کو
دکھایا وہ اس مرد ہوشیار کو
جو دیکھا کہ پیشانی احمد اوپر
چمکتا ستارہ ہے وہ سربسر
ادب سے اسے آکے بوسہ دیا
خدا کی وہ قدرت پہ شاکر ہوا
(۹۹)

محمد فاضل کے نور نامہ کا آہنگ ایسا ہے کہ اسے ترنم کے ساتھ محفل میلاد میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں غیر معتبر روایات کے بیان کی بجائے نور نبویؐ سے متعلق مشہور و مقبول روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اگرچہ ادبی محاسن کی کمی نظر آتی ہے مگر یہ عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔

فاضل کا نور نامہ 'محمد اسمٰعیل پبلشر' بمبئی اور انوار محمدی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ اول الذکر کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص 'انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دعائے واقع سحر و بلا' عہد نامہ مترجم مع اسناد شامل کیا گیا ہے۔

فاضل نے قصہ شاہ یمن میں ایک مقام پر اپنی ریختہ گوئی کے بارے میں لکھا ہے:

سخن کو دی ہے رب نے کیا ہی وسعت
زباں شاعراں میں ہے فصاحت
خصوصاً ریختہ گوئی میں اے یار
نہایت ہے مزا اور لطف بسیار
(۱۰۰)

فاضل نے قصہ شاہ یمن کسی اور کتاب سے اخذ کیا ہے اور اسے احساس ہے کہ وہ خلاف محاورہ اور غلط زبان و بیان پر مبنی ہے۔ جس زبان کے بے محاورہ و غلط ہونے پر تنقید کی گئی ہے وہ یقیناً دکھنی زبان ہو

کیونکہ شمالی ہند کے شعراء اور مصنفین اپنی ریختہ کے مقابلہ میں اسے غیر فصیح اور نامانوس سمجھتے تھے۔ اس کا اظہار درج ذیل اشعار میں ملاحظہ ہو:

یہ قصہ معجزے کا جو لکھا تھا
زبان زشت میں یعنی کہا تھا
ہر یک کی فکر موافق قدر کے ہے
سخن فہمی بھی ہے اے دوستو شئے
نہایت لفظ اس میں بے مہارت
لکھے تھے اس نے اے صاحب فراست
سخن واں کے نہ تھا پڑھنے کے قابل
نہ مطلب اس سے کچھ ہوتا تھا حاصل
ہوا معلوم جب مجھ کو زبوں یہ
مرے دل نے کہا اب میں کہوں یہ
(۱۰۱)

اس مثنوی کا موضوع نبی کریمؐ کا ایک معجزہ بیان کیا گیا ہے' جس کی وجہ سے شاہ یمن کے باغ کے پتہ پتہ نے اللہ تعالیٰ اور نبی کریمؐ کے ایک رسول ہونے کی گواہی دی تھی۔ اور جس کو دیکھ کر باغ کا مالی مسلمان ہو گیا تھا اور خود شاہ یمن بھی بعد از خرابی بسیار اسلام لے آیا تھا۔ مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے اور اختتام درود و سلام پر ہوتا ہے۔ اس مثنوی کا ایک ۱۸۹۳ء کا مطبوعہ نسخہ کریمی لائبریری' بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ متذکرہ بالا مخطوطہ کی نقل نہیں ہے بلکہ کسی دکنی شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ زبان و بیان کی خصوصیات اس کے گجراتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اس مثنوی میں کہیں مصنف و سنہ تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول تعریف اس شاہ جہاں کو
پیدا کیا وہی ارض و سما کو
دگر تعریف سو ہے مصطفیٰ کو
کہ جس کی صفت میں پایا خدا کو
عجب خداوند کہ جس کا یہ عبد ہے
کہ اس کے فہم میں سب عقل رد ہے
(۱۰۲)

لسانی خصوصیات کو مدنظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا مثنوی سے کئی سال بعد لکھی گئی ہے۔

امام بخش ناسخ (م ۱۸۳۸ء)

امام بخش ناسخ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عربی اور فارسی کے علوم مولوی وارث علی اور دیگر علمائے فرنگی محل سے سیکھے۔ ناسخ کے قدر دانوں کی بدولت ان کی زندگی نہایت آرام و سکون سے گذری۔ ان کا لکھنؤ میں ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۸ء میں انتقال ہوا۔

ناسخ طرز لکھنؤ کے موجد تھے۔ انہوں نے اردو زبان کی تہذیبی روایات کے تحفظ کے لئے سنسکرت الفاظ کے اخراج کی تحریک چلائی اور اپنے شاگردوں کے توسل سے اسے کامیاب بنایا۔ ان کا لکھنؤ کے حلقہ شعرا میں بہت اثر و رسوخ تھا۔

ان کے تین دیوان ہیں اور پانچ مثنویاں ہیں۔ ان میں (۱) نظم سراج' (۲) مثنوی در حال ولادت حضرت علیؑ (۳) شہادت نامہ آل نبیؐ (۴) معراج نامہ اور (۵) مولد شریف شامل ہیں۔

معراج نامہ ناسخ کا ایک مخطوطہ نامور محقق مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری ناظم آباد' کراچی میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ ۱۲۵۹ھ میں عبدالجامع نے لکھا۔ یہی مخطوطہ میرے پیش نظر ہے۔ اس کے ترقیمہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"تمام شد رسالہ معراج نامہ من تصنیف شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤی از دست فقیر محمد عبدالجامع عفی اللہ عنہ' ساکن فرنگی محل من محلات بیت السلطنت لکھنؤ در عہد با شوکت و حشمت حضرت امجد علی شاہ خلد اللہ ملکہ' بتاریخ بست و ہفتم ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۱۲۵۹ ہجری قدسی قریب یک پاس روز بر آمدہ ہر کہ دعویٰ کند باطل گردو۔" (۱۰۳)

ممکن ہے' اسی مخطوطہ کا رشید حسن خان نے ذکر کیا ہو کیونکہ اسی کے اقتباسات انہوں نے ایک مضمون میں شائع کیے تھے۔ نمونہ کے طور پر چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سب ہوئے پیدا برائے مصطفیٰؐ
جان و دل سے ہیں فدائے مصطفیٰؐ

شافع روز قیامت ہے وہی
صاحب تاج شفاعت ہے وہی
(۱۰۴)

مدح صحابہ کرامؓ کے بارے میں اشعار:

ہیں جو اصحاب جناب مصطفیٰؐ
باخدا و با وفا و با صفا۔۔۔

خاص ان اصحاب میں چار یار
خاص ان احباب میں ہیں چار یار

غور سے دیکھو تو چاروں ایک ہیں
غور سے دیکھو تو چاروں نیک ہیں
(۱۰۵)

ذکر معراج شریف سے چند شعر:

نظم کرتا ہوں روایات صحیح
عرض کرتا ہوں روایات صحیح
ام ہانی کے محل میں ایک شب
تھے مصلے پر شہنشاہ عرب
سقف خانہ ہو گئی شق ناگہاں
جبرئیل آئے نظر باعزوشاں
یوں کہا جبرئیل نے میکائیل سے
آب زم زم طشت میں لاوے مجھے
تاکروں خیرالبشر کے دل کو پاک میں
سینے سے لے تا شکم کر دوں چاک میں
(۱۰۶)

نبی کریمؐ کے عرش پر تشریف لے جانے کے بارے میں اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

صاحب معراج پہنچے پائے عرش
دولت پابوس کو تا پائے عرش
عرش پر جا کر ہوئے مسند نشیں
خسرو ہر آسمان و ہر زمیں
اذن فرمایا خدا نے کتنی بار
یعنی ہو نزدیک اے عالی وقار
اس سے ہوتی تھی تسلی آپ کی
اس سے ہوتی تھی ترقی آپ کی
(۱۰۷)

مندرجہ بالا اشعار میں "مدح اصحابہ کبارؓ" کے اشعار اور جبرئیل" کا آنحضرتؐ کے دل کو شکم چاک کر کے پاک کرنا" ایسی روایات ہیں، جو شیعہ عقائد کے مطابق نہیں ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مثنوی اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب ناسخ نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ اس کی دوسری شہادت اس مخطوطہ کے کاتب محمد عبدالجامع ساکن فرنگی محل سے میسر آتی ہے۔ ناسخ کا ابتدائی رابطہ علمائے فرنگی محل سے تھا۔ شاید اسی سبب سے معراج نامہ کا کوئی نسخہ وہاں رہ گیا ہو گا اور حالات و قرائن کو اگر مدنظر رکھا جائے تو ممکن ہے، یہ اسی دور کی تصنیف ہو۔ کلام کی بناوٹ اور نوعیت کے اعتبار سے اسے ناسخ کی تصنیف مان لینے میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔ زمانی اعتبار سے بھی معراج نامہ اور مولد شریف کا زمانہ تصنیف دوسری مثنویوں سے یقیناً مقدم ہے۔ مثنوی کے زمانہ تصنیف کے متعلق مکمل صحت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

مثنوی کا مطالعہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ مثنوی اس دور کی تصنیف یقیناً نہیں ہے جب وہ بھرپور استاد ہو چکے تھے کیونکہ اس میں چند متروکات اور اسقام تالیف موجود ہیں۔ بایں ہمہ ثقیل اور غیر مانوس الفاظ کا تناسب حد اعتدال کے اندر ہے۔ اور مثنوی میں اثر و تاثیر کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

ناسخ کا میلاد نامہ منظوم بعنوان "مولد شریف" ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں مطبع کارنامہ، لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ ۱۸۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ تلاش بسیار کے بعد ہیڈ آفس لائبریری، نیشنل بینک آف پاکستان، کراچی سے دستیاب ہوا۔ غالباً یہ واحد مطبوعہ نسخہ ہے، جو پاکستان کی کسی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی ایک عکسی نقل مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

ناسخ کے مولد شریف میں تمہید ولادت میلاد شریف حضرت سرور انبیاء اور حمد و نعت کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں۔

بیان ظہور نور رسالت" بیان صدور معجزات قرب زمان ولادت ختم الرسالت" بیان رضاعت و اصدار خرق عادات آنحضرت" بیان شفقت عبدالمطلب نسبت آنحضرت" بیان محبت و تربیت ابو طالب بہ آنحضرت" بیان تشریف فرما ہونا آنحضرت رسالت پناہؐ کا بہ عزم تجارت جانب شام خدیجہ الکبریٰؓ کا مال لے کر' بیان مناکحت آنحضرتؐ با خدیجہ الکبریٰؓ" بیان آغاز زمان نبوت آنحضرت" بیان تفصیل اولاد آنحضرت" بیان حال بعثت نبیؐ کریم' بیان معراج آنحضرت" کیفیت ایمان لانے بعض اہل مدینہ کے' بیان ہجرت آنحضرتؐ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف' بیان سال اول ہجرت نبی تا سال ششم' بیان غزوہ خیبر' بیان حجتہ الوداع' بیان مباہلہ' بیان حلیہ شریف آنحضرت" بیان عظمت آنحضرتؐ اور مناجات۔

ناسخ کے میلاد نامہ کی ایک خصوصیت اس کا علمی انداز ہے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کی ولادت و رضاعت' بچپن' سفر شام' حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی' بعثت و نبوت' معراج و معجزات' ہجرت' غزوات' حجتہ الوداع' حلیہ شریف اور اوصاف و مقام محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا۔ اور نہ ہی شاعرانہ انداز میں حدود شریعت سے کہیں آگے بڑھے ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں محبت و شیفتگی کا والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے:

جب سپرد آدمؑ کو نور اوس کا ہوا
سب ملائک نے اوسے سجدہ کیا

بعد ازیں کرتا رہا نور انتقال
آیا تا عبداللہ وہ نیکو خصال

حضرت آدم سے عبداللہ تک
پاک تھی صلب و رحم لاریب و شک

آمنہؓ پر جب ہوا فضل خدا
نور عبداللہ سے اوس کو ملا

زوج زوجہ دونوں تھے وہ نیک ذات

ہے خبر الطیبون للطیبات

بت ہوئے سب بتکدوں میں سرنگوں
ہو گئے تخت سلاطین واژگوں

جتنے شیطاں تھے ہوئے ناچار وہ
شیطنت سے ہو گئے بیکار وہ

حکم خالق کا فرشتوں کو ہوا
پھینک دو دریا میں تخت ابلیس کا

پھر کیا چالیس دن اوس پر عذاب
چھٹکے بھاگا بعد ازیں بااضطراب

ہے جو کوہ بوقبیس ایک اوس جگہ
اوس کے اوپر جا کے باحال تبہ

وہ لعیں شدت سے چلانے لگا
سن کے غل واں ہر کوئی آنے لگا

ہو گیا ایک دم میں واں اجماع خلق
خلق سے کہنے لگا وہ اہل زرق

وائے تم پر اے گروہ بے نصیب
ہے محمدؐ کا تولد اب قریب

لات و عزیٰ کی پرستش ہوچکی
ہوئیگا لاریب وہ تم پر نبی

ہیں صنم جتنے اونھیں تڑوائیگا
جانب توحید تم کو لائے گا

اے زہے تاثیر ختم المرسلین
ہو گئے کاہن تمام اندوہ گین

کاہن و جن ہوئے حایل حجاب
سب کہانت کے ہوئے مسدود باب

چرخ سے آئی اوسی شب یہ ندا
ہے قرین عہد ظہور مصطفیٰ

مبتلائے قحط تھے سارے قریش
اس بلا میں تھا منغص اون کا عیش

نور احمد نے جو کی اون کی مدد

ہو گئیں ساری بلائیں اون سے رد

ہو گئے سارے مزارع بارور

جتنے نخل خشک تھے لائے ثمر

(۱۰۸)

نبی کریمؐ کے اعجاز معراج کا بیان کم و بیش ہر میلاد نامے میں موجود ہے۔ معراج نامے علیحدہ بھی لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ برصغیر میں آپؐ کے اس اعجاز کی ترویج و تبلیغ کے سلسلہ میں میلاد ناموں نے منفرد اور مثالی کردار ادا کیا ہے۔ ناسخ نے بھی واقعہ معراج کے سلسلہ میں عوام اور خاص میں مقبول مختلف روایات کو نظم کیا ہے۔ چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

یہاں سے ہے اب ماجرا معراج کا

بارہواں جب سال بعثت کا ہوا

عرش سے روح الامین لائے براق

تا چلیں حضرت سوئے عالی رواق

یوں کیا جبریل نے آ کر بیان

حق نے ہے تجھ کو بلایا میہمان

چل کے کر نظارہ انوار حق

دل کو کر گنجینہ اسرار حق

منتظر سب انبیاء ہیں باندھے صف

تا ملے تیری زیارت سے شرف

دست بستہ سب ملک استادہ ہیں

تیری خدمت کے لئے آمادہ ہیں

عازم گردوں ہو مثل آفتاب

عالم علوی کو بھی کر فیض یاب

حوریں تیرے نور سے پاویں جمال

ہووے جنت تیرے قدموں سے نہال

کی ہے گر خالق نے اعلیٰ قدر عرش

اور بھی اب ہو دوبالا قدر عرش

یہ براق گرم رو ہے رشک برق

غرب سے ایک دم میں پہنچے تابہ شرق

ہے خطا کہئے اگر برق و ہوا

راہ طے کرنے میں ہے تیر قضا

جب ہوئے ختم الرسل اوس پر سوار
بیت مقدس کو گیا وہ راہوار
ہو سکے کب اوس کی سرعت کا بیان
ہے محال ایزد کی قدرت کا بیان
کی ادا واں ہادی دیں نے نماز
مقتدی سب انبیاء تھے با نیاز
جبکہ سجدے میں گیا وہ ارجمند
بیت مقدس کا ہوا رتبہ دوچند
پھر کیا اوس جا سے عزم لامکان
تھا براق برق پیکر زیر ران
تیز جاتا تھا نگہ سے بھی براق
تازیانہ تھا وفور اشتیاق
(۱۰۹)

میلاد ناموں کی مروج روایت کے مطابق ناسخ نے بھی نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کو بیان کیا ہے۔ انھیں اظہار پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ انھوں نے ہر مقام پر حب رسولؐ کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ الفاظ، لب و لہجہ اور اسلوب پر فدائیت و والہانہ پن کے جذبات و احساسات نمایاں طور پر جھلکتے نظر آتے ہیں۔ حلیہ نگاری کا ایک مختصر سا نمونہ بھی ملاحظہ کیجئے جو نبی کریمؐ کے سراپوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے:

کیا کروں اوس کے سراپا کا بیان
ہر زبان آور کی ہے قاصر زبان
ہے میرے اس قول پر شاہد خدا
دوسرا ایسا نہیں پیدا ہوا
کیوں نہ ہو لاریب ہے محبوب رب
مثل رب بے عیب ہے محبوب رب
ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر
کیسے ہوگا حسن اوس کا کس قدر
کوئی عطر اوس کے پسینے سا نہیں
یہاں خجل ہے نکہت خلد بریں
جس طرف ہوتا تھا حضرت کا گذر
کوچے ہوتے تھے معطر سربسر
کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام

جاتے ہیں اس راہ سے خیرالانام
جسم چھو لیتا تھا گر اون کا کوئی
کتنے دن ہاتھوں سے خوشبو آتی تھی
(۱۰)

شعری محاسن کو مدنظر رکھتے ہوئے' ناسخ کے میلاد نامے میں لکھنؤیت سے شاعری کا جو خاص رنگ مراد ہے' اس کے تمام عناصر اس میں موجود ہیں۔ ناسخ کے میلاد نامے میں شاعرانہ انفرادیت کے علاوہ خلوص و عقیدت کا اظہار بھی دلپذیر ہے۔

سید ہدایت علی

سید ہدایت علی کا رسالہ مولود شریف اسعد الاخبار آگرہ نے ۱۸۵۰ء میں شائع کیا۔(۱۱) اس میں مضامین و عنوانات کے اعتبار سے اسے روایتی اور مروج انداز سے ترتیب دیا گیا ہے۔

حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری

حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری کے مولود شریف کا مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں انہوں نے نثر کے ساتھ ساتھ ولی' حیات' غفلت' امیر' حیدر اور غوث تخلص کے شاعروں کا میلادیہ کلام بھی جابجا درج کیا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۸۳۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے اوراق آب رسیدہ اور کرم خوردہ ہیں۔ خط نستعلیق اچھا' روشنائی سیاہ اور کاغذ دستی کشمیری ہے۔ مخطوطہ ہذا ۳۶۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان سطور سے ہوتی ہے:

"رَبَّنَا اَتمِم لَنَا نُورَنَا وَاغفِر لَنَا اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَيٍ قَدِیرٌ۔ بہترین حسنات اور خوب ترین طاعات کہ پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ حصول بہشت و نعمات ہووے۔"(۱۲)

مولوی خیرالدین گوپاموی

مولوی خیر الدین گوپاموی نے میلاد نامہ بعنوان "ریاض الازہار فی احوال سیدالابرار" المعروف بہ دوازدہ مجلس ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ مولوی وجیہہ الدین لکھنوی کو مصنف نے محرم ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں عطا فرمایا۔ اور پہلی بار ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں مطبع اودھ اخبار لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ لکھنؤ سے اس کے تین ایڈیشن چھپے۔ پھر ۱۸۹۳ء میں کانپور سے اشاعت ہوئی۔ کانپور کا مطبوعہ نسخہ' کراچی یونیورسٹی لائبریری' کراچی میں موجود ہے۔

"ریاض الازہار فی احوال سید الابرار" بارہ مجالس میں منقسم ہے اور مصنف اسے اپنے وطن میں یکم ربیع الاول سے بارہ تاریخ تک ہر روز ایک مجلس کو پڑھا کرتا تھا۔ یہ نثر کے ۳۳۲۔ صفحات پر محیط ہیں۔ ان بارہ مجالس کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ نبی کریمؐ کے شرف و فضائل کا بیان آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے۔

۲۔ فضائل رسالتمابؐ اور دیگر انبیاء جو مشترک ہیں۔ مخصوص فضائل نبی کریمؐ امت محمدیہ اور اسماء النبیؐ کا بیان۔

۳۔ پیدائش نور محمدیؐ اور آپؐ کی تشریف آوری۔

۴۔ ذکر احوال والدین شریفین' واقعات قبل ولادت' ولادت باسعادت اور دیگر احوال نبی کریمؐ رضاعت' جوانی وغیرہ۔

۵۔ ملک شام کا سفر' شادی ہمراہ خدیجہ الکبریٰؓ بناء خانہ کعبہ

۶۔ ذکر دعوت اسلام' صحابہ کبارؓ کا ایمان لانا' ایذا دہی کفار' ہجرت حبشہ' نبی کریمؐ کا سفر طائف۔

۷۔ حلیہ شریف' اخلاق و اوصاف اور دیگر صفات۔

۸۔ عادات شریفہ' کھانے پینے' سونے جاگنے اور ذکر معجزات شریف۔

۹۔ معراج شریف کا سفر مبارک' مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے جہاں تک اللہ نے چاہا' ذکر صفت معراج و براق۔

۱۰۔ ہجرت مدینہ۔

۱۱۔ غزوات و سرایا اور ان کی تعداد۔

۱۲۔ وفات مبارک' غسل' تجہیز و تکفین' نماز اور تدفین' فضائل زیارت مزار شریف اور انبیاء کی قبروں کے فضائل۔

نبی کریمؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی اور خطبہ نکاح کے بیان سے اقتباس نثر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

> "نبی کریمؐ ابوبکرؓ کی لائی ہوئی پوشاک پہن کر' ابو طالب' حمزہ بن عبدالمطلب وغیرہ اپنے چچاؤں اور ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہ لے کر خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو طالب نے سب خویش و اقربا اور قریش کے رئیسوں کو جمع کیا اور خطبہ نکاح حضرتؐ کا بلیغ و فصیح پڑھا۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ حمد اور ثنا اس پروردگار کو کہ جس نے ہم کو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے کیا اور معد اور نضر کی اصل سے پیدا کیا اور اپنے حرم یعنی کعبہ کا ہم کو محافظ اور پیشوا کیا اور ہم کو سب پر حاکم فرمایا۔ اما بعد حمد اور ثنا کے بھتیجا میرا محمدؐ بن عبداللہ وہ بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کو قریش کے ہزار مردوں کے ساتھ تولیں تو وہی بھاری نکلے اگرچہ مال میں کم ہے کچھ غم نہیں اس واسطے کہ مال مانند سایہ کے ہے کہ گھٹ جاتا ہے اور اس کی قرابت میرے ساتھ سب کو معلوم ہے۔ سو اب وہ چاہتا ہے کہ بعوض میرے بیس اونٹوں کے خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ نکاح کرے۔ جب حضرت ابو طالب نے خطبہ آنحضرت کی طرف سے تمام کیا۔ تو خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے اٹھ کر خطبہ پڑھا۔ پس دونوں جانب سے

غلام امام شہید (م ۱۸۷۶ء / ۱۲۹۳ھ)

غلام امام شہید ۱۸۰۳ء میں قصبہ آمیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شاہ غلام محمد تھا۔ فارسی کی تعلیم آغا سید اسمٰعیل ماژندرانی سے حاصل کی۔ اردو شاعری میں مصحفی اور فارسی شاعری میں قتیل کے شاگرد تھے۔ آگرہ میں سررشتہ دار رہے۔ ۱۸۳۹ء میں سر سید احمد خان بھی نوکر ہو کر آگرہ آ گئے۔ مولانا شہید، سرسید اور دیگر مشاہیر کی آگرہ میں صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ شہید الہ آباد میں بھی پیش کار کے عہدے پر فائز رہے۔ ترک ملازمت کے بعد ہندوستان کے امراء و روساء ان کی خدمت کرتے تھے۔ نواب کلب علی خاں والئی رامپور، سر سالار جنگ وزیر اعظم حیدر آباد، سعید عالم خاں رئیس سورت ان کے بڑے قدر دان تھے۔ حیدر آباد دکن سے چار سو تیس روپے سالانہ بطور وظیفہ کے مقرر تھے جو اخیر وقت تک ملتے رہے۔ ان کی یہ قدر دانی عشق و محبت رسالتمآب کی وجہ سے تھی۔ انھیں "مداح نبی" اور "عاشق رسول" کے مبارک القاب بھی عطا ہوئے۔(۴۲) ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے ۱۸۷۶ء کو سال وفات قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔"

> "اکثر لوگ ۱۸۷۶ء کو سن وفات قرار دیتے ہیں مگر عبداللہ خاں خویشگی نے فرہنگ عامرہ کے ضمیمے میں ۱۸۷۹ء کو سال وفات بتایا ہے مگر ۱۸۷۶ء صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غلام غوث بیخبر نے ان کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس میں مادہ تاریخ "وائے امام شعراء شہید شد" سے ۱۸۷۶ء ہی سال وفات نکلتا ہے۔"(۴۳)

مولود شریف شہید کا ذکر حامد حسن قادری نے "داستان تاریخ اردو" میں یہ کہہ کر کیا ہے: "مولود شریف اس قدر مقبول ہوئی اور اتنی مرتبہ چھپی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک رائج و شائع ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و ولولہ، جوش و شوق اور سوز و درد مترشح ہے۔ اس طرز اور اس مقصد کی یہ اردو میں پہلی کتاب ہے۔ اس کو دیکھ کر لوگوں نے اس سے اخذ و اقتباس کیا، اس کی نقلیں کیں، اس کے ہو بہو نمونے کی کتابیں لکھیں۔"(۴۴)

حامد حسن قادری نے ایک میلاد نامہ کا ذکر کیا ہے لیکن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے مضمون "اردو کا دینی ادب ـــــ ۱۸۵۷ء کے بعد" میں غلام امام شہید سے دو اور میلاد ناموں کو منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "غلام امام شہید نے (۱) خدا کی رحمت (۲) میلاد شریف شہید اور (۳) مولود شریف بہاریہ لکھی۔"(۴۵) خدا کی رحمت (۱۸۶۰ء میں) اور مولود شریف بہاریہ (ص : ۳۰) دونوں رحمانی پریس مدراس سے طبع ہو چکے ہیں۔(۴۶) سیدہ رئیس فاطمہ نے اپنے ایم۔ اے کے تحقیقی مقالے "تحفہ ساقی کوثر" میں غلام امام شہید کے ایک ہی میلاد نامہ کا حوالہ دیا ہے جو ۱۸۸۳ء میں مطبع نول کشور میں شائع ہوا۔(۴۷) حمایت علی شاعر نے اپنے مضمون "اردو میں نعتیہ شاعری کے سات سو سال" میں شہید کے ۱۸۵۰ء کے مولود شریف کا ذکر کیا ہے جو مطبع قادری آگرہ میں چھپا تھا اور جس پر مولف کا نام "غلام امام پیش کار عدالت" درج تھا۔(۴۸) اس میلاد شریف کے جعلی نسخے بھی بعض اشاعتی اداروں نے چھاپ دیے تاہم امر واقعہ یہ

ہے کہ غلام امام شہید نے دو میلاد نامے "خدا کی رحمت" اور "مولود شریف بہاریہ" لکھے۔ ثانی الذکر ہی مولود شریف شہید کے نام سے مشہور ہے۔ یہ میلاد نامہ آگرہ لاہور اور لکھنؤ سے بار بار شائع ہوا۔ لکھنؤ والا نسخہ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ لاہور اور آگرہ کے مطبوعہ نسخے ۹۶' ۹۶ صفحات پر محیط ہیں۔ لاہور کے مطبوعہ دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار' لاہور اور دوسرا شیخ غلام علی برکت علی' تاجران کتب کشمیری بازار' لاہور کا چھپا ہوا ہے۔ ان میں سے کسی پر بھی نہ سنہ اشاعت درج ہے۔ اور نہ سنہ تالیف لکھا ہوا ہے۔ کانپور برقی پریس کا مطبوعہ میلاد نامہ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

کراچی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں غلام امام شہید کے فارسی کلیات مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۰ھ میں فارسی میلاد خوانوں کے لئے بحر طویل میں ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔

مولود شریف شہید کی زبان کہیں مرصع و مقفیٰ' کہیں عربی و فارسی کے الفاظ کی مدد سے عالمانہ اور کہیں سادہ ہے۔ حامد حسن قادری کی یہ رائے ہے کہ "ان کی سادہ عبارت میں بھی عربی' فارسی الفاظ بے ساختہ قلم سے نکلتے لگتے ہیں۔ یہی حال الفاظ کے دروبست کا ہے' جو تاخیر و تقدیم کے قدیم رنگ سے مملو ہے دراصل شہید کے نزدیک زبان ایک ایسا سانچہ ہے' جس میں وہ اپنے مطالب ضرورت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ وہ میلاد نامے کی روایت سے بخوبی واقف ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ سامعین پر اثر ڈالنے کے لئے کس موقعہ پر کون سی زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اس ہنرمندی کا نتیجہ تھا کہ جب شہید کسی محفل میں خود اپنا میلاد شریف پڑھتے تھے تو عجب سماں بندھ جاتا تھا اور اکثر اہل محفل پر رقت سے غش طاری ہو جاتا تھا۔"(۲۹) شہید کی تحریریں قافیہ پیمائی اور رنگین عبارت سے خالی نہیں ہیں۔ بیان میں شاعرانہ تصرف اور سلاست و دلچسپی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

جس دور میں غلام امام شہید نے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس زمانے میں خاندان مغلیہ کے زوال کے سبب اہل کمال پریشان و سرگرداں پھر رہے تھے۔ نوابان لکھنؤ کی ادبی قدر دانی کی وجہ سے مشاہیر علم و ادب لکھنؤ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی دور میں رجب علی بیگ سرور نے "فسانہ عجائب" اور غلام امام شہید نے "میلاد شہید" لکھا۔ ان دونوں تصانیف کی زبان بڑی مماثلت رکھتی ہے۔ ایک جگہ نعت سرور کونین لکھتے ہیں جو اس دور کی زبان کی نمائندگی کرتی ہے:

"کیا سلطان صاحب برہان حبیب الرحمٰن محبوب سبحان یکہ تازہ عرصہ گاہ سبحان الذی اسری شہباز بلند پرواز دنی فتدلی اورنگ نشین مکان و کان قاب قوسین او ادنی راز دار بہترین فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ طوطی شکر خائے وما ینطق عن الھوی عندلیب خوشنوائے ان ھوا الا وحی یوحی آئینہ صورت نما لولاک لما" گنجینہ گوہر آمایے و لسوف یعطیک ربک فترضی شہنشاہ فرماں روائے آدم من دو نہ تحت لوائے گلبن نورستہ چمنستان کبریائی ماہروئے طلعت زیبائے خورشید سیمائے والنہار اذا تجلی سیاہ موئے غالیہ سائے عنبر آسائے واللیل اذا یغشی شمع شب افروز کنت نبیا" و آدم بین الماء والطین آفتاب جہانتاب وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین متکے اریکہ طٰہٰ و یٰس دانائے حقیقت فعلمت علم الاولین

والاخرین گلگونہ عارض والشمس والضحی شانہ کش طرہ واللیل اذا سجیٰ سرمہ دیدہ زاغ البصر وما طغیٰ شہسوار میدان اجتبیٰ شہر یار ایوان اصطفا بدرقبہ وفا گوہر درج بطحا اختر برج طہ واسطہ آفرینش ارض و سما شفیع گناہان ما و شما مکرم کبریا مقدم مرتجی معظم مبتدی موید مقتدی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ واصحابہ البررۃ الاتقیاء"(۱۳۰)

نعت رسول مقبولؐ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ معمولی انسان آپؐ کی نعت کیسے لکھ سکتا ہے جبکہ پیغمبر اور فرشتے بھی آپؐ کی نعت کا حق ادا نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ آپؐ کی نعت و تعریف میں نئے نئے انداز اختیار فرماتا رہا ہے۔ اس لئے نعت رسول بھی ذہن قدرت میں محفوظ و مستور ہے۔ اس بات کو غلام امام شہید نے نادر انداز میں بیان کیا ہے:

"آدمؑ مطیع اس کے دم کا' ادریسؑ مستفیض اس کے تدریس کرم کا' نوحؑ کشتی بان اس کے دریائے خیل و حشم کا' ابراہیمؑ زلہ ربا اس کے خوان ہم کا' اسمٰعیلؑ ذبیح اس کے ابروئے پرخم کا' اسحاقؑ مشتاق اس کے دیدار مغتنم کا' یعقوبؑ معتکف بیت الاحزان اس کے عشق اتم کا' یوسفؑ زندانی اس کے دام زلف اعجاز رقم کا' خضرؑ تشنہ لب اس کے سرچشمہ فیض اتم کا' سلیمانؑ حامل اس کے علم کا' کلیمؑ مشیر اس کے کلام محکم کا' عیسیٰؑ منتظر اس کے قدوم مقدم کا' جبرئیلؑ محافظ اس کے حریم محترم کا' میکائیل عافیت خواہ اس کے مزاج اکرم کا' اسرافیلؑ رتبہ دان اس کے قدر و قیم کا' عزرائیلؑ رضا جو اس کی خاطر معظم کا' صدیقؓ اس کا محرم' فاروقؓ اس کا ہم دم' عثمانؓ اس کا رفیق مکرم' علیؓ اس کا برادر معظم ہے' صلی اللہ علیہ وسلم۔"(۱۳۱)

میلاد ناموں میں روایات کے بیان میں یکسانیت ہے۔ یہ تمام روایات صحائف مقدسہ اور کتب معتبرہ سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی تخلیق فرمایا۔ نور محمدیؐ کے بیان کے سلسلہ میں غلام امام شہید نے کمال فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"دانایان غوامض حقیقت اور ماہران رموز شریعت نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت صمدیت کو اظہار ذات مستجمع کمالات کا منظور ہوا۔ جمیع موجودات کے نور سے ہزار برس پیشتر نور کامل السرور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کر کے فضائے لامکان میں رکھا پس وہ نور کرامت ظہور ایک مدت تک بساط تقرب پر طواف میں مشغول رہا۔ بعد اس کے سجدہ کے لئے مامور ہوا چنانچہ ایک سال کامل ہوا کہ اس جہان کا ہر سال تین سو ساٹھ دن اور ہر روز یہاں کے ایک برس کے برابر ہوتا ہے۔ سجدے میں رہا اور عز و جل کی تسبیح میں مشغول رہا۔ پس اس نور فیض گنجور سے ایک جوہر بنایا اور اس جوہر فیض مظہر کو نظر عنایت سے دیکھ کر دس حصے کئے ایک حصہ سے عرش اور دوسرے سے لوح تیسرے سے قلم بنایا اور حکم کیا کہ قلم کو لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلم نے ہزار برس میں بسم اللہ لکھی بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جس وقت نام مبارک خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہزار برس تک سر سجدہ میں رہا۔ پھر سر اٹھایا اور کہا السلام و علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا وعلیکم السلام و منی الرحمۃ اس طرح حصہ چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم اور ہشتم اور نہم سے ماہتاب و آفتاب' رات دن' فرشتے اور کرسی بنائی اور دسویں حصہ سے روح محمدی کو پیدا کیا۔ عرش کی داہنی طرف

چار ہزار برس تک تسبیح و تقدیس میں مشغول رکھا۔ الغرض وہ نور کرامات ظہور ستر ہزار برس تک عرش پر اور پانچ ہزار برس تک کرسی پر جلوہ افروز رہا۔ پھر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بموجب حکم ربانی زمین پر آئے اور پارہ خاک طلب کیا۔ زمین نے جس وقت نام خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سنا' شق ہو گئی اور خاک سفید مثل کافور اس سے ظاہر ہوئی چنانچہ حضرت جبرئیلؑ ایک مثقال خاک اس مقام سے کہ اب جائے تربت اس جناب کی ہے' لے آئے۔ پھر اس خاک کو مشک اور زعفران اور سلسبیل اور ماہر معین اور شراب تسنیم اور کافور بہشتی سے خمیر کر کے مادہ وجود باجود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتب کر کے جبرئیلؑ نے اس روح نور مظہر کو اطباق سموات اور اطراف بہشت اور جملہ اصناف فرشتگان میں گرد بگرد پھرا کر مژدہ سنایا **هذا طِينَتُهُ حَبِيبُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَشَفِيعُ الْمُذْنِبِينَ مَشْهُورٌ فِي الْاَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** غرض وہ مادہ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بصورت ایک قندیل کے چند مدت خلقت کا بعد آدم تک ساق عرش بریں سے معلق رہا۔" (۳۲)

میلاد شہید میں دیگر میلاد ناموں کی طرح سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اس میں بیان کی گئی روایات کا ماخذ نہیں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے مشہور اور عام روایات جو تحقیق شدہ ہیں' ان کے لئے کتب ہائے معتبرہ کے حوالے دینا غیر ضروری سمجھا ہو جو عصر حاضر کی علمی کم مائیگی کی وجہ سے تحقیق طلب معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً انہوں نے ایک روایت بیان کی ہے:

"حضرت عبداللہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں ایک نور عظیم الشان میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ من بعد وہی نور مثل پارہ ابر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ پھر متوجہ ہوتا ہے طرف آسمان کے اور دروازے آسمان کے کھل جاتے ہیں اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں۔ زمین سے آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر سلام اور جس درخت خشک کے پاس سے گذرتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ اور جس وقت وہاں سے گذرتا ہوں پھر بدستور سوکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا۔ اے عبداللہ بشارت ہو تجھے کہ تیرے صلب سے سید رسل' ہادی سبل' احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔" (۳۳)

یہ روایت شواہد النبوت اور روضۃ الاحباب دونوں میں وضاحت سے موجود ہے۔ کتب سیرت کے شائقین ان کتابوں کو اپنی مزاولت میں رکھتے تھے اس لئے کسی علمی یا تحقیقی کتاب لکھتے وقت مشہور روایات کے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ دینا غیر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ویسے مذہب کا تعلق عقیدت سے ہے اور اگر مذہب کی ہر روایت کو عقل کی کسوٹی پر کسا جائے گا تو اس سے وسواس اور اشتباہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مذہب میں فلسفہ و عقل اور تجربہ و اشتباہ کا نہ کوئی امکان ہے اور نہ کسی طرح روا ہے۔ ہر میلاد نگار نے مروجہ روایات کو بیان کیا ہے مثلاً نبی کریمؐ کی پیدائش کے سلسلہ میں غلام امام شہید نے روایت بیان کی ہے:

"اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلغلہ شادمانی زمین تک پہنچایا اور اہل زمین

نے خطبہ کامرانی آسمان کو سنایا۔ جبرئیلؑ نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا اور مبارک باد دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے کھول دیئے۔ عالم عالم انوار قدس سے معمور ہو گیا۔ ابلیس پہاڑوں میں جا چھپا۔ شبانہ روز صحرا و دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے وغیرہ وغیرہ۔" (۳۳)

یہی روایات بالفاظ دیگر ہر میلاد نامے میں منقول ہیں اور ان کا ماخذ بھی مدارج النبوت اور روضۃ الاحباب ہیں جو ہمیشہ مستند سمجھی گئی ہیں۔ قرون اولیٰ سے یہ بات آداب میلاد میں شامل ہے کہ جب ذکر مولود رسالتمآبؐ شروع ہوتا ہے تو تمام حاضرین محفل سلام کے سلسلہ میں باادب کھڑے ہو جاتے ہیں ایک شخص سلام کے چند مصرعے پڑھتا ہے تو حاضرین ان الفاظ کو عشق و محبت میں ڈوب کر ساتھ دہراتے ہیں۔ یہ عجب روح پرور اور کیف افزا منظر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر شاعر نے سلام لکھنے کے سلسلہ میں اپنی اپنی بساط کے مطابق زیادہ سے زیادہ عقیدت سے پھول نچھاور کرنے کی کوشش کی ہے۔ شہید نے بھی سلام لکھتے وقت اظہار عقیدت کی صحیح ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے سلام کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے:

"السلام اے دستگیر بیکساں
السلام اے چارہ درد نہاں

السلام اے قبلہ گاہ اہل دیں
السلام اے بادشاہ مرسلیں

السلام اے شاہ عظمت السلام
السلام اے ماہ رفعت السلام

السلام اے گوہر تاج قبول
السلام اے زیب معراج قبول

السلام اے پیشوائے انبیاء
السلام اے مقتدائے اولیاء

السلام اے باعث ایجاد خلق
السلام اے موجب بنیاد خلق

السلام اے مظہر انوار حق
السلام اے مصدر اسرار حق

السلام اے جان جاناں السلام
السلام اے شاہ شاہاں السلام

السلام اے غمزدوں کے دستگیر
السلام اے ہادی روشن ضمیر"

(۱۳۵)

سلام پڑھتے وقت قیام تعظیمی جائز، مباح، مستحسن اور باعث ثواب و برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ تعظیم رسولؐ تعظیم خدا نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے جب آپ اٹھتے ہم سب کھڑے ہو جاتے اور جب تک آپ گھر میں داخل نہ ہو جاتے ہم لوگ کھڑے رہتے تھے۔"(۱۳۶) اس کے علاوہ عام کتب سیر میں منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ الزہرہؓ تشریف لاتیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے اور جب حضورؐ تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو کر تعظیم دیتی تھیں۔

غلام امام شہید نے سلام کے بعد چند روایات تحریر کی ہیں اور کمال صفات محمدیہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

"خلافت آدمؑ" ملک سلیمانؑ" حسن یوسفؑ" خلت ابراہیمؑ" کلام موسیٰؑ" دم عیسیٰؑ" عبادت یونسؑ" شکر نوحؑ" لسان اسمٰعیلؑ" بشرائے یعقوبؑ" صوت داؤدؑ" صبر ایوبؑ" زہد یحییٰؑ عطا کیا گیا۔ اور حضور سرور کائنات کو یہ تمام صفات مجموعی طور پر عطا فرمائے۔"(۱۳۷)

مولود شریف شہید میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

"آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر چھ چیزیں بہت عجیب دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آہستہ آہستہ فرمایا۔ یا رب امتی امتی۔ دوسرے یہ کہ زبان فصیح اور عبارت صحیح سے فرمایا۔ **اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه انی رسول اللّٰه**۔ تیسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا نور چراغ پر غالب تھا۔ چوتھے یہ کہ میں نے چاہا کہ آنحضورؐ کو نہلاؤں۔ غیب سے آواز آئی اے صفیہ تو تکلیف نہ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے شستہ اور پاک بھیجا ہے۔ پانچویں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔ چھٹے شانہ مبارک پر مہر نبوت ستارہ صبح سے روشن تر دیکھی اور اس میں یہ خط نور لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"(۱۳۸)

من و عن مندرجہ بالا روایت ابو البیان سلیم جرولوی نے بھی بیان کی ہے۔(۱۳۹)

شہید نے ایک ایسی روایت بھی نقل کی ہے جو کسی دوسرے میلاد نامے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ وہ لکھتے ہیں:

> "عبد المطلب نے آپ کی ولادت کی خبر سن کر کہا کہ محمدؐ کو میرے سامنے لاؤ اور مجھے دکھاؤ۔ آمنہؓ نے جواب دیا کہ هیهات تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ **محافظان** غیب سے تاکید ہے کہ تین دن تک کوئی نہ دیکھے عبد المطلب آمنہؓ پر غصہ ہو کے بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا، نہیں تو میں تجھے یا اپنے تئیں ہلاک کروں گا۔ جب آمنہ خاتونؓ نے عبد المطلب کو اس قدر بے قرار دیکھا۔ ناچار وہاں تک پہنچا دیا۔ عبد المطلب نے کمال اشتیاق سے چاہا کہ دیدار سید ابرار حبیب پروردگار سے مشرف

ہوں۔ ایک شخص تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا کہ جب تک تمام مقربین جناب ختم المرسلین حبیب رب العالمین کی زیارت سے فارغ نہ ہوں گے' کسی کو مجال دیکھنے کی نہ ہوگی۔ عبدالمطلب یہ حال دیکھ کر ہیبت سے تھرا گئے۔ تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔" (۱۳۰)

غلام امام شہید نے اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں کوئی مستند حوالہ نہیں دیا۔ غالباً وہ یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ مقربین فرشتے تین روز تک زیارت کو آتے رہے اور اس بات کو سادہ انداز میں بیان کرنے سے بات زیادہ موثر ہو جاتی۔ اس روایت کے بیان میں شہید نے حضرت عبدالمطلب کے لئے عجیب زبان استعمال کی ہے مثلاً ھیھات تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وغیرہ' فصحائے عرب سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بزرگ کو اس قسم کی زبان سے مخاطب کریں۔ حضرت عبدالمطلب کا نام روایت کے پیرایہ میں بھی بصد احترام لینا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرشتے میں میرے خیال کے مطابق یہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ آنحضورؐ کے دادا جان کے سامنے تلوار کھینچ کر آ سکے۔ یہ بات درایتاً" صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ روایت قریب قریب ہر میلاد نامے میں بیان کی گئی ہے اور شہید نے بھی اسے بیان کیا ہے کہ "آپ کی تشریف آوری کے وقت طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے" آتش فارس جو کہ ہزار سال سے روشن تھی' بجھ گئی۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔" (۱۳۱)

سیرت کی دیگر کتابوں میں بھی ان روایات کو بیان کیا گیا ہے مگر علامہ شبلی نعمانی نے "سیرت النبیؐ" میں اسے استعارہ سے تعبیر کیا ہے۔ طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر جانا سے دنیا کی چودہ کافر سلطنتوں کا مفتوح ہو جانا۔ آتش فارس کے بجھ جانا سے آتش گناہ کے سرد پڑ جانے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حضورؐ کی پیدائش کے سبب ہزاروں سال سے رائج بت پرستی کو زوال ہوا۔ علامہ شبلی نعمانی نے غیرمذاہب کے لوگوں کو عقلی طور پر صحیح تسلیم کرانے کے لئے ان روایات کی توجیہہ کی ہے کیونکہ ان کی سیرت النبیؐ کا لب و لہجہ تاریخی ہے۔

"مولود شریف" شہید میں کسی جگہ اردو اور کسی جگہ فارسی نعتیں بھی مندرج ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ملک کا مزاج فارسی سے زیادہ قریب تھا اور فارسی زبان کی حلاوت و شیرینی اردو کے بیان کو زیادہ موثر بنا دیتی ہے۔ شہید نے امیر خسروؒ' سعدیؒ' جامیؒ اور قدسیؒ کے کلام سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

بیان حلیہ شریف میں شہید نے فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ ان کا انداز بیان اس زمانے کے مخصوص طرز تحریر کی عکاسی کر رہا ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے:

"روئے زیبا آئینہ تجلیات خدا آفتاب پر ضیا قمر سراپا صفا یعنی وہ چہرہ نورانی لطافت میں مثل آئینہ مظہر انوار سبحان اللہ صباحت میں غیرت خورشید درخشاں اور ملاحت میں مثل ماہ تاباں تھا۔ پیشانی انور بعینہٖ شقہ قمر یعنی نصف ماہ کی طرح منور تھی۔ گلہائے رخسار برابر اور ہموار نہ چنداں پر گوشت نہ چنداں نحیف و زار ذقن قیصر مثل گوئی قمر مسند براشکل العینین یعنی سپیدی آنکھ کی مائل بہ سرخی اعجاز نگاہی سے نہایت دلفریب

اکحل العینین سیاہی چشم ملاحت حسن سرشار غارتگر صبر و شکیب مژگان سیاہ بغیر سرمہ خود بخود سرگین نگاہ کثرت حیات سے اکثر مائل بزمین اور رو و پشت سے یکساں دیکھتے تھے' ابرو پیوستہ و باریک خم دار بینی شریف بلند و پرانوار لب ہائے مبارک نہایت احسن دھان مقدس نہایت الطاف و مستحسن کشادہ دنداں مثل لعل بے بہا درخشاں حتیٰ کہ تبسم کے وقت تمام در و دیوار عکس نور سے روشن ہو جاتے تھے اور خالق یکتا نے کسی بشر کو اس جناب سے زیادہ فصیح البیان اور خوش آواز نہ پیدا کیا۔ سر شریف بزرگ مائل بحد اعتدال' مخزن فضل و کمال موئے مبارک نہ چنداں نرم فروہشتہ نہ چنداں سخت و پیچیدہ درازئے گیسو عنبر کی گاہے تا نرمہ گوش گاہے تابدوش لیے مقدس تا سینہ معلی گردن مبارک نقرہ مصفا بغل اور شانہ اور بازو درجہ اعتدال میں نرم پشت اور شکم صاف مثل سیم سادہ بے مو مگر ایک خط موئے باریک سینے سے ناف تک ہویدا درمیان دونوں شانوں کے خاتم نبوت ختم رسالت کی دلیل روشن رنگ اور صفا میں غیرت ید بیضا دست حق پرست حریر و دیبا سے نرم تھا اور بوئے بدن مشک سے زیادہ معنبر قدم مبارک کبھی خاک راہ سے آلودہ نہ ہوا قامت زیبا نہال باغ قدس سرو چمنستان انس موزوں بدرجہ کمال رنگ رخسار ملاحت انگیز گندم گوں یعنی نہ بہت سرخ درجہ اعتدال میں نہایت عشرت خیز تھا۔"(۱۳۲)

میلاد شہید میں حلیہ مبارک کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ معجزے کا لفظ عجز اور عاجز سے مشتق ہے یعنی جس کے سمجھنے میں عقل انسانی عاجز آ جائے۔ نبی کریمؐ کی ہربات تفہیم سے بالاتر اور افہام سے ماورا ہے۔ غلام امام شہید نے بعثت کے بعد کے معجزات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے معراج النبیؐ کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا ہے اور جو روایات دیگر میلاد ناموں میں معمولی طریقہ سے بیان کی گئی ہیں' شہید نے انہی روایات کو بڑی فصاحت و بلاغت سے بیان کیا ہے۔ شب معراج میں پیش آنے والے واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وَاقِفَانُ اَسرَارُ سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی وَ دَانَایَانُ رُمُوزِ دَنٰی فَتَدَلّٰی اس داستان واجب الایقان کو یوں لکھتے ہیں کہ ستائیسویں تاریخ رجب دو شنبہ کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امہانی کے گھر بعد فراغ نماز عشاء کے خواب استراحت فرمایا کہ چشم نرگس آشنائے خواب' دل بیدار مائل رب الارباب نظر عنایت جانب امتاں سینہ کباب رکھتے تھے ناگاہ حضور کبریائے جلیل سے حضرت جبرئیل کو حکم پہنچا کہ اے روح الامین آج کی رات گوشہ عنایت اور زاویہ اطاعت چھوڑ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلہ میں حضور سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر' پر طاؤس بازوئے مرصع قدوسی جامہ نگاریں فردوس اپنے بدن پر آراستہ کر' کمر خدمت گاری کی مضبوط باندھ تاج فرمانبرداری کا سر پر رکھ' مروحہ سعادت ہاتھ میں

لے۔ میکائیل سے کہہ کہ پیمانہ ارزاق کا ہاتھ سے رکھے' ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کر کے تیری ہمراہی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہووے اور اسرافیل صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیل قبض ارواح موقوف کر کے آسمان کے نوبتی نقارے صدق و صفا کے بجائیں' فراشان نور چاندی کا فرش طبقات سماوات پر بچھائیں۔ صحن آسمان کو جاروب شعاع آفتاب سے جھاڑ کر شیر سحر اور گلاب روز سے دھوئیں۔ عرش کو لباس زر نگار قدس پہناؤ' سرمہ شب قدر کواکب کی آنکھوں میں لگاؤ۔ رضواں در و دیوار بہشت بریں کی آئینہ بندی کر کے چمن چمن روش روش پر اعلیٰ زریں تجلیات بچھاوے۔ مالک دروازے دوزخ کے بند کر کے حلم و تسکین کے قفل لگا دے۔ حوران خلد بریں صف بہ صف آراستہ ہو کر انگشتہاں عود و قماری کی سلگائیں۔ غلمان طبق طبق جواہرات گراں بہا نثار کے واسطے لائیں آفتاب نکلنے سے' پانی چلنے سے' افلاک گروش سے اور ہوا جنبش سے باز رہے۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور تمام انبیاء و مرسلین کی ارواح کو عطریات قدس سے معطر کر اور کہہ کہ ایک عظیم الشان مہمان کے استقبال کے واسطے مستعد رہیں۔ تمام مشارق اور مغارب عالم اور قبور بنی آدم سے عذاب موقوف کر کے عطر محبت سے معنبر کر اور ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لے کر بہشت عنبر سرشت میں جا وہاں سے ایک براق برق خرام انتخاب کر کے سرزمین مغرب میں وہاں سے قبیلہ قریش میں' ان میں سے بنی ہاشم' ہاشمیوں میں سے عبدالمطلب کے قبائل میں گذر کر' ان میں ایک جوان ہے سرو قد' ماہ خو' عطارد منظر' زہرہ پیکر' آفتاب علم' بہرام چشم مشتری' دیدار کیوان مقدار سید ابرار اس کی بالیں پر حاضر ہو کر باادب تمام عرض کر:

"امشب شب قدر تست بہ شتاب
قدر شب قدر خویش دریاب
آرائش سرمدی ست امشب
معراج محمدست امشب"
(۱۳۳)

غلام امام شہید شب معراج سواری نبی کریمؐ براق کی تعریف کا تذکرہ تفسیر زاد المذکرین کا حوالہ دیتے ہوئے' یوں کرتے ہیں:

"ہر عضو اس براق صبا رفتار کا جواہرات بہشتی سے بنایا گیا تھا۔ سر اس کا مروارید یکدانہ کلاں کا اور کان اس کے زبرجد سبز کے' پیشانی یاقوت سرخ کی' جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آنکھیں لعل شب چراغ کی طرح چمکتی

ہوئیں، ناک کہربائے رخشاں کی اور لب پارہ مرجان کے، دانت موتی کے، گردن یاقوت احمر کی، پیشانی کے بال مرجان تر کے اور گردن کے بال زعفران تر کے اور جب سر کو جنبش دیتا تو مشک جھڑتی اور پھریری لینے سے بالوں میں نور لہراتا، بال بال میں موتی پروئے ہوئے، سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی، پشت اس کی سونے کی اور پیٹ چاندی کا، ہاتھ پاؤں زمرد کے اور دم شاخ مرجان کی اور دونوں بازو انواع نقش و نگار اور جواہرات آبدار سے نگاریں اور جڑاؤ موتیوں سے بہاریں، سم اس کے عنبر کے، نعل فیروزہ کے، حق تعالیٰ نے اسے نور سبز سے بنایا اور جو حسن و خوبیاں اور حیوانات کو جدا جدا عنایت کیں اس کو تنہا دیں جیسا اس کے راکب کو سب خوبیاں اور پیغمبروں کی یکجا ملیں۔ پس جبرائیلؑ نے سب براقوں میں اس براق کو اختیار کیا اور آستانہ نبویؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔"(۱۴۴)

غلام امام شہید نے اس کے بعد معراج کے تفصیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ آخر میں بیان معراج نثر میں لکھتے لکھتے حال معراج نظم میں لکھنا شروع کر دیا اور ان بقیہ احوال کو ترجیع بند کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ فرمائیے:

غل ہوا سیر کو فردوس کی آتے ہیں حبیب
بولا رضواں کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
پیشکش کیا کروں اس شاہ زمن کے میں غریب
صدقہ آپ ہی کا ہے جو خلد میں ہے چیز عجیب
کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب
مگر امت کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
ناگہاں آنے لگی کانوں میں آواز نقیب
عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کے قریب
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
جب چلا چاند مدینہ کا سوئے رب جلیل
بجھ گئی مہر درخشاں کی فلک پہ قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہیں آدم نے سبیل
کہ اس راہ سے گذریگا وہ فرزند جمیل
فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیلؑ
کہیں یوسفؑ تھے کھڑے اور کہیں اسمٰعیلؑ
روح پہ روح تھی کرنے براہ تعجیل

پھر ہوئے نغمہ سرا صور میں یوں اسرافیلؑ
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
(۱۳۵)

معراج کے تفصیلی بیان کے بعد وفات شریف کا بیان ہے۔ آخر میں کچھ روایات شہید نے منظوم کر کے لکھی ہیں، جس میں نبی کریمؐ کے ایام طفولیت کے حالات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ روایات الستن حنانہ، قصہ حضرت بلالؓ، غزل در وصف قدم شریف اور قصہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی منظوم شامل ہیں۔

غلام امام شہید نے میلاد ناموں کی روایت کے مطابق سب سے پہلے جو نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر بیان کیا ہے وہ طرز اظہار کے لحاظ سے متنوع اور رنگا رنگ تاثرات و کیفیات پر مشتمل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

آمد آمد ہے رسول پاکؐ کی
آمد آمد ہے شہ لولاکؐ کی
آمد آمد سید اعظمؐ کی ہے
آمد آمد سرور عالمؐ کی ہے
آمد آمد ہے شہ ابرارؐ کی
آمد آمد ہے بڑے سردارؐ کی
(۱۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل آپؐ کے استقبال کی تیاریوں پر مشتمل اس میلادیہ نظم کا سلسلہ مزید ۳۶ اشعار تک جاتا ہے اور اس میں آپؐ کی صفات اور زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بڑے دلکش انداز میں کھینچا ہے۔ نذر قدسی کے بعد دوسری میلادیہ نظم شروع ہوتی ہے۔ اس کی بحر پہلی میلادیہ نظم سے مختلف ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

شہنشاہ اعظم تولد ہوئے
رسول مکرم تولد ہوئے
شہ دنیا و دیں تولد ہوئے
مہ اوج علیا تولد ہوئے
تولد ہوئے پیشوائے جہاں
تولد ہوئے مقتدائے جہاں
تولد ہوئے سرور مرسلاں
تولد ہوئے رہبر دو جہاں

(۱۴۷)

قصہ حضرت بلالؓ میں نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بعد حضرت بلالؓ کی ان حزینہ کیفیات کا بیان ہے جو رسالتمابؐ کی جدائی سے پیدا ہوئی۔ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد حضرت بلالؓ شام سفر کر جاتے ہیں اور پھر وہاں سے ایک مدت کے بعد مدینہ آتے ہیں۔ درج ذیل اشعار میں ان کی آخری اذان اور وفات کو غلام امام شہید نے بھرپور دردمندی سے بیان کیا ہے۔ شاعر کا انداز بیاں ترنم ریز ہے۔ بیان کی سادگی لفظی رعایت کے باوجود نہایت حسین ہے۔

آیا زبان پر جو محمدؐ کا نام
بس لیا ہاتھوں سے کلیجہ کو تھام

کہتے ہیں کوٹھے سے گرا بے خبر
کر گیا گرتے ہی جہاں سے سفر

مرقد انور کو اشارہ کیا
زندگی سے اپنی کنارا کیا

ہاتھ سوئے قبر اٹھا رہ گیا
سر جو جھکایا تھا جھکا رہ گیا

ماتم و غم غمزدہ کا عام تھا
حجرہ ازواج میں کہرام تھا

خاک پہ تڑپا جو وہ اندوہ گیں
عرش کو جنبش ہوئی کانپی زمیں

عشق کا غم چارہ گر جاں ہوا
خانہ محبوب کا مہماں ہوا

(۱۴۸)

قصہ بلالؓ کے بیان میں جذبہ محبت رسولؐ مدینے سے دوری کا احساس اور دردمندی کا تاثر ان کے مخصوص انداز میں ہے:

چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں
شربت دیدار پلاتے ہیں یوں

حیف ہے ہم پھرتے ہیں شام و سحر
حرص کا کاسہ لئے یوں در بدر

گھر کے نہ دلدار کے در کے ہوئے
ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہوئے

رحمت عالم مجھے بلوایئے

رحم میرے حال پہ فرمایئے
شربت دیدار پلا دیجئے
بہر خدا میری دوا کیجئے
ہند میں خاطر مری ناشاد ہے
جلد خبر لیجئے فریاد ہے
(۱۳۹)

قصہ حلیمہ سعدیہؓ کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:

"حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا قصہ بچوں اور عورتوں میں نہایت مقبول رہا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب تک وہ گھروں میں گایا جاتا ہے اور چھوٹے بچوں کے لئے لوری کا کام کرتا ہے۔ اس کی اس قدر مقبولیت کا سبب مضمون کی سادگی' بیان کا دلنشین انداز' نہایت صاف اور بدیع تشبیہیں اور رواں دواں سلیس الفاظ کا استعمال ہے۔ جن کی ترکیب اور خلوص سے شاعر نے کلام کو پر تاثیر بنا دیا ہے' محبوب یزدانی پر تصدق کا مضمون ہر جگہ موجود ہے لیکن یہاں اس کی خصوصیت اس کا معصوم رنگ ہے۔ ماں کا اپنے بچے کے ساتھ پیار اور محبت کا اظہار اس قدر شگفتہ' وارفتہ اور والہانہ انداز میں شاعر کے اپنے جذب و کیف کی ترجمانی کرتا ہے جو اس بخت عالم کے ساتھ عشق و محبت کے ایمانی رشتے نے پیدا کیا ہے۔ خلوص کی فراوانی سے شاعر کا دل پیچ و تاب کی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے۔ وہ اس جذب و شوق کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی زبان حال سے ظاہر کرتا ہے۔"(۱۵۰)

قصہ حلیمہ سعدیہؓ غلام امام شہید نے اپنے مولود شریف میں لکھا ہے۔ زنانہ مجالس میلاد میں نسائی جذبات و احساسات کی وجہ سے اس کا تاثر شدید ہو گا کیونکہ اس میں نسائی جذبات کا انداز نمایاں ہے۔ شہید نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے نبی کریمؐ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ اس قصہ سے لوری کے چند شعر دیکھئے:

بخت عالم ہے تو اے دلبر جاگ
جاگنا بخت کا ہے بہتر جاگ
جب جگاتی تو جگاتی تھی یوں
اور سلاتی تو سلاتی تھی یوں
سو مرے عرش کے تارے سو جا
مرے اللہ کے پیارے سو جا
ماہ والا نسبی کر آرام!
آفتاب عربی کر آرام!

آمنہ بی بی کے جانی سو جا
میری دولت کی نشانی سو جا
تیرے آرام کو اے ماہ پارہ
میری آنکھوں کا بنے گہوارہ

(۱۵۱)

قصہ حلیمہ سعدیہؓ میں نبی کریمؐ کا حلیہ و سراپا بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ سراپا نبی کریمؐ امتیازی و منفرد حیثیت رکھتا ہے:

"سر پہ چھوٹا سا عمامہ ہے سجا
تن پہ ننھا سا ہے جامہ زیبا
گال اس گل کے ہیں گورے گورے
لال ہیں آنکھوں میں اس کے ڈورے
سر پہ ہیں بال جھنڈولے ایسے
گل سنبل کا ہو جھرمٹ جیسے
اس کی زلفوں کے گھونگھر والے بال
دل شیدا کے لئے ہیں جنجال
قد ہے بوٹا سا قیامت پایا
خواب نے جس کا نہ دیکھا سایا
سرمگیں آنکھ خرد کی رہزن
آفت جاں ہے غضب وہ چتون
سامنے اس کے اگر آتا ہے
آفتاب ابر میں چھپ جاتا ہے
خم ابرو سے مہ نو ہے خجل
تیر مژگاں سے دل و جاں بسمل
نور ہی نور ہے مکھڑا اس کا
غیرت حور ہے وہ نام خدا
جلوہ افزا جو وہ دلبر ہو جائے
راہ خوشبو سے معطر ہو جائے"

(۱۵۲)

روایت استن حنانہ میں مسجد نبوی کے ایک ستون کے جذبات عشق کا بیان ہے کہ جب مسجد نبوی میں نیا منبر رکھا گیا اور نبی کریمؐ اس پر بیٹھ کر خطاب فرمانے لگے تو مسجد نبوی کا ایک ستون جسے استن حنانہ کہا

جاتا ہے اور جس سے آپؐ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپؐ کے ہجر میں رونے لگا۔ یہ واقعہ احادیث و سیرت میں عام ملتا ہے۔ شہید نے اس روایت کو بیان کرنے میں بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔

مسجد مصطفیٰ میں ایک ستون
تھا بت اوس جمال پہ مفتون
گو کہ آتش کو چوب سے ہے لاگ
لیکن اس کی غذا تھی عشق کی آگ
دست بستہ رہ وفا میں سدا
ایک ہی پاؤں سے کھڑا رہتا
خشک ہو کر وہ درد و غم کا دوست
رہ گیا صرف استخوان و پوست
.... تھا مگر کوئی عاشق غمناک
پردہ چوب میں چھپا بے باک
.. کشش عشق اس کی کامل تھی
صحبت یار اس کو حاصل تھی
(۱۵۳)

ان اشعار میں سادگی و سلاست اور عقیدت و محبت کے نکھرے ہوئے جذبات اور صاف و شفاف عشق رسالتمابؐ کے احساسات بھی اپنا رنگ دکھا رہے ہیں، غلام امام شہید کی نبی کریمؐ سے والہانہ شیفتگی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کا یہ مولود شریف عام و خاص میں بے حد مقبول ہوا۔ اس کی اشاعتوں کی تعداد شمار سے باہر ہے اور آج تک رائج و شائع ہو رہا ہے۔

مولود شریف شہید میں سے قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ علیحدہ بھی مطبع نظامی کانپور اور مطبع فردوسی بنگلور سے ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئے۔ یہ دونوں مطبوعہ نسخے کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ ان متذکرہ بالا قصوں کی اشاعت کے علاوہ مجموعہ وفات نامہ رسول مقبولؐ قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حضرت دایہ حلیمہؓ مطبع مجتبائی لکھنؤ اور ملک دین محمد تاجران کتب، کشمیری بازار لاہور نے شائع کئے ہیں۔ ان دونوں میں وفات نامہ رسول مقبولؐ کا اضافہ ہے۔ وفات نامہ کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں۔ وفات نامہ حمد و نعت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں رفتن آنحضرتؐ برائے زیارت قبور، رفتن آنحضرتؐ برائے سیر باغ، رفتن آنحضرتؐ بخانہ عائشہؓ، شدت تپ آنحضرتؐ و پرسیدن ابن مسعودؓ، طلبیدن فاطمہؓ را، آمد جبرئیلؑ نزد آنحضرتؐ، طلبیدن آب ہفت چاہ آنحضرتؐ، نصیحت کردن آنحضرتؐ یاران را، صحابی عیب خود پیش کردن آنحضرتؐ، نصیحت کردن آنحضرتؐ علی کرم اللہ وجہہ را، پرسیدن عائشہؓ از آنحضرتؐ و جواب دادن آنحضرتؐ، سوال حفصہؓ از آنحضرتؐ، فرمودن آنحضرتؐ فاطمہؓ را، فرمودن آنحضرتؐ علیؓ را برائے قرض خود، پرسیدن آنحضرتؐ از عزرائیلؑ کہ چہ حکم است، آمدن جبرائیلؑ نزد آنحضرتؐ از

جناب حق تعالیٰ' بیان عرض حاجات سرور کائنات' بجناب قاضی الحاجات بزبانی جبرئیل" طلبیدن آنحضرت' ملک
الموت را برائے قبض روح خود' آمدن تابوت جبرائیل' از نزد حق برائے حضرت" بیان انتقال آنحضرت" قبض
کردن روح مبارک آنحضرت" طلبیدن آب بوقت نزع آنحضرت" طلبیدن مسواک آنحضرت' از حضرت
عبدالرحمن" بیان غسل آنحضرت" بیان خلیفہ شدن ابوبکر" آواز دادن ابلیس علیہ اللعنتہ در باب منع غسل
آمدن آواز حضرت خضر' بوقت غسل آنحضرت' اور آمدن بلال" از شام بمدینہ منورہ بعد وفات آنحضرت'
عنوانات ہیں۔

وفات نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

جگہ اپنی آ بیٹھے خیر الانام
کہا پھر ابوبکرؓ سے ہو امام

غرض کی امامت ابوبکرؓ نے
سنبھالی جماعت ابوبکرؓ نے

نبی نے اسی طرح اے پاکباز
پڑھی سترہ وقت کی پھر نماز

کنار علیؓ میں سر پاک تھا
علیؓ بلکہ ہر ایک غمناک تھا

پسینہ جو چہرہ پہ چلنے لگا
دل فاطمہؓ غم سے جلنے لگا

کہ بے بے اسی ہوئی میں یتیم
چلا میرے سر پر سے اب یہ کریم

نبی نے سنی جب یہ آواز غم
وہیں کھول کر آنکھ باصد الم

کہا بیٹی سے جلد پاس آ میرے
گلے سے تو اس وقت لگ جا میرے

یہ سنتے ہی زہراؓ گلے سے لگی
نبیؐ کو محبت بہت اس سے تھی

کہا بیٹی ہرگز نہ کر دل میں غم
تیرے غم سے مجھ پہ ہے رنج و الم

اجل کا ہے اب سامنا بالیقین
نہ ہو اپنے دل میں تو اندوہگیں

دعا اس گھڑی مانگتے تھے رسولؐ

کہ تسکین پاوے خدایا بتولؑ

(۱۵۴)

مولود شہید میں نثر کے علاوہ قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند میں آپؐ کی سیرت مقدسہ کے چند پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منظوم بیان میں غلام امام شہید نے تشبیہات اور استعارات اور شاعرانہ رنگ آمیزی سے اپنے کلام کو بڑے احسن طریقہ سے سنوارا ہے۔ شیدا اور باقر آگاہ کی منظومات میں شعری محاسن کم ہیں۔ ان کی کاوشیں اپنے دور کی نہایت حسین اصلاحی اور تعمیری قسم کی یادگاریں ہیں مگر شہید کے کلام میں حب رسولؐ کی سرمستی اور والہانہ پن کا انداز منفرد ہے۔ انہوں نے جمال محمدیؐ کو دلربایانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری مبالغے سے پاک، سچے جذبات کی ترجمان ہے۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے مولود شہید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "شہید کی میلادیہ منظومات پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیال کی وسعتیں اور دل کی عقیدتیں الفاظ و تراکیب کے خوشنما پیرہن میں سمٹ کر تغزل کا معیار ہو گئی ہیں۔ ان کے مولود شریف میں حمد و نعت کے مقامات مقفیٰ عالمانہ عبارت میں ہیں اور عربی و فارسی کے الفاظ سے معمور ہیں، باقی مضامین سادہ عبارت میں ہیں۔"(۱۵۵)

اس دور کی نثر میں ایک پہلو سلاست و سادگی کا تھا اور دوسرا تکلف و تصنع کا، اور بسا اوقات یہ دونوں پہلو غلام امام شہید کے مولود شریف کی طرح ایک ہی تصنیف میں باہم میسر آجاتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی غلام امام شہید نے اردو کے دینی ادب کو دل آویز طرز بیان سے مالا مال کر دیا۔ نظم و نثر کی گوناگوں خصوصیات اور اس کے رنگا رنگ محاسن کی وجہ سے مقدار اور معیار کے لحاظ سے شہید نے میلاد نگاری کی روایت میں گرانقدر اضافہ کیا۔

میر مظفر حسین ضمیر (م ۱۲۷۲ھ)

میر مظفر حسین نام، ضمیر تخلص، میر قادر علی کے فرزند تھے۔ شاعری میں مصحفی کی شاگردی کی۔ مصحفی نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے بیان کے مطابق ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ میں بقید حیات تھے۔(۱۵۶) ۱۲۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے زمانے میں لکھنؤ میں مرثیہ گوئی کا بڑا زور تھا۔ ضمیر نے غزل کے ساتھ مثنوی اور مرثیہ گوئی میں شہرت حاصل کی۔ میر ضمیر کی تصنیفات میں مراثی و سلام کے علاوہ مثنوی مظہر العجائب اور ریحان معراج (معراج نامہ) شامل ہیں۔

ریحان معراج کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ یہ ۱۲۵۳ھ کا کتابت شدہ ہے اور ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکستہ یائے معروف و مجہول بھی اس میں یکساں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں۔ کہیں کہیں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عنوانات کو حاشیوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کے دو نسخے کتب خانہ سر سالار جنگ اور ایک اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد میں موجود ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے بھی ایک مخطوطے کا ذکر کیا ہے جو

توپ خانہ اودھ میں موجود ہے۔ اس کے ہر صفحہ پر سترہ اشعار ہیں اور ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔(۱۵۷)
اس مثنوی کے آخر میں ضمیر نے اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۴۷ھ لکھ کر اس کے نام ریحان معراج کی صراحت بھی کی ہے:

یہ فرمائش صاحب تاج ہے
مسمی یہ ریحان معراج ہے
ہوا ختم معراج نامہ جونہیں
ہوئی فکر تاریخ کی دل نشیں
ندا آئی ہاتف سے بے اشتباہ
کہو اس کی تاریخ فیضان شاہ
۱۲۴۷ھ (۱۵۸)

اس مثنوی میں حمد و نعت، منقبت حضرت علیؑ مدح حضرت فاطمہ زہرا و امام حسینؑ اور دیگر اماموں کی مدح کے بعد معراج نامہ کا سبب تالیف بیان کیا ہے۔ اس کے بعد شاہ اودھ نصیرالدین حیدر اور مہدی علی خان وزیر کی تعریف کی گئی ہے کہ انہی کے ایماء پر معراج نامہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد معراج کا مضمون شروع کیا ہے۔ نفس مضمون کو عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے ہر آسمان کی سیر فرما کر وہاں کیا کیا دیکھا، ملائک، جنت، دوزخ اور پھر جنت میں اہل بیت کے قصر اور ایوان ملاحظہ کئے۔ جنت کی سیر میں آپؐ نے اپنے نعلین کو نکال دیا مگر نعلین مبارک سمیت آنے کی ندا سنی۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا وغیرہ ایسے امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

کروں حمد پروردگار قدیر
کریم و رحیم و سمیع و بصیر
وہی خالق ظلمت و نور ہے
دلوں سے قریں چشم سے دور ہے
(۱۵۹)

یہ مثنوی قریباً دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے جو بیس دن میں لکھی گئی:

یہ اعجاز آل رسالت مآبؐ
کہی بیس دن میں یہ دس جز کتاب
میرا منہ کہاں، کیا مری دستگاہ
فقط ہے یہ امداد اقبال شاہ
(۱۶۰)

ریحان معراج کی تالیف کے بارے میں ضمیر نے پوری صراحت سے لکھا ہے کہ نصیرالدین حیدر بادشاہ اودھ (۱۲۴۳ھ ــــ ۱۲۵۳ھ) کی فرمائش پر واقعہ معراج بیان کیا گیا ہے:

سحر کو میں تھا بر سر جانماز
وظیفہ میں مشغول باصد نیاز
کہ آیا بس اک پیک فرخندہ فال
لگا مجھ سے کہنے کہ اے خوش خصال
طلب ہے تری در حضور جناب
جناب معلائے قدسی ملب
وزیر خردمند باعدل و داد
وہ مہدی علی خاں والا نژاد
(۲۱)

چھ شعر وزیر مہدی علی خاں کی تعریف میں لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

غرض میں چلا یاں سے باصد سرور
ہوا جا کے جب باریاب حضور
عجب بزم دیکھی عجائب انیس
تو میں بھی ہوا اک جگہ پہ جلیس
کیا جب کہ باب تکلم کو وا
زباں یوں سخن سے ہوئی آشنا
یہ ہے حکم شاباش نیک نام
کہ معراج نامہ رقم کر تمام
(۲۲)

درج ذیل اشعار میں اپنے سید ہونے کی نسبت وضاحت کی ہے:

میں ہوں مرثیہ گوئے سبط رسول
ادھر بھی اٹھا یک نگاہ قبول
یہ معراج نامہ جو لایا ہوں میں
نبی کے وسیلے سے آیا ہوں میں
یہ میرا وسیلہ نہ رد کیجیو
میں سید ہوں میری مدد کیجیو
(۲۳)

اس معراج نامہ کی تصنیف کے سلسلہ میں شاعر نے حیات القلوب اور دوسری اسی موضوع کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

لکھنؤ کی شیعہ فضا میں مجالس عزا کی کثرت تھی۔ اسی مناسبت سے ریحان معراج میں بھی ابتداء میں

• امامین کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے بعد معراج کے مضمون کو شروع کیا ہے۔ تعزیہ داری اور مجالس محرم کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے شعراء نے مرثیہ گوئی سے کام لیا۔ اسی طرح میلاد کی محافل اور ان کے جابجا انعقاد نے دہلی اور لکھنؤ کے شعراء کو اس فن کی طرف خصوصی رغبت دلائی۔ اس لحاظ سے شمالی ہند کا دور زیادہ تر رسمی اور تقلیدی رویوں سے عبارت ہے۔ ریحان معراج فنی محاسن کے اعتبار سے ایک بلند پایہ معراج نامہ ہے اور اس میں اخلاص' دردمندی اور کیفیات کا موثر بیان نظر آتا ہے۔

مولوی محمد حیات (۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء ـــ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء)

مولوی محمد حیات میسور کے متوطن تھے۔ عربی فارسی کی قابلیت رکھتے تھے۔ انہوں نے نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں احوال النبیؐ' نورالہدایہ' شفاعت نامہ' دیدار نامہ اور شرف الایمان مع نور الاسلام زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان کے مخطوطات کا تذکرہ ڈاکٹر محی الدین زور نے کیا ہے۔(۶۴)

احوال النبیؐ منظوم سیرت ہے جو تقریباً ۲۷۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس میں سید حیات نے نبی کریمؐ کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ سادہ اور سلیس انداز میں بیان کئے ہیں۔ ولادت رسالتمآبؐ' آپؐ کے والدین' علامات نبوت' بعثت' معراج' غزوات' حسن خلق' معجزات' ازدواج' اور اولاد وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات عامۃ الناس کے لئے درج کردی ہیں۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

اللہ اللہ ورد جاں ہے دم بدم
او کیا موجود ہم سب تھے عدم

اللہ اللہ سچا تو ہے معبود
اللہ اللہ سچا تو ہے موجود
(۶۵)

اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

جن درود اں ان پو بھیجے باصفا
اس کے حامی ہیں محمد مصطفیٰ

پڑھ درود اں مصطفیٰ پر اے حیات
پائے گا تو رحمت حق اور نجات

بھائی احوال نبی اب ہوئی تمام
مصطفیٰ پر ہو درود اں اور سلام
(۶۶)

اس کی تاریخ تصنیف نہیں ملتی۔ قرین قیاس ہے کہ یہ مثنوی ۱۲۵۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔

نورالہدایہ ایک قسم کا درد نامہ یا وفات نامہ ہے۔ اس مثنوی کے ۲۷۵ اشعار ہیں۔ اس میں رحلت کے وقت مختلف پیغمبروں اور اولیاء پر جو گذری اس کی تفصیلات بیان کر کے انسانوں کو عبرت دلائی گئی ہے

کہ ہر انسان کو اپنی موت کے وقت کیا کرنا چاہئے۔ سید حیات نے اس میں شاعر سے زیادہ بطور ناصح اور مرشد بہت ہی پر اثر انداز میں مثنوی لکھی ہے۔ زبان بہت سلیس ہے۔ کاتب شفیع الدین ہیں جنھوں نے ان کی جملہ کتابیں مستقل نقل کی ہیں۔ اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

آغاز کے اشعار ملاحظہ ہوں:

یاالٰہی یاالٰہی یارحیم
یا علیمی یا حکیمی یا کریم
اب بحق مصطفیٰؐ اور فاطمہؓ
تو ہمارا خیر سے کر خاتمہ
(۶۷)

اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

حور ہے اور سیر ہے گلزار ہے
سب سے بڑھ کر نعمت دیدار ہے
رنج و راحت کا بیان کب تک حیات
شرک سے تو دور ہے جا پانجات
(۶۸)

شفاعت نامہ ۴۰۔ ابیات کی ایک مختصر مثنوی ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اللہ اللہ تو رحمان اور رحیم
تو عطا کر ہم کو راہ مستقیم
ہے محمدؐ خاتم پیغمبراں
ہے محمدؐ عذر خواہ امتاں
(۶۹)

شفاعت نامہ کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

کب تک یہ گفتگو بس کر حیات
مانگ رب سے یہ دعا اب دل کے ساتھ
رکھ مجھے امت میں اس کے اے رحیم
موت دے ملت میں اس کے اے رحیم
(۷۰)

دیدار نامہ بہت ہی مختصر مثنوی ہے۔ اس میں ۴۰۔ ابیات ہیں۔ اس میں جنت کے احوال، اہل جنت

کے مراتب اور رویت باری تعالیٰ کے اثبات کے بارے میں روایات کا بیان ہے۔ اختتامی دو شعر ملاحظہ ہوں:

یوں لکھے ہیں خاصگاں کی شان میں
ان کے تئیں دیدار ہے ہر آن میں
مختصر اس کو لکھا سید حیات
اس کے حق میں کر دعا تو اس کے سات
(۱۷۱)

شرف الایمان مع نور اسلام اردو نثر میں ایک مذہبی کتاب ہے۔ کتابت قدیم ہے۔ یہ نسخہ شکستہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کا کاغذ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔
سید حیات کی منظوم سیرت احوال النبیؐ ادبی اور لسانی لحاظ سے قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں لکھنوی دبستان کا لب و لہجہ اور زبان و بیان کے دیگر خصائص موجود ہیں۔

محمد کفایت علی کافی مراد آبادی (م ۱۸۵۸ء)

مولانا محمد کفایت علی کافی مراد آباد کے خاندان سادات سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی بعد میں تحصیل علم کے سلسلہ میں بریلی اور بدایوں میں قیام پذیر رہے۔ بدایوں میں شاہ ابو سعید مجددی سے علم حدیث پڑھا اور علم طب حکیم شیر علی سے حاصل کیا جو نواب آصف الدولہ کے عہد میں تحصیلدار تھے۔ ۱۸۵۸ء کے جہاد آزادی میں مولانا پیش پیش تھے۔ مولانا کفایت علی کے خلاف فخر الدین کلال نے مخبری کی، مولانا گرفتار ہوئے اور انہیں پھانسی کا حکم ہوا تو بہت مسرور ہوئے۔ یہ غزل پڑھتے ہوئے خراماں خراماں تختہ دار کی طرف چلے گئے:

کوئی گل باقی رہے گا" نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

مولانا کافی کو مراد آباد جیل کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی۔ اور وہیں دفن کیے گئے۔ تقریباً ۳۵ سال کے بعد مولانا کی قبر کھل گئی۔ ہوا یہ کہ بدھ کے بازار سے ایک سڑک نکالی گئی۔ مولانا کے مدفن کا نشان نمایاں نہیں تھا۔ مزدور نے جب اس پر پھاوڑا چلایا تو مولانا کی پنڈلی پر لگا اور وہ نظر آئی۔ مزدور نے انگریز انجینئر کو بتایا۔ اس نے احتراماً" قبر درست کرا کے سڑک کا رخ موڑ دیا۔ اسی وجہ سے سڑک میں ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے۔ مولانا کافی کی قبر کچہری سرائے مویشی خانے کے سامنے ہے۔ مذکورہ مزدور اور جن لوگوں نے مولانا کی قبر کا شگاف دیکھا، ان کا بیان ہے کہ مولانا کا بدن اور کفن بالکل صحیح حالت میں تھا۔
مولانا کافی کی زیادہ تصانیف نظم میں ہیں۔ شمائل ترمذی کا منظوم ترجمہ بہار خلد، چہل احادیث کا منظوم ترجمہ نسیم جنت(۱۷۲) اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ اہل سعادت کا منظوم ترجمہ خیابان فردوس

کے نام سے کیا ہے۔ مثنوی دربار رحمت بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم(۱۷۳) دیوان کافی'(۱۷۴) اور تمولود شریف بہاریہ وغیرہ مولانا کی تصانیف ہیں۔ مولود شریف بہاریہ' وفات نامہ' حلیہ مبارک کے علاوہ واستان صادقاں' قصہ بست اصحاب اور جذبہ عشق کی منظومات پر مشتمل ہے۔(۱۷۵)

شاعری میں مولانا کافی' مہدی علی زکی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ایک رباعی میں مولانا کافی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے' فرماتے ہیں:

پرواز میں جب مدحت شاہ میں آؤں
تاعرش بریں فکر رسا سے جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا
کافی کا درد دل کہاں سے لاؤں

مولود شریف بہاریہ کا مخطوطہ قومی عجائب گھر' کراچی میں موجود ہے۔ یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے جو ۳۸۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ مخطوطہ کے ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں۔ عنوانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں۔ ہلکے آسمانی رنگ کے ولایتی کاغذ پر اچھی حالت میں ہے۔ مولود شریف کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

حمد لائق داور اکبر کو ہے
خالق اشیائے بحر و بر کو ہے
ہے یہ ادنی وصف اس خلاق کا
باغباں ہے گلشن آفاق کا
ہے عجب وہ صانع رنگیں نگار
جس نے پیدا کیں بہاریں بے شمار
یہ نگارستان عالم کا چمن
ہے نسیم لطف حق سے خندہ زن
اس نے دکھلائیں بہاریں بے شمار
گل کھلائے سینکڑوں لاکھوں ہزار
(۱۷۶)

یہ مخطوطہ امام الدین احمد نے مصنف کی شہادت کے سال ۱۲۷۳ھ ر ۱۸۵۸ء میں مکمل کیا۔ مولود شریف کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

بیتی نے بھی بیاں ایسا کیا
جس گھڑی ہنستے تھے محبوب خدا
عکس دندان مبارک سے مدام
جلوہ گر ہوتی تھیں دیواریں تمام

اس طرح آتی تھی دیواروں پہ تاب
جس طرح پڑتا ہے عکس آفتاب
اس لب و دنداں پہ ہر لیل و نہار
بھیجئے کافی درود بے شمار
(۱۷۷)

کافی نے ایک مثنوی معراج کے واقعہ پر بھی لکھا ہے۔ اس میں فرضی جزئیات کی تفصیل دی گئی ہے۔(۱۷۸)

دیوان کافی میں متعدد میلادیہ منظومات ہیں۔ ان منظومات کی محافل میلاد اور میلاد خوانوں میں مقبولیت کے پیش نظر مہتمم پریس نے دیوان کافی کے آغاز میں لکھا ہے:

"حضرات مولود خوانان کی خدمت میں التماس ہے کہ بعد ختم مولود شریف اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔"(۱۷۹)

ان کی بیشتر میلادیہ منظومات آج بھی محافل میلاد میں عقیدت و احترام اور عشق و محبت سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند کے مطالعے درج ذیل ہیں(۱۸۰):

خاتم الانبیاء ہوئے پیدا
مجتبیٰ مصطفیٰ ہوئے پیدا
(ص ۱)

ہوئے حضرت محمد صل علیٰ پیدا
ہوئے حضرت رسول اللہ احمد مجتبیٰ پیدا
(ص ۲)

جناب فخر عالم سید سرور ہوئے پیدا
شفیع درد مندان، شافع محشر ہوئے پیدا
(ص ۲)

ہوئے پیدا رسول قدر دان مکہ و بطحیٰ
حبیب کبریا عزت رساں مکہ و بطحیٰ
(ص ۸)

شب ولادت ختم پیمبراں ہے آج
شب ولادت سردار سروراں ہے آج
(ص ۲۱)

میلاد کے فیوض و برکات کا بیان بھی ان کی منظومات میں ملتا ہے۔ میلاد کی مناسبت سے اس موضوع سے متعلق اشعار ملاحظہ ہوں:

سر کے بل چاہیے اے اہل ولا یاں آنا
الفت رحمت عالم میں ذرا یاں آنا
محفل مولود سلطان رسالت ہے یہ
عین آداب ہے باصدق و صفا یاں آنا
بے ادب کو تو یہاں دخل نہیں بار نہیں
عطر آداب سے پوشاک بسا یاں آنا
عرش سے فرش تک اللہ رے ہجوم ملکوت
اور جبرئیلؑ کا وہ مژدہ رسا یاں آنا
محفل فرحت میلاد نبی صلی علیٰ
ہے نصیب اپنے تئیں صبح و مسا یاں آنا
شرف محفل میلاد نہیں کیا کافی
ہم سمجھتے ہیں شفاعت کا صلا یاں آنا
(۱۸۱)

میلاد کی محفلوں میں درود و سلام بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ کافی نے اس موضوع پر میلادیہ منظومات لکھی ہیں جن میں درود شریف کی برکات اور درود پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ چند مطلع ملاحظہ ہوں:

پیدا ہوئے رسول خدا مومنو صلوات
اس صاحب لولاک پہ ہر دم کہو صلوات
(ص ۱۸)

نام حضرت پہ لاکھ بار درود
بے عدد اور بے شمار درود
(ص ۲۳)

نور ایمان ہوا درود شریف
در افشاں ہوا درود شریف
ہر مرض کی دوا درود شریف
دافع ہر بلا درود شریف
(ص ۳۶)

کافی نے نبی کریمؐ پر خود بھی درود و سلام بھیجا ہے۔ چند مطلع درج ذیل ہیں:
ہوئے تولد حبیب رحماں خدا کا ان پہ درود دائم

کہیں ہم ہو کے جن و انساں خدا کا ان پر درود دائم
(ص ۳۰)

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سرا بستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(ص ۳۱)

پیدا ہوئے خیرالوریٰ صلو علیہ وآلہ
پیدا ہوئے نور الہدیٰ صلو علیہ وآلہ
(ص ۳۱)

مسجد نبوی کا ستون جس کے ساتھ ٹیک لگا کر نبی کریمؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب اس کی جگہ منبر بنا کر پیش کیا گیا تو اس ستون نے گریہ و زاری کی۔ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت میں ہے کہ ستون کے رونے کی آواز سن کر تمام حاضرین بھی رونے لگے۔ مولانا کافی نے ستون کے اس رونے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

ستوں کی دیکھ کر حالت صحابہ سربسر روئے
تمام حاضران مجلس خیرالبشر روئے
ادھر گرم فغاں تھا وہ ستوں صدمے سے فرقت کے
ادھر یہ شدت رقت سے باصد چشم تر روئے
ستوں نے یہ کئے نالے کہ چشم حال سے اس دم
شجر روئے، حجر روئے، بھی دیوار و در روئے
رسول اللہ کی الفت محبو! عین ایماں ہے
فراق مصطفیٰؐ میں اہل ایماں عمر بھر روئے
بشکل ابر اے کافی یہ مجوروں کا عالم ہے
یہاں روئے، وہاں روئے، ادھر روئے، ادھر روئے

کافی نے منظوم حلیہ شریف میں آپ کے جمال ظاہری، چہرہ مبارک، عارض، رنگ، پیراہن، لب و دنداں اور سراپا مبارک کو بیان کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

سہی سرو ریاض بے مثالی
قد رعنائے دلجوئے محمد
(ص ۴۳)

نرگس گلشن مازاغ ہے، وہ چشم شریف
ہوئے مژگان مبارک رگ جان اعجاز

سوزنِ گم گشتہ صدیقہ نے پائی اپنی
کھل گیا کچھ یہ تبسم جو دھانِ اعجاز
(ص ۴۴)

کافی نے مولود شریف بہاریہ' معراج نامہ' وفات نامہ' بیان شمائل اور منظوم حلیہ شریف میں اپنی والہانہ وابستگی اور اخلاص و دردمندی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے علمی انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و معجزات کو بیان کیا ہے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے اپنے اشعار کو مزین کیا ہے۔ معراج کے بیان میں "شن معراج میں" قرآن و حدیث کے حوالوں سے ہٹ کر چند فرضی جزئیات کی تفصیل دی ہے اور اس سلسلہ میں آسمان کی آرائش اور جنت کی رونق وغیرہ کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے لیکن ان جزئیات کی تفصیل مروج معاصر مجلسی تقاضوں کے تحت شامل ہو گئی ہے۔ کافی کی درج ذیل مناجات کو کئی میلاد نگاروں نے نقل کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یاالٰہی حشر میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
رحمت عالم محمد مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یاالٰہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی کافی کی یہ ہے یارب دعا
دفتر اشعار' نعت مصطفیٰ کا ساتھ ہو
(ص ۳۹)

کافی کی میلادیہ منظومات فنی محاسن کے اعتبار سے بہت وقیع ہیں۔ ان میں ان کے داخلی احساسات کی دردمندی اور اخلاص و شیفتگی کا انداز بہت نمایاں ہے۔ اور اس خاصیت نے ان کے کلام کو پرتاثیر بنا دیا ہے۔ ان کی دوسری خوبی بیان کا دلنشین انداز' رواں دواں سلیس الفاظ اور نہایت صاف اور نادر تشبیہیں ہیں۔ اور انہی خوبیوں کی بدولت ان کا مولود شریف ان کی فدائیت کا ترجمان بن گیا ہے۔

سید فضل علی

سید فضل علی' کفایت علی کافی کا ہم عصر تھا۔ ان کے منظوم میلاد نامہ "فضل بہار" میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ' رضاعت' اوصاف و خصائل اور وفات کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ میلاد نامہ کے آخر میں درویشوں کے حالات' ایک شجرہ' اور کچھ دعائیں بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اس میلاد نامہ میں آپؐ کے روحانی فیوض و برکات اور بعض معجزات کے بارے میں خصوصی اشارے دیئے ہیں۔ ان کے مدنظر عقائد کی اصلاح اور درستی ایمان کا جذبہ تھا' جو اس میلاد نامے کی تصنیف کا محرک بنا۔

محمد علی خاں لطف بریلوی (م ۱۲۹۸ھ)

لطف بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا دیوان پہلی بار مطبع گلشن محمدی لکھنؤ سے طبع ہوا تھا اور اس ایڈیشن کے آخر میں اس کی تکمیل کا سال ۱۲۷۰ھ محلہ سوداگران اور ساکن بریلی بھی لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد مطبع آئینہ سکندر بریلی اور ۱۲۷۹ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

لطف بریلوی نے میلاد کے موضوع پر بطور خاص غزلیں لکھیں جو ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہیں۔ ان کے دیوان میں ۱۰۲ غزلوں کے علاوہ ۷۹۔ اشعار کا ایک طویل سراپا اور ایک خمسہ شامل ہے۔ میلادیہ منظومات میں محفل میلاد منعقد کرنے کی برکت اور ان محافل میں فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لئے ان کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ لطف کی منظومات سے ان کے مکتب بریلی سے متعلق مخصوص مذہبی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اور جن کے مطابق محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں اور بانی مجلس اور سامعین مجلس کو اپنے فیوض و برکات اور لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ اس سبب سے ایسی محافل کو ترتیب دینے میں سلیقہ مندی اور شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سامعین کو بھی ادب و احترام سے شمولیت کی درخواست کی جاتی ہے اور دوران میلاد خوانی نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کا ذکر بھی ایسی منظومات میں کیا جاتا ہے۔ چند میلادیہ منظومات کے مطالع ملاحظہ ہوں:

دکھائے گر خدا مجھ کو مکان مولد حضرت
لکھوں اے لطف مذکور زبان مولد حضرت
(۱۸۲)

نہ پایا دو جہاں میں اک مکان محفل مولد
جہاں دل کھول کر کرتے بیان محفل مولد
(۱۸۳)

باادب داخل ہو اے دل محفل میلاد میں
خود بدولت خود ہیں شامل محفل میلاد میں
(۱۸۴)

بیان ولادت میں عقیدت کی فراوانی ہے اور زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار ہے۔

باعث پیدائش خلق پیدا ہوئے
پیشوا و مقتدیٰ و رہنما پیدا ہوئے
نور سے اسلام کے عالم منور ہو گیا
واہ کیا بدر الدجیٰ صلِ علیٰ پیدا ہوئے
نور سے جن کے ظہور عالم امکان ہوا
وہ زمیں پر رونق ہر دوسرا پیدا ہوئے

عاصیوں کو ہاتف غیبی یہ دیتا ہے نوید
خوش ہو خوش ہو شافع روز جزا پیدا ہوئے
ہر پیمبر جس نبی کی ہے نبوت کا گواہ
اب وہ ختم المرسلین و انبیاء پیدا ہوئے
(۱۸۵)

دوسری جگہ بیان ولادت اس طرح کیا ہے:

آج فخر انبیاء صل علیٰ پیدا ہوئے
شافع روز جزا صل علیٰ پیدا ہوئے
زینت ارض و سما صل علیٰ پیدا ہوئے
رونق ہر دوسرا صل علیٰ پیدا ہوئے
حامد و محمود و احمد خاص ہے جن کا لقب
وہ محمد مصطفیٰ صل علیٰ پیدا ہوئے
نور سے جن کے ہوئی تھی آتش نمرود سرد
آج وہ نور خدا صل علیٰ پیدا ہوئے
(۱۸۶)

ان میلادیہ منظومات کا غالب حصہ اہل حدیث علماء کے خیالات کے ردعمل کے طور پر لکھا گیا جو محافل میلاد کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے درمیان حمایت اور رد کا مناظراتی سلسلہ آج بھی عام ہے۔ لطف بریلوی نے اپنے اشعار میں محافل میلاد کے انعقاد کے حق میں اور منکرین میلاد کے رد میں دلائل دیئے ہیں اور ثبوت فراہم کرنے کے لئے انہوں نے کئی کتب کا حوالہ دیا ہے۔ برکات و ثمرات میلاد کے سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

روایت کرتے ہیں یہ زائران مولد حضرت
کہ دیکھا نور جو دیکھا میان مولد حضرت
(۱۸۷)

سال بھر آئیں گے اس گھر کی زیارت کے لئے
ہیں فرشتے جو کہ داخل محفل میلاد میں
مومنو "جمع الجوامع" میں لکھا ہے دیکھ لو
ہوتے ہیں حضرت بھی شامل محفل میلاد میں
(۱۸۸)

منکرین میلاد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

جو منکر اس کی عظمت کے ہیں شیطان مجسم ہیں
بہشتی جنتی ہیں دوستان مولد حضرت
(۱۸۹)

اس کو دشمن جانو محبوب خدا کا دوستو
جو کرے انکار جاہل محفل میلاد میں
(۱۹۰)

جو منکر ہیں رسول اللہ کی تعظیم کے ان کو
نہ بلوایا کرو اے عاشقان محفل مولد
(۱۹۱)

سال بھر بعد جو آتا ہے ربیع الاول
کام بگڑے ہوئے امت کے بنا جاتا ہے
سال بھر رہتے ہیں اس گھر کے ملائک زوار
جس جگہ آپؐ کا مولود پڑھا جاتا ہے
عاشقو محفل میلاد جہاں ہوتی ہے
خود بدولت وہاں آتے ہیں سنا جاتا ہے
لطف حضرت کا جو سنتا ہوں کبھی اسم شریف
دل مضطر کو مرے چین سا آ جاتا ہے
(۱۹۲)

رسول پاک پہ وہابیو درود پڑھو
کدھر خیال ہے اے غافلو درود پڑھو
خدا کے دوست پہ اے دشمنو درود پڑھو
جہنمی ہو بہشتی بنو درود پڑھو
(۱۹۳)

اگر وہ دشمن دین خود بخود آجائیں محفل میں
نظر میں رکھیں ان کو حاضران محفل مولد
نہ اٹھیں منکر تعظیم جب تعظیم حضرت کو
اٹھا دیں زور سے ان کو میان محفل مولد
(۱۹۴)

معراج کے موضوع پر لطف نے مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ ان کا رنگ عاشقانہ ہے۔ ان کے خیال میں

نبی کریمؐ کو آسمانوں پر بلائے جانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ خدا اپنے محبوب کا دیدار کرے:

مقصد تھا حبیب کا بلانا
معراج کا تھا فقط بہانا

(۴۹۵)

مقلدین اور غیر مقلدین کے نظریات کی وجہ سے ایک خاص فضا قائم ہو گئی تھی۔ اس روش کے خلاف لطف، کفایت علی کافی اور شہیدی نے اپنے کلام میں خاص انداز اختیار کیا، مثال کے طور پر ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

لطف:

عشق محبوب خدا اے دل جسے حاصل نہیں
لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

کرامت علی شہیدی:

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا یہی ایمان
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

کفایت علی کافی:

ہیں کہاں وہ منکران الفت خیرالبشر
بے تمیزوں کو ذرا مجھ تک تو لانا چاہئے

لطف بریلوی نے نبوت کے بیان میں ایک لطیف نکتہ پیش کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام کی کسوٹی نبوت کا اقرار یا انکار ہے:

مومن ہوا جس نے کیا اقرار محمدؐ
کافر ہوا جس نے کیا انکار محمدؐ

(۴۹۶)

یہ ایک ایسی حد فاصل اور پرکھنے کے لئے ایک واضح اور بین بنیاد ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ توحید پرست ہر مذہب میں موجود ہیں۔ بتوں کی پوجا نہ کرنے والے اور توحید پر ایمان رکھنے والے اسلام سے باہر بھی مل جائیں گے۔ تو فرق مسلم اور غیر مسلم میں کیا ہوا۔ فرق نبوت کے مسئلے ہی سے پیدا ہوتا ہے جس نے نبی کریمؐ کی نبوت کا اقرار نہ کیا وہ دوسرے تمام احسن عقائد کے باوجود گمراہ اور کافر ہے اور نبی کریمؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا تصور بھی اس سے الگ نہیں۔

مذہبی جوش و عقیدت بھی لطف کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے:

خموش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو

شفیع روز جزا پر پڑھو درود پڑھو
تمام جسم میں خوشبو ملو درود پڑھو
مشام جاں کو معطر کرو درود پڑھو
اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
رسول پاک ﷺ کو راضی کرو درود پڑھو
اگر حضور کی مد نظر حضوری ہے
حضور قلب سے اے دوستو! درود پڑھو
جو اس حبیب کا مد نظر نظارہ ہے
پڑھو درود پڑھو عاشقو! درود پڑھو
یہ کون بزم ہے کس کا ہے ذکر لطف یہاں
ادب سے بیٹھو ادب سے اٹھو درود پڑھو
(۱۹۷)

لطف نے ۷۹۔ اشعار پر مشتمل غزل کی ہیئت میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کے شمائل و خصائل اور باطنی اوصاف و صفات پر زیادہ زور دیا جاتا رہا مگر لکھنوی دبستان شاعری کے زیر اثر سراپا نگاری کے رجحانات بھی عام ہو گئے۔ لطف بریلوی نے انہی اثرات کے زیر اثر آپؐ کے جمال ظاہری کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں انھوں نے اردو شاعری کے روایتی محبوب کی سراپا نگاری کا ڈھنگ اختیار کیا ہے مثلاً لطف لکھتے ہیں کہ "حضور سر تا قدم عالم نور کی تصویر ہیں۔ کمر عنقا ہے۔ قدم دلجو کی صفائی سے گل شرمندہ ہے تو ساق کے رنگ و بو سے شاخ نسترن خجل ہے۔ ان کی زلف مشکبار سنبل جنت ہے۔ اس کی خوشبو کے آگے مشک ختن اور نافہ تاتار کی کچھ حقیقت نہیں۔ جن و بشر اس زلف کے مبتلا اور فرشتے جاں نثار ہیں۔ مشک جنت سے اس نے خوشبو پائی ہے۔ کفار اسے دیکھ کر اسلام لاتے ہیں۔ اس کے ہر بال سے اتنے معجزات سرزد ہوئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں۔" اس کے بعد آپؐ کی زلفوں اور بالوں کا لطف نے ایک معجزہ رقم کیا ہے اور لکھا ہے کہ "حضرت خالد بن ولید کو آپؐ نے چند بال عطا کر رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے انھیں ہر لڑائی میں فتح نصیب ہوتی تھی۔" اس منظوم سراپا پر قصیدے کا گمان گذرتا ہے۔ اور حضورؐ کے خدوخال اور اعضائے مبارک کی صفات کے اظہار میں بعض دیگر معجزات کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے۔ اس طویل سراپا کا مطلع درج ذیل ہے:

مری وہ فکر رسا ہے وہ ہوں طبیعت دار
ازل کے روز سے لکھتا ہوں نعت کے اشعار
(۱۹۸)

اس سراپا کے علاوہ آپؐ کے ابرو زلف، عارض و چشم اور لب و دندان مبارک کے اوصاف اور جمال

محمدیؐ کے ظاہری پہلوؤں کی مدح جزوی طور پر ان کے دیوان میں جابجا نظر آتی ہے۔ نبی کریمؐ کے روضہ اقدس سے دوری، ہندوستان کی پر آشوب زمین سے مدینہ منورہ جانے اور وہاں جا کر مرنے کی تمنا کا اظہار جابجا اشعار میں ملتا ہے۔ نبی کریمؐ سے استمداد اور شفاعت طلبی کے مضامین بھی ان کے ہاں عام ہیں۔ وہ منظومات جن کی ردیفیں یا شفیع المذنبین، الغیاث، یارسول اللہ، یا شفیع الوریٰ ہیں، انہیں مضامین سے متعلق ہیں۔ اہل حدیث علماء نبی کریمؐ کے خطاب ندائیہ کو بدعت اور شرک و کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ لطف بریلوی نے اس قسم کی ردیفوں سے اپنے مذہبی عقائد کی ترجمانی کی ہے۔

درج ذیل اشعار میں ان رویوں کی جھلک نظر آتی ہے:

نہ ہوئی ہائے مدینہ کی زیارت حاصل
جیتے جی میں نہ ہوا داخل جنت افسوس
(۱۹۹)

ہاں عرب میں کہیں اے شاہ عرب بلوالو
ہند میں اب تو گذارہ نہیں دم بھر اپنا
(۲۰۰)

کب تلک ہوں آپؐ کی فرقت میں بے دم الغیاث
الغیاث اے بادشاہ ہر دو عالم الغیاث
(۲۰۱)

پہنچا نہ آپ کے در اقدس تلک یہ لطف
ہیہات مرتبہ نہ شہیدی عطا ہوا
(۲۰۲)

لطف نے میلاد کے موضوع کو غزل کے انداز میں بیان کیا اور فنی و صنعتی سطح پر میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا اور مسلک اہلسنت کے عقائد کے مضامین قلمبند کئے۔ مقام رسالت اور مرتبہ و فضیلت محمدیؐ کے بیان میں اپنی وابستگی و محبت کا جابجا اظہار کر کے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے۔

سید اسماعیل حسین منیر (م ۱۸۸۱ء)

سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی کا سلسلہ نسب حضرت علی نقیؓ سے ملتا ہے۔ منیر کی ولادت ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ انہیں عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم ان کے والد سید احمد حسین نے دی اور دینی علوم کی تکمیل اپنے بڑے بھائی مولوی سید اولاد حسین سے کی۔ بچپن آگرہ میں گذرا۔ جوانی میں شعر و شاعری کی محفلوں میں خوب چمکے تو نظام الدولہ انہیں ملازمت کی پیشکش کر کے لکھنؤ لے گئے اور انہیں کی سفارش پر ناسخ نے انہیں اپنا شاگرد بنا لیا۔ لکھنؤ کے مختلف نوابین کی ملازمت کے بعد نواب علی بہادر والی باندہ کے ملازم ہو

گئے۔ ۱۸۵۸ء میں جنرل وائٹ لاک نے باندہ پر فوج کشی کی اور وہاں سے انھیں گرفتار کر کے انڈمان بھیج دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے بارہ سال بعد رہا ہو کر رامپور چلے آئے۔ ۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔ تاریخ وفات "انتقال منیر عالی قدر" سے نکلتی ہے۔

ان کی تصانیف میں تین دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ ان میں ایک مثنوی "معراج المضامین" بیان معراج النبیؐ پر مشتمل ہے۔ منظوم میلاد نامہ فضل بہار میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ، خصائل و شمائل اور وفات کا حال لکھا ہے۔(۲۰۳) اس میں آپؐ کے حلیہ مبارک کی جزئیات اور خدوخال کو ان کی خوبیوں اور فیوض کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

منیر نے مثنوی معراج المضامین ۸۶ھ میں لکھی۔ اس میں معراج النبیؐ اور نبی کریمؐ کے دیگر معجزات کے علاوہ آئمہ کے حالات بھی شاعرانہ انداز میں نظم کئے گئے ہیں۔ مذہبی جذبات کی آسودگی کے لئے یہ ذخیرہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نبی کریمؐ براق پر سوار ہو کر معراج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ منیر نے اس کا نقشہ یوں پیش کیا ہے:

پھر آئی جانب سدرہ سواری
وہاں سے بھی بڑھا وہ نور باری
نہ کی جبرئیل نے بھی پھر رفاقت
یہیں ٹھہرا وہ پیک رب عزت
اگر روح الامیں بڑھتے سرمو
تو جلتے نور سے شہپال و بازو
براق تیز پر نے بھی لیا دم
ہوا رف رف سواری سے مکرم
بڑھے جس وقت حد ماسوا سے
مشرف ہو گئے قرب خدا سے
وہاں پہنچا ہمائے لامکاں سیر
کہ اپنی ذات بھی پائی جہاں غیر
گل و جان تھے عارف جہاں سے
زمان و وقت ناواقف وہاں سے
حضوری سے سعادت یاب ہو کر
زلال فیض سے سیراب ہو کر
نبی رخصت ہوئے عرش علا سے
چلے گھر کی طرف حکم خدا سے
(۲۰۴)

اردو میں کردار نگاری کی خصوصیات اس قسم کی مذہبی و دینی مثنویوں کی وجہ ہیں۔ حالات و واقعات کی بناء پر کردار نگاری یا سیرت نگاری اتنی مشکل نہیں ہے مگر اس میں شاعرا نہ پیدا کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ مذہب اور مذہبی تحریکات سے اس قسم کی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ ن و بیان کے حوالے سے اس قسم کی مثنویوں میں مذہبی جذبہ کے احترام اور مخصوص الفاظ و محاورات و رمزیات وغیرہ نے جامعیت و بلندی پیدا کر دی۔ اور زبان و بیان کو ادبی لحاظ سے ایک عالمانہ راستہ پر لگا دیا۔ تخیل میں شگفتگی اور تنوع نے جامعیت و بلاغت کی لہر دوڑا دی جس سے معیار میں بلندی اور احساس میں خاص لذت پیدا ہو گئی یہ خوبیاں منیر کی مثنوی معراج المضامین میں موجود ہیں۔ منیر نے دلچسپی اور شعریت میں فرق نہیں آنے دیا۔ اس لحاظ سے یہ معراج نامہ فنی نقطہ نظر سے کامیاب کاوش ہے۔

مولوی سید احمد مشتاق

سید احمد مشتاق آرکاٹ کے والا جاہی دربار سے بہت قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ انہوں نے نواب محمد غوث خاں کے عہد حکومت میں "تحفہ احمدیہ در خصائص محمدیہ" مرتب کیا۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء ہے۔ یہ مخطوطہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹۰ ہے۔

اس رسالہ میں نبی کریمؐ کی ستائیس خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :

۱۔ روح محمدیؐ وجہ تخلیق کائنات ہے۔ ۲۔ قیامت کے دن شفاعت کا شرف نبی کریمؐ کو حاصل ہو گا۔ ۳۔ آئندہ ہونے والے سوالات کا علم انہیں پہلے سے ہو جاتا تھا۔ ۴۔ نبی کریمؐ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ۵۔ ان کا ذکر خدا کے ساتھ تمام عبادات میں ہوتا ہے۔ ۶۔ انہیں معراج نصیب ہوئی۔ ۷۔ ان پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

ان تمام خصوصیات کی مصنف نے دو اقسام بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو صرف نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں پائی جاتی ہیں اور دوسری وہ جو اگلے انبیاء کی ذات میں بھی موجود تھیں مگر نبی کریمؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات میں پہلی قسم کو حقیقی اور دوسری قسم کو اضافی کا نام دیا گیا ہے اور ان تمام اوصاف کو مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اس مخطوطہ کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۸۵۳ء میں چھپ چکا ہے۔ خاتمہ کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مشتاق نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں۔ آخری دو خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان دونوں خصوصیات کو مدلل اور مفصل "فوز العظیم" اور "حدیقہ اعظم" میں بھی بیان کر چکا ہوں۔(۲۰۵) آئین نکاح و مہر میں انہوں نے اپنا نام اس طرح دیا ہے:

"سید احمد مشتاق نور الٰہی بن سید درویش بن سید نور اللہ بن سید علی محمد

قادری۔"(۲۰۶)

تحفہ احمدیہ کا اختتام درج ذیل اشعار پر ہوتا ہے:

و یا بولا ہزیمت پائے حضرت
تو کافر ہو پھر اس پر اترے لعنت
اہانت جو کہ سنت کی کرے ہے
سو وہ بدبخت بھی کافر مرے ہے
کرے موئے مبارک کی جو تحقیر
کہے ہیں عالموں نے اس کی تکفیر
(۲۰۷)

زبان و بیان کی سادگی اور موثر اسلوب کے لحاظ سے مصنف اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے۔

محمد علی

محمد علی کی مثنوی آثار محشر میں نبی کریمؐ کے واقعہ معراج کو بیان کیا گیا ہے۔ "آثار محشر" تاریخی نام ہے۔ اس سے مثنوی کی تاریخ اختتام حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم، کراچی میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ سیاہ روشنائی سے معمولی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء اور کاتب کا نام محمد علی بخش ہے۔ یہ مخطوطہ ۹۶۔ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ واقعہ معراج کے تفصیلی بیان کے علاوہ اس کے آخر میں قصہ حضرت بلالؓ بھی شامل ہے۔ آغاز اور اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

آغاز:

(کذا) ہے حمد خدا جو ہے کثیر الغفران
مالک الملک و اولامر عمیم الاحسان
ہے رجائے من سے (کذا) کی یہ نامہ مرا
بے غل و غش ہو پسند خرد ناموران
لائق حمد سزا وار ثنا !!!
ذات پاک حق ہے اے حق آشنا
جس نے کن کہتے نہ گذرا ایک پل
کر دیئے پیدا بر و بحر و جبل
(۲۰۸)

اختتام:

اور عقبیٰ میں اے حسب المراد

اپنی رویت سے کرے محفوظ و شاد
اور رکھے جنت میں با امن و امان
از طفیل احمد آخر زمان
(۲۰۹)

اس مثنوی میں سیدھے سادے انداز میں معراج کے واقعات اور روایات کو شعری قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جو اس وقت عوام میں پسندیدہ اور مقبول تھیں اس کے بیان میں نبی کریمؐ سے وابستگی اور محبت و عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔

محمد حسین

محمد حسین کے والد محمد سلیم بمبئی کے تاجر تھے۔ محمد حسین کی شاعری کی شہرت کی بناء پر شیخ داؤد میمن نے منظوم وفات نامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ محمد حسین نے منظوم وفات نامہ لکھا لیکن اس کے تمام عنوانات ہو بہو وفات نامہ غلام امام شہید سے ملتے ہیں۔ پہلی نظر میں اس پر غلام امام شہید کے وفات نامہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کے مطالعہ سے اس کی انفرادیت واضح ہوتی ہے۔

یہ وفات نامہ ۳۹۔ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲۶۱ھ ر ۱۸۴۵ء کا مطبع محمدی، بمبئی کا چھپا ہوا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے شعبہ تحقیق میں موجود ہے۔

نبی کریمؐ کے باغ کی سیر سے متعلق چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

نبی ایک دن آپؐ باہر چلے
سب اصحاب و یار اس کے آ کے ملے
صفر ماہ آخر سنیچر کا دن
کیا یہ نبی نے علی سے سخن
کہ جبرئیل ہر سال از آسماں
سناتا تھا آ کے تمامی قرآں
اب اس سال میں پھر سنایا دو بار
ہوا مجھ کو معلوم بے اختیار
اسی سال میں میں کروں گا سفر
کہ رہنا میرا ہو چکا تا صفر
(۲۱۰)

ان اشعار سے خلوص اور سادگی جھلکتی ہے۔

شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۸۶۰ء)

شاہ احمد سعید ابن شاہ ابو سعید ربیع الاول ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۲ء کو رامپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم کے بعد دس سال کی عمر میں دہلی آ گئے اور حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا فضل امام' مولانا رشید الدین خان دہلوی' شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین شامل ہیں۔ شاہ غلام علی سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں دہلی سے جہاد کا فتویٰ جاری ہوا تو اس پر انہوں نے اور ان کے برادر اصغر شاہ عبدالغنی نے بھی دستخط کیے۔ انگریزوں کے دوبارہ غلبے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں ۱۸۶۰ء میں انتقال فرمایا اور سید عثمان غنیؓ کے مزار مقدس کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت شاہ احمد سعید نے "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" کے نام سے رسالہ مولود شریف کے بیان میں لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں انہوں نے اپنے خالہ زاد بھائی رؤف احمد رافت کے میلادیہ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ اس میلاد نامہ کی تصنیف کا زمانہ وہی ہے جن دنوں مرزا غالب نے اپنے خطوط میں آسان اردو کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اردو نثر ادبی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کا اسلوب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادوں کے قرآنی ترجموں کا ہے یعنی اس میں فعل اور حروف جار وغیرہ مقدم ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ روانی باقی نہیں رہتی جو اردو زبان کا خاصہ ہے۔ اس مختصر میلاد نامے کے صرف ۱۷ صفحات ہیں۔ کاغذ معمولی اخباری قسم کا ہے۔ طباعت دل آویز ہے۔ اردو کے علاوہ عربی ادب سے بھی نعتیہ اشعار لئے گئے ہیں۔ پہلے چند صفحات پر میلاد کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے:

> "جمیع محامد ازل سے تا ابد ثابت ہیں۔ اس ذات پاک کو کہ کوئی شریک اس کا نہیں اور صلوٰۃ کاملہ نازل ہو جیو اوپر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کے کہ اسم شریف ان کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور آل اور اصحاب اور اتباع ان کے پر۔" (۲۱)

بیان ولادت میں رقم طراز ہیں:

> "جتنے جن اور شیاطین آسمان کے جانے سے باز رہے اور ستارے زمین سے ایسے دکھائی دیتے تھے کہ گویا زمین پر گرے بالکل نہیں۔ آگ اہل فارس کی کہ ہزار ہا برس سے جلتی تھی' کسریٰ اور اہل فارس مشک و عنبر اس میں ڈال کر پوجتے تھے' بجھ گئی۔ جس دم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گلزار ارواح سے اس چار بازار اشباح میں گذر فرمایا۔ پہلے سجدہ کیا' بعد اس کے انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔ عبدالمطلب نے اس مژدہ جاں نثار کو سن کر بہت شادی کی ابولہب نے ثویبہ اپنی لونڈی کو کہ اس نے خبر تولد شریف کی پہنچائی' آزاد کیا۔ اس خوشی کا یہ اثر ہے کہ ابولہب کو ہر دو شنبہ کو تخفیف عذاب میں ہوتی ہے۔" (۲۲)

ایک اور اقتباس جس میں سلاست و روانی ہے:

> "عادت شریف تھی کہ جواب میں ہر شخص کے لبیک فرماتے تھے اور کلام نہ کرنے پر ملامت نہ کرتے تھے اور چیز تلف ہونے سے تاسف نہ کھاتے تھے۔ مجالس

میں موافقت اصحاب کی فرماتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینا' لباس کا پیوند کرنا' کفش سی لینا' پانی پلانا' دودھ دوھنا' غلام کی مدد کرنا' اپنے ساتھ کھلانا' اشیاء بازار سے خریدنا عادت بابرکت تھی۔"(۲۱۳)

زبان و بیان کے اعتبار سے قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ جیسے

"مطلع غیب سے طلوع ہوا۔ افق غیب سے شیوع ہوا۔"(۲۱۴) "ساتھ نور اسلام کے مبدل ہوئی۔ ساتھ شعلہ عرفان کے مشتعل ہوئی۔"(۲۱۵) "آپؐ کے قدوم برکت لزوم۔"(۲۱۶) "یہود ان کے دشمن ہیں یہ بتوں کے سر شکن ہیں۔"(۲۱۷)

یہ میلاد نامہ اپنی افادیت کی وجہ سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اضافی عبارتوں کو خارج کر کے مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے اسے دوبارہ مرتب کیا ہے۔(۲۱۸) اور اس کے دوسرے نسخے میں جس کی ابتداء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقدمہ شامل ہے۔ اس میں موصوف نے مصنف کے شجرے اور ان کی دیگر تصانیف کی بھی نشان دہی کی ہے اور اس کی زبان و بیان پر بھی مختصراً اظہار خیال کیا ہے۔(۲۱۹) اس میلاد نامے کی خصوصیات کے بارے میں سعدیہ نسیم لکھتی ہیں:

"اس میلاد نامے میں شاعرانہ مبالغہ آرائی اور افسانوی رنگین بیانی نام کو نہیں۔ بیانات حقیقت و واقعیت پر مبنی ہیں۔ منتخب واقعات پیش کئے گئے ہیں اور آپؐ کے اعمال و افعال کو قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح اور محقق انداز میں بیان کیا ہے۔ معجزات بھی وہی بیان کئے گئے ہیں جو قرآن و احادیث سے ثابت ہیں۔ بیانات کی طرح اس کا اسلوب بیاں بھی منفرد ہے۔"(۲۲۰)

یہ میلاد نامہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں ایسے بزرگوں نے دلچسپی لی ہے جو مذہب سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

ان کی دیگر کتب میں صلوٰۃ و سلام زیادہ مشہور ہے۔ یہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسے ۱۹۰۵ء میں دینی بک ڈپو' دہلی نے شائع کیا تھا۔ نیز میلادی روایات کے سلسلہ میں ان کا رسالہ "اثبات المولد والقیام" عربی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ محمد رشید نقشبندی نے کیا ہے اور مرکزی مجلس رضا' لاہور کے زیر اہتمام کئی بار چھپ چکا ہے۔

حافظ عظمت علی

حافظ عظمت علی ناگپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود النبیؐ" مشتمل بر چالیس صفحات' بمبئی سے ۷۰ھ ر ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں توحید حق' نعت سید المرسلین و خاتم النبیین' مدح اصحاب کبار و حضرت فاطمہ الزہرا' امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم' مناجات' سلسلہ نسب پاک نبی کریمؐ' ذکر نور محمدیؐ' بیان ولادت و رضاعت' بیان معراج' بیان ہجرت' بیان وفات مبارکہ اور آخر میں بیان

در نصیحت بے نمازاں شامل ہے۔

میلاد ناموں میں عام طور پر آپؐ کے مختون پیدا ہونے کی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ روایات کو بھی نظم کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

کہتے ہیں بعضوں نے مذکور
بریدہ ختنہ تھا حضرت کا با نور
بھی بعضے اس بیان میں پہنچے ساکن
کئے عبدالمطلب نے ساتویں دن
بھی بعضے بولتے ہیں اس طور
کہ جب حضرت حلیمہ کے کنے تھے
جہاں شق آپؐ کا سینہ کیا تھا
وہاں ختنہ بھی حضرت کا کیا تھا

(۲۲۱)

ان اشعار پر میلاد نامہ کا اختتام ہوتا ہے:

عقیدت پہ کیا مولود اتمام
پڑھو صلواۃ بر سلطان اکرام
تو پڑھ عظمت علی حضرت پہ صلوات
کہ محشر میں نہ ہو کچھ تجھ پہ آفات

(۲۲۲)

مجموعی طور پر عظمت علی کے اشعار میلاد عقیدت و وابستگی رسولؐ کے منفرد عالمانہ شان کے مظہر ہیں۔ ان کے اشعار میں کہیں بے اعتدالی نہیں پائی جاتی۔ یہی ان کے بیان میلاد کا رنگ خاص ہے۔

قلندر علی

قلندر علی کا میلاد نامہ "نور العین فی ذکر مولود النبیؐ و شہادت الحسینؓ" ۳۲۔ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع ناصری کا مطبوعہ ہے۔ ادارہ یادگار غالب، کراچی کی لائبریری میں اس کا ۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۴ء کا مطبوعہ نسخہ نادر و نایاب کتب کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کی تعریف کا غالب رجحان شمالی ہند کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ میلاد ناموں کے اسلوب میں یہ واضح فرق شیعہ مسلک اور لکھنؤ کے دبستان شاعری کے اثرات کی وجہ سے نظر آتا ہے۔

حسن بخش کاکوروی (م ۱۸۸۳ء)

مولوی شاہ حسن بخش کاکوروی ۲۳۔ صفر ۱۲۲۲ھ کو پیدا ہوئے ان کے والد مولوی حسین بخش شہید اور

دادا شاہ میر محمد قلندر دیندار بزرگ تھے۔ حسن بخش کاکوروی نے ابتدائی کتب درسیہ شاہ حیدر علی قلندر اور شاہ تقی علی قلندر سے پڑھیں۔ حدیث اور تفسیر کا علم مرزا حسن علی محدث لکھنوی سے سیکھا اپنے جد امجد شاہ میر محمد قلندر سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اجازت و خلافت اپنے دادا اور والد سے ملی۔ ابتداء میں چند سال بعہدہ سررشتہ داری ملازم رہے پھر اسے چھوڑ کر بقیہ عمر مشاغل علمی اور رشد و ارشاد میں بسر کی۔ ۱۹۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ر ۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔(۲۲۳)

ان کا میلاد نامہ "رسالہ تفریح العاشقین فی میلاد خیر المرسلین" میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن کے حالات اسناد کے ساتھ درج ہیں۔ طبیعت کا میلان ہندی زبان کی شاعری کی طرف تھا۔ معراج کے بیان سے چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

قرآن کا چتر تھماوت سب مل کے چلے دولہا بنا کے
الا اللہ کے بجت نگارے ساز بجت لاالہ کے
حوریں بسنت بنائے کے گاویں، واری رسول خدا کے
آگے صفیں انبیاء سب باندھے پیچھے پرے اولیا کے
لائے آج بسنت بنا کے جبرئیل امین خدا کے
طہٰ کی پچکاری بنائی، نور کے رنگ بھرا کے
عنبر اگلال بنائے درود کا، چھڑکیں شفیع الورا کے
جوڑے بہشتی پہنے ملائک، پگڑی باندھے اصطفا کے
گھوڑا شاہانا سجائے کھڑا دروازے نبی مصطفا کے
نجم کا سہرا سبحان کا مکٹا، نور کا شملہ بندھا کے
(۲۲۴)

حسن بخش کاکوروی کی تخیل کی رنگینی اور خلاقی میں ایک خاص قسم کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ رنگ تغزل کے امتزاج نے دلنشین، حسین اور موثر کیفیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا آل حسن موہانی (م ۱۸۷۰ء)

مولانا آل حسن موہانی ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد غلام سعید خاں اودھ حکومت میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی کسنڈی میں مولوی جعفر علی سے پڑھا۔ پھر آگرہ آباد میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں حیدر آباد دکن میں ملازم رہے۔ مولانا نور الحق فرنگی محلی کے مرید تھے۔ ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ ر ۱۸۷۰ء کو انتقال ہوا۔

مولانا آل حسن سے متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ انہوں نے رد عیسائیت میں خوب کام کیا۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "مولود مصطفوی" حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علی گڑھ سے چھاپ کر شائع کیا۔ اس کا

مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ نظم و نثر کے ۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف بیان میلاد اور معراج ہے۔

ایک مختصر سا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"حلیمہؓ نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مکہ سے خالی پھر جاؤں اور کوئی لڑکا اپنے ساتھ نہ لوں۔ اب بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس یتیم ہی کو لے لوں یہ صلاح کر کے میں آمنہؓ کے پاس گئی اور ان کے لڑکے کو میں نے دیکھا کہ ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا سوتا ہے اور اس کے بدن کی خوشبو سے مکان مہک رہا ہے۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہو گیا۔ آہستہ جا کر میں نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے آنکھ کھول دی اور مسکرائے میں نے پیار سے دونوں آنکھیں چومیں اور گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی انہوں نے ایک جانب کا دودھ پیا اور دوسری جانب کا نہ پیا اور یہی حال رہا جب تک کہ وے میری رضاعت میں رہے۔" (۲۲۵)

میلاد نامے کا انداز تحریر بڑی حد تک سلیس اور سادہ ہے مگر عربی اور فارسی کی اصطلاحات اور تراکیب بھی استعمال کی گئی ہیں۔

امیر مینائی (م ۱۹۰۰ء)

حضرت مخدوم شاہ مینا رحمتہ اللہ علیہ لکھنؤ کے اکابر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ امیر مینائی کا سلسلہ نسب مخدوم شاہ میناؒ تک جا پہنچتا ہے۔ امیر مینائی کے والد مولوی کرم احمد مینائی ظاہری و باطنی علوم کے لئے مشہور تھے۔ امیر مینائی ۲۱۔ شعبان ۱۲۴۴ھ بمطابق سنہ ۱۸۲۹ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت پائی اسی وجہ سے ان کے فیضان صحبت کا اثر نمایاں ہے۔ امیر مینائی نے علمائے فرنگی محل سے بھی اکتساب علم کیا۔ خاندان صابریہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت امیر شاہ سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ شعر و سخن میں مظفر علی خاں اسیر جیسا استاد ملا اور انہی کی وساطت سے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں واجد علی شاہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد کاکوری چلے گئے۔ وہاں محسن کاکوروی کی صحبت نے امیر کے فطری رجحان کو جلاء بخشی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے فرو ہو جانے کے بعد امیر کا تعلق دربار رامپور سے ہو گیا اور انہیں نواب یوسف علی خاں کی ملازمت کا موقع مل گیا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خان نے ان کی سرپرستی کی۔ ان کے انتقال کے بعد رامپور سے حیدر آباد کا رخ کیا لیکن کوئی خدمت حاصل کرنے سے پہلے ۲۰۔ جمادی الاخر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کا مزار حیدر آباد میں درگاہ یوسف شاہ کے احاطہ میں ہے۔

امیر مینائی کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں (۱) مسدس صبح ازل (۲) مسدس شام ابد (۳) مسدس لیلتہ القدر (۴) مسدس ذکر شاہ انبیاء (۵) محامد خاتم النبیینؐ (۶) خیابان آفرینش (۷) مثنوی نور تجلی (۸) مثنوی ابر کرم (۹) امیر اللغات وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔

خیابان آفرینش نثر میں میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۰۵ھ ہے۔ "میلاد سایہ ختمی پناہ" اس کا تاریخی نام ہے۔ اور خیابان آفرینش بھی۔ امیر مینائی نے اپنے اس میلاد نامے میں صحت روایات کی طرف خاص توجہ دی۔ اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے وہ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"مولف حقیر فقیر امیر عرض کرتا ہے کہ نعتیہ مسدسات ذکر شاہ انبیاء، صبح ازل، شام ابد، لیلتہ القدر بار بار چھپے اور شیوع پا چکے تو قصد ہوا کہ میلاد شریف نثر میں لکھا جائے اور اس کی تصحیح روایت کا بہت اہتمام کیا جائے مگر دنیا کی مکروہات سے یہ ارادہ پورا نہ ہوتا تھا۔ ہر امر ایک وقت پر موقوف ہے۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ یہ میلاد شریف جس میں تکلفات شاعرانہ و منشیانہ کو اس ڈر سے کہ مبادا کہیں حد سے متجاوز ہو جائے دخل نہیں دیا گیا صاف صاف عبارت میں مستند اور معتبر سیر سے منتخب کر کے لکھا ہے اور تاریخی نام "خیابان آفرینش" رکھا ہے۔"(۲۲۶)

اس کے بعد امیر مینائی نے میلاد ناموں میں موجود روایات کے ضمن میں بحث کی ہے اور ان روایات کی جانچ پرکھ اور تصحیح کی ضرورت پر اظہار خیال کر کے سبب تالیف بیان کیا ہے:

"ان وجوہ سے اس ہیچ مداں کو یہ خیال ہوا کہ ایک رسالہ ایسا لکھا جائے جس کے پڑھنے سننے میں اہل علم و فضل کو مطلق تامل نہ ہو اور تکلفات شاعرانہ سے پاک ہو اس لئے کہ شاعری اور انشاء پردازی میں کسی حد تک تجاوز ہو ہی جاتا ہے اور نقل روایات میں حد سے تجاوز کرنا سخت مواخذے سے ڈر آتا ہے۔"(۲۲۷)

خیابان آفرینش میں نور محمدیؐ، احوال پیدائش، بیان رضاعت، حضورؐ کا لڑکپن، نبی کریمؐ کی فراست و تدبر، حلیہ مبارک، نبی کریمؐ کے خصائل، نزول وحی، اسلام کا ابتدائی دور، صحابہ کبارؓ اور نجاشی، حضرت عمرؓ کا ایمان لانا، معراج اور ہجرت کے نمایاں موضوعات ہیں۔ آخر میں تین نثری مناجاتیں ہیں۔ ان میں طلب عفو و مغفرت اور اپنے گناہوں پر ندامت و پشیمانی کا اظہار بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔

امیر مینائی نے خیابان آفرینش میں صحت روایات کی طرف پوری توجہ دی۔ اس وجہ سے ان کا انداز میلاد نگاری بہت محتاط ہے۔ اس روش کی طرف انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جب علماء و فضلاء کو روایات کی تصحیح کے ضمن میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ تو انشاء پردازوں اور شاعروں کے لکھنے کا اس باب میں اعتبار رہا اور ان کی لکھی ہوئی عبارتیں جیسی کہ کہیں کہیں مشہور مولدوں میں پائی جاتی ہیں کیونکر قابل اعتماد ہو سکتی ہیں۔"(۲۲۸)

امیر مینائی کو شاعری میں مبالغہ اور بے احتیاطی کا پوری طرح اندازہ تھا۔ اس لئے انہوں نے میلاد نامے "خیابان آفرینش" کے آخر میں اپنی میلادیہ منظومات کو ضمیمہ کے طور پر شائع کیا تاکہ میلاد خوانی کی محفلوں میں حسب ضرورت انہیں پڑھا جا سکے۔ خیابان آفرینش کے مجلسی تقاضوں کو پورا کرنے کی نسبت سید عبدالحئی رقم طراز ہیں:

"خیابان آفرینش اردو نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قابل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔"(۲۲۹)

مسدس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت با سعادت' شام ابد میں وفات مبارک' لیلتہ القدر میں معراج النبیؐ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مثنویوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض و غایت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلسی انداز بیان نمایاں ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان' آپؐ سے اظہار عقیدت' درود شریف اور صلواۃ و سلام جیسے میلاد کے مروجہ موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے۔ محامد خاتم النبیین نعتیہ دیوان ہے۔

امیر مینائی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفیس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاذ ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں:

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
حبیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
مٹیں گی ظلمتیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رہنما کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو' کہہ دو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیرالبشرؐ' خیرالورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریا کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقدے
مبارک ہو شہ عقدہ کشا کی آمد آمد ہے
یہ مہر و ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے ٹکڑے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کی آمد آمد ہے
(۲۳۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل مسلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو:

مژدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
انتخاب صنع عالم آفریں پیدا ہوا
نور جس کا قبل خلقت تھا ہوا اس کا ظہور

رحمت آئی رحمتہ اللعالمین پیدا ہوا
چاہیے تعظیم کو اٹھیں جو ہیں محفل نشیں
نائب خاص خدائے ما و طیں پیدا ہوا
(۲۳۱)

امیر مینائی کے کلام میں "ترجیع بند قابل پیش خوانی در محفل میلاد شریف صلی اللہ علیہ وسلم" قابل ذکر ہے۔ میلاد کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں پہلا بند ملاحظہ ہو:

کردو خبر یہ محفل میلاد شاہ ہے
یاں آمد جناب رسالت پناہ ہے
امت چلے رسول کی یہ جلوہ گاہ ہے
سیدھی یہی بہشت میں جانے کی راہ ہے
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو
(۲۳۲)

معراج کے بیان میں امیر مینائی نے اپنی فنی مہارت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور ماحول نگاری اور فضا سازی میں مربوط اور واضح تاثر برقرار رکھا ہے۔ ایک بند کے یہ شعر دیکھیے:

کیا بزم تھی بزم لامکانی
جس بزم میں نور تھا نہ سایا
بیگانہ دوئی سے بزم وحدت
اپنا تھا اس جگہ پرایا
بے فاصلہ میزبان و میہماں
کیا قرب نے بعد کو مٹایا
خود ناز کو ناز سے حکایت
خود شوق کو شوق سے کنایا
(۲۳۳)

امیر مینائی نے نبی کریمؐ کے جمال ظاہری' اعضائے مبارک کے اوصاف اور شبیہہ مبارک کا طویل سراپا لکھنے کی بجائے مختلف منظومات میں بیان کیا ہے۔ درج ذیل اشعار میں رخ و لب اور جبین و دھن کی خوبی بیان کی ہے:

درود پڑھتے تھے قدسی جو دیکھتے تھے وہ رخ

"خیابان آفرینش اردو نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قابل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔" (۲۲۹)

مسدس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت با سعادت، شام ابد میں وفات مبارکہ، لیلتہ القدر میں معراج النبیؐ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مثنویوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض و غایت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلسی انداز بیان نمایاں ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان، آپؐ سے اظہار عقیدت، درود شریف اور صلوٰۃ و سلام جیسے میلاد کے مروجہ موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے۔ محامد خاتم النبیین نعتیہ دیوان ہے۔

امیر مینائی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفیس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاذ ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں:

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
حبیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
مٹیں گی ظلمتیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رہنما کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو، کہہ دو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیرالبشرؐ خیرالورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریا کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقدے
مبارک ہو شہ عقدہ کشا کی آمد آمد ہے
یہ مہر و ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے ٹکڑے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کی آمد آمد ہے
(۲۳۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل مسلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو:

مژدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
انتخاب صنع عالم آفریں پیدا ہوا
نور جس کا قبل خلقت تھا ہوا اس کا ظہور

لب آپ کے تھے وہ معجز نما کہ صل علیٰ
جبیں وہ لوح کہ جس میں نقوش رحمت حق
جمال پاک وہ نور خدا کہ صل علیٰ
دھن وہ چشمہ شیریں اگر نظر آئے
کہے یہ چشمہ آب بقا کہ صل علیٰ
(۲۳۴)

میلاد و معراج کے موضوعات کے بیان میں امیر مینائی کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ عقیدت کی فراوانی کے باوجود انھوں نے آداب شریعت کی پاسداری کی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری امیر مینائی کی منظومات میلاد و معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"امیر مینائی نے نبی کریمؐ کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ آپؐ کی سیرت کے بعض اہم پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ معجزات کو توجہ کا مرکز بنایا ہے اور نبی کریمؐ سے جوش عقیدت اور فرط محبت کا اظہار بھی کیا ہے جہاں جہاں یہی محبت و عقیدت کا اظہار بھرپور ہو گیا ہے۔ ان کی شاعری میں دلکشی اور تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔"(۲۳۵)

"ذکر شاہ انبیاء" ان کا مشہور منظوم میلاد ہے۔ اس منظوم میلاد نامے کے بارے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

"یہ مسدس محفل میلاد میں پڑھے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں پہلے مجلس میلاد اور اس کے انعقاد کے فضائل بیان کئے ہیں اور پھر اس کے بعد ولادت رسول مقبولؐ سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک کے مختصر واقعات بیان کئے ہیں۔"(۲۳۶)

ذکر شاہ انبیاء سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

اللہ کا جو گھر تھا وہی گھر تھا آپؐ کا
اک کہنہ بوریا تھا جو بستر تھا آپؐ کا
دل شاد کام غیر سے اکثر تھا آپؐ کا
خلق عظیم سب سے برابر تھا آپؐ کا
کوئی زیادہ تھا نہ کوئی کم نگاہ میں
خورشید کی شعاع کا عالم نگاہ میں
(۲۳۷)

نبی کریمؐ نے حجۃ الوداع پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے نصیحت فرمائی۔ اس کا ایک بند دیکھئے:

ڈرتے رہو خدا سے نہ بھولو مآل کو
لازم ہے اختیار کرو میری چال کو
ہلا چکا ہوں گو کہ رہ ذوالجلال کو
اس پر بھی چھوڑتا ہوں میں قرآن و آل کو
نیکوں کی پیروی کا قرینہ نہ چھوڑنا
ڈرتے ہو غرق سے تو سفینہ نہ چھوڑنا
(۴۳۸)

امیر مینائی کی منظومات میلاد فصاحت و بلاغت' روانی و سلاست' توازن الفاظ اور ایجاز کے لئے مشہور ہیں۔ ان کا کلام حشو و زوائد سے پاک ہے۔ تصوف اور پاکیزہ مضامین کی چاشنی نے ان کے اشعار میں شگفتگی' جدت و ندرت اور مضمون آفرینی کا جوہر پیدا کر دیا ہے۔ امیر مینائی کی میلادیہ منظومات اور نثری میلاد نامے نے میلاد خوانی کی محفلوں میں خاصی مقبولیت حاصل کی اور انہیں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا۔ اس لحاظ سے امیر مینائی نے نہ صرف میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ عوامی حلقوں میں بھی میلاد کی ترویج و تشہیر میں ان کی منظومات کا ایک خاص عمل دخل ہے۔

سید محمد محسن کاکوروی (م ۱۹۰۵ء)

سید محمد محسن کاکوروی کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ' تک پہنچتا ہے۔ محسن کے آباؤ اجداد میں سے امیر سیف الدین نے کاکوری ضلع لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت سے ان کی اولاد نے اسے وطن بنائے رکھا اور محسن بھی ۱۸۲۵ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ مذہبی و صوفیانہ رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ اپنے والد اور مولوی عبدالرحیم سے تحصیل علم کے بعد ہادی علی اشک جیسے متقی استاد سے اصلاح سخن لی۔ آگرہ میں وکالت شروع کی اور پھر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پریشان ہو کر آگرہ سے چلے آئے۔ ۱۸ صفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو رحلت فرمائی۔

کلیات محسن میں پانچ قصیدے' چودہ مثنویاں' ایک مسدس سراپائے رسول اکرمؐ اٹھائیس رباعیات' بیس غزلیں اور کچھ نظمیں بطور مناجات شامل ہیں۔

مثنوی صبح تجلی منظوم میلاد نامہ ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً پونے دو سو ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۸۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ یہ مثنوی گلزار نسیم کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محسن کاکوروی کو اسلامی علوم اور تاریخ سے گہرا لگاؤ تھا۔ محسن نے اس مثنوی میں بھی واقعہ معراج بیان کیا ہے۔ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ میں تشریف آوری' ہفت افلاک کی سیر' جنت و دوزخ کا مشاہدہ' عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک آپؐ کی رسائی دکھانے کے بعد ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔ صبح ولادت کا ذکر کرتے ہوئے محسن نے تشبیہ و استعارہ کا اعجاز دکھایا ہے۔

ان تشبیہات و استعارات نے مثنوی میں جدت و روانی پیدا کی ہے لیکن تلمیحات کی کثرت نے ہلکی سی ثقالت کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ صبح تجلی کی تمہید مضمون کے اعتبار سے بڑی دلاویز ہے۔ ابتداء میں اس مبارک صبح کا ذکر ہے جس میں آپؐ کی ولادت مقدسہ ہوئی۔ اس خوبی سے اسے بیان کیا ہے کہ لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بیضاوی صبح کا بیاں ہے
تفسیر کتاب آسماں ہے

ہے خاتمہ شب دل افروز
دیباچہ نگار نسخہ روز

آثار سحر ہوئے نمایاں
سیپارہ لئے ہوئے ہے دوراں

واللیل کو ختم کر چکا ہے
آمادہ دور والضحیٰ ہے

ناگاہ یہ جلوہ عبارت
پیدا ہوئی غیب سے بشارت

یہ صبح سعادت جہاں ہے
نو روز بہار جاوداں ہے

مفتاح خزینہ ہائے اسرار
مصباح تجلیات انوار

نازل ہے زمیں پہ کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی

اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے

برج شرف قریشیاں میں
اور ہاشمیوں کے خاندان میں

کعبے کی زمین نامور سے
اور عبد مطلب کے گھر سے

اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا

پیدا ہوئے سرور دو عالم
پیدا ہوئے فخر نوحؑ و آدمؑ

شہنشہ انبیاءؐ محمدؐ
تاج سر اصفیا محمدؐ
(۲۳۹)

صبح کی آمد کے اس بیان کو بہت مرصع اور معنی خیز طوالت سے بیان کیا ہے۔ اور اس میں تلمیحات اور صنائع بدائع صرف کئے ہیں۔ مزید چند شعر "صبح تجلی" کے دیکھئے:

ہے وقت اخیر شب خلاصا
الواح زبرجد فلک کا
ہنگام سپیدہ سحر گاہ
ساعات میں روز و شب کی واللہ
اک مخبر صادق البیاں ہے
پیغمبر آخر الزماں ہے
کیفیت وحی میں ہے بلبل
ہے وقت نزول مصحف گل
سبزہ ہے کنار آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر
نوبت ہے صدائے قمریاں کی
تیاری ہے باغ میں اذاں کی
محو تکبیر فاختہ ہے
قد قامت سرو دلربا ہے
اک شاخ رکوع میں رکی ہے
اور دوسری سجدے میں جھکی ہے
سوسن کی زباں پر مناجات
جاری ہے لب جو التحیات
(۲۴۰)

مثنوی "صبح تجلی" میں زبان و بیان کی شوکت و عظمت کے علاوہ اس کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ محسن کاکوروی نے نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان میں اپنا ماخذ قرآن و حدیث ہی کو بنایا ہے۔ صرف چند اشعار ملاحظہ ہوں:

فیض تاثیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے
روکش باغ خلیل اب کی سراپا گلخن
(۲۴۱)

اس کی توصیف میں اک شمہ ہے قرآن شریف
کہ لکھا خامہ قدرت نے بوجہ احسن
(۲۴۲)

نہ رہے چشمہ کوثر کی تمنا مجھ کو
اس طرح کرے تو اپنا مجھے مفتون وھن
(۲۴۳)

بحر امکان میں رسول عربی در یتیم
رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
(۲۴۴)

محسن کی مثنوی "چراغ کعبہ" میں ۳۴۹۔ اشعار ہیں۔ یہ مثنوی ۱۳۰۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ بھی گلزار نسیم کی بحر میں ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے معراج کے واقعہ کو نظم کیا گیا ہے۔ محسن نے معراج نبویؐ سے متعلق احادیث کو مد نظر رکھ کر اس واقعہ کو ترتیب دیا ہے۔ اس میں بھی تشبیہات و استعارات اور تلمیحات کی کثرت ہے۔ اس لحاظ سے انھوں نے یہ گلدستہ رعایت لفظی کے گلدان میں سجایا ہے۔ مثنوی کی ابتداء قصیدے کی طرح تشبیب سے کی ہے۔ اس مثنوی میں دوسری مثنویوں سے زیادہ قصیدے کا اثر ہے۔ اختتام پر قصیدے کی طرح دعائیہ اشعار ہیں۔ مثنوی میں فارسی اور عربی تراکیب کی بھی کثرت ہے۔ مثنوی کی تمہید نہایت شاعرانہ ہے۔ اس کے بعد گریز' حضرت جبرئیلؑ کی تعریف' براق کی صفات اور مسجد اقصیٰ کے عنوانات کے بعد سات آسمانوں کی سیر ہے اور ان آسمانوں کی سیر کے بارے میں ہر آسمان کے سیارہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلے آسمان پر چاند' دوسرے آسمان پر منشی فلک یعنی عطارد' تیسرے آسمان پر اصغر یعنی زہرہ' چوتھے آسمان پر شاہ فلک یعنی سورج' پانچویں آسمان پر مریخ' چھٹے آسمان پر سعد اکبر یعنی مشتری اور ساتویں آسمان پر ہندوئے فلک یعنی زحل کا بیان بھی قدیم نظریات کے بموجب کیا گیا ہے۔ افلاک کی اس سیر کے بعد جنت و دوزخ کی سیر اور آخر میں عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک نبی کریمؐ کی رسائی کا بیان ہے۔ چراغ کعبہ میں بھی زبان و بیان کی صفائی و آرائش' مضمون آفرینی اور اثر و تاثیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں:

بھیگی ہوئی رات آبرو سے
داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے
اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام
شبنم کی ردا بہ قصد احرام
گویا کہ نہا کے آئی فی الحال
جھک جھک کے نچوڑتی ہوئی بال
کیا سعی صفا سے رنگ فق ہے

سر سے پا تک عرق عرق ہے

نامحرموں سے چھپائے چہرہ

پروین کو بنائے منہ کا سہرا

(۴۳۵)

محسن کی میلادیہ و معراجیہ مثنویوں میں بھی جذبات نگاری اعلیٰ فنی اقدار کے ساتھ ملتی ہے۔ صنعتوں کے استعمال اور رعایت لفظی میں بھی ان کا انفرادی رنگ نمایاں ہے۔ ان کے کلام کی شاعرانہ لطافتوں کے بارے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

"محسن نے صنعت گری میں بھی شاعرانہ لطافت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا' چنانچہ ان کی رعایات بے ساختہ' ان کی تشبیہات اور استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے' ان تکلفات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی' تلمیحات بھی ہیں اور بکثرت ہیں لیکن بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی' اس اعتبار سے ان کا کلام اگر ایک طرف تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے جاذبیت رکھتا ہے' تو دوسری طرف عوام الناس بھی اس کی خوبیوں پر سر دھنتے ہیں۔" (۴۳۶)

محسن نے اپنے کلام کی بنیاد خلوص و عقیدت پر رکھی ہے۔ انہوں نے اپنی منظومات کو شہرت یا صلہ کا ذریعہ نہیں بنایا اور اس محبت اور والہانہ شیفتگی میں حفظ مراتب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں تلاش کرنے پر بھی لغزشیں نہیں ملیں گی۔ چراغ کعبہ کے آخر میں نبی کریمؐ سے خطاب کرنے کے بعد اپنی تمناؤں کا اظہار کس خوبی سے کرتے ہیں۔

جس طرح ملا تو اپنے رب سے

انداز سے شوق سے ادب سے

یوں ہی ترے عاصیان مجبور

اک دن ہوں تری لقا سے مسرور

صدقے میں ترے یہ آرزو ہے

دم میں کریں راہ آخرت طے

ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید

جس طرح سے صبح صادق عید

پھولے پھلے گلشن تمنا

عقبیٰ مری پھل ہو پھول دنیا

یاں شوق و خلوص و التجا ہو

واں میں ہوں آپؐ ہوں خدا ہو

(۲۴۷)

محسن کاکوروی کی شاعری کا حسن انہی محاسن کے باعث ہے جو لکھنوی شاعری کا طرہ امتیاز تھے۔ ان شعری محاسن کو میلادیہ و معراجیہ موضوعات کے لئے محسن کے انداز میں پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تشبیہات و استعارات، تلمیحات و رعایت لفظی، مراعات النظیر و حسن تعلیل اور دیگر صنائع بدائع اس قدر فطری انداز میں ان کے اسلوب میں گندھے ہوئے ملتے ہیں کہ ان پر تصنع، بناوٹ یا وقت پسندی کا گمان نہیں ہوتا۔ مثنوی "چراغ کعبہ" میں محسن کاکوروی کے تخیل کی بلند پروازی دیکھئے معراج النبیؐ کے سلسلہ میں ہر جگہ سے ہوتے ہوئے نبی کریمؐ جب مقام اعلیٰ پر تشریف لائے ہیں، اس وقت کی کیفیت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

زیر قدم جناب والا
اعلیٰ سے جو تھا مقام اعلیٰ

دل کی تگ و دو تھی دم سے آگے
سر چار قدم قدم سے آگے

آئینہ روئے ذات عالی
اقلیم صفات بے مثالی

چمکا ہوا ایمن تجلی
پھیلا ہوا دامن تجلی

وحدت کا کھلا ہوا وہ ناکا
جس میں نہیں دخل ماسوا کا

امید کے تہ نشین سفینے
ٹوٹے ہوئے حوصلے کے زینے

ٹلی ہوئیں ہمتوں کی جانیں
اتری ہوئی چلے سے کمانیں

بھولے ہوئے راہ کے مسافر
ارکان رباعی عناصر

افتادہ خاک بحر و ساحل
درماندہ راہ خضر و منزل

طاؤس سپہر بال بستہ
عنقائے نجوم پر شکستہ

جھیلے ہوئے دور باش ادب کی
طوبیٰ و بہشت و عرش و کرسی

جانے کا نہ لے سکیں ملک نام
بروحوں کا پہنچ سکے نہ پیغام

تاثیر دعا کے در سے محرم
کوشش شرف اثر سے محرم

انساں کی وہاں تھی کب رسائی
آنکھوں میں کشش بٹھا کے لائی

وہ مردم چشم دین و ایماں
کحل البصر وجوب و امکاں

ایمان کا رنگ بوئے تصدیق
گل چمن مجاز و تحقیق

آنکھوں کی تلاش جلوہ رب
کانوں میں صدائے نحن اقرب

آیا سوئے بزم لی مع اللہ
آئینے میں جیسے پرتو ماہ

پہنچا وہ وہاں جہاں نہ پہنچے
جبرئیل کی عقل کے فرشتے

نزدیک خدا حضور پہنچے
اللہ اللہ، دور پہنچے

لرزے میں تمام دست و پا تھے
انداز جلال کبریا سے

بے سایہ قد رسول باری
تھا سایہ گل خاکساری

سجدے کے لئے جھکا ہوا تھا
سر عرش پہ اور زمیں پہ ماتھا
(۳۳۸)

ان کا دلکش اور پرلطف اسلوب اس مناجات میں بھی ہے جو مثنوی کے آخر میں ہے۔ ان اشعار میں سادگی کے باوجود، حسن اور شاعرانہ لطافتیں موجود ہیں۔ اس قسم کا لطف گویائی کم شاعروں کے حصے میں آیا ہو گا۔

اے پرتو مہر لایزالی
بے مثل مثال بے مثالی

شمع حرم خدا نمائی
قندیل حریم کبریائی
جس طرح ملا تو اپنے رب سے
انداز سے شوق سے ادب سے
یوں ہی ترے عاصیان مجبور
اک دن ہوں تری لقا سے مسرور
صدقے میں ترے یہ آرزو ہے
دم میں رہ آخرت کریں طے
ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید
جس طرح سے صبح صادق عید
(۲۳۹)

محسن کاکوروی نے اپنی شاعرانہ فطانت اور فنی مہارت کو نبی کریمؐ کے شمائل کے بیان کے لئے وقف کر دیا۔ قرآن و احادیث کے حوالے ان کے کلام کو بلیغ اور وقیع بناتے ہیں۔ مختلف جگہوں سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پیدا ہوئے بادشاہ ذی جاہ
آرائش تخت لی مع اللہ
تجلی میں بجا، جمال دل خواہ
جس طرح چنے پہ "قل ھواللہ"
آنکھوں کی تلاش جلوہ رب
کانوں میں صدائے "نحن اقرب"
ہے نام خدا سواد تحریر
واللیل اذا سجا کی تفسیر

مثنوی کا اختتامیہ شعر جس میں جمعہ کے خطبہ کے آخری الفاظ بڑی خوبصورتی سے لائے ہیں۔

ہے ذکر ولادت پیمبر
اعلیٰ اولیٰ اہم و اکبر

متذکرہ بالا قرآن و احادیث کی تلمیحات کی طرح دیگر علوم و فنون کی مختلف اصطلاحیں بھی ان کے اسلوب شعر میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔
مثنوی "صبح تجلی" اور "چراغ کعبہ" کے درمیانی عرصے میں محسن نے قصیدہ لامیہ ۱۲۹۳ھ میں لکھا۔ اس کا عنوان "مدیح خیر المرسلین" ہے اور اس کا مطلع ہے:

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

محسن کے اس قصیدے سے حضرت کعب بن زہیرؓ یاد آ جاتے ہیں۔ انھوں نے تشبیب میں عرب کی مقامی علامات کو بیان کیا تھا اور محسن کے اس قصیدے میں مقامی ہندو تہذیب و تمدن، ماحول اور روایات کا ذکر بھی اسی انداز کی بازگشت نظر آ رہا ہے۔ اگر ان مقامی علائم و رموز کو گریز کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو مفہوم واضح طور پہ نکھرا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ ان کا یہ قصیدہ فنی، لسانی اور فکری لحاظ سے ہندی عناصر اور ہندو اساطیر کی علامات کی وجہ سے نئی روایت کی بنیاد ہے مگر مناسبات کفر کا استعمال غیر مشروع ہے۔ اس کی تشبیب کے چند شعر درج ذیل ہیں:

گھر میں اشنان کریں سروقدان گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن سے ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
دیکھیے ہو گا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
(۲۵۰)

نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے بیان میں ہندوستانی تمدن اور تہذیبی اصطلاحات کو اس سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ محسن نے اس کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ انھوں نے بالآخر اسلام کو کفر پر غالب آتے دکھایا ہے۔ اور بالخصوص قصیدے کا اختتام:

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

نبی کریمؐ کے سراپائے مقدس کے بیان میں ان کا ایک مسدس شاعری کا بے نظیر نمونہ ہے۔ اس میں تشبیہات نہایت بدیع اور لطافت میں ایک خاص کیف و مستی کی حامل ہیں۔ اور اس لفظی بازیگری میں شاعر کے اپنے تاثرات کا عمل دخل زیادہ ہے۔
چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پیشانی ہے جزو مصحف رو
اس پارے کے دو رکوع ابرو
واللیل کا ترجمہ ہے گیسو
تفسیر اذا سجی ہے گیسو
بیداری ۔ بخت چشم ایجاد
سیپارہ رخ کی ہے سورہ صاد
(۲۵۱)

معنوی صفات کے بیان میں زبان کی لطافت ہر جگہ شاعرانہ صناعی کا نادر نمونہ پیش کرتی ہے۔

کیا ذکر تبسم نبی ہے
گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے
کانوں کی سنی ہے کیا روایت
جو سر دھنے خطیب کی ولایت
جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
آئینہ بے مثال سینہ
اسرار نہ آسمان نظر میں
ڈوبے ہوئے ہفت بحر بر میں
اس گردن صاف کی بلندی
تکبیر فریضہ سحر کی
رحنائی قامت مناسب
روزے میں اذان وقت مغرب
(۲۵۲)

محسن کاکوروی کی میلادیہ مثنوی "صبح تجلی" اور معراجیہ مثنوی "چراغ کعبہ" میں صوری و معنوی دلکشی پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

"محسن کاکوروی نے اپنی مثنویوں میں موضوع کے اعتبار سے جدت' اسلامی اور ہندی تصورات کا امتزاج' حدیث اور عقائد کی صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذاق شاعرانہ کے ساتھ نکتہ آفرینی' خلوص و محبت کے اظہار میں تہذیب و متانت کا پاس ان کی عام خوبیاں ہیں۔ اس پر پورا کلام ہموار اور شگفتہ' مضمون بلند' زبان تسنیم و کوثر کی دھلی ہوئی' بندش چست' مثنویوں میں قصیدے کی سی شان و شوکت' تشبیب و گریز کے کمالات' ایسی خصوصیات ہیں جو شاید ہی معاصرانہ مذہبی شاعری میں مل سکیں۔" (۲۵۳)

یہ حقیقت ہے کہ محسن نے لکھنوی دبستان شاعری کے فنی محاسن کو میلاد و معراج کے موضوع میں برتا اور ان میں متانت و شائستگی کو برقرار رکھا۔ شاعرانہ مذاق اور مذہبیت کا مکمل امتزاج محسن کی قادر الکلامی کی تابندہ و روشن مثال ہے۔ الغرض محسن کی مثنویاں(۲۵۴) اختراعی فن کاری کا ایک نادر نمونہ ہیں' جو لکھنؤ کے عام مذاق شاعری سے منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔

اسی زمانے میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی بارگاہ اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ ان میلادیہ تحریروں میں نبی کریمؐ کا ذکر خیر ہے' یہی بات ان کی عظمت اور رفعت شان کی دلیل ہے۔ ان سب میلاد ناموں کے فنی معیار سے قطع نظر' صرف طوالت سے بچنے کے لئے ان کا اجمالی ذکر درج ذیل سطور میں کیا جا رہا ہے۔

رحمت اللہ احمد الہ آبادی کے مولود نامہ مطبوعہ ۱۷۳۹ء میں بیان میلاد و معراج تفصیل سے موجود ہے۔(۲۵۵)

یاور حسین ابن نواب عاشق حسین کا میلاد سرفرازی ۲۰۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت دفتر ابوالقاسم دیو بند سے ۱۸۱۰ء میں ہوئی۔

نصرت علی اور محمد حسن علمی نے وفات نامے لکھے۔ ان وفات ناموں کا ذکر ڈاکٹر ریو نے فہرست برٹش میوزیم میں کیا ہے۔(۲۵۶)

عاشق الٰہی کا میلاد نامہ "کحل البصر فی ولادت خیر البشر" ۴۳۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

نور محمد کا مولود منبع الحسنات ۱۸۲۱ء میں طبع ہوا۔

محمد طاہر کا مولود طاہریہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء میں مطبع گلزار محمدی' بمبئی سے چھپا۔

مولوی ولی اللہ لکھنوی (م ۱۸۵۳ء) نے شمائل نبویؐ پر "کشف الاسرار فی خصائص سید الابرار" لکھی ہے۔(۲۵۷)

قمرالدین خاں اکبر آبادی کے میلاد نامہ "سوانح عمری رسول مقبول" کا مخطوطہ ۱۸۳۲ء کی تالیف ہے اور ۱۰۰۔ صفحات پر مشتمل ہے۔

سید اشرف شمسی کا معراج نامہ "رسالۃ المعراج" ۱۸۳۲ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

فیضان شاہ کا معراج نامہ ریحان معراج ۱۸۳۷ء کی تالیف ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ۷۶۔ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولوی جان محمد لاہوری (م ۱۸۵۱ء) کی تالیف بعنوان "معراج النبی" ہے۔

ظہیرالدین کا مولود شریف مطبع نول کشور' لکھنؤ سے طبع ہوا۔

عبداللہ کانپوری کا "مجموعہ مولود مصطفوی" (نظم و نثر) صدیق بک ڈپو' لکھنؤ نے شائع کیا۔

شاہ سلامت اللہ لکھنوی کی مثنوی غلامت المتقین ۴۹۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی مصطفائی پریس' لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء میں شائع ہوئی۔ "مولود شریف" اسی پریس سے ۱۸۵۰ء میں چھپا۔ اس کے صفحات

کی تعداد بھی ۴۹ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور پٹنہ میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ اعظم علی کا ۱۸۴۷ء کا مکتوبہ ہے۔

حافظ دراز پشاوری (م ۱۸۴۷ء) کا ایک معراج نامہ اور ایک وفات نامہ ہے۔(۲۵۸)

غلام عباس خان کا مولد شریف منظوم ۴۸۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ عبدالرحمٰن خاں، کوٹھی کلاں، شاہان اودھ، لکھنؤ نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا۔

مولانا رضا علی خاں (م ۱۸۶۵ء) کا میلاد نامہ ۵۸۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۵۱ء میں نو لکشور لکھنؤ سے چھپا۔ مولانا رضا علی خاں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے دادا ہیں۔

مولوی محمد الیاس رضوی کی منظوم سیرت "قمر بنی ہاشم" ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئی۔

مرزا قربان علی بیگ سالک کی مثنوی "عشق مصطفیٰ" بیان میلاد و معراج پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی ہیں صفحات پر محیط ۱۸۷۶ء میں مدراس سے چھپی تھی۔(۲۵۹)

شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کی طرح اس دور کے ابتدائی میلاد نامے بھی صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ یہ خانقاہی اردو کے نمونے اس دور کے تبرکات ہیں۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔

ان صوفیاء کی میلادیہ منظومات میں ہندو دیومالا' صنمیات' ہندی طرز کے گیت اور دوہے مخلوط معاشرت اور ہندی تصوف کی وجہ سے راہ پا گئے۔

یہ دور برصغیر میں مغلوں کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے انتہائی مصیبت' ابتلا اور آزمائش کا وقت تھا۔ مسلمانوں کی فوجی قوت کے ختم ہونے اور سکھ گردی نے مسلمانوں کے اذہان اور ان کی فکر کے راستے مسدود کر رکھے تھے۔ ان تہذیبی و سماجی عوامل کی وجہ سے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور مناجاتی رنگ اور استمداد طلبی و استغاثہ کے انداز نے فروغ پایا۔ میلاد ناموں میں رفع مشکلات' شفائے امراض' حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات پانے کے لئے نبی کریمؐ کے حضور فریاد اور گناہوں کے احساس سے شفاعت طلبی کے مضامین ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کا ادبی' فکری اور فنی لحاظ سے فروغ اسی دور سے شروع ہوتا ہے۔ ان میلاد ناموں میں موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ احساس کی صداقت اور پرخلوص اظہار موجود ہے۔ میلاد کا بیان نظم و نثر اور شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے غزل و مثنوی اور اپنی شعری ضروریات کے مطابق رباعی' قطعہ' مستزاد' ترجیع بند' مثمن' مسدس' مخمس' مربع' مثلث اور فردیات وغیرہ کی ہیئتوں کو استعمال کیا ہے۔ اسی طرح سلام' سہرا اور لوری جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سے ہے۔ ان کا بھی میلاد ناموں میں وافر ذخیرہ ملتا ہے۔ مرثیہ کی تکنیک وفات ناموں میں استعمال ہوئی۔ درود و سلام کے نمونے بھی میلاد ناموں میں جابجا ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس دور کے میلاد ناموں کی ہیئت میں وسعت ہوئی۔ فارسی اور عربی کے میلاد ناموں کے منظوم تراجم ہوئے۔ اسماء النبی الکریمؐ کو بیان کرنے کا اولین جذبہ بھی اسی دور کے میلاد ناموں میں عام ہوا۔

برصغیر میں مسلمانوں کی سماجی زندگی میں دینی عقائد کے عوامل نے مقامی تہذیبی و سماجی اثرات جذب کر کے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں بھی مذہبی تہواروں سے زیادہ معاشرتی رنگ پیدا ہو گیا۔ میلاد النبیؐ' شب برات اور نوروز بھی بطور تہوار منائے جانے لگے۔ بادشاہ و امرا اور عوام ان تہواروں کو اپنی حیثیت کے مطابق مناتے تھے۔ ہندوؤں کے تہواروں اور بالخصوص دسہرا کے جلوسوں کی دھوم دھام سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے محرم میں اس کی نقل کرنا شروع کر دی۔ اور حضرت

امام حسینؓ کی عزاداری میں تہوار کا سا رنگ پیدا کر دیا حالانکہ یہ تہوار نہیں ہے۔ سلاطین دہلی کے زمانہ میں محرم کی مجالس میں شہدائے کربلا کے واقعات بیان کئے جاتے تھے۔ اور ان کے لئے فاتحہ خوانی ہوتی۔ پھر "تعزیہ داری" شروع ہو گئی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تیمور ہندوستان آیا تو سالانہ معمول کے مطابق کربلا کی زیارت کے لئے نہ جا سکا اس لئے اس نے حضرت امام حسینؓ کے مقبرے کی شکل بنوائی جو تعزیے کے نام سے مشہور ہوئی۔ رفتہ رفتہ عزا داری کی مجلس تو محدود ہو گئی لیکن عام مسلمان جلوس نکالتے وقت کوشش کرتے کہ اس کی دھوم دھام دسہرے سے کم نہ ہو بلکہ بڑھ جائے۔"(۲۴۰)

اس قسم کی مقامی تہذیبی و عصری اثرات کو میلاد نگاروں نے بھی قبول کیا اور ضمنی طور پر مناقب اہل بیت کی تعریف و توصیف کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں سب سے پہلے مناقب اہل بیت لکھنے کا رجحان مخصوص سماجی عوامل کے تحت پیدا ہوا۔ یہ فرق میلادیہ اسلوب میں شیعہ مسلک کے زیر اثر پیدا ہوا۔

شمالی ہند میں شیعہ مسلک کی سرپرستی حکمران کر رہے تھے۔ اس سیلاب کو روکنے اور سنی عوام کو شیعہ مسلک کی طرف رجوع کرنے سے باز رکھنے کے لئے صوفیاء نے محافل میلاد کی ترویج کے لئے کوشش کی ورنہ مسلمان گھروں پر صدیوں سے محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دراصل مغل حکمران مذہبی معاملات میں بڑے فراخدل تھے۔ مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر' شاہ اسماعیل صفوی کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ جو کٹر شیعہ تھا۔ ہمایوں اپنے باپ سے بھی زیادہ شیعہ روایات کا احترام کرتا تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کی بیگمات شیعہ رجحان رکھتی تھیں۔ ایران سے شعراء کی آمد و رفت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی شادی دلرس بیگم سے ہوئی تھی جو شاہ نواز خان صفوی کی بیٹی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کا جانشین بہادر شاہ اول علی الاعلان شیعہ ہو گیا تھا۔ فرخ سیر کے عہد سے قلعہ معلی میں باقاعدہ عزا داری شروع ہو گئی تھی اور پھر رفتہ رفتہ شیعہ روایات کی جڑیں اتنی گہری ہو گئیں کہ بہادر شاہ ظفر نے بیماری سے صحت یابی کے بعد لکھنؤ میں درگاہ حضرت عباس میں اپنی منت پوری کی جس سے اس کے بارے میں یہ عام شہرت پھیل گئی کہ اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے اس کے تہذیبی اور معاشرتی پس منظر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "مغل سلطنت کے زوال کے وقت شیعہ مسلک کے اظہار میں لوگ بہت بیباک ہو گئے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے لہو و لعب میں مشغول ہونے کے باوجود شیعیت کی اشاعت کے لئے بھرپور کوشش کی۔ اس کے نائب حسن رضا خان کی بدولت ہزاروں خاندان سنی سے شیعہ ہو گئے اور انھیں جاگیریں عطا کی گئیں۔ نواب آصف الدولہ کے دور میں مجالس عزا کو فروغ حاصل ہوا۔ اور لکھنؤ میں کئی امام باڑے تعمیر ہو گئے۔ شیعیت کے فروغ کے زیر اثر شعراء نے اہل بیت کے اوصاف جمیلہ کا ذکر اور مشکلات و مصائب میں مدد کے لئے پکارنے کے رجحان کو عام کیا۔"(۲۴۱)

ان متذکرہ بالا عوامل کی وجہ سے لکھنؤ کی پوری فضا عزا داری کے رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ اس

کے مد مقابل اہلسنت والجماعت کو محافل میلاد کی عام ترویج اور جابجا انعقاد کا خیال پیدا ہوا۔ دہلی اور لکھنؤ کے شعراء اور میلاد نگاروں نے اس فن کی طرف توجہ دی۔ اور سنی عقائد کے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی لکھے۔

اس دور کے میلاد ناموں میں لکھنوی دبستان کے زیر اثر آپؐ کے جمال ظاہری کے بیان اور سراپا نگاری کی طرف رجحان زیادہ ملتا ہے۔ مجالس میلاد کے انعقاد کی اہمیت و فضیلت کا بیان' منکران میلاد کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار' مسئلہ حیات النبیؐ' مسئلہ علم غیب' نبی کریمؐ کی بشریت کے مقابلے میں نورانیت اور رسالت و نبوت کا خصوصی تذکرہ' یارسول اللہؐ' یانبیؐ' یامحمدؐ' یا مصطفیٰؐ اور اسی انداز سے آپؐ سے استمداد طلبی اور توسل فی الدعا کے مضامین کی کثرت' ظاہری جمال کے ساتھ ساتھ آپؐ کے اعضائے مبارک کے حسن کے تذکار' براق کی تعریف' معراج کی جزئیات و تفصیلات کا بیان اور دیگر معجزات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ روضہ رسولؐ سے دوری کی وجہ سے مدینہ کی حاضری اور وہیں مرنے کی خواہش کا جابجا اظہار ملتا ہے۔

میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام کی وجہ سے لکھنوی شاعری کے عناصر نسائیت اور ابتذال وغیرہ سے میلادیہ منظومات کا دامن پاک ہے۔ اس دور میں میلادیہ شاعری میں بحور کا تنوع' قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہو گئی۔ ہندی بحروں کی بجائے فارسی یا عربی بحریں رائج ہوئیں۔ دکنی' گجری' ہریانوی اور پنجابی الفاظ کے اثرات اردو زبان و ادب سے ختم ہوئے۔ فارسی اسالیب میں نئی اختراعات اور جدت طرازی سے زبان و ادب میں شکوہ الفاظ' تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اسلوب کی نمائش اور محاورے کا استعمال بہت فراخدلی سے ہونے لگا۔ تضمین کی صورت میں بھی میلادیہ منظومات تخلیق ہوئی ہیں جو زیادہ تر مخمس کے انداز میں ہیں۔ بلغ العلیٰ بکمالہ (سعدیؒ)' بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (شاہ عبدالعزیزؒ)' مرحبا سید مکی مدنی العربی' دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی (جان محمد قدسی) کی تضمین غلام امام شہید' کفایت علی کافی اور امیر مینائی جیسے شعراء نے کی ہے۔

میلاد ناموں میں مقامی روایات' تہذیبی و جغرافیائی خصوصیات اور رواجی عقائد کا بیان تخیل کی بلند پروازی اور اسلوب کی نمائش کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسلامی فکر کا مجتہدانہ عنصر پس منظر میں چلا گیا۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں معنی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا گیا ہے۔ بہت سی موضوعی روایات اور فرضی معجزات نظم کئے گئے ہیں اور شاعرانہ مبالغہ طرازیوں کی وجہ سے صحیح واقعات کی بھی صورت بدل گئی ہے۔

کرامت علی شہیدی' کفایت علی کافی' مولانا غلام امام شہید' لطف بریلوی اور امیر مینائی جیسے میلاد نگاروں نے میلاد و معراج کی تشہیر اور تبلیغ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کاوشوں کے پیچھے سماجی اور مذہبی رویوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسی وجہ سے غیر مقلدین کے رد میں فتاویٰ اور کتب و رسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ وہابی گروہوں میں مناظروں اور مباحثوں کی کثرت نے بھی مولید کی تالیف و تصنیف پر گہرا اثر ڈالا۔

نور ناموں مثلاً مراد نابینا' غلام امام شہید' کفایت علی کافی' حامد' فاضل' کبیر خاں افغان اور فقیر میں آپؐ کے نور کی پیدائش اور اس کی ارتقائی منزلوں' فضائل اور برکات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ نور محمدیؐ نے آدمؑ سے لے کر حضرت عبداللہ تک مختلف رنگ اختیار کئے اور آخر آپؐ میں پوری شان رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے۔ نور محمدیؐ بھی شجر کائنات کے ہر پتے' ہر شئی اور ہر گل میں جلوہ گر ہے بلکہ کائنات کی تخلیق کی علت غائی یہی نور ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں مثلاً شاہ احمد سعید مجددی' عبدالرحمن' عبدالجلیل' فیاض الحق صدیقی' عبدالمجید قادری' نواب علی محمد خان' غلام امام شہید' کفایت علی کافی' رؤف احمد رافت' مولوی احمد یار خاں' حسن بخش کاکوروی اور قاسم مہری وغیرہ نے نبی کریمؐ کے میلاد اور سیرت و کردار کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ ان میں آپؐ کی سیرت اور فضائل و شمائل کے سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک حصہ ایسی عام باتوں پر مشتمل ہے جن پر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن جہاں آپؐ کے مراتب و مدارج' فیوض و برکات اور ظاہری و باطنی قوتوں کا سوال ہے' ان میں بعض باتیں بظاہر عجیب نظر آتی ہیں لیکن اگر قرآن و حدیث کی بعض آیات و نصوص کی گہرائیوں میں جائیں تو اس بات کی بخوبی عقدہ کشائی ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ اپنے مدارج' فیوض و برکات اور قوت کے لحاظ سے تمام انبیاء و مرسلین سے بالاتر ہیں۔ اس دور کے اکثر میلاد نگاروں بالخصوص احمد سعید مجددی' مولوی احمد یار خاں' رؤف احمد رافت' کفایت علی کافی اور غلام امام شہید نے ان نکات پر خاص زور دیا ہے کہ نبی کریمؐ سرتاج پیغمبراں' سیدالمرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اور کوئی دوسرا نبی آپؐ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن کسی گنہگار کی سفارش کرنے کی کسی پیغمبر کو جرات نہ ہو گی اس وقت صرف نبی کریمؐ کی شفاعت کام آئے گی۔ آپؐ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی اس کو بروئے کار لائیں گے۔

معراج کے بیان کے سلسلہ میں قدرت اللہ خاں قاسم' لطف بریلوی' ضمیر' شہیدی' سید اسماعیل حسین منیر' ناسخ اور غلام امام شہید نے اپنے معراج ناموں میں جزوی تفاصیل بھی دی ہیں۔ اصل واقعہ کی روح تو وہی ہے جس کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے لیکن براق کا سراپا' فرشتوں کا استقبال' آسمانوں کی مخلوق کا خوشیاں منانا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا' جیسے عنوانات ضعیف روایات پر مبنی ہیں۔

وفات مبارکہ کے بیان میں محبوب عالم' حافظ عزیز احمد' کرم علی' محمد حسین اور غلام امام شہید وغیرہ نے وفات ناموں میں آپؐ کی علالت' ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کبارؓ کی تشویش' وفات مبارکہ اور چند دیگر متعلقہ واقعات بیان کئے ہیں۔ شہیدی نے اپنے وفات نامے میں لکھا ہے کہ آپؐ کے جوہر جان میں کچھ فرق نہیں آیا۔ یہ دراصل حیات النبیؐ کی طرف اشارہ ہے:

وفات ظاہری سے جوہر جاں میں نہ فرق آیا
وہ جسم پاک گو محسود تھا روح مجرد کا

دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا

نہ تھا نام و نشاں جس روز واں لوح زر جد کا

اس دور کے میلاد ناموں کی زبان صاف اور شستہ' انداز بیاں میں جدت و ندرت' جذبات کی فراوانی اور لطافت نے ادبی حیثیت سے نیا رنگ و روپ دھارا۔ معاشرتی بدحالی نے مذہبی رجحانات کو بیدار کیا اور یکی انداز میلاد نگاری کے فروغ کا سبب بنے۔

پانچواں باب

میلاد ناموں کا دورِ جدید (۱)

۱۸۵۷ء ——————— ۱۹۴۷ء

حصّہ اول

۱۸۵۷ء ——————— ۱۹۰۰ء

میلاد ناموں کا دور جدید ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء

حصہ اول
(۱۸۵۷ء ــــ ۱۹۰۰ء)

- دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ۔
- شیخ جان محمد/ مفتی عنایت احمد کاکوروی/ مولانا کرامت علی جونپوری/ لطافت حسین/ مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری/ نواب احمد یار خاں/ شیخ حسرت کرنولی/ محمد مہدی واصف/ سلامت اللہ کشفی/ خواجہ الطاف حسین حالی/ مولوی عبدالرحیم/ حاجی محمد صاحب علی خاں مارہروی/ مولوی محمد علی خاں سعید/ محمد فضل رسول/ تسلیم گلشن آبادی/ مرزا علی بہار/ میر عباس/ احمد خاں صوفی اکبر آبادی/ کریم بخش بدر/ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی/ مولانا نقی علی خاں بریلوی/ بدرالدین عرف غلام دستگیر قادر/ مولوی عبدالرحیم بادی/ مولانا نجم الدین عباسی/ شیخ محمد عنایت علی/ مقرب علی خاں/ خواجہ محمد اشرف علی/ مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری/ محمد غلام اکبر خاں/ تجمل رسول خاں/ محمد محمود/ نواب نیاز احمد خاں/ سید وزیر حسین رضوی/ محسن الملک سید مہدی علی/ قاضی غلام علی مہری/ میر مظفر علی اسیر/ سید واجد علی تسخیر/ محمد ناصر علی غیاث پوری/ شاہ محمد امین الدین قیصر/ محمد نصراللہ خاں/ شیخ لعل/ مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی/ عزیز الرحمٰن عرشی غازی پوری/ مولانا احمد رضا خاں بریلوی/ مولوی عبدالحفیظ کاکوروی/ علی انور شاہ/ مولوی غلام حیدر گوپاموی / مولوی مجیب اللہ لکھنوی/ مولوی محمد ظہور علی ظہور/ حافظ مولوی ابراہیم علی خاں خلیل/ احمد حسین خاں مائل/ خواجہ محمد مرتضیٰ بقا/ سید برہان الدین احمد/ علی انور قلندر شاہ/ شیخ عباد اللہ بادل کانپوری/ نواب صدیق حسن خاں/ خواجہ شمس الدین/ محمد سراج الیقین/ میر اعظم علی خاں شائق/ محمد عبدالواحد خاں/ سید جواد حسین شمیم امروہوی/ حکیم محمد حسن میرٹھی/ شیخ محمد متقی ادراک/ میر مہدی مجروح/ منشی محمد سخاوت حسین تسخیر بدایونی/ حکیم امیرالدین عطار اکبر آبادی/ سید محمد علی بیدل بریلوی/ حافظ محمد اکمل/ محمد سلطان عاقل دہلوی/ حافظ محمد فیض اللہ بیگ/ منشی محمد حافظ اللہ چشتی/ مولوی خلیل الرحمٰن واعظ سہارنپوری/ شیخ عبداللطیف قادری/ مولوی محمد اکبر علی گرداسپوری/ محمد جعفر علی ملیح آبادی/ مولوی عاشق حسین بلہروی/ محمد فخرالدین رائے پوری/ منشی ابراہیم ثابت/ مولوی مہدی علی پروانہ/ محمد عبدالرزاق راسخ/ سید عبدالفتاح اشرف علی/ غلام محمد۔
- دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ۔

دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ

میلاد ناموں کا جدید دور انگریزوں کے تسلط اور عملداری ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت و بہتات کو مدنظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

اس پورے دور کی خصوصیات ہندوستان کی سیاست' تہذیب' مذہب' سماجی رویوں اور ادبی و فکری لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس دور میں ادبی اور سماجی صورت حال میں کئی واضح اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اس وجہ سے فکر و اظہار کے رنگ و اسلوب میں بھی ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مذہبی و سیاسی تحریکات کی کثرت اور ان کے میلاد ناموں پر اثرات کی وجہ سے اس دور کو بلاشبہ میلاد ناموں کا دور زریں کہا جا سکتا ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سال مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا اور انگریزوں کا برصغیر پر تسلط قائم ہوا۔ انگریز برصغیر میں ہی نہیں بلکہ صلاح الدین ایوبی کی جنگوں کے زمانہ سے مسلمانوں کا حریف چلا آ تا تھا۔ ان نئے حکمرانوں نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد اسلامی تہذیب و تمدن' عقائد و نظریات اور جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے زیادہ جنگ آزادی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر جوش و خروش کا عملی مظاہرہ کیا تھا اس لئے انگریزوں نے جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دے کر مسلمانوں کو قصوروار اور مجرم گردانا۔ انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی جس سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر ان کے حوصلے پست کر دیئے جائیں اور من حیث القوم انہیں تہذیبی اور مذہبی ورثہ سے محروم کر کے ناکارہ و کمزور بنا دیا جائے۔ اس خیال کے تحت مسلمانوں پر ظلم و ستم اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ ان کے علماء و زعماء پر بغاوت کے مقدمات چلا کر ان کو پھانسی دی گئی یا کالے پانی بھیجا گیا اور عام طور پر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی کہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات گرامی پر حملے کئے جائیں اور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور سیرت مقدسہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اس طرح سے مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریمؐ سے والہانہ شیفتگی و وابستگی اور عشق و عقیدت کو کمزور کیا جائے۔ جذبہ جہاد کو ختم کیا جائے اور مسلمانوں کو ان کے مرکز سے جدا کیا جائے۔ اس یلغار سے مسلمانوں کے دینی جذبہ و احساس کو ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے اتحاد اور یک جہتی کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔

انگریز جدید تعلیم کے نام پر مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ مسلمان جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بدحالی کا شکار ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے ذہنی انتشار اور شکست خوردگی کے احساس سے انگریز بروقت فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ عیسائیت کی بھرپور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو باہم دست و گریباں کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

پورے ہندوستان میں پوپ اور پادری عیسائیت کے پرچار کے لئے پوری جدوجہد کرنے لگے۔ عیسائی پادری اور مسلمان علمائے دین کے مباحثے اور مناظرے روزمرہ کا معمول بن گئے۔ مسلمان علماء ان مناظروں میں اسلام کی حقانیت کے ایمان پرور نظارے پیش کر رہے تھے۔ ان حالات میں ہندو مذہب کے عالموں نے بھی اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی بنیاد مسلم دشمنی اور در پردہ انگریزوں کی حمایت اور سرپرستی تھی۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کو اوج کمال کے حصول میں خصوصی مراعات سے نوازا گیا۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کئی مراکز کھل گئے۔ یہ مراکز حصول ملازمت کے سلسلہ میں سفارش کا ذریعہ بنتے اس طرح سے معاشی طور پر کمزور افراد فوراً مسیحیت قبول کر لیتے۔

ان حالات میں مسلمان علماء و زعما جوابی کارروائی کر کے ان کے اثرات زائل کرنے لگے۔ سرسید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ الطاف حسین حالی نے "تریاق مسموم" لکھ کر عیسائیوں کو مدلل جواب دیا۔ نواب محسن الملک نے "آیات بینات" اور سرسید احمد خان نے "خطبات احمدیہ" میں علمی طور پر تاریخی حقائق کے منطقی نتائج بیان کر کے اسلام پر اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے۔ مولانا شبلی نعمانی نے تاریخ اسلام پر خصوصی توجہ دی۔ مولوی چراغ علی نے پادری عماد الدین کی کتاب تاریخ محمدی کا جواب "تعلیمات" کی صورت میں دیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے لاہور کے پہلے بشپ والپین فرنچ اور ان کی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ یہ مناظرہ آگرہ میں ہوا جہاں مولانا نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا کہ موجودہ انجیل تحریف شدہ ہے۔ تیسرے دن مخالفین راہ فرار اختیار کر گئے۔ مولانا نے اس فن پر "اظہار حق" اور "اعجاز عیسوی" جیسی شاندار کتابیں تصنیف کیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے متعدد عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پادری ٹھاکر دت کی کتابوں کے جواب میں "اسلام اور مسیحیت" لکھی۔

اسلام دشمنی میں مستشرقین نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ برصغیر میں اس کے پہلے علمبردار ڈاکٹر اسپرنگر تھے۔ جو اس زمانے میں دلی کالج اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے۔ ان کی تحریری مہم اور میکالے کی تعلیمی پالیسی دونوں نے قریباً ایک ساتھ ہی قدم بڑھائے تھے۔ دیگر اسلام دشمن مصنفین اور ان کے رد و جواب کے بارے میں سید حسن مثنیٰ ندوی رقم طراز ہیں:

> "یو۔ پی کے لیفٹیننٹ گورنر سرولیم میور نے ہندوستان میں بیٹھ کر اور ان کے معاصرین ڈاکٹر جے۔ اے مور' ڈاکٹر ویل' وان کریمر' برتھالمی سینٹ ہیلر' نوتیلاکی' ولیاذن گولڈ سیر' رینان اور پھر بعد میں پروفیسر مارگولیوث وغیرہ نے یورپ میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بڑی محنت و جانفشانی سے عالمانہ روپ میں اپنا منفی کردار ادا کیا۔ عام مشنریوں کا جواب دینے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی' ڈاکٹر وزیر خاں' مولانا قاسم نانوتوی' مولانا رحم علی اور مولانا عنایت رسول چریا کوٹی وغیرہ نکلے اور انہوں نے دندان شکن مسکت جوابات دینے کے لئے مختلف رسائل تصنیف کئے۔ سرولیم میور کی "لائف آف محمد" کا جواب سرسید احمد خاں نے دیا اور مولوی چراغ علی نے بھی "محمد

ہیں۔ اسی دور میں علمائے بریلی بالخصوص اور دیگر علماء بالعموم تحریک سیرت کے تحت نبی کریمؐ سے والہانہ عشق شیفتگی کے اظہار کے لئے محافل میلاد کو پورے برصغیر میں بھرپور انداز میں رائج کرتے نظر آتے ہیں۔ ان محافل میلاد کی کثرت نے عامتہ الناس میں نبی کریمؐ کی ولادت' حسب نسب' خاندان' بعثت' ہجرت' وفات' معجزات' معراج' شمائل و خصائل اور درود و سلام کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سے نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق و محبت کا جذبہ دلوں میں موجزن ہوا۔ ان محافل میلاد کے لئے کئی ایک میلادیہ تصانیف منظر عام پر آئیں اور ہر خاص و عام میں مقبول ہوئیں۔ ان بامقصد اقدام سے نجی محفلیں' خانقاہیں' مساجد و مزارات الغرض بر عظیم کا گوشہ گوشہ درود و سلام کے روح پرور وجدانی کیف سے گونج اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے تحریری اور تقریری حملوں کا زور ٹوٹا۔ سیاسی اور سماجی ماحول نے مذہبی شاعری اور میلاد نگاری کے فروغ کے لئے راہ ہموار کی۔ محافل میلاد کی ترویج و فروغ نے لادینیت اور ضلالت کے طوفان میں نبی کریمؐ کی سیرت اور تعلیمات کے بیان سے نہ صرف گھٹا ٹوپ اندھیرے دور کئے بلکہ انہی ضیا پاشیوں میں ہم آج بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انہی میلاد ناموں کی بدولت مسلمانوں میں اسلام کی صحیح تاریخ اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ پوری صحت و سند کے ساتھ مرتب کرنے کی فکر دلوں میں جاگزیں ہوئی۔ اس لحاظ سے انگریز کی مذموم اور ناپاک سازشوں اور عزائم کو ناکام بنانے میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر مکتبہ فکر کے افراد نے اپنی اپنی بساط کے موافق حصہ لیا۔

اس عہد میں بہت سے میلاد نگار اور ان کی میلادیہ تصانیف سامنے آتی ہیں۔ ان میں مفتی عنایت احمد کاکوروی' مولانا کرامت علی جونپوری' سلامت اللہ کشفی' حالی' حاجی محمد صاحب علی خاں' محمد علی خاں سعید' مولانا نقی علی خاں' عبدالرحیم ہادی' عبدالسمیع بیدل رامپوری' محسن الملک' قاضی غلام علی مہری' مولانا احمد رضا خان بریلوی' مجیب اللہ لکھنوی' ابراہیم علی خاں خلیل' علی انور قلندر شاہ' عطار اکبر آبادی' بیدل بریلوی' واعظ سہارنپوری' اور مولوی عاشق حسین بلہروی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ جان محمد (م ۱۸۷۱ء)

شیخ جان محمد تخلص سنی' شیخ احمد حسرت کے بڑے صاحبزادے تھے۔ پابند شرع بزرگ تھے۔ ۲' ربیع الاول ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں وفات پائی اور حسین ساگر کی چادر کے قریب دفن ہوئے لیکن اب قبر نابود ہو چکی ہے۔

ان کا منظوم وفات نامہ حضرت رسول مقبول ۱۷۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تصنیف قریباً ۱۸۶۰ء ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ خط نستعلیق رواں میں لکھا گیا ہے۔

اس میں نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے آخری حصے کا ذکر ہے جس میں وصال بھی شامل ہے۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

میں اب حسن نیت سے سجدے میں جا کر
کروں دل سے توصیف اللہ اکبر
بقا ذات اس کی ہے سب کو فنا ہے
وہ واحد ہے اس کا نہیں کوئی ہمسر
(۲)

اور آخر میں لکھتے ہیں:

خدا کی عنایت سے اب یا محمد
محبت سے رہویں یہ با ایک دیگر
درود اور صلوٰۃ عجز و ادب سے
اے سنی تو پہنچا بروح معطر
(۳)

یہ مخطوط مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ہے کیونکہ صفحہ ۱۲ پر ایک مصرع میں ترمیم کی گئی ہے۔ پہلے یہ مصرع تھا "تمہیں سے نجات ہو گی امت کی یکسر" لیکن اس طرح یہ مصرع ناموزوں ہے لہٰذا بعد میں مصنف یا کسی اور نے اس مصرع میں ترمیم کی اور مصرع کی نئی شکل یہ بنا دی ع "تجھی سے یہ امت کی بخشش ہو یکسر" اگرچہ اب مصرع موزوں ہو گیا لیکن نقص اور عیب سے پاک اب بھی نہیں ہے۔ ایسا ہی حال دوسری ترمیمات کا بھی ہے۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۸۶۳ء)

مفتی عنایت احمد ابن منشی محمد بخش ۵۔ اکتوبر ۱۸۱۳ء کو بمقام دیوہ ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رامپور چلے آئے اور پھر وہاں سے دہلی آ کر شاہ محمد اسحاق کی شاگردی اختیار کی۔ علی گڑھ میں مولانا بزرگ علی مارہروی سے معقولات کی تکمیل کی اور پھر سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ بریلی میں صدر امین کے عہدہ پر فائز تھے کہ صدر الصدوری کے منصب پر ترقی کا حکم آیا مگر اس زمانے میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے خان بہادر خاں کی نئی حکومت کے سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا۔ اس جرم کی سزا میں جزائر انڈیمان میں قید کر دیئے گئے وہاں سے ۱۸۶۰ء میں رہا ہو کر کانپور چلے آئے اور یہاں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ ۱۸۶۳ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو جدہ کے قریب ان کا بحری جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر غرق ہو گیا۔ مفتی عنایت احمد ۱۷۔ شوال ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۳ء) کو اسی حادثے میں غریق و شہید ہوئے۔

مفتی عنایت احمد نے معجزات نبویؐ کے بیان میں ۵۳۔۱۸۵۲ء میں ایک مفصل کتاب "الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین" کے نام سے لکھی۔ اور دوسری کتاب مجالس میلاد میں پڑھنے اور سنانے کے لئے

تواریخ حبیب الہ کے نام سے ۱۸۵۸ء میں لکھی۔ انہوں نے اس میں نبی کریمؐ کے حالات کتب معتبرہ سے اخذ کر کے لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں:

"رسائل میلاد بزبان اردو بیان حالات آنحضرتؐ میں جو پائے جاتے ہیں' حالات صحیحہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ بیان قصہ معراج اور وفات شریف میں بعضے کتب تواریخ میں بہت روایتیں نامعتبر لکھی ہیں کہ رسائل میلاد شریف میں انہیں نقل کیا ہے۔ فقیر نے یہ حالات بیشتر موافق روایات صحیح بخاری و دیگر کتب معتبرہ حدیث کے لکھے ہیں۔ پس چاہئے کہ ضرور اس رسالہ کو مطالعہ میں رکھیں اور اپنے اقارب اور عورتوں اور احباب کو سنائیں۔"(۴)

تواریخ حبیب الہ پہلے ۱۲۸۱ھ میں نظامی پریس کانپور سے طبع ہوئی اور پھر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے ۱۹۵۰ء میں چھپی۔ اس کے ۱۷۶ صفحات ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ باب اول میں نور محمدیؐ' ولادت مبارکہ' بچپن' شباب اور آغاز نبوت سے ہجرت تک کا بیان ہے۔ باب دوم میں ہجرت سے وفات تک کے حالات ہیں۔ باب سوم میں حلیہ مبارک' خصائل و شمائل اور معجزات کا بیان ہے اور خاتمہ میں شفاعت کا تذکرہ ہے۔

تواریخ حبیب الہ کی زبان اور اسلوب کے جائزہ کے لئے نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان سے ایک مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

"سات روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اپنی والدہ ماجدہ کا پیا' بعد اس کے ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ثویبہ لونڈی ابو لہب کی تھی کہ ابو لہب نے اسے بوقت پہنچانے خبر ولادت شریف کے آزاد کیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو لہب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ "عذاب شدید میں مبتلا ہوں' مگر ہمیشہ شب دو شنبہ کو درمیان انگشت شہادت اور وسطی سے کہ اشارے سے ان کے میں نے ثویبہ کو بسبب پہنچانے بشارت ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے' آزاد کیا تھا' کچھ پانی مجھے چوسنے کو مل جاتا ہے کہ اس سے ایک گونہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔"(۵)

مفتی عنایت احمد نے "الکلام المبین فی آیات رحمتہ للعالمین" میں نبی کریمؐ کے تین سو معجزات عالیہ کتب احادیث سے بہ روایات معتبرہ بیان کئے ہیں۔ انہوں نے اس کے لئے صحاح ستہ کے علاوہ مواہب اللدنیہ' روضتہ الاحباب' مدارج النبوت' خصائص کبریٰ' اور شرح شمائل سے استفادہ کیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"صحیحین میں سعد ابی وقاص سے روایت ہے کہ وہ مکہ میں ایام حجتہ الوداع میں بیمار ہوئے اور نبی کریمؐ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے وہ بسبب غلبہ مرض کے یہ جانتے تھے کہ میں اس مرض سے مرجاؤں گا۔ سو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری وارث ایک بیٹی ہی ہو گی۔ میں اپنے مال کے دو حصے کے لئے خیرات کی وصیت کر جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ نصف مال کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے واسطے تہائی کے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تہائی بہت ہے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ توقع ہے کہ تم جیتے رہو گے' یہاں تک کہ تم سے بہت لوگوں کو نفع ہو اور بہت لوگ مضرت اٹھاویں۔"

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاصؓ اس بیماری سے شفا پائیں گے اور اتنا جئیں گے کہ بہت سے شخصوں کا بھلا اور بہت سے شخصوں کا برا ان کے ہاتھ سے ہو گا۔ سو مطابق اس کے واقع ہوا کہ سعد بن ابی وقاصؓ بعد صحت کے اس بیماری سے قریب پچاس برس کے اور جئیے اور مسلمانوں کو ان سے نفع عظیم ہوا اور کافران مجوس کو ان سے ضرر عظیم پہنچا کہ عہد حضرت عمرؓ میں ملک فارس انہیں کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔(۶)

مفتی عنایت احمد نے میلاد و معجزات کے بیان میں لفظوں کے استعمال' جملوں کی ساخت اور طرز بیان کو دلکش بنانے میں خاصی محنت اور توجہ سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کا اسلوب صاف' سہل' رواں اور چست و متحرک ہے۔

مولانا کرامت علی جون پوری (م ۱۸۷۳ء)

مولانا کرامت علی بن شیخ امام بخش ۱۸۔ محرم ۱۲۱۵ھ (۱۔ جون ۱۸۰۰ء) کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل شیخ احمد علی چریا کوٹی' مولوی احمد اللہ اناّمی اور ابراہیم مدنی سے کی۔ فن خوش نویسی اپنے والد گرامی اور ممتاز خطاط عبدالغنی اور رجب علی سے سیکھا۔ اپنے دور کے ممتاز عالم اور مناظر تھے۔ تبلیغ دین کے سلسلہ میں مشرقی یو۔ پی اور بنگال و آسام میں گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلام کا پیغام پہنچا کر اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا۔ ۳۰۔ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کو رنگ پور میں انتقال ہوا۔

مولانا کرامت علی نے پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی کتاب انوار محمدی کتب شمائل میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ انوار محمدی شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے ایک دیباچے میں اس کی تالیف کے محرکات بیان کئے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

"اکثر لوگ سب علم تو پڑھتے ہیں مگر حدیث کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نبی کریمؐ کی حدیث اور ان کی شکل' صورت' رہن سہن' کھانے پینے' اوڑھنے پہننے' سونے جاگنے' چلنے پھرنے' ہنسنے بولنے' وضو' غسل' روزہ نماز وغیرہ اخلاق و عادات کا احوال لوگوں کے نزدیک خواب و خیال ہو گیا ہے اور عشق دنیاوی کے قصے کہانی میں مشغول ہو رہے۔ تب ارادہ کیا کہ کچھ حدیث کی لذت بھائیوں کو چکھا دیں اور ہندی زبان کے پیالے

میں اس آب حیات کو بھر کر پلا دیں تب یہی مناسب دیکھا کہ شمائل ترمذی کا ترجمہ کریں وہ کتاب مختصر ہے اور اس میں بالکل حال صورت و سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے اور اس کی حدیثوں کو سن کر عشق محمدیؐ اور الفت احمدیؐ کی خوشبو سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور اس ترجمہ کو اپنی طاقت اور فہم کے مطابق بہت سیدھی اور آسان ہندی زبان میں کیا۔"(۷)

اس ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ لکھتی ہیں:

"ترجمہ اصلی عبارت کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے صفحہ کا تین چوتھائی حصہ اصلی عبارت عربی کے لئے وقف ہے اور باقی حصہ میں اس کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ ساتھ ساتھ مشکل مقامات پر تشریحی نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔"(۸)

اس کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے۔ فہرست اردو مخطوطات کے مرتب پروفیسر سروری اس کا سنہ تصنیف ۱۲۱۲ھ لکھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ باون (۵۲) ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۹۹ھ میں ایوان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کی اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

"اب میں سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس اور اپنی اولاد اور مریدوں کو وصیت ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کو دوسرے کاموں پر مقدم جانیں اور جب کوئی مشکل درپیش ہو تب اس کتاب کو تمام پڑھ جائیں۔ انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی' اس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے یا اَرحَمَ الرّاحِمِینَ اس شرح شمائل کے پڑھنے والے' سننے والے کو اتباع سنت احمدیؐ اور شفاعت محمدیؐ عطا کر اور ان کی مشکل دونوں جہان کی آسان کر۔"(۹)

انوار محمدی کے ترجمہ کے انداز و اسلوب کا درج ذیل اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"حدیث کی ہم سے ابن عمر نے' کہا حدیث کی ہم سے سفیان نے کہا۔ حدیث کی ہم سے عبداللہ ابن محمد ابن عقیل نے' اس نے سنا جابر سے' کہا سفیان نے خبر دی ہم کو محمد بن منذر نے' اس نے کہا کہ گھر سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں تھا ساتھ ان کے' پھر تشریف لے گئے ایک عورت کے گھر انصار میں سے' تب ذبح کیا ان کے واسطے ایک بکری' پھر کھایا حضرت نے اوس میں سے' اور لائے حضرت کے پاس ایک رکابی بھری تازہ کھجوروں سے اور کھایا اوس میں سے اور وضو کیا ظہر کے واسطے اور نماز پڑھی۔ پھر تشریف لائے' پس لائے ان کے واسطے بچا ہوا گوشت جو باقی رہا بکری میں سے۔ تب کھایا اور نماز پڑھی حضرت نے عصر کی اور نہ پھر وضو کیا۔"(۱۰)

مولانا کرامت علی کا میلاد نامہ "براہین قطعیہ فی مولد خیرالبریہ" ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ اردو نثر میں ہے لیکن بکثرت عربی روایات کے حوالوں سے مزین ہے۔ اور بقول مصنف "یہ گوہر گرا نمایہ خوبی و فصاحت اور حلیہ صحت سے آراستہ اور زیور روایات معتبرہ سے پیراستہ ہے۔"(۱) اس میں مولد برزنجی، مواہب اللدنیہ اور نزہۃ المجالس کے حوالے بطور خاص دیئے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے کو مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول اثبات مولد و قیام یعنی دلائل میلاد پر مبنی ہے اور حصہ دوم ذکر مولد خیرالانامؐ ہے۔ اس میں نور محمدیؐ نسب نامہ مبارک، حضرت عبداللہ کے نام پر اونٹوں کی قربانی کا واقعہ، حضرت عبداللہ کی شادی، ولادت رسالتمآبؐ، معجزات ولادت، سلام، رضاعت، بچپن اور شق صدر کے واقعات کا بیان ہے۔

واعظوں اور مولود خوانوں کو اس کے پڑھنے کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

"واعظوں اور مولود خوانوں کو اختیار ہے جس قدر چاہے پڑھے اور جس قدر چاہے چھوڑ دے بہتر یہ ہے کہ جو وعظ حاضر لوگوں کو بھلا معلوم ہو اس کو پڑھے اور سننے والوں کے حال کی رعایت کر کے مختصر پڑھے لیکن حال ولادت کا نہ چھوڑے اور اس دعا کو پڑھے جو خاتمہ میں لکھی گئی ہے۔"(۲)

حضرت عبداللہ کے حضرت آمنہؓ سے نکاح کے بیان سے نثر کا ایک ٹکڑا بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"عبداللہ ایک روز شکار کو گئے تھے۔ تب ایک بھاری گروہ شام کی طرف سے عبداللہ کے مارنے کے قصد پر تلواریں کھینچے ہوئے آ پہنچا اور وہب بن مناف آنحضرتؐ کی ماں آمنہؓ کے باپ بھی اس میدان میں تھے تب انہوں نے بڑے چالاک سواروں کو جو اس ظاہری عالم کے لوگوں کے مشابہ نہیں ہیں دیکھا کہ غیب سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس گروہ کو عبداللہ سے دفع کیا سو جب وہب بن مناف نے یہ حال دیکھا تب اس میدان سے اپنے گھر کی طرف گئے اور اپنی بی بی سے کہا کہ نکاح کر دینا میری بیٹی آمنہ کا عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ بہتر ہے اور یہ پیغام لے کر اپنے دوستوں میں سے کسی کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور وہ بھی چاہتے تھے نکاح کر دینا اور ایسی عورت کو جو نسب اور حسب اور پاکدامنی کے شرف کے ساتھ بدرجہ کمال ممتاز ہو تلاش کرتے تھے سو آمنہ بنت وہب کو ان سب بڑے اوصاف کے ساتھ متصف پایا تو ان کے ساتھ عبداللہ کا نکاح کر دیا۔"(۳)

اس میلاد نامے کا مطبوعہ نسخہ ۱۸۸۶ء کراچی یونیورسٹی لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا کرامت علی کا طرز تحریر نہایت صاف، سادہ اور سلیس ہے۔

لطافت حسین

لطافت حسین کی تصنیف "فضائل و معجزات رسالتمآبؐ" کا ایک نادر مخطوطہ جو مصنف کا اپنا تحریر کردہ

ہے' خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری' بانکی پور پٹنہ میں موجود ہے۔(۱۴) یہ مخطوطہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں مصنف نے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کے بیان کے سلسلہ میں کتب احادیث اور بہت سی دیگر کتابوں مثلاً سفر السعادت' روضۃ الاحباب' معارج النبوت' کتاب الشفاء' اور مواہب اللدنیہ وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری کا میلاد منظوم ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء کا مطبوعہ ہے اور ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ ملک کے نامور محقق و نقاد مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ نسخہ پاکستان بھی کسی اور لائبریری میں موجود نہیں اس لئے نادر و نایاب ہے۔

اس میں آغاز حال سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلب' نکاح عبداللہ با جناب آمنہؓ و کیفیت حمل' میلاد سر دفتر ایجاد صلی اللہ علیہ وسلم' رضاعت و بچپن' مناجات عبدالمطلب در حرم کعبہ' بعثت و نزول قرآن مجید و کیفیت غار حرا' بیان ایمان صدیق اکبرؓ ذکر شفاعت اور بیان شمائل کے عنوانات ہیں۔

اس میں بیان کردہ روایات کے مستند و معتبر ہونے کے بارے میں مصنف نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

ہو چکا حال شفاعت سب بیان
ختم کرتا ہے مسیح اب داستان
اے ثنا خوان رسول دوسرا
مثنوی کیا خوب لکھی واہ وا
ہے صحیح و معتبر تیرا کلام
ترجمہ ہے یہ حدیثوں کا تمام
سن کے یہ تیرا بیان باثر
وجد میں ہیں اہل ایماں سربسر
رو رہے ہیں عاشقان مصطفیٰ
شور ہے ہر سو جزاک اللہ کا
(۱۵)

حضرت صفیہؓ پھوپھی محترمہ رسالتمابؐ سے منسوب روایت وقت ولادت نبی کریمؐ کا بیان ملاحظہ ہو:

یوں حضرت صفیہ کا ارشاد ہے یہاں
اس رات کو حضور میں حاضر تھی میں وہاں
پیدا ہوئے جو قبلہ دیں با ضیاء و نور

نور خدا نے خلق میں جس دم کیا ظہور
دیکھا کہ پہلے جھک گئے سجدے میں شاہ دیں
نور جبین پاک سے روشن ہوئی زمین
جنبش میں آئے لب تو جھک کے میں بھی اس مقام
دیکھوں تو یعنی کہتے ہیں کیا سید انامؐ
دیکھا تو پہلے کلمہ توحید کو پڑھا
بعد اس کے آپ نے پھر امتی کہا
چاہا جو میں نے غسل تو ہاتف نے دی ندا
بس اے صفیہ ہاتھ نہ حضرت کو تو لگا
آیا ہے اس کا غسل عبث تیرے دھیان میں
بھیجا ہے ہم نے طیب و طاہر جہان میں
(۱۶)

مسیح فتح پوری نے نبی کریمؐ کے میلاد اور اوصاف و تذکار کے بیان میں اتنی جزئیات و تفصیلات قلمبند کی ہیں کہ ان سے ان کے معاصر ادبی و فنی رویوں کی جھلکیاں اس میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ انہوں نے تشبیہ و استعارہ اور الفاظ و تراکیب کے استعمال میں اس موضوع کے تقدس اور تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ایک سو تیس سال گذرنے کے باوجود اس مثنوی میں ذوق شعر اسی طرح اپنا جادو جگا رہا ہے اور کوئی لفظ یا ترکیب متروک یا خلاف قاعدہ نظر نہیں آتی۔

نواب احمد یار خاں

نواب احمد یار خاں روہیل کھنڈ کے نواب محمد ذوالفقار خاں دلاور جنگ کے صاحبزادے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "مولد شریف" نثر کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۶۱ء ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور روایات کا بیان کم و بیش عام میلاد ناموں کی طرح ہے البتہ اس میں مصنف نے مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ بسم اللہ کے فضائل کے بیان میں تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھا ہے:

> "تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پرچہ کاغذ کا زمین پر پائے اور اس میں لکھا ہو۔
> بسم اللہ الرحمن الرحیم اور وہ شخص اس کاغذ کو بسبب تعظیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اٹھا لے وہ شخص خدا کے نزدیک صدیقین میں لکھا جائے گا اور اس کے ماں باپ سے اگرچہ مشرک ہوں، عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔" (۱۷)

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بڑے سادہ اور عام فہم الفاظ

میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ میلاد نامہ مختصر ہونے کے باوجود معلوماتی ہے اور اس خوبی کے لحاظ سے لگتا ہے گویا دریا کوزے میں بند کیا گیا ہے۔

شیخ حسرت کرنولی (م ۱۲۸۷ھ)

شیخ احمد ولد محمد علی صدیقی حسرت تخلص کرتے تھے۔ وطن قمر نگر المعروف کرنول تھا مگر حیدر آباد چلے آئے تھے۔ ان کی نظم و نثر کی تصانیف میں ایک نثری مولود نامہ "چار باغ احمدی" بھی ہے جو ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ۲۹۔ اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ کتاب کے موضوع کا تعارف کرایا گیا ہے:

پس از حمد خدا نعت پیمبر
بیاں نور و تولد کا ہے بہتر
سنو نور محمدؐ کی حکایت
کہ راوی معتبر سے ہے روایت
نکل کر نور حق سے نور احمد
رہا پردوں میں کرتا ذکر بے حد
ہوئی مخلوق ساری اس سے پیدا
دو عالم ہو گئے یکسر ہویدا
(۱۸)

نور محمدیؐ کے پشت بہ پشت منتقل ہونے کا ذکر کر کے مثنوی کو حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں شیر خوارگی کے زمانے تک ختم کر دیا گیا ہے۔ مثنوی کے آخری تین شعر درج ذیل ہیں:

یہاں سے نظم کر موقوف حسرت
بیاں کر نثر میں تھوڑی فضیلت
کہاں تحریر ہو حال محمدؐ
بہت ہے طول احوال محمدؐ
ادب سے تم جھکا کر سر عزیزو
پڑھو صلوات حضرت پر عزیزو
(۱۹)

حسرت نے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ان کے لڑکے اکثر اوقات تقاضا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احوال ہندی محاورے میں تحریر فرمائیں تاکہ ہم اسے پڑھ کر سعادت دارین حاصل کریں' اس لیے میں نے اپنے لئے بھی سعادت خیال کر کے تولد آپؐ کا اور فضیلت

اس کی اور جو کرشمے کہ اس نور مبارک سے ظاہر ہوئے ہیں، وغیرہ احوال بعد تولد کے گذرا کتب معتبرہ سے مختصر لکھ کر چار باغ احمدی نام رکھا۔" (۲۰)

پوری کتاب کو چار باغوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باغ میں پیدائش نور محمدی، اس کی فضیلت اور کرشموں کا بیان ہے۔ دوسرے باغ میں تولد آنحضرتؐ کا بیان ہے۔ تیسرے باغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح، نبی کریمؐ کے ساتھ ہونے کا بیان ہے۔ چوتھے باغ میں جبرئیل کے نبی کریمؐ پر وحی لے کر نازل ہونے کا بیان ہے۔" (۲۱)

انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود خطی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور انھوں نے اس کا نام بھی تاریخی رکھا ہے۔ اس مخطوطے کی عبارت اگرچہ سادہ ہے لیکن کہیں کہیں آرائش بیان سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

"دل آپ کا اس نور سے روشنائی پاتا تھا اور سینہ صفائی پاتا تھا۔ نظر روشنائی پاتی تھی۔ طراوت بدن میں آتی تھی الغرض جب جلوس مسند نبوت کا دور نزدیک پہنچا اور کفر کے زوال کا وقت آیا تو آپؐ نے کوہ حرا کے غار کو اپنی خلوت گاہ بنائی، یعنی یاد الٰہی کے لئے اختیار کی تنہائی۔ ہمیشہ خدا کا ذکر کرتے تھے۔ دم وحدت کا بھرتے تھے۔" (۲۲)

اس کتاب کے آخر میں حسرت نے اپنی ایک اور تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے:

"جاننا چاہئے کہ یہ محرر اوراق نے احوال وفات و تجہیز و تکفین آنحضرتؐ کتاب چار چمن شہادت کے پہلے چمن میں مفصل لکھا ہے۔" (۲۳)

اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ یہ مفصل کتاب لکھی گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر لکھی گئی تھی تو اس کا مخطوطہ کہاں ہے؟ "چار باغ احمدی" کتاب کے نام سے سال تاریخ بھی نکلتا ہے۔

بیاں چار باغ احمدی اب
مفصل ہوئے حسرت سے رقم کب
اگرچہ یہ بیان مختصر ہے
پہ ہر اک معتقد کو پر اثر ہے
۷۰ھ (۲۴)

زبان و بیان کے اعتبار سے چار باغ احمدی میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

محمد مہدی واصف

محمد مہدی واصف نے رسالہ "توصیف النبی" ۱۲۸۰ھ میں لکھا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے شمائل و خصائل اور آپ کے ۳۵ القابوں کی وضاحت لکھی ہے۔ عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کیا ہے:

"الٰہی! اس مبارک رسالے کو جس میں تیرے نبی کریمؐ اور روفؐ و رحیمؐ کے

چند فضائل اور فرخندہ خصائل مذکور ہیں زیور قبول عطا فرما۔"(۲۵)

یہ مخطوطہ جلی نستعلیق خط میں صاف اور واضح لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ کاغذ ولایتی ساخت کا معلوم ہوتا ہے جو کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

محمد مہدی کے فرزند محمد عبدالکریم نے قطعہ تاریخ لکھا ہے' جو درج ذیل ہے:

نبی کی جو تاریخ واصف نے لکھی
مبارک ہے لاریب یہ اس کی تالیف
لکھا کلک والا نے تاریخ اس کی
مرصع ہے واللہ واصف کی توصیف(۲۶)

یہ رسالہ نثر میں ہے۔ اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

"الٰہی جب قیامت ہو اور میں گور سے اٹھوں اس توصیف کے صلہ میں رسول کریمؐ کی نعلین برداری کی دولت مجھے دے اور خاک نعلین مبارک کا سرمہ میری آنکھوں میں لگا۔ آمین یا رب العالمین۔"(۲۷)

محمد مہدی واصف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں امت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھی تھی۔ انہوں نے شمائل النبیؐ بیان کرنے کے بعد آپؐ سے استمداد و طلبی پر کتاب کو ختم کیا ہے۔ اس دور میں تذکار رسالتمابؐ سے میلاد نگاروں نے اصلاح احوال کا کام لیا۔ ان قومی و ملی تحریکوں نے میلادیہ موضوعات و اسالیب کو بھی متاثر کیا۔ اب ان میں قومی و ملی آشوب پر اجتماعی صورت حال کا جائزہ بھی شامل ہو گیا۔ اس دور کی خصوصی عطائی کریمؐ سے استمداد و نجات طلبی کا مخصوص انداز ہے۔

سلامت اللہ کشفی (م ۱۸۶۴ء)

مولانا سلامت اللہ کشفی بدایوں کے مشہور متولی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی ابوالمعانی بدایونی' مولوی عبدالمجید قادری اور مولوی ولی اللہ جونپوری سے حاصل کی۔ مولوی مدن سعدالدین شاہ جہانپوری سے تحصیل علم کے بعد شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہرویؒ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ بدایوں سے ترک سکونت کر کے کچھ مدت لکھنؤ میں رہے اور پھر وہاں سے کانپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی وہیں ۱۳۔ رجب ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) کو انتقال ہوا۔ شعر و شاعری میں قتیل کے شاگرد تھے۔ کشفی تخلص تھا۔ ان کی تصانیف میں تحفتہ الاحباب' معرکتہ الارا' شہاب ثاقب' برق خاطف' اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام (میلادی روایات کے بارے میں رسالہ ہے)' دیوان کشفی اور میلاد نامہ "خدا کی رحمت" خاص طور پر مشہور ہیں۔(۲۸) موئے مبارک اور آثار شریفہ کی زیارت کے متعلق ان کی کتاب "شفاء اللہ فی اثبات فضائل شعر رسول اللہ" ستر صفحات پر مشتمل ہے جو ادارہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن سے ۱۹۲۳ء میں چھپی ہے۔

میلاد نامہ "خدا کی رحمت" ۱۲۷۵ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا تھا۔ اس کا قطعہ تاریخ درج ذیل

ہے:

چوں قطب دہر حضرت کشفی رقم نمود
در ذکر مولود نبوی ایں رسالہ را
از بہر سال ختم چنیں مایہ نجات
صابر بدیمہ "گفت زہی رحمت خدا"
۱۲۷۵ھ (۲۹)

یہ میلاد نامہ نثر کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدی ' بیان تولد شریف ' حال صلى الله عليه وسلم' احوال رضاع شریف ' بیان شق صدر ' بیان حلیہ شریف ' بیان مہر نبوت اور فضائل درود شریف شامل ہیں۔ آخری تین صفحات میں قطعات تاریخ اور ترجیع بند مولوی غلام امام شہید دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"بعد حمد خدا اور نعت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء کے مسلمانوں کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ عمل مجلسوں مولود شریف کا جس طرح سے مہینے ربیع الاول اور سوا اس کے اور مہینوں میں معمول ملک ہند میں ہے ' قدیم سے ثابت اور معمول دین کے عالموں اور بزرگوں کا ہے۔ چنانچہ زیادہ چھ سو برس سے زمانہ گذرتا ہے کہ کتابوں معتبرے رواج عمل خیر کا عرب عجم روم شام میں پایا جاتا ہے۔" (۳۰)

خدا کی رحمت کا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"کسریٰ نے عبدالمسیح اپنے ایلچی کو سطیح پاس بھیجا جب یہ قاصد سطیح کے شہر میں آیا اس کو سکرات موت میں پایا وقت ملاقات عرض سلام نوشیرواں کی طرف سے کی سطیح نے کچھ جواب نہ دیا بعد اس کے عبدالمسیح نے کئی بیتیں پڑھیں کہ مشتمل احوال کسریٰ اور اس کے سوال پر تھیں سطیح نے جب ان بیتوں کو سنا کہا عبدالمسیح آیا ہے بجانب سطیح سوار اونٹ تھکی ہوئے پر چلنے سے اس وقت کہ سطیح قریب اس کے ہی کہ قبر میں داخل ہو۔ نوشیرواں کا سبب ہلنے محل اور گر پڑنے کنگوروں کے اور بجھنے آگ فارسیوں اور خواب موبدان کے کہ دیکھا ہی کہ اونٹ سرکشی عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہیں یہاں تک کہ دجلے سے گذری اے عبدالمسیح جس وقت کہ پیدا ہو تلاوت یعنی قرآن پڑھنا اور ظاہر ہو صاحب عقبیٰ یعنی محمدؐ اور جاری ہو نہر ساوہ اور خشک ہو جائے دریا چہ ساوہ اور بجھے آگ فارس والوں کی بابل مقام فارسیوں اور شام مقام سطیح نہ ہو یعنی حکومت فارس والوں کی زمین بابل سے دور ہو اور سطیح مرجائے اور علم کہانت زمین شام میں نہ رہے۔" (۳۱)

اس میلاد نامہ کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

یہ بات سچ ہے کہ آدم سے لے کے تا عیسیٰ

خدا کے بعد بڑے سب سے ہیں رسولؐ خدا

(۳۲)

مولانا کشفی کا انداز تحریر بہت پرانا اور قدیم ہے۔ حالانکہ ان کے وطن بدایوں کے اکثر و بیشتر علماء اس دور میں سلیس اور صاف اردو میں کئی کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ ان کے ہاں پرانی ترکیبوں' مضاف' مضاف الیہ سے پہلے' موصوف' صفت سے پہلے اور پرانے طریقے پر جمع کا استعمال عام ہے۔

میلاد نامہ "خدا کی رحمت" کے دو مطبوعہ نسخے' مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۶۰ھ ر ۱۸۴۴ء اور مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ ر ۱۸۵۸ء کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہیں۔ اور مطبع احمدی لکھنؤ کا ۱۳۰۳ھ ر ۱۸۸۶ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ ان اشاعتوں سے اس میلاد نامہ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء۔ ۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں انصاریوں کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ دستور کے مطابق قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دینی درسگاہوں سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی آئے اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے بیٹوں کے اتالیق کے طور پر آٹھ سال کام کرتے رہے۔ پھر گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازمت کر لی اور یہاں سے معلم ہو کر عربک کالج دہلی چلے آئے۔ نظام حیدر آباد نے ادبی خدمات کے صلہ میں وظیفہ مقرر کر دیا۔ حالی کو ۱۹۰۴ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۴ء کو پانی پت میں انتقال ہوا۔

مولانا محمد حسین آزاد' مولوی نذیر احمد' سر سید' مولوی چراغ علی' نواب محسن الملک' شبلی نعمانی' اکبر الہ آبادی اور آغا حشر کاشمیری ان کے معاصر علمی احباب تھے۔

حالی نے نظم و نثر میں کئی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں مولود شریف' حیات سعدی' یادگار غالب' حیات جاوید' مقدمہ شعر و شاعری اور مسدس حالی کو شہرت دوام حاصل ہے۔ ان کے ہاتھوں اردو ادب کے دور جدید کا آغاز ہوا۔ اور بحیثیت ادیب و شاعر اور سوانح نگار انہیں اردو کے بلند پایہ ادیبوں میں جگہ ملی۔

حالی نے ۱۸۶۴ء میں ۹۸ صفحات پر مشتمل "مولود شریف" لکھا۔ اسے ان کے صاحبزادے خواجہ سجاد حسین نے ۱۹۳۳ء میں حالی پریس پانی پت سے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ "مولود شریف" حالی کی پہلی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تریاق مسموم کو حالی کی اولین کتاب قرار دیا ہے۔(۳۳) اس طرح ڈاکٹر عبدالقیوم بھی مولود شریف کو حالی کی پہلی تصنیف قرار دیتے ہیں۔(۳۴) میلاد شریف کے نام سے اس کا خطی نسخہ جو شیخ محمد اسماعیل پانی پت کے پاس موجود تھا اس پر ۱۸۶۴ء کی مہر لگی ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں خواجہ سجاد حسین "مولود شریف" کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب ۱۸۶۴ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان لکھی گئی' کیونکہ جو مسودہ برآمد ہوا ہے' اس کے اوراق کے گوشوں پر ابھری ہوئی مہر ۱۸۶۴ء کی لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ مہر

ثبت ہونا تاریخ تصنیف کی قطعی دلیل نہیں ہے' تاہم قرائن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۷۰ء سے قبل اس کی تصنیف ہو چکی تھی' کیونکہ نواب غلام مصطفیٰ خاں شیفتہ کی وفات: (۱۸۶۹ء) کے قریب ایام جب میں دہلی میں والد صاحب کے پاس گیا' جو اس وقت نواب شیفتہ کی سرکار میں ملازم تھے تو والد مرحوم نے ایک بیاض میں آنحضرتؐ کا نسب نامہ اور مختصر حالات یاد کرنے کے لئے لکھوائے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں تازہ تازہ محفوظ تھا لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ شاید اس سبب سے کہ بعد میں مولانا نے ان کو مناسب نہ سمجھا ہو' اس وجہ سے ایک دوسری مبسوط سیرت لکھنے کا انہیں آخر عمر تک خیال رہا ہے' جسے مولانا شبلی نے پورا کیا۔ یہ غالباً والد مرحوم کی اولین تصنیف ہے۔ انہیں رسول اللہؐ سے عشق تھا اور تادم مرگ یہی جذبہ موجود رہا۔ البتہ اکثر نئے خیالات دیکھ کر لوگ چیں بہ جبیں ہوئے۔"(۳۵)

حالی نے اپنے "مولود شریف" میں نبی کریمؐ کے عادات و خصائل' حسن سلوک' عفو و درگذر' فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔ سرسید کی طرح حالی نے بھی اپنے مولود شریف میں ولادت باسعادت کا تذکرہ پورے مذہبی جوش و جذبہ سے کیا ہے۔ اور میلاد ناموں میں پائی جانے والی قریباً تمام روایات کو قلمبند کیا ہے۔ سرسید اور حالی کے موالید کا موازنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

"سرسید احمد خان نے بھی ابتداً" اپنے مولود شریف میں مروجہ تمام روایات کو بڑے فخر سے دہرایا تھا لیکن بعد میں "جلا القلوب بذکر المحبوب" پر تبصرہ کرتے ہوئے ان سے برأت کا اعلان کر دیا۔ حالی نے اس قسم کا سجدہ سہو نہیں کیا اور نبی کریمؐ کی ذات سے عشق کی وجہ سے اکثر ان احادیث اور بیانات کے ذکر سے اپنے مولود شریف کو مزین کیا جو مولود ناموں کی خصوصیت بن چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ کے حمل کے وقت روشنی کا ظہور' دیگر عورتوں کا نور محمدیؐ منتقل ہونے کی وجہ سے حسد کرنا' آپؐ کی ولادت کے وقت دنیا کا بقعہ نور ہونا' ستاروں کا زمین پر جھک جانا' حوروں کا استقبال کرنا' بتوں کا منہ کے بل گرنا' ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا' آتش کدہ فارس بجھنا' ابر رحمت کا نازل ہونا' سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔"(۳۶)

مولود شریف کے آخر میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں اور پھر نثری مناجات ہے۔ اس مناجات کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے لکھا ہے کہ یہ "منظوم مناجاتوں سے زیادہ دلکش ہے۔"(۳۷)

مولود شریف کی دو عبارات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ پہلی عبارت میں مولود شریف کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس میں حالی لکھتے ہیں:

"الٰہی! کیا مجال اور کیا تاب و طاقت جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔ تو قدیم'

ہم حادث' تو خالق' ہم مخلوق' تیری نعمتیں بے انتہا اور بے انتہا نعمتوں کا شکر بھی بے انتہا' ہماری ابتداء بھی فنا اور انتہا بھی فنا۔" (۳۸)

درج ذیل دوسری عبارت میں نبی کریمؐ کے طفیل مسلمانوں کو فضیلت و بزرگی حاصل ہوئی ہے' اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں:

"ہاں اے امت محمدؐ یہ فخر کرنے کا مقام ہے۔ جو شرف آج تم کو حاصل ہے' تم سے پہلے کسی کو ملا ہے تو بتا دو! اللہ جل شانہ' نے تم کو خیر امم بنایا۔ تمہارے دین کو کامل کیا' تم پر اپنی نعمت تمام کی اور امتوں پر وہ فضیلت دی جو اس کی ذات کو تمام مخلوقات پر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تمہارے دیدار کا مشتاق کیا' اور جب تمہارے دیکھنے کی آس نہ رہی تو تمہارے خواجہ تاشی کی آرزو دل میں ڈالی۔" (۳۹)

مولود شریف حالی کی پہلی نثری تصنیف اور عشق و محبت رسالتمابؐ کا ترجمان ہونے کی وجہ سے بہت اہم ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ تکرار لفظی و معنوی اور تمثیلی انداز بیاں کی وجہ سے قدیم نثر کے مشابہ ہے۔ زبور اور انجیل کے حوالوں سے بھی بیان کو مدلل و موثر بنایا گیا ہے۔ مذہبی جوش و جذبہ اور عقیدت مندی کے عناصر نے اسے ہر لحاظ سے ایک وقیع تصنیف بنا دیا ہے۔

حالی نے مسدس میں بھی میلادیہ اشعار لکھے ہیں۔ نیز مسدس کے اشعار میں آپؐ کے بشری اوصاف و خصائل کو اجاگر کیا ہے۔ یہ اشعار بلیغ استعاراتی انداز میں واقعیت اور شعریت کا حسین امتزاج ہیں۔ حالی نے رنگین بیانی کی بجائے حد درجہ محتاط انداز اختیار کیا ہے۔ مسدس سے ایک بند ملاحظہ ہو:

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ
(۴۰)

ملکی و ملی مسائل و مصائب کے اظہار میں حالی کی معروف مناجات نبی کریمؐ کے حضور التجا' فریاد اور استمداد طلبی کے لحاظ سے منفرد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

موضوع کے اعتبار سے اس مناجات نے اردو میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ حالی نے مسدس

میں امت مسلمہ کو مذہبی اور دینی معاملات میں نبی کریمؐ کے اتباع کا درس انتہائی سوز و گداز' خلوص اور درد مندی سے دیا ہے۔

مولوی عبدالرحیم

مولوی عبدالرحیم کا تخلص رحیم تھا۔ ان کے والد کا نام شیخ مخدوم بخش ابن شیخ شاہ محمد اور استاد کا نام مولوی محمد برہان الدین ہنسوی تھا۔ قصبہ چیت بھیلی پور پرگنہ و ضلع فتح پور کے رہنے والے تھے۔

ان کی تصنیف مولود شریف' حمد' نعت' تصوف و رمز عرفان و تلقین مرشد و طریقہ ذکر و اشغال کے ساتھ ترتیب محفل میلاد شریف' سلام' پیدائش نور کرامت' ظہور سرور عالم" قصیدہ در میلاد شریف' مبارکباد پیدائش سرور عالم" معراج رسولؐ دوعالم' اشتیاق طواف کعبہ اور دیگر عنوانات پر مشتمل ہے۔ رحیم کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے' انہوں نے صنائع بدائع اور تلمیحات کا استعمال بہت لطافت و ندرت کے ساتھ کیا ہے۔ شیفتگی' عقیدت اور خلوص ہر جگہ موجزن نظر آتا ہے:

مبارک یہ فرزند ہو سب جہاں کو
سزاوار ہو مادر مہرباں کو
مبارک ہو خیرالبشر بوالبشر کو
ملائک و غلماں و حور جناں کو
بشرح زبوری ثنا جس کی دیکھی
مبارک ہو داؤد شیریں زباں کو
محمدؐ کے شائق تھے توریت پڑھ کر
ہو فرخندہ موسائے عذب اللساں کو
خبر تھی جو انجیل میں ان کے دم کی
ہو فرخ یہ عیسائے روح رواں کو
جو بیتاب دیدار سے مطلب ہے
مبارک پسرزادہ ہو دادا جاں کو
(۴۱)

حاجی محمد صاحب علی خان مارہروی

حاجی محمد صاحب علی خاں مارہروی خلف محمد نذر علی خاں مارہرہ کے متوطن تھے۔ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ منورہ رسالتمآبؐ سے مشرف ہونے کے بعد انہوں نے میلاد نامہ بعنوان "میلاد شریف سرور عالم" ۱۲۸۲ھ میں لکھا۔ ان دنوں موصوف بطور تحصیلدار ضلع فتح پور میں تعینات تھے۔ یہ میلاد نامہ مطبع شعلہ طور کانپور سے طبع ہوا۔ میرے مد نظر یہی ۱۲۸۲ھ (بمطابق ۱۸۶۵ء) کا مطبوعہ نسخہ ہے جو ناقص الآخر

ہے اور ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامہ کی لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے' ابتداء میں محمد صاحب علی خاں لکھتے ہیں :

"بندہ گنہگار محمد صاحب علی خاں خدمت میں برادران دینی کے عرض کرتا ہے۔ اور گوش سامعین نوید تازہ سے بھرتا ہے کہ کمترین کو جو شوق زیارت حرمین شریف کا دامن گیر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بغایت سے اس دولت عظمیٰ سے مشرف کیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ہر شخص اپنی مجالس کو بزم میلاد شریف سے ہر شادی و خوشی میں زیب و زینت دیتا ہے۔ اور ہر تقریب میں بشوق جان و دل نام محمدؐ لیتا ہے اگرچہ بندہ پہلے بھی بوفور محبت جناب رسالت مابؐ اس محفل کا نہایت شوق سے اہتمام کرتا تھا اب کہ فعل حرمین کہ مخزن خزانہ شریعت نبویؐ کے ہیں موید اپنی تمنائے دل کا پایا اور بھی ولولہ محبت کا زیادہ ہوا۔ رات دن درگاہ کبریا میں یہی دعا ہے کہ یارب محبت اپنے حبیبؐ کی مدام میرے دل میں مستقیم کر اور ذوق و شوق ذکر احمدیؐ ہمیشہ مہر گنجینہ میں مقیم۔

یاالٰہی مجھ کو حب مصطفیٰؐ میں شاد رکھ
خانہ دل حب احمدؐ سے مرا آباد رکھ
یاالٰہی دے مرے ایمان کو حسن قبول
باکمال حب ختم المرسلین حضرت رسولؐ

اب جو دیکھا اکثر اخوان الصفا نے نسخہ جات مولود مسعود تالیف و تصنیف کئے ہیں اور پیالے شربت شیریں بخش کام جان مدحت محمدیؐ کے پیئے ہیں ہر چند اس ہیچ مدان زلہ ربائے خوان یغمائے صاحبان اس فن شریف کے وہ لب و زبان کہاں کہ بمقابلہ تصانیف عالیہ ان فصیح بیانوں کے ایک حرف بھی کہہ سکے مگر بتصور حصول ثواب کتب مصنفین متقدمین سے گدائی انتخاب مضامین کر کر اس صفحہ قرطاس پر تحریر کرتا ہے اور صف محشر میں بہ عنایات و افضال یزدانی امید محشور ہونے کے صف نعال مداحان جناب مصطفویؐ میں رکھتا ہے۔ شائقان اس بزم نگارین کو مژدہ ہو کہ جس جگہ اور جس محفل میں ذکر حضرتؐ کا ہوتا ہے۔ فرشتے نور کے وہاں نازل ہوتے ہیں اور دل میں ایک اور ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔"(۴۲)

میلاد شریف سرور عالم میں میلاد نامہ لکھنے کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد محفل میلاد کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد نور محمدیؐ کے بیان سے آغاز کر کے حضرت عبداللہ کی حفاظت کے واقعات' شادی' حضرت عبداللہ کا سانحہ ارتحال' کتب سابقہ میں آپؐ کی بشارات' کعب احبارؓ' تبع کی روایات' نبی کریمؐ کے ۹۹ اسمائے مبارکہ' جشن ولادت باسعادت' قیام و تعظیم بوقت ولادت' سلام' ولادت کے بعد کے

معجزات' آپؐ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا' شیر خوارگی' دائی حلیمہؓ کے ہاں پرورش' بچپن کے حالات و معجزات' شق صدر' معراج اور آسمانوں کی سیر جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔
نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"روایت ہے کہ اسی طور سے آپؐ نے تین برس حلیمہ سعدیہؓ کے گھر نشوونما پایا۔ ایک دن فرمایا کہ اے مادر مہربان دن کو برادران رضاعی میرے کہاں جایا کرتے ہیں حلیمہؓ نے کہا دن کو بکریاں چراتے ہیں۔ شام کو گھر آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کل سے میں بھی بکریاں تیری چراؤں گا۔ مجھ کو اس کام کی بھی لیاقت نہیں۔ حلیمہؓ نے رو کر عذرات کیے اور کہا سب حکم بسرو چشم بجا لاؤں گی مگر جنگل میں نہ جانے دوں گی۔ آپؐ نے کچھ نہ سنا صبح کو بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے کو جانب صحرا روانہ ہوئے پھر تو معمول یہی ٹھہر گیا۔ ایک دن حلیمہؓ کا بیٹا روتا چلاتا گھر دوڑتا آیا اور رو رو کر ماں سے کہنے لگا کہ دو شخص محمدؐ کو اٹھا کر پہاڑی پر لے گئے اور سینہ بے کینہ پر چھری چلائی میں یہ حال دیکھ کر بھاگ آیا ہوں۔ نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا اس خبر کے سنتے ہی حلیمہؓ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور چلانے لگی پھر جو کچھ ہوش آیا تو جنگل کو چلی اور راہ میں باگریہ و زاری دعا مانگتی تھی الٰہی میرا پیارا محمدؐ سلامت رہے چاہے حلیمہؓ کی ساری اولاد مرجائے کیا دیکھتی ہے کہ آپ سامنے سے چلے آتے ہیں ہنس کر فرمایا تو کیوں روتی ہے میں سلامت ہوں میرے سینے کو اگرچہ چاک کیا پر میرے دل کو پاک کیا اور آئینہ خاطر سے زنگ کدورت کو دھویا' حلیمہؓ نے خوش ہو کر چھاتی سے لگایا اور گھر لا کر بعد چندے مکہ کو روانہ ہوئی۔"(۴۳)

"میلاد شریف سرور عالمؐ" میں جا بجا قرآنی آیات اور عربی فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب کو استعمال کیا گیا ہے۔ مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر صفحے پر عبارات کے درمیان میں موقع و محل کی مناسبت سے فارسی اور اردو کے اشعار اور قطعات لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ مولف فن میلاد کی نزاکت منصب میلاد نگاری سے عہدہ برآ ہونے کی مشکلات اور کوتاہی اظہار سے بخوبی واقف ہے۔ میلادی روایات کے لحاظ سے اس میں عام مروج میلاد ناموں کی سی روایات بیان کی گئی ہیں۔ قدامت زبان کے باوجود تفہیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

مولوی محمد علی خاں سعید

مولوی محمد علی خاں سعید لکھنوی نے میلاد نامہ "زیور ایمان" حاجی بدرالدین نظامی کی فرمائش پر لکھا اور نظامی لیتھو پریس' پانچ پتی' احمد آباد سے طبع ہوا۔ یہ میلاد نامہ چھیانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے سال طباعت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس کے لب ولہجہ اور انداز بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خواتین کی محافل میلاد کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔

ان کا دوسرا میلاد نامہ "مولود سعیدی" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو ولادت مبارکہ، معراج شریف اور وفات مبارکہ کے تین مروجہ عنوانوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں شامل میلادیہ و نعتیہ کلام کو غزل کا نام دیا گیا ہے۔ روایات اور دیگر بیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن و حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ معجزات بھی وہی منتخب کر کے لکھے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں ملتا ہے۔ حضورؐ کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ مجلسی تقاضوں کی وجہ سے بعض مقامات پر مبالغہ آرائی کی کیفیت بھی ملتی ہے۔ زبان و بیان عام طور پر دقت و ثقالت سے پاک ہے لیکن زور بیان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے یا پھر ایسی عبارات ہیں جو دیگر میلاد ناموں سے ہو بہو نقل کر لی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی وفات پر آپؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے منہ سے رنج و غم کے جن احساسات کو منظوم کیا گیا ہے، وہ خالص لکھنؤی ماحول کی پیداوار لگتی ہے۔ آخر میں کچھ ہندی اشعار ہیں جن میں ہندی شاعری کی روایات کے مطابق ہجر و جدائی کے جذبات کا اظہار نسوانی لب و لہجہ میں کیا گیا ہے۔

میلادیہ مضامین کے ساتھ ساتھ فضیلت درود شریف "مولود سعیدی" میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف لکھتا ہے:

درود شریف کی فضیلت پر سب علمائے دین اتفاق کرتے ہیں۔ انسان کیا فرشتوں سے بھی اس کی تعریف ممکن نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں لاکھوں دین و دنیا کے فائدے اس کے پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری امت میں سے ایکبار درود پڑھے گا ستر درود کا ثواب پائے گا اور دل اس کا نور خیز برکت سے معمور اور فکر دنیا اور فاقہ کشی اور بغض و حسد و کینے سے دور ہوتا ہے اور لاکھوں برکتیں پاتا ہے۔

سنو بیان ولادت کا اب درود پڑھو
اٹھو جناب کی تعظیم کو درود پڑھو
اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
رسول پاک کو راضی کرو درود پڑھو
جو دین کی ہو طلب طالبو درود پڑھو
بہشت پاؤگے اے مومنو درود پڑھو
عوض درود کے عقبیٰ میں خلد پاؤگے
عزیز مفت کا سودا ہے لو درود پڑھو
جو چاہتے ہو کہ کچھ رزق کی کشائش ہو
تو اس جناب پہ اے مفلسو درود پڑھو

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے کے گناہ

نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور درود پڑھنے سے دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوتی اور جس وقت حضرتؐ کا امتی درود پڑھتا ہے۔ فرشتے آسمان سے کشتی مرصع اس کے سامنے لاتے ہیں اور درود شریف کو اس کشتی میں رکھ کر مدینہ منورہ میں جہاں آپؐ تشریف فرما ہیں' آپؐ کے سامنے لے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ آپؐ کے فلاں امتی نے بعد از نماز آپؐ پر یہ درود بھیجا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نہایت خوش ہوتے اور فرماتے ہیں کہ اس کا اعمال نامہ لاؤ اور پھر آپؐ اس اعمال نامے میں نیکیاں لکھواتے ہیں۔" (۴۳)

جس زمانے میں یہ میلاد نامہ لکھا گیا ہے۔ اس دور میں دیوبندی اور بریلی مکاتیب فکر کے آغاز کی وجہ سے محافل میلاد میں درود و سلام اور میلاد ناموں کی اشاعت کو فروغ حاصل ہوا۔ لکھنوی مزاج کے زیر اثر میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کی تعریف کا رجحان غالب رہا مگر میلادیہ اسلوب میں پھر بھی واضح فرق نظر آتا ہے۔ شفاعت امت محمدیہ کے بیان کے سلسلہ میں مولود سعیدی سے اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

قیامت کے دن سب لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یا محمدؐ آپ شفیع محشر ہیں ہم کو مصیبت سے نجات دلوایئے آپ ان لوگوں کی طرف نظر رحمت سے دیکھ کر کلمات تسکین فرماتے ہوئے کمر شفاعت باندھیں گے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے یارب امتی یارب امتی فرماتے ہوئے عمامہ شریف سر سے اتار کر سجدے میں جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے خداوند عالم تو نے مجھے شفیع محشر فرمایا ہے اور تو غفور الرحیم ہے۔ روایت ہے کہ ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورتو اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؓ علیؓ شیر خدا کی بی بی' حسن مجتبیٰؓ اور حسینؓ شہید کربلا کی والدہ اور زینبؓ مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضرور نہیں مگر وہ اس طرح سے آویں گی کہ عورتیں دیکھنے کی متحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود عمامہ مبارک دست راست میں لئے اور کرتہ زہر آلود حضرت امام حسنؓ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؓ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی۔ اے رب میرے وہ حسینؓ جن کے واسطے تو نے جنت سے پیراہن بھیجے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسولؐ کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چومتے تھے ان کو خنجر سے شہید کیا زینب بھائی کی محبت سے بیتاب ہو کے چلا کے یہ کہتی تھیں۔

جس حلق پہ منہ احمد مرسل نے ملا ہے
اے فاطمہ دوڑو تہ خنجر وہ گلا ہے

خدایا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت تنہائی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اپنے نانا جان سے کہتے تھے:

سینے کو جو تیروں سے جفا کیشوں نے چھانا

چلائے کہ گرتا ہوں سنبھالو مرے نانا
نانا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
آمادہ مرے قتل پہ جلاد ہوئے ہیں
اک بوند دم تشنہ لبی وہ نہیں دیتے
دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے
دنیا کے لئے خانہ زہرا کو اجاڑا
آباد کیا شام کو بطحا کو اجاڑا

خدایا میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کئے کہ خیمہ تک جلایا اور ریگستان کربلا میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور پیغمبر ممبروں سے گر پڑیں گے۔ فاطمہ زہرا عرض کریں گی۔

فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی
دے داد میری' لٹ گئی بیٹی رسول کی
بیٹی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے
مارا ہے مرے لال کو مولا دھائی ہے
کیوں کوفیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو
کیوں شامیوں نے میرے بجھایا چراغ کو
یارب جو انتقام میں اپنا نہ پاؤں گی
تا حشر تیرے عرش کا پایا ہلاؤں گی
حوریں یہ سن کے بولیں کہ خاموش فاطمہ
تو رحمدل ہے اور خطا پوش فاطمہ
ہم روتے روتے ہو گئے بیہوش فاطمہ
یاں تو خدا کے قہر کا ہے جوش فاطمہ
(۴۵)

اس پورے اقتباس سے لکھنؤ کی مخصوص فضا اور شیعہ مسلک کے زیر اثر میلادیہ اسلوب اور زبان و بیان میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

ہندی بھجنوں اور گیتوں کے زیر اثر نبی کریمؐ کے لئے راجا' راج گسائیں' کنہیا' سائیں' دلارے' بالن بارے اور بالم وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ سب نام ہندی اثرات کے تحت اپنا مخصوص پس منظر رکھتے ہیں مگر نبی کریمؐ سے ان کی نسبت غیر مشروع ہے۔ مولود سعیدی سے ایک ٹکڑا دیکھئے:

سدھ لے موری موہے سرتاجا
سدھ لے کل راجن کے راجا

سدھ لے موری جبرئیل کے سائیں
ی ہتین کے راج گسائیں
سدھ لے موری علی جی کے بھیا
کالی کملی والے کنہیا
اے صدیقؓ کے راج دلارے
عمرؓ عثمانؓ کے پالن ہارے
فاطمہ بی بی کے بابا پیارے
حسنؓ حسینؓ کے پالن ہارے
سدھ لے بی بی خدیجہ کے بالم
صلی اللہ علیہ وسلم
(۳۶)

مولود سعیدی کو عبارات کی روانی و تازگی اور کیف و درد مندی کی وجہ سے میلاد کی محفلوں میں برسوں تک بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے۔ میلاد نگاری کے مجلسی تقاضوں اور شاعرانہ رنگین بیانی میں بعض غیر معتبر روایات بھی قلمبند ہو گئی ہیں تاہم اسے لکھنؤ ماحول و مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس میں اخلاص و درد مندی کا جوہر چمک رہا ہے۔

محمد فضل رسول

مولوی محمد فضل رسول کا مولود منظوم مع قصائد اردو ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۸۷۵ء کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد منقبت خلفائے راشدین لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؐ، ولادت مبارکہ، سلام اور رضاعت و بچپن کے عنوانات ہیں۔ آخر میں قصائد و مناقب کا باب ہے۔ اہلسنت مسلک کے نزدیک محفل میلاد باعث امن و امان ہے۔ اس عقیدے کا اس میلاد نامے میں اظہار کیا گیا ہے۔

ہے عجب راحت جاں مجلس میلاد نبی
باعث امن و اماں مجلس میلاد نبی
(۳۷)

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے وقت کئی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ ان معجزات کے بیان سے چند شعر بطور نمونہ درج ہیں:

دیکھتی کیا ہوں کہ ہیں کچھ بیبیاں
میری کرتی ہیں وہ خاطر داریاں

دیکھ کر ان کو بہت گھبرائی میں
کون ہیں یہ اور کہاں سے آئی ہیں
تب وہ بولیں آسیہ مریم ہیں ہم
اور یہ حوریں ہیں جنت سے بہم
تری خدمت کے لئے آئی ہیں سب
وقت میلاد نبی آیا ہے اب
ناگہاں آواز آئی یک مہیب
ایک مجمع طائراں از بس غریب
جن کی منقاریں زمرد کی تمام
اور بازو ان کے از یاقوت خام
آن کر حجرے کو میرے بھر دیا
اور بصر سے میرے پردہ اٹھ گیا
مشرق و مغرب کو سارے ارض کے
صاف دیکھا میں نے اپنی آنکھ سے
(۴۸)

فضل رسول نے محسن انسانیت کے بیان میلاد میں نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے ذات و صفات محمدی کے اساسی پہلوؤں کے بیان میں محبت و شیفتگی سے موثر اور دل آویز انداز میں اپنے جذب دروں کی ترجمانی کی ہے۔ دراصل ان میلاد نگاروں کا مقصد ادبیت اور شاعری کی بجائے نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج و اشاعت رہا ہے اور یہ رجحان برصغیر کے مخصوص تمدنی و تہذیبی اثرات کے سبب تھا۔

تسلیم گلشن آبادی (م ۱۸۸۷ء)

تسلیم گلشن آبادی کا پورا نام جیلانی بادشاہ اور تخلص تسلیم ہے۔ ۱۸۳۰ء میں ٹیکمال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ میراں عرف صاحب میاں تھا۔ تسلیم کی عمر چار اور پانچ سال کے درمیان تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنے ماموں صاحب حسینی کی سایہ عاطفت میں نشوونما پائی۔ بچپن ہی سے ان کی تعلیم پر پوری توجہ دی گئی۔ خود ان کے ماموں عربی' فارسی اور تصوف وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی انہوں نے اچھی لیاقت پیدا کر لی۔ بیس سال کی عمر میں "مدرسہ حبیبہ" کا انتظام خود سنبھال لیا۔ یہ مدرسہ ان کے ماموں صاحب حسینی کا جاری کردہ تھا۔ ۱۸۶۱ء میں ٹیکمال سے نکل کر گلشن آباد میدک کو اپنا وطن بنا لیا۔

سن شعور ہی سے شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بہت ہی کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے۔ ۱۸۵۶ء میں نواب افضل الدولہ بہادر شاہ دکن کی تخت نشینی کے بعد ساٹھ روپے ماہوار سرکار سے مدد ملنے لگی۔

اس کے علاوہ کچھ ذاتی زراعت بھی تھی۔ صلح کل مسلک اختیار کرنے کی وجہ سے ہر مذہب و ملت کے لوگ گرویدہ تھے۔ ۲۔ شعبان ۱۳۰۵ھ ر ۱۸۸۷ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

تسلیم کا منظوم میلاد نامہ "مخمس تسلیم" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۲۱۵ بند پر مشتمل ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کے بارے میں حسب ذیل عنوانات پر میلادیہ منظومات لکھی ہیں۔

بیان ولادت آنحضرتؐ" بیان اہل عرب کے بارے میں' بیان اوصاف آنحضرتؐ" بیان تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں' بیان اخلاق و عادات محمدیؐ" بیان سراپائے محمدیؐ" بیان در برزخ احمدیؐ" بیان شب معراج اور بیان شفاعت رسالتمابؐ" میں عقیدت کے ساتھ سچائی بیان کی گئی ہے۔

بیان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

حبیب الہی کی عظمت کو دیکھو
رسول خدا کی فضیلت کو دیکھو
ہمارے گناہوں کی کثرت کو دیکھو
وہ دریائے وحدت کی رحمت کو دیکھو
یہ کلفت کو دیکھو وہ الفت کو دیکھو

وہ ملجائے رحمت وہ ماوائے رحمت
سراپا تھا جن کا سراپائے رحمت
خدا عزّ و جلّ کے قامت پہ ہو جائے رحمت
ہم آلودہ عصیاں وہ دریائے رحمت
یہ رحمت کو رحمت کو رحمت کو دیکھو

زمین پر وہ شاہ فلک پایہ آیا
یہ غل تھا کہ فخر عرب آیا آیا
وہ اللہ کا سایہ بے سایہ آیا
شفاعت کا رحمت کا سرمایہ آیا
ظہور مہ برج وحدت کو دیکھو

اگرچہ وہ خود مظہر ماسوا ہے
مگر ماسوا سے وہ نقشہ سوا ہے
مقام محمد وراء الوریٰ ہے
خدا نور ہے اور وہ نور خدا ہے
خدا اور محمدؐ کی نسبت کو دیکھو(۳۹)

تسلیم کے کلام میں روانی' سلاست' سادگی اور عام فہم زبان کا استعمال ہے۔ ان کے اخلاص میں کیف و

اثر جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔

مرزا علی بہار

مرزا علی بہار کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود شریف عرض بہار" ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۲۹ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا۔(۵۰) اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو بڑے احسن طریقہ سے نظم کیا گیا ہے۔

میر عباس

میر عباس نے معجزہ مجبور نظم کیا ہے۔ اس کی ضخامت صرف آٹھ صفحات ہے اور یہ دہلی سے ۱۸۲۹ء میں طبع ہوا۔(۵۱)

احمد خان صوفی اکبر آبادی (م ۱۸۹۷ء)

صوفی احمد خان خلف زمان خان ۱۸۳۳ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ انھیں غلام امامؒ شہید کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ درویش منش ہونے کے باعث صوفی کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔

مولود شریف جدید' ذکر الشہادتین' مثنوی قنون بابل' مثنوی فریاد دل وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ مولود شریف جدید ۱۸۷۰ء میں مطبع مفید آگرہ سے چھپا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں ۸۳ صفحات پر مشتمل نول کشور' کانپور اور ۱۹۰۵ء میں ۸۰ صفحات پر مشتمل مطبع رزاقی' کانپور نے شائع کیا۔ مزید برآں ۱۹۳۲ء میں ۷۲ صفحات پر مشتمل شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے طباعت سے آراستہ کرایا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مولود شریف جدید کی ان اشاعتوں سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولود شریف جدید کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد بیان فضائل میلاد' فضائل محبت سرور کائنات" نور محمدیؐ" تولد شریف' قصیدہ فی مولد النبی الامیؐ" سلام بوقت قیام' مسدس فارسی دربیان کمالات ظاہری و باطنی رسالتمآبؐ" معجزات وقت ولادت' رضاعت' شق صدر' سفر شام' حضرت خدیجہؓ سے نکاح' حلیہ شریف' نسب نامہ شریف' بیان اخلاق جناب رسول مقبولؐ" بیان تواضع' جود و سخا' دلاوری و مردانگی' شرم و حیا' شفقت و رحمت' عدل' زہد' مجاہدات' معجزات' معراج شریف' صفت براق' ترجیع بند فارسی بسلسلہ معراج' بیان وفات شریف' مستزاد در بیان وفات حضرت سرور کائناتؐ' اور روایت یہودی (منظوم) جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس لحاظ سے صوفی اکبر آبادی نے مروج میلاد ناموں کی طرح نبی کریمؐ کی ولادت' معراج اور وفات سے متعلق تمام ضروری تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔ انہوں نے روایات اور واقعات کے بیان میں رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا ہے۔ پیدائش نور محمدیؐ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

"خدا نے اپنے نور سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا ہے اور اسی نور سے تمام موجودات کو ہویدا کیا۔ اور ایک آئینہ خدا نما بنا کر چاہا کہ اس میں اپنا جمال باکمال دیکھے۔ اسی واسطے اپنے نور سے ایک حصہ کو مخصوص بنظر خلقت فرما کر ارشاد کیا کہ کن محمد یعنی ہو جا اے نور محمدؐ۔ اس شرایزد نے بحکم کن فیکون کے مثل ستون حجاب عظمت تک بلند ہو کر نہایت ادب اور تعظیم سے جبین انکساری زمین فرمانبرداری پر رکھ کر سجدہ کیا اور الحمد للہ کہا پھر اس نور کے خداوند تعالیٰ نے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے لوح چوتھے سے قلم بنا کر حکم کیا کہ لکھ اے قلم۔ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں میں اے میرے رب' حکم ہوا کہ لکھ توحید میری' قلم نے نہایت ادب کے ساتھ چار سو برس میں لوح پر لکھا لا الٰہ الا اللہ جس وقت یہ لکھا پھر فرمان ہوا کہ لکھ محمد رسول اللہ' قلم نے جس وقت نام نامی اور اسم گرامی خواجہ کائنات علیہ الصلوات کا لکھا' ہزار برس تک سر بہ سجدہ رہا پھر اٹھا کر کہا السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے آپ ہی جواب دیا وعلیک السلام و علیہ منی الرحمۃ بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ دستور العمل اور روزنامچہ سب امتوں کا۔ چنانچہ اس منشی دیوان قضا نے آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کی امت سے لے کر کرامت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے حق میں لکھا کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری بجالائے گا بہشت میں جائے گا اور جو کوئی نافرمانی کرے گا دوزخ پائے گا۔ پھر اسی نور سے ارواح انبیائے مرسلین اور آسمان و زمین اور فرشتے اور عرش و کرسی' رات دن' چاند سورج بنائے۔ بعد اس کے جبرئیل امین بحکم رب العالمین زمین پر آئے اور ایک مشت خاک مقام قبر صاحب لولاک سے لائے پھر اس خاک کو عطریات قدس سے معطر کر کے نور محمدیؐ سے منور کر دیا اور وجود باجود اس سلطان دو جہاں نبی آخر الزماںؐ کا مرتب کیا۔ الحاصل وہ گوہر باصفا قبل خلقت کالبد آدم علیہ السلام سے چند مدت تک برنگ قندیل نورانی ساق عرش سے معلق رہا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بن کر تیار ہوا کارکنان قضا و قدر نے اس نور مظہر کو پیشانی آدمؑ میں امانت رکھا۔"(۵۲)

مولود شریف جدید زبان کی پختگی' عبارت کی چستی اور اسلوب کی دل آویزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف نے جو ادبی اسلوب میلاد نامے کے شروع میں اختیار کیا ہے۔ اسے آخر تک نبھایا ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے اپنی گرفت کہیں ڈھیلی نہیں ہونے دی مثلاً حضرت عبداللہ کے بارے میں شادی سے پہلے کے احوال کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "عبداللہ آپ کے پدر بزرگوار نجابت اطوار' لطف گفتار اور حسن کردار اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور شمائل مطبوع اور حرکات موزوں میں ایسے مشہور تھے کہ خوبان قریش میں ممتاز اور خوبی و رعنائی و فصاحت کلام و دلربائی میں سرفراز تھے۔ نور کوکب محمدیؐ ان کے طلعت زیبا سے ظاہر اور شعاع آفتاب رسالت احمدیؐ ان کے چہرہ پر انوار سے باہر تھا جس طرف کو یہ یوسف وقت گذرتے زنان قریش ان کے جمال جہاں آرا پر مثل زنان مصر شیفتہ اور فریفتہ ہوتی تھیں جبکہ عبدالمطلب کو اس حال کی خبر ہوئی عبداللہ کا نکاح بہ تعجیل تمام آمنہؓ کے ساتھ باندھا تاکہ محافظت نور محمدیؐ کما

حقہ عمل میں آئے۔"(۵۳)

آپؐ کی عبادات کے بیان میں مصنف لکھتا ہے:

"کثرت عبادت اور ذوق طاعت اور ترس خدا سے گریہ و بکا جس قدر آپؐ کو تھا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر تمہیں عرفان کامل اور خوف خدا جس قدر کہ مجھے ہر آن اور ہر لحظہ موجود رہتا ہے حاصل ہووے تو کبھی تم ہنسی سے واقف نہ ہو اور ہمیشہ حالت گریہ و بکا میں مبتلا رہا کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ امت کے واسطے حق تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں غرضیکہ اس شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز امت ہی کا غم اور ہم ہی روسیاہوں کا الم رہتا تھا۔"(۵۴)

فضائل محفل میلاد شریف کے آخر میں شان و تفضیلت محمدی اور ہند کی پر آشوب زمین سے دیار رسول جانے کا اظہار ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں وابستگی و محبت رسالتمآبؐ کے جذبات نے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے:

بزم میلاد میں کیا نور و ضیا ہے دیکھو
ذرہ خورشید سے جلوے میں سوا ہے دیکھو
چشم دل کھول کے اس بزم میں آؤ تو یہاں
ہر طرف نور نبی صل علی ہے دیکھو
رخ انور کا تصور تو جماؤ دل میں
نقش موجود ہے آئینہ صفا ہے دیکھو
سطح خاک سے افلاک تلک ہے روشن
کس کی آمد کا یہاں ذکر ہوا ہے دیکھو
ہم گنہگاروں کو بخشائیں گے پہلے سب سے
رحمت حضرت محبوب خدا ہے دیکھو
ہند سے جلد مدینے میں بلاؤ مجھ کو
غم دوری سے مرا حال برا ہے دیکھو
صوفی خاک نشیں آپ کا ذرہ اس پہ
سایے کی طرح عجب وقت پڑا ہے دیکھو
(۵۵)

مولود شریف جدید کے اختتام پر نبی کریمؐ سے استمداد طلبی کے اشعار میں جذب و کیف اور والہانہ انداز نمایاں ہے:

کاش ہمیں بھی یوں ہی کھینچے حبیب
روضے کی ہو جائے زیارت نصیب
گرد پھریں روضہ پرنور کے
دور ہوں ارماں دل رنجور کے
یا شہ دیں صوفی بیکس حزیں
سخت ہے اب ہند میں اندوہ گیں
اس کو مدینے میں بلا لیجیے
روضہ پرنور دکھا دیجیے
خیل معاصی پہ نہ کیجیے خیال
تنگ ہے اب بندہ مسکیں کا حال
(۵۶)

اس میلاد نامے میں جن کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں:
قرآن مجید' سنن ابو داؤد (امام ابو داؤد سلیمان) سنن نسائی (امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی) جمع الجوامع (مولانا جلال الدین سیوطی) فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) معارج النبوت' روضۃ الاحباب وغیرہ۔

اس میلاد نامے کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس کے مواد' ترتیب اور شاعرانہ اسلوب بیان میں مضمر ہے۔ نیز اس کا مصنف مجلسی تقاضوں سے بخوبی واقف تھا اور اس نے نثر کے ہر بیان کے بعد جا بجا موقع کی مناسبت کے لحاظ سے منظومات شامل کر کے لطف و تاثر کو ابھارا ہے۔ ان میلاد ناموں میں جابجا نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف پر مبنی منظومات' میلاد' معراج' اخلاق حسنہ اور دیگر احوال پر مبنی تحریروں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں میں پیدا شدہ ذہنی انتشار اور احساس شکست خوردگی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور دوسری طرف انگریزوں اور مخالفین اسلام نے عوامی سطح پر بھی مذہب کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم چلائی تھی' اس کا تدارک کیا۔ میلاد ناموں نے مسلمانوں کو علمی سہارا پہنچا کر ان کے ایمان و عقائد کو محفوظ رکھا اور نبی کریمؐ کا خاتم النبیینؐ کے حوالے سے بار بار ذکر کر کے قادیانیت کی ضلالت کے طوفان کے مدمقابل بھی نورانی شمعیں روشن کیں۔ اس قسم کے عصری تقاضوں' ماحول اور حالات میں مولوی احمد خان صوفی کی کاوش ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے' جنہوں نے اپنے گرد و پیش رونما ہونے والی فکری تبدیلیوں کو بھی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

کریم بخش بدر

کریم بخش بدر کی مثنوی "بدر الدجی" نبی کریمؐ کے ۳۲ معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ بلوم ہارٹ نے

لکھا ہے کہ یہ مثنوی پہلی بار لاہور سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوئی تھی اور قریباً ڈھائی سو ابیات پر مشتمل ہے۔(۵۷) یہ مثنوی ۱۸۷۳ء میں دوبارہ وکٹوریہ پریس' لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اور بڑے سائز کے ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

حمد و نعت کے بعد معجزہ ستون' معجزہ شاخ درخت' معجزہ آب' معجزہ سنگ ریزہ' معجزہ دختر مردہ' معجزہ طفل شیر خوار' معجزہ مرض برص' درخت کا پشت شتر پر آنا' معجزہ بو جہل' معجزہ گوسفند' معجزہ سوسمار' معجزہ سلمہ اکوع' معجزہ عکرمہ' معجزہ شق القمر' معجزہ درخت' معجزہ مادہ آہو بہ سبب تشنگی لشکر' معجزہ بوہریرہ' معجزہ ہرنی' معجزہ معراج آنحضرت" معجزہ کافر نابینا اور معجزہ انگشتری بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کا سراپا اور مناجات غوثیہ شامل ہیں۔

نمونہ کے طور پر معجزہ ستون سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہے یہ طرفہ معجزہ اے مومنو
گوش دل سے کان دے کر تم سنو
تھا مدینہ کی جو مسجد میں ستوں
آپ سے اس کو محبت تھی فزوں
کر کے تکیہ اوس ستون کو آپ بھی
خطبہ پڑھتے تھے ہمیشہ خود نبی
بعد مدت کے جو منبر بن گیا
آپ نے خطبہ کو جا کر وہاں پڑھا
یعنی آئے جب نہ حضرت اس کے پاس
اڑ گئے بس درد فرقت سے حواس
رویا فرقت میں ستوں کیا زار و زار
جاری آنسو تھے کہ ابر نوبہار
دیکھ کر اصحاب اس کا ماجرا
تھے تعجب میں الٰہی کیا ہوا
الغرض کی آپ سے جا التماس
آج مسجد کا ستوں ہے کیوں اداس
آپ نے فرمایا سن کر اے اخی
یعنی الفت کا نتیجہ ہے یہی
(۵۸)

محافل میلاد میں بیان معجزات کا مقصد فنی سے زیادہ اصلاحی و تبلیغی رہا ہے تاکہ سیدھے سادے انداز کی ان مسلسل نظموں سے ہزاروں عوام بہرہ ور ہو سکیں۔ عامۃ الناس ادبی نزاکتوں سے ناآشنا تھے۔ اس

لئے ان کے ساتھ عوامی زبان میں مذہبی موضوعات پر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لحاظ سے اس قسم کی مثنویاں نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور معجزات و فضائل کے عام کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی رہی ہیں۔

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (م ۱۸۶۸ء)

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی ۲۱۔ شعبان ۱۲۳۹ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا امین اللہ سے پڑھیں۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد دیگر علمائے فرنگی محل سے اکتساب فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد باندہ، جون پور اور حیدر آباد کے دینی مدارس کی خدمت کرتے رہے۔ ۲۹۔ شعبان ۱۲۸۵ھ ر ۱۸۶۸ء کو انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں شاہ یوسف قادری کے مزار کی پائنتی مدفون ہیں۔

مولانا کی تصنیفات کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں نظم الدرر فی سلک شق القمر اور نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن(۲۰)، معجزات نامے ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کے معجزات کو اسناد کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے اور واقعات کی صحت بیان کا کما حقہ، لحاظ رکھا گیا ہے۔ انہوں نے شعوری کوشش کی ہے کہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ سادہ اور عام فہم الفاظ میں نبی کریمؐ کے معجزات بیان کئے جائیں۔

مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۸۷۹ء)

مولانا نقی علی خاں بریلوی معروف عالم اور فقیہ تھے۔ مسلک کے لحاظ سے حنفی اور پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تمام کتب درسیہ اپنے والد ماجد مولانا رضا علی سے پڑھیں۔ سید آل رسول مارہروی سے باطنی فیض پایا۔ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کیا۔ ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔

مولانا نقی علی خاں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" بیان میلاد و معراج پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ دراصل ان کی سیرت طیبہ سے متعلق کتاب وسیلہ النجات کی تلخیص ہے۔ اس میں عالمانہ انداز سے تمام واقعات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اذاقۃ الاثام لما نعی عمل المولود والقیام، میلاد و قیام سے متعلق مباحث پر مبنی ہے۔ انوار جمال مصطفیٰؐ میں تخلیق کائنات کا سبب، نور محمدیؐ کی محافظت، پیغمبروں کی دعائیں، آسمانی کتابوں میں حضورؐ کی توصیف، حضورؐ کی ولادت باسعادت، غسل ابریق، بیت اللہ کا جھکنا، حلیمہ سعدیہؓ کا خواب، حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پلانا، گہوارہ برکات، چاند کا باتیں کرنا، پتھروں کا موم ہو جانا، حضرت عبدالمطلب کی کفالت، راہبوں نے نبوت کی تصدیق کی، وحی اول کا نزول، ہجرت حبشہ، حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، حضورؐ کا سفر طائف، ہجرت مدینہ، وصال مبارک، فضائل و شمائل رسالتمآبؐ، معجزات، معراج شریف، درود شریف کے فضائل اور بیان فرائض نماز وغیرہ کے عنوانات ہیں۔

حضور کی ولادت باسعادت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"حضرت آمنہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ تولد ہوئے۔ چار عورتیں کہ مکہ کی عورتوں سے مشابہت نہ رکھتی تھیں آسمان سے اتریں' میں ان کو دیکھ کر ڈری' کہا خوف نہ کر' ہم چاروں حوا و سارہ و ہاجرہ و آسیہ ہیں۔ حوا کے پاس سونے کا طبق اور سارہ کے پاس ابریق نقرہ آب کوثر سے بھرا اور ہاجرہ کے پاس عطر بہشتی اور آسیہ کے پاس مندیل سبز' پھر انہوں نے حضرت کو اس طشت زریں آب کوثر سے نہلایا اور مندیل سبز سر مبارک پر باندھ کر عطر بہشت اس میں مل دیا اور آپؐ کو آمنہؓ کی گود میں لٹایا۔"(۶۱)

"انوار جمال مصطفیٰؐ" میں ولادت سے وفات تک کے تمام اہم واقعات اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات بھی درج ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں جامعیت کا وصف موجود ہے نیز اس میں تاریخی تسلسل کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اسلوب پر اثر ہے' مناظرانہ اور تشددانہ انداز سے پرہیز کیا گیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے عشق نبویؐ نمایاں ہے۔

بدر الدین عرف غلام دستگیر قادر

بدر الدین نے نبی کریمؐ کے میلاد اور عظمت و شان کے بیان میں میلاد نامہ بعنوان "حدیقہ میلاد" ۱۸۷۰ء میں لکھا۔ یہ ۷۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت نول کشور لکھنؤ سے ہوئی۔(۶۲)

مولوی عبدالرحیم ہادی

مولوی عبدالرحیم ہادی نے "میلاد رحمتہ الرحیم" ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں لکھا۔ پورا میلاد نامہ چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ ہے۔ سال اشاعت نہیں لکھا گیا۔ عبدالرحیم ہادی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے:

"میں نے ایک کتاب "روضتہ النعیم" تالیف کی تھی جس کی برکت سے بہت سی بدعتیں ختم ہو گئیں لیکن بعض دوستوں نے کہا ہے کہ کتاب ختم ہونے تک بعض جگہ کے لوگ اکتانے لگتے ہیں اس واسطے عاجز نے اختصار کر کے میلاد نامہ "رحمتہ الرحیم فی ذکر نبی الکریم" نام رکھا ہے۔"(۶۳)

اس میلاد نامے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جگہ جگہ ان کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں' جہاں سے میلاد نامے میں مندرج روایات اخذ کی گئی ہیں۔ عبارت نہایت سلیس' رواں اور فصیح ہے۔ بیشتر واقعات کے بیان میں مصنف نے شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ ترتیب و مواد کے اعتبار سے اس کے موضوعات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ مثلاً نور محمدیؐ کے سلسلہ میں روایات' ولادت باسعادت' ایام رضاعت کے حالات' معجزات اور تفصیلی تذکرہ معراج مبارک' خصائل رسول اکرمؐ اور اس کے بعد وفات حسرت آیات

کا بیان ہے۔ نور محمدیؐ کے بیان میں مصنف نے "وقائق الانبیاء" اور "دار الجنان" کی روایت کو اختصار سے لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک ایسی روایت بھی بیان کی گئی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں تو نہیں ملتی لیکن مذہبی روایات میں درایت کو کام میں لانا عقلاً اور عقیدتاً" درست نہیں ہے۔

وہ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سب اس نور معظم کی طرف دیکھیں۔ جس نے سر کو دیکھا' بادشاہ ہوا۔ آنکھوں کو دیکھنے والا حافظ قرآن ہوا۔ ہونٹ اور داڑھی دیکھنے والا خوبصورت اور روزہ دار' جس نے حلق کو دیکھا واعظ اور موذن' جس نے بازو دیکھے وہ بہادر' جس نے سینے کو دیکھا عالم و مجتہد' جس نے پہلو کو دیکھا غازی ہوا اور جس نے شکم کو دیکھا صابر و زاہد ہوا' جس نے اس کی طرف نہ دیکھا وہ کافر کہلایا۔"(۶۴)

نور محمدیؐ کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"رسول اکرمؐ کا نور بارہ ہزار سال تک تنہائی کے عالم میں عبادت کرتا رہا۔ پھر حق تعالیٰ نے اس نور سے موتی بنایا اور جلال کی نظر سے اسے دیکھا تب وہ موتی پانی ہو کر ہزار سال تک بہتا رہا۔"(۶۵)

اکثر میلاد ناموں میں اس روایت کی مدت میں اختلاف ہے۔ یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ عقل و دانش سے بالاتر معاملات کے بیان میں اکثر و بیشتر افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی صداقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اس لئے ہر میلاد نگار نے جداگانہ اور منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ ان میں سے کچھ روایات نبی کریمؐ نے خود بیان فرمائی ہیں جیسے عالم بالا کی کیفیات اور قبل از تخلیق کائنات کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ ان روایات کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ نور محمدیؐ کی روایات کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے جیسے اکثر میلاد نامے ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر مرتب کئے گئے ہیں۔ اور ان روایات کو صرف بہ تبدل الفاظ دوسرے میلاد نامے میں نقل کر دیا گیا ہے۔ جیسے درج ذیل روایت کم و بیش ہر میلاد نامے میں مندرج ہے اور اس میں بھی اسی طرح منقول ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اس نور کے دس حصے کئے۔ پہلے حصے سے فرش دوسرے سے قلم تیسرے سے لوح محفوظ چوتھے سے چاند پانچویں سے سورج چھٹے سے بہشت ساتویں سے دن آٹھویں سے فرشتے نویں سے کرسی اور دسویں سے حضورؐ کی روح مبارک کو پیدا کیا۔"(۶۶)

مولود رحمتہ الرحیم میں ارحاصات کا باب علیحدہ قائم کیا گیا ہے اور اس میں "شواہد النبوت" اور "روضتہ الاحباب" وغیرہ کتب سیر سے روایات اخذ کی گئی ہیں۔ پیدائش کے وقت کی اور بہت سی کرامات و معجزات کو بھی اس میلاد نامے میں دہرایا گیا ہے۔

اس میلاد نامہ میں معجزات کے بیان میں ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں جن سے ان معجزات کی روایات اخذ کی گئی ہیں۔ مثلاً ترمذی شریف۔ نسائی۔ ابو مسلم۔ ابن ماجہ۔ تاریخ طبری اور عجائب القصص

وغیرہ۔ اس میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک معجزہ نقل کیا گیا ہے۔

"احد کی لڑائی میں حضرت جابرؓ کے پدر بزرگوار شہید ہوئے۔ بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ باغ میں جتنا میوہ پیدا ہوا۔ قرض خواہوں کو دینے لگے لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ اس لئے کہ قرض اس کی قیمت سے بہت زیادہ تھا۔ جابرؓ نے یہ حال آکر حضورؐ کے سامنے عرض کیا۔ نبی کریمؐ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے آس پاس تین بار گھومے اور بیٹھ کر فرمایا کہ تولنا شروع کرو۔ تب سارے قرض خواہ تولنے لگے یہاں تک کہ سارا قرض ادا ہو گیا اور کھجوروں کا ڈھیر بدستور باقی رہا۔"(٦٧)

میلاد رحمتہ الرحیم میں میلاد و معجزات کے بیان میں اسناد و حوالہ جات نے اسے بہت وقیع بنا دیا ہے۔ زبان صاف' شستہ اور معیاری ہے اس لئے اس میں اصلیت کا زور اور واقعیت کا جوش بھی موجزن ہے۔

مولانا نجم الدین عباسی

مولانا نجم الدین عباسی چڑیا کوٹ کے رئیس تھے۔ انہوں نے "خمسہ محمدیہ" میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا قصیدہ بہاریہ در تہنیت تولد شریف فارسی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

محفل میں شمولیت کے لئے قصیدہ بزبان اردو' سبب تالیف' دیگر انبیاء پر فضیلت محمدیؐ" نور محمدیؐ" ولادت مبارک' معجزات ولادت' حلیہ مبارک' شمائل و خصائل' بیان معجزات' معراج شریف' وفات مبارک اور قطعہ تاریخ تصنیف۔

خمسہ محمدیہؐ نثر کے ٧٨ صفحات پر مشتمل ہے۔ مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے' چند منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ متذکرہ بالا عنوانات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے اس کا نام خمسہ محمدیہؐ رکھا گیا ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بیان سے نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

"جب چمن پیرائے گلشن ایجاد نے چاہا کہ اس نورس بستان خوبی سرو جوئبار محبوبی کو اس سرابستان کون و فساد یعنی حدیقہ ایجاد میں منصہ وجود پر جلوہ دے اور اس مبعوث باعث آفرینش کو پیدا کرے اور اس نو نہال چمن جمال کے نور حال سے دیدہ دیدار جوئے بلبلان شاخسار قدس و صاحب نظران افلاک و خاک کو نہال فرمائے۔ خازن رضوان کو حکم ہوا کہ ہاں بندوبست نشاط ہو۔ جنتوں کے دروازے کھلیں نوخیز جناں زیورات جواہر اور موتیوں سے تلیں۔ قصور جنت از سرنو سجائیں۔ حوران قصور بن ٹھن کے آئیں۔ گل بوٹے آراستہ ہوں۔ صاف روش و راستہ ہوں۔ نہریں شہد و لبن کی دیدہ مشتاق کی طرح جاری ہوں۔ مرغان خلد بہزار رنگ و برق شگفتہ خاطر سے نوا سنج ترانہ ہوں۔ ساقیان سیمیں ساق ساغر زمردیں یاقوت سیال سے بھریں۔ خوش

نفسان روضہ رضواں نغمہ و نوا کا ساز تیار کریں۔ سرود سرایان سرائے بستان آہنگ طرب آغاز کریں۔ طاؤسان طناز رقص کناں ہوں۔ نسیم بہار شمیم و عبیر و عنبر سے مشکی۔ تولد سرور عالم فخر بنی آدم سے ہر گلی کوچے میں فرش چاندنی مہتاب تمہید یا ہے۔ ہر شبستان میں آفتاب تاب گروش میں ہے۔ سپہر کہن جوان ہو کر کمر خدمت باندھ کے بہ تن مہیا میزبانی برگزیدہ مہمان ہو۔ ہر جگہ گرم بزم سرور ہو۔"(۶۸)

مولانا نجم الدین بیان میلاد میں عبارت آرائی' آرائش و زیبائش اور صنائع لفظی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور موضوع کی مناسبت سے مقفی و مسجع بیان کا سانچہ وضع کرتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب اور مغلق عبارت سے اپنا بیان سجاتے ہیں۔ ان کے فقرے کہیں طویل اور کہیں مختصر ہوتے ہیں اور ان کی عبارات بھاری بھرکم الفاظ کے آہنگ سے قاری کو مرعوب کر دیتی ہیں۔ ان کا طرز استدلال عالمانہ ہے۔ انہوں نے تصحیح روایات اور تدقیق روایات کو مد نظر رکھا ہے۔ ان جملہ اوصاف کے پیش نظر "خمسہ محمدیہ" کو قدیم وضع و اسلوب کے یادگار اور نادر میلاد ناموں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

شیخ محمد عنایت علی

شیخ محمد عنایت علی نے "مولود شریف منظوم" لکھا ہے۔ یہ مثنوی ۷ صفحات پر مشتمل ہے اور الہ آباد سے ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔(۶۹)

مقرب علی خان

مقرب علی خان نے آپ کا حلیہ مبارک ۴۰ صفحات میں نظم کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۸۷۱ء میں لدھیانہ سے پہلی بار اشاعت پذیر ہوئی۔(۷۰)

خواجہ محمد اشرف علی

خواجہ محمد اشرف علی بن خواجہ غلام علی نقیب الاولیاء نے میلاد نامہ بعنوان "راحت العاشقین فی ذکر میلاد محبوب رب العالمین" ماہ شعبان سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں لکھ کر والئی رامپور' نواب سید کلب علی خان کے نام معنون کیا۔ یہ مولف کا لکھا ہوا وہی نسخہ ہے جو نواب صاحب کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ یہ میلاد نامہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ذکر ولادت اور دوسرے باب میں احوال معراج النبیؐ ہیں۔ آخر میں وفات مبارک کا بیان ہے۔

یہ مخطوطہ ۴۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب میں سنہری اور رنگین جدولیں ہیں۔ خط اچھا نستعلیق' روشنائی سیاہ اور سرخ اور کاغذ باریک ولایتی ہے۔(۷۱)

مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری

مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری نے "راحت القلوب فی مولد المحبوب" نظم و نثر کے ۱۱۳ صفحات پر

مشتمل ۱۸۷۳ء میں لکھا۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:
پیدائش نور محمدیؐ' روضہ انور کی فضیلت' نبی کریمؐ کے فضائل و مقامات کا بیان' تمام عالم کا آپؐ کی وجہ سے پیدا ہونا' حوا کی پیدائش اور آدم سے نکاح ہونا' طہارت نسب نبی کریمؐ' ظہور و آثار اور انوار آنحضرتؐ در آبا و اجداد' ذکر حضرت عبد المطلب' نکاح حضرت عبداللہ با حضرت آمنہؓ' وقائع ایام حمل' وفات حضرت عبداللہ' بیان ولادت شریف' عجائب و وقائع ولادت شریف' ظہور انور' تاریخ ولادت کا تعین' آغاز شیر خواری' دلائل اثبات مولد شریف' حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پلانا' ظہور برکات و معجزات در ایام رضاع' شق صدر' حکمت شق صدر' وفات حضرت آمنہؓ' ایمان والدین آنحضرتؐ' تربیت عبد المطلب' وفات عبد المطلب و تفویض تربیت با ابو طالب' اقسام وحی اور حلیہ شریف۔

بیدل رامپوری نے اس تصنیف میں صحت روایات پر بہت نظر رکھی ہے اور معتبر و مستند کتابوں سے جا بجا حوالے نقل کئے ہیں۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے' جس میں نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس درج ذیل ہے:

> "شیخ شہاب الدین قسطلانی نے نبی کریمؐ کا اعجاز لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ماں باپ کو زندہ کیا اور وہ دونوں حضرت پر ایمان لائے چنانچہ علامہ قرطبیؒ وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ نبی کریمؐ کا یہ خاصہ ٹھہرا کہ آپؐ کے سبب بعد موت بھی ایمان لانا معتبر ہوا اور یہ قول امام اعظمؒ کے خلاف نہیں جو فقہ اکبر میں مذکور ہے اس لئے کہ حدیث میں بعد موت زندہ ہونا اور ایمان لانا وارد ہوا ہے اور ظاہراً یہ حدیث روایات عدم اذن و عامی مغفرت سے متاخر ہے اس لئے کہ قصہ ایمان آمنہؓ کا حجۃ الوداع میں واقع ہوا ہے پس تعارض احادیث کا شبہ بھی اٹھ گیا اور جو بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ شامی شارح در مختار نے سب شبہات کا جواب دیا ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے کہا اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن میں نے قول قائلین نجات کا اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ادب کا مقام ہے اور مواہب اللدنیہ میں ہے خبردار' خبردار ذکر والدین حضرت کا برائی کے ساتھ نہ چاہئے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور آپؐ کو ایذا پہنچانا کفر ہے۔ نبی کریمؐ کے والدین کے بارے میں ہم زرقانی کا بیان نقل کر چکے ہیں یعنی پس کہہ دے کہ وہ دونوں نجات پائے ہوئے ہیں اور جنت میں ہیں۔"(۴۷)

مولوی عبدالسمیع بیدل نے اپنے میلاد نامہ میں اپنے موقف اور بیان کو مستند بنانے کے لئے جابجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اس طرح ان کا یہ میلاد نامہ اپنی اس خاص تحقیقی نوعیت کی وجہ سے جامع' مکمل اور عالمانہ میلاد نامہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ اور اسی میں اس کی مقبولیت کا راز پنہاں ہے۔

متذکرہ بالا میلاد نامے کے علاوہ میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں ان کی کتاب "دافع الاوہام فی محفل خیر الانام" اس موضوع پر بہت اہمیت کی حامل ہے۔

محمد غلام اکبر خان

محمد غلام اکبر خان نے نبی کریمؐ کے معجزات "برہان الاعجاز" کے عنوان سے نظم کئے۔ یہ مثنوی آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو دہلی سے ۱۸۷۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔(۷۳)

تجمل رسول خان

تجمل رسول خان نے نبی کریمؐ کے پانچ معجزات کو "پنج اعجاز" کے نام سے نظم کیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس مثنوی کی دہلی سے ۱۸۷۳ء میں اشاعت ہوئی۔(۷۴)

محمد محمود

محمد محمود کی مثنوی بعنوان "بہار نعت اور مولود شریف" دہلی سے ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی۔(۷۵) یہ منظوم میلاد نامہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

نواب نیاز احمد خاں

نواب نیاز احمد خاں کا منظوم میلاد نامہ "مولود رسول اکرمؐ" ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد' نور محمدی" سلسلہ نسب آنحضرت" تولد نامہ مبارک' سلام' واقعہ معراج شریف' قصہ حضرت بلالؓ' قصہ دائی حلیمہؓ اور فضائل درود شریف کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۷۵ء کا مطبوعہ ہے اور اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔

بیان میلاد سے چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

نہ کیوں فرط فرحت سے پھولے بدن
کہ لکھتا ہوں میلاد گل پیرہن

کہ خالق کو جس دم یہ آیا خیال
رسالت کے گلزار کا نونہال

ہو شمشاد ساں زیب باغ جہاں
ہو امت پہ اپنی وہ سایہ کناں

ہو اس گل کی نکہت زمانے میں عام
معطر ہو اس بو سے سب کا مشام

ہو سب ظلمت کفر عالم سے دور
ہو فرش زمیں رشک افزائے طور

ہو اس دین روشن کو اس سے فروغ
ہوں سب دین اس کے سبب بے فروغ

دو شنبہ کا دن وقت تھا صبح کا
کہ مکہ میں وہ شاہ پیدا ہوا
زمیں پر قدم لائے خیر الانام
کرو بہر تعظیم حضرت قیام
(۷۶)

نواب نیاز احمد خاں کے میلاد نامے میں زبان و بیان کی متعدد خوبیاں ہیں۔ اس میں حسن الفاظ' بے ساختگی' تکرار الفاظ' رعایات لفظی اور تشبیہات وغیرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ انہوں نے بیان میلاد میں الوہیت و نبوت کے مدارج و مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔ قرآن و حدیث کے متعدد حوالے ان کی علمیت کا ثبوت ہیں۔

سید وزیر حسین رضوی

سید وزیر حسین رضوی بن سید ثابت علی علاقہ بھرت پور کے باشندے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد مصطفوی" ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے۔ مجلسی تقاضوں اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے بیان نثر میں جا بجا شعری ٹکڑے مصنف اور دیگر شعراء کے بھی موجود ہیں۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۷۵ء ہے جبکہ مصنف سیتاپور میں بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تعینات تھا۔ مصنف عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھا اور اسے اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے احساس تھا کہ اس میں کوئی عبارت خلاف طبع فریقین تحریر نہ ہو:

"عاصی کو یہ شوق دامن گیر تھا کہ حصول ثواب کے لئے میلاد رسالتمآب' روایات صحیحہ کتب معتبرہ سے بایں شرط انتخاب کر کے چند اوراق تحریر کرے کہ فریقین میں سے کسی کے خلاف طبع نہ ہو۔"(۷۷)

اس خیال کے مدنظر مصنف نے میلاد نامہ تالیف کر کے شیعہ علماء میں مولوی بندہ حسین' سید محمد رضا' مولوی نثار حسین سیتا پوری' منشی عابد علی سندیلوی اور حنفی علماء میں مولانا مظہر علی غازی پوری اور مولوی عبدالغنی دہلوی کو دکھایا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ اس احتیاط کے باوجود اس پورے میلاد نامہ پر مخصوص رنگ شیعیت غالب ہے۔ اور کئی مقامات پر شیعہ مسلک کی واضح جھلک نظر آتی ہے مثلاً حمد و نعت کے بعد مصنف نے منقبت حیدر کرار علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے۔ میلاد نامہ کے آخر میں مناجات بحضور امیر علیہ السلام و امام حسینؓ اور مناقب حضرت علیؓ اور امام حسینؓ لکھتے ہیں۔ نور محمدیؐ کی تقسیم کسی میلاد نگار نے اس طرح نہیں کی جس طرح اس مصنف نے اپنے مخصوص عقائد کے تحت لکھی ہے۔

بیان ملاحظہ ہو:

"نور محمدیؐ ہمیشہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں نقل کرتا رہا تاایں کہ پشت حضرت عبدالمطلب میں' جبکہ پشت حضرت عبدالمطلب میں آیا دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا

پشت عبداللہ میں رکھا اور ایک ٹکڑا پشت ابی طالب میں کہ آنحضرتؐ کو پیغمبری اور برکت دی اور علیؑ کو فصاحت و بلاغت اور شجاعت و نیابت آپ کی بخشی اور نام اپنے رسول اور ان کے بھائی کا مشتق کیا اپنے نام سے یعنی خداوند عالم محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں اسی طرح نام خدائے کریم اعلیٰ ہے اور ان کے بھائی کا نام علیؑ ہے۔

جب کیا خالق نے اپنے نور واحد کو دو نیم
ایک امام اس میں ہوا اور ایک پیغمبر ہوا
(۷۸)

یہ مصنف کی اپنی خود ساختہ نور محمدیؐ کی تقسیم ہے اس کے لئے اس نے کسی بھی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو' اس میں بھی شیعہ علماء کے مخصوص انداز کی جھلک واضح اور نمایاں ہے:

"جناب محمد مصطفیٰؐ خدا کا نبی ہے علی مرتضیٰؓ اس کا وصی ہے۔ وہ خدا کا رسول ہے یہ اس کا وصی مقبول ہے۔ وہ بشیر و نذیر ہے' یہ اس کا وزیر ہے۔ وہ حبیب رب اللعالمین ہے' یہ پیشوائے عارفین ہے وہ مصطفیٰ ہے' یہ مرتضیٰ ہے' وہ حجت اللہ ہے' یہ اسد اللہ ہے۔"(۷۹)

اس میلاد نامے کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ یکم تا ۱۲ ربیع الاول ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جا سکے۔ ان ابواب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

فضائل و کرامت نور ظہور آنحضرتؐ' منتقل ہونا نور کا آسمان سے صلب حضرت آدمؑ میں' حضرت آمنہؓ اور حضرت عبداللہ کا نکاح' نور محمدیؐ سے حضرت آمنہ کا حاملہ ہونا' حالات حمل آنحضرتؐ و معجزات ایام حمل' حمل کے نو ماہ پورے ہونا اور ذکر سرور قبل تولد' در بیان تولد آنحضرتؐ' آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کا گود میں لینا' بیان رضاعت اور معجزات' بخانہ دائی حلیمہ سعدیہؓ' آنحضرتؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی اور معجزات راہ شام' دربیان حالات معراج آنحضرتؐ اور در حالات وفات آنحضرتؐ۔

اس میں چند مقامات پر مصنف نے جلاء العیون' عیون الاخبار الرضا اور مجالس شیخ صدوق و کلینی وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے روایات بیان کی ہیں۔

نبی کریمؐ کے خشک درخت کھجور کو سرسبز کرنے کے معجزہ کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"صحن خدیجہؓ میں ایک درخت خرما کہ خشک تھا وہ سالہا سال سے کہا خدیجہؓ نے کہ اے محمدؐ میں اس درخت سے رطب کھانا چاہتی ہوں غیر فصل میں پس آپؐ گئے طرف درخت کے اور ہاتھ رکھا اس پر اور ہلایا اور کہا میں کون ہوں پس کہا درخت نے بزبان فصیح کہ سنا سب نے جو حاضر تھے کہ تو پیغمبر آخرالزماں بشیر و نذیر محمدؐ پسر عبداللہ سردار اولین و آخرین ہے پس فرمایا آپؐ نے کہ ہو جا تو سرسبز و بار آور جیسا

کہ تھا شباب میں پس وہ درخت حرکت میں آکر سرسبز ہو گیا اور رطب تازہ سے بار آور ہو گیا اور کھائے رطب آپ نے اور جملہ حاضرین نے۔"(۸۰)

وزیر حسین رضوی نے قوی، ضعیف، صحیح اور غلط ہر قسم کی روایات بیان کی ہیں۔ اور اس قسم کے مواد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مخصوص عقائد کو بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ نامعتبر روایات اور حکایات کو اس قسم کے مصنفین نے اس آب و رنگ سے بیان کیا ہے کہ یہ روایات گھر گھر پھیل گئیں اور عوام نے انھیں عقیدت کی وارفتگی میں قبول کر لیا جس سے صحیح معجزات بھی اس کے پردہ میں چھپ کر رہ گئے ہیں۔

محسن الملک سید مہدی علی (م ۱۹۰۷ء)

محسن الملک سید مہدی علی ۱۸۳۷ء میں اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کر کے کلکٹری میں ملازم ہو گئے اور سررشتہ داری کے مدارج طے کر کے ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار ہو گئے۔ ۱۸۷۳ء میں ریاست حیدر آباد نے انھیں انسپکٹر جنرل مالیات مقرر کر دیا۔ ۱۸۹۳ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے اور تحریر و تقریر سے سرسید کی معاونت کرنے لگے۔ ان کے اسلوب میں خطابت زیادہ تھی۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں شملہ میں انتقال ہوا مگر علی گڑھ میں سرسید کے برابر دفن کئے گئے۔ سرسید کی خصوصیات محسن الملک میں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کے اسلوب بیان میں صداقت کا اظہار ہے۔ ان کے مضامین، تقاریر اور مکاتیب کے مجموعے چھپ چکے ہیں۔

محسن الملک کی پہلی تصنیف رسالہ "میلاد شریف" ہے۔ اس کا ایک نسخہ اسلامیہ اسکول اٹاوہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔(۸۱) انھوں نے یہ رسالہ مولود خوانی کے شوق میں لکھا تھا اور اس میں مولوی محمد عنایت حسین الاعظمی سے اصلاح لی تھی۔ یہ رسالہ میلاد ۱۸۶۰ء میں مطبع نول کشور سے طبع ہوا۔ جب موصوف کلکٹری میں سررشتہ دار تھے۔ اس رسالہ میں عام میلادی روایات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں تحقیق کی بجائے تقلید کا رنگ غالب ہے۔ عبارت ایک خاص طرز کی ہے جس میں جابجا مثنوی مولانا رومؒ کے اشعار نے ایک خاص لطف و کیف پیدا کر دیا ہے۔

قاضی غلام علی مہری (م ۱۸۷۹ء)

قاضی غلام علی بمبئی کے معروف اہل علم و فضل مہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ "غلام علی مداح نبی" سے ان کی تاریخ وفات ۱۲۹۶ھ نکلتی ہے۔

ان کا میلاد نامہ منظوم "مصباح المجالس" ۳۹۶۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے میلاد کی محفلوں میں یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک مجلس پڑھے جانے کی غرض سے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انہی بارہ مجالس میں آپؐ کی سیرت و میلاد کے اہم موضوعات نور محمدیؐ" ولادت و رضاعت، بچپن و جوانی، بعثت و نبوت، معراج و معجزات، وفات مبارکہ اور خصائل و شمائل کا بیان ہوتا۔ ان کے اشعار میں

سادگی اور روانی کا حسن اور تاثر غالب ہے۔

آپ کے ظہور قدسی کے بیان سے نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

کھلا گل گلشن جاہ و کرم کا
ہوا ظاہر گہر درج قدم کا
ہوا گھر آمنہ کا ان سے روشن
گئی ہے روشنی تا ہفت گلشن
شعاع اس نور کا ساتوں فلک تک
گیا ہے اس گھڑی ملک ملک تک
عجب طالع ہوئے یاور جہاں کے
ہوئے ہیں بخت رہبر انس و جاں کے
حبیب حق شہنشاہ جہاں وار
ہمایوں گوہر دریائے اسرار
غرض وہ آفتاب جن و آدم
محمد مصطفیٰ سلطان اعظم
شکم سے جس گھڑی آئے ہیں باہر
دکھا نور اپنا اس صورت سے ظاہر
دو زانو ہو وہیں بیٹھے ادب وار
کئے سجدہ طرف کعبے کے یک بار
یقیں شکر الٰہی میں اسی دم
ہلال آسا ہوئی ہے پشت و خم
تھا تاباں نور رافت کا جبیں پر
رکھے ہیں تارک طاعت زمیں پر
ہو شاغل اس طرح طاعات رب سے
اٹھائے سر وہیں خاک ادب سے
ادا کر سجدہ حق پھر اٹھا ہات
لگے کرنے دعائے پر کرامات

(۸۴)

قاضی غلام علی مہری کا میلاد نامہ اپنے موضوعات اور طرز اظہار کے اعتبار سے متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس قسم کے معیاری میلاد ناموں نے صحت روایات اور زبان و بیان کی دلکشی کی وجہ سے میلاد نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔

میر مظفر علی اسیر

میر مظفر علی اسیر نے نبی کریمؐ کے معجزات اور آپؐ کے شمائل و خصائل کے بیان میں ایک مختصر مثنوی بعنوان "چراغ اعجاز" ۲۹ صفحات پر مشتمل لکھی جو لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں چھپی۔(۸۳) اس کے ہر صفحہ پر ۳ شعر ہیں۔

سید واجد علی تسخیر

سید واجد علی تسخیر کا منظوم میلاد نامہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا۔(۸۴)

محمد ناصر علی غیاث پوری

محمد ناصر علی غیاث پوری کا منظوم معراج نامہ بعنوان "ناصر العاشقین" ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں پہلی بار چھپا۔(۸۵)

شاہ محمد امین الدین قیصر

شاہ محمد امین الدین قیصر نے "گلدستہ نبوت" کے عنوان سے نبی کریمؐ کی شان بیان کی ہے۔ یہ مثنوی ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور دہلی سے ۱۸۷۶ء میں چھپی۔(۸۶)

محمد نصراللہ خان

محمد نصراللہ خان نے منظوم میلاد نامہ ۱۸۷۶ء میں لکھا۔ اس کی ضخامت ۲۴ صفحات ہے اور اس کی طباعت دہلی سے ہوئی۔(۸۷)

شیخ لعل

شیخ لعل کا پورا نام اسماعیل، حافظ تخلص تھا۔ احمد نگر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی غلام حسین تھا۔ شیخ لعل نے ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں "حافظ الاسلام" کے عنوان سے نظم و نثر میں معجزات رسالتمآبؐ لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

حافظ اسلام جانو جوہر ایمان ہے
قدر اس کی وہ ہی جانے گا جسے پہچان ہے
(۸۸)

حافظ الاسلام کی ضخامت ۲۲۴ صفحات ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے وقت کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"آنحضرت جب تولد ہوئے۔ اس وقت جتنے بت پرست روئے زمین پر تھے۔
ایک رات اور ایک دن سب کے سب گنگ رہے اور چودہ کنگرے محل سے نوشیرواں
کے گر گئے۔ یک بیک محل میں لرزہ آ گیا اور آتش کدہ فارس جو مدتوں سے روشن تھا
بجھ گیا اور جتنے بت زمین پر تھے سب کے سب اوندھے سر زمین پر گر گئے۔" (۸۹)

شیخ لعل کا اسلوب بیان اتنا دلکش ہے کہ اس میں حسن کاری کی تمام صفات وقار' پاکیزگی اور واقعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ انہوں نے معجزات نبویؐ کو بڑے ذوق و شوق اور والہانہ پن سے بیان کیا ہے۔

مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی (۱۸۷۹ء)

مولانا حافظ عبدالعلی نگرامی ۱۲۳۱ھ میں نگرام (مضافات لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالعلی نے لکھنؤ کے علمائے کرام سے استفادہ کیا اور قاضی عبدالکریم نگرامی سے اخذ طریقت کیا۔ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء کو اپنے وطن نگرام میں وفات پائی۔

حافظ عبدالعلی متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں "رسالہ مولد شریف" بھی شامل ہے۔(۹۰)
انہوں نے اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت و رضاعت' بچپن' جوانی' بعثت اور معراج کے واقعات کو سادہ' سلیس اور دل آویز اسلوب میں بیان کیا ہے۔ میلاد نامے کے متن میں مشہور کتب احادیث اور کتب سیر کے حوالے بھی جا بجا لکھے گئے ہیں۔

عزیز الرحمن عرشی غازی پوری

عزیز الرحمن عرشی محلہ قاضیاں' غازی پور میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ کلکتہ میں گذرا۔ ان کا نثری معراج نامہ "قندیل عرش" ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی بار اشاعت ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری' کراچی میں موجود ہے۔

عرشی نے معراج نامہ میں مستند اور مدلل کتابوں سے حالات اخذ کرنے اور اپنے استاد سے تصحیح و اصلاح کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میں نے حصول ثواب کے ارادہ سے احوال صداقت مآل معراج شریف جناب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند کتابوں سے جو عند العلماء کامل و مدلل اور مستند
ہیں' منتخب کر کے زیب قلم کیا اور جب یہ اختتام کو پہنچا تو استاد جناب مولوی سید
عصمت اللہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا۔ ممدوح نے اس رسالہ کو زیور تصحیح
سے آراستہ و پیراستہ کیا۔" (۹۱)

اس معراج نامہ میں معراج کی رات کا پر نور سماں' آسمانوں پر حضورؐ کے استقبال کی تیاری' براق کی شان' خدا تعالیٰ سے نبی کریمؐ کی گفتگو کا تذکرہ دیگر پیغمبروں سے ملاقات' عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت اور اہل جنت و دوزخ کا حال لکھا ہے۔ مصنف نے معراج النبیؐ کے بارے میں عوام و خواص میں مقبول

مختلف روایات کو بیان کیا ہے۔ اپنے بیان کو دلپذیر بنانے کے لئے موقع کی مناسبت سے چند منظومات بھی شامل کی ہیں۔

مصنف نے رشوت اور سود خوروں کا حال یوں بیان کیا ہے :

"پھر ایک اور گروہ کو دیکھا کہ شکم ان کے پھولے ہوئے ہیں۔ گنبد کی طرح اور ان کے بدن کا رنگ زرد ہے اور ان کے دست و پا آتشی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور گردنوں میں آتشیں طوق پڑے ہیں اور ان کے شکموں کے اندر لاکھوں سانپ' بچھو زہریلے بھرے ہوئے ہیں اور جب وہ اٹھنے کا قصد کرتے ہیں تب پیٹ کے بار گراں سے منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ اور چاروں طرف ان کے آگ کا عذاب ہو رہا ہے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ حال سود اور رشوت کھانے والوں کا ہے۔"(۹۴)

عرشی نے معراج نامہ حسن استدلال اور ادبی شان کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور مذہبی عقیدت مندی کے عناصر غالب ہیں۔ کہیں کہیں منظومات سے بھی بات کو موثر بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود معراج کے بارے میں بیشتر بیانات کم و بیش وہی ہیں جو اس دور کے دیگر معراج ناموں میں رائج ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء)

مولانا احمد رضا خاں ۱۴۔ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے حاصل کی۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ پیر و مرشد نے انھیں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حج بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ میں اس سعادت سے نوازے گئے۔ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وفات پائی۔ مولانا موصوف معقولات و منقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری تھے۔ ان کا ترجمہ قرآن مجید "کنزالایمان" اردو تراجم میں اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اردو' فارسی اور عربی زبانوں کے انشا پرداز' خطیب' واعظ' مناظر' نقیہ' محدث' مفکر' مفسر' مصنف اور مولف تھے۔ شاعری میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تقریباً تمام علوم میں علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

"تجلی الیقین مع تمہید ایمان" ان کا میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۸۵ء ہے۔ اور ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامے میں آیات قرآنی و احادیث نبویؐ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضورؐ سید المرسلین اور خاتم النبین ہیں۔ اس میں آپؐ کی ولادت مقدسہ سے لے کر فتح مکہ تک کے تمام حالات و فضائل پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میلاد نبی کریمؐ سے متعلق بھی تمام احادیث و آیات جمع کی گئی ہیں۔ اس میلاد نامے میں چار باب ہیں اور ہر باب کا نام مکمل تجویز کیا گیا ہے۔

ہیکل اول میں آیات جلیلہ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ کا بیان ہے۔ ہیکل دوم کی تابش اول میں چند وحی ربانی، تابش دوم میں ارشادات عالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تابش سوم میں طرق روایات حدیث تابش چہارم میں صحابہ کبارؓ کے آثار و اخبار اور اقوال علمائے کتب سابقہ مرقوم ہیں۔ ان سب روایات کو معتبر و مستند کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے اور حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے میلاد نبویؐ کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ و نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کئے ہیں۔ محافل میلاد میں مولانا احمد رضا خاں کا قصیدہ نور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کے سینتالیس (۴۷) مطلعے ہیں۔ صنائع بدائع، روزمرہ و محاورات، زور بیان و برجستگی اور سلاست و روانی اس قصیدے کے نمایاں اوصاف ہیں۔ قصیدے کے مختلف اشعار ملاحظہ ہوں:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں، الٰہی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا
(۹۳)

مولانا احمد رضا خاں نے نبی کریمؐ کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے اپنے اسی متذکرہ بالا قصیدہ میں ایک لحاظ سے قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر بیان کی ہے۔ نبی کریمؐ کے سراپا مطہرہ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

شمع دل مشکواۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً" چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لا مکاں تک جن کا رمنا نور کا
کٓ گیسو ہٓ دھن یٓ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(۹۳)

میلاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے شاعر کے پیش نظر آپ کی عظیم شخصیت بھی ہوتی ہے۔ آدم سے لے کر بے شمار انبیاء و رسل نے نبی کریمؐ کے نام اقدس کے وسیلے سے اپنے درپیش مصائب و آلام سے رہائی پائی۔ مولانا احمد رضا خاں اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

کنز مکتوم ازل میں
در مکنون خدا ہو
سب سے اول سب سے آخر
ابتداء ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم
اصل مقصود ہدیٰ ہو
سب بشارت کی اذاں تھے
تم اذاں کا مدعا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے
تم موخر مبتدا ہو
قرب حق کی منزلیں تھے
تم سفر کا منتہا ہو
سب تمہارے آگے شافع
تم حضور کبریا ہو

(۹۵)

شاعر میلاد النبیؐ کا چرچا کرنا اور اس کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں اور وہ اس سلسلہ میں کسی مصلحت کوشی کے روادار نہیں ہیں۔ میلاد کے تذکار کو عام کرنے کے لئے مدحت سرائی کا انداز دیکھئے:

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
(۹۶)

نبی کریمؐ کی بشارت ایک یہودی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ نبی کی پیدائش پر طلوع ہوا کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ ان سعادتوں کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں یوں مدحت سرا ہیں:

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
(۹۷)

رضا بریلوی نے میلاد مصطفیٰؐ کے بیان میں شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کی تو اسے شہرت دوام اور قبولیت عام نصیب ہوئی۔ انہوں نے میلاد النبیؐ کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی شعری انفرادیت اور ندرت خیال، دلکش انداز سے جھلکتی ہے۔ میلاد کے دن کی عظمت و جلالت کے اظہار میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

(۹۸)

رضا بریلوی کا قصیدہ معراجیہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں قرب الٰہی' زمان و مکان اور اطراف و حدود کے تعینات اور معراج کے مشاہدات رسالتمآب' کا مترنم بحر اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہے۔ اس میں روانی و تسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی ان کی جودت و جدت طبع کی آئینہ دار ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی' جگہ جگہ نصب آئینے تھے
تجلی حق کا سہرا سر پر' صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر' کھڑے سلامی کے واسطے تھے
یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا' نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک' جام و مینا' اجالتے تھے' کھنگالتے تھے
براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن' لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے' چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا' ادھر سے مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا' جمال و رحمت ابھارتے تھے

(۹۹)

میلاد میں ادب و احترام سے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اس مقدس محفل کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔ میلاد نگاروں اور باکمال شعراء نے سلام لکھتے وقت اظہار عقیدت و محبت کی صحیح ترجمانی کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں اور ان سلاموں میں بعض تو اس قدر زبان زد خاص و عام ہو گئے ہیں کہ قریباً ہر ذی شعور ان سے بخوبی واقف ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا سلام اردو زبان کا سب سے زیادہ مقبول سلام ہے۔ یہ سلام ۱۴۷ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کو اتنی شہرت ملی ہے کہ میلاد کی محفلوں' نعت خوانی کے علاوہ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں تمام اہم تقریبات پر بالخصوص اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد بالعموم اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں کے سلام مشتمل بر سراپائے اطہر میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت اور شیفتگی و

وابستگی کی شدت کا اظہار' زور بیاں میں علمی وجاہت' مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ' ان کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ نبی کریمؐ کا سراپا اور عہد طفولیت سے لے کر عہد نبوت تک کا نقشہ ایسے دلپذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپؐ کی پوری سیرت مقدسہ سامنے آ جاتی ہے۔ سلام کے چند مشہور شعر ملاحظہ ہوں:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ بیحد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
(۱۰۰)

پہلے شعر میں جان رحمت اور شمع بزم ہدایت کی ترکیبیں اسرار و معانی کے خزانے ہیں' چھٹے شعر میں فتح باب نبوت اور ختم دور رسالت کے الفاظ سے نبوت و رسالت کی پوری تاریخ واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ ساتویں شعر میں نائب دست قدرت ہونے کے ثبوت میں رجعت شمس اور شق القمر کے مشہور معجزات کی نشان دہی کر کے حجت تمام کر دی ہے۔ درج ذیل چند اشعار میں سراپائے مبارک کی چند جھلکیاں زور بیان کے ساتھ دیکھئے:

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام
(سایہ مرحمت)
طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

(قد مبارک)

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

(فرق اقدس)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکۂ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

(گیسوئے مبارک)

لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام

(شانہ مبارک)

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(مانگ)

(۱۰۱)

مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا خاں کے سلام کا رنگ شاعری جھلکتا ہے۔ انھوں نے بھی نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں:

خاص محبوب خدا ختم رسالت پہ سلام
عین رحمت شافع روز قیامت پہ سلام
مقتداء صل علیٰ چین جبین باصفا
نور کی دریائے امواج لطافت پہ سلام
چشم پرابرو بعینہ مدھے سورہ صاد کا
دونوں ابروئے مبارک کی شہادت پہ سلام
مصحف رخسار حضرت مظہر انوار غیب
روئے قدسی مطلع صبح صداقت پہ سلام

(۱۰۲)

مولانا کافی کے سلام میں قافیہ و موضوع کی یکسانیت کے باوجود تقابلی جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری و فنی لحاظ سے کہیں زیادہ موثر ہے جس میں اسرار معرفت کے لاتعداد گوہرہائے گرانمایہ بے چلے آ رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کے قصیدہ میلادیہ ' معراجیہ اور سلام کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ

ان کے نظم و نثر کے شاہکاروں میں سوز عشق و محبت اوج کمال پر ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے انہوں نے پیش کئے ہیں۔ ان کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات و باطنی رجحانات پر مشتمل ہیں۔ مولانا کے اس جذبہ صادق کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

"احمد رضا خاں بریلوی کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے' وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔"(۱۰۳)

حافظ احسان الحق نے اپنے حج و زیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سلام وہاں کی محافل میلاد میں بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔(۱۰۴)

مولانا احمد رضا خاں کی میلادیہ و نعتیہ شاعری توصیف رسولؐ کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔(۱۰۵) ان کے اشعار میں شوکت الفاظ' معنی آفرینی' ندرت بیان' عجز و فروتنی اور وفور عقیدت کی جگمگاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے واردات قلبی کو شعر کی زبان بخشی ہے اور ان جذبات کے اظہار کی بے ساختگی بھی جابجا نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر جو میلاد النبیؐ کے موضوع پر ہے' "المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ" کے نام سے دو بار چھپی ہے۔ اس میں مولانا نے نبی کریمؐ کے میلاد کے حالات و واقعات مدلل اور مفصل انداز سے بیان کئے ہیں۔ آخر میں سلام دیا گیا ہے۔ اس تقریر کی اشاعت سید ایوب علی رضوی کی فرمائش پر ہوئی۔(۱۰۶) اس کی ضخامت ۳۲ صفحات ہے۔

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی نے فضائل احمدی ۱۸۹۰ء میں لکھی۔ یہ نثر کے ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد و معجزات رسالتمآبؐ کے علاوہ خاص طور پر نبی کریمؐ کے خصائص و فضائل کا بیان ہے۔ یہ ایک مقدمہ اور سات ابواب پر محیط ہے۔ اس کے آخر میں فضائل درود شریف لکھے گئے ہیں۔

فضائل احمدی کے مقدمہ میں حقیقت انسانی پر بحث کی گئی ہے اور انسان کی وجہ شرافت دیگر مخلوقات پر بیان کی گئی ہے نیز اس میں حقیقت ولایت و نبوت اور رسالت کو دلائل سے سمجھایا گیا ہے۔

پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور احادیث کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ دوسرے باب میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ نبوت و ولایت کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ جو امور اور لوگوں کو خواب میں منکشف ہوتے ہیں۔ وہ نبی اور ولی کو بیداری میں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ خوبی نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں کامل طور پر موجود تھی۔ تیسرے باب میں اس بات کو موضوع بنایا گیا ہے کہ عوام

کے نفس کی تاثیر صرف اپنے ہی جسم پر موثر ہوتی ہے اور ولی و نبی کے جسم کی تاثیر دیگر اجسام میں بھی پہنچ سکتی ہے اور یہ تاثیر نبی کریمؐ میں کامل طور پر موجود تھی۔ چوتھے باب میں بتایا گیا ہے کہ جو علوم عوام کو لکھنے اور پڑھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ نبی اور ولی کو بغیر درس و تدریس کے حاصل ہوتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں یہ خصوصیت موجود تھی۔ پانچویں باب میں دلائل دے کر یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعوت خلق پر مامور تھے۔ چھٹے باب میں دیگر انبیاء کے مقابلے میں نبی کریمؐ کے دلائل و فضائل بیان کئے گئے ہیں اور اسی باب میں تفصیلی طور پر ذکر میلاد شریف' حلیہ شریف اور معراج النبیؐ کا بیان ہے۔ ساتویں باب میں اسلام کے فضائل کا ذکر ہے۔

نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے بارے میں مصنف نے کئی دلائل دیئے ہیں۔ اس موضوع سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "معراج کے بارے میں بموجب نص قرآنی سبحان الذی اسریٰ بہ عبدہ اور مشہور احادیث میں مع جسم کے تشریف لے جانا محقق ہے اگر مع جسم نہ ہوتا تو قرآن مجید میں بہ عبدہ نہ آتا لفظ عبد میں جسم ضرور داخل ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ عبد آیا ہے وہاں مع جسم مراد ہے مثلاً عبداً" اذا صلے وغیرہ۔" (۱۰۷)

مصنف نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور دیگر مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ انداز بیان متین' سنجیدہ اور مدلل ہے۔

علی انور شاہ

علی انور شاہ نے نور نامہ ۱۸۸۴ء میں نظم کیا۔ اس میں تخلیق نور محمدیؐ اور اس کے مختلف درجات و مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں اسناد نور نامہ' شمائل' نبویؐ اور کلمہ نامہ شامل ہے۔

نور محمدی کے بیان کے ضمن میں نماز کی فرضیت کی توجیہہ بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شجر یقین پیدا کیا۔ پھر اس پر طاؤس کی صورت نور محمدیؐ ستر ہزار برس تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہا' اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک آئینہ تخلیق کر کے اس کو بھی اسی شجر پر جگہ دی اور جب طاؤس اس آئینے کے سامنے آیا تو پھر اس نے اس میں اپنا جمال دیکھا۔ بیان ملاحظہ ہو:

پڑی اس پہ طاؤس کی جو نظر
تو حیراں ہوا آپ کو دیکھ کر
نہایت جو خوب اپنا دیکھا جمال
حیا وہ لگا کرنے از ذوالجلال
وہ خوبی کو دیکھ اپنی شرما گیا
کیے پانچ اس وقت سجدے ادا
ہوئی فرض پھر پنج وقتی نماز

نبی اور امت پہ باصد نیاز

(۱۰۸)

نور نامے محافل میلاد میں پڑھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان میں مجلسی انداز بیاں نمایاں ہے۔ علی انور شاہ نے نور نامہ میں نور نبویؐ کی اہمیت کے بیان کے ساتھ ساتھ ایک خاص فضا بندی کا التزام کیا ہے۔ یہ مخصوص ماحول سازی کا عنصران کی شاعری کا کمال ہے۔

مولوی غلام حیدر گوپاموی (م ۱۸۸۳ء)

مولوی غلام حیدر گوپاموی کا میلاد نامہ "رسالہ زبدۃ الاذکار در بیان مولد شریف سید الابرار" نظم و نثر کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت مصنف کے انتقال کے دو سال بعد ہوئی۔ اس میں ذکر تخلیق نور محمدیؐ" ذکر ولادت باسعادت' ذکر رضاعت و قصہ منظوم دائی حلیمہ سعدیہ" بحیرا راہب نصرانی' حالات نکاح آنحضرتؐ" ذکر واقعہ معراج' بیان معجزات' حلیہ شریف' فضائل درود شریف اور ذکر وفات سرور کائناتؐ کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامہ میں دیباچہ اور ذکر وفات سرور کائناتؐ مصنف کے خلف الرشید مولوی محمد جعفر ساقی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں مولوی محمد جعفر نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

> "یہ رسالہ مولد شریف جناب مغفور کے دم واپسیں کا عمدہ یادگار ہے۔ جس کو حیات مستعار نے تکمیل کرنے کی مہلت نہ دی۔ پیک اجل نے پیغام رخصت سنایا۔ دیباچہ و ذکر وفات حضرت سرور کائناتؐ لکھنے کو باقی تھا کہ حرف الوداع زبان پر آیا۔ ہر چند کہ اس ہیچ کارہ کو یہ ادعا نہیں کہ زمرہ مولفین میں در آئے لیکن تحریر دیباچہ و ذکر وفات کی اشاعت کے نقطہ نظر سے تکمیل ضروری خیال کر کے لکھے گئے ہیں۔"(۱۰۹)

نبی کریمؐ کے تجارت کے لئے سفر شام کے ذکر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو تاکہ اس کے انداز نگارش کا اندازہ ہو سکے:

> "اسی اثنا میں ابو طالب نے قصد سفر بطرف ملک شام واسطے تجارت کے کیا۔ اور آپ کو بھی ہمراہ لیا۔ جب شہر بصرہ میں پہنچے اور قریب وار نجوا کے بحیرا راہب نصرانی رہتا تھا۔ اس نے آمد اس قافلہ کی دیکھ کر بعض علامات کتب سابقہ سے جانا کہ اس قافلہ میں وہ شخص ہے جس کے آنے کی انبیاء سابق خبر دے گئے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ جب آپؐ کو سایہ درخت بیر میں جگہ نہ ملی تو آپ دھوپ میں جا بیٹھے۔ ڈالیاں اس درخت کی دراز ہو کر آپؐ پر سایہ فگن ہوئیں۔ اسی جہت سے اس نے اس قافلہ کی دعوت کی۔ سب لوگ مجلس دعوت میں حاضر ہوئے مگر آنحضرتؐ کو واسطے حفاظت اسباب کے فرودگاہ پر چھوڑ گئے۔ جب اس نے مردمان قافلہ کو دیکھا اور ان میں کوئی علامت معلومہ نہ پائی تو پھر اس نے پوچھا کہ کوئی تم میں سے فرودگاہ پر رہ گیا ہے۔ ابو طالب نے آپؐ کے بارے میں بتایا کہ واسطے حفاظت اسباب کے ایک لڑکا وہاں ہے۔

اس نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے ان علامات کو جو وہ جانتا تھا دیکھا تو مہر نبوت کو بوسہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ پیغمبر آخر زمانہ کا ہو گا جیسا کہ انبیاء سابقین نے خبر دی ہے۔ اگر میں زمانہ آپ کی بعثت کا پاؤں گا تو آپ پر ایمان لاؤں گا اور ابو طالب سے کہا کہ اس لڑکے کو طرف شام کے مت لے جائیں وہاں یہود و نصاریٰ اس کے دشمن ہیں اور ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ پیغمبر اس مقام پر آوے گا لہٰذا چند بار یہاں آکر جستجو کر گئے ہیں۔ ابو طالب اس کے کہنے سے واپس آئے اور ارادہ شام کا فسخ کیا۔"(۱۰)

یہ میلاد نامہ مستند روایات اور بیان کی سادگی کی وجہ سے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولوی مجیب اللہ لکھنوی

مولوی مجیب اللہ لکھنوی علوم معقول کے عالم و فاضل تھے۔ "شمس الضحیٰ فی میلاد مصطفیٰ" ان کا میلاد نامہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا جو ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں تخلیق کائنات، روایات نور محمدیؐ، ولادت نبویؐ، معجزات وقت ولادت، بیان رضاعت، حضورؐ کی والدہ اور حضرت عبدالمطلب کا سفر آخرت، حضرت ابو طالب کا کفالت فرمانا، سفر شام، نسطورا راہب، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی، بعثت نبویؐ کی علامات کا ظہور، غار حرا میں حضرت جبرائیلؑ کی تشریف آوری، ورقہ بن نوفل کا بیان، قبول اسلام کی اولین سعادت، معراج نبویؐ، آپؐ کے دیگر معجزات، قرآن مجید میں آپؐ کی عظمت و بزرگی کا بیان، اسماء النبی الکریمؐ کی شان اور دیگر انبیاء پر آپؐ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ولادت نبویؐ کے بیان کے بعد درود و سلام ہے اور آخر میں قصہ حضرت معاذ بن جبلؓ منظوم ہے۔ باقی سارا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں جابجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ میلاد ناموں میں ایسی روایات بھی ہیں جن کو سمجھنے میں انسانی فہم و شعور عاجز ہے۔ کئی عقلیت پسندوں نے جابجا میلاد ناموں کی ایسی روایات کو موضوعی اور وضعی قرار دیا ہے جبکہ سب میلاد ناموں کا یہ حال نہیں۔ اس قسم کے لاتعداد میلاد نامے موجود ہیں، جن کی ترتیب میں مستند اور معتبر حوالوں سے مدلل کئی ہے۔ مولوی مجیب اللہ نے اپنے اس میلاد نامہ میں سبل الہدیٰ، مراۃ الزمانی، مواہب اللدنیہ، جذب النفوس، شفاالصدور، تاج القصص، میلاد النبیؐ (محدث ابن جوزیؒ)، مدارج النبوت، معارج النبوت، روضۃ الاحباب، تفسیر سورہ الم نشرح (شاہ عبدالعزیز دہلوی)، ترمذی شریف، کشف الاسرار، تفسیر کبیر اور الشفا (قاضی عیاض اندلسی) کے حوالے دے کر اپنے بیان کو مدلل بنایا ہے۔ ان متذکرہ بالا مستند کتابوں سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کس قدر وقیع میلاد نامہ ہے۔

اس میلاد نامہ کی ابتداء درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

"اللہ اللہ اس وقت کہ کچھ نہ تھا اور تھا تو یہ تھا کہ کنت کنزا" مخفیاہ کے پردے میں شاہد پاک کی شوخیوں کے آثار پائے جاتے تھے۔ شاہد پاک کو جب پردہ

غیب میں شوق جلوہ گری از حد ہوا تو نور محبت سے ایک لمحہ جان افروز کو بساط ظہور پر جلوہ دیا اور کمال توجہ سے فرمایا کن محمداً" پس اس نور موفور السرور سے بصورت تعین چند قطرات مایہ حیات ترشح پائے جس سے ملک' فلک' مہر' ماہ' زمین' آسمان' بر و بحر' شجر و حجر' بلکہ ہژدہ ہزار عالم پیدا ہوئے۔"(۱۱)

نبی کریمؐ کی دنیا میں تشریف آوری پر میلادیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

عالم میں آمد شہ عالی وقار ہے
پیدائش رسول ذوی الاقتدار ہے
یاں جبرئیل مستعد کاروبار ہے
از فرش تابہ عرش یہی بس پکار ہے
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

دیکھو شگفتہ عیش و طرب کا چمن ہوا
عالم سے دور رنج و ملال و محن ہوا
کیا شمع حسن جلوہ گر انجمن ہوا
رونق فزائے بزم وہ شاہ زمن ہوا
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

ہے بزم ذکر پاک خدا کے حبیب کی
جو آئے یاں اس کی ہے خوبی نصیب کی
اب مومنو ہے کون سی حاجت نقیب کی
کیا کہہ رہا ہے سن لو زباں سے مجیب کی
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو
(۱۲)

نبی کریمؐ کے بچپن کے احوال کے بیان میں انداز بیاں ملاحظہ ہو۔ شکوہ الفاظ' شوکت تراکیب اور الفاظ کی تراش خراش جو لکھنوی اسلوب کے لوازم میں شامل تھی' ان کی عبارت میں بھی نظر آتی ہے:

"جب سن شریف چھ برس کا ہوا تب آپؐ کی والدہ ماجدہ کو سفر آخرت پیش آیا۔ عبدالمطلب آپؐ کی لیسری و یتیمی پر زیادہ لحاظ و محبت کرنے لگے۔ جب عمر شریف آٹھ برس کی ہوئی۔ عبدالمطلب کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ بخیال اپنی پیرانہ سالی کے

اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں عمر طبعی کو پہنچا۔ اور آفتاب لب بام ہو رہا ہوں مجھ کو تردد ہے کہ جب میں مسافر ملک عدم ہوا تو میرے بعد اس یتیم و یسیر کو کون پرورش کرے گا ابو لہب نے کہا میں دل و جان سے حاضر ہوں جواب دیا کہ تو سخت مزاج اور شقی القلب اور بے رحم ہے اور فرزند یتیم مجروح دل، شکستہ خاطر، مثل پھول کے نازک ہوتے ہیں جو ذرا سی گرمی میں کملا جاتے ہیں۔ بعد اس کے حمزہ نے مثل ابو لہب کے التماس کیا جواب پایا تیرے کوئی فرزند نہیں ہے تو اس یتیم کے درد سے کیونکر آگاہ ہو گا پھر عباس نے عرض کیا کہ عیال و اطفال میں بمقابلہ اپنی اولاد کے کب اس یتیم بے پدر و مادر کی دردو محبت کرے گا پھر ابو طالب نے درخواست کی کہا البتہ تم اس قابل ہو مگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں مختار کرتا ہوں تم میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اور آپؐ کو بلا کر کہا فرزند دلبند تم سے رخصت ہوتا ہوں اور داغ تمہاری اس یتیمی و بیکسی کا اس جہان سے لئے جاتا ہوں تمہارے چچا متکفل ہوتے ہیں تمہیں جس کی کفالت منظور ہو اختیار کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی گود میں جا بیٹھے۔ عبدالمطلب بہت روئے اور کہا کہ اے ابو طالب یہ فرزند یتیم و بیکس ہے نہ شفقت پدری کی لذت اٹھائی نہ محبت مادری کی حلاوت پائی پس اس کی غم خواری و پاسداری مثل پدر و مادر کے تم پر واجب ہے۔"(۱۱۳)

اس میلاد نامہ کے آخر میں قصہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کے عنوان سے وفات نامہ نبی کریمؐ ہے۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے سانحات ارتحال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھٹا ہائے مجھ سے وہ میرا نبی
بسر کس طرح ہو گی اب زندگی
اڑاؤں گا دامان صحرا کی خاک
کروں گا گریباں کو چاک چاک
چھٹا ہائے مجھ سے رسول خدا
کرے کون اب درد دل کی دوا
نہ تھا چین دل کو نہ تسکین و صبر
شب و روز گریاں تھا مانند ابر
مرے اشک جاری تھے بے اختیار
تھے فوارے دو دیدہ اشکبار
جو پہنچا مدینے کے جاکر قریب
پڑی کان میں اک صدائے عجیب

اے شخص یہ کیا ہے شور و بکا
خدا کے لئے ہے قیام و بقا
ترا رونا کس کام آئے گا اب
محب پاس پہنچا ہے محبوب رب
(۱۱۴)

مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ میں حب رسولؐ کے مختلف تجربات بیان کئے ہیں۔ آپؐ کے اسمائے صفات کے فیوض و برکات کا ذکر والہانہ انداز میں کیا ہے۔ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کیا کچھ عطا فرمایا' اس کو بھی بڑے دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ شب معراج افلاک کی رونق' عرش بریں کی آرائش و تزئین' حوروں اور فرشتوں کا اشتیاق' مختلف برگزیدہ پیغمبروں کا اظہار مسرت' درود و سلام کی صدائیں بیان کرنے میں فاضل میلاد نگار نے اپنی قوت متخیلہ کا پورا زور صرف کر دیا ہے اور نثر میں نظم کا سا کیف' دلکشی اور ندرت پیدا کر دی ہے۔ بحیثیت مجموعی مواد' ترتیب اور تخلیقی محاسن کے لحاظ سے "شمس الضحیٰ فی میلاد المصطفیٰ" میلاد ناموں میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

مولوی محمد ظہور علی ظہور

مولوی محمد ظہور علی نے شاہ احمد سعید دہلوی کے بیان میلاد کو "مولود سعیدیہ" کے نام سے نظم کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد مولوی ظہور علی نے منظوم میلاد نامہ لکھنے کی وجہ بیان کی ہے:

وہ جو ہے مولود ختم الانبیاء
باادب حضرت نے مسجد میں پڑھا
آپ کے پڑھنے کی کیا تاثیر تھی
ساری محفل صورت تصویر تھی
جب سنا میں نے مقالہ وہ تمام
سب بیان حضرت خیر الانامؐ
جی میں آیا نظم کر اس کو ظہور
کیا تعجب ہے کہ وہ رب الغفور
اس کی برکت سے کرے بیڑہ کو پار
دو جہاں میں تجھ کو ہووے افتخار
(۱۱۵)

اس میں نسب نامہ آنحضرتؐ' ظہور نور احمدیؐ قبل از آدمؑ' نازل شدن نور محمدیؐ' ولادت رسالتمآبؐ' ایام طفولیت آنحضرتؐ' بیان بالیدگی آنحضرتؐ' رفتن دائی حلیمہؓ بسوئے مکہ ہمراہ جناب احمد مجتبیٰؐ' بیان ہشت سالہ بودن عمر آنحضرتؐ' بیان دوازدہ سالہ شدن عمر شریف آنحضرتؐ' بیان راہب' بیان براق' بیان معراجؐ

وصیت فرمودن حضرت ابراہیمؑ بیان عبادات پسندیدہ، مجمل بیان معجزات، بیمار شدن و وفات آنحضرتؐ ذکر خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سب سے آخر میں مروج وفات ناموں کی طرح بیان وفات مبارک ہے۔

نبی کریمؐ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے خواب دیکھنے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

تھا جو عبدالمطلب وہ نامور
خواب دیکھا اوس نے یہ وقت سحر
ایک ستارہ گھر سے عبداللہ کے
سرخ رنگت تھی ستارہ کی ولے
آسماں پر یک بیک چڑھنے لگا
جس قدر اونچا ہوا بڑھنے لگا
وہ ستارہ الغرض تھا اک عجیب
جبکہ پہنچا آسماں کے وہ قریب
ساری دنیا کے برابر ہو گیا
سب ستاروں سے وہ بہتر ہو گیا
نور اس کا تھا نمایاں دور سے
سب ستارے چھپ گئے اوس نور سے
(۱۱۲)

اس میلاد نامہ کا وصف خاص سادگی و سلاست اور سہل لب و لہجہ ہے۔

حافظ مولوی ابراہیم علی خان خلیل (م ۱۹۰۴ء)

حافظ مولوی ابراہیم علی خان خلیل ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار نواب محمد علی خان کی معزولی کے بعد مسند آرائے حکومت ہوئے۔ بسمل خیر آبادیؔ (تلمیذ امیر مینائی) کے شاگرد رہے۔

مولوی ابراہیم علی خان کا میلاد نامہ بعنوان "سرور المومنین المعروف بہ میلاد خلیل" کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں چھپا۔ اس کے فوراً بعد اس کا چوتھا ایڈیشن نہایت خوش خط اور بہتر کاغذ پر محلّہ سوداگران ٹونک راجستھان کے مطبع محمدی دربار ٹونک سے میر سامان حافظ رحیم بخش کی فرمائش پر شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۱۲۶ صفحات ہے۔ عام میلاد ناموں کی طرح نظم اور نثر کے ملے جلے انداز میں لکھا گیا ہے۔ عبارت میں فصاحت و بلاغت ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"درود اور سلام بے شمار اس ذات عالی صفات، برگزیدہ انفس و آفاق، اشرف عالم، افضل نبی آدم و آدم پر جس کے وجود باجود نے سرگشتگان وادی ضلالت کو اپنی شمع ہدایت کا نور دکھا کر شرک اور کفر کی تاریکیوں سے باہر نکالا۔" (۱۱۷)

میلاد خلیل کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں جتنی روایات بیان کی گئی ہیں وہ سب مستند حوالوں کے

ساتھ لکھی گئی ہیں۔ حضورؐ کی تشریف آوری کی پیش گوئی کسی نہ کسی انداز سے مکمل شرح اور وضاحت کے ساتھ صحائف ماضیہ اور کتب ہائے قدیم میں موجود ہے۔ میلاد خلیل میں ان پیش گوئیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ دیگر مروج میلاد ناموں کی عام روش کی طرح اس میں بھی نور محمدیؐ کے مدارج کو بڑی شرح اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آیات قرآنی اور اسناد حدیث تواتر سے ملتی چلی جاتی ہیں۔ فصیح و بلیغ میلاد ناموں کی طرح میلاد خلیل میں بھی زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ میلاد غلام امام شہید اور میلاد خلیل کے درمیان تصنیف کے اعتبار سے قریباً ستر سال کا درمیانی عرصہ ہے لیکن اس کے باوجود میلاد خلیل میں الفاظ کی تراش خراش' محاورے' روزمرہ کی بندش' فصاحت و بلاغت کی فراوانی' مشکل الفاظ کی بہتات' آیات قرآنی کے حوالے اور نعتیہ و میلادیہ منظومات کی دل نشینی و رنگا رنگی اور احادیث متواترہ کی بو قلمونی الغرض یہ تمام خوبیاں یکجا جمع ہیں۔ مضامین کے بیان میں ترتیب عام میلاد ناموں کی طرح ہے۔ نور محمدیؐ کا بیان' نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت' وقت ولادت کے معجزات' ایام رضاعت کا بیان اور آخر میں معراج شریف کا ذکر ہے۔ میلاد خلیل کو معراج پر ختم کر دیا گیا ہے یہی اس کی انفرادیت ہے۔ اس میں آپؐ کی رحلت کا ذکر نہیں ہے۔

آپؐ کی رضاعت کے بیان میں ایسی روایات کے بیان سے مصنف نے پرہیز کیا ہے جس میں تواتر اور ربط باقی نہ رہا ہو۔ اس لحاظ سے بیان رضاعت نہایت مستند اور مفصل بیان کیا گیا ہے۔ ایک مشہور روایت جو قریباً ہر تاریخ میں موجود ہے' اسے میلاد خلیل میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے بعد ولادت مقدسہ سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبہؓ نے جو ابو لہب کی لونڈی تھی' آپؐ کو دودھ پلایا۔ اور پھر حضرت حلیمہؓ نے آپؐ کو دودھ پلایا۔ عرب کے دستور کے مطابق بچوں کی پرورش آزاد قبائل اور کھلی آب و ہوا میں کیا جانا زیادہ مستحسن گنا جاتا تھا۔

میلاد خلیل میں دیگر میلاد ناموں کی طرح درج ذیل روایت کا بھی اعادہ کیا گیا ہے:

"جب حضورؐ کا سن شریف بارہ سال کا ہوا تو آپؐ ہمراہ حضرت ابو طالب ملک شام کی طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ شہر بصرہ میں پہنچے۔ آپؐ کو ایک راہب نے دیکھا۔ اس راہب کا نام جرجیس تھا وہ آپؐ کو دیکھ کر دوڑا آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہذا سید المرسلین ہذا سید العٰلمین ہذا -یبعث اللہ رحمتہ للعٰلمین یعنی یہ ہیں سردار رسولوں کے' یہ ہیں سردار جہانوں کے' یہ ہیں کہ نبی فرمائے گا ان کو حق تعالیٰ رحمت واسطے جہانوں کے۔ راہب کا یہ بیان سن کر حضرت ابو طالب آپ کو واپس لے آئے۔" (۱۱۸)

شب معراج حضرت جبرئیلؑ جب براق لینے کے لئے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو میلاد خلیل میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"جبرئیل علیہ السلام بفرمان ملک علام بہشت میں گئے' دیکھا کہ چالیس ہزار براق مرغزار جنت میں چرتے ہیں اور سب کی پیشانی پر نام جناب رسول انام علیہ افضل

الصلوٰۃ والسلام کا لکھا ہے اور آپؐ کی سواری کی آرزو کرتے ہیں ان کے درمیان ایک براق سر نیچے ڈالے ہوئے محزون و غمگین کھڑا ہے اور سیلاب اشک اپنے رخساروں سے بہا رہا ہے جبرئیل نے احوال پوچھا اس براق نے کہ نام اس کا جاروس تھا کہا کہ چالیس ہزار برس سے میں نے نام محمدؐ سنا ہے اور شیدا ہوا ہوں اسی روز سے نہ کھانا بھاتا ہے نہ پینا خوش آتا ہے، صرف ان کے عشق و محبت میں جیتا ہوں۔

وہ سر نہیں جس میں نہ ہو سودائے محمد
دل کیا ہے نہ رکھے جو تولائے محمد
ممنون عنایت نہ ہو کیوں آپ کا عالم
ہے مظہر کل ذات معلائے محمد
کحل البصر دیدہ مشتاق بناؤں
مل جائے اگر خاک کف پائے محمد

(۱۱۹)

معراج النبیؐ کے بیان کے بعد نثر میں مناجات ہے۔ اس کے بعد میلاد نامہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مستند حوالوں اور زبان و بیان کی لطافت کی وجہ سے وقیع اور قابل قدر میلاد نامہ ہے۔

احمد حسین خاں مائل (م ۱۹۱۳ء)

احمد حسین خاں مائل بن محمد رضا حسین رضا ۱۸۵۷ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم میر مہدی ثاقب سے حاصل کی۔ شاعری میں محمد سرفراز علی وصفی کے شاگرد ہوئے۔ آغا داؤد ابوالعلائی سے بیعت تھے۔ ڈاکٹری کی سند ۱۸۷۵ء میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں بعارضہ فالج وفات پائی۔

ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "نور ظہور" ۱۸۸۶ء میں چھپا۔ اس پر مطبع کا نام درج نہیں ہے۔ یہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

نور ظہور سے نمونہ کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:

آج ہوتا ہے عیاں گنج نہاں شاہ شہاں جلوہ دہ کون و مکاں مہر جہاں ماہ ربیع
نور رب فخر عرب عین خدائی کا سبب احمد بے میم لقب صاحب اعجاز بہار

(۱۲۰)

مائل کے کلام میں روانی، لطف زبان، ندرت بیاں اور پاکیزگی کا وصف موجود ہے۔ ان کا یہ بہت مختصر میلاد نامہ ہے۔ اس میں عام مروج میلاد ناموں کی طرح میلادیہ مضامین کا کوئی التزام نہیں۔ اس وجہ سے نامکمل نظر آتا ہے۔

خواجہ محمد مرتضٰی بقا

خواجہ محمد مرتضٰی بقا کا میلاد نامہ خدا کی رحمت ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نثری میلاد نامے میں چند

منظومات بھی شامل ہیں۔ مطبع نول کشور کانپور سے ۱۸۸۶ء میں اس کی طباعت ہوئی۔ اس میں نور محمدیؐ ولادت محمدیؐ بیان رضاعت اور حلیہ شریف کے عنوانات ہیں۔

حلیمہ سعدیہؓ کی ایک روایت کے بیان میں زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

"جب مکہ کوس بھر رہ گیا میں نے وہاں مقام کیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک درخت سرسبز بہت سی شاخوں والا میرے سر پر سایہ کر رہا ہے اور ایک درخت اور چھوہارے کا ہے کہ طرح طرح کے چھوہارے تازہ اس میں لگے ہیں اور عورتیں بنی سعد کی میرے آس پاس بیٹھی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے حلیمہ! تو ہماری شہزادی ہے پھر اس درخت سے چھوہارا میری گود میں گر پڑا میں نے اٹھا کر کھا لیا شہد سے زیادہ میٹھا تھا مزا اس کا میرے منہ سے نہ گیا جب تک حضرت میرے پاس رہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہؐ۔"(۱۴۱)

خواجہ مرتضیٰ بقا کی تحریر میں عقیدت مندی، باوقار رویہ، فکری توانائی اور زبان و بیان کی سادگی موجود ہے۔

سید برہان الدین احمد

سید برہان الدین احمد کا میلاد نامہ "رسالہ میلاد شریف" ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ملے جلے مضامین کے ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں معروف موضوعات میلاد روضۃ الواعظین، شرائف الاوقات، معارج النبوت، مدارج النبوت، روضۃ الاحباب اور جذب القلوب الی دیار المحبوب وغیرہ کتب کے حوالوں سے بیان کیے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے میں جملوں کی ساخت، عربی اور فارسی لفظوں کا استعمال اور کہیں کہیں طرز بیان عربی عبارت کو ہو بہو اردو میں منتقل کرنے سے مشکل نظر آتا ہے لیکن مجموعی طور پر اس کا اسلوب صاف، سہل، مدلل اور خوشگوار ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے میلاد نامے کی درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں، ان میں نبی کریمؐ کی شان رحمتہ للعالمین اور سراج منیر کو حضرت موسیٰؑ کے خزائن رحمت خداوندی جاننے کے ضمن میں مصنف نے بہت مدلل انداز میں پیش کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ایک چراغ روشن کر اور تمام امت، فوج، حشم اور خدم اپنے کو حکم دے کہ اسی چراغ سے سب مشعل وغیرہ روشن کریں حضرت موسیٰؑ نے بموجب فرمان الٰہی تعمیل کی اور ایک چراغ روشن کیا اور تمام فوج نے اسی سے ہزاروں مشعلیں روشن کیں پھر الہام ہوا کہ اے موسیٰ! تیرے چراغ سے تمام عالم منور ہو گیا۔ اس نور میں کچھ فرق ہوا، یا نہیں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی یا رب العالمین! اس کے نور میں کچھ فرق نہیں ہوا پس خطاب ہوا کہ اسی طرح نظیر خزانہ رحمت اور بخشش

میرے کی ہے کہ اگر تمام عالم کو بخش دوں خزانہ رحمت اور بخشش میرا کم نہ ہو گا پس اے عاشقان جمال محمدیؐ و طالبان وصال احمدیؐ اس مقام پر ایک نکتہ صوفیانہ ہے کہ خداوند عالم نے نظیر رحمت اپنا چراغ کو گردانا در حقیقت مراد اس چراغ سے ذات محبوب رب العالمین و شاہد خلوت کدہ ما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین ہے اس لئے کہ خدا نے کلام مجید میں ذات محمدیؐ کو بہ صفت سراجا" منیرا یعنی چراغ روشن موصوف فرمایا ہے۔ کما قال داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا پس گویا حضرت موسیٰ سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ نظیر رحمت میری اس عالم میں ذات احمدی و وجود محمدیؐ ہے کہ اگر تمام عالم کی بخشش چاہے وہ طلب کرنے سے اور بخشش کرنے سے انکار نہ کروں پس ذات حضرت خلاصہ کائنات نمونہ رحمت الہی و اشارہ کرم لاانتہاہی ہے۔"(۱۳۲)

اس قسم کی مثالوں سے اس میلاد نامے میں ایک ایسا مرقع تیار کیا گیا ہے' جو اپنی مثال آپ ہے اور اس کی دوسری خصوصیت مستند اور صحیح روایات کا بیان بڑے موزوں الفاظ میں کیا گیا ہے۔

علی انور قلندر شاہ

شاہ علی انور قلندر' حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے صاحبزادے تھے۔ انور تخلص تھا۔ ۱۱۔ ربیع الثانی ۱۲۶۹ھ ر ۱۸۵۸ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔(۱۳۳) تقی علی قلندر سے تفسیر و فقہ' حدیث' منطق و کلام اور سلوک و تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ شاہ تراب علی قلندر کاکوروی سے باطنی فیض پایا۔ ہر وقت یاد الہی سے واصل اور ذکر رسالت پناہی سے شاغل رہتے تھے۔ درس و تدریس کے بعد تصنیف و تالیف اور کتب بنی محبوب مشغلہ تھا۔

ان کا میلاد نامہ نفخ الطیب فی مولد الحبیب ۱۸۸۷ء میں کانپور سے طبع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برکات محفل میلاد' نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات' ولادت مبارکہ' معجزات وقت ولادت' رضاعت و بچپن' بعثت و نبوت اور معراج کا بیان ہے۔

مصنف کے صوفیانہ مزاج اور انتخاب الفاظ کی موزونیت نے تحریر کو موثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔

شیخ عباد اللہ بادل کانپوری

شیخ عباداللہ بادل کانپوری متخلص بہ رنج کا میلاد نامہ مظہر النور ملقب بہ بہار خلد معروف بہ مولود بادل ۱۳۰۶ھ ر ۱۸۸۸ء میں پہلی بار مطبع نامی کانپور سے شائع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ' انجمن ترقی اردو' کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اپنی مقبولیت کی وجہ سے کئی بار چھپا۔ اسے ۱۹۲۳ء میں ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار' لاہور نے بھی شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

مولود بادل نظم و نثر کے ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد آداب محفل میلاد' بیان مولود سرور کائنات" بیان نور محمدی" بیان کاہنہ کے بارے میں' احوال زنان سکنائے مکہ مکرمہ" سلام'

درود شریف، بیان رضاعت، بیان شمائل، بیان معجزات، معراج شریف، تعریف براق، در بیان قیامت و استغاثہ حضرت فاطمہؓ پیش رب العزت، فضائل محمدیؐ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا کے عنوانات ہیں۔
بیان مولود سرور کائناتؐ میں آپؐ کی ولادت مبارک کا ذکر یوں نظم کیا گیا ہے:

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت حضورؐ کی
آ جائے گی خماری شراب طہور کی
کاغذ پہ ہر طرف ہے تجلی یہ نور کی
بین السطور ہے عیاں اس شکل نور کی
حرفوں کا رنگ نور سے تبدیل ہو گیا
ہر دائرہ بھی صورت قندیل ہو گیا
ظاہر کیا ہے پردہ سے خالق نے اپنا نور
ارض و سما کا جس کے سبب سے ہوا ظہور
شہرت ہے اس حبیب کے آمد کی دور دور
مٹ جائیں گے جہاں سے سب بانی فتور
توحید آج کفر کی ظلمت اڑائے گی
خورشید کی چمک ابھی ذروں میں آئے گی
(۱۳۴)

مولود بادل کی زبان اور اسلوب کا اندازہ لگانے کے لئے نور محمدیؐ کے بیان سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"ایک دن عبداللہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ میں جب بطحا مکہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم الشان میری پشت سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف اس کا جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہی نور بصورت پارہ ابر کے میرے سر پر سایہ کرتا ہے پھر متوجہ ہوتا ہوں، آسمان کی طرف تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے۔" کہ اے عبداللہ! نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے، تجھے سلام اور جس وقت خشک درخت کے پاس جاتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے جب وہاں سے اٹھتا ہوں پھر بدستور سوکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا اے عبداللہ! بشارت ہو تجھے کہ تیرے صلب سے سیدالمرسلین خاتم النبین محمد مصطفیٰؐ کہ جن کی خبر توریت میں ہے، پیدا ہوں گے۔" (۱۳۵)

لکھنؤ کی محفلیں ۱۸۵۷ء کے بعد درہم برہم ہو گئیں تو پھر وہاں کے شعراء اور مرثیہ گو قدر دانی کی

تلاش میں عظیم آباد' پٹنہ' دکن اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں منتقل ہو گئے۔ لکھنؤ کے مرثیہ گو شعراء نے واقعات کربلا کو ہزاروں صفحات پر پھیلا دیا تھا۔ ان مرثیہ گو شعراء کے چاروں طرف پھیل جانے کے اثرات میلاد نگاروں نے بھی قبول کیے۔ اور میلاد ناموں میں کسی نہ کسی انداز میں شہدائے کربلا کے مصائب کا بیان شروع ہو گیا۔ مثلاً مولود بادل میں قیامت کے بیان میں استغاثہ حضرت بی بی فاطمہؓ پیش رب العزت شامل ہے۔ اس میں قیامت کے دن بی بی فاطمہؓ شہادت حسنین کے بارے میں فریاد کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں سرفروشان کربلا اور حضرت امام حسنؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کر کے مرثیہ کی طرح فضا بندی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

پیراہن حسنؓ کی جو آلودہ زہر تھا
شانے پہ داہنے اسی بیکس کے ہے پڑا
ملبوس وہ حسینؓ کا خوں سے بھرا ہوا
ڈالے ہے بائیں شانے پہ وہ غم کی مبتلا
ہے کوفیوں کے ظلم سے دل کو جو بے کلی
فریاد کرنے پیش خدا آتی ہیں چلی
کہتی ہیں یونہی سامنے خالق کے جاؤں گی
پیٹوں گی اور خاک بھی سر پر اڑاؤں گی
فریاد کی کر اپنی تمھیں داد پاؤں گی
نالوں سے اپنے عرش بریں کو ہلاؤں گی
میں نے نہ ملک و مال کسی کا دبا لیا
لڑکوں کو کوفیوں نے مرے قتل کیوں کیا
(۱۳۶)

مجموعی لحاظ سے مولود بادل میں دہلی کی تاثیر اور لکھنوی زبان کی صفائی' فنی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں (م ۱۸۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں کا میلاد نامہ بعنوان "الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ"[۱۳۷] ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے۔ اس کا سرورق موجود نہیں' اس وجہ سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ نثر کے ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری کراچی یونیورسٹی' کراچی میں موجود ہے۔

اس میلاد شریف کی تالیف کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے:

"نبی کریمؐ کی ولادت مبارک تا وفات شریف کتب سلف امت کثرت سے موجود

ہیں لیکن ان کتب کا تعلیم و تعلم اہل اسلام میں ایک عرصہ دراز سے متروک ہے حالانکہ یہ درس تدریس شرفاً" و رتبتہ" علوم فروع و نحو پر مقدم ہے بعد تحصیل علوم کتب و سنت کے کوئی علم نافع تر علم سیرت وہدی نبوت نہیں ہے سو اس علم سے اکثر مسلمان غافل ہیں۔ احوال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام و خاص نے فقط رسائل مولد پر اکتفا کیا ہے اور ان میں کوئی تالیف لائق اعتماد کلی نہیں نیز قطع نظر اس مسئلے سے جس میں ایک جہان برسر نزاع و تنازع ہے کہ آیا ذکر شریف میلاد بطریقہ مروجہ جائز ہے یا ناجائز اس رسالے میں اختصاراً" ذکر احوال خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از ولادت تا وفات لکھنا مناسب جانا۔"(۴۷)

اس میں مولفات میلاد شریف' نسب و ولادت شریف آنحضرت" آنحضرت کے قتل پر قریش کا معاہدہ اور انتقال ابو طالب' بیان ہجرت' خصائص آنحضرتؐ و دلائل نبوت' اسما و القاب نبویؐ" ذکر شمائل' معجزات' غزوات' اعمام و عمات و ازواج و خدم' سیرت نبویؐ کے چند پہلو اور مرض وفات آنحضرتؐ کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اس میں قرآن و حدیث اور مستند و معتبر کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"ہر فصل میں انہی مضامین ماثورہ پر اکتفا کیا گیا جو بمنزلہ راس کے جسد ہیں۔ اور فقط خبط اطراف پر وقوف ہوا۔"(۴۸)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ شکم مادر سے ہاتھ پر شفا ام عبدالرحمن بن عوف کے اترے' نگاہ طرف آسمان کے تھی دونوں ہاتھ زمین پر تھے اس میں جو اشارہ ہے وہ مخفی نہیں ہے سرگیں چشم پاکیزہ تن ناف بریدہ ختنہ شدہ پیدا ہوئے بعض نے کہا آپؐ کا ختنہ آپؐ کے جد عبدالمطلب نے ولادت سے ساتویں دن کیا اور بعض نے کہا' جبرئیل نے شق صدر کے دن زمانہ رضاعت حلیمہ سعدیہؓ میں ختنہ کیا۔ آپؐ کی شب ولادت میں کو شک کسریٰ حرکت میں آیا اس کی آواز سنی گئی اور چودہ کنگرے گر گئے اور آتش فارس جو ہزار سال سے یکساں گرم تھی بجھ گئی اور چشمہ ساوہ خشک ہو گیا۔ جب آپؐ کی عمر ۸ برس دو ماہ دس دن کی ہوئی عبدالمطلب نے انتقال کیا۔"(۴۹)

مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اس خوبی نے ان کے طرز بیاں کو دلکش اور پر اثر بنا دیا ہے۔ یہ پہلی میلادیہ تصنیف ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھی ہے۔ دراصل شروع میں غیر مقلدین کا عیسائیوں' آریہ سماجیوں' اور شیعوں سے صرف اختلاف تھا۔ بعد میں مرزائیوں کے خلاف رسالے تصنیف ہوئے۔ نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج میں ان کی کسی قسم کی کوئی مخالفت نہیں۔

خواجہ شمس الدین

خواجہ شمس الدین کا منظوم "نور نامہ کلاں" ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت مطبع احمدی سے ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ نور نامہ میں ان روایات اور احادیث کو موضوع بنایا گیا ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور محمدیؐ پیدا کیا۔ اس کے آخر میں ایک دعا اور اس کی برکات کا بیان شامل ہے۔ نور نامہ کے پڑھنے سے مرادوں کے حصول کی نوید دی گئی ہے۔ اور منکرین نور محمدیؐ کو کافر کہا گیا ہے' اشعار ملاحظہ ہوں:

اگر کوئی شک لاوے اس بات پر
تو لعنت ہے اس شوخ بد ذات پر
وہ کافر ہے دوزخ میں دائم رہے
جو اس نور نامہ کو باطل کہے
روایت ہے اس نور نامہ میں اور
ذرا دیدارو کرو اس پہ غور
مدینہ میں حضرت علی نے کہا
نہ لاؤ شک اس میں کوئی مطلقا
پڑھے نور نامہ جو بااعتقاد
تو بیشک خدا دیوے اس کی مراد
(۱۳۰)

آسمانوں کی ہیئت کے بارے میں لکھا ہے:

ہے اول فلک نقرہ خام سب
زر سرخ کا دوسرا ہے عجب
تمام آسماں تیسرا ہے سفید
عجب اس کی قدرت کا ہے یار بھید
ہے موتی کا چوتھا یہ بس آسماں
فقط سیم کا ہے فلک پانچواں
چھٹا لعل یاقوت کا بیکراں
زمرد کا ہے ساتواں آسماں
ہیں دروازہ سب آئینہ تو کہ سات
نبی میرے فرماتے ہیں ایسی بات
طلائی کواڑ اس کے سن لے ذرا
دیا قفل ہے لعل یاقوت کا
(۱۳۱)

نور نامے کی زبان قدامت کے باوجود صاف ہے اور تفہیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے زبان کی برجستگی اور الفاظ کی بندش اس نور نامے کی نمایاں خوبی ہے۔

محمد سراج الیقین

محمد سراج الیقین نے مولد شریف مصطفوی موسوم بہ تواریخ احمدیؒ ۱۸۸۹ء میں لکھا۔ یہ نثر کے ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب درج ذیل ہے:

نسب نامہ' نور محمدیؐ' ولادت مبارکہ' بیان رضاعت' رحلت حضرت آمنہؓ و حضرت عبدالمطلب' حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی طرف سے مال تجارت لے کر ملک شام کو جانا' بیان معراج شریف' ہجرت مکہ مکرمہ' احوال اسلام حضرت عبداللہ بن سلامؓ' حضرت سلمان فارسیؓ' احوال غزوات آنحضرتؐ' معجزات سرور کائناتؐ اور بیان وفات شریف۔

مصنف نے اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور اپنے ماخذ کی نشاندہی کی ہے:

> "فقیر نے اس رسالہ متبرکہ کی روایات کی صحت پر بڑا لحاظ کیا ہے' اپنے نزدیک کسی روایت ضعیف کو اس میں دخل نہیں دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری' صحیح مسلم' صحیح حاکم' مستدرک' شرح سنن بیہقی' بحرالعلوم (امام نجم الدین عمر نسفیؒ)' وقائق الاخبار مولد (ابن جوزیؒ)' اشعۃ اللمعات' مظاہر حق' مصباح النبوت (شاہ محمد ہمدانیؒ)' مدارج النبوت' معارج النبوت' روضۃ الاحباب اور ریاض الازہار وغیرہ جیسی کتب معتبرہ سے حکایات و روایات رسالہ ہذا میں درج کی ہیں۔ ان کتابوں کے نام اس مقام پر لکھ دیے ہیں تاکہ ناظرین صداقت آئین ملاحظہ فرمائیں اور کسی طرح کا شک و شبہ اس کی صحت پر نہ لائیں۔" (۳۲)

بیان معراج سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

> "آپؐ نے فرمایا کہ پھر جب مجھے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے آگے پہنچایا تو عالم برزخ اور عالم مثال میں مجھے عجائب و غرائب نظر آئے۔ ازاں جملہ بہت لوگ نیکی و بدی کی جزا میں مصروف و گرفتار پائے چنانچہ کچھ لوگوں کو زراعت کرتے پایا اور عجب تماشا ان کا نظر آیا یعنی جس وقت کھیت بوتے تھے اسی وقت درخت مع خوشے تیار ہوتے تھے۔ پھر جب کھیت کاٹ کر غلہ اٹھاتے تھے ہر دانے کے عوض میں دو چند سے سات سو دانے تک ہاتھ آتے تھے۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے اس کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رات دن خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اپنا مال فی سبیل اللہ فقرا اور غربا کو دے گذرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کا صلہ ملتا ہے۔" (۳۳)

سراج الیقین نے واقعات کے بیان میں کہیں کہیں قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور ان کا ترجمہ بھی دیا

ہے۔ تمام واقعات اور روایات کو معتبر حوالوں کی مدد سے ایک کہانی کے پیرائے میں لکھا ہے۔ اس میں بھی ان کا عالمانہ طرز استدلال اور متین و پر وقار لب و لہجہ جھلکتا ہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر ان کے میلاد نامے کو اس دور کا ایک نئی وضع اور نئے رجحان کا حامل اور نمائندہ کہا جا سکتا ہے۔

میر اعظم علی خان شائق (م ۱۸۹۷ء)

میر اعظم علی خان شائق عمدۃ العلماء نواز الدولہ کے نواسے تھے۔ طویل مدت تک دار القضا کے ناظم رہے۔ عربی اور فارسی کی بڑی لیاقت تھی۔ شعر گوئی میں مائل سے تلمذ رہا۔ ان کا ضخیم کلیات شعر و سخن سے وابستگی کا شاہد ہے۔ ۱۳۱۵ھ ر ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں مدفون ہیں۔

ان کا کلام جو چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے' زیادہ تر نبی کریمؐ کے محامد و محاسن کے بیان پر حاوی ہے۔ ان کے کلیات کی ضخامت سے ان کی شعر گوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک ہی موضوع پر اتنی ہمہ گیری' تنوع' وسعت اور تخیل کی بلندی عشق رسولؐ کا بین ثبوت ہے۔

اعظم نے زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ معراج کے بیان میں شاعر کی قوت تخیل اور جذبات نگاری اپنے معاصر شعراء سے منفرد اور ممتاز ہے۔ تعداد و تاثر' شاعرانہ خصوصیات' روانی اور فنی اہتمام کے ساتھ اسلوب شعر میں سادگی و لطافت ہے۔

احمد جو احد کے ہو مقابل شب معراج
جو میم ہے وہ ہے خط باطل شب معراج
طرفین میں تھی شوق لقا حد سے زیادہ
طے دم میں ہوئی دور کی منزل شب معراج
آنکھوں میں ہیں پردے تو ہے پردوں میں بصیرت
اللہ سے ایسے ہوئے واصل شب معراج
وہ حسن محمدؐ وہ براق اور وہ صورت
ہر ایک کی طبیعت ہوئی مائل شب معراج
مجنوں ہوئے سب دیکھ کر سرکار کی عظمت
رفرف جو بنا آپ کا محمل شب معراج
ہے صاف تشہد میں طلبنا کا اشارہ
سب لوگ بشر کے ہوئے قائل شب معراج
کس منہ سے کہوں میں کہ خدا خوب ہے واقف
کیا کچھ ملے حضرت کو وسائل شب معراج
(۱۳۳)

محمد عبدالواحد خاں کی مثنوی کا عنوان "شوق احمد" ہے۔ یہ مثنوی عشق رسالتمابؐ کے بیان میں ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء نیشنل میوزیم، کراچی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی ۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ زردی مائل حنائی دبیز کاغذ پر سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ ہذا معمولی کرم خوردہ ہے۔ ورق اول کے کنارے شکستہ ہیں۔ آغاز میں نستعلیق عمدہ اور بعد میں اوسط خط ہے۔ شاعر کم سواد ہے کیونکہ وہ اکثر اوقات اوزان و بحور کا خیال نہیں رکھتا۔ اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

پڑھے جو مثنوی شوق احمد
بڑھے وہ اس کے دل میں ذوق احمد
اسے بھی روضہ اقدس کو دکھلائیں
مشرف پھر لقا سے اپنے فرمائیں
(۱۳۵)

سید جواد حسین شمیم امروہوی (م ۱۹۱۲ء)

سید جواد حسین شمیم ۱۸۳۸ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ حمد و نعت اور میلاد سرور عالمؐ کے عنوان سے ان کا ایک ناقص الطرفین مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔(۱۳۶) اس مخطوطہ کے متعدد مقامات پر مصنف نے اپنے قلم سے ترامیم و اضافے کئے ہیں۔ شمیم کا ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔

بیان میلاد مسدس کے انداز میں ہے۔ ایک بند بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

اب مصحف اعجاز و کرامات سنائیں
میلاد جناب شہ خوش ذات سنائیں
منکر کو بھی حال آئے وہ حالات سنائیں
اس پر بھی نہ قائل ہو تو صلوات سنائیں
ہر انس و ملک مدح کرے شہ کی ثنا پر
خالق بھی کہے صل علیؐ صل علیٰ پر
(۱۳۷)

شاعر کے بیان میں شیفتگی و محبت کے جذبات کا اظہار ہے۔

حکیم محمد حسن میرٹھی

حکیم محمد حسن بن حکیم خادم حسین یکتا بن حکیم کریم بخش میرٹھ کے معروف اطباء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا میلاد نامہ نور محمدی الموسوم بہ نور الانوار' نور محمدی" ولادت و وفات مبارکہ کے احوال پر مبنی ہے۔ "نور محمدی" نظم و نثر کے مخلوط انداز میں لکھا گیا ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

مطبوعہ نسخہ ۱۸۹۱ء پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں معجزات ہنگام ولادتؐ سے متعلق مشہور اور مقبول روایات کو نظم کیا گیا ہے۔ اس سے ان کے اسلوب کی ندرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

اللہ رے بحر ہیبت محبوب حق کا جوش
آتش کدے تھے جتنے وہ سب ہو گئے خموش
باطل ہوئے علوم اڑے کاہنوں کے ہوش
برپا تھا ساحروں میں بھی فریاد کا خروش
بت خانے منہدم ہوئے لات و ہبل گرے
کعبہ میں جتنے بت تھے وہ سب منہ کے بل گرے
کفار تھے ذلیل معزز تھے حق پرست
خود ہو گئے جہاں کے زبردست زیر دست
ٹھنڈا ہوا سب آتش پارس کا بندوبست
کسریٰ کے طاق کو بھی ہوئی یک بیک شکست
بالائے خاک خوف سے کفار گر پڑے
دیواں ہلا تو کنگرے دو چار گر پڑے
(۳۸)

نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بیان میں مرثیہ کی سی فضا بندی کا احساس ہوتا ہے۔ حسنینؓ کی حالت زار کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

نانا کے کبھی چہرہ سے چہروں کو ملاتے
ہاتھوں کو اٹھا کر کبھی آنکھوں سے لگاتے
خوابیدہ سمجھ کر کبھی بازو کو ہلاتے
کرتے کبھی فریاد کبھی اشک بہاتے
کہتے تھے کبھی آنکھیں نہیں کھولتے نانا
آزردہ ہیں ایسے کہ نہیں بولتے نانا
سر پیٹ کے کہتی تھیں یہ زہراؓ نہ جگاؤ
اب ہاتھ سے تم نانا کے بازو نہ ہلاؤ
بس دیکھ چکے آؤ ردا منہ پہ اوڑھاؤ
زاری کرو فریاد کرو خاک اڑاؤ

جیتے ہو تو دنیا میں تمہیں کیا نہ ملے گا
نانا سا مگر چاہنے والا نہ ملے گا
(۱۳۹)

نبی کریمؐ کے سانحہ ارتحال کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ کی مسلسل گریہ و زاری کا نقشہ بھی بڑے درد انگیز انداز میں کھینچا گیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے، جس میں حضرت فاطمہؓ کے مسلسل رونے کی وجہ سے انہیں گریہ و زاری کے لئے جنت البقیع میں ایک حجرہ بنا کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"جناب امیر علیہ الصلواۃ والسلام نے قبرستان بقیع میں ایک حجرہ اس معصومہ کے رونے کے واسطے بنوایا کہ نام اس کا بیت الاحزان ہے۔ جناب سیدہ علیہا الصلواۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب صبح ہوتی تو دونوں صاحبزادوں کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے جاتی تھیں اور دن بھر روتی تھیں جب شام ہوتی تو جناب امیر علیہ الصلواۃ والسلام اس معصومہ کو وہاں سے لے آتے تھے جبکہ دو مہینے اور چودہ روز آہ و زاری و گریہ و بے قراری میں اس معصومہ کو گذرے اور صبح آخر حیات سیدہ آئی۔"(۱۴۰)

محمد حسن کے میلاد نامے کی نمایاں خوبی اس کی سلاست و روانی اور بیان میں خلوص و صداقت ہے۔ ان کی یہی صفات ترسیل فکر کو ایجاد کا اعجاز عطا کر کے اظہار کو وقیع، موثر اور منفرد بناتی ہیں۔

شیخ محمد متقی ادراک

شیخ محمد متقی ادراک، سجادہ نشین شیخ پور کے مولود ختم الرسالت الموسوم بہ میزان آخرت کا سال تصنیف ۱۳۰۹ھ ہے۔ یہ میلاد نامہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔

اس میلاد نامے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میلاد نامے کے ہر فقرے کو اس طرح موزوں کیا گیا ہے کہ ہر فقرے سے حروف ابجد کے قاعدے کے مطابق اس کا سال تصنیف ۱۳۰۹ نکلتا ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"احوال تولد سراج دین حبیب الہ صل اللہ علیہ وسلم" (۱۳۰۹ھ) نقل مستند بے بدل ہے کہ اللہ پاک نے آدم کو پیدا کر کے" (۱۳۰۹ھ) نور نامی محمدی ان کی جبین جمیل میں ودیعت کیا" (۱۳۰۹ھ) جبین محمود آدم صفی سے منتقل ہو کر" (۱۳۰۹ھ) حامی اسلام شیث کے سپرد ہوا" (۱۳۰۹ھ) اسی طور اصلاب پاک سے جدا ہوتا ہوا عبداللہ فلک جاہ کو پہنچا" (۱۳۰۹ھ) عبداللہ مقبول الہ آپ کے والد زیب دہ انجمن عالی مقام تھے" (۱۳۰۹ھ) اپنی قوم میں صاحب وقار و نیک نام تھے" (۱۳۰۹ھ) نور شریف محمدیؐ نے ان کی جبین کو ایسی جلا دی" (۱۳۰۹ھ) کہ جز و کل زنان صالح قریش آپؐ پر فدا ہوئیں" (۱۳۰۹ھ) جب عبدالمطلب کو اس حال نازک تر سے کما حقہ آگاہی ہوئی" (۱۳۰۹ھ)

عبداللہ عفیف کا نکاح آمنہؓ کے ساتھ کر دیا' (۱۳۰۹ھ)۔"(۱۴۱)

اس میلاد نامے کی ترتیب سے مصنف کے والہانہ لگاؤ' ذوق و شوق اور محنت و لگن کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے' اور یہی اس کی انفرادیت ہے۔

میر مہدی مجروح (م ۱۹۰۲ء)

میر مہدی مجروح خلف میر حسین دہلوی' مرزا غالب کے شاگرد عزیز تھے۔ ۱۸۵۷ء میں دہلی چھوڑ کر کچھ عرصہ کے لئے پانی پت چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر دہلی میں مختصر قیام کے بعد پھر تلاش معاش کے سلسلہ میں الور چلے گئے۔ وہاں کے والئ ریاست نے ان کی قدر دانی کی۔ آخری عمر نواب رامپور کی فیاضی کی وجہ سے آسودگی سے بسر ہوئی۔ ان کا ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔

مجروح کے دیوان مظہر معانی کے علاوہ ان کا میلاد نامہ "انوار الاعجاز" ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے اور نثر کے ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مجروح نے اپنے شیعہ عقائد کی وجہ سے اس میں آئمہ کے حالات اور ان کی کرامات بھی بیان کی ہیں۔ اس کے دیباچہ میں مجروح نے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "اس فقیر کثیر التقصیر مہدی بن میر حسین دہلوی نے ہنگام شباب میں کہ لطیف ترین ایام حیات ہے' ہنگامہ لہو و لعب گرم کر کے نیک کاموں سے دل سرد کیا جب سنین عمر نے تیس سے تجاوز کیا اور قوائے بدنیہ میں اضمحلال پیدا ہوا اس وقت خیال مرگ آیا۔ تہی دستی پر افسوس کیا۔ خاطر غم آلود و جان الم فرسود ہوئی۔ اس حال میں کچھ فضائل سید المرسلینؐ و آئمہ طاہرینؑ لکھنے کا خیال آیا اور باوجود بے استعدادی اور لاعلمی کے کتب متداولہ ذہنیہ مثل حیات القلوب و عین الحیوۃ ملا محمد باقر مجلسی و شمس الضحیٰ مناقب مرتضوی' فتوحات القدس و ظاہر القصص وغیرہ سے فضائل استیعاب کر کے زبان مروجہ حال اردو میں لکھے۔"(۱۴۲)

اس میں احوال تولد مبارک' حال رضاعت جناب رسول خدا' حالات سفر شام بسلسلہ تجارت' اسماء مبارک ازواج مطہرات' معجزات سراپائے آنحضرتؐ' ذکر معجزات' وہ معجزات جو آنحضرت سے نباتات' جمادات' حیوانات اور مردوں کو زندہ کرنے میں ظاہر ہوئے' معجزات جو بیماروں کو شفا دینے میں ظاہر ہوئے' معجزات جو اجابت دعا سے ہوئے' معجزات آنحضرتؐ جو تکثیر طعام و آب میں ہوئے' معجزات آنحضرتؐ جو کفایت شر دشمناں میں ہوئے' معجزات روز جنگ احزاب' معجزات جو غیب کی خبریں دینے میں ہوئے' معجزات جو عالم اختفا سے ظاہر ہوئے' معجزات آنحضرتؐ جو جنات سے وقوع میں آئے' معجزات جو اشیاء سے وقوع میں آئے' معجزات ہنگام ارتحال آنحضرتؐ' معجزات آنحضرتؐ جو فرشتوں سے ظاہر ہوئے اور اوصاف و شمائل آنحضرتؐ کے عنوانات ہیں۔

میر مہدی مجروح نے انوار الاعجاز میں سادہ' آسان اور عام فہم زبان لکھی ہے۔ بعض الفاظ کا املاء

موجودہ املاء سے مختلف ہے اور الفاظ بھی قدیم ہیں۔

منشی محمد سخاوت حسین تسخیر بدایونی

منشی محمد سخاوت حسین تسخیر بدایونی کا میلاد نامہ مراۃ الحور مع ریاض النور ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ خواتین کی محافل میلاد کے لئے لکھا گیا تھا اس لئے اس میں ہر بیان کے شروع میں "اے بیبیو میری طرف دیکھو اور اللہ کی قدرت کی باتیں سنو۔" (۱۴۳) وغیرہ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر بیان کے اختتام پر نسائی جذبات کو مدنظر رکھا گیا ہے جیسے

یا الٰہی مصطفیٰ کے واسطے
اور بی بی فاطمہ کے واسطے
بال بچوں کو ہمارے شاد رکھ
اور خاوندوں سے گھر آباد رکھ
غیر مردوں کی نگاہوں سے بچا
دے ہمارے دل کو اپنا آسرا
حشر میں خیرالنساء کا ساتھ ہو
ہم پہ حضرت عائشہؓ کا ہاتھ ہو
(۱۴۴)

اس میلاد نامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے مراۃ الحور میں نور محمدیؐ "پیدائش آدم" ولادت نبویؐ" قصہ حلیمہ سعدیہؓ اور رضاعت کا بیان ہے۔ دوسرے حصے ریاض النور میں بسم اللہ کی برکتوں کا بیان' امت محمدیہ' فضائل درود شریف' نور محمدیؐ کا حضرت آمنہؓ کو تفویض ہونا' معجزات ولادت اور بیان معراج کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

آپؐ کی والدہ ماجدہ آپؐ کو دائی حلیمہؓ کے سپرد کرتی ہیں۔ اس موقع پر تسخیر بدایونی نے حضرت آمنہؓ کے جذبات کی عکاسی کی ہے۔ اس بیان سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

بولی وہ ہوں میں حلیمہ دائی
آپ کے چاند کو لینے آئی
آمنہ بولیں کہ لے تیرے نصیب
میرا لڑکا تو ہے اللہ کا حبیب
تو جو اس لڑکے کو لینے آئی
اچھی قسمت تری چمکی دائی
پر کہے دیتی ہوں تکلیف نہ ہو
میرے بچے کو سنبھالے رکھیو

نرم بستر پہ سلاتا اس کو
جاگنا خود نہ جگاتا اس کو
روٹھ جائے تو مناتا اس کو
دل دکھے گا نہ رلاتا اس کو

میری آنکھوں کا اجالا ہے یہ
دیکھ بن باپ کا پالا ہے یہ
میلا دل اس کا نہ کیجو دائی
جو یہ مانگے وہی دیجو دائی

آنکھ سے اوٹ نہ ہونے دینا
مت اکیلا اسے سونے دینا
دیکھ یہ چاند سا مکھڑا دائی
بری نظروں سے بچانا دائی

دھوپ میں یہ نہ نکلنے پائے
پھول ہے میرا نہ کملا جائے
اچھی دولت ہے یہ دائی میری
عمر بھر کی ہے کمائی میری

اس کے چھٹنے کا بہت ہو گا داغ
سارے گھر کا ہے یہی ایک چراغ
دودھ اس کو جو پلائے گی تو
اور اسے پال کے لائے گی تو

تنگ ہوں کیسے کہوں زر دوں گی
پر کے دیتی ہوں خوش کر دوں گی
(۱۳۵)

تسخیر بدایونی کے بیان سے خلوص اور عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے بیان میں نہ تو مبالغہ کا گذر ہے اور نہ تصنع کو دخل ہے۔ حقیقت حال کا بیان خلوص کی زبان سے کیا گیا ہے۔ ان کے بیان میں زبان نہایت صاف، سلیس اور لفظی صناعی کی پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ انھوں نے اپنی فنی توانائی سے شفق رنگ پھول کھلائے ہیں۔

حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی (م ۱۸۹۹ء)

حکیم امیر الدین عطار صوفی منش شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان مولود عطار مطبع

ابوالعلائی آگرہ سے ۱۸۹۳ء میں پہلی بار چھپا۔ یہ میلاد نامہ ۲۱۔ صفحات پر مشتمل ہے اور نثر کی نسبت زیادہ منظوم ہے۔ مصنف نے مجلسی انداز بیاں کو ملحوظ رکھا ہے۔ حمد و نعت کے بعد فضیلت محفل میلاد' خمسہ درود شریف' برکات میلاد' شاہ عبدالرحیم کا بھنے چنے بانٹنے کا واقعہ' نور محمدیؐ' فضائل و خصائل رسالتمابؐ' مناقب حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' منقبت خلفائے راشدین' یہودی عورت کے قبول اسلام کا واقعہ' میلاد کی برکات' قصہ قابیل و ہابیل' حضرت موسیٰؑ کا دیدار رسالتمابؐ کی آرزو کرنا' مدحت خیرالانامؐ اور آخر میں الف خان اکبر آبادی برادر مصنف کی مناجات شامل کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ) راحت القلوب (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ) جمع الجوامع (سیوطی) اور چند دیگر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

نثر میں شاعرانہ زور اور جوش موجود ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

"آسمان کو زمین سے یہی غبار ہے کہ پیدا ہوئے مجھ پر نہ حضرت کا مزار ہے۔ مہر بے مہر کو اس کی جلن ہے کہ میں نہ ہوا روضہ میں شمع روشن ہے۔ ماہ کو اس کا داغ ہے کہ میں دل بجھا یہاں' وہاں جلتا چراغ ہے تارے یوں ستارے سے ٹوٹتے ہیں کہ گل چراغ کی بہار لوٹتے ہیں فلک پر جو عقد ثریا تیار ہے یہ اسے جھاڑ چراغ کا عکس نمودار ہے۔ دھنک کی جو سبز و سرخ لکیر ہے یہ محراب روضہ کا نقشہ تحریر ہے روئے گردوں نہیں افق ہے خوشی سے چہرہ ہوتی شفق ہے دل بادل جو گرجتا ہے دل سے آپ کی محبت کا دم بھرتا ہے ابر کو صبر نہیں آتا ہے یوں برس برس جھڑی لگاتا ہے کہ گرد و غبار روضہ کے باہر دھوتا ہے بجلی جو چمک کر چھپ جاتی ہے روضہ کے سنہری کلس کی جھلک سے شرماتی ہے برق بے قراری دکھاتی ہے بار بار کڑکا بجاتی ہے بدلی باؤلی گاتی ہے یہ عاشقوں کو ستاتی ہے۔ ایسا کون دلدار ہے کہ جس کا خدا خود طالب دیدار ہے ہاں ہاں وہی تو ایک یار ہے کہ نام نامی جس کا محمد رسول اللہ احمد مختارؐ ہے۔ لباس بشر میں نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا بندہ ہو کر حبیب خدا ہوا یہ رتبہ کس کو نصیب ہوا۔" (۳۴)

خلفائے راشدین کی منقبت میں محبت و عقیدت کے جذبات کا اظہار ہے۔ اور اس بیان میں ان کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ اس منقبت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

بوبکرؓ ہے ابر سخا بحر عطا عادل عمرؓ
عثمانؓ ہے گنج گوہر کان جواہر ہے علیؓ
بوبکرؓ ہے باغ بہشت اور تخم عدل کشت عمرؓ
عثمانؓ ہے جام و سبو ساقی کوثر ہے علیؓ
بوبکرؓ طوبیٰ کا شجر اور شاخ ہے اس کی عمرؓ
عثمانؓ برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علیؓ

بوبکرؓ سرو سہی ہے گر تو قد شمشاد ہے عمرؓ
عثمانؓ بہار بوستان باغ صنوبر ہے علیؓ
بوبکرؓ ہے بوئے عود گر تو بوئے صندل ہے عمرؓ
عثمانؓ بوئے مشک ہے اور بوئے عنبر ہے علیؓ
(۱۴۷)

محفل میلاد کے منکر پر اللہ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں۔ اور اس بزم کا دیدار کرنے فرشتے آتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

اس محفل میلاد سے ہو جو کوئی منکر
اللہ اسے لعنت کرے پھٹکار پیمبر
(۱۴۸)

کیوں کر نہ یہ محفل شب معراج کہائے
اور فرش زمیں عرش بریں آج کہائے
یاں آئے وہ نبیوں کا جو سرتاج کہائے
اس جا تو ہے یکساں غنی محتاج کہائے
(۱۴۹)

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ ابرار
واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو بار
(۱۵۰)

متذکرہ بالا نوعیت کے اشعار کا غالب حصہ میلاد ناموں میں اہل حدیث علماء کے خیالات کے رد عمل کے طور پر تخلیق ہوا جنہوں نے محفل میلاد کو بدعت قرار دیا۔ میلاد نگاروں نے میلاد ناموں میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات و احساسات کا برملا اور واضح اظہار کیا ہے۔ ایسے مواقع پر میلاد نگاروں نے اپنے تمام علمی، فقہی، مذہبی اور فنی تجربات و مشاہدات کا نچوڑ پیش کیا ہے جو ان کے مطالعہ ظاہری اور مشاہدہ باطنی کا ماحصل نظر آتی ہیں۔ اس قسم کی منظومات سے خوش عقیدہ اور شعری باریکیوں کو سمجھنے والے پوری طرح حظ اٹھا سکتے ہیں۔

سید محمد علی بیدل بریلوی (م ۱۹۰۳ء)

سید محمد علی بیدل بریلوی اپنے دور کے نامور طبیب تھے۔ شعر و سخن سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کا

میلاد نامہ بعنوان "آئینہ شفاعت مشہور نتیجہ قیامت" نظامی پریس بریلی سے ۱۸۹۵ء میں چھپا۔ اس میلاد نامے کے ۴۴ صفحات ہیں جو نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مبنی ہیں۔ عام طور پر مولود نامے سے خیر ہوئی، برکت طلبی اور حصول ثواب کے لیے لکھے گئے ہیں اس لئے ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن میں فن شاعری کا لحاظ بہت کم رکھا گیا ہے۔ موزونی طبع کو بنیاد بنا کر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال بیان کرنے کی کوشش کی باقی رہی ہے لیکن شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے سید محمد علی بیدل بریلوی کا میلاد نامہ فکر و فن سے آراستہ ہے اور ان کے اشعار میں جذبہ و صداقت کا عنصر موجود ہے۔

آئینہ شفاعت میں حمد رب جلیل، نعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، احوال نور محمدیؐ" مولود نبی کریمؐ" معراج شریف، احوال پیدائش و حال شاہ یمن، بیان ظہور امام مہدیؑ، بیان آمد حضرت عیسیٰؑ" احوال آثار قیامت، احوال قبر و نشور و اسرافیل، میدان حشر میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا داخل ہونا، بیان مردگان زیر زمین، میدان حشر کا عدل و انصاف کے ساتھ برپا ہونا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق خدا کا درجہ بدرجہ طلب ہونا اور امت محمدیؐ کی شفاعت کا بیان ہے۔

مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے میلاد نامہ کے حوالے قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے اخذ کیے ہیں لیکن میلاد نامے میں کسی کتاب کا نام لے کر حوالہ نہیں دیا۔

ولادت نبویؐ کی منظومات میں فضا بندی اور ماحول سازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نیز اس دور کی شاعری کا طرہ امتیاز رعایت لفظی، صنائع بدائع اور خارجیت جیسی خصوصیات عام ہیں۔ چند اشعار بیان تولد رسالتمآبؐ سے ملاحظہ فرمایئے۔

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درود
ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درود
آمد رسول پاک جہاں ہے پڑھو درود
خوش خوش ہر اک پیر و جواں ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دہن ہوا
ذکر رسول پاک سے وہ گھر چمن ہوا
سرسبز ہیں چمن تر و تازہ ہیں برگ و بار
شاخوں پہ بلبلیں بھی جھکتی ہیں بار بار
غنچے لیے ہیں ہونٹوں میں گل کرنے کو نثار
گلزار کی مہک سے ہے عنبر فشاں بہار
پھولے نہیں سماتے ہیں جو حق پرست ہیں
ہر گل میں یہ مہک کہ طاؤس مست ہیں
مانند گل شگفتہ ہیں مکہ کے خاص و عام
ہے قدسیوں میں شہ کی ولادت کی دھوم دھام

افزونی نور کی ہے مہ و مہر میں تمام
ایک ایک کی زباں پہ ہے محبوب حق کا نام
تسبیح خوانیوں پہ ملک ہیں جتے ہوئے
ساتوں فلک کے آج ہیں سب در کھلے ہوئے
ہے آمنہ کے گھر میں عجب نور لاجواب
حجرہ کے نور سے ہے خجل برج آفتاب
عشرت کا ہے وفور مسرت ہے بے حساب
ہے شوق میں کھلا ہوا رحمت خدا کا باب
ساماں ظہور ختم رسالت جو پاتے ہیں
گردوں سے فوج فوج ملک آتے جاتے ہیں
(۱۵۱)

واقعہ معراج میلاد نگاروں کے نزدیک ایک اہم موضوع رہا ہے۔ اس کے لئے علیحدہ معراج نامے بھی لکھے گئے۔ نظم میں واقعہ معراج عام طور پر مثنوی کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور اسی مناسبت سے ان میں مربوط فضا بندی اور ربط و تسلسل کی خصوصیت موجود ہے۔ بیدل بریلوی نے بھی واقعہ معراج کے بیان میں موثر لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور اپنی فنی مہارت سے نشاطیہ آہنگ اور حسن و خوبصورتی سے عرش تک کے سفر کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور اس کے لئے قصیدے کی ہیئت منتخب کی ہے۔ بیان معراج سے درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

مقام سدرہ پہ پہنچے تو حضرت دیکھتے کیا ہیں
کہ رک کر اس جگہ جبرئیل یہ مژدہ سناتا ہے
اگر آگے بڑھوں کچھ بھی تو جل جاویں میرے سب پر
یہ رتبہ آپ کا ہے جائیے خالق بلاتا ہے
وہاں سے جب چلے تو سرور دیں دیکھتے کیا ہیں
کہ رعب ذات سے سب جسم اطہر تھرتھراتا ہے
مقام قرب حق تھا یہ زبان حال سے گویا
کہ خالق راز اپنا سب محمد کو بتاتا ہے
زمین و آسمان پہ یہی غل تھا یہی چرچا
خدا خلعت شفاعت کا محمد کو پہناتا ہے
دیا کروبیاں نے حاملان عرش کو مژدہ
خدا کے پاس سے محبوب حق تشریف لاتا ہے

کہا یہ حاملان عرش نے آپس میں خوش ہو کر
چلو دیدار کو محبوب حق جلوہ دکھاتا ہے
ہوا حکم خدا روح الامیں کو کہہ دو رضواں سے
سنوارے ہشت جنت سیر کو محبوب آتا ہے
سواری خلد کی جانب گئی تو آپ نے دیکھا
کہ رضواں لعل و گوہر نام حضرت پہ لٹاتا ہے
مکاں اعلیٰ سے اعلیٰ نور کا دیکھا لب کوثر
جسے قصر معلی خازن جنت بتاتا ہے
مکان پھر نور کا دیکھا نبی نے دوسرا وہ تھا
کہا جبرئیل نے قصر علی جلوہ دکھاتا ہے
مکاں پھر ایک موتی کا دکھا کر بولے حضرت سے
یہ گھر ہے فاطمہ کا جو نظر حضرت کو آتا ہے
مکان بنتے ہوئے دو دیکھے یاقوت و زمرد سے
کہا شہہ نے کہ رضواں دو مکان کس کے بناتا ہے
کہا جبرئیل نے شبیر و شبر کے ہیں یہ مسکن
انہیں دو نور سے ہر پھول بو و رنگ پاتا ہے
(۱۵۴)

اس میلاد نامے میں ظہور امام مہدی، حضرت عیسیٰ کی آمد کے علاوہ احوال آثار قیامت بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان سب واقعات کا میلاد النبیؐ کے موضوع سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ میدان حشر میں خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کی آمد کا تفصیلی بیان مرثیہ کے انداز میں کیا گیا ہے۔ جس سے میلاد نامہ کے آخری صفحات شہدائے کربلا کا مرثیہ لگتے ہیں۔ دراصل اس قسم کے واقعات کا بیان لکھنؤ اور اس کے اردگرد کی مخصوص شیعہ عزاداری کی عمومی فضا کے زیر اثر شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس قسم کا بیان میلاد ناموں میں خال خال نظر آتا ہے پھر بھی مرثیہ نگاری اور شیعیت کے اثرات غیر شعوری طور پر معاصر ادبی و فنی رویوں پر مرتب ہوئے۔ حالانکہ محفل میلاد میں بیان حزن و ملال کسی طرح بھی جائز یا درست نہیں ہے۔

خاتون جنت کے میدان حشر میں تشریف لانے کے بارے میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:
"جبرئیل" فرماتے ہیں۔ اے خاتون جنت فخر آدم بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے چلئے کہ آج روز حساب ہے۔ خداوند عالم نے جناب کو طلب فرمایا ہے ناقہ جنت حضورؐ کی سواری کے واسطے میں لایا ہوں اور تاج خلد بریں سے اور تحفہ ملبوس عطیہ جناب باری بھی لایا ہوں جناب خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرا بنت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی آواز سن کر فرمائے گی کہ اے جبرئیل پھر میرے بابا کا کس نے در دندان شہید کیا یا پھر کس نے علی کے سر پر تلوار ماری۔ اے جبرئیل کیا پھر اعدائے بے دین نے میرے حسن کو زہر دغا دیا۔ اے جبرئیل کیا پھر میرے حسین بیکس و مظلوم کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا ذبح کیا۔ جناب زہرا اس نورانی ناقہ پر اس صورت سے سوار ہوں گی کہ گریباں چاک چاک اور دندان اپنے بابا کا شکستہ اپنے سیدھے ہاتھ پر رکھے ہوئے عمامہ علی مرتضیٰ خون آلودہ اور پارہ ہائے دل حسن رومال میں بستہ اور خون قبا ٹکڑے ٹکڑے شہیدان کربلا کی اپنے سینہ سے لگائے ہوئے درگاہ خداوند عالم میں حاضر ہو کر یوں عرض کریں گی۔

ناگاہ زمین حشر کی ہووے گی سرد تر
ہوجاویں گی فرو شرر آتش سقر
چرچا یہ ہو گا اہل قیامت میں یک دگر
کس عاشق خدا کا ہے اب حشر میں گذر
اس وقت آفتاب قیامت بھی سرد ہے
آمد یہ جس کی ہے وہ رحیمی میں فرد ہے
پھر تو نمود ہوویں گی واں حوریں بے حساب
گیسو کشادہ خاک بسر اور بے حواس
اور صف بہ صف پکاریں گی بادیدہ پر آب
ہاں اہل حشر بند کرو آنکھیں تم شتاب
بنت رسول صاحب تطہیر آتی ہیں
خاتون حشر اور شبیر آتی ہیں
آنکھیں کریں گے بند زن و مرد پھر تمام
ہو گا نمود فاطمہؑ کا ناقہ خوش خرام
پیش اہل حشر میں آتی ہیں فاطمہ
اپنا تمام حال سناتی ہیں فاطمہ
صبر و رضا خدا کو جتاتی ہیں فاطمہ
جور و ستم عدو کے دکھاتی ہیں فاطمہ
پایہ پکڑ کے روئیں گی عرش عظیم کا
سر کاٹا بے گناہ میرے در یتیم کا
انصاف تیرے ہاتھ ہے مجھ دل ملول کا
قاتل نے خوں بہایا ہے آل رسول کا

روشن ہے تیری ذات پہ الٰہی رب ذوالمنن
پالے تھے میں نے بیٹے بصد رنج اور محن
نور نظر علی کے تھے اور میری جان و تن
روح علی حسین ہے، نور نبی حسن
گھر سے بلا کے ہائے میرے نور عین کو
بے آب و دانہ ذبح کیا ہے حسین کو
جب تک نہ اپنی داد کو یارب میں پاؤں گی
نالوں سے تیرے عرش بریں کو ہلاؤں گی
آئی شب نہم جو محرم کے ماہ کی
کثرت ہوئی ازبسکہ لعیں کی سپاہ کی
سر تو کیا تھا میرے پسر نے فدائے رب
پھر لاش پائمال جو کی اس کا کیا سبب
پھر لوٹا اہل بیت کو یہ اور ستم غضب
امت نے اہل بیت کا کیسا کیا ادب
ہے قتل پہ حسین کی سارا جہاں گواہ
خنجر گواہ نیزہ گواہ اور سناں گواہ
مارا ہے پیاسا شمر ستمگر سے پوچھ لے
منکر جو شمر ہووے تو خنجر سے پوچھ لے
ٹکرائے گی جو عرش سے ماتھے کو زور سے
رونے لگیں گے عرش کے حامل بھی شور سے
فریاد فاطمہ سے سب آنسو بہائیں گے
چودہ طبق ارض و سما تھر تھرائیں گے
جبرئیل دوڑے خدمت احمد میں جائیں گے
دریائے قہر حق میں ز بس جوش آئیں گے
سنتے کے ساتھ شافع کونین آئیں گے
اور آکے فاطمہ کو گلے سے لگائیں گے
شکوہ کا ہے محل نہ شکایت کا وقت ہے
حق سے دعا کرو کہ شفاعت کا وقت ہے
جبرئیل سے کہیں گے نبی کچھ نہ خوف کھاؤ
جاؤ میرے حسین کو تم کربلا سے لاؤ

دراصل ۱۸۵۷ء کے بعد جب لکھنؤ کی محفلیں درہم برہم ہو گئیں تو مرثیہ گو لکھنؤ سے باہر نکلے اور چاروں طرف پھیل گئے۔ ان لوگوں نے مرثیوں میں مایوسی' رنج و اندوہ اور محرومی کی فضا پیدا کی جبکہ شہیدان کربلا کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھ کر اسلام پر مرمٹنے کا جذبہ پیدا کر کے تحریک آزادی کا کام لے سکتے تھے اور انھیں نمونہ عمل بنا کر تاریک راہوں کو روشن کیا جا سکتا تھا۔ شہدائے کربلا نے جس منبع سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس کی تعلیمات' فیضان نظر اور اس کے کردار کو مشعل راہ بنا کر فکر و نظر کی درماندگیوں کو ختم کیا جا سکتا تھا لیکن اس سرچشمہ انسانیت کا ذکر مرثیوں میں بہت کم موجود ہے۔ عصری تناظر میں ہم دیکھتے ہیں تو انگریزوں کا تسلط لحظہ بہ لحظہ مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔ اس قسم کے حالات میں مرثیہ گو اپنے حلقہ اثر میں زندگی کی جہد مسلسل اور تگ و تاز کے فلسفہ کی تبلیغ و ترویج سے ایک اہم تبدیلی لا سکتے تھے۔ یہ وہ درس تھا جو اہل کربلا نے عملی طور پر حریت و آزادی کا سکھایا تھا مگر اس کے برعکس مرثیہ نگاروں نے رونے دھونے کے عمل اور فعل سے مایوسی کی فضا کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔

بیدل بریلوی کا میلاد نامہ اپنی فکری و فنی خوبیوں کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں نئی بات یہی ہے کہ انھوں نے گنہگار امت کی شفاعت کے باب میں سانحہ کربلا کی یاد تازہ کر کے مرثیہ کی سی فضا پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد اکمل

حافظ محمد اکمل کا میلاد نامہ توصیف احمدی کے نام سے ۱۸۹۵ء میں مطبع مجتبائی' لاہور سے شائع ہوا۔ یہ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اردو میں بیان میلاد کے علاوہ فارسی اور پنجابی میں بھی میلادیہ منظومات ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پبلک لائبریری' باغ لانگے خاں' ملتان میں موجود ہے۔

محمد سلطان عاقل دہلوی

محمد سلطان عاقل دہلوی کا منظوم میلاد ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے مطبع کا نام اور تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔

قافیہ ناقص ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کا سایہ نہ ہونے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

اب سایہ نہ ہونے کی کہوں وجہ میں جو جو
ہر لفظ میں خورشید درخشاں کی چمک ہو
سایہ کا نہ ہونا ارنیؔ گو سے تو پوچھو
ہے نور مجسم بدن سرور خوش خو
کس طرح عیاں ہو شہ جمہور کا سایہ

دیکھا ہے کسی نے بھی کہیں نور کا سایہ
(۱۵۴)

عاقل کے میلاد نامے کی خوبی اس کا طرز استدلال ہے جو طبیعت پر گراں نہیں گذرتا بلکہ قاری کے جذبات و احساسات کے اتار چڑھاؤ کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔

حافظ محمد فیض اللہ بیگ

حافظ محمد فیض اللہ بیگ اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد مرزا لطف اللہ بیگ اور سید قربان حسین قادری سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ آگرہ کے معروف مولود خواں تھے۔

ان کا معراج نامہ بعنوان "تحفہ رجبی" نظم و نثر کے ۴۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں معراج النبیؐ کے بارے میں عام روایات کے بیان کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں مسدس بھی شامل ہے۔ ان کے بیان معراج میں اخلاص و دردمندی کا اظہار اور والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے:

اس شان اس ادا سے ثنائے رسول ہو
ہر شعر شاخ ہووے تو ہر لفظ پھول ہو
حصار پر سحاب کرم کا نزول ہو
سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو
ایسی مجلیوں سے ہو معراج کا بیان
سب حاملان عرش سنیں آج کا بیان
(۱۵۵)

نبی کریمؐ کی خلفائے راشدین سے آسمانوں پر ملاقات کا حال یوں قلمبند کیا گیا ہے:

"حضرت ابوبکرؓ کو آسمان چہارم پر دیکھا، حضرت عمرؓ کو آسمان سوم پر، حضرت عثمانؓ کو آسمان دوم پر، حضرت علیؓ کو آسمان اول پر۔ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا تو بیان کیا آپؐ کی محبت کی برکت سے، حضرت عمرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا کہ آپؐ کی نصرت سے، حضرت عثمانؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا آپؐ کی معاونت سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے پوچھا کہ تو کس عمل سے یہاں آیا، کہا آپؐ کی محبت سے۔" (۱۵۶)

مسدس در بیان معراج شریف سے دو بند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

مقام استوی میں عبد و معبود ایسے تھے ہمدم

کہ گویا ایک چلہ دو کمانوں سے ملے باہم
تکلم کیا کرے اس جا زبان نطق ہے اب گم
نہیں ممکن خیال رفعت شان شہ عالم
حجاب نہ فلک کو طے کیا ہے آن واحد میں
یہاں عقل رسا ہے نارسا فہم مقاصد میں
مجے مثل شمیم گل عجب رنگ کیے دیکھا
زہے خلوت کہ بے پردہ جمال ایزدی دیکھا
ان آنکھوں سے سراپا جلوہ نور خفی دیکھا
نہ دیکھا تھا جو ظاہر وہ بچشم معنوی دیکھا
عروج شان والا غور سے اے مومنیں دیکھو
کہاں پہنچے ذرا اعزاز ختم المرسلینؐ دیکھو
(۱۵۷)

شب معراج کی تفصیلات کے بیان میں دیگر معراج ناموں کی طرح اس میں بھی تخیل کی رنگینی کو بروئے کار لایا گیا ہے لیکن قرآن و حدیث کی آیات و روایات کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم کے اس بیان "فکان قاب قوسین او ادنیٰ" کی طرف بھی واضح اشارہ کیا ہے۔ آپؐ کے عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے۔ برصغیر میں نبوت کے جھوٹے دعویدار کے رد میں جابجا آپؐ کی شان "ختم المرسلینؐ" کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر معراج کی تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور پڑھنے یا سننے والے پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔

منشی محمد حافظ اللہ چشتی

منشی محمد حافظ اللہ چشتی کا وطن قصبہ سورون تحصیل کاس گنج ضلع ایٹہ تھا۔ ان کے والد محمد حفیظ اللہ فاروقی نے ان کی دینی اور باطنی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ حافظ نے چشتی صابری اور قادری رزاقی سلاسل سے باطنی فیض پایا۔ حافظ محکمہ پولیس میں ملازم رہے۔ انہوں نے میلاد نامہ "مولود شریف حافظ" پولیس اسٹیشن چرگاؤں تحصیل موٹھ ضلع جھانسی میں تعیناتی کے دوران ۱۵۔ جنوری ۱۸۹۷ء کو تصنیف کیا اور اس کی ۷۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو طباعت ہوئی۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۳۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں مولف میلاد نامہ کی اپنی تحریر کردہ منظومات کے علاوہ کسی محفوظ نامی شاعر کی منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس میں حمد و نعت کے بعد بیان فضائل میلاد شریف' بیان پیدائش نور محمدیؐ' ولادت مقدسہ' بیان رضاعت' معجزات ایام طفولیت اور مختصر بیان معراج شریف کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے روایات کے بیان میں اپنے کسی ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس میں درج ذیل روایت بیان کی گئی ہے۔ جس کا کسی اور میلاد نگار نے کوئی تذکرہ نہیں کیا:

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! جب آپ حلیمہ سعدیہؓ کے گھر تشریف لے گئے تھے، آپ چالیس دن کے تھے اور چاند سے باتیں کرتے تھے۔ یارسول اللہ! چالیس دن کی عمر میں آپؐ کو یہ باتیں اور عقل کیونکر آ گئی، فرمایا کہ اے چچا میں شکم مادر میں تھا اس وقت قلم قدرت لوح محفوظ پر چلتا تھا اور میں آواز سنتا تھا اور چاند و سورج عرش اعظم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے میں ماں کے پیٹ میں ان کے سجدہ کرنے کی آواز سنتا تھا۔" (۱۵۸)

"مولود شریف حافظ" کی زبان عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس کی منظومات میں ادبی محاسن بہت کم ہیں، مگر ان کا مقصد اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ اور نبی کریمؐ کی سیرت کو عام کرنا ہے۔

مولوی خلیل الرحمٰن واعظ سہارنپوری (م ۱۹۰۵ء)

مولوی خلیل الرحمٰن واعظ سہارنپوری عربی اور فارسی علوم کے فاضل، مشہور شاعر اور اہل دل بزرگ تھے۔ ان کا "میلاد شریف" منظوم ۱۸۹۷ء میں مطبع گلزار محمدی میرٹھ سے چھپا۔ میلاد شریف ۴۴ صفحات اور قریباً چار سو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت رسالتمآبؐ اور سراپائے نبویؐ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ذکر ولادت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
مولوی خلیل الرحمٰن نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، میلاد نامے میں علمی انداز برقرار رکھا ہے۔ اس میں انہوں نے نہ کہیں کسی ضعیف روایت کا سہارا لیا ہے اور نہ کوئی غیر معروف بات تحریر کی ہے۔ انہوں نے مستند اور ثقہ واقعات کو شریعت کی حدود کو مدنظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ سراپائے نبی کریمؐ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

"تم سنو اے مومنان باصفا
اب سراپائے نبی دوسرا

صاحب لولاک شاہ نیک نام
سید ختم الرسل خیر الانام

مخزن اسرار و ہم جامع صفات
معدن علم و فضیلت نیک ذات

مجمع الحسنات شاہ دیں پناہ
مصدر حلم و حیا با عز و جاہ

نور پیشانی سے روشن دو جہاں
مطلع انوار عیش جاوداں

روئے انور غیرت ماہ کمال

موئے عنبربار شاہ نامور
جن سے ہے عالم معطر سربسر

پھول سے رخسار اور غنچہ دھن
تھے خجل جن سے یہ نسریں نسترن

سرگیں آنکھیں عجب رشک غزال
ابروئے خمدار سے نادم ہلال

تھی در دنداں کی وہ نادر جھلک
چشم انجم دیکھ کر جائے جھپک

قدرت حق کا نشاں سیب ذقن
دیکھ کر ہو دور سب رنج و محن

ریش زیبا اوس پہ شبلت کا ظہور
نور پہ تھا نور کا گویا وفور

وہ صراحی دار گردن بے مثال
صاف ظاہر جس سے شان لایزال

ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
باصفا ہموار عضو انتخاب

ہاتھ ایسے دست قدرت سے بنے
دست موسیٰ دیکھ کر حیرت کرے

واہ واہ سینہ مبارک پہ صفا
مخزن اسرار و عرفان الہ

موئے تن باریک اور نازک کمر
رشک کھائے دیکھ کر تار نظر

ساق سیمیں صاف قدرت کا نشاں
ہر دو پابوسہ کے لائق بے گماں

تھا معطر وہ پسینہ آپ کا
مشک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا

(۱۵۹)

آپ کی ولادت مقدسہ کا بیان رنگ قدیم کی شاعری کے انداز و اسلوب کا حامل ہے۔ اس میں تشبیہات و استعارات اور تراکیب و حسن تعلیل کی خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن اس کا مجموعی تاثر

اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب ہم اس عہد کے سماجی رویوں اور مذہبی پس منظر
اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس قسم کے مجلسی میلاد ناموں نے جہاں تذکار رسولؐ اور تبلیغ سیرت کے تقاضے
پورے کئے وہاں عمومی طور پر نبی کریمؐ سے اخلاص، فدائیت اور والہانہ عشق و شیفتگی کے جذبات
احساسات نے کیف آور داخلیت پیدا کر دی۔ اور ان پاکیزہ محافل کا پرتو صاف طور پر ادب اور شاعری
نظر آتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

کفر سب کافور عالم سے ہوا
جب کہ وہ سلطان دیں پیدا ہوا
اور فرشتوں نے پکڑ شیطان کو
خوب مارا رہزن ایمان کو
تخت سب شاہوں کے الٹے پڑ گئے
محل کسریٰ کے کنگورے گر گئے
پڑ گیا چودہ طبق میں شور و غل
مست و بیخود ہو گیا ہر جزو و کل
دو جہاں میں اوس شہ نو زاد کی
تھی صدا ہر جا مبارکباد کی
اٹھی دریائے خوشی سے اک موج
لامکاں تک پہنچی اوس شادی کی اوج
چشم بد دور اوس کے دشمن ہوئیں توج
چرخ سے اترے فرشتے فوج فوج
اور کیا سب آسمانوں نے سنگار
خوب دکھلائی ستاروں کی بہار
سب زمینوں کو ہوا حکم خدا
پہن کر زیور ہو آراستہ
ابر بھی تیار ہے چھڑکاؤ کو
یارسول اللہ جہاں میں آؤ تو
دیکھو تو آکر کے عالم کی بہار
یارسول اللہ حبیب کردگار
رحمت عالم کرم فرمایئے
اب تو جلدی اس جہاں میں آیئے
سب کھڑے ہیں انبیاء تعظیم کو

اور کھڑے ہیں اولیاء تکریم کو
یا محمد مصطفیٰ خیر الانام
آ کے اب دنیا کا کیجئے انتظام
کیجئے اندھیر کو دنیا کے دور
یارسول اللہ دکھا کر اپنا نور
اب تو دکھلا دیجئے اپنا جمال
انتظاری ہو چکی سرور کمال
کر چکا جب یہ فرشتہ سب بیاں
سن کے تب محبوب خلاق زماں
بارھویں کو مہ ربیع ذیشان کی
آمد آمد تب ہوئی سلطان کی
پیر کے دن وقت صبح جب ہوا
تب وہ شمس معرفت پیدا ہوا
(۴۰)

مولوی خلیل الرحمن نے بیان میلاد کو ایک رسمی و روایتی دائرے سے نکل کر اخلاص اور سرمستی و شیفتگی سے پیش کیا ہے۔ اس وجہ سے ان میں کیف و تاثیر کا عنصر بھی داخل ہو گیا ہے۔ زبان و بیان کی سادگی' روانی اور ندرت ان کی میلادیہ شاعری کا جوہر ہے۔

شیخ عبداللطیف قادری

شیخ عبداللطیف قادری متوطن شہر ساگر نے میلاد نامہ بعنوان "مولد شریف لطیف" ۱۸۹۷ء میں اپنے پیر و مرشد سید شاہ نظام الدین احمد قادری چشتی نظامی بغدادی کے ایماء پر لکھا۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۶۸ صفحات ہے اور اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

اس کے عنوانات کی ترتیب درج ذیل ہے:

حمد و نعت' بنائے کعبہ کا واقعہ بدست حضرت ابراہیم خلیل اللہ' فضائل محفل میلاد' نور محمدیؐ کی روایات' پیدائش حضرت عبداللہ' حضرت عبداللہ کی شادی' ولادت رسالتمآبؐ' بیان رضاعت اور بیان معراج شریف۔

میلاد سے متعلق ان عنوانات کے علاوہ آخر میں درود صدیقی اور اس کے فضائل کا بیان' منظوم کرامت پیر و مرشد مصنف میلاد نامہ اور لطیف نامہ منظوم کا اضافہ ہے۔

آپ کے سال ولادت کی برکات اور عظمت و شان کو مصنف نے بڑی فصاحت و بلاغت اور لفظی شان

و شکوہ سے بیان کیا ہے:

"دہر سے قحط سالی دور ہوئی، خلقت مسرور ہوئی، کوئی نہ آب و دانہ کو ترسا، خوب پانی برسا، فصل خزاں کا منہ کالا ہوا، موسم گل کا بول بالا ہوا، بہار آئی، گھٹا چھائی، گلوں نے قہقہے اڑائے، بلبلوں نے چہچہے مچائے، گل داودی نے کمان رسالت کیا، گل عباسی نے علم پرچم شجاعت کیا، مٹی نے بو ترابی آغاز کی، زمین نے فلک مابی انداز کی، بید مجنوں غیرت قیس بنا، عشق پیچاں مثل اویس بنا، مور طاؤس علیہ الرحمتہ ٹھہرا، ہر چیونٹی پر سلیمان زماں کا دھوکہ ہوا، قمری نے قلندری اختیار کی، صد برگ نے توحید کا اقرار کیا، سرو چمن آزاد بنا، شمشاد فرہاد بنا، سورج مکھی نے مشرق معرفت سے طلوع کیا، فرید بوٹی نے عطاری کو شروع کیا، گیندا ہفت ہزاری ہوا، نافرمان فرمان بردار باری ہوا، درخت ابدال ہوئے، اوتار نہال ہوئے، نرگس کو معائنہ قدرت سے مدہوشی ہوئی، سوسن کو خود فراموشی ہوئی، طوطی درویش سبز پوش ہوا، آئینہ سکوت سے ہم آغوش ہوا، آب رواں سالک مقبول ہوا، گرداب طواف میں مشغول ہوا، نسیم کو شوق پاس انفاس ہوا، غنچے کو ذوق فکر بے قیاس ہوا، نباتات ذکر خفی میں شاغل ہوئے، حیوانات ذکر جلی کے عامل ہوئے، گلاب پھولوں میں قطب الاقطاب ہوا، عتاب انجاز مآب ہوا، دروازے دوزخ کے بند ہوئے، ابواب بہشت کھلے، جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئے علم سبز لائے، علم کو کعبہ شریف کی چھت پر کھڑا کیا اور تخت شیطان رجیم اوندھا کر دیا، اہل عرب اس سال غم سے فارغ البال ہوئے، دور وبال ہوئے، ہر شخص دل شاد و خوش مزاج ہوا، اسی سبب سے اس سال کا نام سنت الفتح والابتہاج ہوا۔" (۱۴)

مصنف نے بیان معراج میں آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے اسلوب کی ندرت، تشبیہ و استعارہ کی دلکشی، زبان میں گھلاوٹ اور مرصع کاری کے جوہر پائے جاتے ہیں:

"عرش سے آپؐ لا مکان پر پہنچ کر بلا واسطہ خدائے کریم سے ہم کلام ہوئے۔ فائز المرام ہوئے۔ منصب دنیٰ فتدلیٰ عطا ہوا۔ عقدہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ وا ہوا۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کا مضمون راست آیا۔ کحل مازاغ البصر وما طغیٰ چشم خدا بین نے پایا۔ مختار کائنات نے گنہگاران امت کا مقدمہ پیش کیا و لسوف یعطیک ربک فترضیٰ پر فیصلہ ہو گیا۔ پانچ وقت کی نماز کا فرمان باری جاری ہوا۔ دم رخصت خلعت شفاعت عنایت ہوا اور تاج شاہنشاہی کون و مکان بھی مرحمت ہوا۔ دوزخ و بہشت کو ملاحظہ فرمایا۔" (۱۴۳)

عبداللطیف قادری نے معتبر و مستند روایات کو محبت و عقیدت کے جواہر سے پاکیزہ زبان و بیان کے پیکر میں ڈھالا ہے۔ اس عہد کے تناظر میں جائزہ لینے سے اس قسم کے میلاد ناموں کا وجود ایک نعمت معلوم ہوتا

ہے۔ مسلمانوں کا زوال پذیر معاشرہ' انگریزوں کا جابرانہ دور اقتدار' عیسائیت کا عام پرچار' سماجی و معاشرتی ماحول میں تناؤ اور کشیدگی اور عامۃ الناس کو گل و بلبل کے افسانوں سے ہٹا کر اس خیرالبشرؐ کی سیرت طیبہ کی طرف راغب کرونا' میلاد ناموں کی عطا ہے۔

مولوی محمد اکبر علی گرداسپوری

مولوی محمد اکبر علی گرداسپوری کا منظوم مولود شریف ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے اس کے صفحات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس منظوم میلاد نامہ کو مولود' نعت' مناقب اور مناجات کے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مسدس کا پہلا بند درج ذیل ہے:

اے ولا خالق کو ہر دم یاد کر
عمر کو غفلت میں مت برباد کر
باندھ لے حق کی عبادت پر کمر
ورد کر یہ کلمہ ہر شام و سحر
کلمہ لا الہ الا اللہ
ہے محمد میرا رسول اللہؐ

(۲۴۳)

اکبر علی کا مولود شریف انداز بیاں کی متانت کی وجہ سے ایک منفرد حسن و تاثیر کا حامل ہے۔

محمد جعفر علی ملیح آبادی

شیخ محمد جعفر علی بن شیخ محمد واجد علی ملیح آباد کے رئیس تھے۔ انہوں نے "میلاد رسول کریم موسومہ بہ صراط مستقیم" ۱۸۹۷ء میں لکھا۔ یہ نثری میلاد نامہ ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت' صفات اصحاب کبارؓ اور درشان اہل بیت اطہارؓ کے بعد فضیلت محفل میلاد' قصہ استن حنانہ' نور محمدیؐ بیان ولادت مبارکہ' سلام' بیان معراج شریف اور فضائل صبر و شکر کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات اور سبب تالیف کتاب بھی شامل ہے۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے بکثرت آیات قرآنی کے حوالے دیے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر روایات عام میلاد ناموں جیسی بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے نور محمدیؐ کے بیان میں نماز کی فرضیت کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "نور محمدی جمیع مخلوقات سے دس لاکھ اور ستر ہزار چھ سو برس پہلے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کے واسطے چند پردے رکھے تھے اور ہر ایک پردے میں کئی ہزار برس تک رکھا چنانچہ وہ نور پردہ قدرت اور عظمت اور منت اور رحمت اور سعادت اور کرامت اور منزلت اور ہدایت اور نبوت اور رفعت اور ہیبت اور شفاعت میں

تسبیح پڑھتا رہا اس کے بعد حق تعالیٰ نے کئی ہزار برس تک دریائے نصیحت و شکر و صبر و سخاوت و امانت و یقین و حلم و قناعت و محبت میں غوطے دیے پھر مقام توحید و معرفت و ایمان و اسلام و خوف و رجا و خضوع و خشوع و انابت و خشیت میں رکھا پھر کئی قرن سجدہ میں اور بہت دنوں زمانہ رکوع میں اور چند سال قیام و تشہد و سلام میں رہا چنانچہ اسی نور کی نماز کے باعث تمامی امت پر نماز فرض ہوئی۔"(۲۴)

مصنف کا اسلوب بہت سہل اور رواں ہے۔ عربی اور فارسی کے الفاظ اور تراکیب کو اس خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی پیچیدگی نظر نہیں آتی۔

مولوی عاشق حسین بلہروی (م ۱۹۰۴ء)

حکیم مولوی عاشق حسین خلف شیخ رحیم الدین خان رئیس بلہرا پرگنہ فتح پور ضلع بارہ بنکی اپنے دور کے شاعر شیریں مقال، عالم اکمل اور فاضل اجمل تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "راحۃ العاشقین فی ذکر ولادت خیر المرسلین"(۲۵) پہلی بار ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں مطبع مجتبائی لکھنؤ سے چھپا۔ نظم و نثر کے مضامین پر محیط یہ میلاد نامہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء اس دور کے روایتی انداز حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ اس میں محافل میلاد کی برکات کا بیان نظم و نثر میں ہے۔ اس کے بعد نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات، شمائل و خصائل، وضع شریف، آپؐ کے اسمائے مبارکہ کا دیگر الہامی صحائف میں مذکور ہونا، مسدس در فضائل رسالتمآب" بیان "طاعت رسول" "نور نبوی" ولادت باسعادت، سلام بحضور خیر الانام" "معجزات وقت ولادت" ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنے کا بیان، رضاعت، منظوم قصہ حلیمہ سعدیہ"، منظوم سراپا نبی کریمؐ اور پھر منظوم واقعہ معراج ہے جو ۱۸۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں مولانا محمد عبدالحمید فرنگی محلی کی تقریظ ہے۔

مولوی عاشق حسین محفل میلاد کے انعقاد کی برکات بیان کرتے ہوئے، رقم طراز ہیں:

وہ بزم جس میں ذکر نبی کریمؐ ہے
وہ ذکر جس سے دفع ہر اک خوف و بیم ہے
جس گھر میں آج مدحت خیر الانام ہے
وہ گھر خدا کے فضل سے دار السلام ہے
محفل میں ذکر ہے شہ گردوں جناب کا
پیدائش جناب رسالت مآب کا
جائے ادب یہ محفل میلاد پاک ہے
سرمہ برائے چشم فلک یاں کی خاک ہے
صل علیٰ کی چار طرف ہے مچی پکار
محبوب حق کا نام محمدؐ ہے میں نثار

آغاز ذکر ہے اسی عالی مقام کا
اس واسطے ہے شور درود و سلام کا
عاشق جب آئے نام مبارک زبان پر
تاکید ہے درود کی اے طالب اثر
(۲۶۵)

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپؐ کے نام مبارک کثرت سے ہیں اور کلام الٰہی اور توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ میں بھی مندرج ہیں چنانچہ مجملاً تحریر کئے جاتے ہیں کہ نام مبارک آپؐ کا توریت میں میذ میذؐ انجیل میں مختارؐ اور روح الحقؐ اور زبور میں عاقبؐ اور فرقانؐ میں طٰہٰؐ و یٰسینؐ و محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ اور زمین پر محمدؐ اور تحت الثریٰ میں محمودؐ اور بہشت میں قاسمؐ اور پریوں کے نزدیک عبدالجبارؐ اور ملائک عرش کے نزدیک مصطفیٰؐ اور کروبیوں کے نزدیک مختارؐ اور روحانیوں کے نزدیک مکرمؐ اور ساق عرش پر رسول اللہؐ اور کرسی پر حبیب اللہؐ اور لوح محفوظ پر صفی اللہؐ اور درخت طوبیٰ کے پتوں میں صفوت اللہؐ اور لوائے حمد پر خیرۃ اللہؐ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہؐ ہے اور اسم مبارک آپ کا جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتہ پر نہ لکھا ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ہیں رسول اللہ کے اور نام رکھنا آپ کے نام پر مبارک اور روز قیامت اس کی بخشش ہو گی۔" (۲۶۶)

نبی کریمؐ کے ان اسمائے مبارکہ کے بیان میں مولوی عاشق حسین نے جو روایت بیان کی ہے کہ جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتہ پر کلمہ طیبہ نہ لکھا ہوا ہو۔ اور کسی میلاد نامے میں میری نظروں سے نہیں گذری۔ اور اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں مصنف نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا۔

نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان میں شاعرانہ جذب و کیف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور محاسن شعری میں انتخاب الفاظ، ایجاد ترکیبات اور جزئیات نگاری کا کمال ان کے عارفانہ مزاج کے سبب موثر اور دل آویز کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

"لکھا ہے تشریف لائے حضرت زمانہ میں جب یہ حسن عزت
تو آمنہ نے پے رضاعت تلاش کی ایسی ایک عورت
کہ دودھ بیٹے کو جو پلائے حقوق خدمت کے اپنے پائے
کنار الفت میں گہہ لٹائے کبھی وہ جھولے کو بھی جھلائے
وہاں پہ تھی جو حلیمہ دائی غرض پلانے کو دودھ آئی
وہ گو زمانہ کی تھی ستائی مگر یہ دولت جب اس نے پائی

ہوئی مسرت کچھ ایسی پیدا کہ جان و دل سے ہوئے وہ شیدا
کبھی تو منہ پیار کر کے چوما کبھی بلائیں لے رخ کی کیا کیا
گھر اپنے لا کر رکھا یہ عظمت بڑھی حلیمہ کی شان و شوکت
سمائی ہر دل میں اس کی وقعت ہوئی ہر اک دل میں اس کی عزت
وہ گھر نہ کس طرح ہو منور کہ جس میں تشریف رکھیں سرور
ضیاء تھی مہر مبیں سے بڑھ کر فلک کو تھا رشک اس زمیں پر
پلاتی دودھ ان کو تھی مقدم وہ کام کرتی تھی اور کچھ کم
نہ دیکھتی ان کو جب کوئی دم تو ہوتا تھا اس کو بے طرح غم
سلاتی کہتی پیارے سو جا اے آمنہ کے دلارے سو جا
اے لخت دل ماہ پارے سو جا خدا کے اپنے سنوارے سو جا
نہ سوتے حضرت تو پھر لٹاتی لٹا کے جھولے میں پھر جھلاتی
ذری جو گرمی زیادہ پاتی ہلا کے پنکھا انہیں سلاتی
(۴۷)

مولوی عاشق حسین نے واقعہ معراج کو جس انداز سے نظم کیا ہے۔ ان کے معراج پیغمبر کے ذیل میں لکھے گئے اشعار ایک مکمل اور عمدہ معراج نامہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ معراج میں بیت المقدس اور پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے سلسلہ میں نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں۔

"زمیں کی سیر میں بیت المقدس آ پہنچے
ہر ایک مقام پہ ہوتے ہوئے رسول جلیل
تو اس مقام پر دونوں فرشتگان خدا
وہ یعنی حضرت جبرئیل اور اسرائیل
بڑھے رکابوں کو دونوں نے جلد تھاما
برائے غاشیہ برداری پہنچے میکائیل
غرض کہ داخل بیت المقدس آپ ہوئے
مثال برج شرف جیسے مہر کی تحویل
ہر اک نبی سے تفحص کناں ہوئے واں پر
ہر اک رسول سے باتیں ہوئیں کثیر و قلیل
لکھا ہے واں پہ پڑھائی نماز حضرت نے
پیغمبروں کے ہوئے آپ مقتدائے جلیل
چلی سواری شہؐ آسمان اول پر

جو پہنچے در پہ فلک کے کھڑے تھے اسمٰعیل
کھلا وہ در مع فوج آپ ہو گئے داخل
تو دیکھا حد نہیں اتنے ہیں طائران جمیل
زباں پہ ان کی تھا سبحان الملک قدوس
یہی بس ان کی تھی تسبیح اور یہی تہلیل
رسول پاک نے حیرت سے ان کا پوچھا حال
یہ کس طرح کے ہیں طائر بتاؤ یا جبرئیل
کہا یہ حق کی عبادت مدام کرتے ہیں
یہ سب ملک ہیں جو کرتے ہیں یوں ثنائے جلیل
غرض ہر ایک وہاں پر ہوا معانق پھر
ملے ہر ایک سے سب کے ہوئے معین و کفیل
نظر پڑی جو وہاں واقعات حیرت کے
اگر بیان کروں اس کی کچھ بھی میں تفصیل
مختصر ہے کسی پر عذاب کو دیکھا
کسی میں خیر کوئی مستقل بذکر جمیل
کسی کو سوئے جہنم فرشتے کھینچے تھے
خجل تھا اپنے معاصی پہ وہ حقیر و ذلیل
کوئی بہشت میں مشغول عیش و راحت تھا
کنیزیں جس کی تھیں حوریں عجب حسین و شکیل
(۲۸)

محافل میلاد کی ضرورت اور روایت کے مطابق مولوی عاشق حسین نے اپنے میلاد نامے میں بکثرت منظومات سے فضا بندی اور ماحول سازی کا کام لیا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن، معراج، معجزات، وفات اور دیگر فضائل و خصائل کو نظم کرنے سے میلاد نگاروں نے تشبیہات و استعارات، تراکیب، حسن تعلیل، تلمیحات، سراپا نگاری زبان و بیان کی نفاستیں، مضمون آفرینی، رعایت لفظی اور دیگر فنی عناصر کو بھی اپنے موضوع کی مناسبت سے برتا۔ میلاد ناموں میں اس قسم کے فنی عناصر کے استعمال کی بدولت اردو ادب کی جملہ اصناف پر نفاست، پاکیزگی اور شائستگی کے اثرات مرتب ہوئے۔ قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کے مختلف حوالوں کے سبب زبان و ادب میں ثقاہت و بلاغت در آئی۔ مولوی عاشق حسین نے بھی اپنی فنی مہارت سے فضا سازی، ماحول نگاری کے موثر نمونے پیش کئے ہیں۔ اور ان کے میلادیہ اسلوب، الفاظ، تراکیب اور تشبیہات و استعارات نے نشاطیہ آہنگ اور حسن و تاثر کا بلیغ اور وقیع انداز میں اظہار کیا ہے۔

محمد فخر الدین رائے پوری

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ بعنوان "مولود حرز ایمان در مدح پیغمبر آخر الزماں" نظم و نثر کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ یہ مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس میں نور محمدی" بیان ولادت شریف' فضائل درود شریف' معجزات سرور کائنات" اوصاف و شمائل رسالتمابؐ اور نظم الوداع رمضان کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے طور پر حضرت عبدالمطلب کے خواب کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"آنحضرتؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے پانچویں تاریخ جمادی الثانی جمعہ کی رات کو خواب دیکھا کہ حضرت عبداللہ کے گھر سے ایک لال تارا نکل کر اوپر آسمان کے جاتا ہے اور جوں جوں بلند ہوتا ہے۔ اس کی تجلی سے چاند اور ستارے بے نور ہوئے جاتے ہیں۔ جب قریب آسمان کے پہنچا جتنی روشن چیزیں آسمان پر نظر آتی ہیں' سب بے نور ہو گئیں اور وہ نور پاک مثل آفتاب کے درخشاں ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نہایت ششدر ہوئے اور خواب کا حال علی الصبح عبدالرحمٰن سے تعبیر جاننے کے لئے بیان کیا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب مبارک ہو ان دنوں تمہارے فرزند عبداللہ کا طالع نہایت اوج پر آیا ہے یعنی اس کی پشت سے جناب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔ جب وہ پیدا ہوں گے۔ سب دینوں کو منسوخ کر ڈالیں گے اور نور مبارک ان کا مثل آفتاب کے روشن ہو گا۔" (۴۹)

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ معتبر اور مستند روایات کے بیان کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی دوسری نمایاں خصوصیت زبان و بیان کی سادگی ہے۔

منشی ابراہیم ثابت

منشی ابراہیم نام اور ثابت تخلص کرتے تھے۔ والد کا نام غلام محی الدین تھا۔ ثابت اپنے گاؤں کی مناسبت سے "تیجولی" لقب رکھتے تھے۔ نبی کریمؐ کے کمال فضیلت کے بیان میں ایک مختصر قصہ مسدس کی صورت میں انہوں نے نظم کیا تھا۔ اگرچہ استدلال کی رو سے قصہ محض ایک روایت ہے لیکن اس سے عوام کی خوش اعتقادی اور گہری عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ دو بند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

جا کے خدمت میں محمدؐ کی ہوئی وہ شاداں
ہوئی سرفراز وہ خدمت سے محمدؐ کی وہاں
لے کے رخصت وہ لگی آنے کو پھر اپنے مکاں
باز دروازے کے حضرت کے تھے نعلین وہاں

دیکھ کر لڑکی نے نعلین کو حضرت کے اٹھا
لے کے بوسے بہت سے اسے چھاتی سے لگا
لے کے پھر جوتیاں خوش ہو کے انے سر پر رکھی
اور انکھیاں بھی انھیں کفشوں پہ خوش ہو کے ملی
پھر ادب وار ہو ہاتھوں سے زمین پر بے رکھی
ایک چٹکی ہی اٹھا خاک انے لے کے چلی
جا کے دیکھی کہ پدر سوتا ہے مردے کی مثل
خاک نعلین ملی آنکھ میں مانند کحل
(۱۷۰)

قصہ کے انداز میں حضورؐ کی صفات پیش کرنے سے شعروں میں دلچسپی کا عنصر بڑھ گیا ہے۔

مولوی مہدی علی پروانہ (م ۱۸۹۴ء)

مولوی مہدی علی پروانہ کا میلاد نامہ شمع لاہوت معروف بہ بزم ملکوت نظم و نثر کے ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی مہدی علی کا عین شباب میں انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر مولوی ابراہیم حسین نے قطعہ تاریخ وفات لکھا:

شمع لاہوت یہ میلاد شریف نبوی
کیا پروانہ جانباز نے جس دم تیار
گل ہوئی شمع حیات اس کی کہا ہاتف نے
شمع لاہوت پہ پروانہ ہوا آ نثار
۱۸۹۴ء

اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اشاعت مصنف کے انتقال کے سات سال بعد ہوئی۔ اس میں حمد و نعت، منقبت خلفائے راشدین، تمہید محفل میلاد، فضائل محفل میلاد، فضائل درود شریف، فضائل امت محمدیؐ، فضائل محبت رسالتمآبؐ، روایت جنگ احد، روایت استن حنانہ، بیان ولادت باسعادت، سلام، بیان رضاعت، بیان معجزات، معراج شریف، حکمت معراج، دلائل وقوع معراج اور واقعہ معراج شریف کے عنوانات ہیں۔

خلفائے راشدین کی منقبت سے ایک بند ملاحظہ ہو:

صدیقؓ لقب محرم اسرار کا ڈنکا
فاروقؓ لقب قاتل کفار کا ڈنکا
اس صاحب نورینؓ وفادار کا ڈنکا
خیبر شکن حیدر کرارؓ کا ڈنکا

بجتا ہے دو عالم میں انہیں چار کا ڈنکا

(۱۷۱)

اس میلاد نامے میں جذبہ، جوش اور مذہبی عقیدت مندی کے عناصر غالب ہیں۔ عربی اور فارسی کے الفاظ بھی بکثرت استعمال کیے گئے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب عزیز و اقارب مردے کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تب دو فرشتے منکر و نکیر قبر میں آتے ہیں اور علاوہ دیگر سوالات کے ایک شبیہہ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی شبیہہ ہے اگر وہ شخص عین حیات میں فسق و فجور سے شاغل، خدا اور رسول سے غافل رہا ہے، جواب نہیں دے سکتا۔ اس پر عذاب کرتے ہیں اور جو شخص باایمان مرا ہے نور معرفت و ضیائے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہے فوراً جواب دیتا ہے کہ

شکل ان کی دیکھ کر مضطر نہ ہوں
وہ جمال دلربا پہچان لوں

(۱۷۲)

مدی علی پروانہ کے میلاد نامے میں عشق و وارفتگی کی کیف آور فضا نے حسن و تاثیر میں اضافہ کر دیا ہے۔

محمد عبدالرزاق راسخ

مولوی محمد عبدالرزاق راسخ بن شیخ ابراہیم صفی ترچناپلی کے رہنے والے تھے۔ مفتی سید غلام رسول کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۲۹۹ھ میں مدراس کے نواب حسن علی خان کے ایماء پر "سراپائے سید المرسلین" نظم کیا۔

ایک بند نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

آئینہ گر ہے جبین خط جبیں ہیں جوہر
محو حیرت ہو نہ کیوں اس سے دل اسکندر
یا ہے رخشاں قمر برج فضیلت آور
یا ہے خورشید فلک رشک شرافت پرور
ثم ابرو و جبین شہ خورشید جمال
طرفہ پرنور ہیں یا اک مہ کامل دو ہلال

(۱۷۳)

راسخ کی مثنوی "سراپائے سید المرسلین" میں نبی کریم کے اعضائے مبارک اور ظاہری جمال کی

تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور قاری پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔ اس سراپائے منظوم پر ایک قصیدے کا گمان گذرتا ہے۔ اس میں انھوں نے تراکیب و تشبیہات اور مختلف صنائع بدائع کا خاص خیال رکھا ہے۔ جو اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

سید عبدالفتاح اشرف علی

سید عبدالفتاح اشرف علی' ناسک کے شاہ صادق کی اولاد سے ہیں۔ اشرف کے والد کا نام سید عبداللہ حسینی پیرزادہ گلشن آبادی تھا۔ اشرف کو اپنے وقت کے کئی جید علماء مثلاً سید میاں سورتی' مولوی شاہ عالم' مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد بمبئی سے تلمذ حاصل تھا۔ ۱۸۳۸ء میں سرکاری صدر عدالت میں مفتی گری کا امتحان دے کر سند لی۔ ۱۸۵۷ء میں ہائی سکول بمبئی میں ملازمت کی اور پھر حکومت کی طرف سے وظیفہ یاب ہوئے۔ آخر وقت تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

اشرف متعدد کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "باقیات الصالحات' فی مولد اشرف المخلوقات" ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔(۱۷۴)

مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب صاف' سہل' رواں اور خوشگوار ہے۔

غلام محمد

غلام محمد کے منظوم معراج نامہ کا ایک مخطوطہ اورینٹل لائبریری' مدراس میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک نامکمل مخطوطہ بھی لائبریری میں موجود ہے۔ اس پر بہت کاٹ چھانٹ کی گئی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس سے صاف نسخہ نقل کیا گیا ہے۔ مخطوطہ صاف خط نستعلیق کے ۲۳۹ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ اب قدرے کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف نے سب رجسٹرار کو ۲۔ جولائی ۱۸۹۹ء کو پیش کیا تھا۔ معراج نامہ کی ابتداء میں شاعر نے اپنا نام ظاہر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی محنت شاقہ کا اظہار بھی کیا ہے:

بہ بسم اللہ میں کروں تقریر نامہ
بہ بسم اللہ میں کروں تحریر خامہ
میرا نام عاصی غلام محمد
غلام ہوں غلامان آل محمد
کیا میں بہ تحریر کوشش زیادہ
کیا میں بہ تقریر پوزش زیادہ
رکھا معراج نامہ اس کے تئیں نام
خدایا تو کر جلدی سے اتمام
(۱۷۵)

شاعر نے معراج النبیؐ کی پوری تفصیلات کو نظم کرنے میں اپنی قوت متخیلہ کا پورا زور صرف کر دیا ہے۔ اس میں منظر نگاری، محاکاتی اسلوب اور کہیں کہیں مکالماتی و ڈرامائی کیفیت و اسلوب سے کام لیا گیا ہے۔

اردو میں میلاد نگاری کے اس زریں دور میں میلاد ناموں نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔ متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک اصحاب نے میلاد نامے لکھے۔ جن میں کئی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شامل ہیں۔ ان کا مختصر تعارف اور جائزہ درج ذیل ہے:

عبدالعزیز محدث لکھنوی کا مولود شریف عزیز ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بشارت احمدی کا ترجمہ ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۵۳ء میں طبع ہوا۔

عظمت علی کا مولود منظوم بعنوان "مولود النبیؐ" ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع گلزار محمدی بمبئی سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا۔

غفار شاہ قادری کا میلاد نامہ "انوار رسول" بنگلور سے ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۴۰ صفحات ہیں۔

مسکین و دستگیر کا مولود شریف مدراس سے ۱۸۵۸ء میں طبع ہوا۔

مولوی احمد علی کے معجزات ناموں میں پہلا مجموعہ "اثبات الظفر فی عظمت معجزہ شق القمر" مظہر الادب مدراس سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا اور دوسرا مجموعہ "اثبات الاخبار فی اعجاز سید الابرار" ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۶۶ء میں کانپور سے اشاعت ہوئی۔ ان کا رسالہ میلاد شریف ۱۸۷۰ء میں طبع ہوا۔

عبدالقادر کا میلاد نامہ سودائے آخرت ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ یہ ۱۸۲ صفحات پر محیط ہے۔

مولوی محمد وجیہہ کا میلاد نامہ "مولد شریف" ۱۸۶۵ء میں کلکتہ سے چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۸ ہے۔

مولوی حفاظت حسین نے مولود برزنجی کا اردو ترجمہ میلاد النبیؐ کے نام سے ۱۸۶۶ء میں کیا۔ یہ ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولود برزنجی کا اصل عربی متن بھی ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

محمد ظہیر الدین بلگرامی کا "اسرار نبوت" ۱۸۷۰ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس میں عام میلاد ناموں کی طرح روایات کا بیان ہے۔ اس کی ضخامت ۱۴ صفحات ہے۔

محمد ابراہیم ہاشمی کا میلاد نامہ نجات العاشقین ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا۔ اور مردان علی شاہ کا میلاد نامہ "مہر نبوت" کے نام سے ۱۸۷۱ء میں لکھنؤ سے چھپا۔

وزیر الدین کا میلاد نامہ اذکار محمدی امیر المطابع آگرہ سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۸۰ صفحات ہے۔ اس میں میلاد و معجزات کے بیان کے علاوہ درود و سلام کی برکات بھی بیان کی گئی ہیں۔

محمد جمال الدین حسین نے شبیہہ احمدی میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ ۱۸۷۲ء میں لکھنؤ سے اس کی طباعت ہوئی۔ یہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

محمد عباس نے "توشہ عقبیٰ" میں نبی کریمؐ کے اسمائے مبارک کے فیوض و برکات کو بیان کیا ہے۔ اس

کی ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اشاعت ہوئی۔

فیض الحسن کا مولود فیض عام ۱۸۷۳ء میں لدھیانہ سے طبع ہوا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے وفات تک کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ضخامت ۲۴ صفحات پر محیط ہے۔

نواب باقر علی خان لکھنوی کا میلاد نامہ چراغ دین کے نام سے ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ سے دو حصوں میں چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ ان کا ایک اور میلاد نامہ ۱۸۹۰ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے "ذکا الھدیٰ فی مولد محمد مصطفیٰؐ" کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں نثری بیان کے ساتھ منظومات بھی شامل ہیں۔

فیاض احمد خاں کا مولود رسول اکرمؐ صرف ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔

حکیم محمد احسن امروہوی کا "میلاد شریف معروف بہ آفتاب عالم تاب" ۱۸۷۶ء میں دہلی سے چھپا۔ اس کے ۱۳۶ صفحات ہیں۔

محمد باقر علی ہمسر لکھنوی کا میلاد نامہ "مقبول سرمدی معروف بہ میلاد محمدیؐ" ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا۔

مولوی محمد امیر کا نور نامہ "انوار محمدیؐ" ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ان کا میلاد نامہ "اذکار محمدیؐ" بھی ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں تالیفات کی مطبع گلشن ہند آگرہ میں ۱۸۷۸ء میں طباعت ہوئی۔

محمد حسن کا میلاد نامہ "نور الابصار فی ذکر خیر الابرار" ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس کے صفحات ۶۰ ہیں۔ اور منور حسین بشیر کا میلاد نامہ "سرور بشر" ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔

انوار علی کا میلاد نامہ زیور ایمان ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ نو لکشور لکھنؤ سے ۱۸۸۱ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس میں عام میلاد ناموں کے سے عنوانات ہیں اور مروج روایات کا بیان ہے۔

محمد اسماعیل کا نور نامہ نور محمدیؐ ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں میرٹھ سے چھپا۔ اور اسی سال شیخ وزیر علی عاقل کا "مظہر میلاد منظوم" داستان پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔

محمد وجیہہ الدین رضوی کا میلاد نامہ "ریاض الازہار" ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔

فخرالدین احمد الہ آبادی کا رسالہ مولد شریف میں مستند اور معتبر کتابوں سے میلاد و معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مولانا فخرالدین' شاہ رفیع الزماں کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا ۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے "معجزات محمدیہ" ۱۸۸۵ء میں مرتب کی۔ یہ ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع ریاض ہند امرتسر سے اس کی اشاعت ہوئی۔

مولوی محمد عبداللہ کے میلاد نامہ "وسیلتہ المعاد فی اثبات میلاد خیرالعباد" میں اثبات میلاد کے علاوہ میلاد و معراج کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔ ان کی دیگر تصانیف میں معراج

آسانی مطبع نظامی بدایوں سے چھپی' نور نامہ و شمائل نامہ کی نول کشور لکھنؤ سے طباعت ہوئی' شق القمر المعجزہ سید البشر مفید عام پریس آگرہ سے ۱۸۸۱ء میں چھپا' اور درۃ التاج فی بیان المعراج مطبوعہ ۱۸۹۰ء شامل ہیں۔

مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی (م ۱۸۸۹ء) کا میلاد نامہ "ذکر ولادت آنحضرتؐ" اور تنشیط العشاق فی احوال النبی المشتاق" مستند حوالوں سے مزین میلاد نامے ہیں۔ مولانا حافظ محمد برکت اللہ فرنگی محلی کا رسالہ "ولادت النبیؐ" میں صرف بیان میلاد ہے۔ مولانا عبدالقادر کا میلاد نامہ بعنوان "مولود شریف پیر مصطفیٰؐ" ۱۸۸۹ء میں مرتضوی پریس دہلی سے چھپا۔ اور مولانا فیض بخش کا میلاد نامہ شمس الہدا فی بیان ولادت مصطفیٰ معروف بہ فیض محمدی ۱۸۹۰ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے اشاعت پذیر ہوا۔

عبداللہ مقبول احمدی کا میلاد محمدی ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی مطبع گلزار محمدی لکھنؤ میں ۱۸۹۰ء میں طباعت ہوئی۔

محمد جان شاہ کا میلاد نامہ بعنوان میلاد النبیؐ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ علامہ ابن جزریؒ کے میلاد النبیؐ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی ۱۸۹۰ء میں لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

عاصم کا نالہ عاصم دربیان میلاد شریف لکھنؤ سے ۱۸۹۱ء میں چھپا۔

محمد بشیر کا میلاد نامہ ریاض الانوار ۱۸۹۳ء میں نو لکشور لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ میلاد مسدس کے انداز میں ہے۔ قاضی سید سرور علی کا "میلاد سرور انبیاء" ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۳ء میں اودھ اخبار پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ناصر علی کا میلاد ناصر اللبیب فی اسماء الحبیب ۱۸۹۳ء میں دہلی سے طبع ہوا۔

محمد اکبر علی کا میلاد نامہ صرف آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناشر ہند پریس امرتسر سے ۱۸۹۷ء میں چھپا اور محمود حسن جلیل بدایونی کا "میلاد باغ رسولؐ" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ۱۸۹۸ء میں بریلی سے چھپا۔ مولوی شاہ ابرار عالم الہ آبادی کا مولود ابرار عالم اور مولوی محمد حسین کاکوروی کا "مولود سرور سینہ چراغ" میں معتبر اور مستند کتابوں سے حوالے دیے گئے ہیں۔

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس جائزہ میں ۱۸۵۷ء سے ۲۰۰۰ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ میلاد ناموں کے فروغ کا یہ زریں دور ہے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے بیشتر میلاد نامے منظوم تھے۔ اس دور میں منظوم میلاد ناموں کی تعداد کم اور نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے البتہ ان نثری میلاد ناموں میں جابجا شعری ٹکڑے مجلسی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر شامل کئے گئے ہیں۔

اس دور میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا جب نئے میلاد نامے نہ لکھے گئے ہوں یا عربی' فارسی کے میلاد ناموں کے تراجم نہ ہوئے ہوں۔ ان میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کی وجہ سے ان میں موضوعات کی تکرار ہے۔ میلاد ناموں کا محرک صرف اظہار عقیدت ہے۔ اس لئے آپؐ کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی ڈالنے کا مشنری جذبہ موجزن ہے۔ میلادیہ منظومات کی بنیاد صرف خلوص و عقیدت پر رکھی گئی ہے۔

زبان و بیان کے اعتبار سے اس دور کے بکثرت میلاد نامے آسان' سادہ اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور کچھ پرانی روش کے تحت پر تکلف اور پر شکوہ انداز سے بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر میلاد ناموں میں سادگی اور حقیقت پسندی کو اختیار کیا جانے لگا۔ اظہار خیال کے لئے آسان راہیں تلاش کی جانے لگیں اور فطری انداز سے اظہار خیال ہی کمال فن قرار پایا۔

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد محرومیوں اور مایوسیوں کے شکار مسلمانوں کو نہ کوئی منزل نظر آتی تھی اور نہ منزل کا راستہ' اقتدار و غلبہ ختم ہو چکا تھا۔ معاشی' سیاسی اور سماجی تباہ حالی نے مذہبی رجحانات کو ابھارا۔ میلاد ناموں اور دینی ادب کے فروغ کا سامان کیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں آپؐ کے میلاد و سیرت' معجزات و مبشرات کے بیان میں انتہائی شائستہ' عالمانہ اور سنجیدہ و متین لب و لہجہ ملتا ہے۔ میلاد نگاروں کے مدنظر انقلابی فکر و نظر ہے انہوں نے نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کو سمجھنے میں تدبر' دانشمندی' اور عقلیت پسندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے معجزات و سراپا کو بھی موضوع بنایا گیا ہے لیکن آپؐ کے اخلاق حمیدہ اور شخصی خوبیوں کے بیان کا رجحان غالب ہے۔ میلادیہ منظومات میں شاعری کی بنیاد جذبات نگاری پر نہیں رکھی بلکہ جمال محمدیؐ پر والہانہ فریفتگی کے باوجود اسوہ حسنہ کی عظمت کو اجاگر کرنے اور خلق محمدیؐ کی برکات کے بیان میں زیادہ زور صرف کیا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں لطافت حسین' محمد مہدی واصف' کریم بخش بدر' مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی' شیخ لعل اور میر مہدی مجروح وغیرہ نے آپؐ کے شمائل و خصائل اور بیان معجزات پر زیادہ زور دیا ہے۔

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری نے بیان میلاد میں جزئیات و تفصیلات اس انداز سے قلمبند کی ہیں کہ ان سے معاصر ادبی و فنی رویوں کی جھلکیاں اس میں نظر آنے لگی ہیں۔ حالی نے مولود شریف میں نبی کریمؐ

کے عادات و خصائل، حسن سلوک، عفو و درگذر، فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد نامہ کو لکھنوی ماحول اور مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ احمد خان صوفی اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے وفات تک کے اہم واقعات کو اختصار اور جامعیت سے بیان کیا ہے۔ مولانا نقی علی خان نے میلاد و سیرت اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات کے بیان میں مناظرانہ انداز سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب دلنشین اور پراثر ہے۔ مولانا نجم الدین عباسی نے مشکل پسندی اور آرائش لفظی کے ساتھ ساتھ تصحیح روایات اور تدقیق روایات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری نے میلاد کی معتبر اور مستند روایات کے بیان کے علاوہ نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ قاضی غلام علی مہری کا منظوم میلاد نامہ معتبر روایات اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کی وجہ سے بے حد مقبول رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے اشعار سے وفور عقیدت کی جھلگاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے میلاد نامے میں مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے۔ اختلاف مسلک کے باوجود یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھا ہے دراصل مسلمانوں میں نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج کے سلسلہ میں ان کی کسی قسم کی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ شیخ محمد متقی ادراک کے میلاد نامے کے ہر فقرے سے اس کا سال تصنیف ۱۳۰۹ھ نکلتا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین سے مصنف کے والہانہ ذوق و شوق اور محنت و لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ کرامت علی جونپوری، سلامت اللہ کشفی، نواب نیاز احمد، عبدالحفیظ کاکوروی، مولوی ابراہیم علی خاں خلیل، سید برہان الدین احمد، بادل کانپوری، عطار اکبر آبادی، خلیل الرحمن واعظ، مولوی عاشق حسین، مہدی علی پروانہ، محمد حسن میرٹھی اور عزیز الرحمن عرشی غازی پوری وغیرہ کے میلاد ناموں میں معتبر و مستند کتابوں کے حوالوں سے احوال میلاد و سیرت بیان کئے گئے ہیں۔

بریلوی مسلک کے زیر اثر پورے برصغیر میں محافل بکثرت منعقد ہونے لگیں۔ ان محافل مقدسہ نے نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے روحانی اور دینی رشتہ استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے اس قسم کے ایمان پرور اجتماعات انگریزوں کو بہت کھٹکتے تھے۔ ان کی شاطرانہ چالوں سے مخصوص انداز سے میلاد کے رد میں فتوے جاری ہونے لگے۔ علمائے اہلسنت والجماعت نے اثبات میلاد میں مسکت دلائل پر مبنی بے شمار کتب تالیف کیں۔ ان میں سب سے وقیع عبدالحق محدث الہ آبادی کی تصنیف "الدر المنظم فی بیان الحکم مولد النبی الاعظم" ہے جو ۱۸۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ میلاد اور قیام کے حق اور رد میں "ازا تہ الاثام لمانعی المولد والقیام" (مولانا نقی علی خان)، نصرت احمدیہ فی رد قول النجدیہ (سید احمد علی)، بشری الکرام فی عمل المولد والقیام (مولوی رحمٰن علی)، الانوار الساطعہ فی اثبات المولد والفاتحہ (مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری)، غایۃ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام (بزبان فارسی۔ مولوی بشیر الدین عثمانی قنوجی)، کلمۃ الحق (بزبان فارسی۔ نواب صدیق حسن بھوپالی)، فتاوی میلاد شریف و عرس و میلاد (مولانا احمد علی محدث سہارنپوری)، المیلاد فی القرآن (مولانا محمد عالم آسی)، اور اثبات المولد والقیام (شاہ احمد سعید مجددی) جیسی معروف کتابوں کی اشاعت ہوئی۔

اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں انگریزوں کے ظلم و ستم، مسلمانوں کی معاشی بدحالی، عدم اطمینان، سکون تلاشی کی فضا عام ہے۔ ان مخصوص حالات کی وجہ سے خانقاہ مشربی اور بزم پسندی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہوا۔ ماحول کی گھٹن کی وجہ سے میلاد ناموں میں ہندوستان کی فضا سے بیزاری، روضہ رسولؐ پر حاضری کی شدت سے تڑپ اور جا کر واپس نہ آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید خواہش کا اظہار کیا ہے۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ مذہب پرستی کا عنصر صدیوں سے ہندوستان کی مٹی میں موجود ہے۔ ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی، سیاسی اور تہذیبی بقا کو مدنظر رکھ کر مختلف مدافعانہ اور جارحانہ اقدام کئے۔ ان میں سب سے اہم قدم تحریر و تقریر تھا۔ اس روش کی وجہ سے اردو میں عوامی رابطہ کی زبان ہونے کے ناطے سے تینوں مذاہب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس ذخیرے کے بارے میں ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم لکھتے ہیں:

> "نظم و نثر کی ان تحریروں کی حیثیت علمی و ادبی اور عامی بھی ہے۔ اس کا دائرہ اثر بہت وسیع ہے۔ ان میں خالص دینی اور مذہبی مباحث کے ساتھ ساتھ تصوف و اخلاق اور سیاسی و تمدنی امور کا بیان بھی شامل ہے۔ اس دائرے کی وسعت کی سب سے بڑی وجہ مذہب کے اثر و رسوخ کی وسعت ہے۔ برصغیر کے تمام مذاہب اسلام سے مخالفانہ یا موافقانہ تعلق ضرور رکھتے تھے۔ اس لئے وہ مذہبی چھاپ سے آزاد نہ ہو سکے۔" (۱۷۶)

اس دور میں مغربیت کا تند و تیز سیلاب مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ان کے مذہب و ایمان کے بنیادی ستونوں کو بہائے لے جا رہا تھا۔ اس وقت اس سیل کو تھامنے اور اس سے اثر پذیر نہ ہونے کی صلاحیت، طاقت اور قوت صرف نبی کریمؐ کی والہانہ محبت و عقیدت اور عشق و شیفتگی کے جذبہ نے پیدا کی اور اس کو تیز کرنے میں محافل میلاد اور موالید نے اہم کردار ادا کیا۔

چھٹا باب

میلاد ناموں کا دورِ جدید (۲)

۱۸۵۷ء ——————— ۱۹۴۷ء

حصّہ دوم

۱۹۰۱ء ——————— ۱۹۴۷ء

میلاد ناموں کا دور جدید (۲)

۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء

حصہ دوم

۱۹۰۱ء ــــــــــ ۱۹۴۷ء

- دور جدید کا سیاسی' تہذیبی اور مذہبی پس منظر۔
- حافظ محمود حسین خاں نازاں / صمصام الدین محمد / حافظ محمد امین / محمد دولت خاں / شاہ محمد عبداللہ نقشبندی / مولانا حسن رضا خاں حسن / مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی / حاجی غلام محمد ہادی علی خاں / مولوی محمد امداد العلی / خواجہ محمد سلامت اللہ سوفی چی / حافظ محمد عبدالمجید / خواجہ محمد حافظ علی / سید جعفر اللہ / محمد یقین کانپوری / مولوی محمد حبیب اللہ / مولوی محمد ابراہیم بنارسی / مولوی محمد انوار اللہ / محمد عبدالغفار بلیغ / مولوی محمد عظیم / مولوی محمد ابراہیم دہلوی / مولوی سید محب الحق / محمد رکن الدین الوری / حسن علی خاں / خواجہ تقی الدین اکبر آبادی / قاضی ذکیرالدین / محمد جمیل الرحمن خاں / شاہد حسین خاں / مولانا عبدالحلیم شرر / حافظ محمد انوار اللہ خاں بیخود / مولوی عبدالسبحان / علی احمد خاں اسیر بدایونی / قاضی عبیداللہ / منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری / محمد سراج الدین اکبر آبادی / حاجی رحیم بخش / فدا حسین شاہ جہانپوری / مفتی محمد خلیل / سید محمد بشیر الدین احمد / مولوی محمد کریم بخش / خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی / منشی محمد احسن سخن بہاری / سید دیدار علی شاہ / مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی / علامہ راشد الخیری / محمد قمرالدین / غلام محمد عباس / شیخ محمد ابراہیم نقشبندی / سید عاجز رامپوری / قاضی قلندر علی / نہال احمد علوی / شیخ عبدالصمد صدیقی / عبدالرزاق ندوی / مولانا محمد اشرف علی تھانوی / بیدم وارثی / مولوی غلام رسول / خواجہ محبوب عالم / محمد احسن وحشی نگرامی / علامہ نور بخش توکلی۔
- دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ (۲)

دور جدید کا سیاسی' تہذیبی اور مذہبی پس منظر

دور جدید انگریزوں کی عملداری کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دور کی وسعت کے پیش نظر گذشتہ باب میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے دور کو شامل کیا گیا تھا۔ اب زیر نظر باب میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء قیام پاکستان تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

اس دور کی سیاسی' سماجی اور مذہبی تحریکوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں پر گہرے انقلابی اثرات مرتب کئے۔ انہی اثرات کے زیر اثر اس دور کے میلاد ناموں کے اظہار و ابلاغ میں ایک واضح اور نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

اس دور میں پچھلی صدی کی طرح سیاسی لحاظ سے مسلمانوں میں غلامی کی کیفیت اور مشرقی اقدار کی ناقدری و کسمپرسی نے جذبات و احساسات پر ضرب کاری لگائی۔ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ کے خاتمہ کے بعد اقتصادی اور مذہبی مستقبل بھی تاریک ہو گیا تھا۔ میلاد نگاروں نے اس آڑے وقت میں امت مسلمہ کی دستگیری کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس طرح انھوں نے اردو نظم و نثر میں اپنی روایات اور علامات کو بہت بڑے پیمانے پر پھیلایا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں کانگرس کی طرف سے تقسیم بنگال کی مخالفت سے ہندوؤں کے اصل عزائم بے نقاب ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے نواب سلیم اللہ خاں کی تحریک پر آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ معاشی عوامل کے لحاظ سے مسلمانوں کا سرکاری ملازمتوں سے اخراج اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی وجہ سے مسلمان صنعتی پس ماندگی کا شکار ہوئے۔ یورپی تاجروں کے تجارت پر تسلط اور انگریزوں کی طرف سے ہندوؤں کی بھرپور حمایت نے مسلمانوں کو تجارت میں بہت پیچھے دھکیل دیا۔ اس قسم کے عوامل کے باعث قائداعظم محمد علی جناح کے نزدیک ایسی مملکت کی تخلیق ضروری تھی' جہاں ہماری تہذیب پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی و اقتصادی انصاف ہو۔ اس سلسلہ میں ۱۹۰۶ء میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے شملہ میں مسلم قائدین کا ایک وفد ملا اور اس وفد نے مسلم قومیت کے جداگانہ تشخص پر روشنی ڈالی۔

مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں اور سماجی و سیاسی لحاظ سے تحریک علی گڑھ نے مسلمانان ہند کی زندگی پر دور رس نتائج مرتب کئے۔ اس سے تعلیم کی ترویج' اصلاح معاشرہ اور اتحاد کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقہ نے مسلمان نوجوانوں میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے سیاسی قیادت فراہم کی۔ معاہدہ لکھنؤ ۱۹۱۶ء میں کانگرس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ اس لحاظ

سے انہوں نے نظریہ قومیت اور جداگانہ تشخص کو قبول کر لیا۔ ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا تحریک خلافت کی بنیاد پڑی۔ مسئلہ تحفظ ناموس خلافت نے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو متحد کر دیا۔ دراصل ترکی کے سلطان کو دنیائے اسلام کا خلیفہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ترکی کی کمزوری یا شکست کو عالم اسلام کی توہین خیال کیا جاتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں نے انگریزوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کے مفادات کے تحفظ کے لئے تحریک چلائی۔ اس تحریک میں سکولوں، کالجوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ، انگریزی مال کی خریداری کا مقاطعہ، سول نافرمانی کا آغاز اور قریباً ۸۰ ہزار مسلمانوں کی گرفتاری اس دور کے انقلابی واقعات ہیں۔ اس تحریک کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ تحریک خلافت کا تذکرہ میلاد ناموں کی مناجاتوں اور شعری ٹکڑوں میں نظر آتا ہے۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی، انگریزوں کے مظالم اور نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استمداد کا بیان بھی مخصوص عصری عوامل کے تحت ملتا ہے۔ دراصل تحریک خلافت سے مسلمانوں کے دلوں میں مغرب سے بیزاری، موثر قیادت کا حصول اور برطانوی راج کے زوال جیسے اثرات مرتب ہوئے۔

قائداعظم نے ۱۹۲۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں نہرو رپورٹ کے جواب میں مسلمانوں کے بنیادی مطالبات پیش کئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور اس میں انہوں نے اسلام کے تصور اور فلسفہ حیات کی وضاحت کی۔ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہی خطبہ تصور پاکستان کی بنیاد بنا۔

۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ اور کانگرس نے انتخابات میں حصہ لیا۔ کانگرس گیارہ میں سے سات صوبوں میں وزارتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کانگرس کے برسر اقتدار آ جانے سے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ طرز عمل اختیار کیا۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہی۔ کانگرسی اقتدار کے ڈھائی سال مسلمانان ہند پر قیامت بن کر گذرے۔ ۱۹۳۷ء میں کانگرسی مسلمانوں کے جداگانہ تشخص سے منحرف ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مسلمانوں کی مساجد ہندو غنڈوں سے محفوظ نہ رہیں۔ محرم کے جلوس کو درہم برہم کیا جانے لگا۔ کئی مقامات پر مساجد کو بھی مسمار کر دیا گیا۔ اس سے مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ برصغیر کے مسلمانوں کے دل کی آواز بن گیا۔ مسلم لیگ عوامی تحریک بن گئی۔ لاہور میں ۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر انتخابات میں حصہ لیا۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ پر اعتماد کا اظہار کر کے کانگرس کو قیام پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تحریک پاکستان کے دوران ہر زبان پر پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ، کا نعرہ تھا۔ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی نظام کو عملی طور پر رائج کرنا اور انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا عہد تھا۔ بالآخر ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کی قیادت میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

اس دور میں انگریزوں نے اپنے تسلط کو طول دینے کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔ ان میں ایک حربہ

مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کی بھرپور کوشش بھی تھا۔ انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود رہے گا۔ وہ سکون سے ہندوستان پر حکومت نہ کر سکیں گے۔ دیگر مسلم ممالک میں بھی جہاں جہاں مسلمان انگریزی پنجہ استبداد سے نجات پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے سب جذبہ جہاد سے ہی سرشار تھے۔ انگریزوں نے ایک طرف پادریوں کے ذریعے سے مسیحیت کا پرچار شروع کرا دیا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کی خاطر مسلمانوں کے اندر فرقہ وارت کو ہوا دینے لگے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے اندر نفاق اور اختلاف کو بڑھانے اور جذبہ جہاد چھین لینے کی کوشش میں مرزا غلام احمد قادیانی سے مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ کرا دیا۔ اس کافر گروہ نے انگریزوں کی بھرپور سرپرستی میں مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلمانوں کے غیور دینی و سیاسی رہنماؤں کی توجہ انگریز کی جانب سے ہٹ گئی اور اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف مرکوز ہو گئی۔ اس فرقہ باطلہ کے استیصال کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی' مولانا احمد رضا خاں بریلوی' مولوی ثناء اللہ امرتسری' پیر سید مہر علی شاہ' انور شاہ کشمیری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے زعما میدان عمل میں اترے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں رد قادیانیت ایک عوامی تحریک بن گئی۔ چوہدری افضل حق' تاج الدین انصاری' قاضی احسان احمد' شیخ حسام الدین' مولانا محمد علی جالندھری' آغا شورش کاشمیری اور سید ابوذر غفاری جیسے مخلص کارکنوں نے قادیانی تبلیغ کی نشرو اشاعت کے سارے راستے بند کر دیے۔ ۱۹۳۴ء میں مسلمانوں نے متحد ہو کر اور شہدا کا پاک خون دے کر جذبہ جہاد کو زندہ کر دیا اور قادیانی جھوٹی نبوت کی دھجیاں بکھیر دیں۔

اسی زمانے میں نابغہ عصر علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی کی زیر قیادت پورے برصغیر میں خاکسار تحریک نے احراریوں کے قدم بہ قدم روح جہاد بیدار کرنے میں اپنی بے مثال جرات اور پامردی سے مثبت کردار ادا کیا۔

اس دور کے میلاد ناموں میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کا بار بار ذکر ملتا ہے۔

اسی دور میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہر مکتب فکر کے مدارس کثرت سے قائم ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے زیر اثر مراد آباد' سہارنپور اور نگینہ کے علاوہ پورے ہندوستان میں سینکڑوں ایسے مدارس قائم ہوئے' جو دیوبند کو اپنی رہنمائی کا مرکز سمجھتے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کا انتظام سنبھالا۔ ان کی وجہ سے ندوہ کے نظم و نسق میں بہتری پیدا ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام' لاہور کا اصل مقصد تبلیغ اسلام تھا مگر اس انجمن نے ۱۹۲۵ء سے تعلیمی اور سماجی میدان میں شاندار کارکردگی شروع کر دی اور باقاعدہ تعلیمی و فلاحی ادارے بنانے شروع کیے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ ۱۹۲۵ء میں دہلی منتقل ہوا۔ جامعہ ملیہ کے منتظمین نے قدیم و جدید کے درمیان ایک حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اردو اکیڈمی کا قیام اس ادارے کا شاندار کارنامہ ہے۔ ان تمام سیاسی اور سماجی تحریکوں کے ساتھ ساتھ علماء نے مساجد کو آباد رکھا اور ہر جمعہ کو قرآن و حدیث کی اشاعت سے عام مسلمان عیسائیت یا ہندو مت میں جذب

ہونے سے بچ گیا۔ دارالعلوم دیوبند، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تحریک اور اہلحدیث غیر مقلدین نے مذہبی تبلیغ و اشاعت سے عام مسلمانوں کو نہ انگریزوں کا وفادار بننے دیا اور نہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا متحدہ قومیت کا تصور مسلمان عوام کے اندر جڑ پکڑ سکا۔ اس دور کے میلاد نامے مسلمانوں کی زبوں حالی اور آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور مخصوص سماجی رویوں کی جھلک دکھاتے ہیں۔ میلادیہ منظومات اپنی فکری اور شعوری بلندی کی وجہ سے جدید ذہنوں کو متاثر کرنے کے قابل نظر آتی ہیں۔ مناجاتی انداز میں درد و کرب کا بیان دراصل مسلمانوں کے عصری کرب اور تقاضوں سے ہم آہنگی کا واضح ثبوت ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استمداد طلبی کے مضامین کا بھی اضافہ ہوا۔

اس دور میں جشن عید میلادالنبیؐ منانے کی تحریک سید ممتاز علی نے ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۹ء کو تہذیب نسواں میں شروع کی۔ انہوں نے اس تحریک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا:

> "مجھے ایک مرتبہ کرسمس کی رات عیسائیوں کی عبادت کا جوش و خروش اور اگلے دن اس تقریب کی خوشیوں کا سامان و اہتمام دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور یہ خیال کر کے دل ہی دل میں بے حد نادم و شرمسار ہوا کہ اس کے مقابلے میں ہماری مجالس میلاد کس قدر ہیچ اور حقیر ہوتی ہیں۔"(۱)

مسلمانوں میں جشن عید میلادالنبیؐ منانے کی روایات صدیوں پرانی موجود ہیں۔ اس جشن منانے کے جواز میں ملا علی قاری نے اپنے رسالہ "مورد الروی" میں ابن جزریؒ (م ۸۳۳ھ) کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

> "جب نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کرنا چاہئے۔"(۲)

برصغیر کے مسلمانوں کو جشن عید میلادالنبیؐ منانے کے سلسلہ میں اس لحاظ سے بھی تقویت ملی کیونکہ دیگر ممالک میں صدیوں سے مسلمان جشن عید میلادالنبیؐ منا رہے تھے۔ اب وسیع پیمانے پر جشن عید میلادالنبیؐ منانے کے سلسلہ میں مسلمانوں میں تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے محرک کے لحاظ سے مولوی سید ممتاز علی نے اپنے رسالہ تہذیب نسواں میں ۲۵ سال (۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۵ء تک) عید میلادالنبیؐ کو پورے مذہبی جوش و خروش اور تزک و احتشام سے منانے کے سلسلہ میں متعدد مضمون لکھے۔ مولوی ممتاز علی کا خیال تھا کہ ہم سال بھر میں مولود کی ایک مجلس کی بجائے کئی کئی مجلسیں کر لیتے ہیں مگر ان سے وہ خوشی یا عظمت ظاہر نہیں ہوتی جو نبی کریمؐ کی شایان شان ہو۔ ان کے نزدیک "بزرگوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔"(۳)

مولوی ممتاز علی نے تجویز پیش کی کہ اگر مسلمان عید میلاد کو بھرپور تکلف و اہتمام سے منانے کی ہمت و مقدرت نہیں رکھتے تو اس موقع پر کم از کم اتنا کریں کہ شام کے وقت جس کی صبح کو عید ہو۔ بستی کے چاروں طرف اس طرح گولے چلائے جائیں، جس طرح عید کا چاند دیکھ کر چلائے جاتے ہیں۔ صبح کو لوگ غسل کر کے لباس تبدیل کریں اور ایک بہت بڑا جلوس درود و سلام اور نعتیں پڑھتا ہوا، کسی خاص مقام

سے روانہ ہو اور شہر کے دور ترین مقام کی طرف جائے۔ تیسرے شامیانے لگا کر ایک جگہ کو تقریروں اور لیکچروں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ چوتھے شہر میں کثرت سے مجالس مولود منعقد کی جائیں اور رات کو چراغاں ہو۔(۴)

مولوی ممتاز علی کی تحریک بسلسلہ جشن عید میلادالنبیؐ کے اثرات پورے ہندوستان میں مرتب ہوئے۔ برصغیر کے بیشتر مقامات پر اس تقریب کو دھوم دھام سے منایا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں عید میلادالنبیؐ کے موقع پر اخبارات و رسائل نے عید میلاد کے خاص نمبر نکالے۔ علماء و مجتہدین نے بھی عید میلاد کو قومی سطح پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ (دربار علی پور سیداں' سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے۔ اس جلسہ کی روداد رسالہ تہذیب نسواں میں شائع ہوئی۔(۵) علامہ اقبالؒ نے اپنی تقریر میں نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی:

> "جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں پیدا نہ کرے گی تب تک ان کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔"(۶)

اس اجلاس میں علامہ اقبالؒ کے علاوہ شیخ عبدالقادر' مولانا ظفر علی خاں' مفتی محمد عبداللہ' مولوی عبدالحکیم اور پیر سید جماعت علی شاہ نے نبی کریمؐ کے اخلاق و شمائل پر تقاریر کیں۔

اسی دور میں خواجہ حسن نظامی نے رسالہ نظام المشائخ میں "عید میلاد الرسولؐ" کے عنوان سے میلاد النبیؐ کا جشن منانے کے سلسلہ میں ایک پرزور مضمون لکھا۔ یہ مضمون بھی تہذیب نسواں (۲۵۔ مارچ ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا۔

جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علی کی تحریک پر اکابرین نے بھرپور توجہ دی اور اس طرح برصغیر کے ہر شہر' ہر قصبہ اور ہر بستی میں نہایت تزک و احتشام سے جشن عید میلادالنبیؐ منایا جانے لگا۔

اس دور کے میلاد ناموں کی روایت' ترکیب و ترتیب اور ساخت کم و بیش پرانے میلاد ناموں کی طرح ہے۔ اس دور میں بھی نثری میلاد ناموں میں جا بجا شعری ٹکڑے موجود ہیں۔ اس دور میں علمائے اہلسنت والجماعت نے خاصی تعداد میں میلاد نامے لکھے اور اہلحدیث حضرات نے میلادی روایات کے ضمن میں کتابیں تصنیف کیں۔ میلاد کے حق اور رد کے سلسلہ میں فتاویٰ کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس موضوع پر بے شمار کتب و رسائل کی اشاعت ہوئی اور ان میں علماء نے اپنے مخصوص مذہبی خیالات کا برملا اظہار کیا۔

مجموعی طور پر اس دور کے میلاد نامے ضخیم' وقیع' عالمانہ اور جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب کئے گئے۔ سیرت النبیؐ کی ترویج و اشاعت اخبارات و رسائل' پمفلٹوں' کتابوں اور مقالوں کے ذریعے ہونے

گی۔ سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ (اس میں سیرت کمیٹی' پٹی کی کارکردگی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔) جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مثبت اقدامات کئے گئے۔ اس طرح اردو زبان و ادب میں کثیر تعداد میں ہر نوع اور ہر وضع کے میلاد ناموں کی اشاعت ہوئی۔

حافظ محمود حسین خاں نازاں

حافظ محمود حسین خاں نازاں چشتی سلیمانی سلسلہ میں بیعت تھے۔ علاقہ جھجر کے رئیس تھے۔ ان کا میلاد نامہ "بزم میلاد" ۴۴۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فضائل میلاد' ولادت مقدسہ اور معجزات ولادت کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میلاد نامہ کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور کئی بار چھپا۔ اس کا ۱۳۰۱ھ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس کی پہلی اشاعت میں بیان میلاد مسدس میں ہی کیا گیا تھا۔ موجودہ اشاعت میں مسدس کے علاوہ موقع بموقع نثر کا اضافہ کیا گیا ہے۔

مسدس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

اس نور بے زوال کا ہوتا ہے اب ظہور
ذرہ ہے ایک جس کا تجلی شمع طور
مشہور مہر و ماہ ہوئے اس سے دور دور
وہ نور پاک ذات خدا کا ہے خاص نور
مژدہ کہ بزم مولد خیرالوریٰ ہے آج
ذکر ظہور نور حبیب خدا ہے آج
(۷)

اس میلاد نامے کی حمد و نعت کا مجلسی انداز ہے۔ ان منظومات سے جہاں تذکار و تبلیغ سیرت رسول کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ وہاں ان کی اثر آفرینی اور غنائی آہنگ سے کیف آور فضا پیدا ہوتی ہے:

مولا کی کر بندے یاد
حق کی یاد سے رکھ دل شاد
فکر جہاں سے ہو آزاد
ذکر خیر مبارک یاد
حسبی ربی جل اللہ
مافی قلبی غیر اللہ
لا الہ الا اللہ
نور محمد صلی اللہ
(۸)

حافظ محمود حسین خاں کے میلاد نامے میں میلادیہ منظومات کے موثر اور دل آویز نمونے ملتے ہیں۔ ان کے اشعار میں زور' روانی اور اثر آفرینی خیالات کی رفعت اور تشبیہ و استعارہ کی لطافت کے ساتھ موجود ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں نے فکری اور فنی دونوں لحاظ سے نئے امکانات سے روشناس کرا کے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ یہ مصنف کی علمیت کا ثبوت ہیں۔

صمصام الدین محمد

صمصام الدین محمد بن مولوی سید عمادالدین مدراس کے رہنے والے تھے۔ مولوی عبدالرزاق کے بیٹے تھے۔ انہوں نے خصائل و شمائل رسالتمآبؐ پر "مصباح الانوار فی بیان خصائص سید الابرار" لکھی تھی۔ کتاب کے حاشیے سے وضاحت ہوتی ہے کہ اس کا سال تصنیف اوائل ۱۹۰۰ء ہے۔(۹) اس کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے اپنے قلم کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے متن میں قطع و برید موجود ہے۔ اس کے کل ۲۶ اوراق ہیں۔ متن میں عربی عبارتوں پر سرخ لکیر کھینچی گئی ہے۔ آخری اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

حافظ محمد امین

حافظ محمد امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بعنوان "جذب الاصفیا الی فضائل المصطفیٰ" نثر میں لکھے ہیں۔ یہ رسالہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں انہوں نے آپؐ کے فضائل کو قرآن و حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

ان کا دوسرا رسالہ "انیس المشتاقین الی حیات سید المرسلین" بیان میلاد پر مشتمل ہے اور "القول المقبول فی علم غیب الرسول" میں نبی کریمؐ کے علم غیب کے بارے میں مدلل بیان ہے۔

جذب الاصفیا الی فضائل المصطفیٰؐ سے ایک مختصر اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

> "رحمۃ للعالمین میں لفظ رحمت پر غور کیا جائے۔ رحمت ایک ایسا وسیع لفظ ہے جو ہر ایک چیز کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ ماں' باپ کی رحمت استعمال ہوتا ہے۔ بارش بھی ایک رحمت ہے۔ خدا کا رحم' حاکم کا رحم' بادشاہ کا رحم' استاد کا رحم' پس اے درویش اس نکتہ باریک کو سوچ اور خوب سمجھ لے' صرف بارش کی رحمت کو مد نظر رکھ کر اس کے عجائبات کو ملاحظہ کر کہ کیا کیا عمدہ سبزیاں' پھل پھول اس سے ظاہر ہوتے ہیں' اور اس کا دنیا پر کیا اثر ہے۔ پس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس لفظ کے ساتھ ملقب کیا گیا' قربان جاؤں' وہ اسی کے لئے موزوں ہے۔ واقعی اس کا وجود تمام عالم کے لئے اسی طرح رحمت ہے جس طرح کہ بارش دنیا کے لئے۔"(۱۰)

حافظ محمد امین نے نبی کریمؐ کے فضائل کے بیان میں انتخاب و استعمال الفاظ میں فنی نزاکتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ ان کے طرز استدلال اور علمی انداز میں بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔

محمد دولت خاں

محمد دولت خاں بن محمد ہمت خاں افغان' شمس آباد ضلع فرخ آباد کے رہنے والے تھے۔ مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کے مرید تھے۔ ان کا منظوم معراج نامہ بعنوان ""معراج مصطفیٰ موسومہ بہ دولت حق" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اپنے معراج نامہ کے بارے میں درج ذیل اشعار میں صراحت کی ہے:

جس طریق انداز سے میں نے لکھا
کسی شاعر سے نہیں اب تک سنا
میں کروں توصیف اس کی کیا بیاں
دیکھنے سے خوبی اس کی ہے عیاں
غیر کا مضمون چرانا یا کلام
یہ نہیں واللہ باللہ میرا کام
(۱۱)

شاعر نے نعت نبیؐ میں احد اور احمد کے فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔
ایک بند ملاحظہ ہو:

یٰسین کہیں طٰہٰ کہیں نور اس کو کہا ہے
تعظیم سے ہے جس جگہ قرآں میں لکھا ہے
دیکھو تو رؤف اور رحیم اس کی ثنا ہے
وہ مظہر حق ہے یا کہوں شکل خدا ہے
سو سجدہ اسے کرتا مجھے بیم نہ ہوتا
احمد کے اگر نام میں یہ میم نہ ہوتا
(۱۲)

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس معراج نامے کا طرز اظہار متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور ہما ہمی کا نقشہ بڑے دلکش پیرایے میں کھینچا گیا ہے۔ بیان معراج میں جذبات و احساسات کے اظہار میں شاعرانہ رنگ غالب ہے۔

شاہ محمد عبداللہ نقشبندی

شاہ محمد عبداللہ نقشبندی' جامع مسجد کانپور کے امام اور سید محمد شاہ عبدالحق کانپوری کے خلیفہ تھے۔ ان کے میلاد نامہ مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف میں حمد و نعت کے بعد اصحاب پاکؓ کی تعریف' تعریف

اہل بیتؓ" حضرت کے نزدیک اصحاب کبارؓ کی کیسی توقیر ہے' بزرگی و برکات ذکر مولود شریف' آداب محفل مبارک' بیان درود شریف و فضائل درود خوانی' بیان پیدائش نور محمدیؐ' حسن و جمال حضرت عبداللہ کا شوق' حضرت عبداللہ کا نکاح' نبی کریمؐ کی ولادت مبارک' احوال رضاعت' بیان معراج شریف' دیگر معجزات کا بیان' شفاعت کبریٰ' بیان مقام محمود' آپؐ کے شمائل و خصائل کا بیان' حضورؐ کے علم و صبر کا بیان' نقش نعل شریف اور حالات صادقہ و کرامات حضرت غوث الاعظمؒ کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے تمام واقعات کے سلسلہ میں تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے لیکن حالات مبارکہ بیان کرتے وقت ان کا اسلوب سادہ اور دل نشیں ہو جاتا ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

"حضرت آدمؑ سے واسطے نور محمدیؐ کے جو ان کی پشت میں سونپا گیا تھا۔ عہد لیا گیا کہ اس کی تعظیم و توقیر کرتے رہیں اور پاک عورتوں میں نقل کریں۔ آدمؑ نے اقرار کیا اور فرشتے گواہ ہوئے۔ جب آدم کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے حضرت شیثؑ کو وصیت کی کہ جو تمھاری پشت میں نور ہے اس کی محافظت ضرور ہے اور ارحام طیبہ و طاہرہ میں اس کی تحویل ہو پس وہ نور مبارک پاک مردوں اور پاک عورتوں میں نقل کرتا رہا حضرت آدمؑ سے حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور ان سے حضرت اسمٰعیلؑ کو سرفراز و ممتاز فرماتا ہوا حضرت عبدالمطلب پھر ان سے حضرت عبداللہ میں آیا۔ جس پشت میں نور محمدیؐ آتا تھا اپنا جلوہ دکھاتا تھا۔ حضرت آدمؑ کی خطا اسی نور کی برکت سے عفو ہوئی۔ حضرت شیثؑ کے بدن میں خوشبو مشک کی اسی نور کی برکت سے آتی تھی' حضرت نوحؑ کی کشتی کو اسی کے طفیل نجات ملی' اسی نور کی برکت سے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو گلزار کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے واسطے جنت سے دنبہ اسی نور کی برکت سے آیا اور بے ذبح کئے ہوئے' اسمٰعیل ذبیح اللہ کہلائے۔ حضرت عبدالمطلب کی دعا اسی نور کی برکت سے قبول ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ کو دیکھ کر تمام بت منہ کے بل گر جاتے تھے۔"(۱۳)

موضوع اور اسلوب ہر دو اعتبار سے اس میلاد نامہ میں ایک معقول ادبی استدلال موجود ہے۔ مصنف نے اپنی تحریروں کو موثر بنانے کے لئے مشکل الفاظ' بے جا تراکیب اور مغلق عبارات سے دامن بچایا ہے نیز عربی اقوال و ضرب الامثال بھی بکثرت استعمال کرنے سے پرہیز کیا ہے۔

مولانا حسن رضا خاں حسن (م ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)

مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے "میلاد حسن" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اکثر محافل میلاد میں پڑھا جاتا ہے۔ اس میلاد نامے کی عبارت عام فہم نہیں

ہے بلکہ عربی و فارسی کے مشکل الفاظ اور جا بجا آیات قرآنی کی کثرت ہے۔ کسی کسی جگہ بڑی شگفتہ عبارت بھی لکھی ہے۔ جیسے نور نبویؐ کے بیان میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ذات کریم کنز مخفی تھی۔ جب منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو پیدا کریں اور اپنی اور اپنے محبوب کی شان جلوہ ظہور پائے' اپنے نور سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا۔ پھر اس نور منور کو جوہر لطیف بنا کر دس ٹکڑے کیے۔ نو ٹکڑوں سے عرش و کرسی' لوح و قلم' جنت و دوزخ' چاند سورج اور فرشتے بنائے۔ دسویں ٹکڑے سے وہ پیاری پیاری روح جلوہ ظہور کی شمع انجمن ہوئی جس کی ادنیٰ چمک سے چودہ طبق روشن ہو جائیں ایک جھلک سے تحت الثریٰ سے عالم بالا تک عالم چراغاں ہوا پھر جبرائیلؑ کو حکم رب العالمین جل شانہ' پہنچا کہ سطح خاک پر جا اور جہاں کی خاک پاک دیکھے لا۔ روح اعظم حکم محکم پا کر زمین پر آئے اور زمین مکہ سے خاک طلب کرنے لگے اس طلب کو سن کر زمین اس قدر خوش ہوئی کہ حالت وجد میں شق ہو گئی۔ گویا زبان حال سے گویا تھی کہ ایسی خوشخبری سنانے والے تیرے قربان۔ ایسے پیارے محبوب کی طینت پاک کے لئے تو اس افتادہ و خاکسار کی جان حاضر ہے۔"(۱۴)

میلاد حسن میں نور محمدیؐ" حضورؐ کی تشریف آوری' ایام رضاعت اور پھر اس کے بعد واقعہ معراج شریف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں ماہ ربیع الاول کی فضیلت لکھی ہے۔ ذکر میلاد کے صرف ۱۰۰ صفحات ہیں' باقی ۳۲ صفحات میں مشاہیر علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا نعتیہ کلام ہے۔ جس کا عنوان "عطر مجموعہ" رکھا گیا ہے۔

معراج شریف کے بیان میں فاضل مصنف نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔ اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے لکھا ہے:

"سبحان اللہ کیا رات ہے۔ اس رات کی کیا بات ہے۔ طالب و مطلوب ملتے ہیں۔ غنچہ ہائے وصل کھلتے ہیں۔ رنگ برنگی کی نیرنگیاں چمن چمن بہاریں دکھا رہی ہیں۔ یکتائی و وحدت کی کلیاں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں۔ مطلوب اپنے طالب کا طالب' طالب اپنے مطلوب کا مطلوب' یہ اس کا پیارا وہ اس کا محبوب' روح اعظم کا براق لے کر آنا تو اظہر من الشمس ہے مگر سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا" من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ سے تو کچھ اور ہی جلوے چمکتے ہیں۔ نازک مقام ہے یہاں عقل کا کیا کام۔ دل بیخبر خبردار ہوش میں آ' دیکھ اپنے آپ کو سنبھال حد سے آگے قدم نہ ڈال۔"(۱۵)

معراج کے بیان میں اکثر جگہ پر فلسفیانہ انداز بیاں بھی اختیار کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کے بیان میں اردو روزمرہ اور محاورے جن کی بہتات سے زبان میں شیرینی و مٹھاس پیدا ہوتی ہے' مفقود ہیں۔ آخر میں جو میلادیہ و نعتیہ کلام شامل ہے۔ اس سے بھی سادگی و سلاست کے ساتھ مشکل پسندی کا پتا چلتا ہے۔

حسن بریلوی کو داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ اسی نسبت سے مدتوں رامپور میں استاد داغ کے دامن سے وابستہ رہے۔ اسی وابستگی کی وجہ سے ان کے انداز بیاں میں سادگی و سلاست اور پاکیزگی ہے۔ معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے
فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے
اعزاز ماہ طیبہ کی رویت کی رات ہے
(۱۶)

سراپا نگاری میں انہوں نے نبی کریمؐ کے جمال ظاہری کو نادر تشبیہات و استعارات میں بیان کیا ہے۔ ایک مطلع دیکھئے:

یہ گردن پر نور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر ان کے گریباں سے نکالا
(۱۷)

صبح ولادت کو بڑے دلنشین انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھولوں سے باغ مہکے، شاخوں پہ مرغ چہکے
عہد بہار آیا صبح شب ولادت
شوکت کا دبدبہ ہے، ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکان کسریٰ صبح شب ولادت
روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اڑا پھریرا صبح شب ولادت
(۱۸)

آخر میں دوسرے شعراء کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان میں جمیل قادری، خلیل برکاتی، کیف ٹونکی، ضیاء میرٹھی، سیف ٹونکی اور حسرت حیدر آبادی کا کلام ہے نیز آخر میں فارسی کے معروف شعراء کی نعتیں بھی موجود ہیں۔ یہ میلاد نامہ "نگارستان لطافت" کے نام سے بھی کئی بار طبع ہوا ہے۔ اس کی نویں اشاعت یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ سے ۲۰۔ مارچ ۱۹۳۵ء کو ہوئی جو صرف ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی

مولانا محمد حسین المتخلص بہ عطار اکبر آبادی کے میلاد نامے پر تاریخ طباعت درج نہیں ہے اور نہ ہی

مولانا موصوف کے کچھ حالات زندگی درج کئے گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ "گلدستہ عطار کامل الموسوم بہ چمنستان رسالت" آگرہ میں ۱۹۳۶ء میں طبع ہو کر مقبول ہوا۔"(۱۹) یہ میلاد نامہ چار حصوں میں لکھا گیا ہے۔ حصہ اول میں ذکر پیدائش نور محمدیؐ" حصہ دوم میں معجزات و معراج' حصہ سوم میں سانحہ ارتحال رسالتمابؐ" اور حصہ چہارم میں اولیاء کبار کی کرامات بیان کی گئی ہیں۔

چمنستان رسالت کی زبان میلاد نامہ غلام امام شہید کی طرح مسجع و مرجز ہے۔ تراکیب الفاظ اور بلاغت و فصاحت بدرجہ اتم ہے۔ روایات کے بیان میں کچھ اسناد بھی درج کی گئی ہیں لیکن زیادہ تر روایات بغیر اسناد کے لکھی گئی ہیں۔

اس میں نور محمدیؐ کے بیان کے سلسلہ میں تمام معروف روایات درج ہیں۔ روضۃ الاحباب کے حوالے سے ایک روایت درج ہے کہ "جس رات کو حضرت عبداللہ حضورؐ کے پدر بزرگوار پیدا ہوئے اسی روز اہل کتاب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب زمانہ سیدالبشرؐ نبی آخرالزماںؐ کا قریب آگیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحیٰؑ علیہ السلام کا ایک خون آلود جامہ اہل کتاب کے پاس موجود تھا اور کتب سماوی میں لکھا ہے کہ جب یہ جامہ دوبارہ خون سے تر ہو جائے اور خون کے قطرے اس سے ٹپکنے لگیں تو سمجھ لینا کہ خاتم الانبیاءؐ کا زمانہ ولادت قریب آگیا اسی وجہ سے یہود حضرت عبداللہ کے دشمن ہو گئے چونکہ نور محمدیؐ آپ کی پیشانی مبارک پر چمک رہا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے بہ نگرانی وہب زہری آپ کو شکار کے لئے بھجوایا۔ یکایک جنگل میں نوے سوار ظاہر ہوئے۔ مگر قدرت نے ان کی سرکوبی کے لئے ستر سوار پردہ غیب سے نمودار کئے۔ جنھوں نے ان دشمنوں کو قتل کر دیا۔ وہب زہری یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچے۔ سب حال بیان کیا پھر اپنی بیوی کے پاس گئے اور سب حال بیان کر کے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آمنہ کی شادی حضرت عبداللہ سے کر دی جائے۔"(۲۰)

دیگر میلاد ناموں کی طرح گلدستہ عطار میں بھی سلام بحضور سرور کائناتؐ بوقت ولادت لکھا گیا ہے۔ دراصل ہر میلاد نامہ کا مرکزی خیال یہی ہے کہ اگرچہ نبی کریمؐ ہماری ظاہری آنکھوں سے ضرور پردہ کر گئے ہیں لیکن دنیا کے حالات سے پوری طرح باخبر ہیں چونکہ سراپا نور ہیں اس لئے ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر تشریف لا سکتے ہیں۔ اسی خیال کی بدولت محافل میلاد میں تعظیماً کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسانؓ منبر پر کھڑے ہو کر نبی کریمؐ کی بڑائی اور برتری بیان کرتے تھے۔

السلام اے دو جہاں کے پیشوا
السلام اے انبیاء کے رہنما
السلام اے امتوں کے دستگیر
السلام اے عاشق رب قدیر
(۲۱)

اس میلاد نامہ میں معجزات روحانی و جسمانی کو دو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ معجزات

روحانی میں سب سے بڑا معجزہ کلام پاک ہے اور اس ضمن میں قاضی عیاض "کی الشفاء کے حوالے سے بھی لکھا گیا ہے کہ کلام اللہ میں بلاغت کے اعتبار سے سات ہزار سے کچھ زائد معجزات ہیں۔ علمائے محققین نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ سورہ انا اعطینک میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ شریف میں ستر ہزار سے کچھ زائد کلمات ہیں اور جب ستر ہزار کو دس سے تقسیم کیا تو سات ہزار جواب ہوا یس کلام پاک میں بھی سات ہزار معجزات ہیں۔ دوسرا معروف معجزہ شق القمر بیان کیا گیا ہے۔ "سوانح الحرمین" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دریائے چنبل کے کنارے ضلع مالوہ میں ایک ریاست دھار ہے۔ وہاں کا راجہ اس وقت چھت پر بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور صبح ہوتے ہوتے دونوں ٹکڑے مل گئے۔ صبح اس نے پنڈتوں کو بلایا اور حال دریافت کیا پنڈتوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پیغمبر عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کے ہاتھ سے معجزہ شق القمر کا ظاہر ہو گا۔ راجہ نے یہ خیال دریافت حال اپنے ایک ایلچی کو عرب بھجوایا اور جب تحقیق ہو گیا تو ایمان لے آیا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس راجہ کی قبر شہر سے باہر آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔"(۴۴)

ان کے علاوہ نبی کریمؐ کا سورج کو لوٹانا' بتوں کا نبوت پر گواہی دینا' آپؐ کے پائے مبارک کے نیچے آ جانے والے پتھروں کا موم ہو جانا' سنگریزوں کا نبوت کی شہادت دینا' مردہ لڑکے کا زندہ کر دینا وغیرہ معجزات کو احادیث کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

معجزات جسمانی میں آپؐ کے پسینہ کی خوشبو' آپؐ جس صف میں کھڑے ہوتے سب سے بلند قامت نظر آتے' ستون کا آپؐ کے ہجر و جدائی میں رونا' معراج شریف اور براق کی صفات کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا گیا ہے۔ معراج النبیؐ کو گلدستہ عطار میں جس طرح بیان کیا گیا ہے' وہ درج ذیل ہے:

> "راویان شیریں کلام نیک انجام اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ستائیسویں تاریخ رجب المرجب کی دوشنبہ کے دن بوقت شب محبوب رب بعد نماز عشاء اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر خواب استراحت میں تھے کہ یکایک بخت بیدار نے رسائی پائی۔ عاشق کو معشوق کی جدائی یاد آئی۔ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے روح الامین آج کی رات گوشہ طاعت اور زاویہ اطاعت چھوڑ۔ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلے میں حضوری سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر پر طاؤسی بازوئے مرصع قدوسی جامہ نگاریں فردوسی اپنے بدن پر آراستہ کر کمر خدمت گاری کو مضبوط باندھ تاج فرمانبرداری کا سر پر رکھ موحد سعادت ہاتھ میں لے اور میکائیلؑ سے کہہ کہ پیمانہ ارزاق ہاتھ سے رکھے۔ ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کرے تیری ہمراہی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہو۔ اسرافیلؑ صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیلؑ قبض ارواح موقوف کرے۔ آسمان کے نوبتی صدق و صفا کی نوبت بجائیں۔ فراشان نور چاندی کا فرش طبقات سماوات پر بچھائیں۔ صحن آسمان و دنیا کو جاروب شعاع آفتاب سے جھاڑ کر شیر سحر اور گلاب روز سے دھودیں عرش کو لباس زر نگار قدس پہناؤ۔ کواکب کو

آنکھوں میں سرمہ شب قدر لگاؤ۔ رضوان بہشت بریں کو آئینہ بندی کر کے چمن چمن روش روش پر اطلس زریں تجلیات بچھاوے۔ مالک دروازے دوزخ کے بند کر کے حکم و تسکین کے قفل لگا دے۔ حوران خلد بریں صف بہ صف آراستہ ہو کر **انگیٹھیاں** عود قماری سلگا دیں۔ غلمان طبق جواہرات گراں بہا نثار کے واسطے لاویں۔ آفتاب نکلنے سے، پانی چلنے سے، افلاک گردش سے، ہوا جنبش سے باز رہے۔" (۴۳)

عطار اکبر آبادی کی زبان و بیان سے مذہبی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور شیفتگی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ قرآن و احادیث کے حوالے اور فارسی و عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔ ان کے بیشتر بیانات میں کم و بیش وہی باتیں ہیں جو میلاد شریف کی رائج کتابوں میں بیان ہوئی ہیں مگر اپنے مخصوص اسلوب کی بناء پر گلدستہ عطار میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا اضافہ کرتا ہے۔

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں کا میلاد نامہ مجمع الحسنات فی ذکر اشرف الکائنات، مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہوا۔(۴۴) دراصل یہ میلاد نامہ ۱۳ مختلف رسائل میلاد کا مجموعہ ہے۔ یہ رسائل مصنف نے مختلف اوقات میں ترتیب دیئے تھے۔ جو علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں چھپتے رہے۔ ان سب رسائل میں عام میلادی موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ ان سب رسائل کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ خیر الاذکار فی ذکر سید الابرار، صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۲۔ نور الابصار فی ذکر سید الابرار، صفحات ۵۲ سال اشاعت ۱۹۰۰ء

۳۔ نجم الہدیٰ فی ذکر سید الوریٰ، صفحات ۴۷ سال اشاعت ۱۹۰۰ء

۴۔ مصباح الظلام فی ذکر خیر الانام، صفحات ۶۴ سال اشاعت ۱۹۰۶ء

۵۔ سفینتہ النجات فی ذکر سید الموجودات، صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۰۲ء

۶۔ کحل الابصار فی ذکر النبی المختار، صفحات ۶۴ سال اشاعت ۱۹۰۵ء

۷۔ نور الہدیٰ فی ذکر خیر الوریٰ، صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۲ء

۸۔ نور العینین فی ذکر رسول الثقلین، صفحات ۷۶ سال اشاعت ۱۹۰۹ء

۹۔ مصدر الخیرات فی ذکر سید السادات، صفحات ۶۴ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۱۰۔ معدن البرکات فی ذکر صاحب **البینات والمعجزات** صفحات ۷۰ سال اشاعت ۱۹۱۳ء

۱۱۔ کحل العینین فی ذکر سید الکونین، صفحات ۶۴ سال اشاعت ۱۹۱۱ء

۱۲۔ سکینتہ القلوب فی ذکر المحبوب، صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۱۵ء

۱۳۔ قمع الاحزان فی ذکر نبی آخر الزمان، صفحات ۴۴ سال اشاعت ۱۹۱۵ء

ان میلادیہ رسائل کے ناموں سے ایک خاص قلبی تعلق، محبت و عقیدت اور والہانہ شیفتگی کا احساس

اور تاثر ملتا ہے۔

مولوی محمد امداد العلی

مولوی محمد امداد العلی امروہہ (ضلع مراد آباد) کے رہنے والے تھے۔ ان کے میلاد نامے "تذکرہ الابرار و تذکرہ الاخیار" کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری' رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۸۸ اوراق پر مشتمل ہے۔(۲۵) اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نور محمدیؐ' ولادت مقدسہ' بعثت و نبوت' معراج' غزوات' وفات مبارکہ' شمائل و خصائل اور حلیہ مبارک کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں خلفائے راشدین' امام حسنؓ' امام حسینؓ اور عشرہ مبشرہ کے احوال کا بیان ہے۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے ثقیل' بوجھل اور مشکل الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی بن خواجہ کرامت اللہ کا میلاد نامہ "مولود مرغوب فی ذکر محبوب" نظم و نثر کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدیؐ" ولادت مقدسہ' فضائل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' فضائل محبت سرور کائنات' معجزات رسالتمابؐ" فضائل درود شریف' نسب نامہ' احوال رضاعت' حلیہ شریف' اخلاق سرور انامؐ" عبادت و ذوق اطاعت اور وفات شریف کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کی وضاحت کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: قرآن مجید' صحیح بخاری' کتاب الشفاء' مواہب اللدنیہ' معارج النبوت' مدارج النبوت' زادالمعاد اور سیرت حلبیہ وغیرہ۔

آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں بڑے جوش و خروش اور بڑے والہانہ پن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً مصنف لکھتا ہے:

> "جب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے گلشن عالم کو شاداب فرمایا۔ سب سے پہلے ثوبیہ ابو لہب کی لونڈی نے آپؐ کو دودھ پلایا جس نے مژدہ ولادت باسعادت ابو لہب کو پہنچایا تھا۔ ابو لہب نے یہ خوش خبری سن کر اسے آزاد کیا اور آپؐ کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مسلمانو! ابو لہب سا کافر جس کی مذمت کلام مجید میں ہو خوشی میلاد شریف کے سبب خاص دو شنبہ کے دن عذاب میں تخفیف پائے کیا عجب ہے کہ اگر مسلمان اپنے آقا کی رضامندی کے لئے اپنا جان و مال لٹا کر مورد الطاف ایزدی بن جائے۔"(۲۶)

مصنف نے اس میلاد نامے میں زبان و بیان کے اعتبار سے جدید انداز اختیار کیا ہے اور عبارت آرائی سے کام نہیں لیا۔ تمام حالات و واقعات کو سلیس انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

حافظ محمد عبدالمجید

مولوی حافظ محمد عبدالمجید علاقہ گلمنوری ضلع بریجنی میں بطور مجسٹریٹ فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کا

رسالہ "محفل میلاد مبارک خاتم النبین" ۱۹۱۳ء میں نظام المطابع پریس، حیدر آباد دکن سے چھپا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں محفل میلاد مبارک خاتم النبین" بیان نور محمدیؐ" بیان رفع درجات حضور سرور عالم مع ذکر تولد مبارک، رفعت ذکر مبارک، بیان واقعات و حالات معراج شریف، بیان حسن صورت و سیرت، بیان فضیلت امت محمدیہ، بیان معجزات قبل ولادت، مختصر بیان سراپا نبویؐ" بیان شفاعت خاتم المرسلین" بیان وسیلہ و اظہار فضیلت و کمالات نبی المختار" بیان عظمت ماہ مبارک ربیع الاول اور بیان بعثت و فضیلت خاتم المرسلینؐ کے عنوانات ہیں۔

نور محمدیؐ کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

> "نور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اس کی صفات سے اور صفات باری تعالیٰ منزہ ہیں ٹکڑا ہونے سے۔ ظاہری طور پر دیکھ لیں کہ اگر ایک شمع سے دوسری شمع کو جلایا جائے تو اول شمع کا نور دوسری شمع میں ظہور کرجاتا ہے اور شمع اول کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے پس جب وہ نور اشیاء ارضی سے ترکیب پاکر ظاہر ہوتا ہے اور اس کا تجزیہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نور سے نور محمدی ظاہر ہوگیا اور اس کا تجزیہ نہ ہوا تو کیا محال ہے۔"(۲۷)

حافظ محمد عبدالمجید نے بیان میلاد میں استدلال، شائستگی اور سنجیدہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے عبارت آرائی، آرائش و زیبائش اور صنائع لفظی کی بجائے سلاست، روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کیا ہے۔

خواجہ محمد حافظ علی

خواجہ محمد حافظ علی بن خواجہ محمد عاشق علی کا میلاد نامہ بعنوان "شمع حرم فی ولادت سرور امم" نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں نور محمدیؐ" ولادت مبارکہ، بیان معجزات کے بعد نابینا یہودی کا منظوم قصہ ہے جس نے بینائی اور شرف ایمان کی دولت پائی۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

> "حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب شب ولادت حضرت رسالت، سراپا رحمت آئے۔ ایسی تجلی انوار مجھ میں سمائی کہ مشرق سے مغرب تک تمام عالم میرے پیش نظر تھا۔ آنا" فانا" ترقی پر نور بھرتا تھا۔ دیکھا میں نے کہ تین علم سبز مشرق و مغرب اور کعبہ شریف کی چھت پر گڑے ہیں اور کچھ لوگ معلق ہوا پر طشت و آفتابہ لئے مستعد خدمت گاری کھڑے ہیں اس وقت مجھ کو اپنی تنہائی کا خیال آیا۔ فوراً میں نے عرض کی کہ یا بار الہا، اس وقت تنہائی میں کوئی بھی مونس و روشناس نہیں۔ دختران عبد مناف بھی تسلی کے لئے میرے پاس نہیں۔ ہنوز میں نہ کہہ چکی تھی کہ تین بیبیاں باشان و شوکت عالی قدر والا منزلت نظر آئیں۔ مژدہ فرزند ارجمند لائیں۔ میں نے ان سے پوچھا کون ہو، تمہارا نام کیا ہے، انہوں نے کہا ہمارا نام مریمؑ و آسیہؑ و حواؑ ہے۔"(۲۸)

خواجہ حافظ علی کے اشعار جن میں اللہ تعالٰی کے حضور فریاد ہے' سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس دلاتے ہیں:

خاتمہ ہو یاخدا میرا بخیر
روضہ جنت کی دیکھوں جا کے سیر

اور فشار قبر سے مجھ کو بچا
واسطہ اپنے حبیب پاک کا

حشر میں کوئی نہ ہو مجھ پہ عذاب
چھائے سر پہ تیری رحمت کا سحاب

جب تلیں میزان میں میرے عمل
میری زشتی نیکیوں سے دے بدل

ہو بآسانی مرا پل سے گذر
رحم کی ہر دم رہے مجھ پہ نظر

کر دعا مقبول حافظ کی خدا
تیری ہی رحمت کا بس ہے ہ آسرا
(۲۹)

سید جعفر اللہ حسینی صادق (م ۱۹۱۷ء)

سید جعفر اللہ حسینی صادق حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ صوفی مشرب تھے۔ میلاد و نعت سے خصوصی دلچسپی اور رغبت رکھتے تھے۔ انہوں نے "تجلیات دل" کے نام سے معراج نامہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ معراج نامہ کے نام اور اس کی تاریخ تصنیف کی صراحت درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

پہلی ہے گرہ جلوس شاہ کی
تالیف ہے یادگار یہ بھی

یہ مدح شہ اس کی مشتمل ہے
نام اس کا "تجلیات دل" ہے

یہ گل ہے تو وہ چمن ہے دھوکا
"فم خانہ دل" میں سن ہے اس کا
۱۳۳۰ھ (۳۰)

اس معراج نامہ کا ایک مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ یہ نسخہ نہایت خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے جگہ جگہ ترمیم کی ہے' اس لحاظ سے یہ نسخہ بہت اہم ہے۔ معراج نامہ کے صرف ۲۳ بند ہیں۔ پہلا بند درج ذیل ہے:

اللہ اللہ ہے عجب سماں آج کی رات
ذرہ ذرہ ہے بنا نور فشاں آج کی رات
نور ہی نور ہے ہر سمت عیاں آج کی رات
ہو گی معراج شہ کون و مکاں آج کی رات
دھوم ہے جس کی یہاں اور وہاں آج کی رات

آخری بند ملاحظہ ہو:

رونق افزا تھے مسند پہ شہ کون و مکاں
غلماں کہتے تھے کہ دوبالا ہے فردوس کی شاں
آپ کے آنے سے زینت ہوئی بولا رضواں
حوروں نے نغمہ مبارک کا سنایا تھا وہاں
نظم معراج کی صادق نے یہاں آج کی رات
(۳۱)

بیان معراج میں پاکیزگی بیان اور متانت انداز کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ انداز بیان دکن کے صوفیاء و شعراء کی صدیوں پرانی تبلیغی روایت کا حصہ ہے۔

محمد یقین کانپوری

محمد یقین کانپوری کا میلاد نامہ بعنوان "عین الیقین فی ولادت خاتم النبین" نظم و نثر کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدی' فضائل میلاد' ولادت مبارکہ' رضاعت' سلام' سراپا مبارک' معراج شریف' اخلاق محمدیؐ اور اس کے علاوہ کچھ مختلف روایات کا بیان شامل ہیں۔ آخر میں امیر مینائی اور ان کے چند ہم عصر شعراء کا میلادیہ اور نعتیہ کلام ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری' کراچی یونیورسٹی' کراچی میں موجود ہے۔

آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں ایک مسدس وفا نامی شاعر کا شامل کیا گیا ہے۔ اس کے دو بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

بڑھتی تھی باغ خلد میں ہر حورعیں درود
ہر غنچہ درود کے تھا دلنشیں درود
زہرہ بھی اور عطارد و ماہ مبیں درود
کیونکر پڑھیں نہ ساکن عرش بریں درود
صل علےٰ کی عرش بریں پر صدا ہوئی

دنیا میں جب ولادت خیر الورا ہوئی

جس دم طلوع صبح حمل سے یہ مہ ہوا
گھر آمنہ کا نور سے پرنور ہو گیا
حوریں طبق لئے ہوئے نوری ہزارہا
اتریں نثار کرنے کو از حکم کبریا
اس دم کی دھوم کیا لکھوں میں جو وفا ہوئی
دنیا میں جب ولادت خیرالورا ہوئی
(۳۲)

آپؐ کے سراپا مبارک کے بیان سے نثر کا اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"قد شریف حضرت کا میانہ اور بے مثال خوباع و لطافت کا نونہال' سر مبارک آپ کا بڑا تھا اس قامت یکتا پر نہایت موزوں اور خوشنما بال سر کے گھونگر والے سیاہ تھے کبھی دونوں شانوں کے درمیان اور کبھی کان کی لو تک چہرہ نورانی آپ کا گول چودھویں رات کے چاند سا نظر آتا تھا رنگ چہرہ مبارک کا سفید جس میں سرخی ملی ہوئی آنکھیں آپ کی بڑی اور خوشنما بغیر سرمہ لگائے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرمہ لگا ہوا ہے اور سرخ سرخ ڈورے اس میں نمودار' گوش مبارک نہایت خوبصورت دور و نزدیک سے یکساں سنتے ناک آلائشوں سے پاک پتلی دراز تھی اس پر نور کا ابھار تھا' رخسار نرم نرم مائل بسرخی جیسے گلاب کی پتی دنداں مبارک آپ کے سفید چمکتے ہوئے مثل گوہر آبدار جب آپ ہنستے تو اس میں سے نور جھڑتا اور آواز آپؐ کی نہایت دلکش اور کلام میں فصاحت اور بلاغت جس قدر آپ کو تھی کسی اور کو خالق نے نہ دی تھی لعاب دہن مبارک ہر درد کی دوا اور ہر مرض کے لئے شفا تھا گردن صراحی دار بلند اور آب و تاب میں چاندی کی طرح مصفا تھی۔ شانے اونچے اونچے اور ان پر بال اور دونوں میں کچھ جدائی' بغل شریف نہایت صاف جس سے بوئے مشک پیدا سینہ مبارک آپ کا چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا شکم مبارک نہایت ہموار اور صاف مگر ایک خط باریک بالوں کا سینہ سے ناف تک ہویدا' دونوں شانوں کے مابین مہرنبوت ابھری ہوئی' کلائیاں چوڑی اور پرگوشت' انگلیاں پتلی پتلی' موافق اعتدال کے ناخن شریف اعضائے مبارک کے جوڑ نہایت مضبوط اور قوی تھے۔"(۳۳)

محمد یقین نے نبی کریمؐ کے حالات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں لکھے ہیں۔ انھوں نے معتبر اور مستند روایات کو بیان کرکے نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا ہے اور ساتھ ہی انھوں نے حقیقی واقعات کی روشنی میں تبلیغ و ترویج سیرت کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔

مولوی محمد حبیب اللہ

مولوی محمد حبیب اللہ بن مولوی محمد فرحت حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ چشتی قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ نواب میر عثمان علی خان کے عہد حکومت میں مکہ مسجد، حیدر آباد دکن میں محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں۔ مولوی حبیب اللہ نے ان محافل میلاد کے لئے میلاد نامہ بعنوان "مولود سلطان الانبیاء اشرف المرسلین" لکھا۔ یہ نثر کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

قرآن سے کئی انبیاء کے مولود نکلتے ہیں، احادیث ذکر ولادت میں، مسجد میں شعر پڑھنے کے بیان میں، تاریخ مولود شریف، جواز و اباحت مولود، بیان خلقت نور محمدیؐ اور ولادت مبارکہ، بیان شمائل و خصائل رسالتمآب، میلاد و قیام اور فضائل درود شریف۔

اس میں قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین، الباعث علی انکار البدع و الحوادث، سبل الہدی والرشاد، مدارج النبوت، سیرت شامیہ، شرح الصدور، حسن المقصد فی عمل المولد، مولد النبیؐ (ملا علی قاری)، موعد الکرام (شیخ برہان الدین)، فتاوی ابراہیم شاہی، درالمختار اور بحرالرائق وغیرہ مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنے مولود شریف میں بیان ولادت رسالتمآب، کا حقیقی ماخذ قرآن مجید بیان کیا ہے۔ مولود شریف کی اصل قرآن مجید کو قرار دیتے ہوئے، انہوں نے اپنے استدلال میں مولود حضرت آدمؑ" مولود حضرت موسیؑ" مولود حضرت اسمٰعیل" مولود حضرت اسحٰقؑ" مولود حضرت یعقوب" مولود مریمؑ اور مولود حضرت عیسیؑ کی آیات قرآنی کے حوالے دے کر نشان دہی کی ہے۔

میلاد النبیؐ کے جواز کے سلسلہ میں درج ذیل اقتباس نثر بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

> "آیہ کریمہ **قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا** دلیل مولود ہے۔
>
> ترجمہ: کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں۔ در منثور عن ابن عباس فی الایۃ **قال فضل اللہ العلم و رحمتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اخرجہ ابوالشیخ** نجم السویہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا نام فضل اللہ بھی ہے جس پر ابن وحیہ نے استدلال کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (۳۳)

مولوی محمد حبیب اللہ نے اپنے بیان میلاد میں مخاطب کو زور بیان کی بجائے زور استدلال سے قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مستند کتابوں سے حوالے دیئے ہیں اور صرف منطق الٹ پھیر کا سہارا نہیں لیا۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے لیکن مواد کی کمی گراں نہیں گذرتی۔ ان کے جملوں کی ساخت اور لفظوں کا استعمال سہل، رواں اور خوش گوار ہے۔

مولوی محمد ابراہیم بنارسی

مولوی محمد ابراہیم بنارسی کے میلاد نامہ "النور اللطیف فی بیان المولد الشریف" کی اشاعت ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ اس کے عنوانات میں روایات میلاد شریف' راحت القلوب کا ذکر ظہور اور سلام بوقت قیام (عربی) و سلام (اردو) شامل ہیں۔ اس میلاد نامے میں ولادت باسعادت کا بیان صحیح اور مستند کتابوں سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے۔ نثر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"نور محمدیؐ اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا۔ آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس نور کرامت ظہور کی برکت سے سارے قریش میں آپؐ کے والد ماجد کا چہرہ خوش نما تھا۔ ان کا حسن و جمال عرب میں خاص طور پر مشہور ہوا۔ عرب کی صاحب جمال عورتیں ان کی طلبگار ہوئیں اور نکاح کی خواستگار ہوئیں مگر جب ارادہ نکاح کا ہوا تو قریش میں سب سے لائق اور فائق اور حسینہ و جمیلہ حضرت آمنہؓ تھیں۔ حسب مشورہ والدین انھیں سے نسبت کا استحکام اور نکاح کا سرانجام ہوا چنانچہ وہ نور منتقل ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا عجیب و غریب جلوہ دکھایا۔ ایک سے ایک نیا معاملہ پیش آیا۔ تمام دنیا کے بت اس دن سر کے بل الٹ گئے۔ قریش قحط کی شدت اور مصیبت میں تھے کہ عین نا امیدی کی حالت میں ابر رحمت کی صورت نمودار ہوئی۔ خشک سالی میں سب آپؐ کی برکت سے نہال ہوئے۔ زمین پر سبزے کی بہار ہوئی۔" (۳۵)

مولوی محمد ابراہیم نے اپنے موضوع سے انصاف کرنے کے لئے تاریخ و سیرت کی کتابوں سے وہی واقعات اخذ کر کے بیان کئے ہیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں۔ اس لحاظ سے انھوں نے نہ تو محبت و شیفتگی کو ٹھیس لگنے دی ہے اور نہ حقائق کو مسخ کیا ہے۔ یہی اس کی مقبولیت کا راز ہے۔

مولوی محمد انوار اللہ (م ۱۹۱۸ء)

مولوی محمد انوار اللہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں بمقام ناندیڑ (صوبہ اورنگ آباد' دکن) پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور علوم متداولہ منقول و معقول (تفسیر' حدیث' فقہ وغیرہ) کی تکمیل مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی' مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی سے کی۔ تفسیر اور حدیث کی سند شیخ عبداللہ یمنیؒ سے حاصل کی۔ اپنے والد ماجد محمد شجاع الدین سے تمام سلاسل میں بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

۱۸۷۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی صحبت بابرکت سے مکہ مکرمہ میں مستفید ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۸۶۸ء میں حیدر آباد دکن میں محکمہ مال میں خلاصہ نویسی پر مامور ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں جامعہ نظامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور سالہا سال تک طلباء کو مستفید کرتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں شہزادگان اعظم جاہ و معظم جاہ کی تعلیم و تربیت ان کے سپرد ہوئی اور فضیلت جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں صدر الصدور صوبہ جات سلطنت آصفیہ مقرر ہوئے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا اور جامعہ نظامیہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد قریباً ۱۷ ہے۔ ان میں انوار احمدی' ذکر میلاد و فضائل و آداب رسالتمآبؐ پر مشتمل ہے۔ افادہ الافہام' قادیانی مذہب کی تردید میں ہے۔ حقیقتہ الفقہ' اہل حدیث کی رد میں ہے اور مقاصد الاسلام اتباع صحابہؓ' مسئلہ تقدیر' تصوف اور تہذیب و تمدن کے بیان میں ہے۔

انوار احمدی پہلی مرتبہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی پھر اس کی مقبولیت کی وجہ سے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

صالحین کے ذکر سے رحمت الٰہی کا نزول' اجازت شعار حسنہ' آنحضرتؐ کا اشعار نعتیہ و قصیدہ بانت سعاد سے مسرور ہونا' آنحضرت ازلاً و ابداً' ممدوح و محمود ہیں' آنحضرتؐ کی شہرت آسمان و زمین میں' آنحضرتؐ اور صالحین کا ذکر کفارہ گناہ ہے' آنحضرتؐ کا ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' آپؐ کا ذکر باعث اطمینان قلب' فضیلت و نجات بہ طفیل نام مبارک' نبی کریمؐ کا نام عرش پر' نبی کریمؐ کا ذکر علامت محبت و ایمان ہے' آنحضرتؐ تمام عالم کی پیدائش کا باعث ہیں' نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم باعث رفع وحشت ہے' حدیث لولاک' نام مبارک سے مردے کا زندہ ہونا' نام مبارک اماکن علویہ میں' آنحضرتؐ کے فضائل کسبی نہیں' خاتم النبیینؐ دوسرا شخص نہیں ہو سکتا' فضائل درود شریف اجمالاً' درود شریف کا اہتمام' درود شریف لکھنے والے فرشتے' درود شریف پڑھنے والوں کے لئے فرشتوں کی دعا' درود شریف کے ساتھ فرشتوں کا عروج بجانب عرش' بحکم حق تعالیٰ درود شریف کا آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہونا' عرض سلام بوساطت جبرئیل علیہ السلام' درود شریف کا پیش ہونا بوساطت فرشتہ' بلاواسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا' سماع موتیٰ' کلام میں عقل کی رعایت' حق تعالیٰ کا درود بھیجنا' صلوٰۃ کے معنی' حقائق اشیاء' ایک ضمیر میں خدا و رسول کا ذکر' اوقات درود شریف' کثرت درود اہلسنت والجماعت کی علامت ہے' سلام' قیام وقت سلام' قیام برائے اکرام' ادب و تعظیم و توقیر آنحضرتؐ' حضرت عمرؓ کا اعتراف غلامی' فضیلت صحابہؓ' **لا ترفعوا اصواتکم** کی تفسیر' آداب صحابہؓ اور قطعات نعتیہ وغیرہ۔

نبی کریمؐ کے فضائل مبارکہ بیان کرتے وقت زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو جاتا ہے' اس کا اندازہ درج ذیل عبارت سے ہو سکتا ہے:

> "آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے ساتھ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ جب میں روح وطین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالا خانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے' ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبیٰ اور سدرہ المنتہیٰ کے پتوں پر اور ان کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے درمیان میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر ان کا ذکر کیا کرو۔"(۳۶)

مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید' احادیث نبویؐ اور کتب سیرت سے استنباط کر کے جمال و کمال نبویؐ فضائل و معجزات اور آداب بارگاہ رسالت کے مضامین کا ایک ایسا دلنواز مرقع تیار کیا ہے جسے نعت منثور کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

محمد عبدالغفار بلیغ

محمد عبدالغفار نام متخلص بہ بلیغ حیدر آبادی خاندان نوایط سے تعلق رکھتے تھے۔ عربی فارسی میں کامل دستگاہ کی وجہ سے حیدر آباد دکن میں صدر محاسبی میں منتظم کے عہدہ پر فائز رہے۔

ان کی مثنوی "انوار رحمت" سراپا مبارک اور شمائل و معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کے نام کی توجیہ مصنف نے بیان کی ہے:

> "آپؐ کی شان مقدس و قد جاء کم نور' اور آپ کی ذات فیض آیات "وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین" ہے لہذا اس بندہ امیدوار مغفرت نے اس نظم کو "انوار رحمت" سے موسوم کیا ہے۔

قبر کی ظلمت کا ہم کو کچھ نہیں خوف و خطر
اپنے سر میں ہم سر انوار رحمت لے چلے
(۳۷)

اس کی تاریخ تصنیف ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء ہے اور اب یہ مثنوی شائع ہو گئی ہے۔ اس کی ابتداء میں نثری دیباچہ ہے۔ پھر مثنوی کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول میں نبی کریمؐ کی رونق افروزی اور اس کے خوارق کا بیان ہے۔ باب دوم میں نبی کریمؐ کے بعض معجزات مثلاً معجزہ شق القمر' معجزہ رجعت آفتاب' معجزہ روانی آب از انگشتان مبارک' معجزہ تکثیر طعام' معجزہ اشارہ (حاضری و واپسی درخت و شہادت سنگ ریزہ ہا)' اشارہ معجزہ آہو اور تمام انبیاء پر سید الانبیاء کی ترجیح کی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ باب سوم میں آپؐ کے سراپا مبارک کا تفصیلی بیان ہے۔ باب چہارم میں شجاعت و سخاوت' اخلاق و خوش بیانی' جود و کرم' شرم و حیا' فصاحت و بلاغت' معجزہ قرآن شریف' خلق مبارک اور محاسن و مکارم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ آخر میں

اعلیٰ حضرت حضور نظام حیدر آباد دکن کی مدح اور قیام جامعہ عثمانیہ وغیرہ نظم میں ہے۔

مصنف نے دیباچہ میں فواید بدریہ (مولوی محمد صبغتہ اللہ)، عین الاثر (ابن سید الناس)، زادالمعاد (شیخ ابن قیم)، فتح الباری (ابن حجر عسقلانی)، خصائص الکبریٰ (شیخ جلال الدین سیوطی)، مواہب اللدنیہ (قسطلانی) اور مدارج النبوت سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔

اس مثنوی میں معتبر روایات بیان کرنے اور سادہ زبان اختیار کرنے کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے :

> "مجھے زیادہ یہ خیال رہا کہ تا بہ امکان اصل مضامین بلحاظ روایات متفقہ ہوں اور ان کے الفاظ بھی حتی الوسع ایسے رنگ ڈھنگ سے جوڑے جائیں کہ معمولی افراد بھی مستفید ہو سکیں۔" (۳۸)

نبی کریمؐ کے سراپا مبارک کے بیان سے پہلے ساقی نامہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں :

ساقیا مے کے پلانے میں نہ کر اب حجت
رہے آباد تیرا میکدہ بڑھتی دولت
لب میں آتا ہے سراپا ہو بیاں سرور کا
بے سرو پا ہوں خدا کے لئے دینا ہمت
دستگیری ہو اگر تیری تو سنبھلوں گا ضرور
ہر قدم پر مجھے لغزش کی ہے ساقی ہیبت
چاہتا ہوں کہ بیاں ہوں تو روایات صحیح
کہیں مستی میں نہ کہوں میں خلاف صحت
میرے منہ سے وہی نکلے جو بزرگوں نے کہا
ساقیا بہر خدا میری بچانا عزت
(۳۹)

رونق افروزی اور اس کے خوارق کے بیان سے نمونہ کلام کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں :

جبکہ فاران کی چوٹی سے مہ دیں چمکا
کاخ کسریٰ کا ہوا زلزلہ با صد دہشت
کنگرے گر گئے اس کاخ کے ایک شور مچا
پوچھتے کیا ہو کہ کسریٰ کی ہوئی کیا حالت
کنگرے چودہ تھے طہٰ کے عدد بھی چودہ
چودھویں رات کا وہ چاند خدا کی قدرت
راز یک اور تھا چودہ کے عدد میں پنہاں

چودھویں پشت جو آئی تو پھر آئی آفت
عہد میں حضرت فاروقؓ کے یہ ملک ملا
سعد نے فتح کیا اس کو بزور طاقت
آمنہ کہتی ہیں گھر شام کے دیکھے میں نے
وہ ہوا نور ہویدا کہ خدا کی قدرت
دس صدی سے تھا ساوئی کا جو دریا سوکھا
جلد وہ بہنے لگا شہ کی قدم کی برکت
(۳۰)

مولوی محمد عظیم

مولوی محمد عظیم، سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ سررشتہ امور مذہبی سرکار عالی حیدر آباد دکن میں ملازم تھے۔ مولوی حبیب الرحمن شروانی صدر الصدور امور مذہبی کی تحریک پر حیدر آباد دکن سے رسالہ "واعظ" جاری ہوا اور ان کی تجویز پر مولوی محمد عظیم نے محافل میلاد کے لئے مواعظ میلاد لکھے۔ مواعظ میلاد کے اس گرانقدر ذخیرہ کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جاتا تھا۔ اس میں ماہ ربیع الاول کی یکم تاریخ سے بارہ تاریخ تک روزانہ ایک وعظ پڑھنے کے لئے بارہ مواعظ لکھے گئے۔ انھیں بعد میں "مواعظ میلاد" کے نام سے کتابی صورت میں ۱۹۱۹ء میں شائع کیا گیا۔ ان کا دوسرا میلاد نامہ بعنوان "نور کا ظہور" تحفہ عثمانیہ ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۲۲ء میں مطبع مرتضائی آگرہ سے ہوئی۔

مواعظ میلاد کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مواعظ میلاد کی بارہ مجالس کے عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی مجلس عید میلادالنبیؐ میں مجلس میلاد کی اصل، مجلس میلاد کا انعقاد ولی محبت کی نشانی ہے، حضرت عباسؓ کا خواب، فتویٰ میلاد شریف، قیام میلاد، مجلس میلاد کی اصلاح اور نبیؐ کریم کا ادب و احترام کے عنوانات ہیں۔ دوسری مجلس میں بعثت سے قبل عرب کی حالت، عام دنیا کی حالت، عربوں کی بت پرستی اور ان کی دیگر بری رسوم کا بیان ہے۔ تیسری مجلس میں رحمۃ للعالمینؐ کی تشریف آوری، بنی اسرائیل کی حالت، عیسائیوں کے عقائد، ہندوؤں، پارسیوں اور دیگر مذاہب کی حالت اور عربوں کی اصلاح کی اجمالی کیفیت کا بیان ہے۔ چوتھی مجلس میں دعائے خلیلؑ و نوید مسیحؑ، توحید الٰہی کا غلبہ، اسلام کی اشاعت، حضورؐ کی صداقت، صحابہ کبارؓ کی ہمدردی و جاںنثاری، اخوت و پرہیزگاری اور مہمان نوازی و ایثار فی سبیل اللہ کے موضوعات کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں افضل الرسلؐ، فرق مراتب سب چیزوں میں موجود ہے، انبیاء میں تفاوت مراتب ہے، حضورؐ افضل الرسل ہیں، حضورؐ تمام مخلوق کے لئے رحمت، تمام جن و انس کے رسول، حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں، حضورؐ تمام بنی آدم کے سردار ہیں، حضورؐ کو قرآن جیسی کامل کتاب عطا ہوئی، حضورؐ

کا دین تمام دینوں پر غالب، حضورؐ کی امت خیر الامم، حضورؐ کی رسالت پر خدا نے قسم کھائی، حضورؐ کی شریعت تمام شرائع سابقہ سے جامع و اکمل، حضورؐ کی قدر و منزلت کو خدا نے بلند کیا ہے، حضورؐ کو خدا نے نام لے کر خاطب نہیں کیا، حضورؐ پر خدا اور فرشتے درود بھیجتے ہیں، حضورؐ کو اللہ نے شرف معراج بخشا، حضورؐ کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، حضورؐ حوض کوثر کے مالک ہوں گے، حضورؐ کو مقام محمود عطا ہو گا، حضورؐ کی امت میں سے بہشتی دو تہائی ہوں گے، اور حضرتؐ کی امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی، کا بیان ہے۔ چھٹی مجلس میں نور محمدیؐ، حضورؐ کے فضائل کا بیان محال ہے، سب سے پہلے حضورؐ کا نور پیدا ہوا، حضورؐ باعث ایجاد عالم ہیں، عہد میثاق، حضورؐ کا نور آدم کی پشت میں رکھا گیا، حضرت آدمؑ کی مغفرت کا سبب نور محمدیؐ کے عجائبات اور آپؐ کے نسب شریف کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں حضورؐ کی ولادت باسعادت کا بیان، آب زم زم کے بند ہونے اور جاری ہونے کا واقعہ، عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب، حضورؐ کی امت کی بزرگی، بتوں کا سرنگوں ہونا، حضرت عبداللہ سے عورتوں کا نکاح کے لئے درخواست کرنا، یہود کے علماء نور محمدیؐ کی تعظیم کرتے، ایام حمل کا بیان، حضورؐ کے والد ماجد کا انتقال اور شب ولادت مبارکہ کا بیان ہے۔ آٹھویں مجلس میں حضورؐ کا تشریف لانا اور عرب کی اصلاح فرمانا، نزول وحی و رسالت، آپؐ کا امی ہونا، اصلاح عرب کے اسباب، خدائے واحد کی پرستش اور بت پرستی کا رو اور شان رسالت کا بیان ہے۔ نویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا عرب کی اصلاح کے اسباب، مذہب کی وحدت اور جامعیت، تمام انبیاء کی عظمت، شرافت کا معیار، ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ، حضرت عمر فاروقؓ کی چند مثالیں، حضرت خالد بن ولیدؓ کی پاکیزہ مثال، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کی مساوات و اخوت، صحابہ کبارؓ کی اخوت اور ملت اسلام ایک جسم واحد ہے، کے عنوانات کا بیان ہے۔ دسویں مجلس میں عرب کی اصلاح کے اسباب، اسلام نے سب کو برابر کر دیا، مسلمان کی نشانی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ، عدالت، دین اور دنیا کا تعلق، حکومت، غلبہ اور تجارت کے عنوانات ہیں۔ گیارہویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا خلق عظیم، قومیت کی بنیاد، ختم رسالت کی وجہ، کامل نمونہ حضورؐ انور کی ذات ہے، حضورؐ کی امانت و دیانت اور حضورؐ کا توکل و اخلاص باللہ کا بیان ہے۔ بارہویں مجلس میں حضورؐ کی شفقت و رافت، حضورؐ کے اسباب معیشت، جود و سخا، استقلال و استقامت، صبر و تحمل، اعزاز و احترام اور عدل و انصاف کا بیان ہے۔

اسلام سے قبل پارسیوں اور ہندوؤں کی حالت کے بیان سے نثر کا ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

> "بنی اسرائیل کے بعد عرب کی دوسری پڑوسی قوم ایرانیوں کی تھی۔ یہ آتش پرست تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے نیکی اور بدی کا الگ الگ خدا بنایا ہوا تھا۔ یزداں (خالق خیر) اور اہرمن (خالق شر) کے لحاظ سے وہ دو خالق کے قائل تھے۔ اخلاقی حالت ان کی بد سے بد تر تھی۔ تمدن کا یہ حال تھا کہ رعایا بادشاہوں کو قتل کر دیتی تھی۔ ملک میں امن نہ تھا۔ عورتوں کے معاملات میں یہ قوم حد سے زیادہ گندی اور ناپاک حالت میں تھی اور

ہندوؤں کے ہاں جہاں جہاں بستے تھے۔ برہما' بشن' مہیش تین خدا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں اوتار تھے۔ اور آج بھی کئی کروڑ ہندو اسی پرانے اصول پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی کیا حالت ہوگی۔ اخلاق اور تمدنی حالت ان کے پرانوں اور کتابوں سے آج بھی آشکار ہے۔ مخلوق پرستی کی اس قوم میں کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔ عورتوں کے معاملہ میں ان کی حالت اور بھی گری ہوئی تھی۔ ان کے ہاں عورت کی جائیداد شوہر کو مل جاتی تھی۔ عورت کسی قسم کے معاملہ میں مختار نہ تھی۔ اولاد کو بتوں اور دیویوں پر نذر چڑھاتے تھے۔ ہندوستان میں دختر کشی نہایت کثرت سے جاری تھی۔"(۴۱)

مولوی محمد عظیم کے اسلوب میں ایجاز و اختصار' متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے میلاد و سیرت جیسے ٹھوس موضوعات کو بھی الفاظ کی موزونیت' تراکیب اور جملوں کی چستی و برجستگی سے فرحت و انبساط افزا بنا دیا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم دہلوی

مولوی محمد ابراہیم کے مواعظ میلاد کا مجموعہ بعنوان "افضل المواعظ" ۱۴۴ صفحات نثر پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے آٹھ وعظ ہیں۔ ان میں رضاعت' نبوت' معراج شریف' ہجرت' اخلاق مبارک' معجزات' وفات مبارکہ اور شفاعت کا بیان ہے۔ بیان نبوت سے ایک اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

"ورقہ بن نوفل کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو عداس نامی راہب کی خدمت میں لے گئیں اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عداس نے کہا' میری بینائی کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے سامنے لاؤ' مجھے لا کر دکھاؤ۔ عداس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتہ اٹھا کر جناب کی مہر نبوت پر نظر ڈالی مہر نبوت سے نور کا چکارہ نکلا۔ عداس سجدہ میں گرا قدوس قدوس کا نعرہ مار کر کہنے لگا بیشک آپؐ وہی نبی ہیں جن کی بشارت اگلے نبی دے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے آپؐ کا ذکر کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے آپؐ کی نبوت کی منادی فرمائی۔ یا نبی آپؐ بڑے مرتبے والے ہیں اور بڑی رحمت ساتھ لائے ہیں ایک دن آپؐ کی قوم آپؐ کو مکہ سے نکالے گی مگر اللہ آپؐ کا مددگار ہوگا۔ ملائک آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمانو! ادھر وحی کا نزول ہونا' ادھر بتوں کا اوندھے منہ گرنا' جنات شیاطین پر انگارے برسے' کاہنوں کا غیب کی خبریں بتانا موقوف ہونا' شاہ فارس کے محل میں زلزلوں کا آنا۔"(۴۲)

مولوی ابراہیم نے اکثر تفصیلی واقعات حدیث کو ثقہ کتابوں سے تلاش کر کے لکھا ہے۔ سادگی اور خلوص کی خصوصیات ان کے اسلوب میں نمایاں ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک مربوط اور عالمانہ کاوش ہے۔

مولوی سید محب الحق

حافظ مولوی سید محب الحق، رئیس پٹنہ عظیم آباد کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد النبی"؁ نظم و نثر کے ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد حالات ایام جاہلیت، صلوٰۃ و سلام، خطبہ اور میلاد کی غرض و غایت، حلیہ اقدس، صحف ماسبق کی پیش گوئیاں، مختصر احوال طفلی تا نبوت، نزول وحی، اشاعت اسلام، ہجرت، فتح مکہ، معراج، اوصاف و شمائل، عادات و خصائل، احکام قربانی، پند و نصائح اور رسالت کی برکات کا اجمالی بیان کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن مصنف نے حافظ تخلص کے تحت جا بجا اشعار بھی لکھے ہیں۔ نثر میں فصاحت و سلاست اور نظم میں بھی زبان و بیان کی صفائی اور مضمون آفرینی کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ ان کا طرز اظہار بظاہر پر تکلف نظر آتا ہے لیکن انہوں نے جس التزام سے اسے نبایا ہے، اس کے باعث اس آرائش و تکلف کو ان کا فطری اسلوب ماننا پڑتا ہے۔ برکات رسالت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"آپؐ کا تشریف لانا تھا کہ فیض نبوی تمام عالم پر برس پڑا۔ عشق و محبت کا گلزار سرسبز ہو گیا۔ ایمان و یقین کا چمن لہلہا اٹھا۔ توحید کے پھولوں کی بیہوش کرنے والی خوشبو سے دلوں کو سکون ہو گیا۔ عرفان کے گلدستوں سے دماغ معطر ہو گئے۔ وہ جوہر اول جو تخلیق عالم سے پہلے خدا کے کنز مخفی دُر بے بہا کی طرح چھپا ہوا تھا زیب تاج نبوت ہوا۔ وہ ودیعت خداوندی جس کی اگلے پیغمبروں نے شہادت دی تھی۔ انسان کو عنایت ہوئی۔ حقیقت جامعہ جامہ ہستی نما پہن کر ایمان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی۔ عالم روشن ہو گیا۔ عقل و دانش کا بازار گرم ہوا۔ تہذیب و شائستگی کی دکانیں آراستہ ہوئیں دنیا نے کروٹ بدلی، انسانی فطرت کی تو کایا ہی پلٹ گئی۔" (۴۳)

اس میلاد نامے میں آیات قرآنی کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔ مصنف نے میلادیہ منظومات میں علمیت کے امتزاج سے ایک منفرد لہجہ، آہنگ اور اسلوب ظاہر کیا ہے، جس میں جذبات و عقیدت نگاری کا عنصر نمایاں ہے۔ آپؐ سے دوری اور زندگی کی بے ثباتی کا بیان نہایت موثر اور درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کے کچھ اشعار دیکھئے:

جان بھی فرقت میں دوبھر ہو گئی
زندگی مرنے سے بدتر ہو گئی

کچھ کہا چاہوں کہا جاتا نہیں
چپ رہوں چپ بھی رہا جاتا نہیں

کون میری جا سنائے یار کو
کون آئے پرسش بیمار کو

تجھ سے اے فریاد رس فریاد ہے
ہجر میں مٹی مری برباد ہے

وصل کی امید پر جینا پڑا

خون دل خون جگر پینا پڑا
کس طرح ہو وصل دلبر دیکھئے
کیا دکھائے اب مقدر دیکھئے
زندگی مرنا ہے مرنا زندگی
ہے حقیقت میں فنا پائندگی
یہ نمود و بود سب بے بود ہے
سود کی امید یاں بے سود ہے
ہے وجود عالم فانی فنا
ہے سراب وہم پر اس کی بنا
کس طرح درد دل بسمل کہوں
دل ٹھہرنے دے تو حال دل کہوں
کیوں نہ یہ دل معدن انوار ہو
کیوں نہ یہ دل مخزن اسرار ہو
آپ کی صورت ہے اس میں جلوہ گر
یارسول اللہ یا خیر البشر

(۴۴)

اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں نے صحت روایات' زبان و بیان کی چاشنی اور خلوص و عقیدت سے وابستگی و شیفتگی کے اظہار نے میلاد ناموں میں فکری و فنی طور پر نئی روایات قائم کیں۔ خاص طور پر دلسوز طرز اظہار بہت بلیغ اور کارگر ہے۔

محمد رکن الدین الوری

مولانا شاہ محمد رکن الدین نقشبندی الوری کا میلاد نامہ "مولود محمود" ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا تاریخی نام "عیون بخشش" (۱۳۳۹ھ) ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

حمد و نعت' بیان فضائل درود شریف' حکایات متعلقہ درود شریف' فوائد دنیوی' فوائد دینی' صلوٰۃ' بیان فضائل ذکر ولادت شریف' بیان آداب مجلس ذکر ولادت شریف' در بیان فضیلت حلیہ مبارک' حلیہ شریف' سلام علی النبیؐ' اوصاف حمیدہ و اخلاق عظیمہ آنحضرتؐ' بیان پیدائش نور مبارک و تحویل نور مبارک بہ آدم علیہ السلام' ولادت حضرت عبداللہ اور شادی' نسب نامہ پدری حضرت عبداللہ' نسب نامہ مادری حضرت عبداللہ' نسب نامہ پدری و مادری حضرت آمنہ خاتونؓ' بیان تحویل نور

مبارک' بیان ذکر ولادت باسعادت' سلام بزبان عربی' فارسی' اردو' ثبوت قیام شریف' بدعت کا معنی و شرح بیان واقعات بعد از ولادت مبارک' بیان رضاعت شریف' نسب نامہ حضرت حلیمہ" در بیان معجزات عقلی' حسی و دیگر معجزات' مناجات اور آخر میں شجرہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ۔

اس میلاد نامے کی زبان و بیان سادہ اور اسلوب دل نشین ہے' اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

"ایک یہودی بڑا عالم تھا۔ حضورؐ پر اس کے کچھ دینار قرض تھے۔ اس نے قرض کا تقاضا کیا' فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے' اس نے کہا میں آپؐ سے جدا نہیں ہوں گا' جب تک میرا قرض نہیں ادا کر دیا جائے گا' آپؐ نے فرمایا' میں بھی تیرے پاس بیٹھتا ہوں چنانچہ آپؐ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور پانچ نمازیں آپؐ نے وہاں ادا کیں۔ اگلے دن یہودی نے کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ آدھا مال میرا اللہ کی راہ میں تصدق ہے۔ آگاہ ہو قسم خدا کی جو کچھ میں نے کیا اس لئے کیا کہ دیکھوں' آپؐ کی صفت جو توریت میں لکھی ہے اور وہ صفت یہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں ان کی ولادت ہے۔ مدینہ میں ان کی ہجرت اور شام ان کا ملک ہے' وہ درشت خو اور سخت کلام کرنے والے نہیں ہیں' بیہودہ بات اور حد ادب سے گذرنے والے نہیں ہیں' یہ میرا مال ہے' جو آپؐ کی رائے میں آئے کیجئے۔"(۴۵)

یہ میلاد نامہ پہلی بار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ موجودہ نسخہ ۱۹۷۹ء کا سیالکوٹ کا مطبوعہ ہے اور لیاقت میموریل لائبریری' کراچی میں موجود ہے۔ اس کی اب تک کی اشاعتوں سے اس کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک اور مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے بہت موزوں ہے۔ اس میں مصنف نے مستند واقعات اور روایات کو بیان کیا ہے اور حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان (م بعد ۱۹۲۱ء)

حسن علی خان بن غریب اللہ خان متوطن محلہ چوکھنڈی قصبہ شسرام ضلع شاہ آباد صوبہ بہار تھے۔ ان کا میلاد نامہ "حسن المیلاد" مطبع سلیمانی بنارس سے ۱۹۲۱ء میں چھپا۔ مصنف نے اس کے دیباچہ میں اپنی شاعری کے بارے میں عاجزی و انکساری کا اظہار کیا ہے اور نثری روایات کی صحت و درستی کے ضمن میں وضاحت کرتے ہوئے' لکھا ہے:

"میں نہ شاعر ہوں نہ مجھ کو دعویٰ فن شاعری ہے میں محض معمولی لکھنا پڑھنا جانتا ہوں۔ عربی عبارات اور جملہ حوالہ کتب جو اس کتاب میں نثر کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تصحیح میری استدعا پر مولوی حاجی قادر بخش حنفی قادری نے فرمائی ہے۔ ان نثری عبارات کو خاکسار نے عبارت آرائی سے زیب و زینت دینا مناسب نہ

جان کر اس طرح اپنی اصل حالت پر چھوڑ دیا ہے۔"(۳۶)

احسن المیلاد نظم و نثر کے بیانات پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۷۶ صفحات اور کتابت و طباعت معیاری ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد فضیلت ذکر خیر حضرت ختم رسالت" بیان فضائل محفل میلاد تقدس بنیاد' نور محمدیؐ کی شان اور اس کی پیدائش کا بیان' حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہونا آپؐ کی آمد کی برکت سے رنگ زمانہ بدل جانا' منظوم تمہید ذکر ولادت باسعادت' سلام اور دو نعتیں جنہیں بعنوان غزل دیا گیا ہے' پیروی و اتباع رسالتماب" فضائل مدینہ محل رحمت و سکینہ' فضیلت زیارت مرقد مقدس نبویؐ" مدینہ کی سکونت اختیار کرنے کی فضیلت' چند حکایات عاشقان سید السادات" مناجات اور آخر میں منظوم مناقب قاضی محمد عنایت حسین چریا کوٹی کے عنوانات کے تحت اظہار خیال کیا گیا ہے۔

روایات کے بیان کے ضمن میں مصنف نے بخاری شریف' صحیح مسلم' جامع ترمذی' مستدرک حاکم' معجم طبرانی' روضۃ الاحباب' مدارج النبوت اور شواہد النبوت وغیرہ کے حوالوں سے اسے معتبر اور وقیع بنا دیا ہے۔ اس کے دو نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور میں موجود ہیں۔

محفل میلاد کی عظمت اور تقدس کو بڑے سادہ اور دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے:

ذکر میلاد شہ ہر دوسرا' ہونے کو ہے
مہرباں اے سامعین تم پر خدا ہونے کو ہے
یاں ادب سے بیٹھ کر پڑھتے رہو ہر دم درود
حاضرین بزم ذکر مصطفیٰ ہونے کو ہے
مانگ لیں اس بزم میں جو کچھ کہ چاہیں مستمند
آج مقبول خدا سب کی دعا ہونے کو ہے
مرتبہ اس بزم کا کیا پوچھتے ہو مومنو
پرتو ذات خدا جلوہ نما ہونے کو ہے
جیتے جی جنت میں پہنچا جو یہاں حاضر ہوا
رشک فردوس بریں بیشک یہ جا ہونے کو ہے
(۳۷)

برکات شب ولادت کے بیان میں عبارت کے تیور یہ ہیں:

"خواجہ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ شب ولادت میں رسول اکرمؐ کے کعبہ کے نزدیک تھا۔ جب آدھی رات گذری تو دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھکا اور سجدہ میں گیا اور اس سے آواز تکبیر کی آئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمد المصطفیٰ الان قد طھرنی ربی من انجاس الاصنام و ارجاس المشرکین یعنی اللہ بزرگ ہے جو پروردگار محمد مصطفیٰؐ کا ہے اب اس نے مجھے پاک کر دیا نجاست سے بتوں کی اور

خباثت سے مشرکوں کی اور غیب سے آواز آئی کہ قسم ہے کعبہ کی جس نے کعبہ کو بزرگ کیا آگاہ ہو جاؤ کہ کعبہ کو خدا نے قبلہ اور مسکن گردانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جتنے بت گرد کعبہ کے تھے سب کو دیکھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ان بتوں میں جو بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے وہ اوندھا زمین پر گرا پڑا تھا۔"(۴۸)

نبی کریم کے فضائل و برکات کے بیان میں رقم طراز ہیں، نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے دیکھا مجھے خواب میں بے شک بلاشبہ اس نے دیکھا مجھے اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ میری شکل بن سکے یا کسی شکل سے آکر دیکھنے والے کے خیال میں یہ ڈالے کہ یہ شکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعض علماء نے اس فضیلت کو تمام انبیاء کی نسبت عام لکھا ہے مگر صاحب مواہب اللدنیہ نے اس کو خصائص آنحضرتؐ میں ذکر کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا قریب ہے کہ مجھے بیداری میں دیکھے پس اسی حالت میں ہم گنہگاروں کو ہر لحظہ و ہر آن مشتاق زیارت سید انس و جاں اور متمنی دیدار سرور کون و مکاں رہنا چاہئے کہ دنیا میں بھی موجب خیر و برکات ہے اور آخرت میں بھی ذریعہ نجات ہے۔"(۴۹)

سلام بحضور سرور کونینؐ سے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے مہر رخشاں السلام
السلام اے نور یزداں السلام

السلام اے سرو بستان جہاں
السلام اے خسرو ملک اماں

السلام اے کاشف اسرار دیں
السلام اے رہبر راہ یقیں

السلام اے شاہد غم خوار من
السلام اے واقف اسرار من

السلام اے زینت فرش زمیں
السلام اے رونق عرش بریں

مرحبا اے شاہد رب العلا
مرحبا اے مظہر نور خدا

مرحبا اے معدن جود و کرم
مرحبا اے اختر برج حرم

(۵۰)

حکایات عاشقان سید السادات میں سے ایک حکایت ملاحظہ ہو' جو مصنف نے مدارج النبوت کے حوالے سے لکھی ہے:

"عبدالعزیٰ نامی مدینہ کا رہنے والا چچا اس کا کفیل تھا' جب وہ جوان ہوا اونٹ و بکری اور چند غلام اس نے جائیداد سے چچا کے پایا' دل میں اس کے محبت ایمان و اسلام کی تھی اور ہمیشہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے چچا سے جو کافر تھا بہت تنگ تھا اور ڈرتا تھا یہاں تک وہ منتظر و مشتاق اسلام کا رہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور لشکر اسلام مکہ سے مظفرو منصور مدینہ کو پلٹ کر آیا اس وقت اس سے نہ رہا گیا چچا سے کہا کہ اے چچا میں ایک مدت سے منتظر تیرے اسلام کا رہا اور اوس پر میں نے اپنے اسلام لانے کو موقوف رکھا مگر اب صبر کا یارا نہیں اور حیات پر بھروسہ نہیں شاید موت مہلت نہ دے اور اس دولت سے محروم رہوں لہٰذا تجھ سے اجازت قبول اسلام کی چاہتا ہوں چچا نے اس کے کہا اگر تو ایمان لائے گا اور متابعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے گا تو جو کچھ مال و متاع میں نے تجھ کو دیا ہے وہ سب لے لوں گا یہاں تک کہ تیرے بدن کا کپڑا بھی اتار لوں گا وہ عاشق جانثار مشتاق سید الابرار بولا کہ جو تیرے دل میں آئے کر گذر بخدا میں مسلمان ہوتا ہوں اور پروانہ وار اوپر جمال سید ابرار نثار ہونے جاتا ہوں۔" (۵۱)

یہ میلاد نامہ فنی لحاظ سے اور زبان و بیان کے اعتبار سے روایتی میلاد ناموں کی سطح سے بہت بلند نظر آتا ہے۔ اس میں مصنف نے واقعات اور روایات کے سلسلے میں مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ اس کے انہی مستند اور وقیع نثری حوالہ جات اور خلوص و عقیدت پر مبنی سادہ و عام فہم منظومات میں اس کی مقبولیت کا راز مضمر ہے۔

خواجہ تقی الدین اکبر آبادی

خواجہ تقی الدین بن خواجہ محمد وزیر اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ چشتی قادری سلاسل میں بیعت تھے۔ مولود خوانی میں حافظ محمد جان کی شاگردی اختیار کی۔ انہیں مولانا غلام امام شہید سے تلمذ حاصل تھا۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "فردوس تقی" نظم و نثر کے ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص' انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور اس کے عنوانات عام مروج میلاد ناموں کی طرح سے نہیں ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر بزرگان دین کی کرامات اور فیوض و برکات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ نبی کریمؐ کے معجزہ آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"ایک روز نبی کریمؐ مسجد میں رونق افروز تھے کہ آپ کو از روئے مکاشفہ معلوم

ہوا کہ ایک قافلہ دور جنگل میں پیاسا پڑا ہے۔ آپؐ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ اس طرف چل پڑے۔ قافلہ میں جا کر دیکھا کہ مارے پیاس کے لوگوں کا برا حال ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پانی تلاش کرنے کے لئے فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پانی تلاش کرنے لگے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی اونٹ پر کئی مشکیزے لئے چلا جاتا ہے۔ آپ نے اس سے ایک مشکیزہ طلب کیا تو اس نے بتایا کہ میں اپنے سردار کے لئے لے کر جا رہا ہوں۔ میں نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریمؐ کے پاس واپس آئے اور پوری صورت حال عرض کی۔ یہ سن کر حضورؐ خود تشریف لے گئے اور اس حبشی سے فرمانے لگے۔ اے شخص ان میں سے ایک مشک ہمیں دے دے پھر ہم تری مشک تجھ کو بھری واپس کر دیں گے۔ اس نے کہا میں اپنے سردار کے واسطے لئے جاتا ہوں اور یہ قیاس میں کب آ سکتا ہے کہ بھری مشک لے کر اور پھر بھری کی بھری واپس کریں گے آپؐ نے فرمایا کہ پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھ پس اسی دم اس نے مشک حضورؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اس مشک سے پانی تمام قافلہ کو مع جانوروں کے پلایا اور پھر اس کو مشک بھری کی بھری واپس عطا کی۔" (۵۴)

خواجہ تقی الدین کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ اسلوب بیان سادہ اور عام فہم ہے۔

قاضی ذکیر الدین

قاضی ذکیر الدین ریاست الور (راجپوتانہ) کے متوطن تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "بہار بے خزاں مولود حبیب الرحمٰن" ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں چھپا۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس کی ضخامت ۱۱۶ صفحات ہے۔

اس میں حمد و نعت کے بعد فضائل محفل میلاد شریف' فضائل درود شریف' بیان فضائل محبت سرور کائنات" بیان پیدائش نور محمدی" بیان ولادت آنحضرت" سلام و مبارکبادی' مسدس در شان رسالتمآب" رضاعت' شق صدر' سفر شام' حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی' بیان معجزات اور بیان معراج شاہ ذی جاہ کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات ہے۔ ولادت نبویؐ پر حضرت بی بی آمنہؓ کو مبارکباد کے اشعار ملاحظہ ہوں۔ میلاد ناموں میں اس قسم کے تہنیت نامے بہت کم ہیں:

عجب ہے چاند سا مکھڑا بشر کیونکر نہ ہوں صدقے
فرشتوں کو بھی ہے بھایا مبارک ہو مبارک ہو
فدا جن پر ہوئے آدمؑ خوشی جن کی کریں عیسیٰؑ
وہ تم نے مہ لقا پایا مبارک ہو مبارک ہو
بلائیں جس کی لیویں آسیا و مریم و سارا

جسے حوا نے نہلایا مبارک ہو مبارک ہو
جناب آمنہ بی بی تمہارا سا نہیں کوئی
کہ تم نے مصطفیٰ جایا مبارک ہو مبارک ہو
مچی ہے دھوم عالم میں ندا ہر سو سے ہے آتی
شہ ہر دوسرا آیا مبارک ہو مبارک ہو
(۵۳)

ہندی انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کی وجہ سے اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں۔ ہندی بھجنوں اور گیتوں کے زیر اثر اس قسم کی منظومات وجدانی کیفیات کے اظہار کا ذریعہ بنی ہیں' ملاحظہ ہو:

اے کفر کی ریت مٹاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
سب دھرتی کا اکاس سجاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
تورے کرپا کی دھوم ہے جگ میں بڑی' نہیں ہم کو گناہوں کی چنتا پڑی
اے امت کے بخشاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
تورے آنے سے کفر کا راج گیو جو تھا سور مارن کا وہ بھاج گیو
اسلام کا ڈنکا بجاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
جب نوح کی نیا بھنور میں پھنسی توری کرپا ہوئی وہ پار لگی
واہ رے نیا کے پار لگاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
(۵۴)

نور محمدیؐ حضرت عبداللہ کو ودیعت ہونے کے بارے میں عبارت ملاحظہ ہو:

"ایک دن حضرت عبداللہ نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا کہ میں جب بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصے ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف مغرب کی جانب پھیل جاتا ہے اور پھر وہ ہی نور خوبصورت پارہ ابر جمع ہو کر میرے وجود پر سایہ کرتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدیؐ تیری پشت پر جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر درود و سلام۔ اور جس درخت خشک کے پاس سے گذرتا ہوں' وہ درخت فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے عبداللہ تجھے بشارت ہو کہ تیرے صلب سے نبی آخرالزماں سید رسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف توریت و انجیل سے عیاں ہے' پیدا ہوں گے۔" (۵۵)

قاضی ذکیر الدین نے میلاد نامے کی ترتیب و تدوین میں مختلف مستند کتب سے استفادہ کیا ہے' اور یوں اسے حتی الامکان مفید اور وقیع بنانے کی کوشش کی ہے۔

محمد جمیل الرحمٰن خاں

محمد جمیل الرحمٰن خاں کا تاریخی میلاد نامہ "حیات ذاکر" (۱۳۴۰ھ) مطبوعہ ۱۹۲۱ء اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد نبی کریمؐ کی دیگر انبیاء پر فضیلت و برتری' فضائل قرآن' روایت استن حنانہ' معجزات رسالتمابؐ' کرامات اولیا' نور محمدیؐ' ولادت مقدسہ اور رضاعت و بچپن کے حالات مرقوم ہیں۔ اس نثری میلاد نامے میں جو چند منظومات شامل ہیں' وہ حدائق بخشش سے ماخوذ ہیں۔ اس میں عام مروجہ میلاد ناموں کی سی ترتیب مضامین کے فقدان کی وجہ سے بے ربط اور غیر مربوط ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اس میں معجزات رسالتمابؐ کے بیان میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے علاوہ مدارج النبوت' شواہد النبوت' ریاض الناصحین اور احسن الکلام (مولانا عبدالقادر بدایونی) وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں۔

فضائل قرآن مجید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قرآن میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں اور سات منزلیں اور چودہ سجدے ہیں۔ ایک سو چودہ سورتیں اور پانچ سو چالیس رکوع ہیں۔ چھہتر ہزار چار سو تیس کلمے ہیں اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف ہیں اور ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو اکاسی نقطے ہیں اور سترہ سو اکتر مد اور بارہ سو ترپن تشدیدیں اور ترپن ہزار دو سو تینتالیس زبر اور انتالیس ہزار پانچ سو بیاسی زیر اور آٹھ ہزار آٹھ سو چار پیش ہیں۔ یہی وہ عظیم کتاب ہے جس کے لئے رب العزت فرماتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اے محبوب اتاری ہم نے تجھ پر ایسی کتاب کہ جس میں ہر چیز کا روشن و تفصیلی بیان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں' یہ وہ قرآن ہے جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم' جس کی ایک ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ کتابوں سے بھر جائیں۔ اگلی کتابیں بدل دی گئیں۔ دشمنوں نے مضامین گھٹائے اور بڑھائے توریت و انجیل کا تبادلہ کر دیا مگر قرآن کے لئے محبوب سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہمیں نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہمیں اس کے محافظ و نگہبان ہیں کہ اس میں کسی کو تصرف اور دست اندازی نہ کرنے دیں گے۔ آج مسلمانوں کے بارہ بارہ سال کی عمر والے بچوں تک کے سینوں میں تیسوں پارے نقش ہیں' ان کو کون مٹا سکتا ہے۔ ہزارہا قرآن کے حفاظ ہر ملک میں موجود ہیں۔"(۱۰۷)

حضرت سعد بن وقاصؓ کے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و شیفتگی کے بیان میں رقم طراز ہیں:

"جنگ احد میں کچھ لڑائی بگڑ جانے پر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے تمام لشکر اسلام سے آگے فوج کفار کے مقابلے پر تشریف فرما ہو گئے۔ کفار کی طرف سے تیر چلے آ رہے ہیں۔ محبوب کریمؐ کے سچے جانثار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر جا پڑتی ہے۔ فوراً فکر ہوتی ہے کہ مبادا کوئی تیر دشمنوں کا آقائے نامدار کو صدمہ پہنچائے۔ بیتابانہ دوڑ کر محبوب اکرمؐ کے آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے آقا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بغرض حفاظت لے لیتے ہیں۔ آقائے نامدارؐ ترکش سے تیر نکال کر پیچھے سے سعد بن ابی وقاصؓ کو دیے جاتے ہیں اور ہر تیر پر فرماتے ہیں۔ **ارم سعد فداک انت و امی** اے سعد تیر پھینک تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ ادھر سے ایک تیر جاتا ہے اور ادھر سے بکثرت تیر چلے آ رہے ہیں جو حضرت سعدؓ کے جسم میں چھد رہے ہیں مگر حضرت سعدؓ بڑے اطمینان کے ساتھ آقا کو پیٹھ کے پیچھے لئے ہوئے تیر کھا رہے ہیں' یہ کشش حسن محمدیؐ ہے۔" (۵۷)

"حیات ذاکر" میں آپؐ کے معجزات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بیان معجزات سے درج ذیل اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ اس میں دوسرے انبیاء کے معجزات کے ساتھ تقابلی جائزہ بھی موجود ہے:

"سلیمان علیہ السلام نے جن فرماں بردار کئے۔ نبی کریمؐ کی مدد کے لئے فرشتے لڑائی میں بھیجے۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مطیع کی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق بھیجا کہ ہوا سے بہت زیادہ تیز رفتار تھا اور خندق کی لڑائی میں ہوا آپؐ کی مدد کے لئے بھیجی کہ تمام لشکر کفار تہ و بالا ہو گیا۔ حضرت سلیمانؑ کو تمام دنیا کی بادشاہت بخشی' نبی کریمؐ نے سلطنت دنیا قبول نہ فرمائی اور بندگی اختیار کی جس کے بدلے محشر اور اہل جنت کی سرداری حاصل ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوا۔ حبیب کبریاؐ کے ہاتھ کی برکت سے خشک لکڑی نے تلوار کا کام دیا۔ ریاض الناصحین میں لکھا ہے کہ ایک یہودی خدمت اقدس میں ایک پتھر لایا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پتھر حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر کے پتھروں سے ہے۔ آپؐ نے ہاتھ میں لیا موم ہو گیا۔ یہودی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ عیسیٰؑ کو بچپن میں گویائی عنایت فرمائی کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کی طہارت و پاکیزگی پر گواہی دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا اور آپؐ کی رسالت پر گواہی دی۔ مکہ مکرمہ میں ایک بچہ کہ اسی دن پیدا ہوا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر لایا گیا۔ اس سے فرمایا میں کون ہوں۔ اس نے صاف کہا۔ **انت رسول اللہ** (آپ اللہ کے رسول ہیں)۔" (۵۸)

یہ غالباً پہلا میلاد نامہ ہے جس میں کرامات اولیائے عظام بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ایک بزرگ کا وصال ہوا۔ نہلانے والے نے غلطی سے بجائے داہنی جانب کے بائیں جانب سے غسل شروع کیا۔ فوراً اس بزرگ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ اے شخص کیا تو مجھے مردہ خیال کرتا ہے۔

ایک بزرگ نے ایک بزرگ کو قبر میں اتارا اور ان کے سر کے نیچے سے کفن ہٹایا اور ان کا سر خاک پر رکھنا چاہا تاکہ دربار الٰہی میں عاجزی و انکساری ظاہر ہو۔ فوراً وہ بزرگ آنکھیں کھول کر فرماتے ہیں کہ اے شیخ! تو میرے ناز اٹھانے والے کے آگے مجھ کو ذلیل کرتا ہے۔ پوچھا آپ کا تو انتقال ہو گیا تھا' کیا آپ زندہ ہیں فرمایا جو اللہ کے محب ہوتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور تجھ کو اگر آج یقین نہیں تو کل روز قیامت میں تیری مدد کر کے تجھ کو یقین دلا دوں گا۔

جس رات خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا' اسی رات ایک صالح نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ صبح کو تعبیر کے لئے خواجہ بایزید بسطامیؒ کے مکان پر گیا' دیکھا کہ کفن سل رہا ہے۔ دریافت کیا کس کا انتقال ہو گیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم رات خواجہ کا وصال ہو گیا۔ اس شخص نے خیال کیا کہ خواب کی تعبیر کسی اور سے لے لیں گے۔ اب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر چلوں۔ غرض کیا جنازہ تیار ہو گیا جب لوگ جنازہ لے کر چلے اس قدر ہجوم تھا کہ یہ شخص خواب دیکھنے والا چاہتا تھا کہ میں جنازے کو کاندھا دوں مگر بوجہ ہجوم کے مجبور ہو کر دور رہ جاتا تھا۔ ایک بار جوش محبت بڑھا اور بیتابانہ جنازہ تک پہنچ ہی گیا مگر کاندھا دینے کا موقع اب بھی نہ ملا تو جنازہ کے نیچے آ گیا اور جنازے کے بیچ میں اپنا سر لگا دیا فوراً خواجہ بایزید بسطامیؒ جنازے میں سے فرماتے ہیں کہ اے شخص! تیرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔" (۵۹)

کرامات اولیاء کے بیان سے محمد جمیل الرحمٰن یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے یا فنا نہیں ہوتے بلکہ موت ان کے نزدیک یَنقَلِبُونَ مِنْ دَارٍ اِلیٰ دَارٍ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدل کر چلے جاتے ہیں اور ان کے تصرفات و کمالات جس طرح اس دنیا میں تھے اسی طرح بدستور اس جہان میں بھی جاری رہتے ہیں بلکہ اس عالم سے اعلیٰ' اکمل اور اتم ہو جاتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے ادنیٰ خادموں کا یہ حال ہے۔ جنہوں نے کروڑوں مردہ دل زندہ کیے تو پھر اس لحاظ سے نبی کریمؐ کے فضائل و درجات کا اندازہ و احاطہ کیوں کر ممکن ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

منکران میلاد کے بارے میں مصنف کا لہجہ بہت تند و تیز ہے۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس عہد

کے اہل حدیث علمائے کرام اپنے متشدد رویے کی بناء پر محافل میلاد کے انعقاد کو بدعت قرار دیتے تھے۔ اس قسم کے خیالات فتاویٰ کی صورت میں اور اس دور کی مناظراتی تحریروں میں عام ملتے ہیں۔ مصنف نے ان عقائد کے خلاف ردعمل کے طور پر نہ صرف بحث کی ہے بلکہ اپنے مسلک کی تبلیغ و تشہیر کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے' اپنے مخالفین کے بارے میں طنز و تضحیک سے کام لیا ہے اور ان کی بھرپور مذمت کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"دشمن دو قسم کے ہیں۔ ایک کھلا دشمن' دوسرے چھپا دشمن۔ کھلے دشمن جیسے یہودی' نصاریٰ' مجوسی' مشرکین اور چھپے دشمن منافق مرتدوں کو نظر ایمان سے پہچان۔ ان کے اقوال افعال و حرکات کو ایمانی میزان میں تول۔ پہلے عقائد وہابیہ کو سن۔ یہ فرقہ مدعی اسلام مجلس میلاد شریف کو حرام بتاتا ہے۔ اسے جنم کنیا سے تشبیہ دیتا ہے۔ قیام تعظیمی کو شرک و بدعت قرار دیتا ہے۔ حبیب خدا کو اپنا جیسا سمجھتا ہے اور حضرت رسالت کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ان کو واقف غیب ہونے عالم ما کان و ما یکون ہونے سے صاف انکار کرتا ہے۔ رسول اللہ کے علم پر شیطان کے علم کو بڑھاتا ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی حضور کے روضہ انور کو صنم اکبر یعنی بہت بڑا بت کہتا تھا (معاذ اللہ)۔ اس نے شہدا کے قبوں اور مزارات کو شہید کیا۔ اب ایمان سے پوچھ کہ تیرا ایمان اس فرقے کو کیا سمجھتا ہے۔ واللہ کہ جس کے دل میں ایک ذرہ بھی محبت و عظمت حبیب ہو گی۔ وہ اس گمراہ فرقے کو اپنا خالص دشمن جانے گا' اسی طرح دوسرے فرقے جیسے روافض' نیچریہ و قادیانی غیر مقلدین چکڑ الوی یہ سب ایک رسی میں ہیں۔ وہ سب فرقے ناری جہنمی ہیں' فقط ایک فرقہ اہلسنت والجماعت کہ یہ جنتی ہے۔ تم ان بد عقیدہ لوگوں سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ان سے میل جول نہ کر سب سے برا شخص بد عقیدہ ہے۔ یہ زہریلے سانپ سے بدتر ہیں بقول رومی":

دور شو از اختلاط یار بد

یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند

یار بد بر دین و بر ایماں زند

(۹۰)

حیات ذاکر بریلی مکتب فکر کا نمائندہ میلاد نامہ ہے۔ اس سے بریلوی مسلک کے رجحانات کی واضح طور پر عکاسی ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ سب رویے نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ دراصل اس مکتب فکر کا اصل جوہر عشق رسولؐ اور اس سے پیدا ہونے والا اخلاص ہے اور اسی سوز و جذب دروں کا اس میں بھرپور انکسار ہے۔ زبان و بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

شاہد حسین خاں

شاہد کا میلاد نامہ منظوم بعنوان "مولود شریف مرغوب القلوب" ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مجر ضلع روہتک کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص 'انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ سرورق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے اشاعتی ادارے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مولود شریف مرغوب القلوب مسدس کے انداز میں ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل بند ملاحظہ ہوں:

نکھرا ہوا ہے باغ جہاں اپنے رنگ میں
ہر پھول ہے شگفتہ نئے اپنے ڈھنگ میں
مرغان نغمہ خیز ہیں ہر سو امنگ میں
دکھاتی ہے نسیم بہاری ترنگ میں
غنچوں کو ہے ضبط مگر مسکراتے ہیں
حل علیٰ کا شور عنادل مچاتے ہیں

باغ جہاں میں کس گل تر کا ظہور ہے
سایہ فگن چمن میں سحاب سرور ہے
نرگس کے حال پر نظر برق نور ہے
بلبل چہک رہی ہیں خوشی کا وفور ہے
ہیں نخل جھومتے مے عشرت پئے ہوئے
مینا و جام ہیں گل و غنچہ لئے ہوئے
(۶۱)

شاعر نے اس مسدس کے آخر میں اپنے فرزند اور حاضرین مجلس کے لئے دعا مانگی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

یا رب جناب سید جیلاں کے واسطے
سب سلسلہ چشت کے پیراں کے واسطے
رحمت حسین خان جو مرا نور چشم ہے
تو اس کو عمر و دولت و عزت سے حصہ دے
کر اس کو ایسا عالم کامل زمانہ میں
کوئی نہ نکلے اس کا مقابل زمانہ میں

یا رب طفیل جملہ رسولان نامور
یہ حاضرین بزم ہیں اس وقت جس قدر

اور جس قدر ہے امت سلطان بحر و بر
ہر ایک کی مراد کو بر لا تو جلد تر
دین محمدی کو وہ حاصل وقار و جاہ ہو
پیش نظر ہر اک کے یہی ایک راہ ہو
(۳)

شاہد کے بیان میلاد میں حسن و دل آویزی' سوز و گداز اور اخلاص و شیفتگی کے عناصر نے ان کے اشعار میں کیف و تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں استمداد اور استغاثہ کا انداز ملی شعور کی علامت ہے۔ اس دور میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور انگریزوں کے مظالم کی وجہ سے میلاد نگاروں نے کئی عرضداشتیں دربار رسالت میں پیش کی ہیں۔ اور جب ہم اس عہد کے مذہبی اور سیاسی پس منظر میں ان میلاد نگاروں کی استمداد طلبی کا جائزہ لیتے ہیں تو پھر ان کی کثرت' شدت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہد نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعری کی رو میں شریعت کی حدود سے متجاوز ہوئے ہیں۔ انھوں نے سلیس زبان' سہل انداز اور مترنم لہجہ سے کشش اور جاذبیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر (م ۱۹۲۶ء)

مولانا عبدالحلیم شرر ۲۰۔ جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ (بمطابق ۱۸۶۰ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم تفضل حسین علی' فارسی اور طب میں کامل بصیرت رکھتے تھے اور واجد علی شاہ کے شاہی طبیب تھے۔ شرر کی ابتدائی تعلیم و تربیت مٹیا برج میں ہوئی اور مختلف اہل کمال سے تعلیم حاصل کر کے شرر ۱۸۷۹ء میں دہلی گئے۔ راستہ میں سرسید سے ملاقات ہوئی۔ دہلی سے لکھنؤ آ کر شرر نے ۱۸۸۱ء میں اودھ اخبار میں ملازمت کر لی۔ ۱۸۸۷ء میں دلگداز کے نام سے اپنا رسالہ جاری کیا۔ ۱۸۹۳ء میں نواب وقار الامراء نے اپنے بیٹے کی تربیت کے لئے انگلستان بھیج دیا۔ وہاں تین سال رہ کر واپس حیدر آباد آئے اور یہاں سے دوبارہ دلگداز کا اجرا کیا مگر جلد ہی واپس لکھنؤ آ گئے۔ ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں شرر کا انتقال ہوا۔

مولانا عبدالحلیم شرر کے تاریخی ناولوں' عام سوانح عمریوں' نظم و ڈرامہ اور مختلف کتابوں کی تعداد تقریباً ایک سو دو بنتی ہے اس لحاظ سے وہ اپنے تمام معاصرین میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ شرر نے سوانح خاتم المرسلین' جویائے حق اور ایک میلاد شریف نبی کریمؐ بھی لکھا ہے۔

"سوانح خاتم المرسلین" کے عنوان سے ۱۹۱۹ء میں لکھی گئی' نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت پر ۲۲۳ صفحات کی کتاب ہے۔ اس کے تعارف کے سلسلہ میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں:

> "مولوی عبدالحلیم شرر نے جامعہ عثمانیہ کے لئے تاریخ اسلام لکھی جس کی پہلی جلد میں شرر نے اختصار کے ساتھ حضورؐ کی زندگی' اخلاق و شمائل اور کارناموں کو بیان کیا ہے۔ اور اس میں جہاں انھوں نے فن ناول نگاری کا سہارا لیا ہے' وہ کامیاب

ترہیں۔ یہ موضوع اتنا نازک ہے کہ مورخ کے پر بھی اس وادی میں جل اٹھتے ہیں نہ کہ اسے کہانی کے پیرائے میں بیان کرنا۔ شرر کے فنی شعور نے ان کی اس وادی بے راہ میں رہنمائی کی اور انہوں نے "جویائے حق" کا ہیرو ایک ایسے راہب کو بنایا جسے اس کے دور کی عیسائیت کچھ نہ دے سکی تھی۔ اس کے روحانی اور مادی سفر میں بڑا کرب ہے۔ عیسائیوں کے معتقدات' ان کی خانقاہوں کے مرقعے' اور بعض افراد کی تلاش اور اس حقیقت تک رسائی کی کہانی بڑی دل آویز ہے۔"(۶۳)

جویائے حق چھ سو صفحات پر مشتمل تین حصوں میں تاریخی ناول ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کے تلاش حق کی روحانی منازل کو قلمبند کیا ہے۔ اور ان کی زبان سے بڑے موثر انداز میں میلاد و سیرت رسالتمابؐ ناول کے انداز میں بیان ہو جاتی ہے۔ شرر نے "جویائے حق" میں تاریخی صداقتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ یہ ناول آج بھی اپنی مقبولیت کی وجہ سے شائع ہو رہا ہے۔(۶۴) یہ ناول ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان لکھا گیا تھا اور ماہنامہ دل افروز میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔(۶۵)

شرر نے میلاد شریف مولوی عین القضاۃ کی فرمائش پر لکھا۔ مولانا عین القضاۃ نے کسی سے علامہ ابن جوزیؒ کے رسالہ میلاد شریف کا اردو میں ترجمہ کرایا اور اس میں ایک طرف عربی متن اور دوسری طرف ترجمہ دیا گیا تھا مگر وہ ترجمہ باوجود صحیح ہونے کے ایسی زبان میں تھا کہ سننے والوں کو نہ لطف آتا تھا اور نہ ہی پوری طرح سمجھ میں آتا ہے۔ ابن جوزیؒ کے مولد شریف کے ترجمہ کے بارے میں عبدالحلیم شرر اس کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

"میں نے ابن جوزیؒ کے مولد شریف کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا ترجمہ نظم میں۔ دو ایک جگہ کسی قدر تصرف بھی کرنا پڑا مگر پھر بھی کوشش کی گئی ہر شعر کا پورا مفہوم ایک شعر میں ادا ہو جائے۔"(۶۶)

اس میلاد نامے کی ابتداء حمد سے ہوتی ہے۔ پھر نعت رسالتمابؐ نثر میں ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؐ ولادت باسعادت کی عظمت' ولادت کے وقت کے معجزات' آپؐ کی بشارات اور دیگر انبیائے کرام' آپؐ کی صفات' حلیہ مبارک' خصائل و شمائل' تخلیق اول' تقسیم نور' کعب احبار کی روایت' آپ کا نام نامی عرش معلی پر لکھا ہونا' آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کا وسیلہ اسم محمدؐ' نور محمدیؐ کا منتقل ہونا' کاہنوں کی پیشین گوئیاں' حضرت عبداللہ کی شادی کا واقعہ' آپؐ کا نسب نامہ' حضرت آمنہؓ کو خوش خبریاں ملنا' ولادت با سعادت' حضرت عبدالمطلب کی دعا' رضاعت اور بچپن کے واقعات' شق صدر' میلاد منانے کی برکات اور دعائے ختم مولود النبیؐ پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ نثر میں ہے البتہ اس میں چند منظومات بھی شامل ہیں' جن کا عربی سے شرر نے نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ "ولادت سرور عالمؐ" کے نام سے بھی ۱۹۳۳ء میں دلگداز پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

اس میلاد نامے سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"بعض راویان اخبار کا بیان ہے کہ ہمارے نبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

جد امجد حضرت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ جاگے تو متحیر اور دہشت زدہ تھے۔ فوراً قریش کے کاہنوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان فرمایا کہ "میں نے دیکھا کہ نور کی ایک بڑی بھاری زنجیر مجھ سے نکلی۔ جس کی چمک سے تمام دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ پھر دیکھا کہ اس زنجیر کی چار لڑیاں ہیں، ایک انتہائے مشرق تک کھنچ گئی دوسری مغرب کی انتہائی حدوں میں پہنچ گئی۔ تیسری آسمان سے جا لگی اور چوتھی زمین کے اندر پیوست ہو کر تحت الثریٰ تک چلی گئی۔ اس زنجیر کو میں دیکھ ہی رہا تھا کہ یکایک وہ ایک عظیم الشان ہرا بھرا درخت بن گئی جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے سایہ میں دو بزرگ کھڑے ہیں جن کے چہروں سے ایک ہیبت برس رہی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا، آپ کون بزرگ ہیں؟ ایک نے کہا، میں نوح ہوں اور دوسرا بولا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ پھر وہ دونوں بزرگ فرمانے لگے ہم اس درخت کے سایہ میں آرام لینے کو آئے ہیں جو تمہاری پیٹھ سے نکلا ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔ "کاہنوں نے یہ سن کر کہا۔ یہ بشارت تو تمہارے لئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں ہو سکتی اور اگر تمہارا یہ خواب سچ ہوا تو تمہارے صلب سے ایک ایسا فرزند پیدا ہو گا جو تمام اہل مشرق و مغرب کو خشکی والے ہوں یا تری والے اپنی طرف بلائے گا۔ وہ ایک قوم کے لئے رحمت اور دوسروں کے لئے تباہی و ہلاکت ہو گا۔" حضرت عبدالمطلب نے یہ مژدہ سنا ہی تھا کہ حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور ان کی ولادت پر حضرت عبدالمطلب کو بڑی خوشی ہوئی۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد و بارک وسلم۔"(٦٧)

نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بارے میں نمونہ کے طور پر درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

پیدا ہوئے حبیب خداوند کردگار
پیدا ہوا نہ ہو گا کبھی ایسا گلعذار
پیدا ہوئے ہیں سرمہ لگا عطر میں بسے
اور چاند کے سے گالوں پہ ہے نور آشکار
پیدا ہوئے اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ تھا
نے جلوہ گاہ حسن نہ وعدہ نہ کوئے یار
گر یہ نہ ہوتے ہوتی نہ یہ مسجد قبا
حاجی نہ رمی گاہ میں یوں پھینکتے جمار
یہ وہ ہیں ہرنی دوڑتی آئی تھی جن کے پاس
بول اٹھی لکڑی آپ محمدؐ ہیں ذی وقار
بیشک یہی ہیں سارے نبیوں کے پیشوا

خاتم یہ انبیاء کے ہیں سردار نامدار
یوسف کا حسن اگر تھا زمانے میں بے مثال
ہیں ان سے بھی زیادہ یہ محبوب روزگار
گر تھے مسیح زہد و عبادت میں بے نظیر
ان سے بھی بڑھ کے آپ کا ہے زہد یادگار
دیکھ ان کی جلوہ گاہ کو پکارے یہ جبرئیلؑ
احمدؐ یہی ہیں اور یہی محمود روزگار
ہے یہ حدیث میں کہ نہیں مثل آپ کے
آدم کی نسل سے ہوا کوئی بھی آشکار
افلاک کے تمام فرشتوں نے یہ کہا
ایسا حبیب پھر نہ کبھی ہو گا زینہار
بھیجو درود اور سلام آپ پر مدام
ہر روز صبح و شام کو سو سو ہزار بار
(۶۸)

شرر کا انداز بیاں نظم و نثر میں شگفتہ اور رواں ہے۔ منظر نگاری میں مصورانہ رنگ آمیزی کر جاتے ہیں۔ شاعرانہ تشبیہات و استعارات کے بکثرت استعمال کے دلدادہ ہیں۔ مولود النبیؐ عربی سے ترجمہ ہے مگر اس پر اصلیت کا گماں ہوتا ہے۔ انداز بیاں کی اسی دلچسپی اور دلکشی کی بناء پر شرر کو اپنے ہم عصروں میں فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

حافظ محمد انوار اللہ بیخود

حافظ محمد انوار اللہ بیخود' ریاست نابھ کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "انوار المیلاد" نظم و نثر کے ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۹۲۷ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس میں تمہید محفل میلاد شریف' پیدائش آنحضرتؐ اور معراج شریف کے علاوہ بہشت کا بیان' نماز کا بیان اور عمل صالح کی تعلیم کے عنوانات بھی شامل ہیں۔ آخر میں بیخود کے فرزند حافظ منظور حسن کا نعتیہ کلام ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے باب میں بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"خدا کا شکر ہے کہ ہم پر ایسا نبی بھیجا جو کل پیغمبروں کا سردار خاتم النبیین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "محمد رسول اللہ تم میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کی نبوت۔" آپؐ نبوت کے ختم

کرنے والے ہیں مگر نور آپؐ کا سب سے پہلے ظاہر ہوا۔" (۶۹)
نبی کریمؐ کی ولادت کی خوش خبری کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

آج عالم میں حبیب کبریا آنے کو ہیں
مومنو خوش ہو محمدؐ مصطفیٰ آنے کو ہیں
آج عالم میں نہ کیوں ہو خیر و برکت کا نزول
جو کہ ہیں خیرالبشر وہ دلربا آنے کو ہیں
جو نبی محبوب حق ہیں اور ختم المرسلین
مومنو وہ آج فخر انبیاء آنے کو ہیں
(۷۰)

معراج کے وقت آپ شان و شوکت سے براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اس کیفیت کو بیجو نے نظم کیا ہے:۔

عرش پر جاتے ہیں محبوب خدا آج کی رات
کیوں نہ پرنور ہوں سب ارض و سما آج کی رات
دھوم ہے حور و ملک میں کہ حضورؐ آتے ہیں
سب کو ہے ورد زباں صل علیٰ آج کی رات
گدگداتی ہے، ہنساتی ہے، گلوں کو کیا خوب
گل کھلاتی ہے نئے باد صبا آج کی رات
(۷۱)

ہندو تہذیب و معاشرت کے اثرات میلاد ناموں پر بھی پڑے۔ ہندی زبان کا لب و لہجہ اور الفاظ، مروج بھجنوں کے مناسبات اور علائم و رموز کا استعمال میلاد ناموں میں شعری انداز "گیت"، راگ اور بھجن وغیرہ میں ہونے لگا۔ بیجو نے آپؐ کی عرش پر تشریف آوری کو ہندی گیتوں کے انداز میں بیان کیا ہے:

جھوم رہے آکاش کے باسی احمدؐ پیا آوت ہیں
نور کی صورت چندر بدن وہی بانکے چھیلا آوت ہیں
حور و ملک سیس نوائے درشن کارن دھائے رہے
پیر پیمبر سب اٹھ بولے بھرے سبھا آوت ہیں
کرپا ساگر سکل گن آگر راج دلارے بدھنا کے
امت کے پت راکھن ہارے ناؤ کھویا آوت ہیں
چھیل چھبیلے نین رسیلے بانکی سج متوار چلن

بیکھو جنکا داس کہاوے وہ ہی جنوا آوت ہیں
(۷۳)

حافظ انوار اللہ کی میلادیہ شاعری کا غالب حصہ انوار المیلاد میں موجود ہے۔ ان کی منظومات' موضوعات اور طرز اظہار کے اعتبار سے رنگا رنگ کیفیات اور تاثرات پر مبنی ہیں۔ بیان معراج میں زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بڑے دلکش پیرائے میں کھینچا ہے۔ ہندی عناصر کی وجہ سے میلاد ناموں میں غیر مشروع انداز ملتا ہے۔ ان سے عربی اور فارسی موالید کا دامن بچا ہوا تھا لیکن اردو میں ہندو طرز معاشرت اور تہذیب و تمدن کے اثرات کے تحت یہ عناصر شامل ہو گئے۔ حفظ مراتب نظر انداز کرنا شان اقدس کے سراسر منافی ہے۔ بیھو کی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔

مولوی عبدالسبحان

مولوی عبدالسبحان کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد النبیؐ" نثر کے ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند منظومات بھی موقع کی مناسبت سے شامل کی گئی ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس میں پیدائش آدم' فرشتوں کا سجدہ' فضائل درود شریف' فضائل رسول کریمؐ' بیان حسن و شمائل رسالتمابؐ' سر و چشم مبارک' عرق جسد شریف' آپؐ کا خلق' قناعت اور توکل' فضائل امت مرحومہ' اعجاز قرآن شریف' معجزہ حبس شمس' معجزہ طعام' معجزہ شتر' احیاء موتیٰ' احوال قیامت' بیان میلاد شریف' بیان رضاعت' بیان شق صدر اور واقعہ معراج شریف کے عنوانات ہیں۔ ہر بیان کے اختتام پر درود شریف لکھا گیا ہے۔ اس میں کتب معتبرہ سے مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔

درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

> "محمود مقام شفاعت' عرش کے قریب ہے۔ بجز ہمارے حضرتؐ کے کوئی وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس مقام کے لئے تمام انبیاء و مرسلین شروع سے رشک کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کریمؐ کو کلید جنت عطا فرمائے گا اور لوائے حمد آپؐ کے ہاتھ میں ہو گا۔ آدم سے لے کر جتنے نبی ہیں' سب اس لوائے حمد کے نیچے ہوں گے۔ آپؐ حلہ سبز پہنے ہوں گے اور شفاعت عظمیٰ آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔" (۷۳)

اس میں نبی کریمؐ کا اسوہ حسنہ بہت دلنشیں اور موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالسبحان کا عالمانہ اسلوب ہے۔ الفاظ و تراکیب کا چناؤ' محاورات کا انتخاب اور اعتدال پسندی اپنی تمام تر لطافت و نزاکت اور عقیدت مندی سمیت موجود ہے۔

علی احمد خاں اسیر بدایونی (م ۱۹۴۷ء)

علی احمد نام' اسیر تخلص' اصل وطن بریلی تھا۔ بریلی سے نقل مکانی کر کے بدایوں چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے اور وہیں ابدی نیند سو گئے۔ (۷۴)

اسیر بدایونی سے متعدد مذہبی و تاریخی کتابیں یادگار ہیں۔ ان کی ایک مثنوی "ذکر ولادت رسولؐ" بہت قبول ہوئی۔ چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آمنہ کے گھر آئے وہ پیارے
خادم جن کے ملائک سارے

چاند وہ نکلا آج زمیں پر
نور ہے جس کا عرش بریں پر

آج عرب کی قسمت جاگی
کفر کی ظلمت کوسوں بھاگی

آئے جہاں میں فخر دوعالم
فرش زمیں ہے عرش اعظم

شافع محشر رحمت عالم
فخر ملائک نازش آدم
(۷۵)

اسیر کی منظومات میں سادگی اور دلکشی کی خوبی موجود ہے۔

معراج النبیؐ کے موضوع پر ان کے دو معراج نامے "نظام المعراج" اور "نظم المعراج" ہیں۔ "نظام المعراج" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۲۲ء میں نظامی پریس بدایوں سے اشاعت ہوئی جبکہ "نظم المعراج" ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت ۱۹۳۰ء میں اسی پریس سے ہوئی۔(۷۶)

قاضی عبید اللہ (م ۱۹۲۷ء)

قاضی عبید اللہ بن قاضی بدر الدولہ علوم دینی کے بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ ان کا میلاد نامہ "ربیع الانوار فی مولد سید الابرار" ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۷۹ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا ایک مخطوطہ مدرسہ محمدی' مدراس میں موجود ہے۔(۷۷)

یہ میلاد نامہ دراصل علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی خصائص الکبریٰ کی شرح ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دیگر معتبر کتابوں سے بھی نبی کریمؐ کے میلاد و معراج اور خصائل و شمائل کے بارے میں استفادہ کر کے اضافے کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ خاصا وقیع اور مستند ہے۔

منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری

میلاد گوہر کے پبلشر محب علی خاں قادری خلف اکبر گوہر رامپوری ہیں۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل میلاد گوہر ناظم پریس رامپور کا مطبوعہ ہے۔ یہ نسخہ کاغذ و کتابت کے لحاظ سے معیاری ہے۔ دو اور نسخے بھی میری نظر سے گذرے ہیں۔ دونوں کراچی کے مطبوعہ ہیں۔ ایک معمولی کتابت شدہ' واجبی سے کاغذ پر ۹۲ صفحات پر

مشتمل ہے اور امین برادرس کا چھپا ہوا ہے جبکہ دوسرا نسخہ ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے اس پر سن طباعت اور مرتب کا نام تک موجود نہیں ہے۔ یہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کا مطبوعہ ہے۔

میلاد گوہر میں ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں نہیں ہیں۔ مثلاً ایک روایت مولانا فدا حسین کی کتاب' تحفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو شخص بعد نماز ایکبار کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور لام پر مد یعنی کھینچ کر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے بارہ ہزار گناہ کبیرہ معاف فرماتا ہے۔ اور جو تین بار پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے چھتیس ہزار گناہ کبیرہ معاف کرتا ہے اگر پانچوں وقت کی نماز کے بعد تین تین بار کر کے یہ کلمہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ایک لاکھ اسی ہزار گناہ معاف فرماتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ کسی بندہ گنہگار سے ایک دن ایک لاکھ اسی ہزار گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوتے ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے ماں باپ اور کنبے والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔"(۷۸)

اسی طرح "جامع الجوامع" (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) کے حوالے سے ایک اور روایت لکھتے ہیں:

"بغداد شریف میں ایک سوداگر بڑا مالدار تھا اور وہ عاشق رسول تھا۔ اس کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دن اس یہودی کی بیوی نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آج سوداگر کے گھر اس قدر ہجوم کیوں ہو رہا ہے۔ یہودی نے کہا شاید آج ان کے پیغمبر کے میلاد کا دن ہے۔ یہودن یہ سن کر میلاد شریف کے تصور میں سو رہی' رات کو خواب میں دیکھا کہ سوداگر کا مکان نور سے معمور ہے پھر یکایک کیا دیکھتی ہے کہ ایک سواری اس شان و شوکت سے آئی کہ دیکھنے والے دنگ ہو گئے۔ جس وقت محفل میلاد ختم ہوئی۔ یہودن نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں گئے تھے۔ حضورؐ نے اپنا اسم مبارک بتایا اور فرمایا کہ سوداگر نے میلاد کرایا تھا اس کے گھر گیا تھا۔ صبح یہودن اور یہودی مسلمان ہو گئے۔"(۷۹)

میلاد گوہر میں بہت ساری روایات تو وہی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں موجود ہیں اور کچھ روایات مدارج النبوت (شیخ عبدالحق) جامع الجوامع (امام سیوطیؒ) جواہر التفاسیر' ارشاد الطالبین اور تفسیر قادری سے اخذ کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی روایات ایسی شامل کر دی گئی ہیں جو میلاد کے موضوع سے متعلق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود میلاد گوہر اس لحاظ سے وقیع ہے کہ اس میں زبان زد عام سلام و نعت شامل کیے گئے ہیں۔ "حلیمہ سعدیہؓ کی لوری" اور "معراج نامہ" جیسی منظومات اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ پہلے لوری کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
کہ تو جانتا ہے راتوں مرے ہوشیار سو جا
بنی سعد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے

مرا دودھ پینے والے گل تو بہار سو جا
مری جاں ہو تجھ پہ واری مرا دل ہو تجھ پہ صدقے
مرے نور عین سو جا مرے غمگسار سو جا
تری چاند سی جبیں پر مری روح ہو تصدق
تری مست انکھڑیوں پر مری جاں نثار سو جا
جو جھلا رہی تھیں جھولا تو یہ کہہ رہی تھیں حوریں
اے حبیب کبریا و شہ نام دار سو جا
ہے یہ وعدہ اس کا سچا وہ ضرور بخش دے گا
تو برائے امت اتنا نہ ہو بے قرار سو جا
(۸۰)

شب معراج نبی کریمؐ بستر استراحت پر تھے۔ حضرت جبرئیلؑ آپ کو جگانے کے لئے اپنا منہ نبی کریمؐ کے قدموں سے ملتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

شب معراج ہے اے دین کے سرورؐ جاگو
طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
ہیں کھڑے آپ کی خدمت میں فرشتے اتنے
اور حاضر ہے براق آپ کے در پر جاگو
لینے آئے ہیں ملک اے سرور دیں
دعوت وصل ہے للہ پیمبر جاگو
منتظر آپ کا ہے عرش پہ خلاق جہاں
وقت سونے کا نہیں شافع محشر جاگو
آسمانوں کو بہت شوق ہے پا بوسی کا
فلک ارفع کے اے ماہ منور جاگو
(۸۱)

نبی کریمؐ سے استمداد و شفاعت طلبی اور زیارت رسول کے لئے تڑپ نے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے۔ یہ وہ رویے ہیں جن میں داخلی احساسات کی جھلک ملتی ہے۔

تمنا وقت مردن یہ مری اے کبریا نکلے
زباں سے نام تیرا اور محمد مصطفےٰؐ نکلے
نگار احمد مختار ان آنکھوں سے ہم دیکھیں

الٰہی جلد دل کا یہ ہمارے مدعا نکلے
یہی کہتا ہے میرا شوق مجھ سے ہر گھڑی گوہر
زبان عجز سے ہر دم محمدؐ کی ثنا نکلے
(۸۲)

میلادیہ اشعار کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی' حسن بریلوی' طالب اور سخاوت رامپوری کے کلام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آخر میں صبر رامپوری کا منظوم معراج نامہ بھی شامل ہے۔ اس قسم کی متنوع منظومات نے میلاد گوہر کی ترویج و تشہیر میں اہم کردار ادا کیا۔

گوہر رامپوری کا دوسرا میلاد نامہ "مدینہ کا چاند" مطبوعہ ناظم پریس' رامپور میں بھی کم و بیش انہی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مندرجات سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے جو کچھ علماء کی زبانی سنا یا جو کچھ اسے یاد تھا' وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ منظومات بہرصورت عام فہم اور پاکیزہ ہیں۔

محمد سراج الدین اکبر آبادی

سراج اکبر آبادی کے میلاد نامے "ذکر مقبول الموسوم میلاد رسول" میں نور محمدی یا ایام رضاعت کے حالات درج نہیں ہیں۔ اس میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں اور ان روایات کے سلسلہ میں کوئی سند مہیا نہیں کی گئی۔ نصف سے زیادہ میلاد نامہ میں فضیلت بسم اللہ بیان کی گئی ہے اور اس کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں بیان کردہ روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے:

> "جس دن امام حسینؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع کی۔ اس روز حضرت علی المرتضیٰؓ نے بہت خوشی کی اور دس ہزار درہم اپنے خادم کو راہ خدا میں خیرات کرنے کے لئے دیئے۔ خادم نے کہا کہ دس ہزار تو بسم اللہ کے اعداد بھی نہیں ہیں آپ اتنی خیرات کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ بیس ہزار دینار خیرات کئے جائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بسم اللہ کے بارے میں تم جتنی بھی گفتگو کرتے جاؤ گے میں اتنی ہی رقم بڑھاتا جاؤں گا۔" (۸۳)

اس روایت سے بسم اللہ کی عظمت ثابت ہو گئی مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ جن کی ساری زندگی توکل اور قناعت میں بسر ہوئی ان کے پاس دس ہزار اور بیس ہزار اور اس کے بعد مزید گفتگو پر اور رقم بڑھاتے رہنے کا دعویٰ قرین روایت نہیں ہے۔ اور اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے پھر بھی اس سے بہت زیادہ فضیلت بسم اللہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے میں ربط و تسلسل اور داخلی تنظیم مفقود ہے۔ یہ میلاد نامہ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۳۰ء کا مطبوعہ ہے۔

حاجی رحیم بخش

خان بہادر حاجی رحیم بخش' لاہور کے ریٹائرڈ سیشن جج تھے۔ ان کا معراج نامہ بعنوان "تحفہ معراج

شریف" نثر کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اعجاز معراج کو بیان کیا ہے۔ وہ معراج جسمانی کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"پیغمبروں پر وحی الٰہی کل تک سمجھ سے بالاتر تھی۔ آج بے تار پیام رسانی منہ کھولنے نہیں دیتی۔ ترقی کا ہر اگلا قدم عقول انسانی کی حدود اسی طرح وسیع کرتے ہوئے علوم قرآنی کی صداقت کی خود بخود دلیل بن رہا ہے۔ جسدی معراج النبیؐ محدود عقول انسانی کی سمجھ میں نہ آیا اور اس وقت کی ناقص و نامکمل سائنس کی نظروں میں نظریہ ثقل سے ٹکراتا تھا اس لئے اس کی تاویل یہ کر دی گئی کہ یہ معراج جسدی نہیں بلکہ روحانی تھا یا خواب تھا لیکن کیا خبر تھی کہ آگے چل کر یہی سائنس نظریہ ثقل سے بغاوت کر کے انسان اور انسان کے ساتھ سینکڑوں من وزنی اشیاء کو ہوائی جہاز میں بٹھا کر غیر معمولی سرعت کے ساتھ پوری دنیا میں گھماتی پھرے گی۔ ظلوم و جہول عقل انسانی! جس خدا نے تجھے جہاز بنانے، برق (بجلی) سے کام لینے کی قدرت بخشی ہے کیا وہ خدا اتنا قادر نہیں کہ ہوا اور برق پر خود اپنا حکم چلائے اور اپنی قدرت کاملہ دکھائے اور اپنے رسولؐ کو جسدی حالت میں براق پر برق اور ہوا سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ آپ آیات ربانی کا نظارہ دکھائے۔"(۸۳)

حاجی رحیم بخش نے بیان معراج میں قرآن مجید، مستند کتب احادیث اور سیرت و تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا انداز بیان مدلل ہے۔ انہوں نے صحیح روایات کی روشنی میں معراج جسمانی کے بارے میں شبہات دور کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے واقعات ثقہ کتابوں سے تلاش کر کے مہیا کئے ہیں۔

فدا حسین شاہ جہانپوری

فدا حسین بن مولوی احمد حسن شاہ جہانپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ "گلزار احمدی" نظم و نثر کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں بیان فضیلت ذکر خیر حضرت نبی کریمؐ" در فضائل امت محمدیؐ، در بیان شفاعت، پیدائش نور محمدیؐ" بیان ولادت سرور عالمؐ" بیان رضاعت، بیان نشوونما آنحضرتؐ" بیان شمائل آنحضرتؐ" بیان معجزات و معراج شریف، بیان وفات مبارکہ، در بیان غم بتولؓ اور در بیان شہادت امام حسینؓ کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامے میں مصنف نے خصوصی طور پر اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر روایت کے بیان کے ساتھ ہی حاشیے پر اس کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

وقت ولادت رسالتمآبؐ کے بیان سے درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"آپؐ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب وقت پیدائش حضرت آیا۔ عبدالمطلب طواف میں تھے۔ روز ولادت شریف میں تنہا تھی۔ ایک عظیم الشان بلند آواز میرے کان میں

پہنچی۔ جس کے سننے سے مجھ پر خوف غالب ہوا۔ اتنے میں ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور اس نے اپنے بازو میرے سینے پر ملے فوراً خوف جاتا رہا اور درد زہ جو لاحق تھا وہ بھی موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد میرے لئے شربت سفید آیا۔ میں نے اسے آسودہ ہو کر پیا۔ مجھے تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بلند نور مجھے نظر آیا۔ زنان بلند قامت مثل دختران عبدالمناف نظر آئیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیونکر آئیں۔ ان میں سے ایک نے بیان کیا کہ میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں۔ دوسری نے کہا میں مریم بنت عمراں ہوں۔ باقی حوران بہشتی ہیں۔" (۸۵)

متذکرہ بالا اقتباس کے لئے مصنف نے مدارج النبوت' باب اول' جلد دوم اور صفحہ ۲ کا حوالہ متن کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

فدا حسین شاہ جہانپوری نے "گلزار احمدی" کو جا بجا حواشی دے کر مفید تر بنایا ہے اور یوں اسے حتیٰ الامکان مستند و معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس میلاد نامے کے شروع میں جو ادبی اسلوب اختیار کیا' اسے اختتام تک نبھایا ہے۔ ان کا انداز بیان آسان' سادہ اور بے تکلف ہے۔

مفتی محمد خلیل

مفتی محمد خلیل' انجمن ہدایت الاسلام مالیر کوٹلہ کے صدر تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے منظوم فضائل بعنوان "فضائل النبی الاکرمؐ" بیان کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

وہ نبی جو روز محشر میں پلائیں گے ضرور
حوض کوثر سے وہ پانی جس کا ہے شریں مزا
وہ نبی ہے جس کی امت با فضیلت اس قدر
جس کے عالم باعمل کی شان ہے کالانبیاء
وہ نبی ہے جس کی امت پر خدا کی نظر خاص
نصف جنت مہربانی سے کیا ان کو عطا
وہ نبی جس کی تمنا میں رہا موسیٰ نبی
وہ نبی جس کا پتہ دیتے رہے سب انبیاء
وہ نبی ہے ذکر جس کا جا بہ جا تورات میں
وہ نبی جس کا پتہ دیتے ہیں حضرت یسعیاؑ
وہ نبی جس کا بنے گا عیسیٰ آ کر امتی
کون عیسیٰ ابن مریم آسماں پر جو گیا
(۸۶)

مفتی محمد خلیل کے بیان فضائل سے ایک ایک شعر حضور اکرمؐ کی محبت و عقیدت میں ڈوبا نظر آتا

ہے۔ یہ اسلوب بیان اردو میلاد ناموں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

سید محمد بشیر الدین احمد (م ۱۹۳۱ء)

سید محمد بشیر الدین احمد شسرامی کا میلاد نامہ "تحفہ مقبول معروف بہ میلاد رسولؐ" اکبری پریس پٹنہ سے ۱۹۱۸ء میں چھپا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے جو ناقص الآخر ہے۔ اس وجہ سے اس کی ضخامت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ حمد و نعت کے بعد فضائل میلاد رسول کریمؐ اور آغاز نور کرامت ظہور کے عنوانات ہیں۔ انعقاد محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "اے عاشقان محمدیؐ و اے شیفتگان روئے احمدی میلاد پاک کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ بالاتفاق سب علمائے اسلام اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ مولود شریف کے انعقاد سے ہزاروں خیر و برکت حاصل ہوتی ہیں چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بلکہ تمامی اہل عرب و عجم ہر کام کے آغاز اور انجام میں محفل میلاد ترتیب دیا کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں خیر و برکت ہوتی ہے تو اے مسلمانو! جب تم میں سے کوئی ارادہ مولود شریف کرنے کا کرے تو چاہئے کہ اول نیت خاص اللہ کے واسطے کرے اور نمود کو دخل نہ دے اور جو کچھ اس میں صرف کرے حلال وجہ سے ہو فقرا اور مساکین کی بہت خاطر کرے۔" (۸۷)

مصنف نے معروف کتب سیرت سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔

مولوی محمد کریم بخش

مولوی محمد کریم بخش ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "ذکر الرسولؐ" نثر کے ۴۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

تحقیق مسئلہ پیدائش نور محمدیؐ (روایت و درایت کی رو سے)، عہد از جمیع انبیاء دربار نبوت ختم المرسلینؐ، شرافت نسب رسول اللہؐ، طہارت نسب رسول اللہؐ، فضیلت و منقبت عرب، فضیلت قریش، حالت عرب بوقت تشریف آوری رسول اللہؐ، تفصیل نسب رسول اللہؐ، واقعہ اصحاب فیل، نکاح والد رسول اللہؐ، وفات والد رسول اللہؐ، ولادت باسعادت، شیر خوارگی، شق صدر، مہر نبوت، وفات والدہ رسول اللہؐ، برکت قدم، بکریاں چرانا، سفر شام، حرب فجار میں شرکت، مجلس حلف الفضول میں شرکت، شام کا دوسرا سفر، نکاح ہمراہ خدیجۃ الکبریٰؓ، تعمیر کعبہ میں شرکت، عصمت و حفاظت، واقعات عجیبہ قبل نبوت، طلوع آفتاب نبوت، آغاز و نتائج تبلیغ و دعوت، جور و ستم قریش، جور قریش بر ابوبکر صدیقؓ، حضرت بلالؓ، عمار بن یاسرؓ، تجویز اصلاح و الفت، شق القمر، ہجرت حبشہ، تقریر حضرت جعفر طیارؓ، و اسلام نجاشی، پیش گوئی متعلق فتح روم، معراج نبویؐ اور ہجرت نبویؐ۔

ولادت مبارکہ کی علامات و دلائل کے بارے میں ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"شب ولادت کو کسریٰ نوشیروان عادل کے محل واقعہ مدائن میں زلزلہ پڑ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور خود کسریٰ نے ایک ہولناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر یمن کے ایک مشہور کاہن سطیح سے پوچھی گئی۔ فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے روشن تھا۔ یک لخت بجھ گیا اور بحیرہ ساوہ واقعہ فارس اور بعض روایتوں کی رو سے بحیرہ طبریہ واقع شام خشک ہو گیا۔ آئمہ سیرت مثل سہیلی و ابن سید الناس وغیرہ نے ان خوارق عادات کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ پس بعض ہم عصر خشک مزاجوں کا انکار کرنا بے معنی ہے۔"(۸۸)

مولوی کریم بخش نے معتبر اور مستند کتابوں کے حوالوں سے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کو بیان کیا ہے۔ طرز نگارش سادہ، صاف اور عام فہم ہے۔

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی کا میلاد نامہ "انتخاب احمدی" یعنی نذر رسولؐ مرتضائی پریس آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ دیباچہ میں میلاد نامہ کی تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عہد حاضر کی میلاد خوانی کے واسطے زبان دانی، علمیت و قابلیت، اظہار حقیقت اور سب سے زیادہ اصلی واقعات پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔ کمترین جو اس کوچہ سے نابلد ہے۔ مدت العمر میں کتب معتبرہ سے جو اس خاکسار نے جمع کیا ہے اور اس کے علاوہ جابجا عشاق شیدا کا رنگین دل تڑپا دینے والا کلام بھی شامل کیا ہے۔ یہ سب کچھ چند احباب کے اصرار اور بے حد مجبور کرنے پر بغرض یادگار گلدستہ کی شکل میں طبع کرا کر پیش کرتا ہوں۔"(۸۹)

اس مختصر تمہید کے بعد عام میلاد ناموں کی طرح انداز تحریر اپنایا ہے اور پھر روایات در روایات کو قدم قدم پر بیان کیا ہے۔ ان روایات کے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا، اور تمام روایات بغیر کسی سند کے درج کی گئی ہیں۔ زبان و اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔

منشی محمد احسن سخن بہاری (م ۱۹۳۵ء)

منشی محمد احسن سخن بہاری کا میلاد نامہ بعنوان "ظہور قدسی" یکم صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں مطبع وحیدی، ولی اللہ لین، کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس میں تعین اولیٰ کی انجمن آرائی، صحف ماضیہ کی حق نوائی، تمج جاہلیہ کی کج ادائی، عید سعید کی رعنائی، عسرت و عشرت کی دلربائی اور تبلیغ بلیغ کی فرمانروائی وغیرہ کے عنوانات کے تحت دل پذیر انداز میں بیان میلاد ہے۔ اس میلاد نامے کا زیادہ حصہ نثر میں ہے کہیں کہیں سخن بہاری کے اپنے اشعار بھی فضا سازی اور حسن و تاثر میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی آمد کی بشارات تمام الہامی صحائف میں موجود ہیں۔ صحف ماضیہ کے عنوان سے ان بشارات کا بڑے اختصار اور جامعیت سے مصنف نے ذکر کیا ہے' عبارت ملاحظہ ہو:

"علماء جاہل میں صحف اولیٰ کی ترمیم و تنسیخ کا ایسا زبردست مادہ پایا جاتا ہے کہ معاندانہ تحریف سے احمد کی جگہ پارا قلیطوس کو کمفارٹر لکھ دینا کوئی عیب نہ تھا' ہنر تھا تاہم آج بھی تورات کے صحیفوں اور انجیل کے خطبوں میں حضور انورؐ کی تشریف آوری کی بشارتیں محبت بھرے الفاظ میں پائی جاتی ہیں۔ تورات کے پارہ غزل الغزلات میں حلیہ شریف کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "میرا محبوب سراپا عشق انگیز (محمد) ہے اے یروشلم کی بیٹیو' یہی میرا پیارا یہی میرا جانی ہے۔" انجیل کے پارہ یوحنا میں ہے کہ "جب یوحنا سے پوچھا گیا کیا تو ایلیاہ ہے کہا نہیں پھر پوچھا گیا تو وہ نبی (محمد) ہے' کہا نہیں۔" اسی پارہ میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔ "اب میں تم سے زیادہ باتیں نہ کروں گا کیونکہ سرور عالمؐ (پرنس آف دس ورلڈ) تشریف لانے والے ہیں۔" آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "وہ شفیع الورائی (کمفارٹر) جو روح القدس ہیں (سپرٹ آف ٹرتھ) میری شہادت دیں گے" اور یوں بھی فرماتے ہیں۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ مرا جانا تمہارے حق میں فائدہ مند ہے کیونکہ جب تک میں نہ جاؤں گا تب تک وہ نہیں آئیں گے۔ میں جاتے ہی ان کو بھیج دوں گا۔" اور اس طرح بھی فرمایا ہے۔ "میں خدا سے عرض کروں گا تو وہ تمہیں ایسا شفیع الاعظم بھیج دے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔" (۹۰)

ظہور قدسی ایک ایسا میلاد نامہ ہے جس میں شوکت الفاظ اور زور بیان کے اوصاف موجود ہیں۔ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمانی رشتہ درحقیقت والہانہ عقیدت و محبت کا رشتہ ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں۔ میلاد نگاروں نے اسی جذبہ کی کارفرمائی کے تحت اپنی تحریروں کے ذریعہ سے گلہائے رنگا رنگ اس ذات ستودہ صفات کے حضور پیش کرنے کے لئے سعی بلیغ کی ہے' دراصل جو حب نبویؐ کی دولت سے سرفراز ہوا' وہی کامیاب ہوا اور حقیقت میں یہ ایسی سرمدی دولت ہے جو دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔ تحسن بہاری نے عید سعید کے عنوان کے تحت آپ کی دنیا میں تشریف آوری کو اپنے مخصوص اسلوب میں جذب دروں سے سرشار ہو کر بیان کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"جب آفاق اپنے عزّ و ناموس کو کھو کر اسیر ہوس ہو گیا' جب انسان کی اشرفیت بربریت سے بدل چکی اور دنیا اپنی روحانیت کو مٹا کر ظلمات کے گیسوئے شب گوں میں پھنس کر حرم محترم کو صنم خانہ بنا چکی۔ کفر کی تاریکی اور الحاد کی آزادی نے مل جل کر نظام عالم کے ہر شعبہ سوشل' مارل' پولیٹکل کو تر بتر کر کے اپنے دل کا حوصلہ نکال چکی' تب رب العالمین کی رحمت رحمتہ للعالمینؐ کے پردے میں امڈی اور وہی نور علیٰ

نور جو صبح ازل میں جلوہ فگن ہوا تھا اور جس مہر عرفان کی شہادت پر کتب ماضیہ حلف اٹھا چکی ہیں، سلسلہ بسلسلہ حضرت آدمؑ و نوحؑ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے صلب منور میں نزول اجلال فرماتا ہوا، عرب کے قبیلہ قریش میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی وساطت سے بمقام مکہ مکرمہ ۱۲۔ ربیع الاول ۵۷۰ء صبح صادق کو حضرت بی بی آمنہؓ کی آغوش مطہر میں طلوع ہوا۔ ظہور قدسی کے بعد رسماً سات روز تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں جلوہ فرما رہے پھر عقیقہ ہوا اور نام پاک محمدؐ رکھا گیا۔ اس کے بعد اقرباء کی دعوتیں ہوئیں جس سے بڑی چہل پہل رہی اگرچہ یہ در مکنون ولادت پاتے ہی یتیم ہوا مگر حق تو یہ ہے کہ اس گوہر یکتا کی قدر و قیمت دونوں عالم سے بلند و بالا تھی مزید برآں چھٹے سال آپ کی والدہ بھی رحلت کر گئیں جس سے دہری یتیمی کا سامنا ہوا تاہم کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا یتیم مادر و پدر رب العالمین کا محبوب نبی رحمتہ للعالمین ہو گا۔"(۹۱)

نخن بہاری کے میلادیہ اشعار میں اسلوب بیان کی ندرت اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص حسن و انداز میں ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ ان کے اشعار کی ایک اور خصوصیت زبان کی سلاست، روانی اور بے ساختگی ہے۔ بیان ولادت کے اشعار میں لفظوں میں فصاحت، ترکیبوں میں گھلاوٹ اور بیان میں حلاوت و لطافت ہے:

مطہر رہے تم تو اس باغ میں بھی
جہاں چھوں پہ پتے جوڑے گئے تھے
تمہیں صلب ابراہیمی میں تھے پنہاں
جو آتش کدہ کو گلستاں بنائے
تمہارا نسب ایسا بالا تریں تھا
ہوئے کتنے اعلیٰ نسب جس پہ صدقے
تمہاری ولادت سے چمکی زمیں تھی
تمہاری تجلی سے آفاق چمکے
اسی نور کی روشنی میں ہیں ہم بھی
کہ جس کی بدولت ملے سیدھے رستے
(۹۲)

زبان و بیان میں ایسی وارفتگی، بیتابی اور والہانہ پن سے ظاہر ہوتا ہے جیسے میلاد نگار نے میلاد نامہ میں سب کچھ خون جگر کی آمیزش سے لکھا ہے۔

سید دیدار علی شاہ (م ۱۹۳۵ء)

سید دیدار علی شاہ محدث الوریؒ نے ابتدائی دینی علوم حاصل کرنے کے بعد دہلی میں مولانا کرامت اللہ سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالعلی رامپوریؒ، مولانا ارشاد حسین نقشبندیؒ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق مولانا وصی احمد سورتی اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ تھے۔ حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ لاہور کی درسگاہ مدرسہ نعمانیہ میں ۱۹۱۷ء تک رہے پھر آگرہ چلے گئے، جہاں وہ جامع مسجد کے خطیب اعظم قرار پائے۔ ۱۹۲۲ء میں وہاں سے جامع مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب بن کر چلے آئے۔ ان دنوں مسجد وزیر خاں، لاہور کی علمی و دینی سرگرمیوں کا مرکز تھی وہ یہاں علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا اور دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں مدفون ہوئے۔

ان کی علمی یادگاروں میں رسول الکلام فی بیان المولود والقیام، میلاد کے مباحث پر مبنی کتاب ہے۔ میلاد النبیؐ پر بلوغ المرام کے نام سے انہوں نے میلاد نامہ لکھا۔ جب اسے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے سامنے پڑھا گیا تو وہ سنتے سنتے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرط انبساط میں جھومنے لگے۔(۹۳)

اس میلاد نامے میں مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا گیا ہے اس کے مندرجات دیگر میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ اس کا انداز نگارش علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ اس میں حب رسولؐ کے تذکار کے تاثر کو خلوص کی شدت نے اور زیادہ ابھار دیا ہے۔

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی (م ۱۹۳۵ء)

مرزا محمد ہادی نام، عزیز تخلص ہے۔ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد مرزا محمد جعفر شیراز کشمیر آئے اور پھر شاہان اودھ کے دور حکومت میں لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ ان کے والد مرزا محمد علی اپنے زمانے میں فضل و کمال کے لحاظ سے بلند پایہ رکھتے تھے۔ عزیز نے اپنے خاندان کی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے تحصیل علم میں بڑے ذوق و شوق کا ثبوت دیا۔ عزیز کو شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ صفی لکھنوی سے اصلاح سخن لی۔ پھر رفتہ رفتہ کثرت مشق سے بہت جلد خود بھی استادی کا درجہ حاصل کر لیا۔ عزیز کا ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

ان کے نعتیہ قصائد "بہار ربیع در جوش موسم اردی و برخے از حالات ولادت انسان کامل عین العالم حقیقۃ الحقائق مرأت الصفا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضورؐ کی ولادت کا بیان ہے اور معراجیہ در مذاق تغزل و نعت ہادی سبل حضرت ختم الرسلؐ میں معراج کا بیان تغزل کے رنگ میں ہے۔

قصیدہ بہار ربیع میں بہاریہ تشبیب کے بعد بیان میلاد النبیؐ ہے:

نوید آدم و حوا کو دے کوئی جا کر
کہ وجہ خلقت دنیا کا اب ہوا اظہار

وہ گل کھلایا ہے فطرت کے موقلم نے آج
کہ گر گئے ہیں نگاہوں سے سارے نقش و نگار
بہک رہی ہے اشاروں سے داروئے مستی
ہزار جام و صراحی تری نگہ پہ نثار
(۹۴)

عزیز نے قصیدہ معراجیہ میں تغزل اور مکالمے کے انداز میں معراج کے بیان کو دل آویز بنا کر پیش کیا ہے:

میں نے یہ کہا ہاتھ سروش تھا کس کا
فرمایا نہ پوچھ اس کو وہ تھی اور ہی ایک بات
کس نے لیا تھا بوسہ پا ہائے مبارک
یہ تو مجھے بتلایئے اے قبلہ حاجات
فرمایا وہ تھی عرش الٰہی کی جسارت
مانع ہوئی مجھ کو روش حسن مراعات
میں نے کہا "فرمایئے" خلوت میں ہوا کیا؟"
فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات
(۹۵)

اس کے بعد شاعر حضور کے اوصاف مبارکہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

تو شارح آیات کتاب تقدیس
خلوت کدہ حسن کی ہمراز تری ذات
کس منہ سے کہوں کیفیت لذت تقریر
واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
زلفوں سے تری پیچ پہ جبیں کا ہے اشارہ
ہو معجزہ شق قمر آئی ہے اب رات
کہتے ہیں اس واسطے تجھ کو ابوالارواح
تھا نور تیرا مظہر ارضین و سماوات
(۹۶)

عزیز کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہے۔ اشعار میں سلاست و صفائی کے علاوہ لکھنوی تہذیب کی متانت اور شائستگی کا جوہر بھی موجود ہے۔

علامہ راشد الخیری (۱۸۷۰ء — ۱۹۳۶ء)

راشد الخیری "مصور غم" کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ فطری طور پر حزن و ملال کے دلدادہ تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر عورتوں کی تعلیم و ترقی' اور ان کے مسائل و مصائب حیات پر مبذول رہی۔ وہ اردو کے ان چند خوش قسمت مصنفوں میں سے تھے کہ جن کی کتابیں زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ بار بار چھپتی ہیں اور فروخت ہو جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد تیس سے کم نہیں۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ "آمنہ کا لال" طرز نگارش کے لحاظ سے نہایت جدید اور اصلاحی ہے۔ اسے زنانہ مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس امر کی نشاندہی کتاب کی ابتداء میں کرتے ہوئے' لکھتے ہیں:

"مولود شریف کی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں مگر میری رائے میں مسلمان لڑکیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب و یابس سے بالکل پاک ہو اور نہ صرف ان ہی کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسولؐ کو پیش کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں' جس کے یقین میں قیاس تامل کر سکے اور یہی حقیقت بھی ہے۔ استعارہ اور تشبیہ مصنف کا جائز حق ہے۔ اس کو مبالغہ سمجھنا غلطی ہو گی۔"(۹۷)

دراصل میلاد ناموں کا مقصد اصلاح دین' اصلاح معاشرہ اور اصلاح کردار ہے۔ ان میلاد ناموں کی وجہ سے عوام میں سیرت النبیؐ عام فہم روایات کے ذریعہ ہمیشہ پھیلتی رہی ہے۔ اور مسلمان میلاد و سیرت نگاروں نے نبی کریمؐ سے متعلق کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ نبی کریمؐ کی شکل و شباہت' حسن و جمال' خصائص و کمالات' رفتار و گفتار' اخلاق و کردار' عدل و انصاف' جود و سخا' زہد و عبادت' صبر و قناعت' عزم و استقلال' عفو و درگذر' حسن خلق' حسن سلوک' سادگی و بے تکلفی' لطافت طبع غرضیکہ ہر ادا اور ہر وصف کو قلمبند کیا ہے اور انہی خصائل حسنہ کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے محفل میلاد سے تبلیغی و اصلاحی مقاصد حاصل ہوتے رہے ہیں۔

"آمنہ کا لال" لکھنے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو میلاد النبیؐ کے بارے میں صحیح معلومات میسر آ سکیں۔ اس لحاظ سے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب رطب و یابس سے پاک ہے اور اس میں واقعات و روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ تشبیہات و استعارات کے استعمال میں اسے اپنا جائز حق سمجھتے ہوئے مصنف نے اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا۔ خیال آرائی اور اسلوب کی رنگینی نے ان کی نثر میں شاعرانہ لطافت پیدا کر دی ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مہینے کا چاند اپنے ساتھ

کیا لاتا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب' کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچے کی پیدائش کا نقارہ بجا رہے ہیں جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔ چھٹی صدی عیسوی نے اپنی ستر منزلیں طے کر لی تھیں۔

۵۷۱ء کا موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔ ربیع الاول کی آٹھویں اور اپریل کی چودہویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں بہو کے درد زہ کی خبر پہنچی اور آنا" فانا" گھر اور اس کی چار دیواری عورتوں سے بھر گئی۔ چلنے والے قدم' آنے والی بیبیوں اور جمع ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا' قدرت کی محبوب ترین تخلوق ہو گا اور ہم اس پر سوجان سے قربان ہوں گے۔"(۹۸)

"آمنہ کا لال" پہلی بار ۱۹۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۱۰۳ صفحات ہے اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے ابتدا کر کے عرب کی حالت' آپ کی ولادت' خاندان' شیر خوارگی' دائی حلیمہؓ کے ہاں پرورش' والدہ اور دادا جان کی رحلت' ابو طالب کی کفالت' لڑکپن' جوانی' سفر شام' حضرت خدیجہؓ سے شادی' غار حرا میں عبادت' پہلی وحی کا نزول' ورقہ بن نوفل کی بشارت نبوت' بی بی خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال' مدینہ میں اشاعت اسلام' مدنی زندگی' یروشلم کے یہودیوں کا آپ کی نبوت کا اعتراف' آپ کے متعدد نکاح اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب' اسلام کا عورتوں کے حقوق کی حمایت کا اعلان' جیسے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ذکر ولادت سے متعلق سیرت مقدسہ کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ معراج اور لڑائیوں کے حالات چھوڑ دیئے ہیں۔

راشد الخیری نے میلاد ناموں کے مرتبین کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے کہ وہ جوش عقیدت میں اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں جس کی بناء پر غیر مسلم ناقدین ان میلاد ناموں پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرمؐ کے خلاف مغرب نے جو زہر اگلا' اس کا بڑا حصہ مولود شریف کی کتابوں اور مولود خوان حضرات کی عنایت کا ممنون ہے اور ولیم میور کی تصنیف "لائف آف محمدؐ" ایسا آئینہ ہے جس میں ہر مسلمان اپنا چہرہ آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔"(۹۹)

راشد الخیری نے اپنی ساری تصنیفی عمر عورت کی مظلومیت کا رونا روتے اور حقوق نسواں کے لئے جہاد کرتے گذاری ہے۔ ان کا یہ مخصوص رنگ میلاد نامے میں بھی واضح طور پر جھلکتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے عرب کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عورت! ہائے عورت!! کیا مٹی پلید ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ لونڈی ہے' جانور ہے' ذلیل ہے' حقیر ہے۔ کیسی عزت' کہاں کی وقعت' کس کا ترکہ' کدھر کا

ورثہ؟ مشورہ نہ صلاح' نکاح نہ بیاہ۔ مار پیٹ جائز اور ظلم و ستم مباح۔ یعقوبؑ و یوسفؑ کی بسنے والی زمین پر جہاں خلوص و صداقت کے پھول مہک چکے تھے' اب مکرو دغا کی نہریں جاری ہیں اور جبر و ریا کے کانٹوں سے انسانیت کا گلشن ایسا پٹا پڑا ہے کہ باد صبا بھی قدم دھرتی کانپتی ہے۔ ایمان کے قمقمے گل ہوئے' انصاف کی ہوائیں ختم ہوئیں اور مظلوم عورت کی رگ رگ سے مرد کے ستم کی فریادیں بلند ہونے لگیں۔ معصوم بچیاں' جیتی جاگی اور جیتی بولتی' زمین کا پیوند ہو رہی ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ ان زندہ روحوں کی خوں ریزی پر اف بھی کر سکے۔ اندھے کنوئیں اور گہرے گڑھے ان بدنصیب بچیوں کی زندہ ہڈیاں گود میں لئے ان کی بیکسی و لاچاری کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ جوان عورتیں جن کی عصمت کوئی وقعت نہیں رکھتی' بے پناہ ہیں۔ بڑھیاں نوکروں اور ماماؤں کی خدمت انجام دے رہی ہیں اور اس سرے سے اس سرے تک تمام عربستان مصائب کی پوٹ اور آفات کا میدان بنا ہوا ہے۔"(۱۰۰)

علامہ موصوف نے اپنی شاعرانہ نثر میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں ایسا انداز اختیار کیا ہے جیسے وہ آپؐ کے سامنے عرض حال کر رہے ہوں' ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"آمنہ کے لال! تیری پیدائش ایک نعمت ہے جو خدا ہم کو عطا فرما رہا ہے' تیرا مبارک وجود جس نے کارخانہ حیات کو زیر و زبر کر دیا تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تہلکہ مچا دیا۔ قدرتی انعام تھا۔ عبداللہ کے یتیم تو انسانیت کا سرتاج تھا جو ہم کو آدمیت کے معنی بتا گیا۔ تیری زندگی جس نے عدل نوشیرواں کو شکست دی اور عرب کی سنگلاخ زمین پر خلق و مروت کے دریا بہائے عطیہ خداوندی تھا۔ دنیا کو روشن کر دینے والے چاند! شیر و بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینے والے بادشاہ! بڑھیا بھکارن کی صدا پر لبیک کہنے والے آقا! یتیم کے زخموں پر مرہم رکھنے والے طبیب! بیوہ کے داغوں کو پھول بنا دینے والے باغباں تو نے دکھایا اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک انسان بغیر کسی فوج اور لشکر کے لاتعداد دلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔ عرب کی جہالت کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بتوں کو ڈھانے اور شرک کو مٹانے والے رسول! تو نے سنایا اور ہم نے سنا' تو نے زبان سے فرمایا اور ہم نے آنکھ سے دیکھا کہ ایک تن واحد کی صداقت گروہ اور جماعت ملک اور عالم کے مقابلہ میں کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ تیرے کرم نے اندھے کی آنکھوں میں لہریں لیں۔ تیرے رحم نے اپاہج کے دل میں رحم پیدا کیا۔ تیرے خلق نے جانی دشمن کی عداوت ختم کی اور تیری عنایت نے غیر کو عزیز بنا دیا۔

رسالت کے لازوال چمنستان میں خالق حقیقی نے نبوت کا تاج تیرے سر پر رکھا اور دنیا کی محدود آبادی میں دشمن تیری صداقت پر اور اغیار تیری امانت پر قربان

ہوئے صداقت کے مجسم پتلے! ایثار کے کامل انسان' تو نے دنیا کے ہر گوشے کو اپنی روشنی سے جگمگایا۔ آمنہ کے لال اور عبداللہ کے یتیم تو نے عالم میں اپنی انسانیت کا ڈنکا بجا دیا۔"(۱۰۱)

اس مندرجہ بالا اقتباس کی فصاحت و بلاغت اور معنی آفرینی میں کوئی شک نہیں ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں لیکن نبی کریمؐ کو مخاطب کرنے کے سلسلہ میں "تو" اور "تیرے" کی عوامی علامات ذوق سلیم پر بار گذرتی ہیں۔ اور یہ انداز بہت عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں مناجات کے طور پر استمداد طلبی کے لئے دلسوز اور پر تاثیر عبارت لکھی ہے۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"غفور الرحیم! گنہگار بندے نادم و شرم سار تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری زبانیں گندی ہماری آنکھیں اندھی۔ ہمارے دل کھوٹے۔ ہمارے منہ چھوٹے تیری ذات رافع۔ تیری شان اعلیٰ۔ تیرا کام کرم۔ تیرا شیوہ رحم! دکھا اپنی قدرت کے کرشمے اور قبول کر ہماری دعا۔ ظاہر کر اپنی شان کریمی اور سن ہماری التجا۔

رب العالمین! دل کو ہمت دے' جسم کو طاقت دے' دعا کو اثر دے' التجا کو قبولیت' بچوں کو زندگی' عزیزوں کو خوشی' رزق میں برکت' حوصلہ میں جرأت' قلب کو اطمینان' مشکل کو آسان' مقاصد کی تکمیل' آفات کی تسہیل' مرنے والوں کی مغفرت' بیماروں کی صحت' غیر سب کی خیر' دوست ہوں یا دشمن' اپنے ہوں یا غیر' معصوم بچے گڑ گڑا گڑ گڑا کر توتلی زبان میں تتلا تتلا کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ تیری سرکار میں ملتجی ہیں۔ صدقہ اس بچے کا جو آمنہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوا' طفیل اس کا جس نے حلیمہؓ کا دودھ پیا' اور واسطہ اس کا جو مطلب کی گود میں کھیلا۔ ان بچوں کی فریاد سن' ان کی دعا قبول کر' ان کی عمروں میں ترقی دے۔ مقدر میں اقبال دے۔ دولت سے خوشحال کر۔ علم سے مالا مال کر۔ نافرمان لونڈیاں بصد ادب ہاتھ جوڑے سر جھکائے اپنی آرزوئیں لے کر اپنی مرادوں کے ساتھ اس لئے کہ یہ مجلس میلاد اس کی ہے جس کی تو نے سنی' ذکر اس کا ہے جو تیرا محبوب تھا۔ مولا کریم! ان کے سہاگ قائم رکھ۔ تندرستی دے ان کے شوہروں کو۔ عمر دے ان کے بچوں کو۔ برکت دے رزق میں۔ سلوک دے میاں بیوی میں۔ محبت دے بہن بھائی میں۔ صحت بیماروں کو' رہائی دے گرفتاروں کو' توفیق دے عبادت کی' شوق دے علم کا' پورے کر ارمان۔ عطا کر ایمان۔"(۱۰۲)

علامہ راشد الخیری نے نبی کریمؐ کے نکاح کا ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے اور اس میں غیر مسلم مبلغین جو مسلمان عورتوں کو بہکاتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر کر کے بدظن کرتے ہیں۔ ان امور پر فاضل مصنف نے خاص طور پر روشنی ڈالی ہے اور ان کی وجوہ دلنشیں پیرایہ میں بیان کی ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کی عمر حضور سے دگنی نہیں تو ڈیوڑھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے شباب کا زمانہ

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ساتھ گذارا اور ان کی حیات طیبہ میں کوئی دوسری شادی نہ کی۔ سوائے حضرت عائشہؓ کے اور کوئی بھی دوشیزہ نہ تھیں۔ اس قسم کے وزنی دلائل کے ساتھ موصوف نے مسلمان عورتوں کے اذہان سے ایک اہم اشتباہ کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اس میلاد نامہ کو سرسید اور حالی کے موالید کے سلسلہ کی توسیع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"سرسید احمد خاں اور حالی نے مولود ناموں کو وقت کی اہم ضرورت سمجھا تاکہ میلاد کی مجلسوں کے لئے ایسی مختصر کتابیں لکھی جائیں جن میں ثابت شدہ روایات ہوں اور موضوعی روایات و احادیث سے دامن بچایا جائے۔ سرسید کی "جلاء القلوب بذکر المحبوب" اور حالی کے "مولود شریف" سے اس سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے بعد میں اسی نمونہ پر مولانا راشد الخیری نے "آمنہ کا لال" اور سیماب اکبر آبادی نے "زنانہ میلاد" لکھا۔" (۱۰۳)

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی یہ رائے درست ہے کہ "آمنہ کا لال" میں راشد الخیری نے وضعی روایات سے احتراز کیا ہے اور ایک نئی وضع اور نئے رجحان کا حامل مولود نامہ لکھا ہے لیکن زبان و بیان کے اعتبار سے راشد الخیری کے اسلوب میں رنگینی خیال ہے جبکہ سرسید و حالی کے مولود ناموں کی زبان بہت سادہ ہے۔ تاہم طرز اظہار کے لطف اور احساس و جذبہ کی شدت و تاثیر میں ہی اس کے حسن و دل آویزی کا راز مضمر ہے۔ اور بقول ڈاکٹر انور محمود خالد "یہ کتاب کتب مولود کی مجلس میں صدر نشیں بننے کی مستحق ہے۔" (۱۰۴)

علامہ راشد الخیری نے محافل میلاد اور میلادی روایات کی اصلاح کے سلسلہ میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۹ء تک مختلف مضامین لکھے جو مختلف جرائد میں بالعموم اور "عصمت" میں بالخصوص چھپتے رہے۔ ان مضامین کو "محسن حقیقی" کے نام سے ایک علیحدہ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا جو راشد الخیری کے انتقال کے بعد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ (۱۰۵) ان مضامین میں بھی انہوں نے میلاد شریف کی معتبر کتاب کی اشاعت کو ضروری خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میں مسلمانوں سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ اگر ایک ایسا مولود شریف تیار کردیں جو مبالغہ سے پاک ہو تو وہ مذہب کی بہت بڑی خدمت انجام دیں مگر اب تک کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اب میں خود کوشش کر رہا ہوں۔" (۱۰۶)

محسن حقیقی کے مضامین سے "آمنہ کا لال" لکھنے کے سلسلہ میں راشد الخیری کے نظریات اور سماجی عوامل و محرکات کی بھی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "آمنہ کا لال" ہر لحاظ سے رطب و یابس سے پاک اور زنانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔

محمد قمرالدین

محمد قمرالدین فرزند حاجی محمد یعقوب' مالک مطبع احمدی نے "مولود شریف جدید" مرتب کیا۔ اس کے

ابتدائی اوراق میں کچھ نئے موضوعات شامل ہیں مثلاً نبی کریمؐ کے اوصاف اور شمائل و فضائل کا بیان قرآنی آیات اور ان کے تراجم کے ساتھ دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کی برکات اور دیگر امتوں پر امت محمدی کی فضیلت حقائق کو مدنظر رکھ کر بیان کی گئی ہے۔ ولادت مقدسہ اور بعد کے دوسرے بیانات میں دیگر عام میلاد ناموں کی سی کیفیت ہے۔ آخری آٹھ صفحات میں محفل میلاد کی حمایت میں علماء کے فتوے دیئے گئے ہیں۔ اس کی ضخامت ۸۵ صفحات ہے اور یہ میلاد نامہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء میں مطبع قیومی کانپور سے طبع ہوا۔ زبان و بیان سادہ اور عام فہم ہے۔

غلام محمد عباس (م ۱۹۳۹ء)

اصل نام عبداللہ تھا مگر غلام محمد عباس کے نام سے پکارے جاتے تھے اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ پٹنہ کے رئیس اور مشہور طبیب حکیم رعایت حسین کے صاحبزادے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت والد کی سرپرستی میں بانکی پور میں ہوئی۔ کچھ عرصہ پھلواری ضلع پٹنہ میں بھی مقیم رہے۔ غلام محمد عباس نے مختصر سی مدت میں نظم و نثر لکھنے پر قدرت حاصل کر لی۔ ان کا زیادہ طبعی لگاؤ اور رجحان مذہب سے تھا۔ انھیں اپنے دور میں شاعری اور علم و فضل کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔

ان کا میلاد نامہ "ذکر میلاد" ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں پہلی بار چھپا۔ اس کی ضخامت ۶۰ صفحات ہے۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد محفل میلاد کی برکات' نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا بیان' رضاعت' اور بیان معراج کے عنوانات ہیں۔ ان میں معراج کے واقعات کو نظم و نثر میں بڑی شرح اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان معراج میں بھی زیادہ حصہ منظوم ہے۔ یہ میلاد نامہ ۲۷ رجب ۱۳۳۲ھ کی محفل میلاد بسلسلہ معراج النبیؐ کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا اسی مناسبت سے اس میں معراج کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی بیان معراج میں مصنف نے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کی ہیں۔ واقعات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ معتبر اور مستند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے معراجیہ اشعار میں اثر آفرینی' زور اور روانی' حسن بیان کی ندرت و خوبی کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

جب مرکب شہ مسکن جبرئیلؑ میں پہنچا
اور پرتو حسن عرش کی قندیل میں پہنچا
اس اوج پہ پہنچا جو نہ تخییل میں پہنچا
الہام خدا راہ کی تسہیل میں پہنچا

بس خاتمہ درجہ جبرئیل یہی ہے
رفرف کے لئے منزل تبدیل یہی ہے

کی عرض جبرئیل نے چلنا محال ہے
آگے بڑھوں یہاں سے یہ کس کی مجال ہے

یہ انتہائے اوج براق خیال ہے
آغاز باب بارگاہ لایزال ہے

جان پہ وہاں آئے اگر بال بھر اڑوں
کب بڑھ سکوں جو عمر کے سبھی سال بھر اڑوں

خادم کو جتنا اوج خدا سے عطا ہوا
مولا اسی قدر حق خدمت ادا ہوا
ہاں فخر پائے بوس سے رتبہ سوا ہوا
آغاز حجاب نور و ظلمات کا ہوا

پردے سیہ ہیں صاف ہیں روشن کہ تار ہیں
اس کی شرح میں چشم کتاں تار تار ہیں

رفرف پہ پھر وہاں سے شہ بحر و بر چلا
تھا تو شعاع نور مگر عجب خیرہ کر چلا
ہر ہر قدم نگاہ کی حد پہ وہ دھر چلا
کرنوں سے آفتاب کی بھی تیز تر چلا

شہ پہنچے وہاں تار نظر جلتے ہیں جس جا
اور طائر ادراک کے پر جلتے ہیں جس جا

کہسار تیں' وادی ایمن یہ نہیں ہے
ہوں زاغ و زغن جس میں نشیمن یہ نہیں ہے
پانی ہو جگر درد سے' وہ بن یہ نہیں ہے
اور آگ جہاں ڈھونڈیں وہ گلخن یہ نہیں ہے

مطمئن جہاں پہنچے تم آئے ہو یہ عرش ہے
یاں آنکھ بچھاتے ہیں ملک نور کا فرش ہے

لامع خدا کا نور تھا سرور جدھر ہو گئے
تھے بوئے گل بسان نسیم سحر گئے
تھے قرہ باصرہ کہ بشکل نظر گئے
تھے جسم نور مثل شعاع قمر گئے

خالق نے پکارا کہ محمد چلے آؤ
میں طالب دیدار ہوں احمد چلے آؤ
(۱۰۷)

غلام محمد عباس نے واقعہ معراج کے نمایاں مضامین کو بیان کیا ہے۔ ان اشعار میں روانی و ربط موجود

ہے۔ اسی وجہ سے ان اشعار کو محافل میلاد میں روانی اور تیزی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ تشبیہات و استعارات بھی سادہ اور عام فہم ہیں۔ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کے لئے لفظوں کو سجا کر استعمال کیا گیا ہے۔ اور ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے ایک کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی سیالکوٹ چھاؤنی کے رہنے والے تھے اور پیر سید جماعت علی شاہؒ (علی پور سیداں) کے مرید تھے۔ ان کا میلاد نامہ "خیر المطلوب فی مولود المحبوب" نثر کے ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند ایک منظومات بھی شامل ہیں۔

اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

حمد و نعت' منقبت اصحاب کبارؓ' وصف حضرت ابو حنیفہؒ' بیان نماز' فضائل درود شریف' فضیلت میلاد' بیان کرامت صدیق اکبرؓ' معجزات رسالتمابؐ کا بیان' قصہ عاشق نبی الکریم عبد الرحیم' بیان معراج آنحضرتؐ' آنحضرتؐ کا زمانہ مبارک' معجزہ حضرت امام حسنؓ' امام حسینؓ' بیان آہو' بیان حلہ جنت' بیان شہادت حضرت امام حسینؓ' بیان کرامت پیران پیر دستگیر عبدالقادر جیلانیؒ' بیان کرامت خواجہ معین الدین اجمیریؒ' قصہ حضرت بلالؓ' حضرت اویس قرنیؓ' بیان شراب خوروں کا' بیان خوف خدا سے رونے والوں کا' بیان نافرمان عورتوں کا' بیان وفات سرور کائناتؐ' بیان گنہگار امت' بیان قیامت کے دن کھڑا ہونا' جہنم کا اور بیان جنتی اور دوزخیوں کا۔

مصنف نے چند روایات کے بیان میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ مثلاً بیان معراج میں ایک ایسی روایت بیان کی ہے جو مستند کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "اے جبرئیل آج حق تعالیٰ نے سرفراز کیا' میری سواری کو براق بھیجا لیکن میں اس اندیشہ میں ہوں کہ قیامت کے دن میری امت ننگی بھوکی پیاسی گناہوں کے بوجھ گردن پر رکھے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے اور پچاس برس کی راہ قیامت کے آگے رکھی گئی ہے اور تیس برس کی راہ پل صراط پر کھینچی ہے' کیونکر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچیں گے۔ جناب باری سے حکم آیا' حبیب میرے کچھ غم نہ کیجئے۔ جس طرح میں نے آج تمہارے لئے براق بھیجا ہے اسی طرح تمہاری امت کے واسطے ہر ایک کی قبر پر براق بھیجوں گا۔ سب کو براق پر سوار کر کے پل صراط سے پار اتار دوں گا۔ یہ کلام حق تعالیٰ سن کر براق پر سوار ہو کر مقام ابراہیم سے ایک لمحہ میں بیت المقدس پہنچے۔"(۱۰۸)

اس میں میلاد کے علاوہ دیگر واقعات مجلسی تقاضوں کے تحت شامل کئے گئے ہیں۔ میلاد کے موضوعات و مضامین کم و بیش دیگر میلاد ناموں کی طرح یکساں نوعیت کے حامل ہیں۔ منظومات کے آہنگ میں تبلیغی جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔

سید عاجز رامپوری

سید خورشید علی خاں پورا نام' عاجز تخلص ہے۔ ان کے والد سید مبارک علی خاں ریاست رامپور کے ایک فرد تھے۔ سید عاجز نے ایک حادثے سے متاثر ہو کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ مولود خوانی میں حافظ احمد جان رامپوری کے شاگرد تھے۔ ان کے "میلاد شریف" کا مخطوطہ اے۔ اوراق پر مشتمل ہے' جو رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں ہر عنوان کے تحت اس کی تاریخ تالیف بھی مندرج ہے۔ ذکر میلاد (۲۶۔ جنوری ۱۹۲۵ء)' ذکر وفات (۱۱۔ نومبر ۱۹۲۳ء) اور ذکر معراج (۱۵۔ نومبر ۱۹۲۳ء) کو لکھا گیا تھا۔(۱۰۹) اس میں ذکر شعبانہ فاتحہ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ایک کرامت بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ مخطوطہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔

قاضی قلندر علی

حاجی مولوی قاضی ابوالفیض قلندر علی سہروردی لاہور کے مشہور صاحب دل بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ ان کا مبسوط معراج نامہ "سیاح لامکاں" نثر کے ۲۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں۔

سائنس اور معجزہ' معجزہ اور اس کی حقیقت' معجزات سید انس و جان' ترجمہ آیت معراج شریف' لیلتہ الاسراء میں مقام روانگی اور انتخاب سواری' تاریخ کعبہ مکرمہ' شاہسوار عرب مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک' تاریخ بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ' عروج الی السماء یا سیر افلاک' لقائے حبیب' لیلتہ المعراج کے انعامات اور حقیقت صلوات' سیر جنت' معائنہ جہنم' مسئلہ معراج اور معترضین' حکایات نادرہ اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل فی الصفات ہونا۔

معراج نامہ "سیاح لامکاں" میں مصنف نے نبی کریمؐ کی سیر افلاک اور محبوب حقیقی سے ملاقات کے واقعات کو اجمالی طور پر پیش کرنے کے بعد ایک پورا باب نماز کی برکات' نماز کی اہمیت اور نماز کے فوائد کے بارے میں لکھا ہے۔ مسلمان کی ترقی کے تمام راز نماز میں مضمر ہیں۔ مسلمانوں کو مرکزیت نماز باجماعت ادا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ معراج کی سب سے بڑی یادگار نماز ہے۔

جنت کی نہروں کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ نے جنت کی نہروں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں۔ دودھ کی نہریں ہیں جو بدمزہ نہیں ہوتا۔ شراب کی نہریں ہیں جس میں خرابی نہیں اور پینے والوں کے لئے لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کی نہریں ایک مشک کے پہاڑ سے نکلتی ہیں اور بغیر خندق کے بہتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوثر بھی جنت میں ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستر ہزار فرسنگ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے

زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سیحان اور جیحان' فرات اور نیل سب جنت کی نہریں ہیں۔ ایک نہر کو بیدخ اور ایک کو ریان فرمایا۔ نہروں کے علاوہ سلسبیل اور تسنیم چشموں کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔"(۱۰)

قاضی قلندر علی کے بیان معراج میں ایک ایسی حلاوت اور چاشنی ہے جو دل کو گدگداتی ہے اور محسوس کراتی ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی صاحب دل بزرگ اور روحانیت کی منازل سے آشنا ہے۔ مصنف نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی مشہور آیت سبحان الذی کی نہایت دلکش تفسیر بیان کی ہے۔ اس معراج نامے میں انہوں نے دیگر معجزات کی بحث کے ضمن میں سائنس اور معجزات کے فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ اس میں دو ابواب خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تاریخ کے بیان پر مشتمل ہیں جو دلچسپ ہونے کے علاوہ معلومات سے پر ہیں۔ غیر اقوام کے ادباء اور شعراء نے بھی معراج شریف کے متعلق اپنی استعداد کے مطابق طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے بیانات سے بھی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں قاضی قلندر علی نے شگفتہ اور دلچسپ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اور ان کے ایک ایک لفظ سے والہانہ عقیدت ٹپکتی ہے۔

نہال احمد علوی (م ۱۹۴۱ء)

نہال احمد علوی قصبہ کڑا ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ "الاحسان" کے مدیر رہے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "نظم روح افزا فی ذکر خیرالوریٰ" مطبع انوار احمدی الہ آباد سے چھپا۔

نہال احمد علوی' علامہ اقبالؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ان کے بیان میلاد و معراج میں سادگی' صفائی اور روانی کے علاوہ حقیقت محمدی ان کی نظروں میں پیام زیست کی طرح بسی ہوئی ہے اور جان و دل کے ساتھ پیوست ہے۔ اسوہ حسنہ کے محاسن اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ شاعر کے تخیل کو مسحور کئے ہوئے ہیں' اسی وجہ سے واقعات کے بیان میں بھی شعریت دبنے نہیں پاتی۔ بیان ولادت سے چند شعر درج ذیل ہیں:

زمیں سے فرشتوں نے آکر کہا
مبارک تجھے عزت جاوداں
فلک ناز کرتا تھا اس پر بہت
کہ مجھ پر ہے یہ آفتاب جہاں
قمر بھی ہے مجھ میں ستارے بھی ہیں
ملائک بھی ہیں اور حور جناں
ترا رتبہ ہے آج سب سے بلند

تو ہے تخت گاہ شہ دو جہاں
اتر آئے سب آسماں کے فلک
نہ باقی رہے عرش پر قدسیاں
صدا دے رہے تھے نقیب فلک
خراماں خراماں ادب سے رواں
ہجوم ملائک ہوا اس قدر
کہ جس کا نہیں ہو سکا کچھ بیاں
ہوا پھر ورود حبیب خدا
جو ہیں غایت خلق کون و مکاں
ازل سے جو صاحب ہیں لولاک کے
جو رتبہ میں ہیں سرور سروراں
کمال ان کی مسند جمال ان کا تاج
براق ان کا مرکب مکاں لا مکاں
وہ مختار کل احمد پاک نام
وہ محبوب حق شافع عاصیاں
سخی و کریم و رؤف و رحیم
خلیق و حلیم اور شیریں زباں
حمیدہ خصائل و جمیل الشیم
وہ غمخوار امت پناہ جہاں
ہر اک سو سے آئی یہی پھر صدا
سلام علیک اے شہ دو جہاں
سلام علیک اے رؤف رحیم
سلام علیک اے شہ انس و جاں

(iii)

نبی کریمؐ کی تشریف آوری کی برکات اور ثمرات کے بارے میں شاعر کا تخیل ساری دنیا کا جائزہ لے کر حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین پیدا کرتا ہے۔ شاعر آپؐ کو ہادی عالم کے رنگ میں پیش کرتا ہے جس نے دنیا کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔ کلام میں خلوص اور اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے:

ہوا گرم جب آفتاب جمال
پڑا سرد بازار حسن بیاں

پرستش بتوں کی کرے کون پھر
جمال خدا ہو جو سب پر عیاں
نہ باقی رہا خمر میں اب خمار
شراب محبت سے ہیں مست جاں
کبھی ہو رہا ہے جہاد کبیر
کبھی جنگ برپا ہے با دشمناں
نہ باقی رہا اب وہ فسق و فجور
ہیں خوف خدا سے سبھی خستہ جاں
دروغ جہاں ہو گیا بے فروغ
کہ ہے صدق کا معتقد اب جہاں
عداوت سے سب کو عداوت ہوئی
جو دشمن تھے وہ بھی ہوئے مہرباں
جہالت گئی معرفت سے بدل
وہ سر نہاں ہو گیا اب عیاں
(۱۲)

نہال احمد علوی نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں ہر جگہ واقعیت کو قائم رکھا ہے، صحت روایات، ضخامت اور زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے یہ مثنوی میلادیہ منظومات میں گرانقدر تصنیف ہے۔

شیخ عبدالصمد صدیقی

اصل نام شیخ عبدالصمد، معروف نام محمد عبدالغنی، لقب نور اللہ شاہ، صدیقی النسب تھے۔ ان کے پدر گرامی شیخ احمد حسین لکھنوی مشہور عالم دین تھے۔ عبدالصمد قادری طریقت میں شاہ سلامت اللہ کے مرید تھے۔

شیخ عبدالصمد نے مولود برزنجی کی شہرت و مقبولیت کو مد نظر رکھ کر اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے ایک دوسری وجہ بھی بیان کی ہے:

"مولود برزنجی میں بیان کردہ روایات اور حالات صحیح اور معتبر ہیں۔ جن سے جمہور علمائے محققین و محدثین اور اہل سیر باخبر ہیں۔" (۱۳)

عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ ۲۷ صفحات پر محیط ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

نمونہ کے طور پر مختصر عبارت درج ذیل ہے:

"فرشتے تحفے درود و سلام کے ہماری طرف سے اس درگاہ عالی جاہ میں ہمیشہ لے جائیں۔ جس کی ہیبت سے نوشیرواں کے محل کے ستون گر پڑے اور ان کی تعظیم کے واسطے درختوں' پتھروں اور جانوروں تک نے سجدہ تعظیمی کیا۔"(۱۱۴)

عبدالرزاق ندوی

عبدالرزاق ندوی کا "میلاد نامہ جدید" صدیق بک ڈپو' لکھنؤ سے پہلی بار ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

رسالت سے پیشتر دنیا کی حالت' اصحاب فیل کی بربادی' ولادت باسعادت' صغیر سنی' آمنہ خاتونؓ کی وفات' عبدالمطلب کی وفات' سید دو جہاںؐ بکریاں چراتے ہیں' امین کا خطاب' ملک شام کو سفر' شادی خانہ آبادی' کفر و شرک سے نفرت' غار حرا میں گوشہ نشینی' رسالت' ورقہ بن نوفل کی شہادت' ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام' اعلانیہ دعوت اسلام' رسول خدا اور مسلمانوں پر مصائب اور ان کی ثابت قدمی' حضرت حمزہؓ کا اسلام' اسلام عمر بن الخطابؓ' خانہ کعبہ میں نماز' ہجرت حبشہ' دربار نجاشی میں مسلمان' حضرت خدیجہؓ اور ابو طالبؓ کی وفات' سفر طائف' مدینہ میں اسلام' اہل مدینہ کا مذہبی و جنگی پیمان' آفتاب اسلام نصف النہار پر' مدینہ کی زندگی' مشرکوں سے لڑائیاں' جنگ بدر' جنگ احد' جنگ خندق' صلح حدیبیہ' کفر و شرک کا خاتمہ' جنگ حنین' یہودیوں سے جنگ' حجۃ الوداع' وصال نبوی' امہات المومنین اور اولاد نبی۔

اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات و اوصاف اختصار مگر بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریمؐ کی ذات والا صفات سراپا رحمت تھی اور آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ حسن و اخلاق تھا۔ مصنف نے میلاد نامے میں صحت واقعات پر پوری توجہ دی ہے اور صرف تحقیق شدہ روایات کو بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"نبی کریمؐ عبداللہ بن ارقم کے مکان میں رونق افروز تھے' حضرت عمرؓ وہاں پہنچے اور دروازہ پر دستک دی' صحابہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمرؓ باشمشیر برہنہ کھڑے ہیں تو حواس پراگندہ ہو گئے مگر اسد اللہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا۔ خوف کی کیا بات ہے؟ اگر نیک نیتی سے آیا ہے تو سر آنکھوں پر' ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن قلم کر دی جائے گی' پھر خدمت اقدس میں عرض کیا اگر حکم ہو تو دروازہ کھول دوں؟ چنانچہ عمر داخل ہوئے اور جوں ہی ان پر رسول خداؐ کی نظر پڑی' زور سے تکبیر فرمائی جس سے تمام مکان گونج اٹھا اور حضرت عمرؓ کا دل ہل گیا۔ اور قدم بوسی کے ارادہ سے بے اختیار جھک پڑے لیکن آپؐ نے سینہ سے لگایا' اب کیا تھا' قلب' نور ایمان سے لبریز تھا!"(۱۱۵)

اسلوب تحریر کے اعتبار سے مولانا اشرف علی تھانویؒ طرز استدلال' سلاست' روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں' ان خصوصیات کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

بیدم وارثی (م ۱۹۴۳ء)

بیدم شاہ وارثی' حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ صوفی منش درویش انسان تھے اس لئے ان کے حال اور قال کی صدائیں ایک تھیں۔ دراصل طریقت نے ان کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ وہ عشق مرشد میں چور اور حب رسولؐ میں مخمور رہتے تھے۔ انہیں اپنے کھانے پینے' لباس' راحت و آرام کی کوئی پروانہ تھی۔ انہیں نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت تھی اور اسی وابستگی کا ثمرہ' ان کے کلام میں کیف و اثر کی وجد آور کیفیت ہے۔ ان کا میلاد و نعت رسالتمابؐ پر مبنی کلام مجالس سماع اور محافل میلاد میں ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے۔ ان کی درج ذیل نعتیں محافل میلاد میں بطور خاص بہت مقبول ہیں:

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۸)

قبلہ و کعبہ ایمان رسول عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسول عربی
(۱۹)

میرا دل اور مری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے
(۲۰)

بیدم وارثی کی میلادیہ و نعتیہ شاعری کا وصف اس کا سوز و گداز ہے جو سننے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اس میں زندگی کی ایسی تڑپ نظر آتی ہے جس کا جلوہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔ قبول عام کے لحاظ وہ اردو کے دوسرے نظیر اکبر آبادی ہیں۔ انہوں نے میلادیہ منظومات کو رسمی انداز سے قلمبند نہیں کیا بلکہ مجاز کے رنگ میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے۔ میلاد کی کوئی محفل' درود و سلام کی کوئی مجلس اور سماع کی کوئی تقریب ان کے کلام کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

مولوی غلام رسول (م ۱۹۴۳ء)

مولوی غلام رسول تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مشہور عالم دین تھے۔ عربی اور فارسی میں اپنی علمی وجاہت کی بدولت عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ "تنویر العیون" کے نام سے میلاد و سیرت کے بیان پر مشتمل ان کی کتاب محافل میلاد میں اپنی جامعیت اور اختصار کی وجہ سے بہت مقبول ہوئی۔ دراصل

یہ کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "سرور المحزون" کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔
اس میں ایام ولادت نبی کریمؐ سے سرور عالم کے دنیائے فانی سے رحلت فرمانے تک آپؐ کے تمام حالات و واقعات' عادات و عبادات اور معاملات و معجزات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

نسب پاک' تواریخ ولادت' ایام طفولیت' شق صدر و سفر شام' بعثت' جنگ کفار' حجتہ الوداع' اخلاق و عادات' خصائل و شمائل' سفری عادات و مزاج' نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات' اولاد' حضورؐ کے چچا اور غلاموں کا بیان' حضرتؐ کی باندیوں اور غلاموں کا بیان' حضرتؐ کے ایلچیوں کا بیان' حضورؐ کے کاتبوں کا بیان' حضورؐ کے ترکہ کا بیان' حضورؐ کے معجزات کا بیان' اور نبی کریمؐ کی رحلت کا بیان وغیرہ شامل ہیں۔

نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

> "ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ جب آپؐ غار میں جا کر چھپے تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی نہیں ہے اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ جب آپؐ مدینہ منورہ کو جانے کے لئے نکلے تو آپؐ کو پکڑنے کے لئے سراقہ بن مالک آپؐ کے پیچھے نکلا جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے اور آگے نہ بڑھ سکا اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت دے' سو آخر ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے بہت کچھ عزت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت جابرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے خرمے میں برکت دے سو اتنی برکت ہوئی کہ قرض داروں کا حق ادا کر کے تیرہ اونٹ کے بوجھ کے برابر کھجور باقی رہتی تھی حالانکہ اس سے پہلے بالکل کم ہوتی تھی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اور مال و اولاد میں برکت دے سو ویسا ہی ساری چیزوں میں ان کو برکت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ ایکبار لشکر کا توشہ ختم ہو چکا تھا تو آپؐ نے بچے ہوئے توشوں کو جمع کر کے برکت کی دعا فرمائی اور لشکر میں تقسیم کرنے لگے تو سب کو کفایت کر گیا۔" (۴۱)

مولوی غلام رسول نے زبان و بیان کا دلنشیں انداز اختیار کیا ہے۔ نہایت سادہ' صاف اور رواں دواں سلیس الفاظ استعمال کئے ہیں' جن کی ترکیب اور ان کے طبعی خلوص نے مل کر بیان کو پر تاثیر بنا دیا ہے۔
اس دور میں ایسے مختصر' جامع اور مدلل میلاد ناموں کی قومی سطح پر اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے میں ہندو مسلم کی چپقلش' جنگ عظیم اول' دوم' انگریزی سامراج کی گرفت' آزادی کے مسائل' تقسیم بنگال' حادثہ کانپور اور اس قسم کے واقعات و حادثات امت مسلمہ کو درپیش تھے۔ ان گوناگوں مسائل میں گھرے ہوئے مسلمانوں کو مغربی تہذیب و ثقافت کے سنہرے جال میں گرفتار ہونے سے بچانے کے لئے قرآن کریم

تعلیمات و فرمودات نبویؐ اور اسلامی فلسفہ تمدن سمجھانے کی سخت ضرورت تھی اور اسی میں مخلوق خدا کی فلاح کا راز مضمر تھا۔ اس قسم کے صحیح روایات پر مبنی میلاد ناموں نے صحیح نظریات کو فروغ دیا۔ کیونکہ مسلمانوں کو آپؐ کے اسوہ حسنہ کی مکمل اتباع اور اسلام کی لافانی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ان کے جملہ مسائل کا حل مل سکتا ہے۔

خواجہ محبوب عالم

خواجہ محبوب عالم گجرات کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ تھے۔ ان کا معراج نامہ "شب حسیں بر عرش بریں المعروف اسراء جمیل الیٰ رب الجلیل" ۱۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے لیکن چند منظومات بھی شامل ہیں۔ اس میں اسراء اور معراج' معراج کی نوعیت' آیت معراج سے معراج جسمانی ہی ثابت ہوتا ہے' جدید و قدیم فلسفہ کے اعتراضات کا مختصر حل' شب معراج کی تقریب' درود تاج' بیان معراج شریف' براق' ان واقعات کی تفصیل جو بیت المقدس میں نبی کریمؐ پر ظاہر ہوئے' آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کے عجائبات کا بیان' دس اشیائے نادرہ' سدرۃ المنتہیٰ' وہ واقعات جو سدرۃ المنتہیٰ گذرنے کے بعد ظاہر ہوئے' دس لطائف جو آیت معراج شریف سے متعلق ہیں' التحیات کے لطائف و اشارات اور چند خاص اسرار جن کا اظہار آنحضرتؐ پر ہوا" کے عنوانات ہیں۔ اس کے علاوہ معراج النبیؐ کے موضوع پر بیان میرٹھی' رضا بریلوی' حقیر' ممتاز' ظاہر' وحشی' متین' امیر مینائی' فدا حسین' دائم اقبال دائم اور مخمور توکلی کی منظومات شامل ہیں اور آخر میں اسلامی تصوف اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کسی ناشر کی بجائے مصنف کے صاحبزادے نے کی ہے۔

نبی کریمؐ کے سدرۃ المنتہیٰ سے گذرنے کے بعد کے واقعات کے بیان سے ایک اقتباس نثر بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

> "نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ جب میں ساق عرش پر پہنچا تو بہت سے حجاب میرے سامنے آئے۔ منجملہ ان کے ستر ہزار پردے سونے کے تھے اور ستر ہزار چاندی کے اور ستر ہزار مروارید کے اور ستر ہزار زمرد کے اور ستر ہزار یاقوت کے اور ستر ہزار نور کے اور ستر ہزار ظلمت کے اور ستر ہزار پانی کے اور ستر ہزار آگ کے اور ستر ہزار باد غلیظ کے اور ہر حجاب ستر ہزار سالہ راستہ کے برابر' سید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رفرف نے مجھے ان تمام حجابوں میں چشم زدن میں پار کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ ستر ہزار پردے ہیں اور ہر پردہ میں ستر ہزار زنجیریں اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر سال کی مسافت کے برابر

راستہ تھا۔ ان پردوں میں سے بعضے مروارید کے تھے۔ بعضے یاقوت اور دوسرے جواہرات کے اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے تابع ستر ہزار فرشتے اور تھے رفرف نے مجھے ان تمام پردوں سے آگے پہنچا دیا یہاں تک کہ میرے اور عرش معلی کے درمیان صرف ایک پردہ باقی رہ گیا۔ میں نے رفرف کو دیکھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے ناپید ہو گیا اور ایک نئی صورت گھوڑے کی مانند جو مروارید سفید کے ایک دانہ سے بنی ہوئی تھی اور جس کے منہ سے نور ٹپک رہا تھا' تسبیح پڑھتے ہوئے میرے سامنے آئی' مجھے اٹھایا اور لے چلی اور پردہ سے گذار کر ساق عرش تک پہنچا دیا۔ جب میں حجاب کبریائی میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ سواری بھی گم ہو گئی اور اب میرے پاس کوئی ایسی سواری نہ رہی جو مجھ کو اٹھا سکے اور میں اس فضا میں یکہ و تنہا رہ گیا خطاب آیا کہ میرے حبیب آگے چل۔ میں نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ حجاب کبریائی گذر چکا تھا۔"(۴۲)

اردو معراج ناموں میں اتنی کثیر معلومات کا حامل اور کوئی معراج نامہ میری نظروں سے نہیں گذرا۔ عام معراج ناموں کی نسبت اس کی فضا علمی انداز اور حقیقت و واقعیت پر مبنی ہے۔ معراج کے بیان میں مصنف نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ جوش عقیدت اور منظر نگاری میں بھی آداب و احترام کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس میں منزل بہ منزل نبی کریمؐ کے سفر معراج کی روداد آسان اور سادہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف نے قرآن و احادیث سے معراج کی روایات صحیحہ تلاش کی ہیں۔ ان کے مقابلے میں کتب سیرو تاریخ کی روایات کو ثانوی حیثیت دی ہے۔

محمد احسن وحشی نگرامی (م ۱۹۴۵ء)

حافظ محمد احسن وحشی نگرامی اردو میں شعر گوئی کرتے تھے۔ دینی و مذہبی لگاؤ اور رجحان کی وجہ سے انہوں نے نغمہ حرم ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں میلاد نامہ لکھا۔ نغمہ حرم (۱۳۴۳ھ) تاریخی نام ہے۔ اس میلاد نامے کی ضخامت ۱۳۶ صفحات ہیں۔ اس کی ضخامت کا مصنف کو شدت سے احساس تھا کہ اسے ایک نشست میں محافل میلاد میں پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

"نغمہ حرم کسی قدر تجیم ہے اور ایک جلسہ میں پورا پورا پڑھ لینا ہر شخص کے لئے آسان نہیں لہٰذا اس کی ابتداء میں فہرست مضامین شامل کر دی گئی ہے تاکہ حاضرین محفل میلاد مبارک کے مذاق و مصلحت وقت کو ملحوظ رکھ کر جو مضمون پڑھنا مناسب معلوم ہو' وہ آسانی سے انتخاب و تلاش کر کے پڑھ لیا جائے۔"(۴۳)

اس کے مضامین کی ترتیب درج ذیل ہے:

ابتداء میں تمہید اور حمد و نعت کے بعد محافل میلاد اور اسلام کے متعلق بنیادی مسائل و مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں فضیلت ذکر رسالتماب"، مشروعیت ذکر رسولؐ از روئے حدیث' مشروعیت بیان

ولادت شریف' بیان شرکت محفل میلاد' ثواب شرکت محفل ذکر نبی کریمؐ" آداب شرکت محفل ذکر رسولؐ" مناقب خلفائے راشدینؓ" بیان خدمات تبلیغ' دین سلف صالحین' مناقب اصحابؓ" ذکر مرتبہ شرح صدر' محامد ازواج مطہراتؓ" منقبت آل اطہارؓ" امت کے حال پر نبی کریمؐ کی شفقت' جاں نثاری اصحاب کبارؓ" وفاداری صحابہ کرامؓ" شوق جاں نثاری اصحاب' آزادی رائے کا نمونہ' مومن کی عزت نفس' کسب دولت کی ترغیب' گداگری کی مذمت' مواخات مہاجرین و انصار' صدقہ لینے کی برائی' کسب معاش کی فضیلت' بنی ہاشم پر صدقہ کی حرمت' تجارت کی فضیلت' صحابہؓ کا تمول' انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت' رہبانیت کی مذمت' ایمان کا بیان' کلمہ طیبہ کی فضیلت' فضائل کلمہ طیبہ کا فلسفیانہ ثبوت' خلاف فطرت مجاہدات کی مذمت' عبادت میں اعتدال' بنی ہاشم کو دعوت اسلام' اعدا کے ساتھ نبی کریمؐ کا عفو و کرم' دشمن جان کے ساتھ لطف و درگذر' عورتوں کے حقوق' صحابیات کی جاں نثاری' مذمت دختر کشی اور لڑکیوں کی پرورش کی ترغیب' علم کی فضیلت' فن کتابت کا ذکر' غیر مذاہب والوں کی زبان کی تعلیم کا ذکر' علوم فنون حاصل کرنے کا بیان' جمہوریت کا بیان' یونیورسٹی کا بیان' اصحاب صفہ کی تعلیم' فضائل درود شریف' فضیلت درود شریف کی توجیہہ' فضیلت ذکر' فضائل نماز' نماز پر فلسفیانہ نظر' تسبیح و تہلیل کی فضیلت' توبہ کا ذکر' فضائل استغفار' ثمرات عبادات' روزے کے فضائل ایثار فی سبیل اللہ کا ذکر' صحابہؓ کا زہد' اپنے اہل پر خرچ کرنے کی فضیلت' ہر نیک کام صدقہ ہے' ثواب امت مرحومہ کا ذکر' غلاموں کی قدر و منزلت' حجۃ الوداع میں پیام امن' دین اسلام کی عمومیت کا معجزہ' فریضہ حج کی برکات' حرم کعبہ کا شرف اولیت' کعبہ کی تعمیری خصوصیات' عرب کے مرکز دین فطرت ہونے پر جغرافیائی دلیل' مکہ مکرمہ کے مرکز دین حنیف ہونے پر اقتصادی دلیل' حجاز کے مرکز دین حق ہونے پر سیاسی دلیل' مختلف ادیان و ملل کے مقابلہ میں عرب کے مرکز دین حق ہونے کی دلیل' قرآن مجید کا عربی زبان میں ہونا' حقانیت کی دلیل' دین اسلام کی دلیل' مسجد نبویؐ کے آداب' فضائل مدینہ طیبہ' خواص خاک پاک مدینہ' سابقیت وجود محمدیہ" سابقیت نور محمدیہ کی تحقیق' حقیقت نور محمدیؐ کی توجیہہ' لولاک لما خلقت الافلاک پر فلسفیانہ نظر' کتب سابقہ میں نبی کریمؐ اور امت محمدیہؐ کی پیش گوئی اور انبیائے سابقین کی زبان سے نبی کریمؐ کے ظہور کی بشارات کے عنوانات شامل ہیں۔

اس کے بعد ولادت باسعادت' بچپن' شق صدر' شادی' نزول وحی' اخلاق نبویؐ" معجزات' معراج اور آپؐ کے دیگر شمائل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے مختصر فضائل' نسب نامہ نبی کریمؐ" طہارت آبائی نبی کریمؐ" حدیث انا ابن الذبیحین کی تصریح' حضرت عبداللہ کا عقد' نبی کریمؐ کا رحم مادر میں آنا' حضرت عبداللہ کی وفات' یتیموں کا قابل توجہ حال' زمانہ حمل میں حضرت آمنہؓ کو بشارات' ظہور قدسی کا بیان' حالات وقت ولادت مبارکہ' بعض امور عجائب پر فلسفیانہ نظر' خصائص وقت ولادت شریف' اسم شریف میں خاص نکتہ' بیان رضاعت شریف' شق صدر کا بیان' مسئلہ شق صدر کی فلسفیانہ توجیہہ' حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر و اولاد کے ساتھ نبی کریمؐ کا برتاؤ' حلیہ شریف' مہر نبوت کا بیان' نبی کریمؐ کا سایہ نہ دیکھا گیا' خصوصیت بالا پر معقولی دلیل' نبی کریمؐ اپنے سامنے پشت کی طرف یکساں دیکھتے تھے' اس خصوصیت پر تحقیقی نظر' نبی کریمؐ کے جسم مطہر پر مکھی نہ بیٹھتی تھی' خصوصیت بالا پر طبی شہادت' حضرت آمنہؓ کا

انتقال، نبی کریمؐ کی امانت و راستبازی، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، غیب سے آپؐ کی عصمت کا انتظام، آنحضرتؐ کا لغویات سے محفوظ رہنا، ابتدائی وحی، کیفیت نزول وحی، مومنین سابقین، مشرکین مکہ کے مسلمانوں پر مظالم، جناب بلالؓ، خاندان یاسرؓ، اخلاق نبویؐ، معجزات ملبوسات نبویؐ، معجزہ قرآن مجید، معجزہ فصاحت، معجزہ شق القمر، شق القمر کی سائنس سے تصدیق، معجزہ استن حنانہ، اس معجزہ کی فلسفیانہ تحقیق، معجزہ عبور بحر، عبور بحر کی عقلی تحقیقات، بیان معراج، واقعات عالم برزخ کا مشاہدہ، مسئلہ معراج پر فلسفیانہ نظر، وجوہ اختلاف، معراج کے بارے میں جو شکوک کیے جاتے ہیں، تحقیق سموات، ورائے عرش معراج ہونے کی وجہ، خواب گاہ کا مسئلہ، براق کی تحقیق، جنت و دوزخ کا بیان، نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر اور نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ سے توسل حاصل کرنے کے ذکر پر مشتمل موضوعات ہیں۔

مصنف نے اپنے دیباچہ میں اس میلاد نامہ کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے، لکھا ہے:

"میں مدت سے اس تلاش میں تھا کہ کوئی مولد شریف ایسا ملے جو مذاق سامعین کے مطابق ہو مگر اس میں دور از کار قصص و حکایات اور رطب و یابس روایات نہ ہوں بلکہ مستند اور صحیح واقعات قلمبند کیے گئے ہوں اور شبہات و اعتراضات کو رفع کیا گیا ہو چنانچہ یہ رسالہ تالیف کیا گیا، جس کی ترتیب تو اسی طریقہ پر کی گئی ہے جیسے کہ دوسرے رسائل مولد شریف ہیں تاکہ عوام کی دلچسپی میں فرق نہ آئے مگر انتخاب روایات و مضامین میں زندگی کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ سامعین کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کا فائدہ حاصل ہو اور علوم جدیدہ و تحقیقات سائنس کی بناء پر جو شکوک مذہبی روایات کے ضمن میں لوگوں کو ہوتے ہیں، ان کا مناسب طور پر فوائد میں ازالہ کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تالیف اپنی ترتیب کے لحاظ سے منفرد ہے۔"(۴۴)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر میلاد نگاروں کے مد نظر رہا ہے جس میں آپؐ کے فضائل و خصائل کی توصیف کا اظہار کیا گیا ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ کے عنوان سے ایک باب موجود ہے اور شمائل النبیؐ کے نام سے امام ترمذیؒ نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث ترتیب دیا ہے اس میں آپؐ کے حلیہ شریف، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، طریق نشست و رفتار، عبادات و عادات، آپؐ کے نعلین، پسینہ، بال، مہر نبوت، اور اسمائے مبارکہ کی فضیلت اور توصیف کو بیان کیا گیا ہے۔ میلاد نامہ "نغمہ حرم" میں آپؐ کے ملبوسات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ کے لباس میں بہت سادگی تھی۔ عام لباس میں چادر، قمیض اور تہمد تھی۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا اور عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔ سب سے زیادہ یمن کی دھاریدار چادریں پسند تھیں۔ کبھی کبھی نہایت قیمتی اور خوشنما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ شاہ روم نے آپؐ کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف تھی، بھیجی تھی، وہ بھی آپؐ نے پہنی ہے۔ آپؐ کے پاس دو چادریں سبز اور ایک کھیس سیاہ اور ایک کھیس سرخ دھاری کا اور ایک کھیس بالوں کا یعنی کمبل تھا اور کرتا سوت کا تھا جس

کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپؐ نے کتاں اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے اور تکیہ آپؐ کا چمڑہ کا تھا' جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا۔ موزوں کی عادت نہ تھی لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے آپؐ نے استعمال فرمائے تھے۔ وہ چرمی تھے' نعلین مبارک اس طرز کے تھے' جس کو ہمارے دیس میں چپل کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ صاحب النعلین آپؐ کا وصف انجیل میں ہے۔ حاشیہ ولائل الخیرات میں ہے کہ اکثر محدثین نے لکھا ہے کہ جو کوئی نقشہ نعلین شریف کا اپنے پاس رکھے' کمال خیر و برکت پائے اور تمام مخلوق اس کی عزت اور حرمت کرے اور مال اس کا ضائع نہ ہو اور ہمیشہ فتح یاب ہو اور جس کشتی میں رکھا ہو وہ غرق اور ضرر سے محفوظ رہے۔"(۳۵)

حضورؐ کے نعلین شریف کے بارے میں وحشی نگرامی کے اشعار میں حب رسولؐ عقیدت مندی کی فراوانی اور عشق و مستی کی وارفتگی ملاحظہ ہو:

باعث تسکین مضطر' نقش نعلین رسولؐ
حزب اعظم' حرز اکبر' نقش نعلین رسولؐ
قبلہ اصحاب ایقاں' کعبہ ارباب عشق
شرح طغرائے مقدر' نقش نعلین رسولؐ
آرزوئے مستنداں' مدعائے عارفاں
نسخہ قند مکرر' نقش نعلین رسولؐ
وقف سجدہ تھی شب اسرا جبین قدسیاں
تا اٹھا کے رکھ لیں سر پر نقش نعلین رسولؐ
اپنے جامہ میں نہیں پھولے سماتے جبرئیل
ایسے اترائے ہیں پا کر نقش نعلین رسولؐ
عرصہ محشر میں ہو گی کیسی ہلچل دیکھنا
جب رکھوں گا پیش داور نقش نعلین رسولؐ
مجھ کو سوتا چھوڑ کر واپس گئے منکر نکیر
دیکھ کر میرے کفن پر نقش نعلین رسولؐ
(۳۶)

احسن وحشی نگرامی کے میلاد نامہ "نغمہ حرم" کی پہلی بڑی خوبی صحت واقعات کی طرف توجہ اور حقیقت بیانی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دینی موضوعات کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی شعوری کاوش کی گئی ہے اور مختلف امور کو فلسفیانہ انداز فکر سے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ یہی اس میلاد نامے کی جدت و انفرادیت ہے۔ سلاست و روانی کے جوہر نے اسے پراثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔ حسن

شعریت بھی نمایاں ہے' جو قلبی واردات کا آئینہ دار ہے۔

علامہ نور بخش توکلی (۱۸۷۷ء — ۱۹۴۸ء)

علامہ نور بخش توکلی موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جہاں خیلاں کے ارادت مند تھے' اس نسبت سے انھیں فقراء سے عقیدت ورثہ میں ملی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء میں انبالہ چھاؤنی کے سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اسی دوران سائیں توکل شاہ انبالوی کے مرید بنے۔ اسی نسبت سے توکلی کہلائے۔ ۱۸۹۶ء میں امرتسر میونسپل بورڈ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد لاہور گورنمنٹ کالج چلے آئے۔ لاہور کے قیام کے دوران ایک عرصہ تک انجمن نعمانیہ کے دارالعلوم کے ناظم تعلیم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد قیام پذیر ہو گئے۔ یہیں ۲۳۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو انتقال ہوا اور نور شاہ ولی کے مزار کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

مولانا تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ ان کے قلم گوہربار سے بہت سی تصانیف علمی دنیا میں شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں عید میلاد النبیؐ" سیرت رسول عربیؐ" معجزات النبیؐ" حلیہ النبیؐ" غزوات النبیؐ" رسالہ نور' مولود برزنجی کی اردو شرح اور تذکرہ مشائخ نقشبند خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

دینی خدمات میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ انھوں نے گورنمنٹ کے گزٹ میں عید میلادالنبیؐ کے مقدس دن کی عام تعطیل منظور کرائی۔ اور سرکاری کاغذات میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبیؐ کے نام کی تبدیلی کرائی۔

مولانا توکلیؒ کا میلاد نامہ بعنوان "عید میلاد النبیؐ" ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات موجود ہیں:

حضور نبی کریمؐ کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا' حضورؐ کے تولد شریف کے وقت قصر کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے' آتش فارس بجھ گئی' نبی کریمؐ کا نسب شریف' حضورؐ دعوت ابراہیمؑ ہیں' حضورؐ بشارت عیسیٰؑ ہیں' حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں' حضورؐ افضل الرسل ہیں' حضورؐ نبی الانبیاء ہیں' ان کی شریعتیں دراصل حضور کی شریعتیں ہیں' حضورؐ تمام جن و انس کے رسول ہیں' حضورؐ کا فرشتوں کے لئے رحمت ہونا' حضورؐ تمام بنی آدم کے سردار ہیں' حضورؐ تمام مخلوقات کے لئے رحمت ہیں' حضورؐ کا مومنوں کے لئے رحمت ہونا' حضورؐ کا کفار کے لئے رحمت ہونا' حضور کا یتامیٰ و مساکین و بیوگان' بچوں' غلاموں' بہائم' پرندوں' حشرات الارض' حیوانات' نباتات اور جمادات کے لئے رحمت ہونا' حضورؐ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کیا' حضورؐ کے تولد شریف سے پہلے یہود آپؐ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے' حضورؐ شاہد اور بشیر و نذیر اور سراج منیر و نور ہیں' حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب و یاد فرمایا بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انھیں ان کے نام سے خطاب و یاد کیا' حضورؐ کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طاعت و معصیت' فرائض و احکام' اور وعد وعید کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے' حضورؐ کے نام مبارک

کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا حالانکہ دیگر امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کے ساتھ خطاب کیا کرتی تھیں' حضورؐ کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی' حضورؐ کی ہدایت و رسالت پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے' حضورؐ کے قدموں کی برکت سے مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی' حضورؐ کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے حتیٰ کہ عرش و فرش پر سب جگہ مشہور ہیں۔ حضورؐ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں' معجزہ معراج' معجزہ قرآن' معجزہ شق القمر اور دیگر معجزات رسالتمآبؐ کا بیان' حضورؐ کے فراق میں ستون حنانہ رویا' حضورؐ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا' حضورؐ کی رسالت پر حجر و شجر نے شہادت دی' قرآن مجید تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے برعکس کتب دیگر انبیاء' حضورؐ کا دین تمام دینوں پر غالب ہے۔ حضورؐ کے دین میں تشدد و تنگی نہیں' حضورؐ کی امت خیرالامم ہے' حضورؐ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے' نبی کریمؐ کی امت سب سے پہلے بہشت میں جائے گی' حضورؐ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حوض کوثر عطا فرمائے گا' قیامت کے دن مقام محمود میں آپؐ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے' حضورؐ خلیفہ مطلق و نائب کل حضرت باری تعالیٰ کے ہیں اور آخر میں درود و سلام ہے۔ ان سب عنوانات کے لئے آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں اور ان آیات کا ساتھ ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کے بعد درود شریف دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ ایک مختصر سا اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

> "حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں چنانچہ اللہ جل شانہ' ارشاد فرماتا ہے مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (پ ۲۲۔ احزاب ع ۵)
>
> ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور مہر ہیں سب نبیوں پر اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔
>
> اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذِکْرِہِ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔"(۲۷)

پروفیسر توکلی کا معراج نامہ بعنوان "معراج النبی" ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔(۲۸) اس کے آخر میں سلام ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے اور اس میں معراج شریف کے تمام معروف حالات و واقعات نہایت سلیس اور سادہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا توکلی کی تصانیف جدید تعلیم یافتہ اصحاب کی ذہنی ضرورت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اور ان میں سیدھے سادے انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات درج کئے ہیں۔ اس بیان میں انہوں نے تاریخ و سنین اور واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ شرح اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ و معراج نامہ اس دور کے میلاد ناموں میں ایک نمایاں مقام و اہمیت کے حامل ہیں۔

اس دور میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ کئی دوسرے میلاد نگاروں نے بھی سرکار دو عالمؐ سے

اپنی وابستگی کے اظہار کے سلسلہ میں ترویج سیرت کے لئے میلاد نامے لکھے۔ محض طوالت کی وجہ سے ان سب کے فکری و فنی پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ ممکن نہیں ہے تاہم ان کا مختصر تعارفی جائزہ درج ذیل ہے۔

مظہر الاسلام کا مولود مظہر الاسلام ۱۹۰۱ء میں مطبع مجتبائی' دہلی سے چھپا۔ یہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

حاجی قمر الدین بن نظام الدین نے معراج نامہ مع سراپائے رسول ؐ منظوم ۵۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۰۶ء میں لکھا۔ اس کی طباعت نول کشور' لکھنؤ سے ہوئی۔

حافظ عبدالعزیز کا "میلاد شریف عزیزی" ۱۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس میں تاریخی واقعات کو قرآن و حدیث اور عقل و درایت سے اصول جرح و تعدیل کو مد نظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ بیان میلاد میں ان کی عارفانہ شیفتگی نے اسے روحانی تاثیر کا مرقع بنا دیا ہے۔

محمد یوسف کا میلاد نامہ مراد المشتاقین فی فضائل سید المرسلین ؐ ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۰۹ء میں مطبع گلزار حسنی' بمبئی سے شائع ہوا۔

مولوی مجید الدین نے میلاد مجیدی ۱۹۱۰ء میں لکھا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع اکبری' آگرہ سے شائع ہوا۔

مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی نے میلاد الرسول ؐ ۱۹۱۰ء میں لکھا۔

مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی کا میلاد نامہ بعنوان "صلوٰۃ الابرار علی النبی المختار" ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۱ء میں کتب خانہ حنفیہ' محلہ گگے زئیاں لاہور نے شائع کیا۔

سید شاہ محمد عبدالحئی بنگلوری نے "جمال السیر احوال سید البشر" ۱۹۱۲ء میں لکھا جو حیدر آباد دکن سے چھپا۔

غلام شبیر بدایونی کا میلاد نامہ "سکینہ فی اخبار المدینہ" ۱۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۲ء میں اقبال پریس بدایوں سے شائع ہوا۔

عبدالوحید کا میلاد نامہ "تذکرہ الحق" نثر کے ۲۲۳ صفحات پر محیط ہے۔ ۱۹۱۵ء میں دہلی سے چھپا۔

محمد حبیب اللہ کا میلاد نامہ "سلطان الانبیاء اشرف المسلمین" ۱۹۱۵ء میں عثمانی پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔ یہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

ابو الخیر خیر اللہ کا میلاد نامہ "جلوہ ظہور" شمس المطابع حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

مشتاق احمد حسنی کا "مرقع رسول" ۱۹۱۵ء میں حیدر آباد دکن میں چھپا۔

سید ابو البیان کا سچا میلاد شریف ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اخبار پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

سجاد مرزا بیگ دہلوی کا خطبہ در ذکر میلاد نظم و نثر کے ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

معشوق علی خان کا ذکر معراج محمدی ؐ ۱۹۱۸ء میں انوار المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

عبدالروف شوق کی مثنوی "مرقع رحمت" بیان میلاد پر مبنی ہے۔

شمس العلماء خان بہادر نواب عزیز جنگ کا میلاد نامہ "تصویر نور منظوم" ۱۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ

۱۹۲۰ء میں عزیز المطابع حیدر آباد دکن سے طبع ہوا۔ اس میں سراپائے سید المرسلینؐ کے متعلق تقریباً چار سو اشعار مسدس کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔

عبدالرحمٰن نے میلاد نامہ "حبیب المیلاد فی ذکر میلاد الحبیب" ۱۹۲۰ء میں لکھا' جو اعظم جاہی پریس حیدر آباد دکن میں چھپا۔

تصوف حسین واصف اکبر آبادی کا معراج نامہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۰ء میں آگرہ اخبار پریس' آگرہ سے طبع ہوا۔

نواب مرزا برلاس کا میلاد نامہ "ذکر محمدی" ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۲۰ء میں خیر خواہ اسلام پریس' آگرہ میں طباعت ہوئی۔

حبیب حسین کا میلاد حبیب ۱۹۲۰ء میں ہندوستانی پریس' لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۵۴ صفحات پر محیط ہے۔

مولانا گل محمد خاں کا میلاد نامہ بعنوان "ذخیرہ العقبٰی فی استحباب مجلس میلاد مصطفٰیؐ" مفید عام پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

ابوالبرکات بن منشی قادر علی کا رسالہ میلاد النبیؐ ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے اسے ۱۹۲۱ء میں شیخ غلام علی برکت علی' تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا۔

رحمٰن علی خاں کا "طریقہ حسنہ" ۱۹۲۳ء میں نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔

حافظ محمد حفیظ کا "میلاد شریف" رسول اکبر مع برکات شاہ ابرار" ۱۹۲۳ء میں آگرہ اخبار پریس' آگرہ نے شائع کیا۔ یہ عام کتابی سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

تجمل حسین نے ذکر میلاد مولد النبی القاسمؐ ۱۹۲۳ء میں لکھا۔

ابوالحسن حسن کا میلاد نامہ "احوال الانبیاءؑ فی تفریح الاذکیاء" ۱۹۲۴ء میں نول کشور' لکھنؤ سے طبع ہوا۔

منشی سجاد حسین اکبر آبادی نے "معراج النبیؐ" میں نظم و نثر کے مخلوط انداز میں معجزہ معراج کو بیان کیا ہے۔

یاور حسین نے "میلاد سرفرازی" ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۲۵ء میں لکھا۔ اسے دفتر القاسم' دیو بند نے شائع کیا۔

صوفی اسلام اللہ اکبر آبادی کا معراج نامہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۵ء میں کاست ہتکاری پریس' آگرہ سے چھپا۔

عظمت اللہ قادری کا مولود مکرم و صراط مستقیم ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۲۵ء میں مکتبہ ابراہیمیہ' حیدر آباد دکن سے طباعت ہوئی۔

مولانا نور الدین احمد کے میلاد منظوم کی اشاعت ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔ یہ میلاد نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

سید عبدالمجید کا میلاد نامہ بعنوان "سرور عالمؐ" ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے دار التصانیف' کپور تھلہ

نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا۔ اس میں ظہور قدسی سے وفات مبارکہ تک کے حالات اختصار سے مرقوم ہیں۔
شیخ الخطیب محمد مدنی کا "سبحان المولود" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۲۷ء کا سلطان حسین اینڈ سنز کراچی کا مطبوعہ ہے۔
عبدالشکور لکھنوی کا میلاد نامہ "تحفہ عنبریہ" ۱۹۲۷ء میں دفتر النجم لکھنؤ سے شائع ہوا۔
حاجی محمد سعید بن عبداللہ کا میلاد نامہ "البیان فی سیرت النبی آخرالزمان" ۱۹۲۹ء میں نامی پریس لکھنؤ سے چھپا۔
محمد شمس الدین صدیقی کا میلاد نامہ "مجالس میلاد النبی" تین حصوں میں شائع ہوا۔ حصہ اول، دوم سوم بالترتیب ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئے۔
۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان اعجاز احمدی (جلال الدین)، حبیب خدا کی عیدی (مشیر مخدومی)، میلاد مقبول (کیف المسلمی الامروہی)، تحفتہ الرسول (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی)، مولود شریف جدید (محمد قمر الدین)، میلاد مطہر (حمید الدین حمید)، ذکر میلاد مبارک (عبدالرحمٰن نگرامی)، اور سرور کائنات (اولاد علی) شائع ہوئے۔
محمد صالح کا میلاد نامہ "منہاج القبول فی ادب رسول" ۱۹۳۱ء میں حمایت اسلام پریس، لاہور نے شائع کیا۔
مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری کا میلاد مبارک نظم و نثر کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا نبی بخش حلوائی کا غیر مطبوعہ "میلاد شریف" ۱۸۰ صفحات پر محیط ہے۔ ابوالضیاء مولانا محمد باقر کا میلاد شریف انجمن حزب الرحمٰن بصیرپور نے شائع کیا۔
قاضی محمد حبیب الحق کا غیر مطبوعہ "میلاد النبی" ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا محمد سراج الدین اجمیری کا میلاد نامہ "تحفہ سراج" مطبع رضوی، دہلی سے شائع ہوا۔
محمد موسیٰ کا مولود ہمایوں ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ولادت مقدسہ سے ہجرت تک کے واقعات کو ثقہ روایات کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا گیا۔ اس کی ۱۹۳۲ء میں عہد آفریں پریس، حیدر آباد دکن سے اشاعت ہوئی۔
محمد ادریس کاندھلوی کا میلاد نامہ "ظہور خاتم الانبیاء و المرسلین" ۱۹۳۳ء میں نول کشور، لکھنؤ سے چھپا۔
عبدالرحمٰن شوق کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد دین محمدی" ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۴ء میں ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔
محمد عبدالقدیر حسرت صدیقی کے مجموعہ "زمزمہ محبت" میں منظومات میلاد و معراج شامل ہیں۔ اس کی ۱۹۳۵ء میں دکن سے اشاعت ہوئی۔
عنایت علی مسرور کی منظوم سیرت بعنوان "کارنامہ اسلام" مطبع نامی لکھنؤ سے ۱۹۳۵ء میں چھپی۔
نصیر الدین ہاشمی کا میلاد نامہ "ذکر نبی" ۱۹۳۵ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ (۳۹) مولانا احمد علی

کا رسالہ "تحفہ میلاد النبیؐ" ۱۹۳۶ء میں انجمن خدام الدین لاہور نے شائع کیا۔
آغا رفیق بلند شہری کا میلاد نامہ بعنوان "آفتاب رسالت" نوبہار بک ڈپو، دریا گنج، دہلی نے شائع کیا۔ اس کے بعد سیٹھ آدم جی عبداللہ، لاہور نے طبع کرایا۔
ملک فضل الدین نے بہار یثرب، دربار یثرب، گلزار یثرب کے عنوانات سے منظوم سیرتیں لکھیں۔ ان کی اشاعت ملک فضل الدین گگے زئی، کشمیری بازار، لاہور نے کی۔
سعیدالدین عاصی کا میلاد نامہ بعنوان "یادگار عاصی" ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۵ء میں عباسی کتب خانہ، کراچی نے طبع کرایا۔
مولوی حفیظ الرحمٰن کا میلاد نامہ "ذکر کرم" نظم و نثر کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۳۸ء میں فاروقی پریس، دہلی سے طبع ہوا۔
سید ممتاز حسین کا نور نامہ "رسول مقبولؐ" ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی نے شائع کیا۔
خواجہ حبیب حسن کا "زنانہ میلاد" ۱۹۳۸ء میں صدیق بک ڈپو لکھنؤ نے شائع کیا۔ خواتین کی محافل میلاد میں مقبولیت کی بناء پر اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔
سید چراغ علی طیش گورکھپوری کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود طیش" دو حصوں میں ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور نے شائع کیا۔
اکبر علی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر تقاریر کا مجموعہ بعنوان "ذکر الحبیب" ۱۹۴۰ء میں مرتب کیا جو مطبع صحیفہ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔
عنایت علی بیگ کی "رقعات احمدیؐ" اور "رقعات محمدیؐ" نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل کے بیان پر مشتمل مثنویاں ہیں۔
منشی عبدالحمید سحر نے "ذکر ولادت" میں آپؐ کی ولادت مبارکہ کے وقت محیرالعقول واقعات اور فیوض و برکات کو نظم کیا ہے۔
مولوی حکیم مرتضیٰ نے "نظم المعجزات نبویؐ" کے نام سے آپؐ کے بڑے بڑے معجزات کو نظم کیا ہے۔
مولوی حفظ اللہ نے ایک مثنوی میں معراج کے واقعات کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولوی حفظ اللہ، مولانا رستم علی کے مرید اور خلیفہ تھے۔
مولانا سید حامد علی شاہ، خطیب چوہڑ، راولپنڈی کا میلاد رسولؐ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت کیمبل پور ملٹری پریس سے ہوئی۔
الیاس احمد مجیبی کا نیا میلاد ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۴۳ء میں دہلی سے چھپا۔
محمد بدرالحسن حسنی کا میلاد نامہ "سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار" ۷۶ صفحات پر مشتمل دہلی سے شائع ہوا۔

ابراہیم العماوی نے "خاتم النبین" کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو مکتبہ سلطانی، بمبئی سے شائع ہوا۔ ابراہیم العماوی، اسماعیل بیگ ہائی سکول بمبئی میں استاذ اسلامیات تھے۔

احمد سہارنپوری کا میلاد نامہ بعنوان "ہلال یثرب" محمد یوسف خاں نے سہارنپور سے شائع کیا۔ یہ نثر کے ۹۱ کتابی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالخالق مجددی کے میلاد نامہ "ذکر میلاد صاحب لولاک" میں میلاد کے موضوع پر آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی شامل کی گئی ہے۔

زاہد علی کا میلاد نامہ "تاریخی میلاد شریف" نظم و نثر سے مرصع ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اعجاز الحق قدوسی نے "سراپائے رسول" کے نام سے نبی کریمؐ کا حلیہ مبارک، لباس، اخلاق، عبادات اور سماجی تعلقات کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۶ء میں مکتبہ قدوسی، حیدر آباد دکن سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان دنوں اسے مکتبہ فلاح انسانیت، لاہور نے شائع کیا ہے۔

منشی احمد علی خاں کا "میلاد احمد" ملک بشیر احمد، بک سیلرز اردو بازار، لاہور نے شائع کیا۔

سید نوروز علی کا مولود شریف حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا وحید الزماں کا میلاد نامہ "محفل میلاد" بمبئی سے شائع ہوا۔ سید محمد خلیب مکہ مسجد، حیدر آباد دکن کا میلاد نامہ بعنوان "بیان المحمود فی ذکر ولادۃ المسعود" نظم و نثر کے ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ عزیز بھوپالی، موج لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "میلاد شریف" ہے۔(۱۳۰)

عبدالغفار دہلوی کا معراج نامہ بعنوان "معراج النبی" ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے خطیب محمدی مسجد، کراچی نے شائع کیا۔

رحمان علی طیش کا "میلاد طیش" ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور عباسی کتب خانہ، کراچی کا شائع کردہ ہے۔

مولوی غلام غوث کا معراج نامہ "رحمت بھری کتاب" ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ملک شاہ دین تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا۔

مولوی محمد عبدالرب دہلوی کا میلاد نامہ بعنوان "گلدستہ آسیہ" ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور افضل المطابع، دہلی کا شائع کیا ہوا ہے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا "مولود شریف منور منظوم" ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا ولایت حسین عارف کا "میلاد عارف" حفظ الرحمٰن امروہوی نے شائع کیا اور حافظ فیض اللہ بیگ کا میلاد نامہ "گلزار تقی کلاں" دو حصوں میں بمبئی پریس، آگرہ سے چھپا۔

مجموعہ بہشت بہشت، مجلس ذکر خیر ۱۸۹۸ء میں اور مولود بہار ولادت ۱۹۰۵ء میں مطبع مجتبائی، دہلی سے شائع

ہوئے۔ واقع الاوہام فی محفل خیرالانام ۱۹۰۳ء میں مطبع نامی، لکھنؤ سے چھپا۔ تذکرہ رسول اکبر (۱۹۲۱ء)، مظہر المیلاد (۱۹۲۳ء)، میلاد سرور انبیاء (۱۹۲۳ء)، اور مجموعہ میلاد مصطفیٰ (۱۹۲۳ء)، مطبع نو لکشور لکھنؤ سے چھپے۔ بہار خلد، ۸۷ صفحات پر مشتمل، جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ (۲)

اس جائزہ میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ یہ میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کا دور ہے۔ اس دور میں بھی نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے اور ان میں جابجا شعری ٹکڑے موجود ہیں۔ محافل میلاد کے حق میں اور رد میں بے شمار فتوئی میلاد' میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس امر کو مد نظر رکھتے ہوئے' اثبات میلاد کے سلسلہ میں قریباً ہر میلاد نگار نے فضائل محافل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں جدیدیت کی رو نے ادیبوں' شاعروں' دانشوروں اور اہل علم و فضل کو فکری' سماجی' تہذیبی اور اخلاقی و مذہبی اصلاح کا کام کرنے کا شعور عطا کیا۔ اس زمانے کی برصغیر کی مختلف سیاسی' سماجی اور مذہبی تحریکوں نے بدلتے ہوئے حالات و نظریات اور افکار کی روشنی میں نئی شمعیں روشن کیں۔ اس مقصدیت اور اصلاح پسندی کے اجتماعی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

جدید علوم و فنون کی ترویج و ترقی کی بدولت مختلف نظریات کے پھیلنے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے ان سب کا مثبت جواب دیا اور میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ارشادات میں تمام بین الاقوامی نظریات' مسائل اور تحریکوں کے زاویہ ہائے نظر کا شافی حل پیش کیا جو پوری کائنات میں امن و سکون اور خوشحالی کے پیامبر ہیں۔

اس دور کے میلاد ناموں میں استمداد و استغاثہ اور شفاعت طلبی کا بیان پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ دراصل مسلمان تہذیبی' سیاسی اور اقتصادی طور پر پس ماندہ ہو گئے تھے۔ اس پس منظر میں ان مضامین کی کثرت کو مسلمانوں کے سوز دروں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے لیڈروں نے کانگرس کے مردود' غیر اسلامی اور بت پرستانہ نظریات کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں میں دوبارہ سیاسی اور تہذیبی عروج کے حصول کا جذبہ بیدار کیا۔ مذہبی و تہذیبی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں مولانا حسن رضا خاں حسن' عطار اکبر آبادی' غلام محمد ہادی علی خاں' حافظ محمد انوار اللہ فضیلت جنگ' عبدالغفار بلیغ' محمد رکن الدین الوری' عبدالحلیم شرر' گوہر رامپوری' علامہ راشد الخیری' عبدالرزاق ندوی' بیدم وارثی اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر اور سودمند کام لیا۔

معراج ایک ایسا معجزہ ہے جو اپنی حیثیت سے منفرد اور بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس انداز اور نوعیت کے معجزے نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات سے متعلق ہیں' اس قسم کے کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہو سکے۔ تمام میلاد نگاروں نے واقعہ معراج کو بیان کیا ہے۔ اس دور کے معراج ناموں میں حاجی رحیم

بخش، قاضی قلندر علی اور خواجہ محبوب عالم کے معراج نامے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں حافظ محمود حسین نے اپنے منظوم بیان میلاد سے فکری اور فنی لحاظ سے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ صمصام الدین نے عربی اور فارسی کے بکثرت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حافظ محمد امین نے نبی کریمؐ کے فضائل کو قرآن و حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ محمد دولت خان نے بیان معراج میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور ہما ہمی کا نقشہ بڑے دلکش پیرایے میں کھینچا ہے۔ ان کا طرز اظہار متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ مولانا حسن رضا خاں نے بیان معراج میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں اور اکثر جگہ پر فلسفیانہ انداز بیاں بھی اختیار کیا ہے۔

عطار اکبر آبادی نے اپنے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کے معجزات کو روحانی و جسمانی لحاظ سے الگ الگ بیان کیا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور شیفتگی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں قرآن و حدیث کے حوالے اور فارسی و عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔

حافظ عبدالمجید نے بیان میلاد میں طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ خواجہ حافظ علی کے اشعار میلاد میں سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔

محمد یقین کانپوری نے بیان میلاد میں معتبر اور مستند روایات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں تحریر کی ہیں اور نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا ہے۔ مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور کتب سیرت سے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کا ایک دلنواز مرقع تیار کیا ہے۔ مولوی محمد عظیم کے بیان میلاد میں ایجاز و اختصار، متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ سید محب الحق نے صحت روایات کو مدنظر رکھا ہے۔ محمد رکن الدین الوری کا میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک ہے اور بیان روایات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان نے مستند اور وقیع حوالوں سے واقعات اور روایات کو عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ خواجہ نقی الدین مولود خواں کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ قاضی ذکیر الدین نے بیان میلاد میں ہندی گیتوں کے انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کے اثرات کے تحت لکھا ہے۔

محمد جمیل الرحمٰن خان کے بیان میلاد میں ان کے سوز و جذب دروں کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ شاہد حسین خاں نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعرانہ رو میں شریعت کی حدود سے متجاوز ہوئے ہیں۔

عبدالحلیم شرر کا انداز بیاں شگفتہ اور رواں ہے۔ انہوں نے بیان میلاد میں شاعرانہ تشبیہات و استعارات کو بکثرت استعمال کیا ہے۔ انوار اللہ بیخود کی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔ گوہر رامپوری نے زباں زد عام سلام اور منظومات کو بھی شامل کیا ہے۔ ان کے لوری کے اشعار میں شعری لطافتیں اور فنی محاسن موجود ہیں۔ فدا حسین شاہ جہان پوری نے اپنے میلاد نامہ میں عبارات کے ساتھ ساتھ حوالہ جات نقل کر کے حتی الامکان مستند اور معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ خواجہ احمد بخش اکبر آبادی نے عام روایتی انداز سے میلاد نامہ لکھا ہے اور اپنی بیان کردہ روایات کا کوئی ماخذ بیان نہیں کیا۔

منشی محمد احسن سخن بہاری کے اشعار میں سلاست و روانی اور بے ساختگی ہے۔ نیز اسلوب بیان کی ندرت اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص انداز سے ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

سید دیدار علی نے صرف مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا ہے۔ ان کا میلاد نامہ علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ عزیز لکھنوی کی ٹکسالی زبان کے علاوہ لکھنوی تہذیب کی متانت اور شائستگی کا جوہر بھی ان کے میلاد نامے کی امتیازی شان ہے۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ "آمنہ کا لال" ہر لحاظ سے رطب و یابس سے پاک ہے اور زنانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔ انہوں نے وضعی روایات سے پرہیز کیا ہے۔

غلام محمد عباس کے اشعار میلاد میں روانی اور ربط موجود ہے۔ شیخ ابراہیم نقشبندی کے اشعار میں تبلیغی جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔ نہال احمد علوی نے صحت روایات اور واقعیت کو برقرار رکھا ہے۔ زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے ان کی مثنوی ایک گرانقدر تصنیف ہے۔

عبدالرزاق ندوی کے طرز استدلال اور تحقیقی انداز سے مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے اپنی آراء کے اثبات کے لئے جا بجا حوالوں سے کام لیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے طرز استدلال اور سلاست کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ بیدم وارثی کے میلادیہ اشعار اور سلاموں میں سوز و گداز کا وصف سامعین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

محمد احسن نگرامی نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی پر بھرپور توجہ دی ہے۔ علامہ نور بخش توکلی نے بیان میلاد میں واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے تمام معروف حالات و واقعات کو سلیس اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے تمام دینی تصانیف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تالیف کی ہیں۔

ساتواں باب

عصرِ حاضر کے میلاد نامے

۱۹۴۸ء ——————— ۱۹۹۰ء

عصر حاضر کے میلاد نامے

(۱۹۴۸ء ------ ۱۹۹۵ء)

- ○ عصر حاضر کا سیاسی و سماجی پس منظر۔
- ○ محمد شفیع علی خاں اختر رضوی / محمد بدرالدین خاں / مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی / حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی / عزیز الدین احمد قادری / مولوی عبدالستار جالندھری / مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی / خلیق احمد آرزو لکھنوی / علامہ سیماب اکبر آبادی / مولانا اخلاق حسین / خواجہ محمد اکبر خاں وارثی / مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی / عزیز / خواجہ حسن نظامی / منشی محمد فضل الکریم فضل / مناظر احسن گیلانی / صوفی امداد حسین نصرت / مولانا ابوالکلام آزاد / سید علی تقی / ابوالحسنات سید محمد احمد قادری / مفتی انتظام اللہ شہابی / فیض محمد قادری / غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی / سید حمید الدین احمد / مفتی غلام معین الدین / ناصر الدین محمد / درد کاکوروی / سید ایوب احمد صبر شاہ جہان پوری / احترام الدین شاغل / بہزاد لکھنوی / صوفی محمد شریف غیرت قادری / عبدالغنی / احمد علی / میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری / خواجہ محمد شفیع دہلوی / حفیظ جالندھری / حافظ محمد رحیم دہلوی / مولانا محمد شفیع اوکاڑوی / نثار احمد محشر رسول نگری / علامہ سید احمد سعید کاظمی / علامہ حامد الوارثی / اشفاق حسین قریشی / مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں / کوثر نیازی / سید محمود احمد رضوی۔
- ○ عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ۔
- ○ میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

عصر حاضر کا سیاسی و سماجی پس منظر

۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کی وجہ سے مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حالات نے پلٹا کھایا۔ غلامی کی زنجیریں کٹیں۔ روایات کہن بدلیں۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو عملی جامہ پہنانے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں بالخصوص مشرقی پنجاب میں تقریباً سولہ لاکھ مسلمان مرد' عورتیں اور بچے شہید کر دیئے گئے۔ ان فسادات میں ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے زبردستی نکالے گئے۔ اس انقلاب میں ہزاروں خاندان اجڑ گئے۔ مسلمانوں کو بے شمار دلخراش مناظر اور کربناک کیفیات سے دوچار ہونا پڑا۔ تقسیم ہندوستان کے بعد مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ بھارت کے مسلمانوں کو وہاں نت نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم اور ان کے رفقاء کو سرحدوں کے غلط تعین' مہاجرین کی آمد' اثاثوں اور واجبات سے محرومی' فوجی ساز و سامان کی عدم دستیابی' نہری پانی کا مسئلہ' وسائل اور تجربہ کار عملے کی کمی' اقتصادی پس ماندگی' انتظامی مشکلات' مسئلہ کشمیر' بیرونی تجارت اور خارجہ تعلقات' دستور کی تشکیل اور عوام کے اعتماد کی بحالی جیسے کئی مسائل کا سامنا تھا۔

نئی مملکت پاکستان میں لاکھوں بے خانماں مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلہ کو ہر چیز پر اولیت دی گئی۔ مہاجرین پورے ملک میں بکھر گئے تھے۔ اس انقلاب میں جہاں اور کئی نقصان ہوئے وہاں سماجی طور پر شریف اور رذیل کی شناخت بھی گم ہو گئی۔ کوئی کسی کو جانتا نہ تھا۔ متروکہ املاک کی الاٹمنٹ کے لئے سچے' جھوٹے کلیم داخل ہوئے۔ متروکہ جائیدادوں کی خاطر دین و ایمان بکنے لگے۔ مغرب زدہ اذہان اور مادیت پرست انسان مختلف روپ دھار کر ایک دوسرے کو ورغلانے لگے۔

خواجہ ناظم الدین کے عہد وزارت مارچ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار نے قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا۔ ان دیگر مطالبات کے علاوہ سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ وہ نبی کریمؐ کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے دل کی آواز تھے اس لئے پورے ملک میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ حالات اس قدر بگڑے کہ ۶۔ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

جمہوری روایات کے فقدان اور سیاسی شعور کی بیداری اس معیار کے مطابق نہ تھی جس سے سالمیت و استحکام پاکستان کی طرف بھرپور توجہ دی جاتی۔ مرکز اور صوبوں کے مابین تقسیم اختیارات کا مسئلہ شروع ہی سے باعث نزاع بنا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں محمد علی بوگرہ کی وزارت عظمیٰ کے دوران آئین کی تیاری کا کام بڑی حد تک مکمل ہو گیا تھا۔ وحدت مغربی پاکستان کا اصول بھی طے کر لیا گیا تھا مگر یہ معاملات علاقائیت پرستی' نسلی

تعصبات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا برسر اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روزئی وزارتوں کے بننے اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر' نہری پانی کا مسئلہ اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے نظم و نسق کی اصلاح' ذخیرہ اندوزی' چور بازاری اور سمگلنگ کے انسداد' مہاجرین کی آباد کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عائلی قوانین کا نفاذ' دارالحکومت کی تبدیلی' بنیادی جمہوریت کا نظام' میثاق استنبول (آر۔ سی۔ ڈی)' نہری پانی کا تصفیہ اور آئین کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار یحییٰ خاں کو منتقل کر دیا۔ یحییٰ خان نے مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۰ء کو ون یونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول نافرمانی کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد یحییٰ خان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجہ میں سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زدہ اور اشکبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عنان حکومت سنبھالی۔ سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی' نوے ہزار فوجی قیدیوں کا مسئلہ' روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خوردہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۴ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۲ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے بلاک کی تشکیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی' دفاعی اور سماجی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم بلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا سنہری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندہ ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷۔ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام سینٹ نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الٰہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بدامنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

تعصبات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا برسر اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روز نئی وزارتوں کے بننے اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر' نہری پانی کا مسئلہ اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے نظم و نسق کی اصلاح' ذخیرہ اندوزی' چور بازاری اور سمگلنگ کے انسداد' مہاجرین کی آباد کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عائلی قوانین کا نفاذ' دارالحکومت کی تبدیلی' بنیادی جمہوریت کا نظام' میثاق استنبول (آر۔ سی۔ ڈی)' نہری پانی کا تصفیہ اور آئین کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار یحییٰ خاں کو منتقل کر دیا۔ یحییٰ خان نے مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۰ء کو ون یونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول نافرمانی کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد یحییٰ خان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجہ میں سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زدہ اور اشکبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عنان حکومت سنبھالی۔ سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی' نوے ہزار فوجی قیدیوں کا مسئلہ' روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خوردہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۴ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۲ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے بلاک کی تشکیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی' دفاعی اور سماجی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم بلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا سنہری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندہ ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷۔ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام سینٹ نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الٰہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بدامنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

کر کے نظم و نسق اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے فوجی مداخلت سے ببرک کارمل کو اقتدار سونپا۔ کارمل انتظامیہ نے مخالفین کو کچلنے کے لئے روسی فوج کو استعمال کیا جس کی وجہ سے تیس لاکھ سے زائد افغان باشندے پناہ حاصل کرنے پاکستان چلے آئے۔ یہ افغان باشندے ملک بھر میں پھیل گئے۔ ان میں کچھ روسی تخریب کار بھی تھے جس کی وجہ سے پورے ملک میں بموں کے دھماکے' اغواء' ناجائز اسلحہ کی خرید و فروخت' رہزنی اور لاقانونیت کے واقعات عام ہونے لگے۔ جنرل ضیاء الحق ۱۷۔ اگست ۱۹۸۸ء تک حکمران رہے۔ ان کے بعد بے نظیر بھٹو ۲۔ دسمبر ۱۹۸۸ء کو وزیراعظم بنیں۔ مرکز اور صوبہ پنجاب کے اختلافات کی وجہ سے ان کا دور اسی کشمکش میں گذر گیا۔ دوبارہ عام انتخابات میں نواز شریف وزیراعظم بنائے گئے۔

پاکستان کی ادبی تاریخ مرتب کرتے ہوئے متذکرہ بالا سیاسی واقعات کے علاوہ یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ پاکستان ایک مخلوط ثقافتی ملک ہے۔ اس کے مختلف علاقوں میں نسلی' رسم و رواج' طرز بود و باش' لباس اور زبان میں بھی بہت فرق ہے لیکن یہاں کے تمام مسلمان توحید و رسالت پر کامل ایمان کی وجہ سے آپس میں متحد ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام اس تمام ثقافتی ورثے کا منبع ہے۔ زبان و ادب کے لحاظ سے پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہے جو پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ علاقائی زبانوں میں پنجابی' سندھی' پشتو' بلوچی' بروہی اور سرائیکی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام زبانوں میں قیام پاکستان کے بعد علمی و ادبی کام ہوا۔ ملکی سطح پر کھیل' ثقافتی شو' میلے اور عرس ملکی ثقافت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ عرسوں کے اجتماعات میں اکثر و بیشتر مذہبی جوش و خروش اور خلوص و عقیدت مندی کے جذبہ کی بجائے عام میلوں ٹھیلوں کا سا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ اسلامی اقدار جدید مادیت کے پنجہ استبداد کی مضبوط گرفت کی بناء پر دم توڑ رہی ہیں۔ جدید علوم کی ترقی نے مثبت نتائج دینے کی بجائے انسانوں کو خود غرض' اقربا پرور اور مادہ پرست بنا دیا ہے۔ روحانیت کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ فحش لٹریچر اور عالمی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اخلاقی بے راہ روی کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ جائز اور ناجائز ذرائع سے دولت کے حصول میں کوشاں ہیں۔ بناوٹ' تصنع اور فیشن شہری زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔ اونچے طبقہ کے لوگ اپنی آمدنی تعیش اور غیر ضروری اشیاء پر صرف کر رہے ہیں۔ بڑے شہروں میں مذہبی تعلیم کی کمی اور اجتماعی زندگی کا فقدان ہے۔ جدید رہائشی علاقوں کے مکینوں میں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا بہت کم احساس باقی رہ گیا ہے۔ آشوب زمانہ کے ان حالات سے ستایا ہوا انسان سکون کی تلاش میں رحمتہ للعالمین کے در پر گیا ہے۔ ان جدید تقاضوں کو مد نظر رکھ کر میلاد ناموں اور سیرتی ادب میں اسلامی اقدار کو پرخلوص جذبات کی آنچ سے پگھلا کر قلب و نظر کی اصلاح کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔

بھارت میں موجود مسلمان نامساعد حالات کے باوجود ہندوؤں' سکھوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے مقابلے میں اپنے مذہب' تہذیب اور تمدن کی محافظت کے لئے پورے خلوص سے کوشاں ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اور نبی کریمؐ سے ان کی والہانہ وابستگی برقرار ہے۔ ہندوؤں کے مظالم کی داستان بہت طویل ہے۔ اب تک سینکڑوں مسلمان ہندو غنڈوں کے ہاتھوں مسلم کش فسادات میں شہید ہو چکے ہیں۔ عدم استحکام

فرقہ وارانہ فسادات اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے وہاں کے مسلمان اپنے دینی عقائد میں پہلے سے بھی زیادہ راسخ ہو گئے ہیں۔

قیام پاکستان کے وقت بیشتر مہاجرین اپنا علمی' ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے۔ پاکستان میں میلاد ناموں کی مجلسی ضرورت کے تحت اشاعتوں کا اہتمام ہوا۔ نئے میلاد نامے لکھے گئے اور چند پرانے میلاد نامے مثلاً مولود شہید اور میلاد اکبر وغیرہ دوبارہ شائع ہوئے۔ اس دور کے بیشتر میلاد نامے علوم جدیدہ اور نئے احوال و مسائل کو مدنظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ نیز آپ کے دیگر پہلوؤں معراج' معجزات' شمائل و خصائل اور حلیہ مبارک وغیرہ پر الگ تصانیف منظر عام پر آئیں۔ نبی کریمؐ کی ذات اقدس مسلمانوں کے لئے عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اس لئے اس باب میں بلا تخصیص پاک و ہند کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل ہے۔ لیکن اس جائزے سے پہلے یہ بات جان لینا چاہئے کہ اس دور سے قبل اردو نعت کے سلسلے میں امیر مینائی' علامہ اقبال'' محسن کاکوروی اور مولانا ظفر علی خاں جیسے نعت گو شعراء نعت کو ایک نیا رخ دینے کے لئے اس کے بیشتر امکانات کھنگال چکے ہیں۔ اب نعت زلف و کملی کی مدح سرائی سے آگے بڑھ چکی ہے اور اسے امت کے مسائل کے حل کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرح اب صرف روایت کا دور ختم ہو چکا ہے اور روایت کے ساتھ ساتھ درایت و تعقل پسندی بھی آ گئی ہے۔ سیرت میں مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی وغیرہ ایسا تجربہ کر چکے ہیں جس کے بعد سیرت کے سلسلے میں بھی تحقیق نے اہمیت حاصل کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب امور نے میلاد نگار حضرات کو بھی متاثر کیا جس کی واضح جھلکیاں ہمیں زیر نظر دور کے میلاد ناموں میں نظر آتی ہیں۔

محمد شفیع علی خاں اختر رضوی (م ۱۹۴۸ء)

مولانا حافظ محمد شفیع علی خاں اختر رضوی کی زندگی میں خاندانی روایات کا پورا عمل دخل رہا ہے۔ ان کی تحریروں میں زہد و ورع کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا میلاد نامہ "نور القلوب فی ذکر المحبوب" ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن کہیں کہیں منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔

اس کی ترتیب مضامین میں سب سے پہلے تلقین نماز' حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا' حکایت چرواہا اور حضرت موسیٰؑ شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد برکات میلاد' مختلف معجزات رسالتمآبؐ' نور نبویؐ کی برکات' بیان پیدائش' بیان معراج شریف' مناجات' نعتیہ کلام' مناقب اصحاب کبارؓ اور سلام بحضور سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر مستند کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ ان کی میلادیہ منظومات میں حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ نبی کریمؐ کے جمال معنوی پر فدائیت کا یہ عالم ہے کہ ذکر حبیبؐ جہاں بھی آتا ہے تو آپؐ کی صفات اس کے دل و دماغ میں روشن ہو جاتی ہیں۔ خلوص کا یہ عالم ہے کہ کلام کی اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے۔ چند ایک منظومات سے اشعار درج ذیل ہیں:

غیر ممکن ہے صفت حضرت رسول اللہؐ کی

جب کہ خالق خود کرے مدحت رسول اللہؐ کی
روز محشر جمع ہوں گے اولین و آخریں
تب دکھائے گا خدا عزت رسول اللہؐ کی
کچھ بشر پر ہی نہیں موقوف کل خلق خدا
کرتی ہے صبح و مسا مدحت رسول اللہؐ کی
(۱)

جان نکلے مرے مولا یاد محمدی میں
لب پر ہو نام تیرا دم الفت نبیؐ میں
عشق محمدیؐ میں بیشک فنا بقا ہے
یا رب تیرے صدقے کرنا فنا اسی میں
(۲)

ماند ہو جائیں ابھی شمس و قمر
رخ سے گر برقع اٹھا کر دیکھ لو
ہو گئے میرے گناہ حد سے فزوں
اے شفیع روز محشر دیکھ لو
یا نبیؐ فرقت زدوں کا حال راز
پردہ دوری اٹھا کر دیکھ لو
(۳)

مصنف نے چرواہا اور حضرت موسیٰؑ کی حکایت بیان کرنے کے بعد مقام محبت کی وضاحت کر کے چند اولیاء اللہ کے صبر و استغنا کے احوال بھی قلمبند کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"حضرت سہیل بن عبداللہ تستری سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب محبت کو پیدا کیا۔ چار ہزار برس عرش کے نیچے گریہ و نالاں رہی کہ اے پروردگار عالم تو نے ہر ایک چیز کے واسطے ایک مقام مقرر فرمایا ہے مجھ کو نہیں معلوم کہ میرا مقام کس جگہ ہے ارشاد ہوا کہ تیرا مقام میرے عاشقان خاص کا دل ہے۔ اس نے عرض کیا الٰہی تیرے بندے میرے تحمل کی طاقت نہ لا سکیں گے۔ خطاب ہوا کہ وہ میرے بندے ایسے ہیں کہ اگر آسمان کی بلا اور غم ان کے سر پر گرے تو بھی راہ طلب سے قدم نہ اٹھائیں گے تو اسی مقام پر موافق ظرف اور حوصلہ ہر طالب کے لذت و حلاوت بخشتے رہتا۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ کو دیکھئے کہ جس وقت عشق نبویؐ نے جوش مارا بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طنزیہ کہنے لگا کہ اے بادشاہ اس فقیری کو کیا بہتر سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہنتے اور ہر کام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا' افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعنہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور بہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

(۳)

اختر رضوی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا سماں سماں' زبان کی سلاست' روانی اور موسیقیت کا باندھتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے' سر دھنتا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محاسن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے دینی معلومات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست' محل استعمال' مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"سبحان اللہ سمک سے سماک تک ایک غلغلہ شادمانی و طنطنہ کامرانی بلند ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورسند زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قربان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گھڑیاں منانے والو دوست شاد دشمن پامال' ہاں کدھر ہیں۔ سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کو' جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو فاسجد کی ہری کیاری ہے اس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم' جو مسلکا تحفہ ہے اس کی مہکتی کلیوں سے ہار گوندھیں **ورفعنا لک ذکرک** کا جھلکتا سرا **یداللہ فوق ایدیھم** کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار **یصلون علی النبی** کی نچھاور

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طنزیہ کہنے لگا کہ اے بادشاہ اس فقیری کو کیا بہتر سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہنتے اور ہر کام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا' افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعنہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور یہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

(۳)

اختر رضوی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا سہانا سماں' زبان کی سلاست' روانی اور موسیقیت کا باندھتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے' سر دھنتا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محاسن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے دینی معلومات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست' محل استعمال' مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"سبحان اللہ سمک سے سماک تک ایک غلغلہ شادمانی و طنطنہ کامرانی بلند ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورسند زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قربان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گھڑیاں منانے والو دوست شاد دشمن پامال' ہاں کدھر ہیں۔ سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کہو' جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو فاسجد کی ہری کیاری ہے اس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم' جو مہکتا تختہ ہے اس کی مہکتی کلیوں سے ہار گوندھیں ورفعنا لک ذکرک کا جھلکتا سہرا یداللہ فوق ایدیھم کا جھمکتا گجرا دل و جان نثار یصلون علی النبی کی نچھاور

کچھ عجیب بڑھتی دولت ہے کہ ایک اٹھاتے ہیں دس پاتے ہیں۔ فقیروں کی چاندی ہے۔ غنی کی برکت ہے۔ ہاں خدا کو تجو' نبی پر درود' مداح کو جنت' جنت کو امت' امت کو شفاعت' شفاعت کو وجاہت' فقیروں کو ثروت' ذلیلوں کو عزت' ضعیفوں کو قوت' آنکھوں کو نور' دل کو سرور' مجھ جیسے بے دست کو لطف حضور کہ اب وہ سہانی گھڑی خیر سے آتی ہے کہ دارین کے دولہا کو شبستان والا سے مسجد اعلیٰ' مسجد اعلیٰ سے مقصد بالا تک لے جائیں گے۔ پائے سمک سے تاج سماک' فرش خاک سے عرش پاک تک **سبحان الذی اسری بعبدہ** کا ڈنکا بجائیں گے۔"(۵)

اختر رضوی کے بیان میلاد و معراج میں ان کی نظم و نثر میں شدت احساس کے ساتھ قلبی خلوص اور جذب و کیف موجزن ہے۔ انھیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ علمی حوالوں کی کثرت سے بسااوقات رکاوٹ فطری بہاؤ کو مدھم کر دیتی ہے مگر ان کی تحریر ایسی کسی دقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتیں۔ بیان شروع سے آخر تک یکساں بہاؤ اور موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔

عصر جدید میں میلاد ناموں نے ایک ثقافتی و دینی تحریک کی حیثیت حاصل کر لی۔ یہ چلتی پھرتی درسگاہیں' تبلیغ دین' حضورؐ کے میلاد و سیرت کی اشاعت' تعمیر و تشکیل کردار' مذہبی تقدس و پاکیزگی' اور زبان کی بالواسطہ ترویج و تشہیر کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔ میلادیہ منظومات پر مستند شخصیات شعر و ادب نے بھرپور توجہ دی اور فن نعت کو صنف سخن کا درجہ دینے میں نمایاں طور پر موثر کردار ادا کیا۔

محمد بدرالدین خان (م ۱۹۳۸ء)

ابو ظفر محمد بدرالدین خاں صوبہ بہار میں سب رجسٹرار تھے۔ مذہب سے انھیں بہت لگاؤ تھا۔ انھوں نے اپنے اس طبعی میلان کے پیش نظر میلاد نامہ بعنوان "تحفہ ربیع الاول" لکھا۔ اس کی تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے' رقم طراز ہیں:

"تمام مسلمانوں کے سامنے ربیع الاول اور دیگر مجلسوں میں جہاں آپؐ کا ذکر خیر ہو اسے پڑھا جا سکے تاکہ مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب کا صحیح مذاق پیدا ہو۔"(۶)

"تحفہ ربیع الاول" میں ذکر ولادت باسعادت' سیرت النبیؐ کے مختصر حالات' پیغام محمدی' مشن کی کامیابی' ہجرت و وطنیت کا فلسفہ' معجزات اور معراج کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی ہیں۔

جشن عید میلادالنبیؐ منانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"زندہ قوموں کا دستور ہے کہ وہ اپنے ہادی و پیشوا کی یادگار میں سال بہ سال ان کے یوم پیدائش منایا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی لازم ہے کہ محسن اعظم' ہادی برحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منایا کریں اور نہایت ہی عقیدت مندی کے ساتھ آپؐ کا ذکر خیر سنیں اور لوگوں کو سنائیں۔"(۷)

ان مضامین کے بیان میں خلوص جھلکتا ہے۔ مصنف نے بڑے دلکش اور سادہ انداز میں حالات تحریر

حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی

حافظ محمد اسحاق دہلی کے رہنے والے تھے۔ صابری چشتی سلسلہ میں بیعت تھے۔ شعرو سخن میں بیخود دہلوی کے شاگرد تھے۔ تقسیم ہند و پاک کے بعد کراچی آ گئے۔ ان کا میلاد نامہ "ظہور انور معروف بہ میلاد حبیب اکبر" ۱۹۴۸ء میں طبع ہوا۔ اس کی ضخامت ۲۶۸ صفحات ہے۔ نظم و نثر کے مخلوط مضامین پر مشتمل ہے۔

حمد و نعت کے بعد اس میں فضائل درود شریف اور رمضان المبارک کا بیان ہے۔ اس کے بعد فضائل قرآن مجید، فضائل خدمت والدین، فضائل محفل میلاد، فضائل کلمہ طیبہ، حضورؐ کی دیگر الہامی کتابوں میں بشارات، ختم نبوت، مدح صحابہ کبارؓ و مناقب خلفائے راشدینؓ و فضائل اہل بیتؓ، جلوہ نور، ولادت با کرامت، ثبوت قیام، سلام بوقت قیام، واقعات بعد ولادت، واقعات رضاعت، خلق عظیم، معجزات خاتم النبیینؐ، حلیہ مبارک، معجزہ معراج اور مناجات کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے مختلف کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں اور ان حوالوں کے لئے انہوں نے معتبر اور مستند کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ بیان خاتم النبیینؐ سے ایک مختصر عبارت بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"حکم فرمایا جو شخص کسی نبوت کے دعویدار سے نشان نبوت اور معجزہ طلب کرے گا وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا اس لئے کہ جو شخص معجزہ طلب کرے گا یہ بات ثابت کرے گا کہ وہ دوسرے نبی کا ہونا آپؐ کے بعد ممکن الوقوع سمجھتا ہے چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں (تفسیر روح البیان بوارق لامعہ) نبی

کریمؐ پر ہمارا ایمان لانا یوں واجب ہے کہ تحقیق وہ اب بھی ہمارے رسول ہیں اور یہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں اور جو یہ ایمان لائے کہ وہ ہمارے رسول تو ہیں لیکن اس پر ایمان نہ لائے کہ وہ خاتم الانبیاء و رسول ہیں تو وہ مسلمان نہیں (مجمع الانہار شرح ملتقی الابحار صفحہ ۳۰ مصری)"۔(۱)

یہ میلاد نامہ اپنے عہد کے اصلاحی رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ اس میں مصنف نے موقع بہ موقع بعض لطیف حقائق و معارف کی طرف اشارے بھی کیے ہیں' جس سے میلاد نامے کا لطف دوبالا ہو گیا ہے۔ ان کی زبان اور ان کے اسلوب سے ان کے علمی رتبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تحریر میں ہر بات محکم' مدلل' اور نہایت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ وہ شان نبوت کو ایک سچے عاشق رسول کی طرح بیان کرتے ہیں۔ یہ میلاد نامہ اپنی اقاویت کے اعتبار سے قیام پاکستان کے بعد تحریر کیے گئے میلاد ناموں میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

عزیز الدین احمد قادری

عزیز الدین احمد قادری' کوچہ چنخیاں' موچی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ "آئینہ خلق محمدیؐ" نثر کے ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کا سال ۱۹۳۹ء ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں:

توحید' رسالت اور خلافت' بعثت رسول کریمؐ دعائے حضرت ابراہیمؑ نوید مسیحؑ حضرت سلیمانؑ کی بشارت' حضرت موسیٰؑ کی پیش گوئی' ظہور نور' نور محمدیؐ کا تدریجی دور' نور نبویؐ کی ضیا باریاں' شجرہ نسب' سیرت شاہنشاہ کونینؐ نور مجسمؐ کا سفر شام' عہد کاملؐ حضور نبی کریمؐ کی روحانیت کے اوصاف کا اجمالی بیان' اخلاق و الطاف' جنگ کا حکم' تنظیم اسلام' مساوات' غلامی کا خاتمہ' رحم اور حسن معاشرت' حجۃ الوداع' مرض الموت' رحلت رسول پاک' حلیہ مبارک' زر و دولت کا بہترین مصرف' شجاعت رسول اکرمؐ حضورؐ کی عبادت و طاعت' عشق رسولؐ زکواۃ کے حقدار' اقوال حضرت نظام الدین اولیاءؒ مذہب کی ضرورت اور کیوں وجود میں آیا' حضورؐ کا شغف عبادت اور دعائیں' احادیث رسول اللہ کی عظمت' حضورؐ کی تجارتی تعلیم' حضورؐ کی کھانے میں سادگی اور صفائی کا معیار' حضورؐ کی اخلاقی رہنمائی' فیاضانہ زندگی اور بلند خیالی' حضورؐ کی تنظیم اور اخوت اسلامی' الوداعی سلام' لمحہ فکریہ از مصنف اور خاتمہ کتاب و دعا۔

مصنف نے مثنوی مولانا رومؒ تذکرۃ اولیا (عطارؒ) رسالہ مولوی وہلیؒ کتاب الاسلام (سید نذیر الحق)' مصحف بیدم' نغمات سماع اور دیگر کتابوں سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔ مصنف نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس کے لکھنے کا مقصد امت محمدی کے سامنے حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو پیش کر کے اس کی پیروی کی رغبت دلانی مقصود ہے۔ نیز حکومت ماضی یعنی فرنگی حکومت کے تاثرات کو اپنے وجود سے خارج کر کے سچے اسلامی شعار میں ڈھالا جا سکے۔"(۲)

نبی کریمؐ کی اولاد سے والہانہ محبت کے بیان میں ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"حضورؐ کو اپنی تمام اولاد سے محبت تھی۔ اس میں صغیر و کبیر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تو بہت خوشی ہوئی اور مژدہ سنانے والے ابو رافعؓ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ بچے کو لے کر دیر تک پیار کرتے رہتے تھے۔ بیماری کی اطلاع پا کر فوراً گئے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ساتھ تھے نزع کی حالت دیکھ کر ٹپ ٹپ آنسو نکلنے لگے۔ عبدالرحمٰن کے استفسار پر فرمایا۔ میں نے بین کرنے' بال نوچنے اور چیخ کر رونے کو منع کیا ہے' یہ تو محبت و رحمت کے آنسو ہیں کیونکہ دل پر کسی کا قابو نہیں چلتا۔"(۱۳)

مصنف نے مستند اور معتبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ اس کے مباحث و افادات اور زبان و طرز نگارش کی خصوصیات نے اسے عام قاری کے لئے خاص طور پر مفید بنا دیا ہے اور قیام پاکستان کے بعد لکھے گئے میلاد ناموں میں اسے ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

مولوی عبدالستار جالندھری

مولوی عبدالستار جالندھری نے "میلاد آفتاب" تصنیف کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے اور ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے میں کسی جگہ سن طباعت درج نہیں ہے۔ اس کا زیادہ حصہ منظوم ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء ذکر ولادت کی بجائے فضائل درود شریف سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد تفصیلاً" فضائل محفل میلاد بیان کئے گئے ہیں۔ اس بیان کے بعد لفظ محمدؐ سے بہت سارے نکات پیدا کئے گئے ہیں جیسے "اللہ کا نام بھی چار حرفی ہے اور محمدؐ کا نام بھی چار حرفی ہے۔ اللہ کا نام بھی بے نقط ہے اور محمدؐ کا نام بھی بے نقط ہے۔"(۱۴) اکتالیس صفحات کے بعد نور محمدی کا بیان شروع ہوتا ہے جو من و عن وہی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں ملتا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے مناقب کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کو نہ معلوم کیوں چھوڑ دیا گیا ہے حالانکہ میلاد نامہ کو میلاد تک محدود رکھنا چاہئے اور اگر خلفائے راشدینؓ کے مناقب کو بطور خیر جوئی شامل کیا جائے تو چاروں اصحاب کو شامل کرنا چاہئے تھا۔

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (م ۱۹۵۰ء)

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کی ولادت ۵۔ جنوری ۱۸۶۷ء کو ان کے آبائی قلعہ بھیکن پور میں ہوئی۔ انہوں نے جملہ مروج علوم و فنون میں کامل دسترس حاصل کی۔ ان کے تمام آباؤ اجداد بیعت یا ذکر و فکر اور احسان و تصوف کا سلسلہ رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے بھی حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے بیعت کی۔ ریاست و امارت انہیں موروثی طور پر ملی تھی لیکن معاملات ریاست

کو بطریق احسن نبھانے میں ان کی نظر بہت وسیع اور عمیق تھی۔

مولانا شروانی کو فطری طور پر اصلاحی و تعمیری کاموں سے گہرا شغف تھا۔ انہوں نے سرسید کے علمی کارناموں سے متاثر ہو کر ان کی طرف دست تعاون بڑھایا اور ہمیشہ اپنی سرگرمیوں کو علم و تعلیم اور خدمت دین تک محدود رکھا۔ ان کی زندگی کا ایک گرانمایہ حصہ حیدر آباد دکن میں بطور صدر الصدور بسر ہوا جس میں انہوں نے دینی خدمت کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

مولانا حبیب الرحمن نے حیدر آباد دکن میں میلادی مجلسوں کے رواج کی اصلاح کی اور اس بات کی پروا کئے بغیر کہ ان کے منصب جلیل کا اقتضاء کیا ہے' ہر اس شخص کے گھر جانے پر راضی ہو جاتے جو ان سے میلاد پڑھوانا چاہتا تھا۔ سیرت مقدسہ نبی کریمؐ کے متعلق ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا' اس لئے ان کے بیان اور خطاب کا طریقہ بھی حد سے زیادہ متین اور سنجیدہ ہوتا تھا۔ جو شخص بھی بلاتا اپنی موٹر کار پر اس کے گھر پہنچ جاتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ سیرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر مسلسل' پر مغز اور موثر انداز میں میلاد بیان فرماتے۔ رفتہ رفتہ ان کی کاوشوں کی بدولت انفرادی محافل میلاد کی بجائے اجتماعی محافل میلاد کا ذوق و شوق پھیلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے میلاد کی بعض اجتماعی محافل کے سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ مولانا کی میلاد خوانی کے بارے میں مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

> "مولانا شروانی کے بیان میلاد میں موضوع' جعلی حدیثوں' جھوٹے تراشیدہ افسانوں اور شعر و نغمہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ وہ قرآنی آیات' معتبر احادیث' سیرت کی تاریخی اور مستند روایات سے اتنی غیر معمولی دل آویزی پیدا کر دیتے تھے کہ مشکل ہی سے حیدر آباد کی پبلک دوسروں کی تقریر یا وعظ سننے کے لئے آمادہ ہوتی تھی۔ غلط عقائد' بے بنیاد اوہام' جاہلی رسوم و رواج ہر ایک چیز کی اصلاح بھی ان کی عالمانہ تقریروں سے ہوتی چلی جاتی تھی۔ یہ ان کے طرز بیان کی خوبی تھی کہ مخالف خیال رکھنے والوں میں بھی کسی قسم کی گرانی پیدا نہ ہوتی تھی۔"(۱۵)

مولانا حبیب الرحمن خاں کی معاشرتی اصلاح اور دینی شعبوں کی تنظیم و ترقی کے بارے میں سید معین الدین شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

> "ربیع الاول شریف میں مجالس عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میلاد خوانوں کے طائفے صدارت العالیہ میں طلب کئے جاتے تھے' ان کی جانچ کی جاتی' اہل کو میلاد خوانی کی باضابطہ اجازت اور نااہلوں کو یک قلم ممانعت کر دی جاتی۔ مولانا شروانی کی صدر الصدوری کے زمانے میں مذہبی رنگ کچھ ایسا چڑھا کہ ہائی کورٹ کے جج اور حکیموں نے ججی کے فیصلوں اور مطلب کے ساتھ ساتھ مجالس وعظ و میلاد میں خوب خوب تقریریں کیں۔"(۱۶)

حیدر آباد سے واپسی کے بعد مولانا بدستور علمی مشاغل اور ملی مسائل کی طرف متوجہ رہے۔ آخری ایام میں تسبیح و درود میں بڑی کثرت کرتے تھے۔ بالآخر یہ آفتاب چشم عالم سے ۱۱۔ اگست ۱۹۵۰ء کو نہاں ہو

گیا۔

مولانا شروانی کے میلادیہ رسائل کا سلسلہ "ذکر خیر" کے نام سے حیدر آباد دکن سے شائع ہوتا رہتا تھا۔ ان رسائل میلاد میں شان رسالت۔ ذکر الحبیب۔ آفتاب رسالت۔ رسالت عامہ۔ پیغام رحمت۔ شمائل مبارک اور اسوہ حسنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حیدر آباد کی انجمن اسلامیہ نے بھی ذکر جمیل اور شمع ہدایت وغیرہ کے نام سے میلادیہ رسائل شائع کیے تھے۔ ان رسائل کی اشاعت بالخصوص ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ دراصل متذکرہ بالا تمام رسائل میلاد حیدر آباد اور حبیب گنج کی مجالس میلاد کی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں واقعات کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ عقیدت مندی، دل کی گرمی، تاثیر اور ادب شناسی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

> "ام عثمان سے روایت ہے کہ جب حضرتؐ پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ گر پڑیں گے، اس میں یہ ایماء تھا کہ حضرت سرور کائناتؐ کل انوار کے مرکز ہیں اور ہر شے اپنے مرکز کی طرف مائل ہوا کرتی ہے، ملک فارس کے آتش کدوں کی آگ جو ہزار برس سے دہک رہی تھی، بجھ گئی۔ اس میں یہ رمز تھی کہ دین حق کے جلوہ سے آتش پرستی کی گرم بازاری نہ رہے گی، دریائے ساوہ سوکھ گیا، اس میں یہ اشارہ تھا کہ اب آب پرستی اور پرستش دریا پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر پڑے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ کی رسالت سے بت پرستی کا منہ کالا ہو گا، نوشیرواں کے محل میں زلزلہ پیدا ہوا۔ اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے اور لرز کر گر پڑے۔"(۱۷)

مولانا شروانی کی تالیف میلاد نامہ "ذکر جمیل" میں نبی کریمؐ کی پوری مکی و مدنی زندگی کے قریباً تمام واقعات کو عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے ورنہ میلاد ناموں میں بالعموم ولادت مبارکہ۔ معراج شریف اور وفات کا بیان، تین بڑے عنوانات ہوتے ہیں اور باقی عنوانات انہی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترک و انتخاب کے اصول کی کارفرمائی نہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب ایک تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلوتہی کی گئی ہے، اس میں صرف تاریخی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منفرد انداز کی وجہ سے یہ میلاد نامہ دیگر میلاد ناموں سے مختلف نظر آتا ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ اسلوب سادہ، سہل اور عام فہم ہے۔ مولانا شروانی کی میلاد نگاری میں ان کا اسلوب شگفتگی و بلاغت کے ساتھ حلاوت، چستی اور برجستگی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ ان کی تحریروں سے بھی مقبولیت کا اثر صاف نمایاں ہے۔

خلیق احمد

خلیق احمد کا منظوم وفات نامہ ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور عزیزی آرٹ پریس، بھوپال کا مطبوعہ ہے۔(۱۸) اس کے سال اشاعت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کو عنایت جنگ بہادر نے عطا کیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کا منظوم بیان ہے۔

آرزو لکھنوی (م ۱۹۵۰ء)

انور حسین نام آرزو تخلص، سید ذاکر حسین یاس کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے، پہلے امید تخلص کرتے تھے، بعد میں آرزو رکھا۔ جلال لکھنوی کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے بمبئی اور کلکتہ کے تھیٹرز میں گیت لکھتے رہے۔ ان کے آباؤ اجداد اجمیر سے لکھنؤ آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا سپہ گری سے تعلق تھا لیکن وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے شعر و سخن کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ۱۶۔ اپریل ۱۹۵۰ء کو انتقال ہوا۔

ان کی مثنوی "صبح اسلام" بیان میلاد پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری میں قدیم و جدید رنگ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ حقیقت و تخیل کی آمیزش ملاحظہ ہو :

ظہور حال و مستقبل سے ماضی کو ملا دوں گا
مجھے آج پھر دوہرانا ہے افسانہ محمدؐ کا
(۱۹)

بنا ہے مہبط جبرئیل کاشانہ محمدؐ کا
اب افسانہ خدا کا ہے ہر افسانہ محمد کا
دوئی اک داغ تہمت، غیرت الزام بے معنی
وہ اپنا ہے جسے اپنائے یارانہ محمدؐ کا
(۲۰)

عام فہم زبان اور سادگی و خلوص ان کے کلام کی منفرد خصوصیت ہے۔

علامہ سیماب اکبر آبادی (م ۱۹۵۱ء)

عاشق حسین نام، سیماب تخلص ۱۸۸۰ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کے سانحہ ارتحال نے ایف۔ اے میں سلسلہ تعلیم قطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۹۹ء میں داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ قصر ادب کے نام سے تصنیف و تالیف کا ادارہ قائم کیا۔ ساغر نظامی کے ساتھ ۱۹۳۶ء میں لاہور آئے۔ اپنا ماہنامہ رسالہ "پیمانہ" بھی آگرہ سے لاہور منتقل کیا۔ لاہور کی فضا راس نہ آئی اور واپس چلے گئے۔ ۱۹۳۰ء میں ماہنامہ "شاعر" جاری

کیا جو قیام پاکستان تک جاری رہا۔ یہ اصلاح زبان اور شعر و ادب کا معیاری رسالہ تھا۔ سیماب تقسیم ہند کے بعد کراچی آ گئے اور یہیں ۳۱۔ جنوری ۱۹۵۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار قائداعظم کے نزدیک مدفون ہیں۔

علامہ سیماب اکبر آبادی کو علم عروض میں کامل دسترس حاصل تھی۔ شعر و شاعری میں ان کا کمال دیکھ کر مختلف اطراف سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں فخر شاگردی حاصل کرنے لگے۔ اس لحاظ سے سیماب کہنہ مشق، صاحب طرز، قادر الکلام اور آگرہ سکول کے ایک کامیاب شاعر تھے۔ مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۸۴ سے زائد کتابیں ان کے قلم کے رہین منت ہیں۔ سیماب نے قرآن حکیم کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ خواتین کے لئے زنانہ میلاد لکھا۔ "ریاض الاظہر فی احوال سید البشر" عرف بارہ چمن کے مولف اول مولوی محمد باقر آگاہ ہیں۔ اس کے منظوم شارح اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے متن اور مواد کو از سر نو مرتب و مدون کرنے والے سیماب ہیں۔ سیماب کے نعتیہ مجموعوں میں بھی میلادیہ منظومات موجود ہیں اور سلاموں کے مجموعے ان کے علاوہ ہیں۔

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن کی ترتیب نو کے بارے میں سیماب اکبر آبادی رقم طراز ہیں:۔

"مولوی محمد باقر آگاہ کی زبان قدیم کرناٹک ہے جس کو فی زمانہ جاننا ہر کوئی بوجہ نا آشنائی زبان مذکورہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس میں زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے جو مواد اصل کتاب میں بھی درج نہیں یا کم ہے۔ غزوات، معجزات اور وفات کا بیان، ہر ایک کا ضروری قدر حصہ کتب معتبرہ سے اخذ کر کے کتاب میں داخل کر دیا گیا ہے۔"(۴۱)

ریاض الاظہر کو بارہ چمن میں تقسیم کرنے کی وضاحت کی گئی ہے:

"اس تقسیم کا اصلی سبب یہی ہے کہ ماہ مبارک ربیع الاول کے اوائل میں حضور سرور کونین کے مقدس حالات و متبرک واقعات پڑھنے اور سننے کا ہر ایک کو شوق اور یوم ولادت ۱۲۔ ربیع الاول پر ختم کرنے کا ہندوستان کے اکثر حصوں میں عموماً رواج ہے اس لئے اس کا ہر ایک حصہ اگر ایک ایک دن ختم کر دیا جائے تو بارہ ایام میں کتاب ضرور ختم ہو جائے گی۔"(۴۲)

پہلی جلد میں نو چمن بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے آٹھ چمن منظوم ہیں۔ نواں چمن نثر میں ہے۔ دوسری جلد کے آخری تین چمن کی شرح مولوی سید حسن مرتضیٰ شفق رضوی نے کی ہے۔ یہ دوسرا حصہ مطبع کوثر کا مطبوعہ ہے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود اس مطبوعہ نسخہ میں چمن دوازدھم کے آخری اوراق غائب ہیں۔

پہلا چمن حمد باری تعالیٰ، نعت مصطفیٰ اور منقبت غوثیہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد انوار رسالت، تقسیم نور محمدی اور تخلیق عالم، انتقال نور پیشانی آدم میں، آدم علیہ السلام جنت میں، آدم دنیا میں، حضرت عبداللہ کا نکاح آمنہ خاتون سے، ام القتال خواہر ورقہ کا حال، حضرت عبداللہ اور ایک شامی کاہنہ

تائید غیبی اور عقد' آثار حمل' ایام حمل' وفات حضرت عبداللہ' واقعہ فیل اور حمل کا آٹھواں مہینہ کا بیان شامل ہے۔

دوسرا چمن نوید رسالت' ظہور رسالتماب' کی بشارات جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے' صحیفہ آدم" صحیفہ شیث" صحیفہ ادریس" صحیفہ ابراہیم" توریت شریف' زبور' انجیل' ظہور آنحضرت' کی بشارات جو انبیاء دیتے رہے' حکایت تبع بادشاہ یمن اور چار سو حکماء کی بشارات ظہور آنحضرت' کے متعلق' بخت نصر کا خواب' حضرت دانیال کی تعبیر' ربیعہ سلطان یمن کا خواب' شق و سطیح کی تعبیریں اور بشارت ظہور' بشارت سیف بن ذی یزن سلطان یمن' احوال سعد بن عدنان' بشارت کعب بن لوئی و الیاس بن مضر' حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان' ہشام بن عاص کا قیصر روم سے مکالمہ اور نبی کریمؐ کی تصویر' حکایت ذریب وصی عیسیٰ اور بشارت ظہور نبی ذوالکرامؐ پر مشتمل ہے۔

تیسرا چمن حمد و مناجات اور نعت و منقبت سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں زمانہ حمل کے باقی حالات قبل تولد سرور کائنات" ولادت باسعادت' معجزات ولادت منقول از حضرت آمنہ" معجزات تولد جن کی خبر آپ کے جد امجد نے دی' ہانڈی کا پھٹ جانا جو رسم عرب کے مواقق آنحضرت' پر ڈھکی گئی تھی' ان معجزات کا بیان جن کی خبر حضرت صفیہ آنحضرت' کی پھوپھی نے دی' ان معجزات کا بیان جن کی خبر مادر عثمان بن العاصؓ نے دی' ان معجزات کا بیان جن کی خبر شفا والدہ عبدالرحمٰنؓ نے دی' ایک یہودی کا مکہ مکرمہ میں نبوت آنحضرت' کی خبر دینا' مدینہ منورہ میں حضور' کی ولادت کی بشارت ایک یہودی کی زبان سے' ہنگام ولادت باسعادت بتوں کا سرنگوں ہونا' ولادت رسول' کی وجہ سے شیاطین کی آمد و رفت کا آسمان پر موقوف ہونا' انوار کی درخشانی اور بلندی میں ندائے غیب' آتش کدوں کا بجھنا' دریائے ساوہ کا خشک ہونا' قصر نوشیرواں کا لرزہ میں آنا اور یہودیوں کے پیر کا خواب نظم کیا گیا ہے۔

چوتھا چمن نسیم نبوت' نعت' منقبت' دایوں کا بچوں کے لئے مکہ مکرمہ آنا اور حلیمہ سعدیہؓ کا سرور عالمؐ کو لے کر اپنے گھر جانا' حضرت حلیمہؓ کا مرکب اور ظہور نبوت کی گفتگو' زمین کا سرسبز ہونا' رسول خداؐ حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں' احتیاط و پاکیزگی' گہوارہ رسول' اور چاند' نشو و نمائے نبی کریمؐ' پہلا کلمہ جو نبی کریمؐ کے منہ سے نکلا' آنحضرت کا مکہ جانا اور واپس آنا' رسول کریمؐ چرواہے کی حیثیت سے ہوازن کے جنگلوں میں' معجزہ شق صدر' ایک کاہن کی کہانت اور اظہار نبوت' مراجعت رسول جانب مکہ اور معجزات سفر' نبی کریمؐ بی بی آمنہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ میں' ایک یہودی کی بشارت مدینہ منورہ میں' انتقال حضرت آمنہ خاتونؓ اور شہادت نبوت' حضور انور مسند عبدالمطلب پر' نزول باران برکت' حضرت عبدالمطلب کا انتقال' ابو طالب کو سپردگی اور وصیت کے مضامین تک منظوم ہے۔

پانچواں چمن شمیم نبوت کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں بھی روایت کے مطابق اس کی ابتداء میں حمد' نعت اور منقبت کے بعد اصل مضمون نظم کیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کفالت ابو طالب میں' نو برس کی عمر میں حضرت' کی دعا سے بارش کا ہونا' آپ' کا تیرہ برس کی عمر میں بجانب شام سفر کرنا اور ذکر بحیرہ راہب' سرور عالمؐ انیس برس کی عمر میں' بیس برس سے پچیس برس کی عمر تک کے حالات' سفر شام کے

بعض واقعات اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے آپؐ کا نکاح تک کا بیان ہے۔

چھٹا چمن' تکمیل نبوت' آثار نبوت اور اس کے مقدمات' ابتدائے بعثت و نبوت و نزول جبرئیل' فترت وحی و نزول سورہ مدثر' بیان ان لوگوں کا جو سب سے پہلے ایمان لائے' دعوت عام' ہجرت حبش' حضرت عمرؓ کا قبول اسلام' اہل قریش اور مقاطعہ رسولؐ' وفات ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ' ہجرت فرمانا رسول مقبولؐ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ' ہجرت کا دوسرا' تیسرا اور چوتھا سے گیارہواں سال کے احوال پر مشتمل ہے۔

ساتواں چمن' شمائل نبوت میں حلیہ شریف' سر مبارک' روئے مبارک' آنکھیں اور بصارت کا بیان' کان اور ان کی شنوائی' جبین مبارک' ابروئے مبارک' بینی مبارک' دھن' لب ہا و دندان مبارک' ریش مبارک' گردن اور دوش مبارک' سینہ مبارک' پشت مبارک و مہر نبوت' دست ہائے مبارک' قدوم مبارک' قامت زیبا' رنگ و رفتار مبارک' خوشبو و عرق مبارک' آنحضرتؐ کا علم و صبر اور عقل و حلم' حیا و چشم پوشی' جود و کرم' شجاعت' رحمت و شفقت' پاس عہد و مسئلہ رحم' عدل و صدق و امانت' تمکنت و وقار' زہد مبارک' تواضع مبارک' عادات سرور کائناتؐ و قلت اکل' وہ چیزیں جنہیں آنحضرتؐ پسند فرماتے تھے' آپ چند چیزوں کو ملا کر کھاتے تھے' آداب طعام' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ نے نہ کھائیں' آب و شربت' لباس مبارک' آنحضرتؐ کا پسندیدہ لباس' آداب لباس' خاتم آنحضرتؐ' موزہ مبارک' مزاح و تبسم' آپؐ کا فرش خواب' حجرات مبارک اور مقام حضرت خیر الانامؐ تک منظوم ہیں۔

آٹھواں چمن' خصائص نبوت میں وہ خصوصیات جو نبی کریمؐ پر فرض تھیں' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر حرام تھیں مگر آپؐ کی امت پر حلال ہیں' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر مباح تھیں لیکن امت پر حرام ہیں' آپؐ کے خصائص' فضائل اور کرامات' نبی کریمؐ کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے' خصائص امت نبی کریمؐ اور نبی کریمؐ کی امت کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے' بیان کی گئی ہیں۔

نواں چمن' غروب رسالت میں وصال حقیقی پر آپ کی رضا مندی' اس سلسلہ میں سات روایات کا بیان' وفات سرور کائناتؐ کی حکمتیں اور پانچ روایات کا بیان' وفات شریف ایک معیت حقیقی ہے' واقعات وفات حضور سرور کائناتؐ' آخری زیارت' وفات حسرت آیات' غسل شریف' کفن پاک' نماز جنازہ' تدفین' زیارت روضہ منورہ' حضرت صفیہؓ کی ایک عربی نظم کا ترجمہ اور عالم برزخ میں آپؐ کی تشریف آوری کی پانچ روایات تک سارا بیان منظوم ہے۔ صرف عنوانات نثر میں ہیں۔ اس کے بعد کا بیان شفاعت کبریٰ و صغریٰ کا بیان نثر میں ہے۔

دسواں چمن معجزات پر مشتمل ہے۔ اس میں معجزات انبیائے پیشین و معجزات خاتم النبیینؐ' سب معجزوں سے عظیم الشان معجزہ قرآن' معجزہ شق القمر' معجزہ رد الشمس' معجزہ چشمہ آب از انگشتان رسالتمآبؐ' معجزہ سایہ ابر' معجزہ باران رحمت' معجزہ ناقہ' معجزہ شتر' معجزہ گرگ' معجزہ آہو' معجزہ سوسمار' معجزہ شجر' معجزہ استن حنانہ' معجزہ سلام الاحجار' معجزہ الجبل اور معجزہ الاصنام وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

گیارہواں چمن معراج کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں نظم المعراج' کلیم و حبیب' راویان احادیث معراج' بحث روحانی و جسمانی' پانچ دلائل چہ نسبت خاک را با عالم پاک' معراج کی سات حکمتیں' معراج

کے دو نکتے، ساقی نامہ معراجیہ، خواب نوشیں، سامان تزئین، آمد روح الامین، بیداری خواب، شق صدر، خلعت فردوس، خیال امت، التجائے براق، سواری براق، جمال بے حجاب، جام شیر و قدح شراب، نزول مسجد اقصیٰ، عروج عالم بالا، آسمان اول، لقائے حضرت آدمؑ، جنت و دوزخ کے دروازے، معائنہ عذاب معاصی آسمان دوم، سوم، چہارم، بیت المعمور، آسمان پنجم، ششم، ہفتم، قیامت و شفاعت، لقائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سدرہ المنتہیٰ، رخصت جبرئیلؑ، رخصت براق، سواری رفرف، رفع حجابات، ساقی نامہ عرش معلیٰ، سلام معراجیہ مقام اعلیٰ، چمن وحدت تفسیر قاب قوسین، **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** کی تفسیر معہ نو اقوال، تخفیف عبادات، رخصت، بہشتی ساقی نامہ، مرقع بہشت، داخلہ بہشت، ایوان جنت، حوران جنت، اشجار جنت، انہار جنت اور تہنیت نامہ مراجعت کو نظم کیا گیا ہے۔

بارہواں چمن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ میں موجود نہیں۔ یہ اوراق تلف ہو چکے ہیں اس لئے اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

ولادت باسعادت کے بیان میں شاعر رقم طراز ہے، انداز بیاں ملاحظہ ہو:

ہو چکا تھا قصہ اصحاب فیل
گذرے پچپن دن اسے بے قال و قیل
حضرت عیسیٰؑ سے چھ سو تیس سال
بعد چمکا آفتاب پر جلال
یعنی محبوب خدا پیدا ہوئے
بادشاہ دوسرا پیدا ہوئے
پیشوائے اولیا پیدا ہوئے
خاتم کل انبیاء پیدا ہوئے
آپؐ کے انوار سے چمکا وہ نور
سب اندھیر ہو گیا دنیا سے دور
واہ کیسی راحت افزا تھی وہ شب
یوں ملائک کو ہوا ارشاد رب
کھول دو دروازہ نہ آسمان
باب جنت کو بھی کھولو بے گماں
سارے عالم کو سنوارو قدسیو
زیب و زینت کو ابھارو قدسیو
نور ہو حد سے سوا خورشید میں
روشنی بڑھ جائے صبح عید میں
دیکھئے اس سال افضال خدا

وضع جس گھر میں ہوا بیٹا ہوا
عام تھا یہ فیض انوار قدم
تھے نمایاں سب میں آثار قدم
جب ہوئے پیدا محمدؐ مصطفیٰ
سب سے پہلے سجدہ خالق کیا
پھر اٹھائی انگلی سمت آسماں
تاکہ وحدت کی شہادت ہو عیاں
منہ میں پھر اپنا انگوٹھا لے لیا
دودھ جاری اس انگوٹھے سے ہوا
یک بیک ابر سپید اک ناگہاں
لے گیا حضرت کو سوئے آسماں
آئی اک آواز ہاں ایسا کرو
سارے عالم میں پھراؤ آپؐ کو
تاکہ پہچانے انہیں عالم تمام
خلق میں اسم و صفات ان کے ہوں عام
سارا عالم شاہ دیں کو جان لے
شاہ کونین آپؐ ہیں پہچان لے
ہاں اسے فوراً کیے جائیں عطا
خلق و اوصاف تمام انبیاء
الغرض جملہ فضائل اور کمال
جمع ہوں اک ذات میں بے قیل و قال
یک بیک وہ ابر بھی پھر کھل گیا
اور نظر آیا جمال مصطفیٰؐ
چاند سے روشن تھا مکھڑا آپؐ کا
بوئے مشک آتی تھی منہ سے برملا
ہاتھ میں نور خدا کی سربسر
تین مجھ کو کنجیاں آئیں نظر
کوئی کہتا تھا کہ ہیں یہ کنجیاں
نصرت و ذکر و نبوت کا نشاں
اختیار ان کو خدائی کا دیا

ان خزانوں کا انھیں مالک کیا
کان میں رضواں نے حضرتؑ کے کہا
ہو بشارت تجھ کو اے نور خدا
تو نے پایا علم جملہ انبیاء
علم میں ہو گا تو ان کا مقتدا
ہو گی تیری ہی شجاعت بھی کثیر
اور دو عالم میں تو ہو گا عزیز
آمنہؓ کہتی ہیں، وہ نور خدا
جب خدا کے فضل سے پیدا ہوا
ساتھ ہی پیدا ہوا اک نور بھی
تھی خدائی بھر میں جس کی روشنی

(۲۳)

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر منظوم میلاد نامہ ہے جسے ربیع الاول کے پہلے بارہ دنوں کی مناسبت سے بارہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جا سکے۔ گیارھواں باب منظوم معراج نامہ ہے۔ معراج رات کو کیوں ہوا؟ اس حکمت کو شاعر نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

یہ نکتہ بھی وضاحت کا ہے محتاج
ہوئی کیوں دن کے بدلے شب کو معراج
کوئی کہتا ہے اس میں بھید یہ تھا
نہ ہوں دو آفتاب اک وقت یکجا
کوئی کہتا ہے شب تھی پردہ راز
برائے عاشق و معشوق دمساز
وصال طالب و مطلوب کی رات
نہ تھی کچھ اور جز رمز و کنایات
شب آمد پردہ دار عشق بازاں
شب آمد راز دار دلنوازاں
کوئی کہتا ہے یہ سر نہاں تھا
کہ ہر مومن کا منظور امتحاں تھا
ادب سے جس نے کی تصدیق کامل
ہوا بندہ وہ صدیقوں میں داخل
یہاں ہے مقام غور و انصاف

جو دن کا واقعہ ہوتا عیاں صاف

نہ تھی کوئی صداقت کی ضرورت

نہ ایمان و شہادت کی ضرورت

(۴۴)

ساقی نامہ معراجیہ میں معراج اور اس کے متعلقات کا ذکر کر کے شاعر نے کیف و دل آویزی کی کیفیت پیدا کی ہے۔ زبان و بیان کی سادگی اور سہل لب و لہجہ مہارت فن اور شاعرانہ صلاحیتوں کا بین ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

پلا ساقی وہ مے رطل گراں سے

جو آئی ہو اتر کر آسماں سے

خم گردوں سے لا بھر کر وہ ساغر

جو ہو لبریز شکل جام کوثر

سرور آنکھوں میں رنگ ایسا جما دے

کہ سیر عالم بالا دکھا دے

عروج نظم کا نشہ ہو سر میں

شب اسریٰ کا نقشہ ہو نظر میں

حجاب آنکھوں سے اٹھ جائیں فلک کے

دکھائی دیں ستارے عرش تک کے

منور چشم بینا ہو یہاں تک

نظر آئے مکاں سے لا مکاں تک

خبر لے دور کی طبع رسا آج

زبان قال پہ ہو حال معراج

بڑھے وحدت رہے کثرت نہ باقی

وہی مے ہو وہی مینا، وہ ساقی

کہوں یوں ہو کے مست خوش مقالی

سقانی الحب کاسات الوصالی

(۴۵)

سیماب اکبر آبادی نے "سیرت النبوی" میں آپؐ کی ولادت سے وفات تک کے حالات، آپؐ کے شمائل و خصائل اور ارشادات عالیہ کو سیدھے سادے جملوں میں بیان کیا ہے تاکہ اسے میلاد کی محفلوں میں سب یکساں دلچسپی سے پڑھ سکیں۔(۴۶)

سیماب کے سلاموں کے مجموعہ میں بیان کی پاکیزگی و لطافت اور تشبیہوں اور استعاروں کی ندرت ان

کی غیر معمولی اپج اور شاعرانہ باریک بینی کے شواہد ہیں۔ سلام کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

سلام اس پر صلوٰۃ اس پر درود کائنات اس پر
خدا کی ترجمانی جس نے کی انساں کے پیکر میں
(۲۷)

سیماب کا کلام زبان کی لطافت اور فن کی تکمیل کی پوری تصویر ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت یہی ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلادیہ' معراجیہ اور دیگر منظومات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اشعار ان کے باطنی خلوص و عقیدت کے آئینہ دار ہیں اور انہی حقائق نے ان کی شاعری میں زور اور جوش بیدار کر دیا ہے۔

مولانا اخلاق حسین (م ۱۹۵۲ء)

مولانا اخلاق حسین مدرسہ حسین بخش' مٹیا محل' جامع مسجد دہلی میں ۱۹۳۶ء میں ماہ ربیع الاول کے دوران وفات النبیؐ کے موضوع پر خطاب کرتے رہے۔ ان تقریروں کو "وفات النبیؐ" کے نام سے ہمدرد برقی پریس' دہلی نے شائع کیا ہے۔ اس وفات نامے میں نبی کریمؐ کی علالت کی ابتداء سے وفات تک کے مستند واقعات لکھے ہیں۔ بیماری کے دوران ہونے والے تمام ہدایت آموز واقعات اور آپؐ کی وصیتوں کو محققانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ چند دیگر مباحث کو بھی عنوان بنا کر وضاحت کی گئی ہے مثلاً نبی کی ولادت اور نبی کی وفات کا اصولی فرق (ص ۱۰)' موت کیوں ضروری ہے (ص ۳۹)' حضورؐ کو اپنی وفات کا کب علم ہوا (ص ۸۵)' حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا اعلان (ص ۱۳۳)' کیا امامت ابوبکرؓ فضیلت ابوبکرؓ کی دلیل ہے (ص ۱۳۵)' حضرت ابوبکرؓ کی امامت کے متعلق حضورؐ کی تاکید پر تاکید' رسول اللہؐ کی تجہیز و تکفین میں تاخیر کے بارے میں احادیث کی روشنی میں روافض کے بے بنیاد الزام کا رد (ص ۱۷۳)' آخر میں حضرت عائشہؓ' حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ' حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عباسؓ' حضرت حسانؓ بن ثابت کے مرثیہ کے اشعار اور حیات النبیؐ کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۲۸۴ صفحات ہے۔ اس کے مباحث' افادات' زبان اور طرز استدلال باعث کشش ہیں۔

اس کی زبان عالمانہ ہونے کے باوجود دقیق نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"آپؐ نے ابوبکرؓ کی زیر قیادت مسلمانوں کی تنظیم پر اظہار مسرت فرمایا جب آپؐ نے وصال کے دن صبح کی نماز کے وقت پردہ اٹھا کر امت کو دیکھا اور مسکرا دیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر اشارہ سے منع کر دیا اور پردہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے یہ مسکراہٹ دراصل اس بات پر خوشی کا اظہار تھی کہ مسلمان ابوبکر

صدیقؓ کی امامت میں منظم ہیں اور اللہ کا پیغمبر اپنی امت کو ایسی قابل اطمینان حالت میں چھوڑ رہا ہے کہ اگر امت قیام دین کے لئے اس تنظیم و اتحاد پر قائم رہی تو ترقی کے راستہ پر گامزن رہے گی۔"(۲۸)

خواجہ محمد اکبر خاں وارثی (م ۱۹۵۲ء)

خواجہ محمد اکبر خاں موضع بجولی تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وارثی' قادری اور چشتی سلسلوں سے وابستگی رہی۔ میلاد اکبر کی وجہ سے لازوال شہرت ملی۔ کراچی میں ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔

صوفی اکبر میرٹھی روحانی و باطنی نسبت کے لحاظ سے چشتی وارثی اور قادری سلاسل سے فیض یافتہ تھے۔ انہیں "میلاد اکبر" کی وجہ سے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس کے اب تک بے شمار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ میلاد اکبر مطبوعہ سال ۱۹۳۰ء مطبع محمدی بمبئی اور رتن اینڈ کو دہلی ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جبکہ جہانگیر بک ڈپو' تولکھا بازار لاہور کے میلاد نامہ کے ۱۱۲ صفحات ہیں۔ معراج معلی کے نام سے ان کا معراج نامہ مشتمل بر ۲۴ صفحات پانچویں مرتبہ ۱۹۲۰ء میں شیخ احمد حسن و ذکر الرحمٰن تاجران کتب دہلی نے شائع کیا۔ ان کے علاوہ ان کے کئی نعتیہ مجموعے باغ کلام اکبر' نہال روضہ اکبر' ریاض اکبر' گلزار اکبر اور گلستان اکبر وغیرہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔

میلاد نامہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف' آداب و فضائل محفل میلاد' حضرت بلالؓ کی روایت' اعجاز قرآنی' نبی کریمؐ کے متعلق غیر مسلموں کے اقوال بیان کئے گئے ہیں' بیان ولادت پاک' سلام بوقت قیام' حالات رضاعت' لوری' جھولنا' سراپا مبارک' نعت ور آرزوئے مدینہ' بیان معجزات' معراج شریف' زمین و آسمان کا مباحثہ' قصیدہ معراج' نماز کی تعریف' فضائل صحابہ کبارؓ و آل پاکؓ کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کے بعد مناقب کے سلسلہ میں منقبت امام حسینؓ' غوث الاعظمؒ' خواجہ معین الدین چشتیؒ' حضرت علی ہجویریؒ اور سید وارث علی شاہؒ دیوا شریف لکھی گئی ہیں۔ آخر میں منظوم ترجمہ مناجات حضرت ابوبکر صدیقؓ' منظوم اسماء الحسنیٰ' خلیفہ مستنصر باللہ کی روایت' روایت حضرت ابو ایوب انصاریؓ' حضرت شاہ بہلول دانا' نمرود و شداد کی روایات' واقعہ حضرت سعدؓ' حکایت حضرت سلیمانؑ' حضرت ایوبؑ' عبرت آموز مسدس کے اشعار' میلاد کے بارے میں استفسارات اور منظوم دعا مظفر وارثی شامل ہیں۔

میلاد اکبر میں علامہ برزنجیؒ اور ابن جوزیؒ کے میلاد ناموں کے اقتباسات موجود ہیں۔ دیگر روایات عام میلاد ناموں کی طرح درج ہیں۔ اکبر وارثی نے میلاد کے بارے میں مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور جدہ کے علماء سے استفسار کیا کہ محافل میلاد النبیؐ عقائد اسلامی کے موافق ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں علماء نے اپنے اپنے فتوے بھجوائے۔ ان تمام فتاویٰ کے نقول اس میلاد نامے کے آخر میں شامل کر دی گئی ہیں۔ ان فتووں کا ماحصل یہ ہے کہ محافل میلاد کا انعقاد مبارک بلکہ انسب ہے۔ مدینہ منورہ کے فتویٰ پر تیس علماء کی مہریں ثبت ہیں جبکہ مکہ مکرمہ کے بیالیس اور جدہ کے چدرہ علماء کی مہریں ہیں۔ ان علماء میں حنفی' شافعی اور

دیگر عقائد کے سب ہی علماء شامل ہیں۔

میلاد اکبر میں بہت سے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً کلمہ طیبہ دو ناموں سے مرکب ہے اللہ اور محمدؐ۔ اللہ بھی بے نقط نام ہے اور محمدؐ بھی' اللہ میں چار حرف ہیں اور الف 'ل' ل' ہ' ان چاروں حرفوں میں ایک ایک کو الگ الگ کر کے دیکھئے تو بے معنی نہ ہو گا کچھ نہ کچھ اچھے معنی ضرور نکلیں گے مثلاً الف کو الگ کیا تو 'ل' ل' ہ' رہا ان سے للہ بامعنی بنا **لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ** اب ایک ل بھی الگ کیجئے تو باقی رہا 'ل' اور ہ اس سے لفظ لہ بنا یہ بھی بامعنی لفظ ہے یعنی **لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**۔ اب دوسرا "ل" بھی الگ کر دیجئے تو باقی رہا حرف "ہ" اس کو اگر پیش سے پڑھیں تو ھو بنا جس کے معنی "وہ" کے ہیں۔ اب بھی اشارہ اللہ ہی کی طرف ہے یعنی **ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَالْاٰخِرُ ھُوَالظَّاھِرُ ھُوَالْبَاطِنُ**۔ جس طرح اللہ اسم ذات ہے ایسے ہی محمدؐ اسم ذات ہے۔ جس طرح اللہ بے نقط ہے اسی طرح محمدؐ بے نقط ہے۔ جس طرح اللہ میں "ل" مشدد اسی طرح محمدؐ میں "م" مشدد ہے۔ جس طرح اللہ کے حروف الگ الگ کئے جانے کے بعد بامعنی رہتے ہیں۔ اسی طرح محمدؐ کے حروف بھی الگ الگ کرنے کے بعد بھی بامعنی رہتے ہیں۔ مثلاً محمد میں م' ح' م' د' چار حرف ہیں اگر پہلے میم کو الگ کیجئے تو' ح' م' د باقی رہا جس کے معنی اللہ کی تعریف کے ہیں جیسے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** ایسے ہی "ح" کو الگ کیجئے تو "م' د" باقی رہا اس سے لفظ بنایا تو مد بنا جس کے معنی ہمیشہ اور پھیلاؤ کے ہیں یہ بھی اللہ ہی کی ذات کو زیبا ہے۔ اب اگر میم کو بھی الگ ہٹایا تو خالی "د" رہی جس کے عدد بحساب ابجد چار ہیں اور چار ہی لفظ **ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَالْاٰخِرُ ھُوَالظَّاھِرُ ھُوَالْبَاطِنُ** کے ہیں۔ یہ چاروں صفات بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک کے لئے موزوں ہیں۔ جس کا مشرق و مغرب' شمال و جنوب میں ظہور ہے۔ یہ تمام فضائل قدرتی طور پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا موازنہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ اور دیگر مذاہب کے معبودوں اور اوتاروں میں سے کچھ حروف کم کر کے دیکھئے تو بامعنی حروف باقی نہیں رہیں گے۔"(۲۹)

میلاد اکبر میں گرو نانک کے حوالے سے ایک اور نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے لحاظ سے ساری کائنات سرکار دوعالم نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں نظر آتی ہے۔ گرو نانک کا دوہا ہے:

نام لو ہر بست کا اور چوگن کر لو وائے
دو ملا کر پنچ گن کر لو بست پر وو بھاگ لگائے
بچے کچے کو نوگن کر لو اس میں دو تم دو بھی ملائے
گورو نانک یوں کہیں کہ نام محمد پائے

مثال کے طور پر ہم نے دل کا نام لیا۔ دل کے عدد ۳۴ ہوتے ہیں۔ ان کو چوگنا کیا یعنی چار پر ضرب دیا۔ ۳۴ ضرب ۴ : ۱۳۶ ہوئے۔ ان میں دو ملائے تو ۱۳۸ ہوئے۔ ان کو اب پھر پانچ پر ضرب دیا۔ ۱۳۸ ضرب ۵ : ۶۹۰ ہوئے۔ بیس پر تقسیم کیا تو ۱۰ بچے پھر نو پر ضرب دیا تو نوے ہوئے۔ دو ملائے تو ۹۲ ہو گئے یہی عدد نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اس ترکیب سے ہر عدد ۹۲ بن جاتا ہے۔"(۳۰)

"میلاد اکبر" کی عوامی حلقوں اور مجالس میلاد میں مقبولیت کی غالب وجہ ان کی میلادیہ منظومات ہیں جن میں جذبہ حب رسولؐ کی فراوانی، خیال و احساس کی پاکیزگی، اور بیان کی سادگی ہے۔ انہوں نے ولادت نبی کریمؐ اور معراج النبیؐ کے واقعہ کو خاص طور پر منظوم کیا ہے۔ ان منظومات میں سلام، لوری، جھولنا، ڈالی اور سہرا عوامی مجالس میلاد میں بہت پسند کئے جاتے تھے۔ ہندی گیتوں اور بھجنوں کے زیر اثر منظوم واقعہ معراج اور منقبت خواجہ معین الدین چشتیؒ میں پوری فضا ہندی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی میلادیہ منظومات میں ادبی معیار کو برقرار رکھا، اس سے ان کی علمیت کا پتا چلتا ہے۔ موصوف میلاد خوانی کے سلسلہ میں پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے۔(۳۱) اس اعتبار سے ان کا رابطہ عوام سے تھا اور یہی میلاد خوانی ان کی زندگی تھی۔

میلاد اکبر میں انہوں نے چند سلام لکھے ہیں۔ ان کا درج ذیل سلام اردو کے مقبول و معروف سلاموں میں ہے۔

یا نبی سلام علیک، یارسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
(۳۲)

کئی شاعروں نے اس سلام کی تضمین میں سلام لکھے ہیں لیکن اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گیا ہے اور نہ سنا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"پاک و ہند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو، جس کے کان اس سے آشنا نہ ہوں۔ درود و سلام کے عنوان سے اردو میں درجنوں نظمیں لکھی گئیں۔ خود اکبر وارثی کے سلام کی تقلید میں سینکڑوں سلام منظر عام پر آئے ہیں لیکن سادگی و صفائی، اثر و تاثیر اور قبول عام کے لحاظ سے کوئی بھی اکبر کے سلام کو نہیں پہنچتا۔"(۳۳)

درج ذیل سلام اکبر وارثی نے مدینہ منورہ کی حاضری پر روضہ اقدس پر برجستہ لکھ کر پڑھا تھا۔ اس کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے حق تعالیٰ کے حبیب
السلام اے درد عصیاں کے طبیب

السلام اے سرور ارض و سما
السلام اے سید کل انبیاء

السلام اے شافع روز یقین
السلام اے رحمت اللعالمین

السلام اے باعث کون و مکاں
السلام اے حامی درماندگاں

السلام اے خواجہ کل کائنات
السلام اے شاہ محبوبی صفات
السلام اے حافظ جملہ نظام
السلام اے وارث ما السلام
کون سے منہ سے کہوں میں دل ملول
آپ میری حاضری کر لیں قبول
خود کو اس قابل نہیں پاتا ہوں میں
کثرت عصیاں سے شرماتا ہوں میں
(۳۴)

حضرت حلیمہؓ کی لوری کے اشعار میں خلوص و عقیدت کی فراوانی اور لب و لہجہ بھی سہل اور قابل فہم ہے:

سو جا سو جا پیارے محمدؐ میں تجھ پہ بلہاری
گورے گورے مکھڑے پہ ہے صدقے خدائی ساری
کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ واری
سو جا سو جا

آپ اکثر پڑھتے تھے نمازیں ساری ساری رات
آخر سے دربار خدا سے حکم ہوا یہ جاری
سو جا سو جا

کس نے کہا ہے کملی والے تجھ سے اتنا جاگ
ورم آ جائے پاؤں پہ تیرے گذرے رات بھی ساری
سو جا سو جا(۳۵)

لوری کے ساتھ جھولنا کے اشعار ہیں۔ اگرچہ یہ انداز ذکر رسالتمآبؐ کے لائق نہیں لیکن مجلسی تقاضوں، سرمستی و فریفتگی اور ترنم و موسیقی کے عناصر نے انہیں کیف آور بنا دیا ہے۔

جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
تھا وہ اک نور کا خوشنما جھولنا
قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا
اشرف الانبیاء جھولئے جھولئے

جھولتے حضرت مصطفیٰ جھولنا

چاند سورج تصدق ہوئے آپ پر
چاند سے آپ تھے چاند سا جھولنا

لوریاں دیتے رہتے تھے روح الامیں
جھولتے رہتے تھے مصطفیٰ جھولنا

آپ کے جھولنے کے لئے یانبی
عرش پر بھی تو ڈالا گیا جھولنا

(۳۶)

مدینہ منورہ کی آرزو میں دو منظومات ہیں۔ مدینہ میں موت کی آرزو اور جذبہ عشق کی سرشاری کی کیفیات قلمبند کی ہیں:

مقابلہ جو کیا عرش کا مدینے سے
تو عرش رہ گیا ہلکا رہا مدینے سے
درود پڑھنے سے محفل مہک رہی ہے یہ
کہ عطر لائی ہے باد صبا مدینے سے
جو موت آئے تو آئے مجھے مدینے میں
کہ عشق رکھتا ہوں میں اے خدا مدینے سے

(۳۷)

اکبر وارثی لکھتے ہیں کہ کسی سرکار دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ڈالیاں پیش کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کے روضہ اقدس پر جب کوئی زائر حاضر ہو تو اسے بھی کچھ پیش کرنا چاہئے۔ اس محفل ذکرپاک رسالتمابؐ میں کچھ پیش کرنا چاہئے اس لئے سامعین درود کی ڈالیاں پیش کریں اور میلاد خواں نعت کی ڈالیاں۔ ڈالی کے عنوان سے نعتیہ کلام کا نمونہ دیکھئے:

جب دین الٰہی کی حضرت نے بنا ڈالی
بت خانوں کی بنیادیں کلمے سے ہلا ڈالی
امت کو لیا اپنی حم کے حلقے میں
یٰسین کی جب سر پر حضرت نے ردا ڈالی
کانٹا بھی مدینہ کا گل ہی نظر آتا ہے
کس سرو سہی قد نے یہ اپنی ہوا ڈالی
سورج بھی پھرا الٹا شق چاند ہوا فوراً
انگشت شہادت جب حضرت نے ہلا ڈالی

(۳۸)

معراج کے بیان میں پوربی انداز کے درج ذیل شعر دیکھیں:

نکوں سے مل مل کر نیناں جبرئیل بچن یہ ساوت ہے
طیبہ کے بسیا اٹھ بیٹھو رب تم کو تمہارا بلاوت ہے
لایا ہوں براق میں ساتھ اپنے جلدی چلئے جلدی چلئے
قاب قوسین او ادنیٰ آج اپنا جلوہ دکھاوت ہے
رضواں ہے حاضر چوکھٹ پر کوثر کی صراحی وہ لے کر
سرکار اٹھو اور غسل کرو شب وصل کی بیتی جاوت ہے
ترے صدقے میں سب کی بگڑی بنی مری بگڑی بنا طیبہ کے دھنی
یا سیدنا مکی مدنی تو رؤف رحیم کہاوت ہے !!!
(۳۹)

معراج النبیؐ کے بیان میں مخصوص آہنگ و موسیقی بھی ان کی مقبولیت کا ایک بڑا سبب ہے۔ لب و لہجہ سہل اور قابل فہم ہے:

دیکھو دیکھو احد کا دلارا چلا دیکھو دیکھو کہ خالق کا پیارا چلا
دیکھو دیکھو کہ روشن ستارا چلا شان بدر الدجیٰ آج کی رات ہے
جا رہے ہیں شہنشاہ کون و مکاں فرش سے عرش تک نور کا ہے سماں
جلوہ نور حق سے ہے روشن جہاں واہ کیا جلوہ آج کی رات ہے
آسمان چہارم پہ پہنچے نبی تو صدائے مبارک مبارک سنی
ہر طرف سے صدا یہ آنے لگی جشن معراج کا آج کی رات ہے
(۴۰)

راگوں اور ٹھمریوں کی طرز پر ہندی و پوربی انداز میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی منقبت میں عورت کی طرف سے عاشقانہ واردات و کیفیات کا بیان ہندی گیتوں کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کے اثرات ہندوستانی معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے۔ نسائی اظہار کا انداز علائم و رموز اور تلازمات و مناسبات کے ساتھ دیکھئے:

پاک پٹن کی گلیاں چھانیں پہنچی قطب کے دوار
ڈولت ڈولت اجمیر آئی خواجہ کے دربار
گگریا کو دیکھ کے بھرنا پنہاری انجان
ٹوٹ نہ جائے موری گاگر خواجہ ترے دوار
بجری چمکے میگھا برسے کرے پپیہا شور

ترے در کی جوگن خواجہ رووے زار قطار
بھری نگریا سب سکھیوں پر خالی مورے پاس
موری بگڑی بات بنا دو ولین کے سردار
(۳۱)

میلاد نگاری میں اس قسم کی منظومات کو بہت مقبولیت ملی۔ میلاد اکبر میں نثری بیان میلاد کے علاوہ سلام، لوری، جھولنا، ڈالی، میلادیہ نعتیں اور دیگر منظومات موجود ہیں۔ اور انہی خصوصیات کی بدولت میلاد اکبر کو مقبولیت حاصل رہی ہے۔

خواجہ محمد اکبر خان وارثی کا معراج نامہ کلاں یعنی معراج مجلی نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے حوالے دیئے گئے ہیں۔

معراج نامہ کلاں کی منظومات برسوں زباں زد خلائق رہی ہیں۔ قصیدہ معراج شریف کے اشعار ملاحظہ ہوں:

دونوں عالم ہیں نور علیٰ نور کیوں کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے
دل بھلے ہوں تو دل اس کا مجنون بنے زلف شب گوں میں ہر روز الجھا رہے
اوڑھنی چاند تارے کی اوڑھے ہوئے لیلیٰ دل ربا آج کی رات ہے
طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
عرش سے فرش تک جگمگانے لگا رشک صبح صفا آج کی رات ہے
فرش کون و مکاں میں ہے کم خواب کا ہیں یہ معنی کہ سونا نہیں ہے روا
سونے والوں کو اکسیر ہے جاگنا جاگ تو رتجگا آج کی رات ہے
اس کی سو نعمیں جو ہو اس کی دیکھے ضیاء دن پھرے دونوں کے اور نصیبہ کھلا
عارض شہ پہ قربان دن آج کا زلف پر مبتلا آج کی رات ہے
وہ حبیب خدا سیدالمرسلین خاتم الانبیاء شاہ دنیا و دیں
بزم قوسین میں ہوں گے مسند نشیں جشن معراج کا آج کی رات ہے
خواب راحت میں تھے ام ہانی کے گھر آ کے جبریل نے یہ سنائی خبر
چلئے چلئے شہنشاہ والا گہر حق کو شوق لقا آج کی رات ہے
جاگو جاگو شہنشاہ دنیا و دیں اٹھو اٹھو ذرا لا مکاں کے مکیں
دیکھو دیکھو یہ حاضر ہے روح الامیں روح تم پر فدا آج کی رات ہے
برق سے تیز ہے یہ براق آپ کا کیونکہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا
اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا جلد چلنا روا آج کی رات ہے

باغ عالم میں باد بہاری چلی سرور انبیاء کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذات باری چلی ابر رحمت اٹھا آج کی رات ہے
جذب حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
سر پہ نورانی سہرا کی کیا بات ہے شاہ دولہا بنا آج کی رات ہے
گھات وہ گھات جس گھات میں بات ہو بات وہ بات جس بات میں بات ہو
رات وہ رات جس رات میں بات ہو لطف اس بات کا آج کی رات ہے
عطر رحمت فرشتے چھڑکتے چلے جس کی خوشبو سے رستے مہکتے چلے
چاند تارے جلو میں چمکتے چلے کہکشاں زیر پا آج کی رات ہے
اور نبیوں کو یہ مرتبہ ہی نہیں عرش اعظم پہ کوئی گیا ہی نہیں
ایسا رتبہ کسی کو ملا ہی نہیں جیسا رتبہ ترا آج کی رات ہے
حکم تھا اے فلک اب قدم چوم لے جھک کے ہر اک ملک اب قدم چوم لے
عرش دیکھے جھلک اب قدم چوم لے تجھ پہ شاہ دنیٰ آج کی رات ہے
چاند ہالہ ہے اس روئے بے داغ کا اس کی آنکھوں میں سرمہ ہے مازاغ کا
یہ وہی گل ہے توحید کے باغ کا جس کی زلف دوتا آج کی رات ہے
خلوت خاص میں یہ حضوری ہوئی قرب ہی قرب تھا دور دوری ہوئی
تھی جو دل میں تمنا وہ پوری ہوئی دیدہ شوق وا آج کی رات ہے
جس مکاں میں فرشتوں کے جلتے ہیں پر اس میں راز و نیاز بشیر و بشر
ناز و انداز ادھر اون منی ادھر ہر ادا میں ادا آج کی رات ہے
پھر کہا حق نے جلوے مرے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے جو تجھے دیکھ لے
میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے دیکھنے کا مزا آج کی رات ہے
تو نہ مجھ سے الگ میں نہ تجھ سے جدا تجھ سے جو مل چکا ہے وہ مجھ سے ملا
اور جو تجھ سے گیا ہے وہ مجھ سے گیا بس یہی فیصلہ آج کی رات ہے
اس طرف رحمت حق کے جوہر کھلے اس طرف سے شفاعت کے دفتر کھلے
کہہ دیا دیکھ ہیں فیض کے در کھلے مانگ جو مانگنا آج کی رات ہے
شہ نے کی عرض امت گنہگار ہے بخشدے میرے مالک تو غفار ہے
تجھ کو آساں ہے سب مجھ کو دشوار ہے فکر روز جزا آج کی رات ہے
لطف جب ہے کہ دیکھیں گے سارے نبی ہوگی تیری شفاعت یہ رحمت مری
بخش دوں گا قیامت میں امت تری تجھ سے وعدہ مرا آج کی رات ہے
تجھ سے بندہ مرا گر کوئی پھر گیا طبقہ نار دوزخ میں وہ گر گیا
اور جو ایمان لایا وہی تر گیا یہ مرا مدعا آج کی رات ہے

پھر ہوا حکم اب سیر جنت کرو اور مکانات امت کے سب دیکھ لو
اور جو کچھ ضرورت ہو ہم سے کہو باب رحمت کھلا آج کی رات ہے
نزع میں' قبر میں' حشر میں' اے خدا سختی و تنگی و پرسش جرم کا
خوف اکبر کو رہتا ہے بے انتہا فضل کرنا دعا آج کی رات ہے
(۴۲)

اکبر وارثی نے معراجیہ منظومات کو ایک مترنم اسلوب دیا۔ ان کی میلادیہ و معراجیہ منظومات میں بحریں مترنم' زبان سہل اور لب و لہجہ سادہ ہے۔

معراج نامہ کی ابتداء میں معراج جسمانی کے دلائل ہیں۔ منظومات کے درمیان وضاحت کے لئے نثر میں موقع محل کی مناسبت سے مستند واقعات لکھے گئے ہیں۔

اکبر وارثی کی میلادیہ و معراجیہ منظومات ترنم و سادگی کے سبب مجالس میلاد میں بڑے ذوق و شوق سے سنی جاتی تھیں۔ ان کے بیان میلاد میں شوق و عقیدت کی فراوانی ہے اور اس میں انہوں نے جدت و ندرت اور دردمندی کو بھی بڑے قرینے سے سمویا ہے جس سے اثر و تاثیر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (م ۱۹۵۴ء)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی موجودہ صدی کے مبلغ اسلام اور عظیم مفکر گذرے ہیں۔ آپ کی مسلسل جدوجہد اور مخلصانہ کاوشوں سے براعظم افریقہ اور یورپ میں شمع اسلام روشن ہوئی۔ ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ ۳۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو شاہ محمد عبدالحکیمؒ کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعلیمؒ نے سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کیا۔ ۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز پہنچے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی' شیخ احمد الشمس مغربی مقیم مدینہ منورہ' شیخ السنوسی (لیبیا) اور اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی اکتساب فیض کیا اور چاروں سلاسل میں اجازت حاصل کی۔

ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ ۳۵ برس تک (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء) یورپ' افریقہ اور امریکہ کے متعدد ملکوں میں تبلیغ اسلام ہے۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد' مکتب' کتب خانے' رسائل' ہسپتال' یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کاوشوں سے نامور وکلا' فلاسفر' ڈاکٹر' سائنس دان اور دہریے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ ۱۹۵۰ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۲۲۔ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم المرتبت ادیب بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں ذکر حبیب (میلاد نامہ) اسلام کی ابتدائی تعلیمات، احکام رمضان، کتاب التصوف، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول،

Forgotton Path of Knowledge Quest for Happiness

اس کتاب میں مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے اور ایک کتاب قادیانیوں کے خلاف "المرآۃ" عربی میں لکھی جس کا جواب قادیانی تا حال نہیں دے سکے۔

انہوں نے "ذکر حبیب" میلاد نامہ ۱۹۳۸ء میں لکھا۔ یہ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "آج کل کے میلاد ناموں میں چونکہ رطب و یابس سبھی کچھ شامل ہوتا ہے اور مراتب الوہیت و نبوت کے فرق و امتیاز سے بھی مولفین تجاوز کر جاتے ہیں لہٰذا مستند روایات اور نبی کریمؐ کی تعلیمات و اخلاق حسنہ کی سچی تصویر پیش کرنے کے لئے اس میلاد نامے کو ترتیب دیا گیا ہے۔"(۴۳)

موضوعات کے اعتبار سے ولادت نبویؐ اور اخلاق حمیدہ کے مقابلے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے زیادہ بحث کی گئی ہے۔ معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔

مصنف کو پاکستان سے والہانہ محبت تھی، اس کا اظہار انہوں نے "ذکر حبیب" کے اختتام پر دعا میں کیا ہے:

> "اے غلاموں کے سر پر تاج رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے، ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علم کو سرنگوں نہ ہونے دے، ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الہٰی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا ابد الآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!"(۴۴)

ذکر حبیبؐ کی تالیف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمان نبی کریمؐ کی غلامی اختیار کریں اور اپنے تمام معاملات میں آپؐ کے ارشادات، طرز عمل اور قوانین کی پابندی کریں۔ آپؐ کی ذات مقدسہ کی تعظیم و توقیر کو مد نظر رکھیں۔ اسی میں دین و دنیا کی فلاح مضمر ہے۔ "ذکر حبیب" کی زبان سادہ اور اسلوب موثر ہے۔

عزیز نامی شخص کا مرتبہ میلاد نامہ "گلاب کا پھول" ہے۔ اس میلاد نامے میں مرتب نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں بیان کردہ روایات مستند ہیں لیکن وہ اس دعوئی کی پوری پابندی نہیں کر سکے۔ اس میں عام روایات کے بیان کے علاوہ بعض معاشرتی بدعات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲ ہے۔

خواجہ حسن نظامی (م ۱۹۵۵ء)

خواجہ علی حسن عرف حسن نظامی ۲۵۔ دسمبر ۱۸۷۸ء کو پرانی دہلی بستی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ میں حافظ سید عاشق علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین کی رحلت کے وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ پھر ان کے بڑے بھائی نے ان کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد مولوی عبدالعلی محدث' مولوی وصیت علی اور حکیم وصی الحسن سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ اخبارات و رسائل میں مضمون لکھنے لگے اور پھر ۱۹۰۸ء کے بعد سے ان کی زندگی مضمون نویسی' تصنیف و تالیف اور خدمت مریدین میں صرف ہوئی۔ حسن نظامی نے کثرت تصانیف کے باوجود ایسے مضامین پر قلم اٹھایا ہے جو اب تک اردو ادب میں یادگار ہیں۔ ان کا انتقال ۳۱۔ جولائی ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ بستی نظام الدین اولیاءؒ دہلی میں مدفون ہیں۔

میلاد اور سیرت کے موضوع پر میلاد نامہ اور رسول جنی (۱۹۱۷ء)' اسلامی رسول (۱۹۲۴ء)' رسول کی عیدی (۱۹۲۴ء)' محمد کی سرکار اور محمد درشن ان کی معروف کتابیں ہیں۔ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔

حسن نظامی کی پیدائش اور خاندانی لحاظ سے باطنی نسبت طریقت چشتی نظامی سلسلہ سے تھی۔ ان کا بیشتر وقت پیری فقیری میں مشغولیت' محافل سماع کی وجدانی اور کیف آور فضا میں محویت' اور درود و سلام کی رقت انگیز صداؤں میں گذرتا تھا۔ اس قسم کے ماحول کے اثرات کے تحت نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت ایک فطری عمل تھا۔ ان کی طبیعت کی جولانی اور عشق رسولؐ کی فراوانی نے ان کے اسلوب کو اثر و تاثیر سے بھر دیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر ابوالخیر کشفی: خواجہ حسن نظامی اردو کے البیلے انشا پرداز اور عاشق رسولؐ تھے۔ ان دونوں عناصر کی آمیزش سے ان کے قلم نے جادو جگایا ہے۔(۴۵)

میلاد نامہ میں میلاد شریف کی فضیلت اور احتیاط' صاحب میلاد کے بزرگوں کا بیان' مضر کی کرامت' چھٹے دادا قصیٰ' عبد مناف' ہاشم' ہاشم کی مدینہ میں شادی' عبدالمطلب' مدینہ کی پہلی مددگاری' عبدالمطلب مقبول بارگاہ خداوندی' عبدالمطلب کی چلہ نشینی' اصحاب فیل کا قصہ اور عبدالمطلب کی کرامت' لنگری شاہ اور سبیل شاہ' حضرت عبداللہ' خدا کی چھری کا نذرانہ' آنکھ والوں کی دید' باپ بھی مدینہ میں' حضرت آمنہؓ ذکر ولادت' ازل میں نور' ابد میں نور' حمل کا زمانہ' قیام' تعظیم کو کھڑے ہو جاؤ' وقت ولادت قریب آیا' مائل دکنی کی نظم میلاد' سینہ چاک' بچپن اور جوانی' صبح کا ستارہ' شام کو بچپن کا ایک قصہ' بصریٰ میں رک گئے' جوانی کی ترنگ' امین کا خطاب' پہلی سرداری' ادب کعبہ کا حلف' لو وہ دولہا بنے' پرانی کتابوں میں آپ کی بشارات' سب سے پہلا مسلمان' معراج' بنی ہاشم اور ابو طالب کی مدد' غریب مسلمانوں پر ستم' حضرت حمزہؓ کا اسلام' حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا' مسلمانوں کا بائیکاٹ' مدینہ کی لبیک' ہجرت' مدینہ والا مدینہ میں' ہجرت

کا پہلا سال' جہاد کا پہلا سفید جھنڈا' سنہ ۲ ہجری' بدر کی لڑائی' یہودیوں سے لڑائی' جنگ احد' علیؓ کی ماں رسول کی ماں' یہودیوں کا ایک برا ارادہ' خندق کی لڑائی' بنی قریظہ پر حملہ' فتح مکہ' فوجیں کی فوجیں مسلمان' صورت و سیرت' لباس' کھانا اور روزمرہ کی عادات کے عنوانات ہیں۔

خواجہ حسن نظامی میلاد شریف کی فضیلت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"امت کے نیک و بد حالات کی اطلاع فرشتے نبی کریمؐ کو دیتے ہیں۔ وہ ہمارے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور گناہوں سے بہت رنجیدہ ہوتے ہیں۔ پس جب ہمارے رسول کو ہمارا ایسا خیال ہو تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے محبت کرنے والے پیغمبرؐ کو ہمیشہ یاد رکھیں اور ان کا ذکر خیر کیا کریں۔ میلاد شریف کی محفلیں اصل میں اسی ذکر خیر کے لئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے' عورت مرد میں اپنے ہادی رسولؐ کی یاد قائم رہے۔ میلاد شریف کی مجلسیں ساری دنیا میں ہوتی ہیں' ہر قوم اور ہر فرقہ اور ہر شخص اپنی اپنی بساط کے موافق ایسی بزم کرتا ہے جس میں آنحضرتؐ کا ذکر خیر ہو۔"(۴۶)

قیام میلاد کے بارے میں خواجہ حسن نظامی نے مدلل بحث کی ہے۔ اس بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"نئی روشنی والے قومی گیت گاتے ہیں تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نغمہ وحدت کے موجد کی آمد پر تعظیم کو کیوں نہ کھڑے ہوں۔ ہوا پیام حق لاتی ہے' زمین کی زہریلی خاصیتوں کو اپنے زور سے پاک کرنا چاہتی ہے۔ بیماریوں کو آبادیوں سے اڑانا اس کا مقصود ہوتا ہے تو خاک کے ذرے تک اس کی تعظیم میں کھڑے ہو کر اڑنے لگتے ہیں' پھر ہم کیوں نہ اس یزدانی جھونکے کی تعظیم کریں جو زمین کی سب خرابیوں کو دور کرنے آیا۔ دنیاوی بادشاہوں کے خط ماتحتوں کے نام جاتے ہیں تو وہ سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم دیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں بھی شہنشاہ کونینؐ کی آمد کا ذکر ہے۔ ہم غلام اس کی عزت کو ہاتھ باندھ کر کیوں نہ کھڑے ہوں۔"(۴۷)

خواجہ حسن نظامی نے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا سراپا محبت و عقیدت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جو سراپا بیان کیا ہے۔ وہ ان کے اپنے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انہوں نے تاریخ کی کتابوں سے پڑھ کر پیش کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے آپ کے خد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد کسی قسم کی تشنگی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ انہوں نے اس لحاظ سے جامع اور مکمل انداز میں سراپا پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے نہ بہت ٹھگنے' درمیانی قد اور گندمی رنگ تھا اور چہرے پر سرخی جھلکتی تھی۔ رخسار صاف سڈول تھے۔ نہ کلے پھولے ہوئے نہ ہڈیوں میں دھنسے ہوئے' آنکھیں سیاہ اور ہر وقت ان میں لال ڈورے نظر

آتے تھے جیسے کوئی نشے میں ہو۔ چہرے کی ادا شرمیلی اور خواہ مخواہ دل پر اثر کرنے والی تھی' باوجود اس کے ہیبت اور رعب بھی آپؐ کے بشرے کا دیکھنے والے پر بہت پڑتا تھا۔ داڑھی خوب بھرواں اور گنجان تھی۔ سر کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بہت گھونگھروالے تھے۔ کبھی آپؐ کے بال کندھے کے نیچے لٹکتے ہوئے اور کبھی کندھے کے اوپر' کبھی کان کی لو تک لپٹے ہوتے۔ آپؐ لبیں کترواتے تھے۔ کبھی کبھی مونچھیں بالکل ترشوائی ہیں۔ آپؐ کے سینے سے لے کر ناف تک ایک لمبی لکیر گھنے بالوں کی تھی اور پشت پر دونوں کندھوں کے بیچ میں گوشت کچھ ابھرا ہوا تھا اور اس پر کچھ بال تھے۔ یہی مہر نبوت کہلاتی تھی۔ گردن آپؐ کی صراحی دار اور نہایت خوبصورت تھی۔ ہاتھوں اور پیروں کے پنجوں پر گوشت خوب بھرا ہوا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال وفات تک سفید نہیں ہوئے چند بالوں میں سفیدی آئی تھی اور ان کو کبھی کبھی مہندی کا خضاب لگا لیتے تھے۔ پیشانی خوب چوڑی اور بلند تھی۔ ناک کے نتھنے نرم اور باریک تھے' مگر ناک بلند تھی' پاؤں کے انگوٹھے کے برابر والی انگلی انگوٹھے سے ذرا بڑی تھی۔ بدن نہ موٹا تھا نہ دبلا۔ اوپر کا حصہ خوب مضبوط تھا اور سینہ چوڑا اور بھرا ہوا تھا۔"(۴۸)

"رسول کی عیدی" انہوں نے بچوں کے لئے لکھی تھی۔ اس میں رسول کی عیدی' عید میلاد الرسول نظم عید میلاد' صاحب بزم میلاد کے اخلاق' بد خلقی کی برائی' کلمات الرسول" رسول کی من بھاتی غذا' صاحب میلاد کا بچپن' ہلال عید' چاند رات' عید میلاد کا گیت' صاحب میلاد پر درود' ترغیب پیروی آنحضرت اور عید کے مسائل کے عنوانات ہیں۔ رسول کی عیدی میں انہوں نے ظہور قدسی کے بارے میں عید میلاد الرسولؐ کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

"ایک سو ایک ضرب الا اللہ کی سلامی دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آنکھیں مژگاں کی سناں اور ابرو کی تیغ سنبھالے ادب سے پتلیاں جھکائے کھڑی رہیں۔ زبان درود کا بینڈ بجائے' بدن کی سب رگوں کو حکم دو کہ صلواتی بینڈ میں یک جان ہو کر سر ملائیں۔ یہاں تک کہ ہر بن مو سے نغمہ صلو علی محمد نکلنے لگے۔ روزہ کی عید' حج کی عید دونوں دست بستہ آئیں اور عید میلاد کا خیر مقدم کریں۔ غریبوں' مظلوموں کے غمگسار' سرکشوں' ظالموں کے زیر کرنے والے' وہی جن کا نام لینے سے ہمارے خون میں حرارت اور دل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ و پاکیزہ وجود کے ظاہر ہونے کا وقت آیا ہے کہ آسمان' زمین' شجرو حجر کیف میں ہیں' پھر تم کیوں اے مسلمانو! یوم ولادت کو قومی تہوار نہیں بناتے۔ یہ وہ خوشی ہے جس میں ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مسلمانوں کو یکساں حصہ لینا چاہئے' یہاں شیعہ' سنی' مقلد' غیر مقلد' صوفی' وہابی کی قید نہیں' سب یک دلی و اتفاق سے میلاد کا تہوار مقرر کریں اور

دنیا کو دکھائیں کہ امت ان کے نام پر قربان ہے۔"(۴۹)

خواجہ حسن نظامی اپنے تخیل کے زور اور اپنے مخصوص البیلے انداز سے مستانہ بزم مولود منعقد کرتے ہیں۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"دن گئے کہ ہم فراق کی راتوں سے رخصت ہوں۔ ربیع الاول کا چاند عرب کے افق سے بلند ہونے کو ہے۔ آؤ' سب مل کر اس کو دیکھیں اور چشم منتظر کو ٹھنڈا کریں۔ سارا جہان اس ماہ مبارک میں اس پاکیزہ وجود کے میلاد کا ذکر کرے گا جو تمام موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ ہم بھی جہان میں ہیں کیوں نہ ایک بزم میلاد منعقد کریں۔ نظام المشائخ کے اوراق کا فرش بچھا دو۔ حروف کے نقش و نگار سے محفل کو آراستہ کر دو اور صدائے مستانہ سنو! ہم اپنی محفل میں اغیار کو نہیں بلائیں گے' نہ کوئی اس قابل ہے کہ اس شاندار بزم میں مدعو ہو سکے۔ رقعہ خدا کو گیا تھا اور اس سے درخواست کی گئی تھی کہ ہماری مجلس کی صدارت قبول فرمائے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے شرکت جلسہ کی دعوت دے۔ سو' اس نے لوح محفوظ کے چکنے کاغذ پر مطبع وحی میں حسب ذیل اعلان چھپوا کر اخبار القرآن میں شائع کر دیا: **اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًا**" خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں' تم بھی اے ایمان والوں اس پر درود و سلام بھیجو۔" چونکہ القرآن کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ بے شمار اہل ایمان اس بزم درود و سلام و ذکر خیر الانامؐ کی شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔"(۵۰)

خواجہ حسن نظامی نے اپنی زبان کو آسان' سادہ اور عام فہم بنانے کے لئے عربی' فارسی کے الفاظ بہت کم استعمال کئے ہیں۔ مترادفات کے استعمال میں بھی افراط و تفریط سے پرہیز کیا ہے۔ وہی عام فہم الفاظ جو عام طریقے سے بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اسلوب کو بول چال' عام روزمرہ و محاورہ اور کہاوتوں سے بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی زبان میں سادگی اور شگفتگی کا جوہر موجود ہے' ان کے اسلوب کی لطافت' سلاست اور فصاحت دبستان دہلی کی آئینہ دار ہے۔ بیان میلاد و سیرت میں وابستگی و محبت رسالتمآبؐ کے جذبات نے ان کی تحریروں میں کیف و تاثر کو دوبالا کر دیا ہے۔

منشی محمد فضل الکریم فضل

منشی محمد فضل الکریم فضل نے "مولود دلپذیر" کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس میں قریباً ایک حصہ نثر ہے اور تین حصے نظم کے ہیں۔ پورا میلاد نامہ ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو روایات منقول ہیں۔ ان میں زیادہ تر کتب سیر کے حوالے دیئے ہیں۔ نظم کا حصہ زیادہ جاندار ہے۔ اس میں مختلف شعراء کا کلام شامل ہے۔ فضل' سخا' شہرت' صوفی' عاشق' عرشی' ابد' حسرت' کافی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میلاد

نامے کا کاغذ بہت معمولی لیکن طباعت معیاری ہے۔

ابتدائی صفحات میں فضائل میلاد شریف پر پورا باب لکھا گیا ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مولف کا سابقہ منکرین میلاد سے پڑا ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اس باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"محافل میلاد کا عمل قدیم الایام سے ہے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ عجم، روم، شام اور ہندوستان وغیرہ میں بھی یہ عمل خیر ہوتا رہا ہے۔"(۵۱)

اسی سلسلہ میں حافظ ابوالخیر شمس الدین دمشقی کی روایت بھی نقل کی گئی ہے:

"جو شخص بھی محافل میلاد منعقد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت نعیم میں جگہ دے گا یہاں تک کہ ابو لہب سا کافر جو ختم المرسلینؐ سے سخت دلی بغض رکھتا تھا۔ میلاد مبارک کی خوشی میں عذاب سے تخفیف پاتا ہے اور جب ولادت مقدسہ پر فرشتے نازل ہوئے تھے تو اب جب بھی ذکر میلاد ہو گا فرشتوں کا نازل ہونا لازمی بات ہے۔"(۵۲)

"معارج النبوت" اور "روضۃ الاحباب" کی روایات کو اس میلاد نامے میں بیان کیا گیا ہے۔ زبان بیان کے اعتبار سے مولود دلپذیر کی زبان دوسرے میلاد ناموں کی نسبت قدرے مشکل اور فارسی آمیز ہے۔ روایات کے بیان میں روایتی انداز ہے۔

پاکستان میں مطبوعہ میلاد ناموں کے اسلوب اور طرز نگارش میں انیس بیس کا فرق ہے۔ ان میں ایک جیسی روایات ہیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک نقل در نقل کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء کے وقت ہندوستان سے نقل مکانی کر کے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کا علمی و ادبی سرمایہ نہ لا سکے۔ یہ لوگ ہر مصیبت و ابتلاء اور خوشی کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد جزو ایمان اور باعث خیر و برکت سمجھتے تھے۔ انہی فیوض و برکات سے مالا مال ہونے کے لئے جلدی میں میلاد نامے مرتب کئے گئے، ان میں ایک دوسرے سے مدد لی گئی اس لئے ان کا طرز نگارش ملتا جلتا نظر آتا ہے۔

عنوانات کے لحاظ سے اس میں فضائل میلاد، برکات ولادت باسعادت، بیان اثبات مولد شریف، بیان تولد شریف، حلیہ شریف، معجزات، معراج، مناجات اور منظومات شامل ہیں۔

اس میلاد نامے میں مصنف نے کئی ضعیف روایات کو بھی بیان کیا ہے مثلاً نبی کریمؐ کے زمانہ قرب ولادت میں ایک شخص نے آکر حضرت آمنہؓ سے کچھ کہا۔ بیان ملاحظہ ہو:

قرب ایام ولادت جب ہوا
مجھ سے پھر اک شخص نے آ کر کہا
آمنہ اس طرح سے تو کر دعا

میں پکڑتی ہوں پناہ کبریا

یہ جو اب میرے شکم میں ہے ولد

سونپتی ہوں اس کو اللہ الصمد

شر حاسد سے اے میرے خدا

اس کو تو لیجیو بچا اے کبریا

(۵۳)

زبان و بیان کے لحاظ سے اس میلاد نامے کا نمایاں وصف فطری اور برجستہ انداز نگارش ہے۔

مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء ـــــ ۱۹۵۶ء)

سید مناظر احسن گیلانی کا میلاد نامہ "ظہور نور" میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کا مدلل اور ولولہ انگیز بیان ہے۔ یہ میلاد نامہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اور اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی حیدر آباد دکن سے ایک ساتھ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ حیدر آباد دکن کا مطبوعہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور لائبریری شعبہ علوم اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی' لاہور میں موجود ہے۔

ان کی دوسری کتاب "النبی الخاتمؐ" سیرت پر لکھی ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے سیرت رسالتمآبؐ کے چند مخصوص پہلوؤں کا انتخاب کر کے بیان کیا ہے۔

"ظہور نور" میں آپؐ کے نور مقدس' ولادت مبارکہ اور معجزات ولادت کا بیان ہے۔ واقعات کے بیان میں تاریخی ترتیب کا التزام نہیں ہے۔ ان کی عبارات سے ان کے علم و فضل' کثرت معلومات اور دقت نظر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ظہور نور اور النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں خطابت کا انداز موجزن ہے۔ میلاد نامے ظہور نور میں اختصار کے باوجود سیرت کے تمام قابل غور پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جن پہلوؤں کو سطح بین دنیا نے قابل غور نہیں سمجھا۔ واقعات میں تاریخی ترتیب کا التزام شاید اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس میں ان کا مطمع نظر تبلیغ اور دعوت الی الحق ہے۔ انہوں نے حیات نبویؐ کے ہر واقعے کو آپؐ کی صداقت کا برہان اور پیغام کا مصدق بنا کر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے تصریحات کا کام صرف اشارات سے لیا ہے۔ اگر وہ اپنے ان اشارات کو تفصیل سے لکھتے تو کم از کم چار پانچ جلدوں میں مضامین مشکل سے سماتے۔

علم و تحقیق کی وسعت یا گہرائی اور اپنی معلومات کو دل نشین انداز سے بیان کر دینے میں بڑی حد تک ذاتی محنت اور کسب کو دخل حاصل ہے لیکن تحریر میں عشق و گداز کی وجد اور کیف آور کیفیات صرف دولت خداداد ہے۔ ان کی تحریروں میں جوش بیان کی سرمستی جھلکتی ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے **ظہور نور اور النبی الخاتمؐ** دونوں کو میلاد نامے کہا جا سکتا ہے۔

"النبی الخاتم کی ابتداء میں زندہ نبیؐ کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

"یوں تو آنے کو سب ہی آئے' سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن

گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا' جانے کے لئے ہی آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو ابھرنے کے بعد پھر کبھی نہ ڈوبا۔ چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے' بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے' چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔"(۵۴)

خطابت کا یہی انداز "ظہور نور" میں بھی موجزن ہے۔ مصنف نے شاعرانہ لب و لہجہ میں ایجاز و اختصار سے صداقتوں کو بیان کیا ہے۔

صوفی امداد حسین نصرت

صوفی امداد حسین نصرت کا سابقہ وطن مالوف مراد آباد تھا۔ ان کے والد ولایت حسین نے ان کی دینی و روحانی ماحول میں پرورش کی۔ امداد حسین نسب کے لحاظ سے عباسی' نسبت کے لحاظ سے صابری چشتی قادری اور شعر و سخن میں قاضی محمد شہاب الدین اثر مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ ان کے میلاد نامہ "گہوارہ مغفرت موسوم بہ ہفت آسمان نصرت" کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ میلاد نامے کا نام تاریخی ہے اور گہوارہ مغفرت سے سنہ عیسوی ۱۹۵۷ء اور ہفت آسمان نصرت سے سنہ ہجری ۱۳۷۷ نکلتا ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حمد و نعت کے بعد فضیلت و برکت درود شریف' جواز اور فضیلت میلاد شریف' خمسہ بر غزل قدسی' تمہید نور محمدی' ولادت مبارکہ' بشارات ولادت' درود شریف' آمد رسالتمآب' سلام' رضاعت مبارکہ' القابات' ذکر نبی' حلیہ مبارک' اوصاف حمیدہ' معجزات' توصیف النبی' معراج ذیشان' تضمین بر شعر سعدیؒ اور سلام بوقت قیام کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ فضیلت و برکت درود شریف سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "درود پڑھنے والے کی اولاد میں چار پشت تک برکت رہتی ہے اس کو دشمنوں پر نصرت ملنا' تنگدستی' بیماری' کرب' بلا سے نجات ملنا' حضورؐ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا' حضورؐ کی محبت کا دل میں پیدا ہونا' تین دن تک گناہ کا نامہ اعمال میں درج نہ ہونا' جانکنی کی سختی سے آسانی ہونا اور دینی فوائد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا واجب ہونا' حضورؐ سے مصافحہ کا ہونا' حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہونا' جنت کے دروازے پر حضورؐ سے دوش بہ دوش ہونا' حضورؐ سے قرب کا ہونا' قیامت کو حضورؐ کا اس کے تمام امور میں متولی ہونا' حضورؐ کا اس کے ایمان اور اعمال صالحہ پر گواہی دینا' فرشتوں کا اس سے محبت کرنا وغیرہ۔"(۵۵)

میلاد خوانی کے لحاظ سے اس کا انداز سلیس اور رواں ہے۔ بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔ منظومات میں صوفیانہ جذب و کیف اور سوز و گداز کے عناصر نے ایک موثر فضا پیدا کر دی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء)

ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد ہے۔ ۱۸۸۸ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ حجاز و مصر میں تعلیم حاصل کی۔ ان کا انتقال ۱۹۵۸ء میں دہلی میں ہوا۔ ہندوستان کے مشہور سیاست داں' مقرر' ادیب اور عالم تھے۔ مولانا موصوف نے تقریباً پچاس کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ان کا میلاد نامہ "میلاد النبیؐ" ایک نئی طرز ادا کا حامل ہے۔ یہ میلاد نامہ اختصار کے باوجود اردو کے بہت سے میلاد ناموں پر بھاری ہے۔ حضورؐ کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کو ابوالکلام آزاد نے نہایت عالمانہ انداز میں دیکھا ہے۔ مولانا عربی و فارسی اور تفسیر و حدیث میں کمال مہارت رکھتے تھے اس لحاظ سے اس میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نچوڑ سمجھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ والہانہ محبت رسولؐ نے اس تصنیف میں عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔

میلاد نامہ لکھتے وقت ابوالکلام آزاد لکیر کے فقیر نہیں بنے بلکہ انہوں نے اپنے لئے نئی طرز نگارش نکالی۔ نادر و حسین تشبیہات و استعارات' دلنشین آیات قرآنی کے حوالے اور فارسی کے اشعار' مرصع نثر کے ساتھ چسپاں کئے اور جگہ جگہ احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

"جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے' جب انسان اپنی غذا کے لئے بے قرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے' جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں' تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ (۳۰:۴۷)

ترجمہ : "وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے' بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برسا دیتا ہے' تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔" (۵۶)

پھر ایک اور آیت کریمہ لکھ کر اسی مفہوم کی وضاحت فرماتے ہیں۔

"پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے' خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ کرہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتش کدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ اس کی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے۔ پرند اپنے گھونسلوں میں' کشتیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے' تو وہ اپنی

محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا' نامرادی کے بعد مراد کا' موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔"(۵۷)

اس کے بعد ایک اور نص قرآنی تحریر کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رحمت پروردگار زمین کے لئے جو ایک بے جان چیز ہے اس قدر باعث رحم و کرم ہے تو کیا انسانیت کے لئے اس نے کچھ نہ کیا ہو گا اور کیونکر ممکن ہے کہ روح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا' جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی' جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہو گی۔ سو بالآخر وہ آگیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔ یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی' یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا' یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول مصحف کا اختتام تھا' یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا' یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمتہ اللعالمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔"(۵۸)

اردو کے تمام میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ایسی روایات بیان کی ہیں جو غیر مذاہب کے سامنے یا تو حق تبلیغ ادا نہیں کرتیں یا پھر لوگ انہیں درست تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام روایات اپنی جگہ درست ہیں مگر عوامی اجتماعات میں غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ ابوالکلام آزاد نے ان روایات میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی ابوالکلام آزاد کے میلاد نامہ کی امتیازی خوبی ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ آیات قرآنی کا حوالہ دیا ہے۔ جو بہت اثر انگیز ہے۔ ابوالکلام آزاد نبی کریمؐ کی ولادتِ مقدسہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے' آیت مبارکہ **انا ارسلناک شاھدا" و مبشرا" و نذیرا" و داعیا" الی اللہ باذنہ و سراجا" منیرا** کا ترجمہ لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"پس تمام کرہ ارض کی روشنی کے لئے' یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نور بشارت پا سکتی ہے اور اس لئے صرف وہی ایک ہے جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی' اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اس کے آگے جھکنا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبہ امید بنانا پڑے گا۔"(۵۹)

ایک دوسرے مقام پر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو امت مسلمہ کی تاسیس قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہی واقعہ ولادت نبویؐ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے' جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی' جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا' یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی۔ یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا' اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی' جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا' یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی' یہ تمام کرہ ارض کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احترام کا قیام عام تھا' یہ انسانوں کی بادشاہتوں' قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں' بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر پادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔"(۴۰)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے دلنشین انداز سے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا دن ہی ایسا ہے جو شان و شوکت سے منایا جا سکتا ہے ورنہ اور کسی کا یوم ولادت اپنے اندر اتنی جامعیت نہیں رکھتا کہ وہ اس طرح منایا جائے جس طرح میلاد النبیؐ منایا جاتا ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے میلاد نامے میں ایک عجیب عالمانہ نکتہ پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے اس سلسلے میں آیات قرآنی کے حوالے دیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کامل' اور فرد اکمل کو صرف عبد کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر "عبد" کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس امتیاز اور خصوصیت سے اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ عبدیت انسانیت کی آخری معراج ہے۔ اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ محافل میلاد کا مقصد عام مسلمانوں میں صرف یہ رہ گیا ہے کہ رات بھر چند نعتیں پڑھ لیں لیکن نبی کریمؐ کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے۔ دل کی کدورت اور زنگ کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ ایسی صورت حال میں میلاد منانے کا اصل مفہوم پورا نہ ہو گا۔ محض کافوری شمعیں جلانے یا پھولوں کے گلدستے سجانے سے سیاہ خانہ دل میں شمع نورانی فروزاں نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مشام روح معطر ہو سکتی ہے۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے اعمال کے اندر سے اسوہ حسنہ کی مدح و ثناء کے ترانے اٹھتے۔ وہ مجالس مولود کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا' جس کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود۔ ان مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اس اسوہ حسنہ کے جمال الٰہی کی تجلی گاہ ہوتیں' نبی کریمؐ کے صحیح حالات سنائے جاتے۔ ان کے اخلاق عظیمہ اور خصائل کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی

اور ان اعمال کا دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا' جو ایک مسلم و مومن زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایہ خمیر ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے سعادت کونین کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ بپا ہے ایک طرف اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف' جو اس اسوہ حسنہ کے نظارے میں بسر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لئے اور ہماری آنکھیں اسی جمال جہاں آرا کے نظارے کے لئے وقف ہونی چاہئیں۔"(۶۱)

آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد نے استفسارات کے جوابات دیئے ہیں۔ ان میں میلاد النبیؐ اور موضوع روایات کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

سید علی نقی

سید علی نقی کا میلاد نامہ بعنوان "رسول خدا" سرفراز پریس لکھنؤ سے ۱۹۵۸ء میں چھپا۔(۶۲) یہ ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مروج میلاد ناموں جیسی روایات بیان کی گئی ہیں۔ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کو امامیہ مشن نے دیا ہے۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (م ۱۹۶۱ء)

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ۱۸۹۶ء میں الور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید دیدار علی شاہؒ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ ہو گذرے ہیں۔ انہوں نے مروجہ دینی مدارس کی تعلیم کے علاوہ طب میں بھی فنی مہارت اور دسترس حاصل کی۔ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ انجمن حزب الاحناف ہند کے ناظم بزم تنظیم' شعبہ اشاعت کے طور پر کام کرتے رہے۔ تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لیا اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر رہے۔ ۲۰۔ جنوری ۱۹۶۱ء کو انتقال ہوا۔ احاطہ مزار علی ہجویریؒ میں مدفون ہیں۔ موصوف کئی خوبیوں کے مالک تھے اور بیک وقت ایک خطیب' طبیب' عالم دین' شیخ طریقت' شاعر' مصنف اور مترجم تھے۔ ان کی تصانیف میں صبح نور' اوراق غم' ترجمہ کشف المحجوب' میلاد نامہ "مدنی تاج" اور حلیۃ النبیؐ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تفسیر الحسنات وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی۔

میلاد نامہ "مدنی تاج" نثر میں ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ شب ظلمت کے عنوان کے تحت عرب کی قدیم سیاسی' تہذیبی' تمدنی اور مذہبی صورت حال بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں جوان ہاشمی عبداللہ پر یہودیوں کا بہیمانہ حملہ' امداد غیبی' واقعہ اصحاب فیل اور بیت اللہ پر حملہ' صبح سعادت' ولادت سے قبل حضرت عبدالمطلب کا خواب' عبدالمطلب کو نور جہاں تاب کی بشارت' ولادت باسعادت فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ایام طفولیت میں سرکار مدینہؐ کی برکات و معجزات کے عنوانات کے تحت احوال درج ہیں۔ صبح سعادت کے عنوان کے بعد ایک سلام ہے۔

طبقات ابن سعد کے حوالے سے حلیمہ سعدیہؓ کا آپ کو لے جانے کا حال یوں بیان کیا گیا ہے:

"چنانچہ طبقات کبریٰ ابن سعد میں ایک واقعہ نقل ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے افصح ہوں کیوں کہ علاوہ قریشی النسل ہونے کے میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی معہ اپنے شوہر کے تشریف لائیں۔ لیکن چونکہ تمام قافلہ میں سب سے زیادہ غریب یہی تھیں تو آپ کی سواری بھی اسی غربت کے لحاظ سے کمزور تھی۔ قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے دودھ بھی بوجہ فاقہ مستی اتنا کم تھا کہ گود کے بچہ کا پیٹ بھرنا بھی مشکل تھا مگر جب ذریعہ معاش ہی یہ ہوا تو کیا کرتیں' آئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ شرفاء و متولین کے بچے جب تقسیم ہو چکے اس وقت آپ مکہ پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ اب بچے نہیں ہیں۔ آپ سخت مایوس اسی فکر میں کہ کیا کروں اور شرم بھی کہ قوم طعنہ کرے گی۔ حتیٰ کہ قافلہ کی روانگی کا وقت آگیا۔ مجبوراً روانگی کو تیار ہوئیں لیکن خیال آیا کہ کم از کم طواف کعبہ تو کر چلوں۔ یہ سوچ کر نہایت غم زدہ بیت اللہ کی طرف آئیں۔ آپ پر حضرت عبدالمطلب کی نظر پڑی اور بلایا۔ پوچھا تم مغموم کیوں ہو؟ آپ نے فرمایا۔ میں دایہ ہوں۔ دودھ پلانے کے لئے بچہ لینے آئی تھی مگر قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھی۔ بچے سب تقسیم ہو چکے۔ بے نیل و مرام واپس جا رہی ہوں۔ مایوسی کے ساتھ شرم دامن گیر ہے کہ قوم کیا کہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کیا نام ہے' عرض کی حلیمہ سعدیہ۔ آپ نے فرمایا کہ بچے سے تو تم مایوس نہ جاؤ۔ میرے پاس ایک در یتیم ہے جو صدف نبوت کا گوہر اور ملک رسالت کا اختر ہے' اسے لے جا سکتی ہو۔ یہاں زر و جواہر کا معاوضہ کم ہے بچہ اگرچہ یتیم ہے مگر حسن و جمال میں اس وقت تمام بچوں پر اسے فروغ ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔ آپ حلیمہ سعدیہؓ کو اپنے ساتھ گھر لائے اور جب حلیمہ کو گود میں دیا اور انہوں نے جو اپنی سوکھی چھاتی منہ میں دی تو علی الفور اس سے دودھ کی دھاریں چلنے لگ گئیں۔ یہ برکت دیکھ کر حلیمہ تصویر حیرت بن گئیں۔ خوشی خوشی اپنے بچے کو بھی خوب سیراب کر کے دودھ پلایا لیکن چھاتی میں دودھ کے فوارے بدستور ابل رہے تھے۔ وہ یتیم ہاشمی جب حلیمہ کی گود میں آگیا اور فراوانی شیر کا معجزہ دایہ کے دل پر نقش کر گیا۔"(۳)

علامہ ابوالحسنات نے "حلیۃ النبیؐ" کے عنوان سے سرور کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل سراپا احادیث و سیر کی مستند کتابوں سے مرتب کیا۔ حلیۃ النبیؐ کے پیش لفظ میں علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

> "مولانا سید احمد قادری شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی ہیں' اس لئے شعر و ادب کی زبان حسن و عشق میں انہوں نے اہل شوق کے لئے حلیہ مبارک کی ایک ایک چیز کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ نعت کا مقام بڑا مشکل مقام ہے' ایک طرف شوق کا تقاضا ہے کہ اس کو حسن و عشق کی زبان بنا دیا جائے' دوسری طرف ادب و تعظیم کا اقتضاء ہے کہ اس مقام میں بیان کی ہر رکاکت اور زبان کے ہر ابتذال سے بچا جائے۔ ان دونوں متقضائے حال کو جمع کرنا آسان کام نہیں۔ اس لحاظ سے مولانا

قادری کی محنت لائق تحسین ہے۔"(۶۴)

اس میں اعضائے نبویؐ کا ذکر قرآن پاک میں، سر مبارک، چہرہ انور، چشم حق بیں، جبین انور، دھن، دندان مبارک، خندہ و تبسم، لعاب دھن، ابروئے مبارک، ریش مبارک، استعمال خضاب، بنی مبارک، گیسوئے مبارک، عنق شریف، صدر و بطن، اذن مبارک، دست زبردست، پشت مبارک، خاتم نبوت، ساق شریف، قدم شریف، قد بالا، پسینہ، بغل کی خوشبو اور سفیدی، خوشبوئے بدن، اور ہیبت و محبت کے عنوانات ہیں۔

نبی کریمؐ کی جبین انور کے بارے میں حلیۃ النبیؐ میں سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"سرور کائناتؐ کی پیشانی نہایت واضح، چوڑی اور پرنور تھی۔ چاند کا ٹکڑا کہئے روشن چراغ کہئے، مہپارہ کہئے، سب بیچ ہیں، کس سے تشبیہ دیجئے، سب فروتر ہیں، کس کے مقابل لکھئے، اس کی تابانی و نور افشانی کا یہ حال تھا کہ اگر بالوں کی سیاہی نہ ہوتی تو اس پر نگاہوں کا ٹھہرنا دشوار ہو جاتا یہ بھی مخلوق پر خدا کی مہربانی تھی ورنہ کوئی شخص چہرہ انور کی طرف نگاہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بالوں کی سیاہی نور کو اس لائق بنا دیتی تھی کہ اس پر نگاہ ٹھہر سکے۔ جب سرکار لوگوں کی طرف چہرا اٹھاتے تھے تو پیشانی ایسی دکھائی دیتی تھی جیسے روشن چراغ چمک رہا ہو اس کی روشنی نہ صرف اندھیرے گھروں کا اجالا تھی۔ بلکہ تاریک دلوں کا نور بھی تھی۔"(۶۵)

علامہ ابوالحسنات کے اسلوب تحریر میں والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ موصوف علم و فضل، نکتہ رسی، وقت نظر اور دقیقہ سنجی میں نادرہ روزگار تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے اور صرف وہی روایات بیان کی ہیں جو محقق و معتبر ہیں۔

مفتی انتظام اللہ شہابی (م ۱۹۶۸ء)

مفتی انتظام اللہ ابن مولوی اکرام اللہ شہابی آگرہ میں ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۸۔ ستمبر ۱۹۶۸ء کو وفات پائی۔ مفتی انتظام اللہ شہابی کا میلاد نامہ ذکر خیر البشر الموسوم بہ میلاد قمر ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ حنائی کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔ طباعت و کتابت معیاری ہے۔ یہ میلاد نامہ تو مفتی انتظام اللہ شہابی نے لکھا ہے مگر اس کا نام اپنے دوست منشی قمر الدین کے نام پر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس کی عبارت نہایت مرصع اور جامع ہے۔ روایات اور واقعات کے بیان میں آیات قرآنی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ ہر واقعہ اسناد کے ساتھ درج کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر وقیع ہیں کہ دیگر میلاد ناموں میں مفقود ہیں۔ سب سے پہلے "التماس" کے عنوان سے میلاد نامہ لکھنے کی غرض و غایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مولانا غلام امام شہیدؒ نے سب سے پہلے اردو میں میلاد نامہ تحریر کیا، اس کے بعد غیر ذمہ دار حضرات نے میلاد نامے لکھے، جن میں صحیح اور موضوع روایات کا امتیاز تک نہیں۔ صحیح میلاد کی ترتیب کی اس وقت ضرورت تھی۔ میلاد قمر قرآن مجید و

احادیث مقدسہ اور مستند کتب سیر سے موجودہ زمانے کے مذاق کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا۔"(۶۶)

اس میلاد نامے میں التماس کے بعد تمام مذاہب کا مختصر حال اور ان کی رسومات کی بیہودگیاں بیان کر کے ان کی بے عملیوں پر جو قدرت نے سزا دی، اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ ظہور قدسی کے سلسلہ میں سیرت النبیؐ سے اقتباس لیا گیا ہے، جس کی عبارت بہت ایمان افروز ہے۔ اس کے بعد ایام رضاعت کا بیان ہے۔ اس کا انداز روایتی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ اس طرح اس میں جگہ جگہ دی ہوئی میلادیہ منظومات کو الگ کر لیا جائے تو باقی واقعات ہر مستند تاریخ میں بغیر کسی اختلاف کے مل جائیں گے۔ معراج کا واقعہ کلام پاک کی آیات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ میں اسلام کا پہنچنا، میثاق مدینہ اور نہایت اختصار کے ساتھ غزوہ بدر، احد اور فتح مکہ سے متعلق تاریخی واقعات قلمبند کئے ہیں۔ اس کے بعد اسوہ حسنہ کو دلنشیں عبارت اور فصیح الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "نبی کریمؐ کی ذات میں وہ تمام اوصاف حسنہ جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے بڑے بڑے پیغمبروں اور مصلح اقوام کے نام اب تک زندہ ہیں۔ آپؐ میں حضرت نوحؑ کی سی سرگرمی، اور حضرت ابراہیمؑ کی سی نرم دلی، حضرت اسمٰعیلؑ کی سی نیک روی، حضرت ایوبؑ کا سا صبر و تحمل، حضرت ہارونؑ کی سی امانت، حضرت یوسفؑ کا سا عفو، حضرت داؤدؑ کی سی فتوحات، حضرت سلیمانؑ کا سا دبدبہ، اور زکریاؑ کا سا زہد تھا۔ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی طرح آپؐ بھی جلالت و احترام انسانیت کا جذبہ رکھتے تھے لیکن ان کے سے سخت احکام دین نہیں لائے تھے اور نہ آپؐ کی ہدایت صرف مخصوص مقامات یا مخصوص قوم تک ہی محدود تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی سی انکساری آپؐ میں ضرور تھی لیکن آپؐ کی ہدایت ایک قوم اسرائیل کے لئے نہ تھی بلکہ تمام عالموں کے لئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔"(۶۷)

عام میلادوں کی روش سے ہٹ کر اس میں حجتہ الوداع کا پورا حال بیان کیا گیا ہے البتہ وفات حسرت آیات کو ایک دو سطور میں لکھا ہے۔ سب سے آخر میں ایک فہرست دی گئی ہے جس میں قرآن مجید کی الگ الگ عنوانات کے تحت آیات دی ہیں مثلاً آپؐ روشن چراغ تھے۔ آپؐ رحمتہ للعالمین تھے۔ آپؐ خاتم النبین تھے وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے میلاد ناموں کی ضرورت ہے جن میں روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس لحاظ سے "میلاد قمر" ایسا میلاد نامہ ہے جس میں کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس کے لئے سند کی ضرورت پیش آئے۔ سلام میں صفات محمدیؐ کا بیان ہے اور منفرد انداز ہے۔ "میلاد قمر" میں سے چند سلام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

"السلام اے لمعہ نور خدا
السلام اے شاہد رب العلا

السلام اے مہبط روح الامیں
السلام اے رحمۃ للعالمین
السلام اے صاحب ام الکتاب
السلام اے شافع یوم الحساب
السلام اے رونق بزم خلیل
السلام اے آن بشیر سلسبیل
السلام اے پیشوائے مرسلیں
السلام اے فخر قوم مسلمین
(۶۸)

فیض محمد قادری (م ۱۹۶۸ء)

فیض محمد قادری بن مولانا غلام رسول بھکر کے قصبہ گجہ کے رہنے والے تھے۔ تعلیم و تدریس میں ماہر اور بہترین خطیب تھے۔ ساری زندگی علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے فرائض پہلے بھکر پھر لاہور میں انجام دیتے رہے۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

ان کا میلاد نامہ بعنوان "سرور العباد فی بیان المیلاد" نثر کے ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت تفصیلات موجود ہیں:

معجزہ کتاب روشن، تحقیق مصداق نور، نورانی صورت اقدس، نور کی تحقیق، برکات سیرت طیبہ، اثبات حقوق رسالت، عبد و عبدہ، محبت اور ایمان، عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، احوال نور مقدس، نور کی جلوہ گری، چمکتا ہوا ستارہ، تخلیق کائنات، بعثت عامہ، تعدد آدم، قدیم تر اقوام، جنات کا ذکر، انبیاء کا بیان، خواجہ عبدالمطلب، ظہور چاہ زمزم، نذر مولود مسعود، واقعہ فیل، حضرت عبداللہ، تذکرہ واقعات عجیبہ، عفت اور پاکدامنی، شادی کے اسباب، حضرت عبداللہ کی وفات، ولادت باسعادت، وجہ تسمیہ اسم مبارک، فضائل شب میلاد، مسئلہ قیام تعظیمی، ایوان کسریٰ کا ہلنا، آتش کدہ ایران، بحیرہ ساوہ کی خشکی، وادی طبریہ کی روانی، سطیح کے حالات، دائی حلیمہ کا خواب، روانگی بسوئے مکہ مکرمہ، حضرت عبدالمطلب سے ملاقات اور حال رضاعت شریفہ وغیرہ۔

جن کتابوں کی عبارتیں حوالہ جات کے ساتھ میلاد نامے میں درج ہیں، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

تفسیر ابن عباس، موضح القرآن، تفسیر قرطبی، عرائس البیان، روح المعانی، تفسیر کبیر، جواہر الحسان، السراج المنیر، فتح البیان، تفسیر مدارک، تفسیر مظہری، شرح بیضاوی، جامع البیان، تفسیر حسینی، روح البیان، تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر عزیزی، بخاری شریف، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، ابو داؤد، سنن نسائی، ابن عساکر، ابن ماجہ، فتح الباری، حصن حصین، دلائل النبوت، مدارج النبوت، سیرت حلبیہ اور مواہب اللدنیہ وغیرہ۔

اس میلاد نامے میں ہر بیان کے بعد کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔ "سرور العباد فی بیان

المیلاد" (۶۹) اپنے انداز بیاں کی خوبی اور مباحث کی تحقیق کے لحاظ سے میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا اضافہ ہے۔

غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی

غلام مصطفیٰ قصبہ رتسہ یو۔ پی میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے حاصل کی۔ درس نظامی کی ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں تکمیل کے بعد حافظ عبدالعزیز سے علوم حدیث سیکھے۔ ۱۹۵۱ء میں مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ کی حاضری کا شرف نصیب ہوا۔

غلام مصطفیٰ کوثر نے اپنے میلاد نامہ میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد کے معترضین کو مسکت اور مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے میلاد نامہ "تذکرہ پاک صاحب لولاک" میں روایات کے بیان میں معتبر اور مستند کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ میلاد شریف میں نبی کریمؐ کے بارے میں حاضر کے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور وقت قیام درود و سلام پڑھتے ہیں جبکہ آپؐ نظر نہیں آتے۔ یہ انداز تخاطب شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ایسی کونسی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ غائب کے لئے حاضر کے الفاظ بولنے جائز نہیں ہیں۔ منکرین یہ بتائیں کہ جب نماز میں **التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی** پڑھتے ہیں تو اس وقت ضرور کافر ہو جاتے ہوں گے۔ علمائے اہلسنت کے خیال کے مطابق جب تک کہ "التحیات" نہ پڑھیں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اگر حضورؐ پر سلام نہ بھیجیں تو ترک صلوٰۃ کفر ہے۔ حدیث کے مطابق بندہ مومن و کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ معترضین کو چاہیے کہ وہ اعتراض کرتے وقت ہوش اور عقل کی بات کیا کریں۔" (۷۰)

مصنف کا لہجہ بڑا سخت ہے۔ ایک دوسری جگہ علامہ امام برزنجیؒ کے رسالہ عقدالجواہر فی مولود النبی الازہر کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

"قد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ الشریفہ یعنی نبی کریمؐ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا امر مستحسن ہے۔" (۷۱)

اس میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ میلادیہ منظومات کا حصہ عشق و محبت اور عقیدت سے لبریز ہے۔ ۴۴ صفحات پر مشتمل اس میلاد نامے کی کتابت، کاغذ اور سرورق نہایت خوش نما اور دیدہ زیب ہے۔

سید حمید الدین احمد

سید حمید الدین احمد حمید کے میلاد نامے "میلاد مطہر" کو عنوانات کے اعتبار سے ولادت اور معراج شریف کے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ضمنی طور پر اور بھی بہت سی باتوں کا ذکر آ گیا ہے۔ سب

سے پہلے درود شریف کا بیان ہے۔ اور اس سلسلہ میں مولف نے نبی کریمؐ کی یہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ "قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو گا۔"(۴۷) حمد کے بیان کا انداز دعائیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عدیم النظیر صفات ذکر کر کے طلب عفو و رحمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کا ماخذ بھی کلام الٰہی ہے۔ ذکر ولادت بڑے اختصار سے کیا گیا ہے۔ درود و سلام عقیدت سے معمور ہے۔ اس میلاد نامے کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ عقیدت مندی' مبالغہ آرائی سے مبرا رہی ہے۔ اس وجہ سے بیشتر موقعوں پر انداز بیان مجلسی سے زیادہ تاریخی قسم کا ہو گیا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے معجزات اور ذکر معراج دوسرے میلاد ناموں سے مختلف ہیں۔ معراج کا خصوصی تحفہ چونکہ نماز ہے اس لئے اس موقع پر یہ حدیث خاص طور پر نقل کی گئی ہے۔ "الصلوٰۃ عماد الدین (نماز دین کا ستون ہے) اور من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر (نماز کو قصداً ترک کرنے والا کافر ہے۔)"(۴۳) عام میلاد ناموں کا خطابیہ طرز بیاں اس میں موجود نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے مجالس میں پڑھنے کی بجائے انفرادی مطالعہ کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ عام کتابی سائز کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے زبان سادہ اور آسان ہے۔

مفتی غلام معین الدین (م ۱۹۷۱ء)

مفتی غلام معین الدین ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ سید نعیم الدین مراد آبادی سے علوم دین کی تحصیل کی۔ اسی دور میں طب کی سند حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آئے اور مختلف تحریکوں اور تنظیموں سے مل کر کام کیا۔ ہفت روزہ سواد اعظم نکالا اور بے سروسامانی کے باوجود تا حیات جاری رکھا۔ ۱۳۔ اگست ۱۹۷۱ء کو انتقال ہوا۔ مرقد مبارک قبرستان میانی صاحب بہاولپور روڈ لاہور میں واقع ہے۔

"بیان المیلاد النبوی"" میلاد نامہ ہے۔ اور نثر میں ہے جو دراصل محدث ابن جوزیؒ کے میلاد نامہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں نور محمدیؐ" نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے پہلے کی بشارات اور نشانیاں' حضرت عبداللہ کی شادی کا واقعہ' آپؐ کے حسب نسب کی شرافت اور بلندی' ولادت مبارکہ اور ایام رضاعت کا بیان شامل ہیں۔ نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

> "جب حلیمہؓ نے حضور کو گود میں لے کر اپنی سواری پر سوار ہو کر وطن کی طرف کوچ کرنے کا قصد کیا اور قافلہ چلنے لگا تو جب بھی جس خشک وادی پر یہ قافلہ پہنچتا تو حضورؐ کی برکت سے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی۔ اور وہ حضورؐ کو سلام کرنے کی آوازیں پتھروں سے سنتیں اور درختوں کی ٹہنیاں آپ کی طرف جھک کر سلام کرتیں اور پھر جب وہ اپنی آبادی میں پہنچیں اور اپنے گھر داخل ہوئیں تو زمین کو دیکھا کہ اس نے نیا لباس پہن لیا ہے اور پرانا لباس اتار دیا ہے یعنی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی

ہے۔" (۷۴)

زبان و بیان کی سلاست و روانی سے طبع زاد میلاد نامہ معلوم ہوتا ہے اور اس پر ترجمے کا گمان نہیں ہوتا۔ موصوف نے ترجمہ میں بھی جو ادبی معیار قائم کیا ہے۔ اس سے ان کے جذبہ کی سچائی اور خیال و احساس کی پاکیزگی جھلکتی ہے۔

ناصر الدین محمد (م ۱۹۷۱ء)

ناصر الدین محمد بن قاضی عبیداللہ نے میلاد نامہ بعنوان "احوال تولد رسول اللہ" لکھا ہے۔ (۷۵) اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ' رضاعت اور بچپن کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

درد کاکوروی (م ۱۹۷۲ء)

مکرم احمد نام' درد تخلص تھا۔ دنیائے ادب میں اپنے تاریخی نام میر نذر علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور عالم حبیب علی کے صاحبزادے تھے۔ اٹاوہ میں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر محترم حکیم وصی علی سے پائی۔ بعد میں مزید تعلیم کے لئے اپنے دوسرے بھائی رضی علی اشکر کے پاس ۱۹۱۱ء میں رامپور چلے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں اورنگ آباد دکن میں محکمہ امور مذہبی میں ملازم ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہجرت کر کے آ گئے۔ یہاں دو سال قیام کے بعد کراچی جا کر مقیم ہو گئے۔ ۲۷۔ جون ۱۹۷۲ء کو عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے حالت سجدہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ عزیز آباد کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

۱۹۲۷ء سے تقسیم برصغیر تک ان کی منظومات نیرنگ خیال' عالمگیر' ہمایوں' ساقی' اردو اور الناظر وغیرہ میں باقاعدہ چھپتی رہی ہیں۔ کراچی میں کوئی نعتیہ نشست ایسی نہ ہوتی تھی' جس میں وہ شریک نہ کئے جاتے ہوں۔ مولانا ضیاء القادری' ملا واحدی' اور بہزاد لکھنوی ان سے بہت خلوص برتتے تھے۔ ممتاز حسن ان کی نعت گوئی اور میلادیہ منظومات کے دل معترف تھے۔

محسن کاکوروی ان کے والد کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے' شاہ تراب کا رنگ تصوف یا شاہ نیاز بریلوی کی عقیدت ان کے کلام میں مخصوص صوفیانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے نمایاں تھی۔

ان کے میلاد نامہ "میلاد پیغمبرؐ" کی ابتداء میں مولف اور تالیف کے بارے میں بہزاد لکھنوی اور شمس وارثی کا تعارف اور ضیاء القادری کا مختصر مقدمہ شامل ہے۔ اس میلاد نامہ کو عنوانات کی ترتیب اور زبان و بیان کے لحاظ سے میلاد اکبر کی ایک اچھی نقل کہا جا سکتا ہے' جس میں کوئی واضح اور نمایاں ترمیم و اضافہ تک نہیں کیا گیا۔ ان کی میلادیہ منظومات میں سوز و گداز اور شعری محاسن ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی صبح ولادت کا حسین منظر بیان کرتے ہیں:

صل یا رب کہہ کے خود فطرت ملادیں گائے ہے
دیکھئے صبح ولادت کی تجلی جلوہ بار

ہے محمد نے کیا ساری خزاں کو لالہ زار
دم بدم کوثر کا ساقی کیف سا برسائے ہے، صل یارب....
آج ہے صبح ولادت سو بہاروں کی بہار
صل یارب سلوا گاتے ہیں سب مستانہ وار
نکہت ستلو علیم یوں صبا پھیلائے ہے صل یارب ...
(۷۶)

سید ایوب احمد صبر شاہجہانپوری (م ۱۹۷۳ء)

سید ایوب احمد صبر شاہجہانپوری جلالی بخاری چشتی نے ۱۹۱۷ء میں میلاد نامہ "آفتاب نبوت" لکھا۔ انہوں نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عربی زبان میں سیرت مقدسہ کے بیان میں بہت مبسوط اور ضخیم کتابیں موجود ہیں لیکن اختصار پسند اور عربی زبان سے ناواقف حضرات کے لئے ایسی ضخیم تواریخ و کتب سے استفادہ بہت دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ عام مسلمان یہود و نصاریٰ کے ذریعے اسلام میں داخل ہونے والی غیر مستند روایات کے اسیر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سر ولیم میور جیسے متعصب مصنف کا گرویدہ ہے۔ اس قسم کے حالات میں انہوں نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ نبی کریمؐ کے دلچسپ اور صحیح حالات عام مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور دوسری طرف غیر مذاہب کے پیروکار بھی آپؐ کی سیرت طیبہ مکارم اخلاق و شمائل کو پوری طرح سمجھ سکیں اور جس سے ان کو بخوبی اندازہ ہو کہ آپ کی زندگی صحیح معنوں میں رحمت اللعالمین کی مصداق تھی۔

آفتاب نبوت کی مجلسی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عمر نعمانی رقم طراز ہیں:

"آفتاب نبوت کے مصنف نے تحقیق و تدقیق سے کام لے کر نبی کریمؐ کے آباؤ اجداد کے حالات سے لے کر فتح مکہ تک کے مختصر اور صحیح حالات قلمبند کر دیئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ محافل میلاد میں عام طور پر اس کے مطالب سے فرستگان روئے محمدؐ مستفید ہوں اور غرباء جو گرانمایہ کتب کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔" (۷۷)

صبر شاہجہانپوری کا میلاد نامہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور عام میلاد ناموں میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ انہوں نے واقعات و روایات کو مستند کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ اور اس کا حوالہ بھی ساتھ ہی دیا ہے۔ اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ، آپؐ کے آباؤ اجداد کے حالات، راہبوں اور علمائے عصر کی پیشین گوئیاں، نبی کریمؐ کے والد کا انتقال، ولادت باسعادت، پیدائش کی جگہ، عہد طفلی، والدہ اور دادا کا انتقال، تربیت، سفر کا حال، نکاح، زمانہ قبل رسالت، تعمیر کعبہ، کعبہ کو قبلہ قرار دینے کی وجوہ، نبوت اور بعثت، نزول وحی اور اس کے بعد کے واقعات، ہجرت حبشہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، حضرت ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال، ہجرت، انجیل و توریت کی پیش گوئیاں، مدینے کی زندگی، حضرت عبداللہ

ن سلامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا' تعمیر مسجد نبوی' اذان کا تقرر' کفار مکہ کا طرز عمل' لڑائی کی تمہید' بدر کی پہلی لڑائی' عظیم الشان معرکہ اسلام اور ایران جنگ سے حسن سلوک' جنگ احد' واقعہ حدیبیہ' فتح خیبر' فتح موتہ' فتح مکہ اور شان نبوت' اخلاق و عادات' حضرت عائشہؓ' ورع و اتقاء' شرم و حیا' جود و سخا' شفقت و رحمت' تواضع' صبر' ہیبت' خندہ روئی' ظرافت' صدق و عفت' عدل و انصاف' وقار' مروت' انتظام خانہ داری اور گھر والوں کے ساتھ رکھ رکھاؤ وغیرہ کا دلپذیر تذکرہ ہے۔

صبر شاہجہانپوری نے پرانی کتب میلاد کی خامیاں دور کرنے کے بارے میں اپنی کاوش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"آفتاب نبوت میں نبی کریمؐ کے سادہ حالات زندگی کے مطابق عبارت آرائی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ سلیس اور دلچسپ اردو میں قلمبند کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مضمون پر جو کتب میلاد شریف آج کل ملک میں رائج ہیں' ان کے متعلق نئی روشنی والوں کو یہ شکایت ہے کہ اس میں محض عبارت آرائی کو مد نظر رکھ کر بعض واقعات کو مبالغہ سے بیان کیا گیا ہے یا کہیں کہیں ضعیف روایات کو جگہ دی گئی ہے' رفع ہو جائے گی' میں نے نبی کریمؐ کے صحیح حالات و واقعات کو مع اسناد کے لکھ کر عوام میں پیش کیا ہے۔" (۷۸)

آفتاب نبوت کی تالیف کے سلسلہ میں قرآن مجید' صحیح بخاری' سیرت ابن ہشام' مواہب اللدنیہ' شمائل' سیرت حلبیہ' مدارج النبوت' زاد المعاد' شرح مواہب اللدنیہ (زرقانی)' عجائب القصص اور عجائب القصص وغیرہ سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ سیوطیؒ اور طبری کی کتابوں سے بھی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ بائبل کے عہد نامہ جدید کی عبارات بھی درج کی گئی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریمؐ کے دور رسالت کی تالیف کا موازنہ کر کے آپؐ کی اخلاقی برتری واضح کی گئی ہے۔ غیر مسلم مفکرین میں سے ڈاکٹر ویل' ڈاکٹر واٹ' گاڈ فرے' ڈبلیو آئرلینڈ' ایڈورڈ گبن اور جان ڈیون پورٹ کے مختصر اقوال بیان کر کے نبی کریمؐ کی نبوت کی صداقت پر شہادت لائی گئی ہے۔ چیمبرز انسائیکلوپیڈیا جلد ششم سے اذان کے بارے میں شعائر اسلامی کی برتری کا دلکش تاثر بڑے جوش و والہانہ پن سے بیان کیا ہے:

"موذن کی اذان جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے' گو کہ شہروں میں بوجہ شور و غوغا کے کم سنائی دیتی ہے' لیکن کتنی سریلی اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے۔ رات کی خاموشی میں جب کہ چہار جانب سناٹا چھایا ہوا ہوتا ہے' اس کا اثر عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے' یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ نے بھی اس امر پر مبارکباد دی ہے کہ اذان کی آواز ناقوس اور گھنٹے سے بڑھ کر ہے۔ فی الحقیقت جبکہ کل پرند اپنے اپنے آشیانوں میں بسیرا لے رہے ہوں' عالم پر سکون و سکوت چھایا ہوا ہو' انسان نے اپنے آرام کو اپنے معبود حقیقی کی عبادت کے لئے چھوڑ رکھا ہو اور اپنے ہم جنسوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہتا ہو

...... یہ کتنا موثر اور دلکش طریقہ ہے۔"(۷۹)

آفتاب نبوت میں بھی دیگر میلاد ناموں کی طرح مروجہ روایات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً نبی کریمؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کے تذکرے کے ساتھ ہی اس وقت کے عالموں کی پیش گوئیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت عبداللہ خوبصورتی اور ملاحت میں مثل یوسفؑ معلوم ہوتے تھے آپؐ کی روشن اور چمکتی ہوئی پیشانی سے نور محمدیؐ ظاہر ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے احبار سے اور حجاز کے کاہنوں سے یہ سنا جاتا تھا کہ نبی آخرالزماںؐ اسی نوجوان کے صلب سے پیدا ہوں گے' کیونکہ ہماری دینی و مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کے اس خون آلود سفید اونی جبّے سے جو یہودیوں کے پاس ہے' تازہ خون کے قطرے ٹپکیں گے' تو اس وقت نبی آخرالزماں کے والد ظہور پذیر ہوں گے' چنانچہ اب اس خشک جبے سے سرخ خون ٹپک رہا ہے' لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی پشت سے نبی آخرالزماں ظہور پذیر ہوں گے۔"(۸۰)

اسی طرح ابر کے ٹکڑے کا نبی کریمؐ کو پیدائش کے وقت اٹھا کر لے جانے کی نسبت پورا واقعہ تفصیلات کے ساتھ موجود ہے۔ سفر شام میں بصریٰ کے مقام پر بحیرا راہب سے اور ایک سفر میں نسطورا راہب سے آپؐ کی ملاقات کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔

آپؐ کی شان نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے' آپؐ کی ذات اقدس میں تمام برگزیدہ پیغمبروں کے اوصاف مجتمع دکھائے گئے ہیں۔ اور ان کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں سے آپؐ کی سیرت کا موازنہ کر کے آپؐ کو ان سب کا جامع ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں مصنف بڑے جوش و خروش سے لکھتا ہے:

"جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صفات و کمالات کا مجموعہ ہیں۔ عالم ایسے کہ کسی کا علم ان کے علم کو نہیں پہنچتا۔ فصیح و بلیغ ایسے ہیں کہ بڑے بڑے فصحا نے ان کے سامنے سر ٹیک دیا ہے۔ مقنن ایسے کہ ہر قوم' ہر فرقہ اور زمانے کے لئے ان کا قانون ایک اچھا دستورالعمل ہے۔ حلیم اور صاحب خلق ایسے ہیں کہ خود خداوند جل و علا ارشاد فرماتا ہے: انک لعلیٰ خُلقٍ عظیم۔ جری ایسے کہ ضرورت کے وقت میدان کارزار میں دشمنوں کے لئے ایک مستعد اور بہادر سپاہی' فقیر ایسے کہ بیت الشرف میں کئی کئی دن تک چولہے سے دھواں نہیں نکلتا۔ اتنا بھی نہیں ہے کہ مکان میں چراغ بھی جلے۔ امیر ایسے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ ایک لمحہ میں ختم کر دیتے ہیں اور اپنی محتاجی کا بھی کچھ خیال نہیں آتا۔ چٹائی بچھاتے ہیں' کمبل پہنتے ہیں مگر بڑے بڑے عالی جاہ بادشاہوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔"(۸۱)

اس میلاد نامے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس کا مصنف اپنے گرد و پیش میں ہونے والی زبان

و بیان کی تبدیلیوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس نے اس میلاد نامے کی تحریروں میں عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ سلیس اور سادہ زبان میں مختصر حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ انگریزوں کی عملداری کی وجہ سے انگریزی زبان کا عمل دخل ہر طرف بڑھ رہا تھا چنانچہ اس بات کا بھی بخوبی اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

"چنانچہ کفار مکہ نے ایک کمیٹی اس سکیم کے سوچنے کے لئے بٹھائی' جس کا نام دارالندوہ رکھا گیا۔ اس کمیٹی میں مختلف تجاویز اور ریزولیوشن پاس ہوئے۔"(۸۲)

اس مختصر سی عبارت میں کمیٹی' سکیم' ریزولیوشن جیسے انگریزی الفاظ بلا تکلف استعمال کئے گئے ہیں۔ نبی کریمؐ کی عظمت و صداقت کا اعتراف غیر مسلموں کی زبان سے پیش کرنا بھی اس دور کی عقلیت پرستی اور سر سید کی تحریک کے اثرات کا ماحصل اور نتیجہ ہے۔ الغرض ان سب زبان و اسلوب کی خوش آئند تبدیلیوں کی بناء پر آفتاب نبوت کو میلاد ناموں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

احترام الدین شاغل

احترام الدین احمد نام' شاغل تخلص' نسب کے لحاظ سے شیخ عثمانی' مشرباً "چشتی الجمالی' وطن قدیم نارنول اور سکونت مابعد جے پور میں رہی۔ ان کی ولادت ۳۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوئی۔(۸۳) ان کے والد مولوی احتشام الدین شوکت کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ذوق سخن خاندانی ورثہ تھا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۸ء تک سانبھر' جے پور اور دیگر مقامات پر محکمہ پولیس میں فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مسلم ہائی سکول' جے پور میں اگست ۱۹۵۳ء تک مدرس رہے۔

احترام الدین شاغل کا میلاد نامہ تین سو تیس (۳۳۰) صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۹۳ء میں جے پور سے شائع ہوا ہے۔ اس میں بارہ بزم میلاد عام فہم انداز میں لکھی گئی ہیں۔ ہر بزم کا آغاز صلوٰۃ و سلام سے ہوتا ہے اور بطور پیش خوانی ایک نعتیہ رباعی اور کچھ نعتیہ اشعار ہیں۔ پھر کسی آیت قرآنی سے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنے میلاد نامے میں موجودہ زمانے میں بزم میلاد کے انعقاد میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"بعض وقت نعت خواں' وقت نعت خوانی مخمور ہوتے ہیں' بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ بزم میلاد کا صدر کوئی کافریا مشرک ہوتا ہے' جو جوتا پہنے تخت صدارت پر بیٹھا ہوتا ہے اور مقرر جو مستند عالم دین ہو وہ زمین پر کھڑے ہو کر ذکر سرور کائنات' کرتا ہے۔ بعض دفعہ بزم میلاد ایسی گندی اور غیر صاف جگہ منعقد کیا جاتا ہے جہاں بے انتہا نالیوں کی بدبو آتی رہتی ہے۔ یا ایسی جگہ بزم میلاد منعقد کیا جاتا ہے جہاں موٹروں' لاریوں اور تانگوں کی آمد و رفت کا شور برپا رہتا ہے۔ اکثر جگہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جس جگہ محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے۔ وہاں لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جاتا ہے اور اس غرض سے کہ سامعین جمع ہو جائیں' محفل میلاد کے شروع ہونے سے پہلے

سامعین کو جمع کرنے کے لئے سینما کے گانے گائے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بزم میلاد کو سیاسی مطلب برآری کا آلہ بنا لیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کی اصلاح ہونا نہایت لازم ہے اور یہی تمام باتیں اس میلاد نامے کی تالیف کا اصل سبب ہیں۔" (۸۴)

یہ میلاد نامہ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر بزم دو ڈھائی گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہے اور روز ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ اس میں ان روایات کو شامل کیا گیا ہے۔ جن کا ثبوت یا تو کلام الٰہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے یا احادیث معتبرہ سے' دیگر میلاد ناموں کی طرح مشہور روایات کو اس میلاد نامے میں بھی بیان کیا گیا ہے لیکن چند ایسی مستند روایات بھی ہیں جس کا تذکرہ اور میلاد ناموں میں نہیں ہے۔ مثلاً ایک روایت درج ہے:

"تمام عرب میں "محمدؐ" کسی کا نام نہیں رکھا گیا تھا۔ جب آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمدؐ رکھا تو قریش نے اس عجیب نام کا سبب دریافت کیا کیونکہ عرب کے لوگ اس بات کے عادی تھے کہ اپنے بچوں کے نام بتوں کے نام پر رکھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں نے محمدؐ اس وجہ سے نام رکھا ہے کہ یہ ایسا ہو کہ جس کی تمام دنیا تعریف و توصیف کرے۔" (۸۵)

نبی کریمؐ کے سنہ ولادت' تاریخ اور وقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دنیا میں آپؐ کی تشریف آوری ۹ ربیع الاول مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء موافق یکم جیٹھ ست ۶۲۸ بکرمی جبکہ آفتاب برج حمل سے ۳۱ درجہ اور ۲۰ دقیقے پر تھا اور یکم جیٹھ کو شروع ہوئے تیرہ گھنٹے سولہ منٹ گذرے تھے یعنی مکہ مکرمہ کے وقت کے مطابق صبح صادق چار بج کر بیس منٹ پر ہوئی۔" (۸۶)

چوتھی بزم میں احترام الدین نے ایک مدلل نکتہ پیش کیا ہے:

"جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سراج منیر بن کر تشریف لائے تو اس کے بعد اسلام میں ہی نہیں بلکہ کسی قوم میں کوئی نبی نہیں آیا ورنہ اس سے قبل دنیا کی اور قوموں میں کئی کئی نبی آئے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بیک وقت دو دو چار چار نبی آتے رہے مگر حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد نہ مصریوں نے اور نہ چینیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا نہ ہندوؤں اور مجوسیوں نے' ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمام مذاہب نے سراج منیر کے روشن ہوتے ہی اپنے چراغ گل کر دیئے۔" (۸۷)

اس میلاد نامے کی ہر بزم ولادت باسعادت مختصر بیان اور سلام پر ختم ہوتی ہے۔
ایک سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے پیشوائے انبیاء
السلام اے خلق کے امن و اماں

السلام اے مصطفیٰ و مجتبیٰ
السلام اے درد عصیاں کی دوا
ہوں خدا کے آپ پر لاکھوں درود
اور سلاموں کا رہے پیہم ورود
شاغل بیکس کی بھی لیجئے خبر
اہل امت پر ہو رحمت کی نظر
(۸۸)

"میلاد النبیؐ" میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے ساتھ نبی کریمؐ کی تبلیغ کا مقابلہ کرتے ہوئے' مصنف لکھتے ہیں:

"دنیا میں چار مذہب ایسے ہیں کہ جن میں قریب قریب دنیا کی پوری آبادی تقسیم ہو رہی ہے۔ عیسائی' یہودی' بدھ مت اور ہندو مذہب۔ ان چاروں مذاہب کا مطالعہ کریں تو اس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ موسیٰؑ کا دائرہ ہدایت صرف اسرائیل تک تھا۔ عیسیٰؑ کی تعلیم کا خلاصہ اور نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ وہ صرف ایک محدود طبقے میں اپنی عیسائیت کی تبلیغ کریں اور پھر جب عیسائی ان سے باغی ہوں تو وہ اپنے ہی پیغمبر کو سولی پر چڑھا دیں۔ مہاتما بدھ اور سری کرشن سمندر پار تبلیغ کو مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس صورت میں ساری کائنات کے لئے ان مذاہب کے اصول کس طرح مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے برخلاف حضورؐ نے رنگ و نسل اور ملک و قوم سے بالاتر ہو کر پوری دنیا کو پیام حق دیا۔ عبد و معبود کا رشتہ بتایا علم و حکمت کی تعلیم دی۔ غلامی کو مٹایا۔ خونریزی کو دبایا۔ افعال رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے منع کیا۔ اسی واسطے آپؐ کو خود اللہ پاک نے **وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** فرمایا۔" (۸۹)

اس میلاد نامے میں ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا گیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے عصری تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے' اس میلاد نامے کے ذریعے حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

بہزاد لکھنوی (م ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

بہزاد لکھنوی کا پورا نام سردار احمد خاں ہے۔ ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک ریلوے کی ملازمت کی پھر آل انڈیا ریڈیو دہلی اور لکھنؤ سے وابستہ رہے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی چلے آئے اور پاکستان ریڈیو کراچی کے عملہ سے منسلک ہو گئے۔ آپ کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

ان کا مجموعہ "ثنائے حبیب" ادارہ فروغ اردو لکھنؤ نے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں بیان

مدینہ کے عنوان سے ۳۰' نعت کے عنوان سے ۱۷' درود و سلام کے عنوان سے ۲۵ اور میلاد و شب ولادت کے عنوان سے ۴۳ میلادیہ کاوشات شامل ہیں۔ وہ رنگ شاعری میں حالی' حفیظ اور ماہر کے پیرو نظر آتے ہیں۔ ان کا پیرایہ اظہار عام فہم' انداز بیان دل آویز اور الفاظ صاف و سادہ ہیں۔ اس انداز کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

درود ان پر جو آئے بے نواؤں کی صدا بن کر
سلام ان پر جو آئے بیکسوں کا آسرا بن کر
جنہوں نے دستگیری کی گنہگاران عالم کی
جو آئے کشتی بے چارگی کے ناخدا بن کر
جنہوں نے راہ حق دکھلائی پیچ و خم کو سمجھایا
جو آئے دونوں عالم کے لئے اک رہنما بن کر
جنہوں نے ہم کو بتلایا حقیقی زندگی کیا ہے
جو آئے خود ہی اہل زندگی کا آئینہ بن کر
جنہوں نے روح کی پاکیزگی کا راز بتلایا
جو آئے راستی و پاکی صدق و صفا بن کر
جنہوں نے عبد اور معبود کے رشتے کو سمجھایا
جو آئے ختم مرسل اور حبیب کبریا بن کر
درود ان پر پڑھو بہزاد اور بھیجو سلام ان پر
جو روحوں میں بسے رہتے ہیں دل کا مدعا بن کر
(۹۰)

صوفی محمد شریف غیرت قادری (م ۱۹۷۳ء)

صوفی غیرت قادری گوجرانوالہ میں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ نامور عالم دین' خطیب' ماہر تعلیم' ادیب' طبیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی تقلید میں "شاہنامہ اسلام" میلادیہ مثنوی لکھی۔ اس کا انداز اور بحر وہی ہے جو حفیظ کے شاہنامہ اسلام کی ہے۔ غیرت قادری کی یہ تصنیف بہت جامع اور ضخیم ہے۔ ان کی زندگی میں اس کے چھ حصے اشاعت پذیر ہوئے مگر ان کی ۱۹۷۳ء میں وفات کی وجہ سے اس شاہنامہ کی مکمل اشاعت کی نوبت نہ آنے پائی۔ یہ مثنوی تاحال مکمل اشاعت کی منتظر ہے۔(۹۱)

عبدالغنی

عبدالغنی علی گڑھ کے رہنے والے تھے۔ اکبر وارثی کے جانشین تھے ان کا "میلاد غنی" الموسوم بہ بہار

شریعت ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ اور طباعت معمولی درجہ کی ہے۔ اس پر سال تصنیف درج نہیں۔ طرز نگارش نہایت سلیس اور بامحاورہ ہے۔ عبدالغنی نے میلاد نامے میں موقع کی مناسبت سے اپنی میلادیہ منظومات درج کی ہیں۔ ایک نعت کے مقطع سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سے باطنی سلاسل سے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں:

قادری ہوں' نقش بندی ہوں' میں چشتی وارثی
جس گھرانے کا ہو لینا اے غنی پیغام لے !!
(۹۳)

عبدالغنی کے میلاد نامے میں نثر بہت کم ہے وہ پانچ سات سطور لکھنے کے بعد ایک طویل میلادیہ نظم لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً

"اے خدا کے لاڈلے رسول مقبول" اے حضرت آمنہؓ کے نور العین' اے حضرت عبدالمطلب کے دل کے چین' اے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر کی برکت' اے کل عالموں کی رحمت' روز ازل سے لے کر آج تک:

نگاہ جہاں تیری مائل رہی ہے
طبیعت ہر اک تجھ پہ مائل رہی ہے
تجھے شان گلشن میں حاصل رہی ہے
گلوں میں تجلی تری مل رہی ہے
محبت سے ہر اک کلی کھل رہی ہے
(۹۴)

اکثر مقامات پر روایات کو بھی منظوم کر دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ روایات پر مشتمل ہے اور ان روایات کی اسناد میں کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے۔

احمد علی

احمد علی کے مرتبہ میلاد نامہ "تحفہ میلاد النبیؐ" کے کتابی سائز کے ۱۳۰ صفحات ہیں۔ اور اسے ۱۳۸۵ھ میں پنجاب پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس میلاد نامے کی ابتداء ولادت کے ذکر خیر سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اختتام پر چند علماء کی اس میلاد نامے سے متعلق آرا دی گئی ہیں۔ ابتدائی بیان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل عرب کی حالت زار کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور ضلالت و گمراہی کی وجہ سے ایک مصلح کی ضرورت پر توجہ دلا کر آپؐ کے فضائل و محاسن بیان کئے گئے ہیں۔ محفل میلاد میں عام مولود خوانوں کی نسبت عالم باعلم کو بلایا جائے جو مذہب کی پوری اور صحیح معلومات رکھتا ہو نیز آداب محفل میلاد کی پابندی کرنی چاہئے۔ آخر میں ان دو باتوں پر خصوصاً زور دیا گیا ہے۔

میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری (م ۱۹۷۵ء)

میاں علی محمد خان کی ولادت ۱۸۸۱ء میں بسی عمر خان (ہوشیار پور) میں ہوئی۔ باطنی طریقت و معرفت میں اپنے نانا میاں محمد شاہ خان کے جانشین تھے۔ موصوف عظیم المرتبت روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ کے جامع تھے۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور تربیت مریدین میں بسر کرتے تھے۔ ۲۵۔ جنوری ۱۹۷۵ء کو انتقال ہوا۔ پاکپتن شریف میں درگاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

تصانیف میں میلاد نامہ شرح ن والقلم اور راہ فردا ان کی یادگار ہیں۔ راہ فردا کے نام سے مولانا غلام قادر گرامی کی منظوم مدح حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیریؒ کی شرح فارسی میں تحریر فرمائی۔ اور میلاد نامہ تقریباً ستر سال پہلے کسی محفل میلاد شریف میں پڑھا۔ آخر میں مکتوب در مسئلہ وحدت الوجود والشہود سپرد قلم فرمایا۔

میلاد نامہ شرح ن والقلم کو قریباً ستر سال پہلے حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے صاحبزادے حکیم غلام قادر امرتسری نے چھپوایا۔ دوسری بار سید مسلم نظامی دہلوی نے پاکپتن سے شائع کیا۔ موجودہ اشاعت مرکزی مجلس فرید العصر (پاکستان) لاہور کی جانب سے ہوئی ہے۔ میاں علی محمد کے بارے میں ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال کا فرید العصر نمبر چھپ چکا ہے۔

میاں علی محمد نے میلاد نامہ میں میلاد نبویؐ کی چودہ حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) تعظیم نبویؐ: محفل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ کی عظمت اور تعظیم کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔ (۲) نعمت عظمیٰ کا ذکر: نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اس لئے محفل میلاد میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے بڑی نعمت کا ذکر خیر ہوتا ہے (۳) ادائے شکر: نعمت کے حصول پر ادائے شکر لازم ہے۔ نبی کریمؐ کی تشریف آوری پر شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ محفل میلاد ہے۔ (۴) دینی و دنیاوی نصائح: محفل میلاد کے انعقاد سے دین و دنیا کی نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ (۵) باطنی بالیدگی: محفل میلاد کی برکات سے انسان کو باطنی بالیدگی اور اہم مسرت حاصل ہوتی ہے۔ (۶) عظمت نبویؐ: محفل میلاد کی برکت سے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ (۷) محبت نبویؐ: عظمت نبویؐ کا لازمی نتیجہ محبت مصطفویؐ کا حصول ہے اور یہ میلاد ہی سے ممکن ہے۔ (۸) تجدید محبت: محافل میلاد النبیؐ سے حب رسولؐ کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ (۹) اضافہ محبت: محافل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور کمال و معراج ایمان ہے۔ (۱۰) رابطہ خداوندی: محفل میلاد کی برکت سے بندہ اپنے خدا سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ ذکر رسالتمآبؐ سے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ حادث اور قدیم کا رابطہ محال ہے مگر نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے جس قدر رابطہ مستحکم ہو گا۔ اس قدر بندے کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ بھی مستحکم ہو جائے گا۔ (۱۱) رضائے مصطفیٰؐ: محفل میلاد میں حاضر ہونے سے رحمت خداوندی خصوصی طور پر متوجہ ہو جاتی ہے کہ اس کے حبیبؐ کے ذکر خیر سے رضائے الٰہی ملتی ہے اور نبی کریمؐ کی رضا ہی رضائے الٰہی ہے۔ (۱۲) رحمت

کے فرشتوں کا نزول : محفل میلاد میں ذکر خداوندی بھی لازمی جزو ہے اس لئے اس محفل پر فرشتوں کا نزول وعدہ الٰہی ہے۔ (۱۳) حصول برکات : محافل میلاد کے بارے میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کا تجربہ ہے کہ اس سے انسان کو بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ (۱۴) علم خاص کی اشاعت : نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کا بیان ایک مستقل اور خاص علم ہے اور محفل میلاد اس کی ترویج کا سبب بنتی ہے۔ اگرچہ انسان آپؐ کے کمالات و فضائل کیا بیان کر سکتا ہے۔

پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں جا بجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ اور تفسیر کبیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"ایک دن نبی کریمؐ غار حرا کی طرف تشریف لے گئے تھے اور دیر تک تشریف نہ لائے تو ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آپؐ کی تلاش میں گئیں لیکن نہ پایا۔ بس ناگاہ آپؐ تشریف لے آئے تو آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر دیکھ کر حضرت ام المومنین ممدوحہ نے عرض کی کہ کیا حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور مجھ کو یہ کہا کہ پڑھ" میں نے کہا" پڑھنا نہیں جانتا ہوں۔ جبرائیل نے مجھ کو اپنے سینے سے زور سے دبا کر کہا کہ پڑھ اسی طرح تین دفعہ کے بعد میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' کیا پڑھوں؟ تو انہوں نے کہا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ' اس مقام پر صاحب تفسیر کبیر یوں فرماتے ہیں کہ پھر فرش زمین پر جبرئیلؑ ظاہر ہوئے انہوں نے وضو کیا اور میں نے بھی وضو کیا۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ساتھ ان کے دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ سن کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں جو دینا" نصرانی تھا۔ آپ نے اس قصہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپؐ تشریف لے گئے اس نے پوچھا کہ جبرئیلؑ نے یہ بھی کہا کہ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دو تو آپؐ نے فرمایا نہیں۔ بس اس نے کہا کہ قسم ہے خدا کی اگر میں تیری دعوت کے وقت تک زندہ رہا تو دل و جان سے تیری مدد کروں گا۔" (۹۴)

میاں علی محمد کے بیان میلاد میں زبان و بیان کی پاکیزگی اور سادگی ہے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و شیفتگی کے جذبہ نے ان کی تحریروں میں صوری و معنوی دلکشی پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ اپنے دور کے دیگر تمام میلاد ناموں میں ایک منفرد مقام و حیثیت کا حامل ہے۔

خواجہ محمد شفیع دہلوی

خواجہ محمد شفیع دہلوی نے نزول رحمت المعروف بہ میلاد شریف ۹۳ صفحات پر مشتمل ۱۹۷۴ء میں لکھا۔ انہوں نے اس میلاد نامہ کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"تقریباً شادی کے ایک سال بعد میری بیوی نے لوبان سلگا' اگربتیاں روشن کر' چنگیر میں پھول بھر' ایک چھوٹی سی چوکی پر کتابیں رکھ کر محلہ بھر میں اعلان کرا دیا کہ محفل میلاد ہے۔ میلے کچیلے اور پھٹے کپڑوں والی بہنیں جوق در جوق آنی شروع ہو گئیں۔

میلاد کی کتابوں سے چند اقتباسات پڑھے گئے۔ سب کے چلے جانے کے بعد میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہ جو بہنیں آئی تھیں ان کے پلو میں بھی کچھ باندھ کر بھیجا یا خالی ہاتھ گئیں۔ بیوی نے جواب دیا لڈو۔ میں نے کہا۔ لڈو اور تھوڑا سا ثواب جو اس محفل کی شرکت سے ملا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تعلیم اسلام سے یہ بہنیں ایسی ہی تہی دست گئیں جیسی آئی تھیں۔ حقیقت یہ کہ مسلمان بہنوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو سوائے محفل میلاد کے اور کسی محفل میں شریک نہیں ہوتا اور یہ طبقہ ہماری قوم کا جزو اعظم ہے۔ ان تک اسلامی تعلیمات میلاد نبویؐ ہی کے ذریعہ پہنچائی جا سکتی ہیں۔ اس ارادہ کے تحت میں نے میلاد نبویؐ لکھا ہے۔"(۹۵)

یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط مندرجات پر مشتمل ہے۔ حمد و نعت' ذکر معراج' سلام اور چند دیگر منظومات ہیں جبکہ پہلا سفر تجارت' پہلی انجمن' سنگ اسود نصب کرنے کا واقعہ' غار حرا' اور نزول وحی کے تحت مندرجات نثر میں ہیں۔

ذکر معراج سے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

گرم حضرت کا یہ بازار تھا معراج کی شب
کہ خدا آپ خریدار تھا معراج کی شب
وہ سر افراز کہ کہتے ہیں جسے روح القدس
آپ کا غاشیہ بردار تھا معراج کی شب
وہ اٹھی گرد وہ حضرت کی سواری آئی
غل فرشتوں میں یہ ہر بار تھا معراج کی شب
شمع ایماں کی ضیاء فرش سے تھی تا سر عرش
بخت اسلام کا بیدار تھا معراج کی شب
جو کہا آپ نے اللہ نے منظور کیا
مہرباں ایزد غفار تھا معراج کی شب
(۹۶)

خواجہ محمد شفیع دہلوی کی منظومات سلاست و روانی اور سادگی و خلوص کے سبب' خاص تاثیر اور حسن رکھتی ہیں۔ نثر کی عبارات بھی عام فہم ہیں۔

حفیظ جالندھری (م ۱۹۸۲ء)

حفیظ جالندھری ۱۴ جنوری ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ حفیظ کے آباؤ اجداد مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ ابتدائی خاندانی تربیت نے مذہب کے گہرے نقوش ان کے دل و جان پر ثبت کر دیئے۔ مولانا غلام قادر

گرامی کی شاگردی، رہنمائی اور فیضان صحبت نے حفیظ کو شعری صنعت گری پر عبور عطا کیا۔ نغمہ زار، سوز و ساز اور تلخابہ شیریں ان کے مجموعہ کلام ہیں۔ ان کا اصل کارنامہ مثنوی "شاہنامہ اسلام" ہے جو چار جلدوں اور تقریباً گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں نبی کریمؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں انھیں پڑھ کر کیف آور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ میلاد النبیؐ کے علاوہ انھوں نے اس میں سیرت طیبہ اور اسلام کے درخشندہ ماضی کو اس کمال سے نظم کیا ہے کہ اس میں قومی و ملی شعور کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ قومی ترانہ پاکستان کے خالق حفیظ جالندھری ۲۱۔ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

حفیظ کے مجموعہ سوز و ساز میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۳ء تک کا کلام شامل ہے۔ اس میں عید میلاد النبیؐ اور ہلال عید جیسی منظومات پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس میں شاعری اور دلی عقیدت کا خوشگوار امتزاج ہے۔ ظہور قدسی کے بیان میں ولولہ واردات ملاحظہ ہو:

آج زانوئے ازل پر صبح نے انگڑائی لی
مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شہنائی لی
غل ہوا دنیا میں ختم المرسلینؐ پیدا ہوا
مخزن اسرار قدرت کا امیں پیدا ہوا
کشتی ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا
ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا
عرش پر سے شادیانوں کی صدا آنے لگی
ساز الفت سے ترانوں کی صدا آنے لگی
فرش پر روح الامیں آنے جانے لگے
طائران قدس نغمے نعت کے گانے لگے
کعبہ توحید پر رکھ کر جبیں سات آسماں
جھک گئے تعظیم کو پیش زمیں سات آسماں
تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبیؐ
آپ خالق نے منائی عید میلاد النبیؐ

سوز و ساز کا دور تخلیق بھی شاہنامہ اسلام کا زمانہ تصنیف و تشکیل ہے۔ حفیظ نے شاہنامہ ۱۹۲۶ء میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ شاہنامہ کی پہلی جلد ۱۹۲۸ء اور دوسری جلد ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ سوز و ساز کی اشاعت بھی اس سال ہوئی۔ اس کے بعد حفیظ نے جس قدر میلادیہ منظومات لکھیں۔ وہ شاہنامہ اسلام کی زینت بنیں۔

شاہنامہ اسلام منظوم میلاد و سیرت کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے زمانے کی

معاشرتی و تمدنی کیفیت بیان کر کے آپؐ کی ولادت مبارکہ، پرورش، اعلان نبوت، ہجرت، غزوات اور سیرت مقدسہ کے دیگر اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طویل نظم میں انہوں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کی سیرت کا نقشہ پیش کر دیا ہے۔ وہ بڑی انکساری سے اعتراف کرتے ہیں کہ وہ سیرت نگاری کی اہلیت و استعداد کے مالک نہیں ہیں۔

مرا منہ اور سرکار محمدؐ کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا
دھن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے، گدائی کا
میں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
متاع بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
(۹۷)

حفیظ جالندھری کے اس اعتراف عجز کے باوجود شاہ نامہ اسلام میں شامل آپؐ کی ولادت باسعادت کے اشعار بشمول سلام انہیں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، بوصیریؒ، سعدیؒ، خسروؒ، جامیؒ، اقبالؒ و محسن اور ظفر علی خان کے زمرے میں شامل کرانے کے لئے کافی ہیں۔ ذیل میں نظم ولادت باسعادت میں سے بعض اشعار درج کئے جاتے ہیں:

ہوا عرش معلی سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری
صدا ہاتف نے دی اے ساکنان خطہ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
مبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر [illegible]نا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو، مبارک ہو
مبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لائے ہیں
جناب رحمۃ للعالمین تشریف لائے ہیں
بصد انداز یکتائی، بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی
ہر سو نغمہ صل علی گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہؓ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
(۹۸)

اس کے بعد حفیظ کا اچھوتا سلام شروع ہوتا ہے جو فرشتوں نے حضورؐ کے استقبال میں پیش کیا۔ یہ سلام عقیدت، سپردگی، مناسب الفاظ اور مضمون کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔

جیلانی کامران اس سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس سلام میں بیک وقت تاریخی، مذہبی اور فکری سچائیوں کا اظہار ہے۔ اور نبی کریمؐ کے ہمہ گیر اور عالمگیر مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تصدیق کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ پر نبی کریمؐ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے لئے اقدار کے دائمی معیار کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔" (۹۹)

اس سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سر وحدت، اے سراج بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
(۱۰۰)

شاہنامہ تاریخی واقعات کی مناسبت سے صرف مدح و عقیدت تک محدود رہ سکتا تھا مگر شاہنامہ کے تاریخی پہلو پر اوصاف رسالتمآب کا بیان غالب آگیا ہے۔ حب رسولؐ میں متعدد شعر شاہنامہ میں موجود ہیں۔

محمد کی محبت، خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا
(۱۰۱)

حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں سیرت مقدسہ کو منظوم کرنے کی مربوط کوشش کے ساتھ صحیح روایات لکھنے پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ انہوں نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایسی روایات سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی عام کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کر دی گئی ہیں یا عوام کی محفل میں گرمی محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔" (۱۰۲)

انہوں نے اس کا اظہار شاہ نامہ کے اشعار میں بھی کیا ہے:

تخیل پر نہیں بنیاد مرے شاہ نامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خامے کی
مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے محبوب خدا کا ذکر کرتا ہوں
(۱۰۳)

اردو ادب میں منظوم سیرتی ادب کے حوالے سے نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی، محمد باقر آگاہ ویلوری کی ہشت بہشت، سید امیر الدین کی ممتاز التفاسیر، حامد علی لکھنوی کی محامد النبی فی احوال السید الامیؐ اور فیض الحسن کی فیض عالم وغیرہ موجود ہیں مگر قومی شاعری کا دور جو الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے، حفیظ جالندھری انہی مصلحین شعراء کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ انہوں نے اپنا سارا زور شاعری میں سیرت پاک کا ایسا مرقع پیش کرنے میں صرف کر دیا ہے جس سے نبی کریمؐ کا جیتا جاگتا اسوہ حسنہ ہمارے نظروں کے سامنے آکر ہماری رگوں میں زندگی کا خون دوڑا دے۔ حفیظ کے کلام کی اسی قسم کی خوبیوں کے بارے میں سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:

"حفیظ کا کلام سیرت رسولؐ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کے ساتھ شاعر اپنے مقام کی نزاکت کا احساس بھی رکھتا ہے اس لئے وہ ایک جذب و کیف میں خیالات کو سمیٹتا ہوا، الفاظ کو تولتا ہوا، آداب کو ملحوظ رکھ کر جناب سرکار کے خطاب سے بارگاہ نبویؐ میں عقیدت کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ بیان میں وہ جاذبیت اور اثر ہے کہ رقت طاری ہو جاتی ہے، دل امڈ آتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حقیقت

میں یہی شاعری کا کمال بھی ہے۔"(۱۰۴)

حفیظ کے اشعار میں ایک ایسا احترام اور تقدس جلوہ گر ہے کہ اگر ان کے اشعار کو ان کے متن سے علیحدہ اور الگ کر کے بھی پڑھیں تو پھر بھی ان کا تاثر عام اشعار سے واضح طور پر جدا محسوس ہو گا۔ ولادت مقدسہ کے بیان میں حفیظ نے میلادیہ و نعتیہ شاعری کے کئی محاسن بیان کر دیئے ہیں۔ مولانا حالی نے بھی ولادت کا مضمون بڑے موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا لیکن حفیظ کی تفصیلات میں زیادہ اثر آفرینی ہے:

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گدائی کی
دل یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان و رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مرادیں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
(۱۰۵)

حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں آپ کی ولادت، سیرت و کردار، اخلاق و عادات، اعمال و اوصاف اور سیرت طیبہ کے دیگر واقعات کو جذبہ حب رسول سے نظم کیا ہے۔ اس میں عصر جدید کی قومی و ملی شاعری اور عالمگیر سطح پر مسلمانوں کے جذبہ اخوت کو حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کی طرح فروغ دینے کا رجحان بھی موجود ہے۔ تخیل کی پاکیزگی، تشبیہ و استعارے کی ندرت، خوبصورت الفاظ کا انتخاب اور رومانوی و غنائی مزاج نے کلام میں اثر انگیزی پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم دہلوی

حافظ محمد رحیم ۳۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم کا آغاز ناظرہ اور حفظ قرآن سے ہوا۔ ان کے اساتذہ میں اس وقت کے مشہور و معروف قاری وحید بخش پانی پتی، قاری نور محمد پانی پتی، حافظ قربان علی اور حافظ محمد سلیمان تھے۔ تعلیم قرآن کے بعد اردو اور انگریزی علوم کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد کراچی آ گئے۔ یہاں مختلف رسائل و اخبارات میں مقالات نگاری کے ساتھ ساتھ ریڈیو سے بھی تقاریر نشر ہونے لگیں۔ تجارتی تقاضوں کی انجام دہی اور سیرو سیاحت کے شوق میں پوری دنیا کی سیر کرتے رہے اور حجاز مقدس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ کراچی چیمبر

آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے ممبر ہیں۔

حافظ محمد رحیم نے قیام پاکستان سے قبل اپنی تصنیفی و تالیفی زندگی کا آغاز کیا۔ فاطمہ کا لعل، شہید کربلا اور تاریخ سلطنت مغلیہ کے ضمن میں بابر، ہمایوں اور جہانگیر کے مختصر حالات زندگی کو کہانیوں کے روپ میں لکھا۔ ان کے مضامین ماہنامہ "برہان" دہلی، "منادی" دہلی، "افکار" کراچی اور "ساقی" کراچی میں چھپتے رہے۔ ان کی میلاد سے متعلق رسائل نما کتابوں میں شجرہ رسول مقبولؐ" ہاشم کے تجارتی کارواں (۱۹۷۷ء)، سوانح عبدالمطلب، واقعہ فیل (۱۹۸۱ء) تاجدار دو عالمؐ کے والدین (۱۹۸۱ء)، چمن درود و سلام (۱۹۸۳ء)، شب معراج (۱۹۸۳ء) اور ظہور قدسی (۱۹۸۳ء) شامل ہیں۔ ان کا میلاد نامہ "میلاد رحیم" ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔

میلاد رحیم میں رحمت کی طلب کا اسم اعظم، عالی مرتبہ ہستی، ذات واحد، سب سے بڑا احسان، اللہ سے ہمکلامی، وعظ کی محفلیں، عید میلادالنبیؐ، حضورؐ کے پیغام کو پھیلانے کا حکم، عورتوں کی محفلیں، شاہ زماں کا تذکرہ، میلاد شریف اظہار محبتؐ ہے، ذکر الٰہی، برکتوں کا ظہور، درود کی مجلسوں میں حاضری دو، درود کی محفل سے خوشبو پھیلتی ہے، سلام، اہل محبت نبی کریمؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں، دیدار کی چاہت، درود و سلام، فرشتے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، فضائل درود شریف، ظہور قدسی، کروڑوں خوشیاں قربان، اللہ پاک ناز کرتے ہیں، رحمت کی گھٹائیں چھا گئیں، حضور اقدسؐ کے والدین، دادا جان کی دعا، ابراہیمؑ کی دعا، عیسیٰؑ کی بشارت، آمنہؓ کا خواب، پہلے اور آخری نبی، لاثانی اسم گرامی، ذکر کی بلندی، رحمتہ للعالمینؐ، پوری تعریف ممکن نہیں ہے، دائی حلیمہؓ، لوری دائی حلیمہؓ، نبوت، وحی سے پہلے نبوت کی علامتیں، سچے خواب، شب معراج، تفصیلات معراج، قصیدہ بردہ میں معراج کی آب و تاب، ہجرت، معجزات، حلیہ مبارک، شکل و شمائل، آپؐ کے اوصاف قرآن بیان کرتا ہے، آپ کی صفات، اوصاف اور القابات، محفل میلاد کے آداب، محفل میلاد بدعت نہیں ہے، نذر و نیاز قبول ہوتی ہے، اللہ کا نبی زندہ ہے، رسول اکرمؐ حاضر و ناظر ہیں، حضورؐ کے وسیلے سے دعائیں مانگو، حضورؐ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور دعا کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کو مدلل اور جاندار بنانے کے لئے قرآن و حدیث، تفاسیر اور معروف کتب سیرت کے جا بجا حوالے نقل کیے ہیں۔ اس سے ان کی وسعت مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کے بیان میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ وحی سے پہلے نبوت کی علامات کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

> "ترمذی کی حدیث ہے کہ نبوت سے پہلے ملک شام کا سفر کرتے ہوئے شہر بصریٰ میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس درخت کے نیچے بیٹھے۔ اس کی تمام شاخوں نے ان کے اوپر جھک کر سایہ کر دیا۔ بحیرا راہب نے یہ دیکھا تو اس کو آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔"(۱۰۶)

حافظ محمد رحیم کے میلاد رحیم میں موزوں الفاظ، خوش آہنگ تراکیب اور ایک طرح کی عاشقانہ سرمستی

ہے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (م ۱۹۸۴ء)

مولانا محمد شفیع کے علم و فضل اور علمی تبحر سے دنیائے اسلام بخوبی متعارف ہے۔ ان کا میلاد نامہ "ذکر الحسیں" ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین کے بیان میں اسناد ضرور لکھی ہیں جو عالمانہ طرز ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ بہت معتبر اور وقیع بن گیا ہے۔

میلاد نامے کی ابتداء میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ تحریر کیا گیا ہے اور ہر ایک کا مختصر حال لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد نور نبوی" تاریخ ولادت پر تفصیلی بحث' رضاعت' آپؐ کا بچپن' حضرت ابو طالب کی آغوش رافت' حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی وغیرہ کے ابواب ہیں۔

محافل میلاد کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محافل میلاد کے انعقاد سے سامعین کو حضور اکرمؐ کے حسب نسب' پیدائش و پرورش' بچپن و جوانی' فضائل و کمالات' بعثت و نبوت' اولاد و ازواج غرضیکہ سینکڑوں طرح کی معلومات اور متعدد دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ جن کی آج کل سخت ضرورت ہے۔ نبی کریمؐ کے حالات و واقعات سن کر حضور سے محبت بڑھتی ہے۔ ایمان قوی ہوتا ہے۔ عمل میں تیزی' جذبات میں فرحت' اخلاق میں وسعت اور اعمال میں صداقت پیدا ہوتی ہے۔ آپؐ کے خصائص و محامد' حمد و نعت کے نغمے قلوب کو منور کرتے ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ اس ذکر خیر کی زیادہ سے زیادہ ترویج کریں اور یہ آواز حق دنیا کے چپے چپے پر پہنچائیں کیونکہ حضورؐ کی تشریف آوری کا دن دراصل محسن کائنات کی تشریف آوری کا دن تھا۔(۱۰۷)

نبی کریمؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم کرنا ذہن قدرت میں مستور تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جمیع اوصاف و صفات آپؐ کی ذات بابرکات میں مجتمع کر دیئے تھے۔ اس کی وضاحت میں "ذکر الحسیں" میں مندرج ہے:

"آپؐ کو آدمؑ کا خلق' شیثؑ کی معرفت' نوحؑ کی شجاعت' ابراہیمؑ کی خلت' اسمعیلؑ کی زبان' اسحٰقؑ کی رضا' صالحؑ کی فصاحت' لوطؑ کی حکمت' یعقوبؑ کی بشارت' یوسفؑ کا حسن' موسیٰؑ کی شدت و قوت' ایوبؑ کا صبر' یونسؑ کی طاعت' یوشعؑ کا جہاد' داؤدؑ کی آواز' دانیالؑ کی حب' الیاسؑ کا وقار' یحییٰؑ کی عصمت اور عیسیٰؑ کا زور عطا کیا۔"(۱۰۸)

"ذکر الحسیں" زبان و بیان کے اعتبار سے بامحاورہ' سلیس اور مہذب ہے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مقرر' عالم اور مبلغ دین تھے۔ ان کے اس میلاد نامے میں جذبہ شوق کی فراوانی کے ساتھ سرمستی و سرشاری جھلکتی ہے۔ اور میلاد کے بیان میں سطر سطر سے نبی کریمؐ کے ساتھ مصنف کی وابستگی نمایاں ہوتی ہے۔

ان کی دوسری تصنیف "ذکر جمیل" (ص ۳۶۸) میں نبی کریمؐ کے سراپائے اقدس کی تفصیلات ہیں۔

نثار احمد محشر رسول نگری (م ۱۹۸۴ء)

نثار احمد محشر رسول نگری موضع لالہ پنڈی (گجرات) میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے بچپن میں ہی ان کے والد الٰہی بخش نقل مکانی کر کے کوئٹہ آ گئے۔ محشر رسول نگری نے ۱۹۳۱ء میں سنڈیمن ہائی سکول کوئٹہ سے میٹرک کیا۔ پھر ملٹری اکاؤنٹس میں آڈیٹر رہے اور محکمہ جنگلات میں بھی ملازمت کرتے رہے۔ ان کا ۲۲۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کو انتقال ہوا۔

محشر رسول نگری نے مسدس "فخر کونین" میں نبی کریمؐ کی مکمل سیرت طیبہ کو نظم کیا ہے۔ اس مسدس کے قریباً ۳۰۰ بند ہیں، اس لحاظ سے سیرت النبیؐ پر یہ طویل ترین مسدس ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں اور واقعات کی جزئیات و تفصیلات میں ہر جگہ قرآن و حدیث کو رہنما بنایا گیا ہے۔ کہیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اصل واقعات کے منافی ہو۔ شاعر نے تمام واقعات کے بیان میں حد درجہ سادگی و صفائی اور روانی و حسن کاری کو ملحوظ رکھا ہے۔

میلاد و سیرت کے بیان میں مسدس کہیں زیادہ موزوں ہے۔ محسن کاکوروی نے مسدس کے ۴۷ بندوں میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں حالی نے اپنی شہرہ آفاق مسدس "مد و جزر اسلام" لکھی۔ ۱۸۷۹ء میں ہی شیخ وزیر علی عاقل نے ۲۲۲ بندوں پر مشتمل میلاد نامہ "مظہر المیلاد" لکھا۔ اسی دور میں شاد عظیم آبادی نے میلاد نامہ "ظہور رحمت" بصورت مسدس لکھا۔ اس لحاظ سے محشر رسول کے سامنے مسدس کی صورت میں اپنے والہانہ جذبات کے اظہار کے موثر نمونے موجود تھے۔

حالی کی مسدس مد و جزر اسلام کے بعد صحیح معنوں میں مسدس "فخر کونین" پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے جلوہ گر ہوئی ہے۔ مسدس حالی ماضی کے شاندار کارناموں کا مرثیہ اور مستقبل کے لئے دعوت عمل کا پیغام تھا۔ فخر کونین میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کو اپنانے کے پیغام کے علاوہ ختم نبوت کے حق میں مدلل ثبوت بھی ہے۔ اس لحاظ سے محشر رسول نگری نے آپؐ کی سیرت کو شاعری میں موضوع بنا کر نشاط روح اور تزکیہ قلب کا سامان فراہم کیا ہے۔

فخر کونین کے بیان میں جوہر صداقت اور خلوص موجود ہے۔ روایت و درایت کی موضوعی صحت پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس احساس اور ذمہ داری کے بارے میں انہوں نے خود نشاندہی کی ہے:

نظروں سے چومتا ہوں مدینے کے در و بام
کرتا ہوں پھر ثنائے شہنشاہ بحر و بر
دشوار ہے یہ مرحلہ نعت کس قدر
میں چل رہا ہوں تیغ برہنہ کی دھار پر
سرمست ہوں اگرچہ فروغ نشاط سے
رکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے
(۱۰۹)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان میں محشر کا انداز بہت دلکش ہے:

صدیوں سے مہر و ماہ کو تھا جس کا انتظار
آ ہی گیا وہ لمحہ پرکیف و پربہار
پھیلا فضائے صبح میں دامان زر نگار
رنگ شفق سے بن گئے صحرا بھی لالہ زار
پھر آ گئی شباب پہ دنیائے رنگ و بو
شبنم کا آئینہ ہوا ہر گل کے رو برو
(۱۱۰)

نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کے بیان سے دو شعر ملاحظہ ہوں:

چہرے کی ہر جھلک میں تھا قرآں کا اک ورق
شرما رہی تھی عارض گلفام سے شفق
سینہ ابھی سے چاند کا ہونے لگا تھا شق
چھانے لگا تھا لشکر باطل پہ رعب حق
(۱۱۱)

معراج کے بیان میں موضوع کی عظمت اور لطافت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں کئی بلیغ اشارات بیان کیے گئے ہیں:

تاب جمال لائے ہیں مرے حضور ہی
لاریب پیش نور ٹھہرتا ہے نور ہی
رہتی ہے مشت خاک مگر ناصبور ہی
یہ راز جانتا ہے فقط کوہ طور ہی
طاقت کہاں بشر کو تماشائے ذات کی
جب تک نہ انتہا ہو تولائے ذات کی
پردے تعینات کے تھے چاک سر بسر
ماضی کی طرح فاش تھا مستقبل آپ پر
کیا کیا نہ جانے دیکھا کیے سید البشر
حق کے تجلیات تھے اور آپ کی نظر
دیکھی ہے مصطفیٰؐ نے حقیقت قریب سے
بے واسطہ حبیب ملا ہے حبیب سے
(۱۱۲)

"فخر کونین" میں ہیئت کے اعتبار سے تنوع نہیں ہے لیکن موضوعات میں تنوع موجود ہے۔ اس میں سوانح رسالتماب ؐ نہایت اختصار سے بیان کی گئی ہے۔ لیکن اختصار و ایجاز میں کہیں تشنگی یا عدم توازن کا احساس نہیں ہوتا۔ اختصار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں میلاد و سیرت، کردار و شخصیت، کوائف و محامد نبوت اور معجزات و معراج کو منطقی اور تاریخی تدوین سے مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں محشر رسول نگری کی قلبی وابستگی اور دلی تڑپ بھی شامل ہے۔ محشر نے اپنے ان جذبات کا اظہار درج ذیل اشعار میں کیا ہے:

راہ ہستی میں تھا بے ثمر و برگ
مجھ پہ ذات خدا مہرباں ہو گئی
عشق ختم الرسل زاد راہ بن گیا
یاد ختم الرسل حرز جاں ہو گئی
ایک صورت نگاہوں میں ایسی بسی
جس کے فیض نظر سے میری زندگی
بے نیاز بہار و خزاں ہو گئی
ماورائے زمان و مکان ہو گئی

(۱۱۳)

محشر رسول نگری نے فخر کونین میں کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جو اصل واقعات کے منافی ہو اور جس کی بناء پر مورخانہ نقطہ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ واقعات کی جزئیات و تفصیلات کے بیان میں بڑے مشکل اور نازک مقام آئے لیکن ان مشکل مقامات سے محشر اس کامیابی سے گذر گئے کہ ان کی قادر الکلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ صوفیاء کی طرح ان کے کلام میں مٹھاس اور درد و سوز ہے۔ انداز بیان رنگین، الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی (م ۱۹۸۶ء)

علامہ سید احمد سعید کاظمی ۱۹۱۳ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ اسلامی درسگاہوں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو اپنے سینے میں خدا اور رسول ؐ کی محبت لئے ہوئے تھے۔ موصوف ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں علماء و مشائخ کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کی۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ؐ ۱۹۷۷ء میں قائدانہ حصہ لیا۔ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان اور تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے صدر رہے۔ مدرسہ انوار العلوم کی نصف صدی کے لگ بھگ دینی و علمی خدمت کرتے رہے ۴۔ جون ۱۹۸۶ء کو ملتان میں انتقال ہوا۔

علامہ کاظمی بیک وقت بہترین مدرس اور محدث، بلند پایہ مصنف، شعلہ بیاں خطیب اور صاحب حال شیخ طریقت تھے۔ ان میں درویشی کا جمال، رشد و ہدایت کا صوفیانہ انداز اور اسلام کی سربلندی کے لئے سوز و

عقیدت، حمد باری، مناجات، درود شریف، سلام، مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے، والشمس، والضحیٰ، طٰہٰ تمہیں تو ہو، بارہویں تاریخ، نور ازل کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو، مقام مصطفیٰ، حسن محمدؐ، دست اقدس کے خصائص، سلام بر نبی علیہ السلام، حدیث شریف بیان ولادت، اعجاز و برکات، ظلمت کفر مٹانے کے لئے آپ آئے، جذب و فیضان، حبیب کبریا پیدا ہوئے، سرور کون و مکاں پیدا ہوئے، استقبال، قطعات، اسم پاک محمدؐ، فضائل و برکات، زمزمہ نعت، رحمت کی بہار، شرف و فضیلت اور آیا نبی ہمارا، اردو کے عنوانات ہیں۔ پنجابی میلادیہ عنوانات غیر متعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے ہیں۔

نبی کریمؐ کی تشریف آوری کا بیان ملاحظہ ہو:

رسولوں کے امام و پیشوا تشریف لے آئے
مبارک ہو حبیب کبریا تشریف لے آئے
صدائیں نغمۂ صل علیٰ کی ہر طرف گونجیں
مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے
شعور حق و باطل سے تھا انساں بے خبر اتنک
مبارک ہو جہاں کے راہبر تشریف لے آئے
مبارک ہو انیس بیکساں تشریف لے آئے
مبارک ہو امیر کارواں تشریف لے آئے
(۱۲۰)

میلاد کے موضوع پر ایک اور نمونہ درج ذیل ہے:

مصطفیٰ بن کر نبی الانبیاء پیدا ہوئے
آمنہ کے گھر حبیب کبریا پیدا ہوئے
آج کا دن کیوں نہ ہو افضل بھلا عیدین سے
آج کے دن شافع روز جزا پیدا ہوئے
قدسیوں نے محفل فردوس کی آراستہ
آج کے دن صدر بزم دوسرا پیدا ہوئے
اٹھ گئے ہیں آج آنکھوں سے حجابات مجاز
آج سر کنت کنزاً مخفیاً پیدا ہوئے
بیکسوں کو، مفلسوں کو، اب دبا سکتا ہے کون
آج کے دن بیکسوں کے، ہمنوا پیدا ہوئے
جل نہ جائے حسن کی تابش سے سب کچھ اس لئے
خاک کے پردے میں نور کبریا پیدا ہوئے

دنیا و عقبیٰ کے سارے مرحلے طے ہو گئے
یعنی ساری خلق کے مشکل کشا پیدا ہوئے
(۴۱)

جن دنوں حامد الوارثی نے میلاد حامد مرتب کیا ہے۔ اس زمانے میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں تحریک ختم نبوت ایک عوامی تحریک بن گئی تھی۔ تحریک ختم نبوت کے اثرات اس دور کے دینی و سیرتی ادب پر بہت نمایاں ہیں۔ اس سلسلہ میں سلام سے ایک بند ملاحظہ ہو:

جس کی برکت سے قائم ہیں دونوں جہاں
جس کی رحمت کے محتاج کون و مکاں
جس کی نظروں میں ہے طور سینا نہاں
اس رسول امیں پر ہزاروں سلام
خاتم المرسلیں پر ہزاروں سلام(۴۲)

اسم پاک محمد کے فضائل و برکات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"آپؐ کے نام مبارک میں بے شمار برکات ہیں۔ مذکور ہے کہ جو شخص اپنے لڑکے کا نام الفت سے محمد رکھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر عتاب و عذاب نہیں فرمائے گا کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے محبوب کے نام پر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس لئے مجھے اسے عذاب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جس دستر خوان پر محمد نام کا کوئی آدمی ہو تو کھانے میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ دن میں جتنی دفعہ اس نام پاک سے اس آدمی کو پکارا جائے اتنی ہی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔"(۴۳)

نذر عقیدت کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے کئی ایک سطحی اور مادی ذہنیت رکھنے والے عرفان سے محروم لوگ اکثر اوقات فضائل کی احادیث اور اشعار پر خواہ مخواہ الجھنے لگتے ہیں مگر جن لوگوں نے ارض و سما کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ انہیں اٹھارہ ہزار عالموں میں انوار محمدی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ نانک نے لکھا ہے۔

عدد گنوں جس انچر کے کیجیو چوگنے تا
دس ملاؤ پنج گن کیجیو' کاٹونیں بنا
باقی بچے جو تو گن کیجو دو اس میں اور ملا
نانک ہر کے چھپنا سے محمد نام بنا

مثلاً حامد کے حروف ہیں۔ ۵۳ x ۴ : ۲۱۲ + ۱۰ : ۲۲۲ x ۵ : ۱۱۱۰ ۔ ۲۰ حاصل تقسیم
۱۰ بچے۔ ۱۰ x ۹ + ۲ : ۹۲ حروف محمد کے ہیں۔
اسی طریق پر آسمان و زمین کی ہر مخلوق انسان ہو یا حیوان' جاندار ہو یا بے جان۔
ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل ہر نام سے ۹۲ ہی برآمد ہو گا اس فارمولا کو سمجھ لینے سے
ہر قسم کے شکوک و شبہات اٹھ جاتے ہیں۔ دل پر معرفت کے دروازے کھل جاتے
ہیں۔" (۴۴)

حامد الوارثی نے بیان میلاد میں ثقہ روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے میلاد نامے میں جابجا تفسیر ابن کثیر' تفسیر عزیزی' تفسیر نعیمی' تفسیر کبیر' جلالین' مدارک' خازن' خزائن العرفان' احیاء العلوم' روح المعانی' روح البیان' سرور العباد' کیمیائے سعادت' انوار محمدی' مواہب اللدنیہ' تاریخ طبری' فتح الملہم' بیہقی فی الدلائل' دلائل النبوت' سیرت ابن ہشام' البدایہ والنہایہ' سیرت نبویہ از دحلان' سیرت حلبیہ' سیرت کبریٰ' الشفا (قاضی عیاض)' اصابہ' خلاصۃ السیر' تاریخ الانبیاء (ابن خلدون)' تجرید البخاری' دلائل الخیرات' انیس الجلیس (سیوطی) اور خصائص الکبریٰ کے حوالے دیئے ہیں۔ ان حوالوں کی کثرت ترسیل مضمون میں حارج نہیں ہوتی۔ ان کی شاعری میں تمام محاسن شعری کے نمونے موجود ہیں۔ ان کے میلادیہ اشعار سے ان کی قوت ایجاد' تخیل کی بلندی اور اس تخیل کو اپنے موضوع میں پیوست اور منضبط کرنے کی صلاحیت انہی کا کمال ہے۔ ان کی شاعری پر تصنع اور بناوٹ کا گمان نہیں گذرتا۔ ان کا انداز نعت و میلاد عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہے اور یہی ان کی انفرادیت ہے جو قاری پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہے۔

اشفاق حسین قریشی (م ۲۸۔ نومبر ۱۹۹۳ء)

اشفاق حسن قریشی لاہور میں ۳۰۔ مئی ۱۹۱۹ء کو موچی دروازہ کے مشہور تاجر احمد حسن قریشی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا غلام محی الدین قریشی کے زہد و پرہیزگاری کی وجہ سے ان کا دور و نزدیک فیض جاری تھا۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد محکمہ زراعت و اطلاعات سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد برطانیہ کی ایک ایڈورٹائزنگ فرم میں ملازم ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور میں ذاتی کاروبار کرنے لگے۔

اشفاق حسین کے دور جوانی میں برصغیر میں ملی اور دینی تحریکوں کا زور تھا۔ درود و سلام کی محفلیں مسلمان آبادی کے محلوں میں ان کی دینی حمیت بیدار کرنے کے لئے کثرت سے منعقد ہوتی تھیں جن میں انہیں شرکت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ اس قسم کے دینی و روحانی ماحول نے انہیں بچپن سے ہی مقامات مقدسہ کی زیارت اور بزرگان دین اور پیران طریقت کی خدمت میں حاضری کے ذوق کو جلا بخشی۔ یہی وارفتگی انہیں بار بار زیارت روضہ رسول اکرمؐ اور حاضری بیت اللہ پر اکسانے لگی اور اس طرح وہ ۱۹۶۰ء سے تادم مرگ حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ۲۸۔ نومبر ۱۹۹۳ء کو مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے

چبوترے پر نماز مغرب ادا کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اگلے دن بعد نماز عشاء حرم نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں مدفن بنا۔

ان کا میلاد نامہ "پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی" ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے مختلف اوقات میں انتہائی مفید معلومات پر مبنی چھوٹی چھوٹی کتابیں تصنیف کیں اور افادہ عام کے لئے بلا قیمت تقسیم کیں۔ جن سے ہزارہا بندگان خدا استفادہ کر چکے ہیں۔ ان میں تخفرج و عمرہ' نماز و اوقات نماز' چہل آیات قرآن مجید' فضیلت کی راتیں' عراق کی زیارتیں' احسن الوظائف اور بارہ عاشقان رسولؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

"پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی" چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں حیات طیبہ' حصہ دوم میں احادیث مبارکہ' حصہ سوم میں مسنون دعائیں اور حصہ چہارم میں نعت رسالتمآبؐ شامل ہیں۔ حیات طیبہ میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی گود میں' واقعہ شق صدر' حضرت آمنہؓ کا وصال' جناب عبدالمطلب کا وصال' تجارت کی غرض سے پہلا سفر' جنگ فجار' حلف الفضول' نبی کریمؐ کی ابتدائی زندگی' فرزندان رسول کریمؐ' بنات رسولؐ' قیام امن کی انجمن کا انعقاد' خانہ کعبہ کی تعمیر' بعثت و نبوت' نماز کا آغاز' تبلیغ کا آغاز' نبی کریمؐ پر اور اسلام لانے والوں پر کفار مکہ کے مظالم اور سختیاں' ہجرت حبشہ' سردار عتبہ کا نبی کریمؐ کے پاس آنا' حضرت سیدنا امیر حمزہؓ کا اسلام لانا' حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا' تین سال شعب ابی طالب میں مکمل بائیکاٹ' جناب ابو طالب کی وفات' حضرت خدیجہؓ کا وصال' امہات المومنین' طائف کا سفر' معراج النبیؐ' حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانا' بیعت عقبہ اولیٰ' بیعت عقبہ ثانیہ' ہجرت مدینہ' مدینہ منورہ کا سفر' مدینہ میں پہلا بین الاقوامی معاہدہ' غزوہ بدر' عمیر بن وہب کا اسلام لانا' غزوۃ السویق' غزوہ احد' غزوۂ حمراء الاسد' سریہ ابو سلمہ' عبداللہ بن انیس کی مہم' دس واعظان اسلام کا مارا جانا (رجیع کا حادثہ)' ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا (بیئر معونہ کا المیہ)' غزوہ بنی نضیر' غزوہ نجد' غزوہ بدر دوم' غزوہ دومۃ الجندل' غزوہ خندق (غزوہ احزاب)' غزوہ بنو قریظہ' واقعہ افک' عمرہ حدیبیہ (صلح حدیبیہ)' بیعت رضوان' بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط' غزوہ غابہ' غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القریٰ' حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور اشعریؓ صحابہ کی آمد' حضرت صفیہؓ سے شادی' زہر آلود بکری کا واقعہ' فدک' وادی القریٰ' غزوہ ذات الرقاع' عمرہ قضا' جنگ موتہ' فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوہ طائف' غزوہ تبوک' عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا' نبی کریمؐ نے چار عمرے اور ایک حج ادا کیا' نبی کریمؐ کا خطبہ روز حج الوداع' نبی کریمؐ کی رحلت مبارک' آغاز مرض' آخری دن اور عشرہ مبشرہ کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے اس کی تالیف کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کی نشان دہی کی ہے: رحمۃ للعالمینؐ' خطبات بہاولپور' خطبات مدراس' رسولؐ وحدت' رسول صادقؐ' الرحیق المختوم' تاریخ اسلام' ہمارے حضورؐ' سیرۃ النبیؐ اور حیات رسولؐ۔

اشفاق حسین اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"گھر کے بچے تقاضا کرنے لگے کہ بابا گھر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت مبارکہ پر کئی ایک کتابیں ہیں۔ کوئی سات جلدوں میں کوئی پانچ کوئی دو جلدوں میں اور کئی ایک اچھی خاصی بھاری بھرکم' دل چاہتا ہے کہ آپ تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر آسان سی اردو زبان میں حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ پر جامع کتاب لکھیں تاکہ ہم خود اسے پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی وہ الفاظ سنائیں۔"(۱۴۵)

مصنف نے دسمبر ۱۹۹۱ء میں روضہ رسالتمآبؐ پر حاضر ہو کر مواجہہ شریف درود و سلام کے بعد التجا کی:

"یا صاحب الجود والکرم آپؐ کی حیات طیبہ کو یہ نالائق' کم پڑھا لکھا انسان' اپنے الفاظ میں لکھ کر گھر گھر پہنچانا چاہتا ہے۔ میری خواہش اور تمنا ہے کہ یہ کتاب میری عاقبت کا ذریعہ ہو۔"(۱۴۶)

اس کے بعد کی کیفیت ان کے اپنے لفظوں میں سنئے: "پھر فقیر کبھی صفہ پر بیٹھا' کبھی حضورؐ کے قدموں میں کھڑا رہا اور کبھی ریاض الجنۃ میں اٹھتا بیٹھتا یہی دعا کرتا رہا اور آنسو بہاتا رہا حتیٰ کہ یہ آنسو خشک ہو گئے۔ واپس لاہور آ کر کتابوں کے ڈھیر دائیں بائیں لگا کر لکھنا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب مارچ ۱۹۹۲ء میں نہ صرف مکمل ہو گئی بلکہ چھپ کر تیار ہو گئی۔"(۱۴۷)

اس میلاد نامہ کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اس میں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار' جامعیت اور زبان و بیان کی سادگی سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تو چند ایک واقعات نبوت کے پیش خیمے کے طور پر ظہور پذیر ہوئے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ مجوسیوں کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور اس کے گرجے منہدم ہو گئے۔ دادا عبدالمطلب نے جب پوتے کی پیدائش کی خبر پائی تو خوش خوش گھر آئے' پوتے کو خانہ کعبہ لے جا کر دعا کی اور اس کا نام محمد رکھا۔ عرب میں اس سے پہلے کسی بچے کا نام محمد نہ تھا۔ آپؐ کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر آپؐ کا نام احمد رکھا۔ لفظ محمدؐ "حمد" سے اسم مفعول ہے اور احمد بھی حمد سے اسم تفضیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمانوں میں احمد ہے۔ توریت میں آپؐ کا اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمد ہے۔ سیدہ آمنہؓ بی بی کو بچے کا نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسا کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت ہاجرہؓ بی بی نے حضرت اسمٰعیلؑ کا نام اور حضرت مریمؑ نے یسوعؑ کا نام رکھا تھا۔"(۱۴۸)

اشفاق حسین کا انداز تحریر عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہے۔ ان کے اس خوشگوار لہجہ کی بدولت "پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی" ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے جس سے نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کے اتباع کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے صرف وہی روایات بیان کی ہیں' جو محقق و معتبر ہیں۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد گرامی مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور علامہ ابوالبرکات کے نامور شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ پہلے ککھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گاؤں کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں "آنا جانا نور کا" (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

"آنا جانا نور کا" (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد اور معراج کا بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاد رسولؐ "نور نبوی" اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار' نور محمدیؐ پر اسیر بدایونی' ضیاء القادری کے نورانی ترانے' آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یمن تبع' نبی اور فلاسفر میں فرق' فضائل ماہ ربیع الاول' آپؐ کے بیان شمائل میں احادیث نبوی کے حوالے' میلاد النبیؐ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے' میلاد النبیؐ کی خوشی سنت الہیہ' شبہات کا ازالہ' عید میلاد پر خوشی منانے کے سلسلہ میں منظوم وعظ' محفل میلاد کا قرآن سے ثبوت' تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شمائل کے بیان میں) منظوم سراپا بعنوان سراپائے نور' رحمت عالم' ورفعنا لک ذکرک' حبیب اور خلیل' پاکیزہ زندگی' حسن سیرت' زمانہ طفولیت' زمانہ جوانی' بچوں سے پیار اور ان کی تربیت' آپ کا عدل' امانت اور پاکیزگی' سرور عالم کا مزاج و تبسم' مہر نبوت' مجلس میلاد شریف' قرآن و نعت خوانی' کھانا کھلانا اور شیرینی بانٹنا' خوشبو' قیام' سلام اور دعا۔ اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے' افتتاح' تلاوت' قصیدہ نور عزیز حاصل پوری' ضیاء القادری اور اختر الحامدی کا کلام' معراج شریف کا وعظ' معجزات کا بیان' ازالہ شکوک' معراج شریف کی حکمتیں' بزم معراج' ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت' براق آسمانوں پر' تعظیم رسول یا جان ایمان' جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان تعظیم نبویؐ' شان انبیاء' سدرۃ المنتہیٰ' مسئلہ بشریت' مقام صدیقؓ' دیدار حق' تحفہ معراج' فرمان خدا اور شان مصطفیٰؐ' معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ میں درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں:

مولانا نذیر احمد' قاضی محمد زاہد' حضرت فقیہ اعظم' مولانا محمد طیب دانا پوری' مولوی محمد سلمان' صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل' مولانا حکیم عبدالقادر رضوی' مولانا صبغۃ اللہ وغیرہ' معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انھوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف' مسلم' ترمذی' روح البیان' فتح الباری' تفسیر خازن' زرقانی' شرح مواہب اللدنیہ' مکتوبات مجدد الف ثانیؒ' خصائص الکبریٰ' حجۃ اللہ علی

العالمین، کنزالاعمال، میزان الاعتدال، جواہرالبحار، مدارج النبوت، سلاسل طلیہ، زادالمعاد، تھذیب التھذیب، روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاض) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔

جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

"سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں میں چراغاں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے فرشتوں نے مسرت و ابتہاج کا مظاہرہ فرمایا اور جنتوں کو سجایا گیا اور ان کی خوشبوؤں سے تمام دنیا کو مہکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے گاڑ دیے اور فرشتوں نے صلوٰۃ و سلام کے نغمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا، چراغاں کرنا، جھنڈیوں سے بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نغمات اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ڈنکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت نہیں بلکہ سنت الٰہیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لیے مقدس اور مسلمانوں کے لئے اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات لیلۃ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو انتہائی اہمیت و تقدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تاریخ ہے، وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گی؟

بطن مادر میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریق میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں، برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔ قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے۔"(۱۲۹)

اس لحاظ سے شب میلاد، روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد گرامی مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور علامہ ابوالبرکات کے نامور شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ پہلے ککھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گاؤں کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں "آتا جاتا نور کا" (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

"آتا جاتا نور کا" (میلاد نامہ معہ معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد اور معراج کا بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاد رسول" نور نبوی" اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار' نور محمدیؐ پر امیر بدایونی' ضیاء القادری کے نورانی ترانے' آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یمن تبعؑ' نبی اور فلاسفر میں فرق' فضائل ماہ ربیع الاول' آپؐ کے بیان شمائل میں احادیث نبوی کے حوالے' میلاد النبیؐ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے' میلاد النبیؐ کی خوشی سنت الٰہیہ' شبہات کا ازالہ' عید میلاد پر خوشی منانے کے سلسلہ میں منظوم وعظ' محفل میلاد کا قرآن سے ثبوت' تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شمائل کے بیان میں) منظوم سراپا بعنوان سراپائے نور' رحمت عالم' ورفعنا لک ذکرک' حبیب اور خلیل' پاکیزہ زندگی' حسن سیرت' زمانہ طفولیت' زمانہ جوانی' بچوں سے پیار اور ان کی تربیت' آپ کا عدل' امانت اور پاکیزگی' سرور عالم کا مزاج و تبسم' مہر نبوت' مجلس میلاد شریف' قرآن و نعت خوانی' کھانا کھلانا اور شیرینی بانٹنا' خوشبو' قیام' سلام اور دعا۔ اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے' افتتاح' تلاوت' قصیدہ نور عزیز حاصل پوری' ضیاء القادری اور اختر الحامدی کا کلام' معراج شریف کا وعظ' معجزات کا بیان' ازالہ شکوک' معراج شریف کی حکمتیں' بزم معراج' ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت' براق آسمانوں پر' تعظیم رسول یا جان ایمان' جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان تعظیم نبوی" شان انبیاء' سدرۃ المنتہیٰ' مسئلہ بشریت' مقام صدیقؓ" دیدار حق' تحفہ معراج' فرمان خدا اور شان مصطفیٰؐ" معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ میں درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں:

مولانا نذیر احمد' قاضی محمد زاہد' حضرت فقیہ اعظم' مولانا محمد طیب دانا پوری' مولوی محمد سلمان' صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل' مولانا حکیم عبدالقادر رضوی' مولانا صبغۃ اللہ وغیرہ' معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انہوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ مستند اور معتبر روایات، مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف' مسلم' ترمذی' روح البیان' فتح الباری' تفسیر خازن' زرقانی' شرح مواہب اللدنیہ' مکتوبات مجدد الف ثانیؒ' خصائص الکبریٰ' حجۃ اللہ علی

العالمین' کنزالاعمال' میزان الاعتدال' جواہرالبحار' مدارج النبوت' سلاسل طیبہ' زادالمعاد' تھذیب التھذیب' روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاض) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔

جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

"سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں میں چراغاں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے فرشتوں نے مسرت و ابتہاج کا مظاہرہ فرمایا اور جنتوں کو سجایا گیا اور ان کی خوشبوؤں سے تمام دنیا کو مہکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوٰۃ و سلام کے نغمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا' چراغاں کرنا' جھنڈیوں سے بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نغمات اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ڈنکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت نہیں بلکہ سنت الہیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لے مقدس اور مسلمانوں کے لئے اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات لیلتہ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اہم اہمیت و تقدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تاریخ ہے' وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گی؟

بطن مادر میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریق میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلتہ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں' برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔ قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے۔"(۲۹)

اس لحاظ سے شب میلاد' روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

نبی کریمؐ کے معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ یوں لکھا گیا ہے:

"نبی کریمؐ کو خدا تعالیٰ نے جو رفعت شان عطا فرمائی ہے ایسی شان نہ کسی نے پائی اور نہ ہی کوئی پا سکتا ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب کو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عرش اعظم پر بلایا۔ اور حضور عالم بیداری میں جسد انور کے ساتھ روانہ ہوئے اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر طے فرما کر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر عرش اعظم پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور پھر دیدار حق کی عظیم نعمت پا کر اور بارگاہ ایزدی سے شرف خاص سے مشرف ہو کر آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آئے۔ ان سات آسمانوں کا فاصلہ دیکھئے جبکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ پانچ سو برسوں کا ہے۔ نبی کریمؐ کا عالم بیداری میں اور جسم انور کے ساتھ فرش سے عرش تک جا پہنچنا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس سے شان رفعت مصطفویؐ ظاہر ہوتی ہے۔"(۱۳۰)

جشن میلاد کے بارے میں ایک رباعی ملاحظہ ہو:

جشن میلاد نبی ہر جگہ ہوتا دیکھا
بد نصیبوں کا نصیب جو تھا سوتا دیکھا
ساری مخلوق مسرت میں نظر آئی ہے
ایک ابلیس لعیں ہے جسے روتا دیکھا
(۱۳۱)

جشن میلاد کے بیان میں حسن و تاثیر اور کیف و دل آویزی کا جوہر اور جذبہ حب رسولؐ کا پیدا کردہ ہے۔ لفظی صناعی اور تصنع کی بجائے ایک فطری انداز نمایاں ہے جو ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور فنی مہارت کا ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے
چشم ما روشن دل ما شاد کا دیجئے ثبوت
بام و در کیجئے مزین اور چراغاں کیجئے
مالک باغ جناں آئےؐ ہوئے دل باغ باغ
کوچہ و بازار صد رشک گلستاں کیجئے
محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
ان کے ذکر پاک سے شیطان کو حیراں کیجئے
صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحو

کوئی کچھ کہتا رہے تعمیل فرماں کیجیے
چھوڑیے شرک مسلماں کو بتانا چھوڑیے
کافر و مشرک جو ہیں ان کو مسلماں کیجیے
اے شریکان جلوس عید میلاد النبی
متحد رہنے کا اس دن عہد و پیماں کیجیے
مشکلیں پیدا ہوئی ہیں مغربی تہذیب سے
اتباع مصطفیٰؐ سے مشکل آساں کیجیے
(۱۳۲)

معراج نامہ کے اختتام پر دعا میں نبی کریمؐ کا وسیلہ موثر طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مرے خدا تجھے اس حسیں شب کا واسطہ
جمال نوشہ جناں شہ عرب کا واسطہ
وہ راز جو حضورؐ کو بتائے ان کا واسطہ
عجائبات شہ کو جو دکھائے ان کا واسطہ
وہ ہاتھ جن کی ہے سخا کی دھوم ان کا واسطہ
وہ پا جو کہ ہیں میمنت لزوم ان کا واسطہ
حسیں ضیاء تجلی مہ دنی کا واسطہ
غرض ترے حبیب کی ہر اک ادا کا واسطہ
گناہگار میں بھی ہوں مرے گناہ بخش دے
مرے کریم دو جہاں کے پادشاہ بخش دے
جہاں میں، قبر و حشر میں، ترے حبیب ساتھ ہوں
بس جب ان کا نام دور ساری مشکلات ہوں
بپے علی مرتضیٰؓ، حسنؓ، حسینؓ و فاطمہؓ
ہو روضہ حبیبؐ پر الٰہی حسن خاتمہ
(۱۳۳)

بحیثیت مجموعی مولانا کا اسلوب صاف، سہل، رواں اور خوشگوار ہے۔ مواد کی فراہمی میں مستند حوالہ جات نے اس میلاد نامے کو وقیع اور مدلل بنا دیا ہے۔ غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا گیا ہے۔ منظومات نے ان کے طرز بیان کو دلکش بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آتا جاتا نور کا "عصر حاضر کے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولانا کوثر نیازی (م ۱۹۹۴ء)

مولانا کوثر نیازی ۱۹۳۴ء میں میانوالی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کے مضامین میں گریجوایشن اور آنرز کئے۔ وہ روزنامہ تسنیم، ہفت روزہ کوثر، ماہنامہ تعمیر انسانیت اور ہفت روزہ شہاب کے ایڈیٹر رہے۔ جماعت اسلامی کو سیاسی مصلحتوں کے تحت دینی نظریات میں رد و بدل کی پالیسی پر گامزن ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر ۱۹۶۹ء میں پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد سے سینٹ کے رکن بنے۔ ۱۹۹۳ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے۔ ۱۹۔ مارچ ۱۹۹۴ء کو انتقال ہوا۔

مولانا کوثر نیازی صحافی، ادیب، عالم دین اور سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔

مولانا کوثر نیازی نے "ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ وہ عید میلاد النبیؐ کے حوالے سے اس کی تالیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "یہ مجموعہ چند ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو عید میلاد النبیؐ کے سلسلے میں مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔ عید میلاد النبیؐ کی تقریبات ہر سال منائی جاتی ہیں اور ان تقریبات میں عقیدت و محبت کا اظہار بڑے جوش و خروش سے ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مجموعہ مضامین کو استفادہ عام کے لئے شائع کر دیا جائے تاکہ ہمارے عوام خصوصاً ہماری نوجوان نسل کے لوگ شایان شان طریقے سے تقریبات عید میلاد النبیؐ کا اہتمام کرنے کے آداب سے پوری طرح آگاہ ہوں۔"(۴۴)

ذکر رسول پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت اور عید میلاد النبیؐ کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر مبنی ہے۔ دوسرا باب نبی کریمؐ کی جامع صفات شخصیت کے عنوان سے ہے اور اس میں نبی کریمؐ بحیثیت انقلاب عظیم کے داعی، انسان کامل، "رحمت دو عالم" آپؐ کی عسکری قیادت، حضور طب عربی کے بانی تھے، تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری، جیسے عنوانات ہیں۔ تیسرا باب ختم المرسلینؐ کی شان رسالت کے بارے میں، حضورؐ پر اس نسبت سے ایمان ضروری ہے، نبی کریمؐ امراض روح کے سب سے بڑے معالج تھے، انسانیت کا سہارا، آپؐ کا امی ہونا سب سے بڑا معجزہ ہے، آپؐ کا اسوہ حسنہ اور حضورؐ کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ چوتھا باب آپؐ کی محبت، اطاعت اور سنت کی پیروی اور پانچواں باب میلاد کی تقاریب، ہمارا عمل و فرائض کے عنوان سے ہے جس میں عید میلاد اور آداب محفل سے بے پرواہی اور تربیت عمل کے آغاز کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زبان و بیان کی نسبت سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں کوثر نیازی نبی کریمؐ کے یوم ولادت منانے کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

> "یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تاریخ عالم کے دھاروں کا رخ پلٹ دینے والے کا یوم ولادت منانے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی

ہے ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہو گا' دنیا کی کسی قوم یا دنیا کے کسی فرد کے لئے اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے ہادی کی تنظیم ہدایت کا رکن ہے جو پوری دنیا کے فکری ڈھانچے کو بدلنے اور عالم انسانیت کو انصاف کے ترازو میں مساوی کر دینے کے لئے پیدا ہوا ہو اور جس نے اپنا مقصد حیات اس حسن و خوبی سے معین فرمایا کہ کوئی بڑے سے بڑا دشمن اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" (۳۵)

مولانا کوثر نیازی کی فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبیؐ کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ ان کے آہنگ کی تازگی و شگفتگی ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا نمایاں وصف ہے۔ ان کی پوری کتاب کے مطالعہ سے اتباع رسولؐ کا تاثر ابھرتا ہے جس کا اظہار انہوں نے بڑے موثر اور دلپذیر لہجہ میں کیا ہے۔

سید محمود احمد رضوی

سید محمود احمد رضوی نے میلاد نبویؐ کے موضوع مقدسہ پر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان دونوں میں تذکرہ میلاد تو ہے مگر عوامی محافل میلاد میں نہیں پڑھی جاتیں۔ ان میں زیادہ تر حوالہ جات درج ہیں اور انہیں عالمانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ ان میں ایک تصنیف "خصائص مصطفیؐ" ہے۔ اس میں بے مثال بشریت' نورانی بشریت' تذکار ولادت یعنی ولادت سے پہلے اور بعد میں رونما ہونے والے کرشموں کا بیان' ولادت کی خوشی کا واقعہ اور اخلاق نبویؐ کو سلسلہ وار بیان کیا گیا ہے۔ ان واقعات کے بیان میں فاضل مصنف نے صحیح بخاری' صحیح مسلم' موطا' ابو داؤد' مسند احمد بن حنبل' شمائل ترمذی' سیرت ابن ہشام' عیون الاثر اور کنزالاخلاق سے استفادہ کیا ہے۔ اس لحاظ سے اس میں مستند تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا گیا اور محمود احمد رضوی نے اپنی فکری استقامت اور تالیفی ہنرمندی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

نبی کریمؐ کی نورانی بشریت کے بارے میں دوسرے باب میں رقم طراز ہیں:

"امام عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کی حضورؐ نے ایک استصواب کے جواب میں فرمایا۔ "یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ ترجمہ' اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ حدیث میں "من نورہ" کا لفظ ہے۔ اور "ہ" کی ضمیر خاص ذات خدا کی طرف لوٹتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کا نور اللہ کے ذاتی نور سے پیدا ہوا نور صفاتی سے نہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کا نور اور اللہ کا نور ایک ہی ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے۔ عام طور سے کہتے ہیں کہ روح اللہ' بیت اللہ وغیرہ یہ اضافات تشریفی ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ خانہ کعبہ کے اینٹ پتھر اللہ کی ذات کا کوئی جز ہیں' اللہ کے ذاتی نور سے حضورؐ کے نور کے پیدا ہونے کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جس

طرح ایک شمع سے ہزار شمعیں روشن کی جائیں تو ظاہر ہے کہ پہلی شمع کے نور کا کوئی حصہ جدا ہو کر دوسری شمع نہیں بنے گا بعینہٖ یہی مثال علم ہیئت کی ہے کہ ستارے اور چاند اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے یہ روشن نہیں ہیں بلکہ سورج کے محتاج ہیں' جب سورج کی روشنی ان پر پڑتی ہے یہ چاند ستارے سورج سے نور لے کر روشن ہو جاتے ہیں گویا ذات شمس نے جس پر روشنی ڈالی وہ روشن ہو گیا مگر ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا نہ اس کے نور میں کمی آئی۔ نہ سورج کے نور کا کوئی حصہ منتقل ہوا۔ یہی حال حضورؐ کے نور کا خدا کے نور سے پیدا ہونے کا ہے۔"(۱۳۶)

"تذکار ولادت" کے تفصیلی باب میں حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل حضرت عبدالمطلب کے خواب کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک روز حضرت عبدالمطلب آرام فرما رہے تھے۔ قسمت جاگی اور آپ نے خواب دیکھا کہ ایک درخت سرسبز و شاداب زمین سے نمودار ہوا اور طرفۃ العین میں اتنا بلند ہوا کہ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے ایک نور عظیم چمکا کہ ضیائے آفتاب سے ستر حصہ زیادہ روشن تھا اور عرب و عجم کو اس کے حضور سجدہ کناں دیکھا۔ کاہنوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تمہاری صلب سے وہ نیّر رسالت و نبوت طلوع ہو گا کہ جس کی رسالت اور نبوت' حکومت و شوکت' جاہ و منزلت اور قدر و رفعت کا ڈنکا عالم میں بجے گا۔ القصہ نور نبوت پیشانی عبدالمطلب سے پیشانی حضرت عبداللہ میں جلوہ گستر ہوا۔ حضرت عبداللہ حسن و جمال میں یکتا تھے۔ نور محمدیؐ نے ان کی قسمت کو جگایا۔"(۱۳۷)

نبی کریم کی ولادت کی خوشی کو بخاری شریف کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ابو لہب کو آپؐ کی ولادت کی اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے اپنی لونڈی جس نے آکر اسے یہ مژدہ سنایا تھا' فی الفور آزاد کر دیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب اس کی لونڈی ثویبہ نے آکر اس کو بتایا کہ تمہارے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ کے گھر خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے تو اس نے عالم مسرت میں لونڈی سے کہا کہ "جا میں تجھے آزاد کرتا ہوں" مرنے کے بعد حضرت عباسؓ نے ابو لہب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جہنم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولا میں نے ثویبہ کو جو محمدؐ کی ولادت کا مژدہ سن کر آزاد کیا تھا اس کی وجہ سے دو شنبہ کے دن میرے عذاب میں تخفیف ہو جایا کرتی ہے۔ ایک کافر جب حضورؐ کی ولادت کی خوشی مناتا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ غور فرمایئے کہ اگر مسلمان نور مجسمؐ کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس قائم کریں تو ان کو کتنا ثواب ملے گا۔"(۱۳۸)

خصائص مصطفیؐ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر حوالہ جات اور سوانحانہ طرز نگارش کی وجہ سے

کتاب عوامی اجتماعات میں قبولیت نہیں پا سکی۔ سید محمود احمد کی دوسری کتاب "روح ایمان" ہے۔ یہ کتاب ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں نبی کریمؐ کی ذات و صفات کے فضائل و کمالات کو عام فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مضامین میں نبی کریمؐ کا منصب و مقام قرآن کی روشنی میں، نبی کریمؐ کی تشریعی حیثیت، نبی کریمؐ دین کا مرکز ہیں، اختیارات عالیہ، نبی کریمؐ کی علمی قوت، النبی الامی، قاسم العلوم والخیرات، نبی کریمؐ ہستی کا نقش اول ہیں، علم غیب نبوی، میلاد نبوی، حیات النبی، خصوصیات نبوی اور آخر میں فضائل درود شریف شامل ہیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر واقعات کے بیان میں سید محمود احمد اسلامی تعلیمات کے امکانی نتائج پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہی پیوند کاری اس کتاب کا خاصہ ہے۔ "قاسم العلوم والخیرات" کے باب میں دریائے رحمت الٰہی کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"ایک دن دریائے رحمت الٰہی جوش زن ہوا۔ حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ربیعہ بن کعبؓ سے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! اسئلک مرا فقتک فی الجنۃ (جنت میں آپ کی رفاقت (غلامی) کا طالب ہوں۔ مشکوٰۃ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ او غیر ذالک (اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو) حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

سبحان اللہ! ربیعہؓ کتنے خوش قسمت ہیں۔ دولت و حکومت نہیں مانگتے جنت میں حضورؐ کی رفاقت کے طالب ہیں حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی طلب کرتے تو اس وقت عطا فرما دی جاتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی خاص چیز کے طلب کرنے کو نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ جو چاہو مانگو اس سے معلوم ہوا کہ "کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است ہرچہ خواہد و ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بہ دہد" اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی حضرت ربیعہؓ نہ جنت مانگتے ہیں اور نہ دولت و حکومت مانگتے ہیں، صرف یہ کہ حضورؐ جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہوں کیونکہ وہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے کہ

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

(۱۳۹)

علم غیب نبویؐ کے عنوان کے تحت شہادت امام حسینؓ کی اطلاع، سیدہ فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع،

حضرت عثمانؓ و عمرؓ کی شہادت کی اطلاع' مقتولین بدر کے متعلق ارشاد' حضرت میمونہؓ کے متعلق اطلاع' حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع' ما فی الارحام کی اطلاع' کسریٰ کے قتل' قیصر و کسریٰ کے متعلق اطلاع' حضرت زینبؓ کی وفات کی اطلاع' حضرت عمارؓ کے متعلق پیش گوئی' قاتل و مقتول جنتی' حضرت زید بن ارقم کا بیان شامل ہیں۔ اور ان پر مکمل اور مبسوط بحثیں کی گئی ہیں۔ میلاد نبویؐ کے باب میں قرآن حکیم اور میلاد' قرآن میں میلاد نبویؐ" نماز میں میلاد' تمام انبیاء کرامؑ حضورؐ کے میلاد خواں ہیں' حضورؐ نے خود اپنا میلاد پڑھا' مجلس میلاد کے لئے فرش و منبر کا اہتمام کے ذیلی عنوانات کے تحت انھیں بڑی وضاحت و صراحت سے قرآن و حدیث کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں:

> "میلاد کیا ہے؟ نبی کریمؐ کی سیرت و صورت' فضائل و مناقب' منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی خالی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرمؐ کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضورؐ کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں' فرشتوں میں' انبیاء میں' آپؐ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرام حضورؐ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضورؐ تشریف لے آئے تو دنیا میں آپؐ کی آمد کا ڈنکا بج گیا اور اب جبکہ آپؐ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپؐ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔(۱۳۰)

روح ایمان کی زبان عام فہم اور اسلوب عالمانہ شان کا حامل ہے۔ یہ کتاب اپنے حجم' مواد اور طرز استدلال کی بدولت اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرتی ہے۔

جامع الصفات (ص ۱۸۴) میں نبی کریمؐ کی اس فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ آپؐ کی ذات مقدس میں تمام انبیاء کے کمالات جمع ہو گئے تھے۔ اس لحاظ سے محمود احمد رضوی نے اس شعر کو صحیح ثابت کیا ہے:

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس دور میں کئی دیگر میلاد نگاروں نے بھی میلاد نامے لکھے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

مولانا محمد صالح نقشبندی نے "مولود محمدؐ" کے نام سے ۱۹۷۹ء میں میلاد نامہ لکھا۔ یہ ۱۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے اسلامی کتب خانہ' سیالکوٹ نے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔

محمد طفیل اختر کا "میلاد اختر" ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد' تاجران کتب لاہور نے شائع کیا۔

میلاد مصطفیٰؐ" انجمن فدایان رسول' محمدی شریف' جھنگ کی زیر نگرانی طبع ہوا۔ یہ صرف ۲۹ صفحات

مشتمل ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی کا میلاد نامہ "ماہتاب عرب" ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۸۲ء میں ادارہ تالیفات اشرفیہ' ریلوے روڈ' ملتان نے شائع کیا۔

سید محمود رضوی نقشبندی الٰہ آبادی کے میلاد نامے "صبح سعادت" اور "خورشید رسالت" کی طباعت سید محمود حسین اکبر حسین پیپر مرچنٹ میٹھادر' کراچی نے کی۔

ملک مسعود اقبال کا میلاد نامہ "عطر میلاد" ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے منشی احمد علی خان کا میلاد نامہ "میلاد احمد" ۶۴ صفحات پر مبنی ہے جبکہ حمید شاہ صابر بٹالوی کا میلاد نامہ "میلاد صابر" ۴۸ صفحات پر محیط ہے۔ یہ تینوں میلاد نامے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد تاجر کتب اردو بازار' لاہور نے شائع کیے۔

عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس دور کے میلاد ناموں میں بھی بنیادی موضوعات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی البتہ عصری رجحانات و میلانات جو ملی و مذہبی اور قومی و سیاسی تحریکوں سے پیدا ہوتے رہے' ان سے میلاد نگار متاثر ہوئے۔ مادی و سائنسی ترقی کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک مرکز پر جمع ہونے کی آرزو' امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا تذکرہ اور روحانی و اخلاقی اقدار کی بازیابی کے جذبات کی عکاسی بھرپور انداز میں نظر آتی ہے۔

آزادی کے بعد کا دور سماجی و معاشرتی مسائل کا دور ہے۔ امت مسلمہ میں انتشار اور بدامنی میں زندگی بسر کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ انقلاب ۱۹۴۷ء کی بازگشت اس دور کے میلاد ناموں میں سنائی دیتی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کی اصلاح کی تحریکیں مذہب کے نام پر اٹھیں اور حضورؐ کے واسطے سے اٹھیں۔ ان کے زیر اثر میلاد نگاروں کے انداز نگارش میں معتدبہ تبدیلی رونما ہوئی۔ روحانی اساس کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کی گئی۔ میلادیہ منظومات میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے گئے جس سے عصر حاضر کا مسلمان مایوسی و افسردگی سے بچ گیا اور اسے روشن زندگی کی راہ بھی دکھا دی۔

اس بدلے ہوئے ماحول و معاشرت کے باوجود اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح کے واقعات' خصائل و شمائل' اوصاف حمیدہ' حضورؐ کی عظمت' ختم نبوت' اسمائے رسول کریمؐ' کتب سابقہ کی مبشرات اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات ملتے ہیں۔ ان میلاد ناموں میں قومی و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے دیگر ادوار کے مقابلے میں زیادہ مستند اور معتبر حوالوں سے مزین کر کے لکھے گئے ہیں۔ میلادیہ نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے معقولیت کی چھاپ نظر آتی ہے اور میلاد نگاروں نے بارگاہ رسالتمآبؐ کے ادب شناس ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انداز تحریر میں سنجیدگی و متانت اور وقار کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور تاثیر کی کمی نہیں ہے۔ حقیقی اوصاف کا بیان اور سچے جذبات کی ترجمانی صاف' سلیس اور سادہ زبان میں کی گئی ہے۔ ان میں واقعات کا بیان حکیمانہ بصیرت' مجتہدانہ انداز اور مصلحانہ تقدس کا مظہر ہے۔

اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں نبی کریمؐ کی سیرت و اسوہ حسنہ کا ذکر ہونے لگا ہے۔ میلاد ناموں نے شعراء کو نعت گوئی کی طرف مائل کر دیا ہے اور ادبا سیرت نگاری کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔ عقیدت و جذبات کی بجائے عقلیت پسندی اور ان میلاد ناموں کی بدولت دین میں تدبر و فکر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں شفیع علی خان کے بیان میلاد و معراج میں علمی حوالوں کی کثرت ہے۔

ان کے بیان میلاد میں شروع سے آخر تک یکساں بہاؤ موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ مفتی محمد شفیع نے اپنے میلاد نامہ میں سیرت نبویؐ کی کئی مستند اور معتبر کتابوں کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے مسائل جہاد اور تعداد ازواج کے متعلق غیر مسلم مخالفین کے اوہام کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ حافظ محمد اسحاق افسر نے اپنے میلاد نامہ میں ہر بات مدلل، بحوالہ اور نہایت وضاحت سے بیان کی ہے۔ عزیز الدین احمد قادری نے میلاد کے بیان میں مستند اور معتبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے نبی کریمؐ کی پوری مکی و مدنی زندگی کے قریباً تمام واقعات کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ ایک تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلوتہی کی گئی ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔

علامہ سیماب اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلادیہ اور معراجیہ منظومات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ مولانا اخلاق حسین کی زبان عالمانہ شان کی حامل ہونے کے باوجود دقیق نہیں ہے۔ خواجہ محمد اکبر خاں وارثی میرٹھی کے بیان میلاد میں شوق و عقیدت کی فراوانی ہے۔ ان کی جودت طبع کی بدولت اثر و تاثیر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا ہے۔ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کو پاکستان سے والہانہ محبت تھی انہوں نے اپنے میلاد نامے کے اختتام پر اس کا اظہار ایک دعا کے انداز میں کیا ہے۔ موصوف نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔

خواجہ حسن نظامی نے نبی کریمؐ کے سراپا کے بیان میں آپؐ کے خد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد تشنگی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ ان کی زبان میں سادگی اور شگفتگی کا جوہر موجود ہے۔ ان کے اسلوب کی لطافت سلاست اور فصاحت دبستان دہلی کی آئینہ دار ہے۔

مناظر احسن گیلانی کے بیان میلاد میں علم و تحقیق کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس بیان میں جوش بیاں کی سرمستی اور کیف آور کیفیات کو بھی شامل کر دیا ہے۔

ابوالکلام آزاد کے میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نچوڑ سمجھنا چاہئے انہوں نے بیان میلاد میں نبی کریمؐ سے والہانہ محبت سے عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے دل نشین آیات قرآنی کے حوالے اور فارسی کے اشعار مرصع نثر کے ساتھ چسپاں کر کے اپنے لئے نئی طرز نگارش وضع کی ہے۔ ان کا میلاد نامہ آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ و قرینہ سکھاتا ہے۔ علامہ ابوالحسنات نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے۔ انہوں نے صرف مستند روایات کو بیان کیا ہے۔

مفتی انتظام اللہ شہابی نے بھی روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر وقیع ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں مفقود ہیں۔ فیض محمد قادری کا میلاد نامہ مباحث کی تحقیق اور اپنے انداز بیان کی خوبی کی وجہ سے منفرد میلاد نامہ ہے۔ غلام مصطفیٰ کوثر امجدی نے بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے

متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

درد کاکوروی کی میلادیہ منظومات میں سوز و گداز اور شعری محاسن کی جلوہ گری ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی ترجمان ہے۔ سید ایوب احمد صبر شاہ جہانپوری نے عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ نبی کریمؐ کے حالات زندگی سلیس اور سادہ زبان میں قلمبند کئے ہیں۔ ڈپٹی احترام الدین شاغل نے ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے انہوں نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

میاں علی محمد خان نظامی باطنی معرفت و طریقت کے لحاظ سے معروف روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے بیان میلاد میں نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و شیفتگی کا اظہار سادہ اور پاکیزہ زبان میں کیا ہے۔ خواجہ محمد شفیع دہلوی کے میلاد نامے میں دہلویت سادگی و خلوص کے سبب خاص تاثیر اور حسن رکھتی ہے۔ حفیظ جالندھری نے بیان میلاد میں تخیل کی پاکیزگی' خوبصورت الفاظ کے انتخاب اور رومانی و غنائی مزاج کی وجہ سے کلام میں اثر و تاثیر پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم نے معراج النبیؐ کو دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے بیان میلاد میں جذبہ شوق کی فراوانی ہے۔ محشر رسول نگری قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا انداز بیان رنگین' الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔ علامہ احمد سعید کاظمی کے آسان اور موثر انداز بیاں کی بدولت ان کے رسائل میلاد سے خواندہ و نیم خواندہ بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

حامد الوارثی کے میلاد نامے میں رد قادیانیت اور تحریک ختم نبوت کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ ان کی شاعری پر تصنع اور بناوٹ کا گمان نہیں ہوتا۔ انہوں نے بیان میلاد میں ثقہ روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ اشفاق حسین قریشی کا انداز تحریر عقیدت و محبت کے جذبہ سے لبریز ہے۔ ان کے لہجہ کی سادگی و ملائمت ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے۔ انہوں نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار اور جامعیت کے جوہر سے اپنے میلاد نامہ کو دلچسپ اور نافع الخلائق بنا دیا ہے۔ انہوں نے صرف محقق اور معتبر روایات کو بیان کیا ہے۔ مولانا محمد بشیر کے بیان میلاد میں حسن و تاثیر اور کیف و دل آویزی کا جوہر حب رسولؐ کا پیدا کردہ ہے۔ کوثر نیازی کے فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبیؐ کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ سید محمود احمد رضوی نے بیان میلاد میں مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی فکری استقامت اور تاریخی ہنرمندی و خوش اسلوبی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

اردو زبان کی تاریخ میں "ادب نبوی"(۱۴۱) کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے علاوہ جن موضوعات اور اصناف کا اضافہ ہوا' ان میں سیرت' نعت اور منقبت شامل ہیں۔ میلاد ناموں میں نور محمدی' ولادت مبارکہ' رضاعت' بچپن' جوانی' معراج' معجزات' وفات مبارکہ' خصائل و شمائل اور درود و سلام کے مضامین شامل ہیں۔ آپؐ کے سراپا کے بیان میں سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے' اسے نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز قرآن مجید کے متن سے عمدہ تراکیب چن کر نبی کریمؐ کے حلیہ مبارکہ کے بیان میں استعارہ اور کنایہ کی شکل میں بیان کی گئی ہیں۔ میلاد ناموں میں درود و سلام مختلف اسالیب میں لکھا گیا ہے تاکہ اجتماعی طور پر پڑھنے میں آسانی ہو۔ درود و سلام میں اس محفل کے سامعین آپؐ کی موجودگی اور حاضری کا شعور پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریمؐ کے دربار اقدس میں موجود تصور کر کے دلی عقیدت سے کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ بریلوی مسلک کی مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد درود و سلام پڑھنے کی مستحکم روایت موجود ہے۔

میلاد ناموں میں آپؐ کے اعجاز معراج کا بیان بھی شامل ہے اور کوئی میلاد نامہ ایسا نہیں ہے جس میں بیان معراج نہیں ہے۔ بیشتر میلاد ناموں میں معراج کا بیان اسی وجہ سے تفصیل سے دیا گیا ہے تاکہ معراج کے موقع پر سنایا جا سکے۔ منظوم معراج ناموں میں شعراء نے ہنر و فن کے جوہر دکھائے ہیں۔ آپؐ کے اعجاز معراج کی ترویج میلاد ناموں سے ہوئی اور غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے۔ بیان معراج نے عالمی ادب پر فکر کی بلندی سے اثر ڈالا۔ ڈانٹے کی کتاب "ڈیوائن کامیڈی" اور علامہ اقبالؒ کے "جاوید نامہ" کے بیشتر مناظر معراج النبیؐ کے ان واقعات پر مبنی ہیں جو بعض احادیث و روایات میں مذکور ہوئے یا بعض متصوفین اور ادبا کی کتابوں میں درج ہوئے۔ ڈانٹے کی نظر سے ابوالعلا معری کا رسالہ "الغفران" گذرا تھا اور اسی سے ڈانٹے کو شہرت ملی تھی۔ ان اثرات کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"ڈانٹے کی کتاب "ڈیوائن کامیڈی" پر بعض اہم اور نئی تنقیدات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ "ڈیوائن کامیڈی" کے آسمانی ڈرامے کا پلاٹ بلکہ اس کے بیشتر تفصیلی مناظر معراج محمدیہ سے متعلق احادیث و روایات کی نقل ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی مشہور کتاب "فتوحات مکیہ" میں اور ابوالعلا معری نے رسالہ "الغفران" میں خود اپنی سیاحت علوی اور مشاہدہ تجلیات کا ذکر کیا ہے۔ ابن عربی نے اس سیاحت علوی میں دو افراد کو جن میں ایک فلسفی اور دوسرا عالم دین ہے' اپنا رفیق و رہنما بنایا ہے۔ اور ان کی زبان سے دنیا بھر کے علوم و فنون اور مسائل و مباحث کے متعلق اس انداز میں اظہار خیال کیا ہے گویا یہ تمام خیالات و انکشافات و الہامات ہیں جو ان کے قلب پر اس معراج میں القاء کئے گئے۔ ابوالعلا معری نے رسالہ "الغفران" میں ادبی رنگ میں بہشت و دوزخ کی سیر دکھائی ہے۔ حیات بعد الممات کی

حقیقتوں کے تجسس میں ابن عربی اور ڈانٹے دونوں نے سات ستاروں اور بعض صورتوں میں نو ستاروں کی سیر سے گذر کر بہشت و دوزخ اور اطراف کی فضاؤں کی منظر کشی کی ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؒ نے "ڈیوائن کامیڈی" "فتوحات مکیہ" اور رسالہ "الغفران" کو سامنے رکھ کر "جاوید نامہ" کا خاکہ مرتب کیا ہے۔"(۳۲)

ڈانٹے کو حیات بعد الموت سے زیادہ دلچسپی ہے اور اقبالؒ اس حیات کو ابدی بنانے کے آرزو مند ہیں۔ ان دونوں فلسفی شعراء نے اپنے سیر افلاک کے شاہکار "معراج النبیؐ" کے فلسفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اس لحاظ سے معراج نبویؐ نے شعراء کے تخیل کو آسمان پر پرواز کا حوصلہ عطا کر کے نکتہ آفرینی سکھائی ہے۔ میلاد ناموں کی بدولت اس ذکر کو ہر سال تازہ کیا جاتا ہے اور شب معراج پاک و ہند میں منائی جاتی ہے۔

میلاد نامے کی صنف کا سیرت نبی کریمؐ اور نعت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں کے ارتقائی مراحل کا جائزہ لیتے ہوئے اردو زبان و ادب میں سیرت نگاری اور نعت گوئی کو پیش نظر رکھنا ضروری امر ہے۔ میلاد ناموں میں سیرت و نعت کے موضوعات آغاز ہی سے شامل ہیں۔ اگر ان اصناف کے ارتقائی مراحل کا عہد بہ عہد جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں اصناف میلاد نامے، سیرت اور نعت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم ابتدائی ابواب میں بحث کر آئے ہیں۔ اردو میلاد ناموں کے اولین ماخذ قرآن و احادیث نبویؐ اور کتب سیرت ہیں۔ اسی طرح عہد بہ عہد میلاد ناموں کی داخلی ضرورت کے تحت تخلیق ہونے والی نعت بھی ایک شائستگی کے ساتھ میلاد ناموں کا حصہ بنتی گئی۔

اردو میلاد ناموں کی سب سے بڑی عطا سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار مبارک میں نثر اور نظم کے فرق کو قریب قریب ختم کر کے ایک ایسی نئی صنف کا ظہور ہے جس میں سیرت رسالتمآبؐ خصوصاً ولادت مبارکہ، بچپن اور جوانی کے ذکر کو نثر میں پیش کرتے ہوئے اسی انداز اور نفس مضمون کی مطابقت کو ملحوظ رکھ کر اس میں شعرپاروں کی تزئین کو لازم قرار دیا گیا۔ یوں مجلسی زندگی کے لئے سیرت نبویؐ کے ضمن میں میلاد نامے نثر اور نظم کی ملی جلی خصوصیات پر مشتمل ایک جداگانہ صنف ادب کے طور پر سامنے آئے۔

اردو میلاد ناموں کی تاریخ کا جائزہ اس امر کا گواہ ہے کہ اس میں زبان و بیان کی کم و بیش ان تمام خوبیوں کے نمونے مل جاتے ہیں جو اعلیٰ اور معیاری اسالیب ادب کا خاصہ قرار دی جاتی ہیں مثلاً سادگی، جذبات نگاری، منظر نگاری، قافیہ اور سجع، تشبیہ و استعارہ، روانی اور بہاؤ، قصہ نگاری، خطابیہ اور مکالماتی آہنگ و اسلوب، صنائع بدائع اور سب سے بڑھ کر تاثیر اور اثر پذیری ان محاسن شعری اور خصوصیات نثر کے حوالے سے ہم نے گذشتہ ابواب میں مختلف میلاد ناموں کا جائزہ لیا اور ان کی تدبیر کاری (PRESENTATION) کے تجزیہ میں ان کے محاسن اور خصوصیات کی نشان دہی بھی کی۔

میلاد ناموں نے اردو سیرت نگاری اور نعت گوئی پر اثر ہی نہیں ڈالے بلکہ ایک اعتبار سے میلاد ناموں کی ضروریات نے سیرت و نعت کو عوام الناس میں رائج کیا۔ اردو میں بہت سے میلاد نامے ایسے بھی

لکھے گئے جو بعد میں سیرت کی باقاعدہ کتابوں کا حوالہ بنے اور اسی طرح میلاد ناموں کی ضروریات کے سبب نعت گوئی بھی کی گئی۔ خصوصاً ایسی نعتیں لکھی گئیں جن کی ردیف آئے ..... پیدا ہوئے ..... آج کے دن۔ یعنی جن میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا ذکر بطور خاص کیا گیا۔ اسی طرح سلام و صلوٰۃ کا ایک نمایاں حصہ بھی میلادیہ ضروریات کے تحت (جن میں میلاد نگاری اور مجلس میلاد کا انعقاد شامل ہے) تخلیق ہوا۔

ہر زمانے میں ہر قوم کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک علماء اور خواص کا اور دوسرا عوام کا۔ تواریخ و سیر کی کتابیں علماء و خواص کے طبقہ کے لئے جواہر بے بہا ہیں جبکہ میلاد نامے عوام کی محفلوں میں ان کی دینی تربیت اور ترویج سیرت کا ذریعہ تھے۔ اس لحاظ سے بحیثیت مجموعی میلاد ناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ میلاد نامے ہی ایک ایسی صنف ادب ہیں، جنھوں نے برصغیر پاک و ہند میں سیرت و نعت کے فروغ میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ میلاد نگاروں نے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھا کر اور مختلف رسائل اردو میں تصنیف کر کے ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا اور ایک دینی خدمت کو انجام دیا۔ اس طرح سے وہ موضوعات جو کتابوں میں مندرج تھے، عوامی حلقوں تک پہنچانے میں میلاد ناموں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس محنت کا ثمرہ یہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک کے گوشے گوشے میں آپؐ کے ذکر خیر کے ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں شیفتگی و عقیدت بڑھتی گئی اور وہ مختلف گمراہ کن تحریکوں سے دامن بچا سکے۔ مزید برآں ان میلاد ناموں کے ذریعے اہل علم و دانش کے سیرت کے باب میں تحقیق نتائج عامتہ الناس تک پہنچے۔ اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند جس میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے، محافل میلاد اور میلاد ناموں کی روایت نے سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو عام کیا۔ اگر یہ مجلسی صنف ادب ظہور میں نہ آتی تو مسلمانان پاک و ہند کی ایک بڑی تعداد سیرت رسول اکرمؐ سے اس طرح متعارف نہ ہوتی۔

محافل میلاد کے انعقاد سے امت مسلمہ کو ایک ایسا پلیٹ فارم میسا ہوا جس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ گھر گھر تذکار رسالتمآبؐ کی مشعلیں روشن ہوئیں بلکہ عہد بہ عہد رونما ہونے والے واقعات خصوصاً ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی ذہنی بحالی، عیسائی مشنریوں کی آمد اور رد عیسائیت کی تحریک، سر سید احمد خان کی عقلیت پسندی اور اس کا رد عمل، وہابی تحریک اور اس کے اثرات، دیوبند اور بریلی مکاتیب کا قیام اور ان کے اثرات، قادیانیت کا آغاز اور تحریک محاسبہ قادیانیت، تحریک مدح صحابہؓ، تحریک خلافت اور سیاسی تحریکیں (احرار، خاکسار، مسلم لیگ وغیرہ) مختصراً ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی سماجی، تہذیبی اور سیاسی زندگی میں جب بھی کوئی بڑا واقعہ رونما ہوا، اس کے اثرات اس زمانے کے جملہ اصناف ادب پر بھی پڑے بلکہ اگر بنظر غائر مسلمانان ہند کے ذہنی رویوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانان ہند نے دنیا بھر کے واقعات جن کا تعلق امت مسلمہ کے ساتھ تھا، انھیں بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انقرہ، بلقان اور تحریک خلافت وغیرہ کے مسائل اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالے کے موضوع کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو میں میلاد نامے کی صنف اور میلاد نامے کے حوالے سے لکھی جانے والی تصانیف سے اردو زبان و ادب خصوصاً دینی نثرو

شاعری میں گرانقدر اضافے ہوئے۔ مذہبی اور دینی الفاظ' اصطلاحات' علامات' تلمیحات' تشبیہات اور استعارات کا عام استعمال اور اس سے کئی قسم کے مضامین پیدا کرنا انہی میلاد ناموں کا ماحصل ہے۔ نیز سیرت کے موضوع کو سادگی کے ساتھ بیان کرنے اور عشق رسول اکرمؐ کے اظہار کے دل آویز قرینے محافل میلاد ہی کے سبب ممکن ہوئے۔ عصر حاضر میں اخبارات و رسائل کی سیرت و میلاد کی خصوصی اشاعتوں نے بھی میلادیہ موضوعات کو عام کیا ہے۔ خصوصاً ربیع الاول کے مہینے میں مذہبی رسائل اور اخبارات کے خاص نمبروں کی اشاعت ایک ایسی مبارک روایت کا درجہ اختیار کر چکی ہے جس کی وجہ سے سیرتی موضوعات اور میلادیہ نعتوں کی نہ صرف ترویج ہوتی ہے بلکہ روز بروز قلوب و اذہان پر ان کے نقوش گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ محافل میلاد کی ترتیب کے دیرینہ طریقے بدل چکے ہیں تاہم کسی نہ کسی شکل میں ان محافل کا انعقاد مسلم معاشرے میں آج بھی جاری و ساری ہے۔

عصر حاضر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی میلادیہ موضوعات کے فروغ و ارتقاء میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میلاد و سیرت کے موضوع پر ربیع الاول' معراج' لیلۃ القدر اور رمضان المبارک وغیرہ میں خصوصی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ محافل اعراس اور مختلف نجی و مذہبی تقاریب میں بھی میلاد اور درود و سلام سے اس کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔ اسی طرح ضلعی' صوبائی اور ملکی سطح پر منعقد ہونے والی میلاد اور سیرت کانفرنسوں اور سیمنارز سے اس کے کبھی نہ ختم ہونے والے امکانات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اردو میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کے اثرات دوسری پاکستانی زبانوں پر بھی پڑے۔ ان زبانوں پنجابی' سندھی' پشتو' بلوچی' براہوی' کشمیری اور سرائیکی وغیرہ میں بھی میلاد و سیرت اور نعت کی کتابوں کی قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ ان تمام عوامل نے بحیثیت مجموعی وطن عزیز میں ایک ایسی فضا کو جنم دیا ہے جس میں ادب نبویؐ کے روشن مستقبل کی جھلک واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ جہاں تک میلاد ناموں کی صنف کا تعلق ہے۔ ان کی روایتی شکل اور ترتیب پر بھی اس فضا کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر میں طبع ہونے والے سیرتی مواد سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کی صورت پہلے جیسی نہیں رہے گی۔ انسانی زندگی کی روز افزوں مصروفیات' سیرتی کتب و رسائل کی کثرت' ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی میلادیہ محفلوں کے سبب گھروں میں گذشتہ صدی کی سی فضا ممکن نہیں رہی' جن میں محافل میلاد کا کثرت سے انعقاد ہوتا تھا۔ تاہم قرینے اور سلیقے سے ان دنوں بھی محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے اور ان میں پرانے میلادیہ مواد کے ساتھ ساتھ بیان سیرت کے لئے نئے مواد پر مشتمل تقاریر سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اسی تذکار نے سیرت کانفرنسوں میں باقاعدہ تحقیقی مقالات کی شکل اختیار کر لی ہے۔ وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر اہتمام گذشتہ عشرہ سے منعقد ہونے والی سیرت کانفرنسوں میں ہربار سیرت نبویؐ کے کسی خاص گوشے کو خصوصی مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

میلاد و سیرت رسالتمآبؐ کے بارے میں آسان زبان میں مختصر کتابیں' سوال و جواب کے آئینے میں ذہنی آزمائش کے لئے لکھی گئی کتابیں' ولادت رسول اکرمؐ کے بارے میں خصوصی میلادیہ و نعتیہ کیسٹوں

کے پس منظر میں میلاد ناموں کے اثرات آج بھی نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

عصر حاضر میں میلاد کا نثری حصہ سیرت کی مختصر کتابوں میں ظہور پذیر ہو رہا ہے اور شعری حصہ میلاد و سیرت کے موضوعات پر لکھی ہوئی منظومات میں لو دے رہا ہے۔ عصر حاضر کے کئی نعتیہ مجموعوں میں آپؐ کی ولادت مبارکہ اور عید میلاد النبیؐ کے ضمن میں علیحدہ باب بنائے جا رہے ہیں مثلاً خلیق قریشی کے نعتیہ مجموعہ "برگ سدرہ" میں عید میلاد النبیؐ سے متعلق منظومات کا علیحدہ باب ہے اور حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعہ "صلو علیہ و آلہ" میں صبح سعادت (ص ۱۰۹ تا ۱۱۱) اور عید میلاد النبیؐ (ص ۱۱۲ ۔ ۱۱۳) کے عنوانات سے ہدیہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ میلادیہ منظومات کے سلسلہ میں نمایاں تبدیلی یہ آئی ہے کہ اب شاعروں کے اظہار کا ذریعہ مسدس اور مخمس کی بجائے قصیدہ ہے۔ قصیدہ کے ساتھ دوسری صنف جسے آج بھی سیرتی موضوعات کے اظہار لئے استعمال کیا جا رہا ہے' مثنوی ہے۔ قصیدے کی ہیئت میں نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ کا بیان' آپؐ سے محبت کا اظہار' آپؐ کے سراپا مبارک کا بیان آج بھی میلادیہ کیسٹوں کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ میلاد ناموں کے آغاز میں جو حیثیت مولود خواں کی تھی۔ عصر حاضر میں کہیں کہیں وہ جگہ کیسٹ نے لے لی ہے۔ ان دنوں بعض محافل اس انداز سے ترتیب دی جاتی ہیں جہاں پہلے سے تیار شدہ (PRE-RECORDED) خطاب کو سن کر حظ اٹھایا جاتا ہے۔ مارکیٹ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی آڈیو کیسٹس دستیاب ہیں' جن میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے معروف صداکاروں نے سیرت رسول اکرمؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے اور ان میں معروف نعت خوانوں کی پڑھی گئی میلادیہ نعتوں اور درود و سلام کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی محافل میلاد کی ویڈیو کیسٹس بھی مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ' سقوط ڈھاکہ ۱۹۷۱ء' اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۴ء' تحریک محاسبہ قادیانیت ۱۹۷۴ء' مسئلہ کشمیر و فلسطین اور جنگ افغانستان ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے ایسے واقعات ہیں جنھوں نے نہ صرف مسلمانان پاکستان پر گہرے اثرات ڈالے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ملکوں میں اسلامی اتحاد کی ضرورت کو نمایاں کرتے ہوئے مسلمانوں میں اجتماعی وحدت کے تصور کو بھی اجاگر کیا۔ یہ دور نہ صرف سیاست بلکہ ادب میں بھی صحیح معنوں میں احیائے اسلام کا دور ہے۔ مسلمان دانشور اور شاعر جہاں ایک طرف اپنے شاندار ماضی کا گہرا شعور رکھتے ہیں' وہاں مستقبل کے تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے رونما ہونے والے نئے حالات و واقعات کو سیرت رسول اکرمؐ کے خاص تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔

مطالعہ سیرت کے بڑھتے ہوئے ذوق اور پھیلتے ہوئے شوق کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں میلادیہ موضوعات کو بھی فروغ حاصل ہو گا اور میلاد ناموں کی نئی نئی شکلیں سامنے آئیں گی۔ اردو قدیم و جدید میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کا اول و آخر مقصد یہی ہے کہ سننے والوں کو آسان زبان میں سیرت رسالتمآبؐ کے واقعات سنا کر ان کے اندر دین سے وابستگی اور نبی کریمؐ سے والہانہ شیفتگی کو فروغ دیا جائے' بقول اقبالؒ:

آٹھواں باب

متفرقات

(i) خواتین کے میلاد نامے (ii) نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے
(iii) غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات (iv) دنیائے اسلام میں
جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

متفرقات

○ خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

میمونہ گورکھپوری / نجمہ اختر بانو سہروردیہ / نور بیگم بدایونی / بیگم شمس / زاہدہ خاتون / میمونہ سلطان بیگم / کبیرالنساء بیگم شفیق / انیس فاطمہ خوش گڑھی / شمسی عباد الرحمٰن / ام زبیر / سیدہ فاطمۃ الزہرا بلگرامی۔

○ نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ / مولود النبیؐ / نامعلوم شاعر کا معراج نامہ / دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ / معجزات نبویؐ / قصیدہ باز و فاختہ / نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ / وفات نامہ نامعلوم مصنف / وفات نامہ نامعلوم / رحمۃ الرحیم فی ان کان میلاد النبی الکریمؐ / مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف / کشش مصطفیٰؐ / گلدستہ معراج / سراج منیر فی میلاد سید البشیر والنذیرؐ / میلاد سعدی / نور نامہ رسول مقبولؐ / مولود دلپسند / میلاد دین محمدیؐ / منظوم میلاد رسول مقبولؐ۔

○ غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات

جگن ناتھ کمال کرتارپوری / سردار بشن سنگھ بیکل / چمن لال چمن / کالی داس گپتا رضا / نوبت رائے شوخ / پنڈت جگن ناتھ آزاد / سرکشن پرشاد شاد / شیام سندر باصر کاشمیری / چاند بہاری لال صبا ماتھر / لالہ رام سروپ شیدا / کنور مہندر سنگھ بیدی سحر / شفیق اورنگ آبادی /

○ دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

جشن میلاد النبی مکہ مکرمہ / مدینہ منورہ / بغداد / جنوبی افریقہ / شہر اربل / مصر / یمن اور شام / تلمسان / لیبیا / حیدر آباد دکن / عہد شاہ جہاں میں عید میلاد النبیؐ / دہلی، آگرہ اور لکھنؤ وغیرہ / برصغیر میں جشن اور محافل میلاد / پاکستان میں جشن عید میلاد النبیؐ۔

خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس حصے میں خواتین کے میلاد ناموں کا مختصر جائزہ شامل کیا گیا ہے۔ کئی خواتین نے میلاد نامے لکھ کر نبی کریمؐ سے اپنی دلی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ ان میلاد ناموں میں اکثر و بیشتر خواتین کا مطمح نظر الفاظ کا انتخاب نہیں رہا بلکہ اپنے پر خلوص اور صداقت پر مبنی جذبات و احساسات کی ترجمانی ہے۔ اس فطری انداز بیاں میں کیف و درد اور سادگی و صفائی کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔

خواتین شاعرات کی میلادیہ منظومات بھی موجود ہیں۔(۱)

میمونہ گورکھپوری (م ۱۹۱۰ء)

میمونہ گورکھپوری نے زنانہ مولود شریف بعنوان "تحفہ خواتین فی میلاد ختم المرسلین" لکھا۔ اس پر سید ممتاز علی نے تہذیب نسواں میں تبصرہ شائع کیا۔(۲) اور بعد میں اس تبصرہ کو سبیل الرشاد میں شامل کر لیا گیا۔(۳)

یہ میلاد نامہ بڑی تقطیع کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات عام میلاد ناموں کی طرح ہیں۔ اور اسے مولوی ہدایت اللہ کتب فروش گورکھپور نے چھپوایا۔ سید ممتاز علی نے تبصرہ میں لکھا ہے کہ مولود شریف کی کتابوں میں آرائش لفظی پر زور دیا جاتا ہے اور روایات بے سند اور بے سروپا بیان کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کی تعریف میں آپؐ کی زلفوں' رخسار اور پیشانی کی تعریف میں ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے جو اچھا معلوم نہیں ہوتا اس لئے میلاد کی کتابیں نہایت احتیاط اور اعلیٰ درجے کی خوبیوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔"(۴)

نجمہ اختر بانو سہروردیہ

نجمہ اختر بانو کلکتہ کے سہروردی خاندان کے مولانا عبیداللہ عبیدی کی دختر نیک اختر' سر زاہد سہروردی کی اہلیہ' حسن شاہد سہروردی اور حسین شہید سہروردی' سابق وزیر اعظم پاکستان کی والدہ ماجدہ تھیں۔(۵)

نجمہ اختر کے زیر مطالعہ خصوصیت کے ساتھ مولانا راشدالخیری کی مشہور تصانیف غم زندگی اور صبح زندگی وغیرہ رہیں۔ اسی وجہ سے مرحومہ راشدالخیری سے زیادہ متاثر تھیں۔ نجمہ کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں کوکب دری (میلاد نامہ) اور آئینہ عبرت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کوکب دری مرحومہ نے ۱۹۰۰ء میں مرتب کیا۔ اس میلاد نامے کی تلخیص شفیق بریلوی نے "خاتون پاکستان" رسول نمبر میں پیش کی ہے۔(۶) یہ میلاد نامہ ۱۹۳۵ء میں کراچی سے دوبارہ طبع ہوا۔(۷) اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات زندگی' عرب کے زمانہ جاہلیت کے واقعات اور میلاد النبیؐ کے موقع پر پند و نصیحت کی مثالیں بڑے دلپذیر اور نہایت سبق آموز انداز میں قلمبند کی گئی ہیں۔ فارسی اور اردو اشعار کے برمحل استعمال نے قارئین کی دلچسپی میں دوچند اضافہ کر دیا ہے۔ علامہ وحشت کلکتوی' آرزو لکھنوی اور ناطق لکھنوی نے اس کتاب کی تصنیف پر تحسین آمیز کلمات لکھے ہیں۔ یہ میلاد نامہ نہایت شستہ و سلیس زبان میں لکھے جانے کی وجہ سے بہت مقبول ہوا۔ اس کے مضامین اور عنوانات دیگر میلاد ناموں جیسے ہیں۔ اس میں فضیلت ذکر میلاد کے علاوہ نبی کریمؐ کے خصائل اور اوصاف حمیدہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

نور بیگم بدایونی

نور بیگم بدایونی کا لکھا ہوا زنانہ مولود شریف بعنوان "نبی جی کی خوشی" چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن نظامی پریس بدایوں سے چھپا اور چھٹا ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں رفاہ عام پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میلاد نامے میں مصنفہ نے دقیق اور مشکل الفاظ سے بچنے کی کوشش کی ہے نیز میلادیہ کلام میں زلف و رخسار کی عام روش کے مطابق تعریف کرنے سے احتراز کیا گیا ہے اور اس میں جس قدر کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کو بطور خاص اہمیت دی گئی ہے۔ بیان ولادت میں پرانی مولود کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سید ممتاز علی نے اس میلاد نامے پر میمونہ گورکھپوری کے مولود شریف کے ساتھ ہی تبصرہ کیا ہے۔(۸)

بیگم شمس

بیگم مولوی محمد شمس الدین، تحصیلدار بدھونہ ضلع اٹاوہ نے میلاد نامہ بعنوان "عید میلاد" لکھا ہے۔ اس میں میلاد نبوی" درود شریف کے فضائل، اور معراج شریف کے حالات مختصر کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس میلاد نامہ کا انتساب مولوی سید ممتاز علی کے نام ہے۔ عورتیں اور بچیاں اسے پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ یہ میلاد نامہ ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال اشاعت ۱۹۱۸ء ہے اور دفتر "تہذیب نسواں" لاہور سے دستیاب تھا۔ اس میلاد نامے پر مولوی ممتاز علی نے ۳۔ اگست ۱۹۱۸ء کے "تہذیب نسواں" میں تبصرہ لکھا تھا۔(۹)

زاہدہ خاتون (م ۱۹۲۲ء)

زاہدہ خاتون شروانیہ کی ولادت دسمبر ۱۸۹۴ء میں بھیکم پور کے نواب سر مزمل اللہ خان کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر ہی میں ہوئی۔ شعر و سخن میں اپنی خداداد ذہانت سے ملکہ پیدا کیا۔ ۲۔ فروری ۱۹۲۲ء کو بعالم دوشیزگی انتقال کر گئیں اور خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

زاہدہ پاکیزہ سرشت اور پردہ نشین خاتون تھیں۔ عربی فارسی میں اچھی استعداد رکھتی تھیں۔ آئینہ حرم (۱۹۳۱ء) اور فردوس تخیل (۱۹۳۱ء) میں دارالاشاعت پنجاب سے طبع ہوئے۔ شاعرہ نے زاہدہ اور نزہت اور ز۔ خ بھی تخلص کیا ہے۔

زاہدہ نے بی بی آمنہ کو بستر مرگ پر دکھایا ہے۔ اس ماں کے دل کی حالت اور کیفیت کا اندازہ کیجئے، جو اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہے اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ رہی ہے۔ یہ ایک ایسا دلگداز مضمون ہے جو صحیح طور پر ایک عورت ہی کے ذہن میں آ سکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مرا پیارا محمدؐ کہاں ہے لاؤ ذرا
جمال مجھ کو میرے لال کا دکھاؤ ذرا
کنار شوق میں دل کے قریب بٹھاؤ ذرا
میرے لبوں سے وہ ننھے سے لب لگاؤ ذرا
میں اپنے پیارے کو جی بھر کے پیار تو کر لوں

دم وداع ذرا ہم کنار تو کر لوں

(۱۰)

چلی ہوں چھوڑ کے گدڑی میں گنج ہفت اقلیم
چلی ہوں چھوڑ کے اک لعل ایک در یتیم
نہیں کسی سے کچھ امید ہے تو ہم ہی ہم
کرم کرم مرے معبود میرے رب کریم
ترے کرم سے یہ بچہ اگر جواں ہوگا
یقیں ہے قوت اجسام ناتواں ہوگا
سنی اگرچہ بغور اس نے شرح رنج و ملال
مگر ہوا متزلزل نہ پائے استقلال
چھ برس کا سن اور ضبط نفس میں یہ کمال

(۱۱)

بچائیو نظر بد سے ایزو متعال
بتائے جاتی ہے ماں اس کی کنج تربت کو
تجھی کو سونپ رہی ہے تری امانت کو

(۱۲)

میمونہ سلطان بیگم

میمونہ سلطان بیگم (بھوپال) کا میلاد نامہ "ذکر مبارک" چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی بار علی گڑھ سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لاہور میں کتب خانہ پروفیسر علم الدین سالک میں موجود ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن صدیق بک ڈپو، لکھنؤ نے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔

اس میلاد نامے میں میلادی روایات کو اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

کبیر النساء بیگم شفیق

کبیر النساء بیگم شفیق کا میلاد نامہ "باغ سرور کائنات" چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اسے محمد شفیع بک سیلر طارق محل، کانپور نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا۔ اس میں عام میلادی روایات کے ساتھ مصنفہ کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔

انیس فاطمہ خوش گڑھی (م ۱۹۷۳ء)

خدیجہ الکبریٰ عرف انیس فاطمہ خوش گڑھی بنت مولوی عبدالروف وکیل لکھنؤ نے "مولود نورانی"

۱۹۲۳ء میں لکھا۔ اور پہلی بار ۱۹۸۳ء میں مکتبہ نورانی لکھنؤ نے شائع کیا۔ بیان میلاد نثر میں ہے۔ امیر نورانی اور حفیظ جالندھری کے سلام اور دیگر چند منظومات بھی شامل ہیں۔ اس کے مندرجات درج ذیل ہیں:
برکات محفل میلاد' حمد و ثنا' رحمت دو جہان' بعثت سے پہلے دنیا کی حالت زار' ذکر پیدائش نور محمدیؐ' آنحضرتؐ کا سلسلہ نسب' سیدنا اسمٰعیلؑ کا واقعہ' بنیاد کعبہ' اصحاب فیل کا واقعہ' عرب میں نبی کریمؐ کی بعثت کا سبب' نبی کریمؐ کی محبت و اطاعت' اخلاق و عادات نبویؐ' آثار ولادت' دعائے خلیلؑ' نوید مسیحاؑ' ولادت باسعادت' شاہ نامہ اسلام سے حفیظ جالندھری کے میلادیہ اشعار اور سلام' سلام نورانی (امیر نورانی خوش گرمی)' آخر میں چند ارشادات نبویؐ اور پھر قرآنی دعائیں شامل کی گئی ہیں۔ تاکہ میلاد کے اختتام پر ان دعاؤں کو پڑھا جائے اور جس پر سامعین محفل آمین کہتے جائیں۔ امیر نورانی کے سلام کا مطلع ہے:

تیرے ظہور سے پھیلی جہاں میں تابانی
تیرے ظہور سے پھیلا فروغ انسانی

مصنف نے مولود نورانی کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس بات کی ضرورت تھی کہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے کوئی ایسی کتاب ہو جس میں واقعات مستند ہوں نیز طرز بیان مروجہ میلاد ناموں سے مشابہت رکھتا ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کے پڑھنے ہی سے گریز کیا جائے۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر مولود نورانی لکھا گیا ہے' جس میں انتہائی اختصار سے نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت اور اس کے متعلق خاص خاص واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مستند و معتبر کتب سیرت ہی کو ماخذ قرار دیا ہے۔ زبان سلیس اور سہل استعمال کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے۔"(۱۳)

مولود نورانی تحقیقی انداز میں لکھا گیا ہے۔ اور سامعین کو قائل کرنے کے لئے اس میں معقول دلائل فراہم کئے گئے ہیں اور جا بجا حوالہ جات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں بارہ ربیع الاول دو شنبہ کے روز مکہ مکرمہ کے ایک ایسے مکان میں داخل ہوا' جہاں سرور کائنات کی محفل تھی اور ولادت باسعادت نیز معجزات رسالتؐ کا ذکر خیر ہو رہا تھا کہ اچانک کچھ انوار آسمان سے زمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب میں نے بنظر غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ان فرشتوں کے انوار ہیں جو اس متبرک محفل میں حاضر ہوئے ہیں۔"(۱۴)

آپؐ کی ولادت باسعادت کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو' اس میں اسلوب کی دل آویزی اپنی مثال آپ ہے:

"واقعہ اصحاب فیل کے تقریباً دو ماہ بعد ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل دو شنبہ کے دن عین صبح صادق کے وقت ختم نبوتؐ کے آفتاب جہاں تاب نے ہزاروں جاہ و

جلال کے ساتھ سایہ رحمت میں افق مکہ سے طلوع فرمایا یعنی سرور کائنات، فخر موجودات رحمتہ للعالمین سیدنا و نبینا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے خلعت وجود سے سرفراز فرمایا اور سارے عالم کو رحمت و برکت کی نورانی و غیر فانی شعاعوں سے منور کر دیا۔ یکایک سارے نظام عالم میں انقلاب آگیا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے بت زمین بوس ہو گئے۔ عرب کے لات و ہبل منہ کے بل گر پڑے۔ شاہ کسریٰ کے عظیم الشان محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کا وہ آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے جل رہا تھا، اچانک گل ہو گیا۔ کفر و شرک کی بنیادیں ہل گئیں۔ دنیا کے جہالت کدہ نے ہدایت و حکمت، علم و عرفان کی خوش خبری سنی۔ حق پرستوں کی پیشانیاں چمک اٹھیں۔"(۱۵)

اس میلاد نامہ میں اختصار کے باوجود بڑی جامعیت ہے۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اسلوب بیان چست اور متحرک نظر آتا ہے۔

شمسی عبادالرحمٰن (م ۱۹۸۲ء)

شمسی عبادالرحمٰن کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد شمسی" پہلی بار ۱۹۵۰ء میں رام کمار پریس لکھنؤ سے چھپا۔ یہ نثر کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں موقع و محل کی مناسبت سے جا بجا منظومات بھی شامل کی گئی ہیں تاکہ سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اس میلاد نامہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سیرت نبویؐ کی دو معتبر کتابوں یعنی سیرت النبیؐ (شبلی نعمانی) اور رحمتہ للعالمینؐ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) سے اس کی روایات اور واقعات ماخوذ ہیں۔ مصنف نے مستند اور محققانہ روایات کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر کے ان منتخب واقعات کو بڑے سلیقہ سے تحریر کیا ہے۔ میلاد شمسی کے اس انتخاب کے بارے میں لکھتی ہیں:

"اردو میں سیرت پر اس وقت سب سے زیادہ مستند و دلکش کتابیں سیرت النبیؐ (شبلی نعمانی) اور رحمتہ للعالمینؐ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) ہیں۔ یہ ان بزرگوں کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے کہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلامؐ کی سوانح اقدس کے پورے حالات اپنی صحیح و اصلی صورت میں اردو دان مسلمانوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان کی عبارتیں دقیق تنقیدی بحث، واقعات کی تفتیش اور مسائل کی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے محفل میلاد کی نشست میں مضامین و روایات کا انتخاب کر کے پڑھنا مشکل ہے۔ اس لئے میں نے نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا مستند تذکرہ انہی کتابوں سے اخذ کر کے سہل و عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو کم از کم خواتین کی محافل میلاد کے لئے مخصوص و مناسب ہو۔"(۱۶)

اس میلاد نامہ کی ابتداء حمد رب جلیل سے ہوتی ہے پھر اس کے بعد محفل میلاد کی برکات، عرب کا

مختصر حال' تہذیب و تمدن' رسم و رواج' ولادت باسعادت اور آپ کا حسب نسب بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے عنوانات کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دور اول میں آنحضرتؐ کے ابتدائی حالات' مدینہ کا سفر' جد امجد کی سرپرستی' محترم چچا کی کفالت' بحیرا راہب کا واقعہ اور حرب فجار کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ دور دوم میں آپ کا تجارت کا مشغلہ' شرک سے پرہیز' عبادت' حلیہ شریف اور حضرت خدیجہؓ سے شادی کے واقعات کا بیان ہے۔ دور سوم میں نبوت' تعلیمات الٰہی کے عملی نمونے' اخلاق محمدیؐ' خلق عظیم و خصائل پاکیزہ' حسن خلق' عدل و انصاف' سخاوت' رسول خداؐ کا ایثار' عفو و درگذر' بے زبانوں پر رحم و کرم' غلاموں پر شفقت' تعزیت و عیادت' حسن سلوک' پڑوسیوں سے برتاؤ' بچوں پر شفقت' اولاد سے محبت' عورتوں سے حسن سلوک اور مزاج اقدس میں سادگی کا ذکر ہے۔ دور چہارم میں معراج محمدیؐ' فرضیت نماز و روزہ' حق شفاعت' سلام اور تہنیتی نظمیں' آپؐ کے بارہ احکامات' دعا (عربی)' نبی کریمؐ کے پاکیزہ اقوال اور آپؐ کی حیات مقدسہ کے مشہور واقعات کا ترتیب وار تذکرہ کیا گیا ہے۔

مصنف کے طرز بیان کی دل آویزی و دلکشی کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

"آج کی "صبح سعادت" شب اول کے خواب کی تعبیر لائی ہے یعنی یتیم عبداللہ' جگر گوشۂ آمنہ" شاہ حرم' شہنشاہ کونین' ہادی دو جہاں عالم باطن سے عالم ظاہر میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت آمنہ (حضورؐ کی والدہ) حجرہ میں بیٹھی ہیں۔ ایک ننھا سا یتیم بچہ چھاتی سے لگا ہے۔ سینہ مامتا سے بھرا ہے اور وہ ایک ایسی رات کے تصور میں ہیں جو آج سے چند مہینہ پہلے ہزاروں خوشیاں اور لاکھوں مسرتیں لے کر آئی تھی۔ ان کے شوہر مکہ کے حسین اور نیک سیرت عبداللہ ان کے سامنے تھے' وہ خود بھی ایک خوبصورت تحفہ تھیں جو بنی زہرہ نے اسی رات قریش کو دیا تھا۔ آج وہ بیوہ ہیں۔ دنیا کی کوئی مسرت انہیں وہ خوشی نہیں دے سکتی جو وہ کھو چکی ہیں۔ لیکن ایک "در یتیم" ان کے شوہر کی یادگار ان کی گود میں ہے۔ آج مکہ کی وادیاں آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے جگمگا رہی ہیں۔ شہر مکہ کے اندر خانہ خدا کے پڑوس میں ایک شاندار مکان میں کسی بڑی تقریب کا اہتمام نظر آتا ہے۔ گھر کے بڑے احاطہ میں آگ جل رہی ہے' جس کے اونچے اونچے شعلے ہوا میں بل کھا رہے ہیں۔ نغموں اور قہقہوں سے سارا مکان گونج رہا ہے۔ عربی مہمانوں کے قافلے دور دور سے اس تقریب میں شریک ہونے آئے ہیں کیونکہ ان تیز مزاج عربوں کے ہاں ایسی محبت کی دعوتیں کبھی کبھار ہی ہوتی ہیں۔ شہر کے مہمان پرتکلف لباس پہنے ایک ایک دو دو کر کے آ رہے ہیں اور آگ کے گرد جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ کھانے کے بڑے بڑے طشت مہمانوں کے سامنے چنے جا رہے ہیں۔"(۱۷)

شمسی ضیاءالرحمٰن کا میلاد نامہ مذہبی معلومات کی حیثیت سے میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ایک شاندار اضافہ ہے۔ حسن عقیدت کے اظہار اور سادہ و شائستہ انداز بیان نے اسلوب کو موثر بنا دیا ہے۔

ام زبیر

ام زبیر کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد النبیؐ" ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ادارہ "بتول" لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔(۱۸)

اس کے مندرجات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں لیکن اس میں مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔ زبان و بیان کے لحاظ سے سادگی و سلاست کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا بلگرامی

سیدہ فاطمۃ الزہرا بلگرامی علمی و مذہبی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے اہلسنت والجماعت ہیں۔ اپنے خاوند سید آل احمد عابدی کے ساتھ ملتان میں مقیم ہیں۔ اور میلاد زہرا کے ناشر بھی وہی ہیں۔

میلاد زہرا خواتین کی محافل میلاد کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے، مصنفہ نے لکھا ہے:

> "اس میلاد نامے کے لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ میلاد النبیؐ سے متعلق روایات و واقعات کو سادہ، سلیس اور آسان زبان میں بیان کیا جائے اور اس سے نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے عام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ یہ میلاد نامہ میری حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت و عقیدت کا مظہر ہے۔"(۱۹)

یہ میلاد نامہ عام کتابی سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت اور طباعت بہت اچھی ہے۔ اور اسے محفل میلاد کی ایک نشست میں با آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ میلاد زہرا حمد باری تعالیٰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف، نماز کی اہمیت، سیرت نبوی، ولادت نبی کریمؐ، معراج النبیؐ، رمضان المبارک کی فضیلت، ستائیس رمضان المبارک، زکواۃ کا بیان اور حقوق العباد کے عنوانات شامل ہیں۔ ان موضوعات کو نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر نثری موضوع کے اختتام پر منظوم مدحت خیرالانامؐ ہے۔ میلاد نامہ کے اختتام پر ایک "مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات" ہے اور آخر میں درود تاج معہ اردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

مصنفہ نے فضائل درود شریف کے بیان میں لکھا ہے:

> "اگر کوئی بات بھول جائے یا کوئی چیز گم ہو جائے۔ گھر سے نکلتے وقت، خرید و فروخت کے وقت، دعا مانگتے وقت، بہرحال ہر ہر قدم پر درود پڑھنا بہت ضروری اور مفید ہے۔ اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ ابتدا کرے ایسی حمد و ثنا جو اس کے شایان شان ہو۔ پھر رسول مقبولؐ پر درود بھیجے۔ اس کے بعد دعا مانگے، وہ کامیاب ہو گا اور اپنے مقصد کو پہنچے گا۔ اے میری پیاری بہنو! درود شریف پڑھنے کے بے انتہا

فوائد ہیں۔ نہ معلوم کس وقت کا پڑھا ہوا اور کس میت کا پڑھا ہوا پسند آ جائے۔ ایک دفعہ بھی پسند آ جائے تو بیڑا پار ہے۔ ہم سب کا فرض اولین ہے کہ جب حضور پاکؐ کا ذکر آ جائے یا آپؐ کا نام مبارک کسی کی زبان پر آئے تو ہم سب کو چاہئے کہ حضور مقبول پر درود و سلام بھیج کر ثواب دارین حاصل کریں اور نہ پڑھ کر مفت میں گنہگار نہ ہوں۔ غالباً یہاں پر یہ بتا دینا چاہئے کہ ہم خواہ کتنا ہی گناہ کریں۔ ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک دفعہ درود پڑھ لینے سے ہماری مغفرت ہو جائے گی اور ہمارے سارے گناہ کبیرہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جائیں گے بلکہ یہ سب باتیں ہمارے ایمان اور نیت و عمل سے دیکھے جائیں گے۔ تمام مغفرت کا دار و مدار اس مالک حقیقی کے قبول کر لینے پر ہے کیا معلوم کونسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف فرما دے اور کسی کا ایک دفعہ کا درود پڑھنا ہی پسند آ جائے اور وہی درود بندے کی مغفرت کا باعث بن جائے۔"(۲۰)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان میں رقم طراز ہیں:۔

"عرب کی سرزمین شہر مکہ میں حضرت عبداللہ کے گھر ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ عالم انسانیت کا وہ نجات دہندہ پیدا ہوا۔ جس کی بشارت تمام انبیاء علیہ السلام دیتے چلے آئے تھے۔ جو فطرت کا بہترین شاہکار تھا۔ جو فخر آدم و حوا اور فخر نوع انسانی تھا۔ جس کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری کائنات اس کے نام نامی کی وجہ سے پیدا کی گئی۔ جس ذات کا دنیا کو ایک عرصہ سے انتظار تھا اور جس کی پیدائش کا جن و ملک' انسان و حیوان سب انتظار کر رہے تھے جو نہ صرف انسانوں بلکہ تمام کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا اور اپنے ساتھ نور ہدایت اور ایک صحیفہ آسمانی لے کر آیا جو ابدالاباد تک دنیا کو صراط مستقیم دکھلاتا رہے گا۔ جو غریبوں اور بیکسوں کا سہارا ہے جو حق و صداقت کا پیکر اور ضلالت و گمراہی کو دور کرنے والا ہے جو اس تاریک دنیا میں ہدایت کی روشن مشعل ہے۔ جو انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ جس کی شریعت تا قیامت زندہ رہے گی۔ اور انسانیت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ حضور پر نور فخر عالم سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور منصب جلیلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح فرمایا ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔"(۲۱)

اس کے بعد سلام ہے جو مصنفہ کا تحریر کردہ ہے بلکہ میلاد زہرا میں جس قدر مدحت خیرالانامؐ شامل ہے۔ وہ سب ان کی اپنی کاوش ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہر مرض کی دوا ہے صل علیٰ محمدؐ

مومن کا حرز جاں ہے صل علیٰ محمدؐ
دنیا میں شاد ہو گا عقبیٰ میں ہو گی بخشش
جس لب پہ ہو گا جاری صل علیٰ محمدؐ
ہو مرض کوئی بدنی یا روح کی ہو کلفت
سب کے لئے ہے شافی صل علیٰ محمدؐ
ہو رات یا کہ دن ہو اور شام یا سحر ہو
ورد زباں ہو زہرا صل علیٰ محمدؐ
(۴۲)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں ایک نظم سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

حق کے پیارے نبیؐ آج پیدا ہوئے
وہ جمیل الشیمؐ آج پیدا ہوئے
نام لوحِ ازل پہ لکھا آپؐ کا
وہ شفیع الاممؐ آج پیدا ہوئے
سدرۃ المنتہیٰ ہے مقام آپؐ کا
وہ حبیبِ خدا آج پیدا ہوئے
ختم کر دی نبوت تھی محبوب پہ
خاتم المرسلینؐ آج پیدا ہوئے
بھیج زہرا تو ان پہ درود و سلام
فخرِ جن و بشر آج پیدا ہوئے
(۴۳)

شاعرانہ طرزِ بیاں اور نزاکتِ تخیل کے اعتبار سے ان کی منظومات عام فہم اور مقبولِ خاص و عام ہیں۔ اشعار میں خلوص کی چاشنی موجود ہے۔ اور محض رسمی طور پر انھیں نظم نہیں کیا گیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تصدیق کر عمل سے زہرا تو پانچ وقت
اور سوچ لے کہ دین کی قوت نماز ہے
(۴۴)

ہو زہرا پہ نظرِ کرم اب خدا را
کہ ہم بھی ہیں آخر تمہارے محمدؐ

(۲۵)

جمال خدا ہے جمال محمدؐ
ہوا ہے نہ ہوگا مثال محمدؐ

(۲۶)

شافع روز محشر رسول خدا
کاش زہرا کی بخشش ہو روز جزا

(۲۷)

آپ ہی ختم رسل شافع روز محشر
تری زہرا کا یہ ایمان رسول عربی

(۲۸)

اب تو مایوس ہے دوری سے بہت ہی زہرا
اپنا دیدار کرا دو شہِ ابرار مجھے

(۲۹)

ہدایت مل گئی ہم کو دریچے کھل گئے دل کے
لبوں پر نام جب آیا تمہارا یارسول اللہؐ

(۳۰)

میلاد زہرا میں شامل مضامین اور منظومات بہت آسان اور عام فہم ہیں۔ نبی کریمؐ سے دعا کی طلب و آرزو' ان کی استدادِ طلبی کا حاصل ہے۔ ختم نبوت کی تحاریک کے زیر اثر ان کے میلاد نامہ میں خصوصیت سے آپؐ کی "شان ختم رسل" کا اظہار جا بجا ملتا ہے۔ دربار رسالتمابؐ میں ان کے استغاثے وقیع اور موثر ہیں۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے آج بھی میلاد زہرا خواتین میں خاصا مقبول ہے۔ اور خواتین کی محافل میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

اس حصے میں ان میلاد ناموں کو شامل کیا گیا ہے جن پر مصنفین کے نام نہیں ہیں البتہ ناشرین کے نام اور پتے موجود ہیں۔ یہ میلاد نامے بالعموم کسی کی فرمائش پر لکھے یا شائع کیے گئے تھے۔ زبان و بیان اور زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھ کر انھیں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ

کتب خانہ آصفیہ میں قدیم دکنی اردو مخطوطات میں ایک نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ موجود ہے۔ کتاب کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ خط نسخ و نستعلیق میں معمولی خوشخط میلاد نامہ ۲۰۸ صفحات پر محیط ہے۔

درمیان میں جابجا نبی کریمؐ کی مدح میں میلادیہ منظومات ہیں چونکہ یہ کتاب ناقص الآخر ہے اس لئے نام کتاب و مصنف وغیرہ کا پتا نہیں چلا۔ اس کی ابتداء میں ولادت باسعادت رسالتمابؐ کے حالات ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کی حیات طیبہ کے دیگر واقعات اور معراج شریف کے حالات ہیں۔ اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۵۰ھ ہے۔ آغاز ان سطور سے ہوتا ہے:

"...... بہترین حیات اور خوب ترین طاعات کہ پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ حصول بہشت و نعمات ہووے"۔(۳۱)

اور اختتامی عبارت درج ذیل ہے:

"فرمایا اے جبرئیل حال موت کا معلوم نہیں شاید ایک برس پہلے تو یہ میسر نہ ہو پھر حکم آیا اگر ایک مہینہ پہلے توبہ کرے۔ فرمایا......"(۳۲)

مولود النبیؐ

"مولود النبی" کے نام سے قدیم دکنی زبان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے پتہ نہ چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے اور کس سنہ میں لکھا گیا ہے۔ عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی عربی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ متن اور ترجمہ یا شرح دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ متن سرخ روشنائی میں ہے اور ترجمہ سیاہ روشنائی میں ہے۔ موجودہ رسالہ ورق ۲ سے شروع ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو صفحے کم ہیں۔ اس کے آخر میں تمت "مولود النبی"(۳۳) اور تاریخ دوازدھم شہر شوال المکرم و سنہ ۱۲۰۷ ہجریہ (مطابق ۱۷۹۳ء) لکھا گیا ہے۔(۳۴) اس کے ۱۱۰ صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں۔

نامعلوم شاعر کا معراج نامہ

دکنی دور کے مخطوطات میں ایک مثنوی "معراج نامہ" کا نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲۲ اوراق پر مشتمل اس مثنوی کے قریباً ۳۳۰ اشعار ہیں۔ خط نستعلیق میں اور ناقص الآخر ہے۔ اس کے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم ہے۔ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

نبیؐ سوں امت سب کوی سانچی رہو
صدق سات کلمہ نبی کا کہو

کہ معراج نامہ کے سینو خبر
حکایت جو بولا ہوں میں مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھنے غزل
کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں شگل

(۳۵)

اس میں واقعہ معراج النبیؐ کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت و وضاحت ہے۔ ابتدائی کلام کا نمونہ وغیرہ ملاحظہ ہو:

اول نام اللہ جو بولوں ابد
ثنا اور صفت اس کی کر بیحد
ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہے
کر نسار قدرت میں کرتار ہے
کیا چاند سورج ستاری فلک
زمین آسمان حور جن و ملک
کہ پہلے سما کے سو دربان کون
کیا کھول بیگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ توں کون ہے
کہ آیا آدھی رات کیا کام ہے
کہا میں ہوں جبریل کچھ کام تھا
گیا تھا زمیں پہ جو فرمان تھا
کہ دربان بولا دوجا کون ہے
کہ محبوب حق کا نبیؐ خاص ہے
کہا مرحبا بیگی در کھول کر
تجھے دیکھنے میں کرم خضر
کہ اپرال پہلے طبق کے ملک
دیکھے نور کا وان پڑا سب جھلک
کہ صلوات بولے و کہتے سلام
دیئے جواب ان کو علیک السلام

(۳۶)

دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ

دکنی دور کے ایک اور معراج نامہ کی بمبئی یونیورسٹی کے مخطوطات میں نشان دہی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

الٰہی توں قادر ہے بیشمار کا
توں آدھار ہے سب نرا دھار کا

(۳۷)

اس مخطوطہ کی کتابت کے بارے میں لکھا گیا ہے:

"۱۵۔ دسمبر ۱۷۷۳ء کو میلا پور بندرگاہ میں نقل کی گئی۔"(۳۸)

اس مثنوی کے مصنف اور صحیح تاریخ تصنیف کی معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔

معجزات نبویؐ

مثنوی معجزات نبویؐ کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی اول و آخر سے ناقص ہے۔ اس لئے مصنف اور درست سال تصنیف کا پتا نہیں چل سکا۔ اس کا موضوع نبی کریمؐ کے معجزات ہیں۔ موجودہ حالت میں یہ اٹھارہ معجزات پر مشتمل ہے۔ مضمون کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں حمد کا پورا باب اور نعت رسالتمآبؐ کا کچھ حصہ غائب ہے۔ موجودہ نسخہ مناقب خلفائے راشدین سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد منقبت محبوب سبحانی اور پھر مناجات ہے۔ اس کے بعد اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ مناجات کے چند شعر حسب ذیل ہیں:

صحیح رکھ توں ہر آن اعضا مرے
نہ گردان ناقص کرم سوں ترے

توں کر عفو ماضی گنہ مجھ تمام
کرا حال نیکی کے حیری سوں کام

توں کر مصدر غور میرا ضمیر
نہ کر فعل بد کا توں طرف عذیر؟

مرا شعر معروف کر مثل دیں
نہ مجهول وصفاں ہویں حرف چیں

توں فاعل نہ کر مجھ برے کام پر
توں مفعول مجھ نیک انجام کر

(۳۹)

اس مثنوی کے کل اشعار قریباً ۱۳۶۰ ہیں۔ اس میں معراج نامہ معظم کی طرح اس کی سرخیاں بھی منظوم ہیں جو بذات خود ایک قصیدہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس میں اس قسم کے سولہ اشعار ہیں۔ اس کا پہلا اور آخری شعر حسب ذیل ہیں:

حمد خدا' نعت نبیؐ بولیا جنے سو اس اپر
واجب ہویا کرنا انے اب مدح چار یاروں کا

(۴۰)

یو او بیاں یک شخص نے حضرت کے یاراں تے کیا
دھر بغض اپنے دل منے مقتول ہوا تلوار کا
(۳۱)

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

شتابی تمیں اسوار ہو اس اپر
بلایا ہے تمنا خدا زود تر
محمدؐ نے تب اس پو اسوار ہو
چلے حق کے ملنے کوں تیار ہو
محمدؐ کے جبرئیل ہو ہمرکاب
چلے وہاں تمیں لے کو نبیؐ کوں شتاب
(۳۲)

قصیدہ باز و فاختہ

دکن میں دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے زمانے میں محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے نبی کریمؐ کے چند معجزات منظوم ملتے ہیں۔ ان میں جنوبی گجراتی اور علی کے منظوم معجزات کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

انہی منظوم معجزات کے ضمن میں ستر اشعار کی ایک مثنوی باز و فاختہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی سخاوت ایک قصہ کے انداز میں بیان کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ باز اور فاختہ کے روپ میں آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ فاختہ نے آپؐ کے حضور التجا کی یہ باز مجھے کھانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے باز کو منع فرمایا تو باز نے کہا کہ اگر آپؐ مجھے اپنے رخسار مبارک کا گوشت کھلائیں تو میں فاختہ کو چھوڑ دوں گا۔ اصحاب رسالتمآبؐ اور اہل بیت نے اپنا گوشت پیش کیا مگر باز نے قبول نہ لیا آخر جب آپ اپنا گوشت کاٹنے لگے تو پھر آپؐ کا دست مبارک باز نے تھام کر صحیح صورت حال عرض کی کہ ہم فرشتے ہیں اور صرف آپ کی سخاوت آزمانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ مثنوی کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ سن ۱۰۰۰ھ سے قبل لکھا گیا تھا۔ قصیدہ کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں:

چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر
کئے جا خدا کو یہ ساری خبر
الٰہی ہمیں کیا جو تعریف کرے
کہ پیارے حبیبؐ کی صفت کیا کرے
سخن صفت اوس کا سو اثبات ہے
کہ سب حال میں پاک او ذات ہے
کہیں کس زبان سوں جو تعریف ہم

کہ دریا بھرا نور ہے در میم

ہزاروں درود اور ہزاروں سلام
زباں پر محمد علیہ السلام
(۴۳)

نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ

"تولد نامہ منظوم" کے عنوان سے نامعلوم شاعر کے میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں زیر نمبر ۱۹۲۳ پنجاب یونیورسٹی لاہور ورق ۴۷ تا ۹۶ موجود ہے۔ اس کے عنوانات فارسی میں ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کاتب محمد مسلم ہے اور اس کی تاریخ کتابت ربیع الاول ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء درج ہے۔ چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

ہوئی چار سال حضرت کی عمر جب
کہا دائی خوشی کچھ میں کروں اب
نیا جوڑا شاہانہ میں پہناؤں
نبیؐ کو آج میں توشہ بناؤں
منگا کر پھول کے گجرے پہناؤں
بتاشہ شیرنی گھر گھر بٹاؤں
گرہ جو سال حضرت کے بڑھاؤں
خوشی کا ڈھول آنگنی میں دھراؤں
(۴۴)

وفات نامہ' نامعلوم مصنف

ایک وفات نامہ کا اسپرنگر نے ذکر کیا ہے۔ یہ عربی سے ریختہ میں ترجمہ ہے۔ اس کا ابتدائی شعر ہے:

وہی ہے سزاوار حمد و ثنا کے
کہ جس کی نہیں ابتدا انتہا
(۴۵)

اس میں کافی کی ایک غزل بھی موجود ہے مگر حاجی محمد حسین نے اسپرنگر کو بتایا کہ کافی اس مثنوی کا مصنف نہیں ہے۔ یہ وفات نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور یہ مخطوطہ کانپور میں ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں لکھا گیا تھا۔

وفات نامہ نامعلوم

منظوم "وفات نامہ" برہم پریس دہلی کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف اور سال تصنیف کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ اس وفات نامہ کے آخر میں مناجات فقیر ہے اور اس میں کسی فقیر نامی شاعر نے اپنے تخلص کے استعمال سے اس امر کی نشان دہی کی ہے۔ وفات نامہ کے عنوانات غلام امام شہید کے وفات نامہ سے ملتے ہیں۔ ان عنوانات اور اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا سال تصنیف ۱۸۵۷ء کے بعد کا زمانہ ہے۔ اس وفات نامہ کا شمالی ہند کے ابتدائی دور کے فقیر نامی شاعر جس نے نور نامہ لکھا تھا، عنوانات اور زبان و بیان کی وجہ سے، اس سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ کتابت میں املاء کی کافی اغلاط ہیں۔

بیان وفات ملاحظہ ہو :

عزیزو ذرا کھول کر گوش جان
وفات نبیؐ کا سنو تم بیان
محمدؐ کے غم میں جو آنسو بہیں
وہ آنکھیں نہ دوزخ میں ہرگز جلیں
کہا آ کے جبریئل نے یہ پیغام
کہ بھیجا ہے حق نے درود و سلام
کہا ہے پھر اکملت اللہ نے
کہ اوس کو پڑھوں آپ کے سامنے
ہوئیں یعنی اب نعمتیں سب تمام
یہیں ہے تمامی و ختم کلام
خوشی سے ہوا دل سب کا باغ باغ
ابوبکرؓ کا دل ہوا داغ داغ
ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے
پھر اتنے میں سب یار کہنے لگے
یہ کیا ہے سبب جو ابوبکرؓ یار
یہ پیغام سن کر ہوا زار زار
عمرؓ نے کہا کچھ تو اسرار ہے
جماعت کا ابوبکرؓ سردار ہے
وہی واقف راز خیر البشرؐ
خدا جانے ہے کس طرح کی خبر

(۳۶)

رحمتہ الرحیم فی ان کان میلاد النبی الکریمؐ

میلاد نامہ رحمتہ الرحیم مطبع ابو العلائی آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ ناقص الآخر ہے اور ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف کا نام نہیں مل سکا۔ سرورق پر حسب فرمائش شیخ ریاض الدین تاجر کتب' آگرہ لکھا ہوا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ کی تالیف ہے۔ زبان و بیان' کتابت و طباعت اور کاغذ کی خستگی و بوسیدگی سے بھی ان شواہد کو تقویت ملتی ہے کہ یہ پچھلی صدی کی تصنیف ہے۔

مولوی عبدالرحیم ہادی کے میلاد رحمتہ الرحیم سے اس میلاد نامہ کا نام تو ضرور ملتا ہے لیکن اس کے عنوانات و بیانات اس سے یکسر مختلف ہیں۔

نور نبویؐ کے بارے میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

"حضرت آدمؑ کے تمام بدن میں نور محمدیؐ ایسا روشن تھا کہ تمام جسم آدم کا نور کا پتلا بن گیا تھا۔ تمام فرشتے زیارت کرتے تھے۔ اس نور کی برکت سے آدمؑ کو حق تعالیٰ نے سب چیزوں کا علم دیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ تب آدم علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ یارب یہ کس کا نور ہے جو میری پیشانی پر چمکتا ہے حکم آیا کہ یہ ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے جو تیری پیشانی پر جلوہ افروز ہے' آپ کمال مشتاق ہوئے حکم ہوا کہ اپنے انگوٹھے کے ناخن پر دیکھو جب آدم نے دیکھا تو جمال مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آیا۔ آدم نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور درود پڑھا۔" (۳۷)

فضائل درود شریف کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

ہر مرض کی دوا درود شریف
دافع ہر بلا درود شریف

ورد جس نے کیا درود شریف
اور دل سے پڑھا درود شریف

حاجتیں سب روا ہوئیں اس کی
ہے عجب کیمیا درود شریف

آپؐ کے ساتھ حشر میں ہو گا
جس نے اکثر پڑھا درود شریف

جس لئے جو پڑھے وہ حاصل ہو
ہے یہ عقدہ کشا درود شریف

(۳۸)

اس میلاد نامے میں ہر نثری بیان کے بعد موقع و محل کی مناسبت سے موزوں منظومات موجود ہیں۔ اس اسلوب کی وجہ سے محافل میلاد اور دیگر مذہبی تقریبات میں پڑھنے کے لائق ہے۔

مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف

"مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف اور حالات غوث الثقلین اور کرامات شریف" اس میلاد نامہ کا پورا نام ہے۔ نام مصنف' سنہ تصنیف و طباعت درج نہیں۔ حاجی محمد عبدالقیوم تاجر کتب کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا اور مطبع قیومی کانپور سے طبع ہوا۔ کل صفحات ۱۷۸ ہیں۔ یہ میلاد نامہ دیگر کتب و رسائل میلاد سے بہت حد تک منفرد اور جدت و تنوع کا حامل ہے۔ اس میں ان تمام معاشرتی و سماجی برائیوں کو بیان کیا گیا ہے جن سے مال و دولت اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ ابتدائی حصے میں غوث الاعظمؒ کی کرامات اور شرف و فضیلت کا بیان ہے۔ واعظانہ رنگ غالب ہے' جس کی وجہ سے یہ میلاد سے زیادہ وعظ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

کشش مصطفیؐ

کشش مصطفیؐ ایک مختصر میلاد نامہ ہے جو مطبع مرتضائی آگرہ سے ۱۹۲۳ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کی روایات کے بیان میں بھی کسی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی میلاد خواں نے مختلف میلاد ناموں سے خوشہ چینی کرکے اس کو ترتیب دیا ہے اور اس میں عوام کی پسندیدگی کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ اس میلاد نامے کو منشی احمد حسین بیان متھراوی نے طبع کرایا ہے۔

گلدستہ معراج' نامعلوم مصنف

معراج نامہ "گلدستہ معراج" دین محمدی پریس' لاہور سے ۲۔ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ملک دین محمد' تاجر کتب کشمیری بازار' لاہور کی فرمائش پر شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری' لاہور میں موجود ہے۔

حضرت جبرئیلؑ شب معراج نبی کریمؐ کے پاس تشریف لاکر آپ کو جگاتے ہیں۔ نمونہ اشعار ملاحظہ ہو:

استراحت میں تھے مصروف شہنشاہ انام
خواب نے نرگسی آنکھوں میں کیا تھا آرام
دل میں کہتے تھے کہ بیشک ہے تردد کا مقام
ترک آداب ہے کس طرح جگاوے یہ غلام
ہوا جبرئیلؑ کو اس طرح سے واں پر الہام
بہر بیداری محبوب خدا کر یہ کام
اپنا منہ مل قدم پاک سے اے نیک انجام

ملتا جا منہ کو اور آہستہ کے جا یہ کلام
ہے یہ معراج کی شب اے میرے سرور جاگو
آیا جبرئیل ہے لینے کو پیغمبر جاگو
در پہ جبرئیل کھڑا ہے شہ انور جاگو
لو بلاتا ہے خدا تم کو پیمبر جاگو
غیرت مہر منیر و مہ انور جاگو
بخت پر آپؐ کے قرباں سکندر جاگو
چل کے بخشش کرو امت کی بلاتا ہے خدا
یہ شب قدر ہے اے شفیع محشر جاگو
(۴۹)

نثر کے نمونہ کے لئے براق کی تعریف سے مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

"تفسیر زاد المذکرین میں لکھا ہے کہ سر اس براق کا موتی کا اور کان زمرد کے اور ماتھا لعل کا۔ جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنکھیں اس کی لعل کی' ناک کہربا کی' ہونٹ مونگے کے' دانت موتی کے' گردن یاقوت کی' ایال زعفران کی' جب سر کو ہلاتا' مشک جھڑتی' پھریری لینے سے بالوں میں نور لہراتا' بال بال میں موتی پروے ہوئے۔ سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی' پیٹھ اس کی سونے کی' پیٹ چاندی کا' ہاتھ پاؤں زمرد کے' دم شاخ مرجان کی' دونوں بازو طرح طرح کے جواہرات سے جڑے ہوئے۔" (۵۰)

گلدستہ معراج' عام فہم انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے کم استعداد کے لوگ بھی اس سے کماحقہ' استفادہ کرتے رہے۔ اس میں واقعات کی ترتیب اور اسلوب بیان کی خوبی نے زیادہ سے زیادہ عامۃ الناس میں معراج النبیؐ کی افادیت اور اہمیت اجاگر کی۔ اس طرح سے ان میلاد ناموں کی بدولت سیرت نبویؐ کے زیادہ سے زیادہ گوشوں کو جاننے اور سمجھنے کا ذوق پیدا ہوا۔

سراج منیر فی میلاد سید البشیر والنذیرؐ

اس میلاد نامے کا عنوان قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے صرف انہی اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جو قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ بشیر و نذیر یعنی بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ زبان سلیس و رواں ہے۔

میلاد سعدی

میلاد سعدی' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ میلاد نامہ ۴۸ صفحات پر محیط ہے۔ سنہ

تصنیف و طباعت اور نام مرتب درج نہیں۔ اس میلاد نامے کا آغاز ایک حمد سے ہوتا ہے۔ یہ دراصل حمد و نعت کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ اور پورے میلاد نامہ کا دیباچہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد آداب محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کی برکات اور پھر نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پاکیزہ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے انبیاء پر آپؐ کے تفوق و فضیلت کا ذکر ہے۔ میلاد سعدی میں منقول روایات کے لئے کسی مستند کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے لیکن بغرض تحقیق اکثر کتب ہائے سیر کے مطالعہ سے پتا چلا کہ یہ تمام مذکورہ روایات من و عن ملتی ہیں۔ کہیں کہیں زور بیان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے یا پھر ایسی روایات ہیں جو دوسری کتابوں سے بعینہٖ نقل کرلی گئی ہیں۔ زبان و بیان عام طور پر وقت و ثقالت سے پاک ہے۔ بطور نمونہ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

> "ولادت نبی کریمؐ کا جب وقت قریب ہوا۔ دن نے آرزو کی کہ خداوند تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ سے مجھے مشرف فرما۔ رات کی تمنا تھی کہ یہ دولت ہائے سعادت مجھے حاصل ہو، اس وقت باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ اے لیل و نہار تم ہرگز غم نہ کرو۔ ہم نے تم دونوں کی دعا قبول فرمائی۔ اپنے حبیبؐ کا ہم ایسے وقت ظہور فرمائیں گے جب تم دونوں کے حصے اور جز شامل ہوں گے یعنی صبح صادق کے وقت حضور سرور کائناتؐ رونق افزائے محفل عالم ہوئے۔"(۵۱)

بحیثیت مجموعی مولود سعدی اپنے طرز نگارش اور روایات کے بیان کے لحاظ سے بہتر میلاد نامہ ہے۔

مولود سعدی کے نام سے مطبع مجتبائی لکھنؤ سے کئی بار چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں معراج اور فضائل نماز کا اضافہ ہے۔

نور نامہ رسول مقبولؐ

نور نامہ رسول مقبولؐ" رحمن برادرس، شارع لیاقت کراچی کا چھپا ہوا ہے۔ اس پر مصنف کا نام اور سال طباعت درج نہیں ہے۔

اس نور نامہ میں بیان ولادت، معراج، معجزات، وفات النبیؐ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی شامل ہیں۔

منظوم نور نامہ میں حمد و نعت کے بعد پیدائش نور محمدیؐ" رفتن نور پیش آب، باد، آتش و خاک، اسناد نور نامہ، شمائل النبیؐ عہد نامہ، مناجات ابوبکر صدیقؓ کے عنوانات ہیں۔ بیان ولادت میں فضائل و مراتب، شرف نسب، ولادت شریف، زمانہ طفلی، زمانہ شباب تا نبوت اور وفات مبارکہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ معراج کے بیان میں سارے واقعات منظوم ہیں، اس میں مکالمہ زمین و آسمان، دعاء فلک بجناب باری تعالیٰ، شب معراج، تشریف لے جانا حضورؐ کا عرش پر، قصہ یہودی منکر معراج، قصہ فرزندان جابرؓ اور علامات قیامت شامل ہیں۔ وفات نامہ، قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی منظوم ہیں۔ معجزات میں معجزہ شق القمر،

معجزہ درخت، معجزہ ہرنی، معجزہ مسجد اور معجزہ کھجور منظوم ہیں۔

نور محمدیؐ کے بارے میں چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

نبیؐ اور جبرئیلؑ اک دن تمام
تھے آپس میں با یک دگر ہم کلام
مگر فاطمہ بھی تھیں حاضر وہاں
نبیؐ سے کہا یہ کرو تم بیاں
کہ تم ہو بڑے یا کہ میں جبرئیل
مجھے اس کی بتلاؤ اب تم دلیل
یہ جبرئیل بولے نبی سے کلام
بڑے ہو تمہیں اے نبیؐ ذوالکرام
ولیکن تو ہوں عمر میں میں بڑا
کہ سن سال میرا ہے تم سے سوا
نبیؐ نے کہا اے اخی! جبرائیلؑ
بتا عمر کی مجھ کو اپنی دلیل
کہا پھر یہ جبرئیل نے اے رسولؐ
خدا کی تو درگاہ میں ہے قبول
مگر مجھ سے آگے تھا اک نجگا
ستارہ جو تھا حق نے پیدا کیا
ہوا قدرت حق سے جب وہ بلند
ستارہ جو تھا نور سے ارجمند
رہا وہ پڑا سال ستر ہزار
لیا پھر بلندی پہ اس نے قرار
نبیؐ نے کہا وہ مرا نور تھا
ستارہ جو دیکھا ہے تو نے سدا
سو اس سے پہلے مرا نور تھا
کہ لاکھوں برس پہلے موجود تھا
(۵۲)

نور نامہ کی تمام منظومات میں روانی ہے۔ اس میں ان بحور کی خاص موسیقیت کا بھی عمل دخل ہے۔ جو مجلسی ضروریات کے تحت لکھی جانے والی مثنویوں میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔

مولود دلپسند

مولود دلپسند ۱۹۳۹ء میں مطبع مجیدی' کانپور نے شائع کیا۔ اسے حاجی محمد سعید تاجر کتب' کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا۔ اس کی ابتداء آیات قرآنی اور درود تاج سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں:

فضائل درود شریف' قصیدہ عربی برزنجی شریف' نور نبویؐ کا بیان' عربی قصیدہ رسالتمابؐ' نعت بزبان اردو' قصیدہ نبی کریمؐ بزبان عربی' مخمس عربی' قصائد سرور کائنات' بزبان فارسی' روایات ولادت عربی زبان میں' ولادت مقدسہ' بیان تولد منظوم' قصیدہ سلام بزبان عربی' بیان تولد مع بیان وفات حضرت عبداللہ' قصیدہ قیام عربی اور اردو میں' میلادیہ منظومات' مناجات اردو' مناجات حضرت ابوبکر صدیقؓ عربی میں' اور مناجات در نعت رسالتماب' از لطف بریلوی۔

فضائل درود شریف سے نثر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

> "ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ بہشت کے راستے کو بھول جائے اور فرمایا نبی کریمؐ نے کہ تین شخص قیامت کے دن میرا منہ نہیں دیکھیں گے اول نافرمانی کرنے والے ماں باپ کی' دوسرے ترک کرنے والے میری سنت کو' تیسرے وہ شخص کہ اس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ وہ دوزخی ہے۔ فرمایا نبی کریمؐ نے جو شخص جمعہ کے دن بعد نماز عصر کے ۸۰ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے۔ اسی برس کے گناہ اس کے معاف کئے جائیں وہ درود شریف یہ ہے۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔**" (۵۳)

اس میلاد نامے میں روایات کے بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ نیز نزہت المجالس' بحرالرائق' فتاویٰ عالمگیری' فتاویٰ تیمیہ' تفسیر روح البیان' مدارج النبوت' جمع الجوامع' برزنجی شریف اور روضۃ الاحباب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کا کیا اچھا نصیب ہے جو محفل میلاد میں شامل ہو کر ذکر خیر سنتے ہیں۔ اور ثواب بے حساب بارگاہ رب العالمین سے پاتے ہیں:

مالک الملک لا شریک لہ
وحدہ لا الہ الا ھو
کر کے مالک کا شکر پڑھ کے درود
کرتا ہوں ذکر محفل مولود
مومنو یاں ادب سے آؤ تم
عطر خلت بسا کے لاؤ تم
ذکر خیر الوریٰ کی محفل ہے
مولد مصطفیٰؐ کی محفل ہے

جن کو سب انبیاء نے مانا ہے
ان کے مولد کا شادیانہ ہے
جہاں یہ ذکر خیر پاتے ہیں
لیکے رحمت فرشتے آتے ہیں
پڑھتے کثرت سے ہیں درود اس میں
کیوں نہ رحمت کا ہو ورود اس میں
(۵۴)

اس قسم کے میلادیہ قصائد و منظومات میں نادر خیالی اور جدت طرازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نثر میں بھی زور بیان ہے۔ عربی اور فارسی قصائد میں ایسی علمی اصطلاحات ہیں' جن کی صحیح تفہیم سے عام قابلیت کے لوگ محروم رہتے ہیں۔ عربی فارسی کے قصائد میں الفاظ و تراکیب کا شکوہ اور بے پناہ علمیت کا اظہار ہے۔

میلاد دین محمدیؐ

میلاد دین محمدیؐ کے مولف کا نام نہیں مل سکا۔ یہ میلاد نامہ ۱۹۰۵ء میں مجتبائی پریس' دہلی میں طبع ہوا۔ کتابت اعلیٰ درجے کی ہے۔ زبان نہایت سادہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ حنائی کاغذ پر طبع شدہ ہے۔ اس کی ضخامت ۱۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ عام میلاد ناموں کی روایات کے بیان کے علاوہ اس میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ بھی دیا گیا ہے۔ تاریخی انداز میں اہل عرب کی ایام جاہلیت کی بہت سی رسومات قبیحہ قلمبند کی گئی ہیں۔ میلادی روایات شواہد النبوت اور روضۃ الاحباب سے ماخوذ ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ مصنف نے سیرت ابن ہشام' مواہب اللدنیہ اور نزہت المجالس سے بھی استفادہ کیا ہے۔ نزہت المجالس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:

> "محترمہ آمنہؓ خاتون فرماتی ہیں کہ ایام حمل کے پہلے ماہ حضرت آدمؑ نے' دوسرے ماہ حضرت شیثؑ نے' تیسرے ماہ حضرت ادریسؑ نے' چوتھے ماہ حضرت نوحؑ نے' پانچویں ماہ حضرت ہودؑ نے' چھٹے ماہ حضرت ابراہیمؑ نے' ساتویں ماہ حضرت موسیٰؑ نے' بشارت تشریف آوری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی۔" (۵۵)

ایام رضاعت کے حالات اس میلاد نامے میں طبرانی اور بیہقی کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں:۔

> "حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میں جس وقت اپنے خاوند کے ہمراہ شیر خوار بچے کو ساتھ لئے پرورش اطفال کی خدمت تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے شہر مکہ آئی تو اس وقت قحط کا زمانہ تھا۔ میری اونٹنی دوسری اونٹنیوں سے کمزور تھی۔ اس لئے اپنے ہمرائیوں سے میں پیچھے رہ گئی اور میرے ساتھ والیوں نے امراء مکہ کے تمام بچے پرورش کے لئے لے لئے اور صرف ایک یتیم بچہ رہ گیا جس کو یتیمی کے باعث پرورش کے لئے کسی نے نہیں لیا۔ آخر جب تمام عورتیں مکہ سے لوٹ گئیں۔ تو میں

نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ خالی ہاتھ جانے کی نسبت یہ مناسب ہے کہ یتیم بچے کو ہی لے لیا جائے۔ میرے خاوند نے بھی یہ مشورہ قبول کر لیا۔ ہم دونوں عبدالمطلب کے گھر آئے اور چاند سے زیادہ خوبصورت بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور میں ان کے چہرہ مبارک کو زیادہ دیر تک دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔" (۵۶)

عصر حاضر میں سلیس و سادہ زبان میں شعراء و صوفیاء نے محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے بکثرت میلاد نامے لکھے جو اثر و تاثیر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے۔ ان میں بیشتر میلاد نامے ایسے بھی ہیں جو کسی مطبع کے مالک کی فرمائش پر لکھے گئے اور ان پر کسی بھی مولف یا مصنف کا نام نہیں ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں میں "میلاد دین محمدیؐ" بھی ہے۔

منظوم میلاد رسول مقبولؐ

منظوم میلاد رسول مقبولؐ مطبوعہ رحمان برادرس کراچی ہے۔ سامعین منظومات کو ازبر کر لیتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترنم، تاثر، صداقت اور موسیقیت موجود ہے۔ اس میں سے "معجزہ شق القمر" کا ایک ٹکڑا درج ذیل ہے:

"کسی اور راوی نے یوں ہے کہا
ہر اک پارہ مہ ہوا جب جدا
ہر اک ٹکڑے میں فرق اتنا ہوا
نظر بیچ میں آیا کوہ جدا
پھر اک دم میں ٹکڑا ہر اک آ ملا
قمر جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا
وہاں سب نے دیکھا جو یہ معجزہ
لگا کوئی کہنے کہ صلی علی
مشرف بہ اسلام یعنی ہوئے
بہت لوگ جادو کے دھوکے رہے
خصوصاً ابو جہل نے یوں کہا
ہے جادو صریحاً نہیں معجزہ
یہ دھوکا فقط ہے ہمارے لئے
نہیں ٹکڑے ہرگز ہوئے چاند کے
کہ ہم لوگوں کو ایسا آیا نظر
کہ دو ٹکڑے ہاں ہو گیا ہے قمر
زمین پر تو چلتے ہیں جادو سبھی

نہیں چلتا ہے آسماں پر کبھی
کوئی جادوگر کوئی ساحر ہو گر
نا جادو چلے گا کوئی چرخ پر
مگر ہے محمدؐ کا جادو بڑا
کہ بالائے افلاک چلنے لگا
ازل سے کیا حق نے جس کو شقی
بجا لائے کیوں کر وہ قول نبیؐ
خجل ہو کے آپس میں پھر یوں کہا
یوں ہی سحر کرتا ہے وہ برملا
یہ فرمایا حضرتؐ نے پھر ایک بار
کرو معجزہ کو نہ جادو شمار
بس حجت حق ہے تم پر تمام
تمہیں ہم نے سمجھا دیا والسلام"
(۵۷)

اسی طرح دوسرے معجزات بھی نہایت روانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مولف کا نام اور سال تصنیف و طباعت کا اس میں کہیں اندراج موجود نہیں۔

غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات

نبی کریمؐ سے عشق و محبت ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد و اساس ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نبی کریمؐ سے والہانہ وابستگی و شیفتگی کا صحیح اندازہ کرنا بے حد دشوار ہے کیونکہ آج مسلمان یقیناً وہ نہیں ہیں جو کبھی تھے۔ ان کے اوصاف کے جوہر درخشاں ماند پڑ گئے ہیں۔ لیکن اس اعتراف حقیقت کے باوجود مسلمانوں کے سینوں میں حب نبویؐ کا جذبہ بدستور محفوظ ہے بقول اقبالؒ:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروے ما ز نام مصطفیٰ است

مسلمانوں کے اس عشق رسالتمابؐ کے جذبہ نے لاکھوں غیر مسلموں پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ برصغیر میں اسلام ابتداء ہی میں پہنچ گیا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ صدیوں سے یکجائی اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے غیر مسلم اسلام سے متاثر نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات کے حسن اخلاق' انسان دوستی' مومن و کافر سے مساویانہ سلوک' رحم دلی' سخاوت' انصاف اور بنی نوع انسان کی بھلائی پر مبنی تعلیمات و ارشادات اور ان پر عمل ایسے اوصاف حمیدہ ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ نبی کریمؐ کے انہی محامد جمیلہ نے مسلم و غیر مسلم کو یکساں طور پر متاثر کیا۔ ان اثرات کے زیر اثر لاکھوں خوش نصیب مسلمان ہو گئے۔ لاکھوں کے عقائد و نظریات میں بنیادی تغیر پیدا ہوا۔ سینکڑوں اپنے عقائد پر قائم رہے لیکن نبی کریمؐ کے بارے میں مسلمانوں کی طرح محبت افروز جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

جنہوں نے اپنے الفت و محبت کے جذبات کو شعری قالب میں ڈھالا۔ ان کی مدحت خیرالانامؐ کے نمونے دکنی دور سے ملتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے سیاسی و معاشرتی عوامل کے زیر اثر غیر مسلم شعراء کی مدحت رسالتمابؐ کی روایت کو مقدار اور معیار کے اعتبار سے آگے بڑھایا۔ جدید علوم اور برصغیر کی سماجی و تہذیبی تبدیلیوں نے اہل قلم حلقوں میں رواداری کی فضا کو جنم دیا۔ مذہبی و ثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج تحسین پیش کرنے کا جذبہ فروغ پانے لگا۔ علامہ اقبالؒ کی نظمیں سوامی رام تیرتھ' نیا شوالہ اور نانک وغیرہ اسی جذبے کے تحت لکھی گئی ہیں۔

غیر مسلم شعراء میں مہاراجہ سرکشن پرشاد' پنڈت بال مکند عرش ملسیانی' جگن ناتھ کمال کرتار پوری' لالہ مرلی دھر شاد دہلوی' چاند بہاری لال' صبا ماتھر جے پوری' تلوک چند محروم' سردار کنور مہندر سنگھ بیدی سحر' جگن ناتھ آزاد' پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی' لالہ بیلی رام کشمیری تمیذ طالب بناری' منشی شنکر لال ساقی سہارنپوری' پنڈت ہری چند اختر' لالہ لچھمی نرائن سخا جے پوری' بابو شیام سندر ناصر کشمیری' چوہدری دلو رام

کوثری' رانا بھگوان داس' سردار گوربخش سنگھ' مخمور جالندھری' بابو روشن لعل نعیم' پنڈت تربھون ناتھ زار دہلوی' بابو کشور شوق رامپوری' لالہ امرچند قیس جالندھری' پنڈت جرنجیو لال فانی' لالہ چندی پرشاد شیدا دہلوی' پنڈت برجموہن لال زیبا امرتسری' لالہ پال گپتا وفا دہلوی' منشی پیارے لال رونق دہلوی' پنڈت جگن ناتھ پرشاد آنند' نردیو سنگھ اشک جالندھری' پنڈت کیشی لال خستہ دہلوی' لالہ چھوٹو مل نافذ دہلوی تلمیذ بیخود دہلوی' لالہ بہاری لال شانت' پرکاش ناتھ پرویز' رام جی لال گوندھر' بابو برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری' چمن لال چمن' پربھو دیال عاشق لکھنوی' پردیسی جی برہمچاری' سندر لال حمید تلہری' سردار شیر سنگھ غنیم فرخ آبادی' گوری پرشاد ہمدم' شریمتی رام پیاری دیوی لکھنوی' شریمتی بوادتی اہلیہ سردار بوڑ سنگھ بیر امرتسری' منشی مہادیو پرشاد سامی جبلپوری' ستیہ پال اختر رضوانی' کرشن لال موہن' برہم ناتھ دت قاصر گورداسپوری' منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی' شیش چندر سکسینہ طالب دہلوی' پنڈت رام پرتاپ اکمل' شوچرن داس اختر بھنگالوی' تیج ونت رائے ساحر ستامی' پنڈت اندر جیت شرما میرٹھی' لالہ سرداری لعل نشتر میرٹھی' لالہ رام سروپ شیدا' ہرگوپال تفتہ' یوگندر پال صابر' پنڈت آنند موہن گلزار دہلوی' لالہ سالک رام سالک' گوبند پرشاد فضا' اروڑہ رائے' پنڈت بشن نرائن حامی بریلوی' راجیندر بہادر موج' لالہ مدن لال ساحر اور شنکر لال ساقی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں وہ شعراء بھی ہیں جن کی منظومات مقامی حلقوں سے باہر نہ آسکیں یا مختلف مقامی اخبارات و رسائل میں طبع تو ضرور ہوئیں لیکن ان کا بکھرا ہوا کلام یکجا نہ ہو سکا۔ ہندو شعراء کے مدحت خیر الانامؐ کے حوالے سے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں "اذان بت کدہ" مرتبہ منشی محمد دین فوق' "ہندو شاعر اور دربار رسول" مرتبہ محمد محفوظ الرحمان اور "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" مرتبہ فانی مراد آبادی شامل ہیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کے نعتیہ کلام کا مجموعہ پہلی بار ۱۳۲۶ھ میں "ہدیہ شاد" کے نام سے شائع ہوا۔ عرش ملسیانی کا نعتیہ مجموعہ کلام ۱۹۵۳ء میں "آہنگ حجاز" کے نام سے چھپا۔

غیر مسلم شعراء نے محسن انسانیت کی اس دنیا میں تشریف آوری پر ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ چند شعراء کے کلام سے اشعار ملاحظہ ہوں:

جگن ناتھ کمال کرتار پوری

بڑی ہی منتوں کے بعد شام منتظر آئی
شب اندوہ و غم گذری سعادت کی سحر آئی
رہین ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی
کہ کانوں میں ندائے آمد خیر البشرؐ آئی
ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولہ اٹھا
ہر اک جانب سے شور آمد خیر الوریٰؐ اٹھا
ربیع الاول آتے ہی جہاں میں تازگی آئی
گلستان تمنا میں بہار سرمدی آئی

اسی کی بارہویں شب بھی بشان دلبری آئی
ندا یہ غیب سے آئی کہ روح زندگی آئی
مجسم ہو کے نور سرمدی آیا بشر ہو کر
جناب آمنہ کی گود میں آیا پسر ہو کر
غریبوں کے نہال آرزوئے دل میں پھل آئے
گرے مینار کسریٰ کفر و بدعت میں خلل آئے
بجھا آتش کدہ جب مظہر نور ازل آئے
زمیں چومی بتوں نے سجدے میں لات و ہبل آئے
امین آمنہ سے بزم ہستی جگمگا اٹھی
زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی
مبارکباد دینے کے لئے روح الامیں آئے
مبارک ہو کہ بزم دہر میں خلوت نشیں آئے
امین جنس وحدت آئے ختم المرسلینؐ آئے
محمد مصطفیٰؐ محبوب رب العالمینؐ آئے
وہ استاد ادب، عالی نسب، ماہ عرب آیا
وہ مقصود طلب، کل کا سبب، امی لقب آیا
(۵۸)

جگن ناتھ کمال کرتارپوری کے چند مزید اشعار ملاحظہ ہوں:

دنیا میں جب وہ ساعت اکرام آ گئی
اپنی جگہ پہ گردش ایام آ گئی
دن ڈھلتے ڈھلتے دھوپ لب بام آ گئی
تفسیر والضحیٰ کے لئے شام آ گئی
واللیل تھی شروع کہ خورشید چھپ گیا
چھپتا نہ کیوں، یہ مہر رسالت کا وقت تھا
کیا کیا نہ معجزے ہوئے وقت ورود میں
مصروف تھے ملائکہ ذکر و درود میں
مشغول تھے بشر بھی قیام و قعود میں
یعنی کہ ہست و بود تھے سجدہ سجود میں
کہتے تھے سب کہ صل علیٰ کیا ظہور ہے

تنویر ہے کہ جلی علیٰ شمع طور ہے
ظاہر جب آنحضورؐ کے انوار ہو گئے
آتش کدے تھے جتنے وہ فی النار ہو گئے
کسریٰ محل میں ڈھیر' وہ مینار ہو گئے
لات و ہبل بھی ساجد سرکار ہو گئے
نکلا جب آفتاب وجود حضور کا
گل ہو گیا چراغ' بتوں کے غرور کا
(۵۹)

سردار بشن سنگھ بیکل

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی' تری جب جلوہ آرائی ہوئی
ترے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشم منتظر
(۶۰)

چمن لال چمن

وہ جس کے آنے سے کھلی
دل کے گلستان کی کلی
پھر پھولنے پھلنے لگی
جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی' پھوٹی ہوئی (۶۱)

کالی داس گپتا رضا

نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں "میلاد" میں سوجھی اچھی
(۶۲)

شگفتہ ہے کلی کلی' حسین پھول پھول ہے
یہ روز بے مثال ہے' ولادت رسول ہے

(۶۳)

نوبت رائے شوخ

محمدؐ حبیب خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے

(۶۴)

پنڈت جگن ناتھ آزاد

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا' نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے' وہ فقیر آیا

(۶۵)

سرکشن پرشاد شاد

ملک عرب میں پیدا ہوا سرور ساری خدائی کا
کون ہوا ہے آج تک ایسا سرکاروں میں سرداروں میں

(۶۶)

شیام سندر باصر کاشمیری

دنیا کو تم نے آ کر پرنور کر دیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے

(۶۷)

جگن ناتھ آزاد کی نظم "عید میلاد" سے چند شعر

روئے گیتی سے مٹی کہتر و مہتر کی تمیز
ایک پیغام مساوات ملا آج کے دن
اور صحراؤں کی دنیا میں بھٹکنے نہ دیا
کارواں! تجھ کو ملا رہنما آج کے دن
عالم قدس سے مشکی ہوئی آئی جو نسیم
غنچہ' انساں کے مقدر کا کھلا آج کے دن
آب و گل ایک زمانے سے تھے مصروف دعا
رب اکبر نے سنی ان کی دعا آج کے دن

اس طرح خاک کی تقدیر کا تارا چمکا
ذرہ خاک تھا تاروں سے سوا آج کے دن
(۶۸)

چاند بہاری لال صبا ماتھر

عید میلاد النبیؐ کی بزم ہے آراستہ
آج ہونا چاہیے' اظہار شان مصطفیٰؐ
(۶۹)

چرن سرن ناز مانک پوری

موج بحر روشنی اٹھی' کرن بن کے چلی
آدمی کی شکل میں نور خدا پیدا ہوا
جس پہ بشر کو ناز ہے ایسا بشر پیدا ہوا
صاحب خرد پیدا ہوا' صاحب نظر پیدا ہوا
(۷۰)

ان میلادیہ اشعار کے بعد پنڈت جگن ناتھ آزاد' رانا بھگوان داس بھگوان' لالہ رام سروپ شیدا اور کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کے سلاموں سے اشعار ملاحظہ ہوں' یہ سلام بھی اظہار عقیدت کے دلپذیر نمونے ہیں:

پنڈت جگن ناتھ آزاد

سلام اے ظل سبحانی' سلام اے نور یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
سلام اے نازش و فخر و وقار آدم فانی
سلام اے بزم تاریک جہاں میں شمع نورانی
(۷۱)

رانا بھگوان داس بھگوان

السلام اے شمع انوار جہاں
السلام اے آئینہ دار کن فکاں
(۷۲)

لالہ رام سروپ شیدا

اے رسول پاک باطن' منزل حق آشنا
پیشوائے دین و ملت' حامئ ملک خدا
تیری الفاظ و معانی سے ہے بالاتر ثنا
شان میں تیری کہا شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ
بھیجتی ہے خلق خدا تجھ پہ یوں صدہا سلام
(۷۳)

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

سلام اے رہبر عالم پناہے
بدنیا و بہ عقبیٰ بادشاہے
سلام اے مظہر انوار ایزد
سلام اے خلقت عالم کے مقصد
سلام اے ناخدائے کشتی دیں
سلام اے عشق را قانون و آئیں
سلام اے رہبر گم کردہ راہاں
سلام اے ماحی عیب و گناہاں
سلام اے معرفت کی مے کے ساقی
سلام اے جلوہ انوار باقی
سلام اے دل کے اندر بسنے والے
سلام اے سب حسینوں سے نرالے
سلام اے درد پیدا کرنے والے
سلام اے سب کو اپنا کرنے والے
سلام اے مونس اپنے غم زدوں کے
سلام اے مالک اچھوں کے بدوں کے
سلام اے جنت طیبہ کے باشی
سلام اے غمزہ جلوہ پاشی
سلام اے صاحب جود و عطایا
سلام اے سب کے مولیٰ سب کے آقا
سلام اے کہنے والے فقر فخری
سلام اے بیکسوں کے یار و حامی

(۷۴)

ان غیر مسلم شعراء کے محبت پرور قلوب پر نظر ڈالئے جنھوں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سلام اور مدحت میں ایسے پاکیزہ اور ولولہ انگیز جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس راہ میں شرع، عقل اور جذبات تینوں میں مطابقت رکھنا، بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ ہندو اور سکھ شعراء نے اس راہ کی ذمہ داریوں کو کامیابی سے نبھایا ہے۔ لچھی نرائن شفیق نے اپنے معراج نامہ میں معراج کے واقعات شاعرانہ انداز میں بیان کئے ہیں۔ انھوں نے مثنوی کی ہیئت میں شعری التزام اور برجستگی کو ملحوظ رکھا ہے۔ غیر مسلم شعراء نے اپنی میلادیہ و مدحیہ منظومات میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے ہیں۔ اسلوب بیان میں عربی و فارسی کے الفاظ و تراکیب کہیں اجنبیت اور غیریت کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ ان شعراء کے کلام کی صفائی، برجستگی سلاست و روانی اور فنی مہارت ان کے پختہ و بالیدہ شعور کی روشن دلیل ہے۔ ترنم و موسیقی کے عناصر نے حسن و تاثیر میں کیف آور فضا پیدا کر دی ہے۔

شفیق اورنگ آبادی (م ۱۸۰۸ء)

لچھی نرائن نام، صاحب اور شفیق تخلص کرتے تھے۔ بڑے عالم و فاضل اور قادرالکلام شاعر گذرے ہیں۔ ان کے معراج نامہ کی سب سے بڑی فضیلت و خصوصیت یہ ہے کہ ایک غیر مسلم شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ الفاظ کا انتخاب مصرعوں کی برجستگی اور زبان کی صفائی دیکھنے کے لائق ہے۔ شاعر نے شب معراج کی کیفیت بڑے موزوں الفاظ میں بیان کی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

عجائب رات تھی وہ نور افشاں
کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشاں

کہوں گر رات اس کو، ہے تامل
کہوں گر، دن، تو عالم میں پڑے غل

غرض غفلت، سبھوں پر چھا رہی تھی
خرد، داروئے حیرت کھا رہی تھی

سفیر نیک پے، پیغام لایا
سلام حق کہا، اور یہ سنایا

در حجرہ پہ وہ آ جوڑ کر ہات
کہا سرور ترے پر حق کی صلوات

چل اٹھ اے شہ کہ ہے معراج تیرا
غنی بھی آج ہے محتاج تیرا

یہ معراج نامہ بڑا مختصر ہے اور صرف ۱۰۴ ابیات پر مشتمل ہے مگر کوزہ میں دریا سما گیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ خاص 'انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔(۷۵) انھیں آزاد بلگرامی سے تلمذ

کا شرف حاصل تھا۔ تصویرِ جاناں' ان کی ایک مشہور مثنوی ہے۔ یہ معراج نامہ بھی دراصل ان کی ضخیم مثنوی "آئینہ خانہ ممتاز" کا ایک حصہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۷۹۵ء میں لکھی گئی تھی۔ اس معراج نامہ کو مولوی عبدالحق رسالہ اردو میں مع تعارف شائع کر چکے ہیں۔(۷۶)

دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

مکہ مکرمہ میں میلاد النبیؐ

روز پیدائش نبی کریمؐ مکہ مکرمہ میں بڑی خوشی منائی جاتی اور اس کو عید یوم ولادت رسول اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ حرم شریف میں حنفی مصلی کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف لباس فاخرہ زیب تن کر کے آ موجود ہوتے۔ اور نبی کریمؐ کی جائے ولادت پر نعت خوانی کر کے آتے۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتیں۔ جائے ولادت اس روز بقعہ نور بنی ہوتی۔ ۱۱۔ ربیع الاول بعد نماز عشاء حرم شریف میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ ۱۱۔ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲۔ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱۔ توپ سلامی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا۔ مکہ مکرمہ کی تقریب میلاد کے بارے میں ماہنامہ "طریقت" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے موذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلی پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے نبی کریمؐ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔ مولد النبیؐ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مودب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت موثر طریقے سے سیرۃ النبیؐ بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجیہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالم انسانی کے اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجود ذات تھی۔ آخر میں ایک مقرر نے نعتیہ قصیدہ پڑھا۔ اس کے بعد سب نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان

میں سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے نبی کریمؐ کے اوصاف و شمائل بیان کئے۔ عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں' دفاتر اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے۔"(۷۷)

مکہ مکرمہ میں مولدالنبیؐ پر محفل میلاد کے انعقاد کا ذکر متعدد علماء نے کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی(۷۸)' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(۷۹)' شیخ قطب الدین الحنفی(۸۰)' جمال الدین محمد بن جاراللہ بن ظہیرہ(۸۱)' مفتی عنایت احمد کاکوروی(۸۲)' اور شیخ محمد رضا مصری(۸۳) نے ۱۲۔ ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں میلاد منائے جانے کے سلسلہ میں اپنی کتب میں نشان دہی کی ہے۔ نیز مولدالنبیؐ کی زیارت اہل مکہ کا صدیوں پرانا معمول تھا۔ امام ابوالحسین محمد بن احمد المعروف بہ ابن جبیر اندلسی (المتوفی ۶۱۴ھ) نے اپنے تاریخی سفر نامے میں مولدالنبیؐ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہے:

"مکہ کی زیارت میں سے ایک مولد پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس کائنات میں سب سے پہلے محبوب خدا کے جسم مقدس کو مس کیا اور اس میں اس ہستی مبارکہ کی ولادت مقدسہ ہوئی جو تمام امت کے لئے رحمت ہے۔ ہم نے مولد پاک میں داخل ہو کر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ اس مقدس جگہ کائنات کا سب سے مبارک اور طیب بچہ پیدا ہوا ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔"(۸۴)

برکات مولدالنبیؐ کے حوالے سے امام قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) رقم طراز ہیں۔

"مولد پاک معروف مشہور جگہ ہے۔ اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اس کی زیارت کی جاتی ہے۔"(۸۵)

مدینہ منورہ میں عید میلادالنبیؐ

بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں محفل میلاد مسجد نبوی میں ہوتی ہے۔(۸۶) سید محمد سلطان شاہ کے پاس مدینہ منورہ کے نور حسین کی ایک تحریر موجود ہے' جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ مدینہ منورہ میں بارہ ربیع الاول کو عید میلادالنبیؐ اہل محبت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناتے ہیں۔(۸۷) لوگ حرم نبوی میں جوق در جوق آتے ہیں اور ایام حج کا سا منظر ہوتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بتاتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ شاہ ضیاء الدین احمد مدنی روزانہ محفل میلاد کراتے تھے۔ مولوی نور اللہ بصیرپوری نے بھی اس کی تصدیق میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدینؒ نے قریباً ۷۵ سال جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں دیار حرم میں گذار دیئے اور انہوں نے آقا کی محفل میلاد میں کبھی کوتاہی نہیں ہونے دی۔ (حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے پیرو مرشد حضرت شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا

ہے۔ موصوف ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ کے قصبہ کلاس والا میں پیدا ہوئے۔ ۷۵ سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مدینہ منورہ میں جہاں کہیں محفل میلاد ہوتی۔ انہیں ضرور دعوت دی جاتی۔ ۲۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک سے دو گز کے فاصلے پر قبر شریف بنائی گئی' جہاں سے گنبد خضرا صاف نظر آتا ہے' وصال کے بعد بھی دید کی آرزو نہ گئی۔) ضیاء الدین احمد قادریؒ کے ہاں محفل میلاد کے بارے میں مولانا حسن الدین خاموش لکھتے ہیں:

"مولانا ضیاء الدین قادری کے یہاں محفل میلاد تھی' مدینہ منورہ میں اس قسم کے جلسے میں میری پہلی حاضری تھی' یہاں میلاد خواں کتاب لے کر نہیں پڑھتے' بلکہ یوں ہوتا ہے کہ باری باری سے چند لوگ نعتیہ کلام پڑھتے ہیں' اس کے بعد سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں' فاتحہ پڑھ کر تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ ہماری آج کی محفل خاصی پرکیف تھی کیونکہ حضرت شاہ غلام محمد خاں تشریف فرما تھے اور ان کے قوالوں نے جو ان کے ساتھ یورپ بھی گئے تھے سلام پڑھ کر بہتوں کو بے خود کر دیا' بس یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ہم غلام سلام عرض کر رہے ہیں' حاضرین کو تبرک کی شیرینی کے علاوہ نفیس پلاؤ اور زردہ کھلایا گیا' کھانے کے بعد مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب نے لکھنوی پاندان مع جملہ لوازمات ہمارے سامنے دھرا' ہم نے پان بنا کر کھائے۔" (۸۸)

بغداد میں میلاد النبیؐ

بغداد میں میلاد النبیؐ کی ابتداء کے بارے میں مولانا حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں:

"عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامراللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشفین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضہ میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔ سلطان کا لقب اور امیرالمومنین کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشفین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا۔ اس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لئے اس کو تاریخ کے صفحات میں جگہ ملی۔ عید میلاد النبیؐ کا آغاز اس سے کہیں پہلے ہو چکا تھا۔" (۸۹)

جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبیؐ

جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ ابراہیم عمر جیلو نے اپنے ایک مضمون تین عیدیں (THREE EIDS) میں جشن میلاد النبیؐ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون ڈربن (DURBAN) سے شائع ہونے والے "دی مسلم ڈائجسٹ" کی اشاعت دسمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا۔"(۹۰)

شہر اربل میں عید میلاد النبیؐ

شہر اربل میں قدیم زمانے میں عید میلاد النبیؐ منائی جاتی تھی۔ اس دن غرباء کو صدقات دیئے جاتے تھے اور روساء خیرات دیتے تھے۔ شیخ امام ابو شامہؒ نے لکھا ہے:

"ہمارے زمانے میں شہر اربل میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات' اظہار زینت' اور خوشی کی جاتی ہے' اس سے فقراء کی خدمت کے علاوہ نبی کریمؐ کی محبت' جلال اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمتہ للعالمینؐ جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔"(۹۱)

ملک مظفر الدین شاہ اربل ہر سال جس محبت و عقیدت سے مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اسی کے زیر اثر "التنویر فی المولد السراج المنیر" جیسی شاندار کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیش نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔(۹۲) ڈاکٹر صلاح الدین منجد لکھتے ہیں:

"سلطان مظفر الدین ابو سعید کو کبوری بن زین الدین علی بن بکتگین کا کبوری والئی اربل' جشن میلاد النبیؐ اتنے عظیم پیمانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (سرزمین دمشق پر حنابلہ کی بست بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی) میں ہوتا رہا ہو گا۔"(۹۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے محفل میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کا کبوری شاہ اربل (۵۳۹ھ ـ ۶۳۲ھ) کے حسن عقیدت کو سیرۃ النبیؐ میں پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۹۴)

مصر میں عید میلاد النبیؐ

مصر میں بھی قدیم دور سے سرکاری سطح پر عید میلاد النبیؐ منائی جا رہی ہے۔ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں:

"ہمارے زمانے میں بھی سلطانان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقوں میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں برابر میلاد نبویؐ سے متعلق بیانات ہوتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گذرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ'

اشرافیہ' کوئلہ بازار اور حسینیہ سے گذرتا ہوا عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے۔ عباسیہ میں وزراء و حکام کے لئے شامیانے نصب کئے جاتے ہیں۔ شاہ وقت یا ان کے نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ کی آمد پر فوج سلامی دیتی ہے پھر صوفیاء و مشائخ اپنے اپنے جھنڈے لے کر وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکر میلاد النبیؐ سنتا ہے۔ اختتام محفل پر مولود خواں کو بادشاہ شاہانہ خلعت عطا کرتا ہے پھر حاضرین میں شیرینی و شربت تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے بعد شاہانہ سواری پر بادشاہ کی مراجعت توپوں کی گونج میں ہوتی ہے۔ اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ بہترین آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔"(۹۵)

ایڈورڈ ولیم لین ربیع الاول ۱۲۵۰ھ میں قاہرہ گیا۔ اس نے وہاں منائے جانے والے جشن میلاد النبیؐ کا ذکر اپنی کتاب (Modern Egyptians) میں ان الفاظ میں کیا ہے:

(ترجمہ): ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی قاہرہ میں جشن میلاد النبیؐ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ برکتہ الافیکہ کے ایک بڑے میدان میں یہ جشن منایا جاتا ہے۔ تماشائیوں اور خصوصاً درویشوں کے لئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول کے دن تک ذکر و شغل کے لئے ان درویشوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔"(۹۶)

اس سے صدیوں پہلے محفل میلاد پر خرچ ہونے والے اخراجات کے بارے میں "انوار ساطعہ" میں ہے کہ ۷۸۶ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفل میلاد کے اہتمام کے لئے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔(۹۷)

اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعۃ اخوان المسلمون مصر' عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پر درد' روح پرور' ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں' جسے پاکستان میں ابوالاعلیٰ مودودی کے دست راست جناب خلیل احمد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

"مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو یکم ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع الاول تک معمولاً ہر رات ہم حصافی اخوان' میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس بنا کر باہر نکلتے' اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آگئی' ہم عادۃ عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے' دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغاں) سے جگمگا رہا ہے' اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ شلبی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی اس کے بعد ہم جلوس بنا کر نکلے اور بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ مروجہ مناقب' اور نظمیں (میلادیہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر واپس آگئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے جب اٹھنے لگے تو شیخ شلبی الرجال نے

بڑے لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا "انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ "روحیہ" کی تدفین کر لی جائے"۔

روحیہ شیخ شلبی کی اکلوتی بچی ہے' شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے' اس بچی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دوران کلام بھی اسے جدا نہیں کرتے یہ بچی نشوونما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم حیران رہ گئے' عرض کیا:

روحیہ کا کب انتقال ہوا! فرمانے لگے آج ہی مغرب سے تھوڑی دیر پہلے' ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی کم از کم میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے؟ کہنے لگے جو کچھ ہوا بہتر تھا اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگ مسرت میں تبدیل ہو گیا' اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت درکار ہے۔(۹۸)

یمن اور شام میں میلاد النبیؐ

یمن اور شام میں میلاد النبیؐ کے بارے میں علامہ ابن جوزیؒ رقم طراز ہیں:

"میلاد النبیؐ ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ' مصر و یمن و شام' تمام بلاد عرب اور مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ میلاد النبویؐ کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے' عمدہ عمدہ لباس پہنتے' زیب و زینت اور آرائش کرتے' عطر و گلاب چھڑکتے' سرمہ لگاتے اور ان دنوں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس وغیرہ میں سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور میلاد مبارک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ تزک و اہتمام کرتے ہیں اور اس اظہار مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت' سلامتی و عافیت' کشادگی رزق' مال و دولت' اولاد اور پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے اور آبادی و شہروں میں امن و امان اور سلامتی اور گھروں میں سکون و قرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔"(۹۹)

تلمسان میں عید میلاد

شیخ ابو حمو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔ شیخ محمد رضا (مصری) نے شاہ تلمسان کے زیر اہتمام ہونے والی مجالس میلاد کی تفصیل حافظ سید ابو عبداللہ تونسی ثم تلمسانی کی

کتاب کے حوالے سے لکھی ہے:

"سلطان تلمسان شب میلاد النبیؐ ایک دعوت عام کا اہتمام کرتے تھے۔ جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش پھولدار چادریں بچھائی جاتیں۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا' جو دیکھنے والوں کو پگھلا ہوا سونا لگتا تھا۔ محفل کے اختتام پر حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے چنے جاتے تھے۔ محفل میلاد میں سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل اور نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ مقررین خطابت کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔"(۱۰۰)

لیبیا میں میلاد النبیؐ

لیبیا میں ہر سال عید میلاد النبیؐ نہایت تزک و احتشام سے منائی جاتی ہے۔ ربیع الاول کا چاند نکلتے ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کاروباری مراکز میں لوگوں کا ہجوم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گھروں اور دکانوں کی آرائش کے لئے خصوصی گلدستے تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے معیار کے مطابق ان کی خریداری ضرور کرتا ہے۔ یہ گلدستے آویزاں کئے جاتے ہیں۔ اور شب میلاد گھروں میں ان کی سجاوٹ عید میلاد کی روایت کا ایک حصہ ہیں۔ پچھلے سال لیبیا میں عید میلاد کا ذکر کرتے ہوئے' ہفت روزہ "احوال" کراچی نے طرابلس کے بارے میں لکھا ہے:

"روشنیوں کا موجیں مارتا سمندر لیبیا کی راج دھانی طرابلس کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ یہ شہر جسے اصحاب رسولؐ کی پابوسی کا شرف حاصل ہے' دل کی آنکھیں اس مادی روشنی کے ساتھ ساتھ نجوم ہدایت کے قدموں کا لمس پانے والے مقدس ذروں کی ضیاء پاشیوں کا مشاہدہ بھی کر رہی تھیں۔ یہ ساری آرائش و زیبائش ربیع الاول کی عید میلاد کے انتظار میں برقرار رکھی گئی تھی چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کو طرح طرح کی آرائشی چیزوں برقی قمقموں اور روایتی موم شمعوں سے بھی سجا رکھا تھا۔"(۱۰۱)

سید علیم اشرف جائسی نے محافل میلاد اور جلوس جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں اپنے لیبیا کے قیام کے دوران جو مشاہدہ کیا وہ اسے بیان کرتے ہیں:

"شب میلاد ہر طرف صلوٰۃ و سلام کے روح پرور ترانے بلند ہو رہے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہی سے بیشتر مسجدوں میں مولود شریف کی محفلیں سج گئیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا صاحب الذکری اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ کے نعرے ہرچہار سو سے سنائی دے رہے تھے۔ وعظ کی محفلوں کے اختتام پر ذکر میلاد

پر مشتمل قصائد بھی اجتماعی طور پر پڑھے گئے۔ گلیوں میں بچوں کے چھوٹے چھوٹے بہت سے اجتماعات و جلوس نظر آئے۔ بچے رنگ برنگ لباسوں میں ملبوس ہاتھوں میں ننھے منے دف لئے ہوئے جھوم جھوم کر عربی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ ہر طرف سے شیرینی اور مبارک بادیوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ درود و سلام کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لبوں پر کل عام وانتم بخیر اور عید المولد النبویؐ المبروک کے کلمات بھی مچل رہے تھے۔ مسجدوں کے علاوہ جگہ جگہ گھروں میں بھی میلاد کی محفلیں منعقد تھیں جہاں عقیدت میں ڈوب کر لوگ قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی کے اشعار کا ورد کر رہے تھے۔ عشق و محبت کے یہ نعرے دھیرے دھیرے ذکر نیم شبی اور آہ سحر گاہی میں بدل گئے اور نماز فجر کے بعد شہر کے مختلف حصوں سے جلوس نکلنے شروع ہوئے جن میں نوجوانوں نے نعتیہ قصائد اور صلواۃ و سلام کے جلو میں شہر کے مختلف راستوں سے گذرتے ہوئے نور و نکہت کے یہ قافلے ایک مرکزی میدان میں اکٹھا ہو کر اختتام پذیر ہوئے۔"(۱۰۲)

دکن میں محافل میلاد

قطب شاہی دور میں عید میلاد النبیؐ کی محفلیں جس تزک و احتشام سے منعقد ہوتی تھیں ان کے بارے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

"محمد قلی قطب شاہ عید میلاد النبیؐ کی بزم آرائی داد محل میں کیا کرتا تھا۔ محل کو بڑے تکلف سے سجایا جاتا۔ محل کے بیچ میں چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا خیمہ کھڑا کیا جاتا جس کا وسطی حصہ مخمل اور اطلس سے اور اطراف کا زردوزی کے نقش و نگار سے مزین ہوتا۔

دکن کی مسلم ریاستیں نبی کریمؐ کا روز مولود سترہ ربیع الاول شمار کرتی ہیں۔ اس دن دور دور کے امصار و دیار کے صاحبان کمال اور مشاہیر صناع جمع ہوتے اور اپنے عجیب و غریب کمالات پیش کرتے خاص میلاد النبیؐ کے دن علماء و واعظان عظام کا مجمع ہوتا اور قصر مصور کی چھت پر طرح طرح کے نقوش بنائے جاتے۔ درمیان میں تخت شاہی رکھا جاتا جو تمام و کمال سونے کا ہوتا اور قیمتی جواہرات سے مرصع ہوتا۔"(۱۰۳)

ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، دماموں، نفیریوں اور قرناؤں کی آواز سے میدان داد محل گونج اٹھتا۔ اس کی تفصیلات کے بارے میں **حدیقۃ السلاطین** کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اس روز بادشاہ وقت تمام جمع شدہ لوگوں کو کھانا کھلاتے، میدان میں چاروں طرف چراغاں کیا جاتا۔ بے حد آتش بازی چلائی جاتی۔ ایران و ہندوستان سے ہر فن کا ماہر، بازی گر، **ریسمان** باز اور لعبت باز وغیرہ جمع ہو کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔

یہ محفل عیش و نشاط شبانہ روز جاری رہتی۔ تیس ہزار روپے سے زائد خرچ ہوتے۔ شعراء قصائد اور میلادیہ منظومات پیش کرتے۔ خود قطب شاہ بھی شاعر تھا اور ہر سال محفل میلاد کے موقع پر اپنی نظمیں پڑھتا۔ اس کی ایک نظم کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضورؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے سات جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا خوشی کے مارے اپنے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی اور تینوں جگ اپنا تن من نبی کریمؐ پر نثار کرتے ہیں۔" (۱۰۴)

عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میدان دل کشا کے داد محل کے علاوہ حیدر آباد ہی کے دوسرے میدان عالم پناہ (میدان چار کمان) میں بھی ایک بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا اور چبوترے پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدیدار اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ اور تمام خاص و عام کی شاہی دعوت ہوتی تھی۔ بادشاہ کی سواری کے بارے میں ڈاکٹر محمد نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"اس ماہ کے جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی اور دونوں میدانوں کی سیر کرتی۔ اس موقع کے لئے شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ عصر کے وقت بادشاہ اس سواری پر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت شاہی سواری کے اطراف پیدل چلتے۔ شاہی جلوس میدان چار کمان سے نکل کر چار مینار سے ہوتا ہوا داد محل کے میدان دل کشا میں پہنچتا تھا۔ مولود النبیؐ کے آخری دن میدان داد محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دستر خوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی جس سے تمام میدان روشنی سے جگمگا اٹھتا۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن رات جاری رہتا تھا۔" (۱۰۵)

دور محبوبی اور دور عثمانی میں عید میلاد

عہد آصفی کی عید میلاد میں بارہ ربیع الاول کو تمام حکومت میں عام تعطیل دی جاتی تھی۔ آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں اور آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں کے دور میں بعض مشائخین عظام مثلاً مولانا خیرالمبین اور حضرت زور علی شاہ وغیرہ بارہ دن تک وعظ فرماتے اور اس میں میلاد کے واقعات اور بدعتوں سے مسلمانوں کو اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے۔ بڑے بڑے جاگیرداروں کے یہاں روزانہ بریانی اور دیگر لوازمات کے ساتھ فاتحہ ہوتی جس سے سینکڑوں آدمیوں کی شکم سیری ہوتی تھی۔

دور عثمانی میں مولوی انوار اللہ فضیلت جنگ ناظم امور مذہبی مقرر ہوئے ان کے زمانے میں گیارہ ربیع الاول یعنی بارھویں کی شب کو مکہ مسجد میں تمام رات روشنی ہوتی اور مقررہ پروگرام کے مطابق وعظ، قصیدہ

بردہ خوانی اور مولود خوانی ہوتی رہتی اور آٹھ نو بجے صبح کو خطیب مکہ مسجد بطور خطبہ میلاد کا بیان فرماتے۔ اس میں آصف جاہ سابع خود شریک ہوا کرتے تھے۔ دور عثمانی کی محافل میلاد میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شریک ہوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر یار جنگ امور مذہبی کے اعلیٰ افسر صدر الصدور کی خدمت پر مامور ہوئے تو میلاد النبیؐ کے جلسے عام طور پر ہونے لگے۔ ہر محلّہ ہر دفتر میں جلسہ میلاد منعقد کئے جانے لگے۔ اور ان سے عام و خاص مستفید ہونے لگے۔ اب یہ سلسلہ صرف ماہ ربیع الاول کی بجائے آٹھ نو ماہ تک جلسہ ہائے میلاد رہنے لگا۔ جلسہ ہائے میلاد کے بارے میں ڈاکٹر نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تعلقات کے مستقر پر بھی جلسہ میلادایک خاص پروگرام کے تحت ہوتے تھے۔ بہادر یار جنگ کی میلاد مبارک کی تقریریں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک مفید تحریک کا باعث بنتی تھیں۔ آپ کی تقریر سننے کے لئے ہزاروں اصحاب کا مجمع ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مولانا حسام الدین اور علامہ سید مناظر احسن کی تقاریر کو بھی شوق سے سنا جاتا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے جلسہ میں مقابلوں پر انعام بھی دیا جاتا تھا۔ سکندر آباد میں بھی میلاد کا ایک بڑا جلسہ ہوتا اور اچھے مضمون پر انعام دیا جاتا تھا۔ غرض عید میلاد کے جلسے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے تھے۔ انجمن تعمیر ملت کی جانب سے میلاد کا جلسہ ۱۲۔ ربیع الاول کی صبح کو ہونے لگا ہے اور اس میں بھی خاصا ہجوم ہوتا ہے۔"(۱۰۶)

عہد شاہ جہاں میں میلاد النبیؐ

سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے زمانہ میں ۱۲۔ ربیع الاول کو عید میلاد کی تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی تھی۔ یہ دن نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کی نسبت سے اسلامی ممالک میں عیدین سے بھی زیادہ مذہبی عقیدت و احترام اور نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا چلا آ رہا ہے۔ اس دن ذکر رسولؐ ہوتا تھا۔ مواعظ حسنہ کے ذریعے سیرت طیبہ بیان کی جاتی تھی اور عمل کی تلقین کی جاتی تھی۔ اظہار مسرت اور مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرینی اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فقراء و غرباء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ یہ تقریب ہر دور میں منائی جاتی تھی۔ ملا عبدالحمید نے شاہ جہانی عہد میں عید میلاد النبیؐ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"اس مبارک اور سعید مجلس میلاد کو پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا' جس میں علماء و مشائخ اور دیگر معززین مدعو کئے گئے۔ شاہ جہاں بذات خود بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آکر بیٹھا۔ بارہ ہزار روپے تقسیم کئے۔ اور لوگوں کو ان کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق شال مرحمت کئے گئے اور ایک بڑی جماعت کو پر تکلف دعوت دی گئی اور عطریات کے علاوہ دیگر اشیاء تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا۔"(۱۰۷)

دہلی' آگرہ' لکھنؤ وغیرہ میں عید میلاد النبیؐ

دہلی' آگرہ' لکھنؤ اور برصغیر کے تمام شہروں اور قصبات میں ہر جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ عید کا زمانہ آگیا ہے' گھر گھر' محلے محلے میں یہ محفلیں سجتیں اور ذکر ولادت رسولؐ سے تمام فضا گونج اٹھتی۔ ہر سال سیرت پاکؐ کے جاننے والے نئے نئے میلاد نامے لکھتے اور بہتر سے بہتر والہانہ عقیدت کے ساتھ محافل میلاد میں آپؐ کی ولادت' سیرت مقدسہ اور شمائل و خصائل بیان کرتے اور ہدیہ درود و سلام پیش کرتے۔

برصغیر میں جشن اور محافل میلاد

برصغیر میں صدیوں سے ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کے گھروں میں میلاد النبیؐ کا عام اہتمام ہوتا تھا۔ بچے' بڑے عورتیں اور مرد سب اس میں شمولیت کرتے تھے۔ شمالی ہند' پنجاب' یو۔ پی' دہلی اور بہار میں بالخصوص میلاد نامے پڑھے جاتے تھے۔ نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت مبارکہ' حمد و نعت اور درود و سلام پڑھنے اور سننے کے لئے گھروں میں اجتماعات ہوتے تھے۔ یہی وہ سماجی و معاشرتی عوامل تھے جن کے زیر اثر بچپن ہی سے عقائد کی تربیت و تہذیب ہوتی تھی۔ اخلاقیات کی اہمیت اور بدی کا احساس بیدار ہوتا تھا۔ منظوم یا مخلوط میلاد نامے مخصوص انداز میں پڑھے جاتے تھے۔ گھر کی کوئی خاتون یا مرد باآواز بلند پڑھتا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ساری محفل ذوق و شوق سے باآواز بلند درود پڑھتی تھی۔ چند روایات کے بیان کے بعد ترنم سے خوش الحان حاضرین محفل مل کر منظوم روایت یا میلادیہ منظومات پڑھتے تھے۔

۷۰۳ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں ملتان میں جلوس عید میلاد کا آغاز ہوا۔ حاکم ملتان جلوس کی پا پیادہ رہنمائی کرتا تھا۔ عمائدین شہر اور نعت خواں اس میں شامل ہوتے تھے۔ نعت خوانوں کے پیچھے پیچھے مخدوم سادات اور "قریش ملتان کا معزز گروہ ہوتا تھا۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا اور رات کو شہر میں چراغاں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔"(۱۰۸)

بھوپال میں نواب صدیق حسن خان نے محفل میلاد موقوف کرا دی۔ نواب سلطان جہاں بیگم کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ نبی کریمؐ کی ولادت کے دن میرے کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تو اس حیلے سے مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ ان کے ہاں صاحبزادی آصف جہاں مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اب اللہ تعالیٰ نے انہیں ۸۔ ربیع الاول کو صاحبزادہ عطا فرمایا اور اس طرح انہیں میلاد کی خوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اب بھوپال میں عید میلادالنبیؐ اس طرح منائی جانے لگی کہ مسجد میں خوب روشنی ہوتی۔ اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا عمدہ طعام پکا کر غریبوں اور دوستوں میں تقسیم ہوتا۔(۱۰۹)

۱۸۸۰ء میں مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریک میلاد کا آغاز کیا۔ اور ماہ ربیع الاول کی چاند رات سے شب دوازدھم تک ہر روز سیرت النبیؐ بیان فرماتے اور ان کا یہ بابرکت سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے' وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر خیبر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ' مسلم ایجوکیشنل کانفرنس' انجمن حمایت اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء کو

بھی میلاد و سیرت کا پلیٹ فارم بنا دیا۔(۱۱۰)

سید شاہ سلیمان پھلواروی کے بعد سید ممتاز علی نے "تہذیب نسواں" میں ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارے میں عید میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔(۱۱۱) البتہ ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور کے مطابق متحدہ ہندوستان میں غالباً سب سے پہلے امرتسر میں عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ اس کا انتظام کشمیری بزرگ مولانا عبدالسلام ہمدانی کرتے تھے۔ اور اس کی غرض و غایت غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کی دینی و سیاسی شوکت کا اظہار تھا۔ اس کے بعد یہ تقریب اپنی گوناگوں افادیت کے سبب ہندوستان کے دوسرے شہروں میں پھیلنے لگی۔(۱۱۲)

لاہور میں تقریبات عید میلادالنبیؐ کے سلسلہ میں بعض علماء نے ۱۹۲۶ء میں عام مسلمانوں کو ایک اپیل جاری کی پھر حزب الاحناف کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ کی کوشش سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے لگا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین موچی دروازہ کے زیر اہتمام ایک شاندار جلوس منظم کیا گیا۔(۱۱۳) راولپنڈی میں عید میلادالنبیؐ کی تقریبات کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی، جب پنڈی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ایمان" کے ایڈیٹر مولانا عبدالمجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبیؐ کے جلسے منعقد کئے جائیں۔ ان کی اس تحریک پر سارے برصغیر میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عید میلاد النبیؐ منانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔(۱۱۴)

دراصل لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا، جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہؒ (دربار علی پور سیداں، سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے اور اس جلسہ کی روئداد رسالہ "تہذیب نسواں" میں بھی شائع ہوئی تھی۔(۱۱۵)

۱۹۳۵ء کے میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس جالندھر چھاؤنی میں علامہ اقبالؒ موجود تھے۔ انہوں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> "چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے اس امت کو متحد کرے گا۔ مجھے عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہو گا۔ اب تحریک یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔"(۱۱۶)

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبالؒ نے دیگر اکابرین ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسے اور جلوسوں کی اہمیت اور انعقاد کی تحریک کی تھی۔ اور اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا تھا۔ "اتحاد اسلام کی تقویت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، نبی کریمؐ کی سیرت کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ۱۲۔ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں۔"(۱۱۷)

اس اپیل پر سید غلام بھیک نیرنگ، انبالہ ۲۔ مولانا غلام مرشد، لاہور ۳۔ مولانا شوکت علی، بمبئی، ۴۔

مختلف ادارے سیرت و نعت خوانی کے مقابلے کراتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں چھپتی ہیں۔ بزرگان دین کی خانقاہوں' مزارات یا دیگر مقامات پر محافل سماع ہوتی ہیں۔ الغرض جشن میلاد النبیؐ کے دن اس نسبت سے قرآن خوانی' نعت خوانی' ختم میلاد' جلسے' جلوس' مشاعرے' محافل سماع' اور بزرگان دین کے اجتماعات دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ اکابرین ملت کا فرض ہے کہ وہ ان اجتماعات کے ذریعے نبی اکرمؐ کے میلاد و احوال' خصائل و شمائل اور معاملات و عبادات سے آگاہ کرتے رہیں اور قوم کو خیر و فلاح کی طرف بلائیں۔ یہ امت مسلمہ میں واحد ایسی تقریب ہے کہ جس میں ہر مسلمان بقدر حب نبیؐ اظہار محبت و مسرت کرتا ہے۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق لوگوں کو نبی کریمؐ کے احوال زیادہ سے زیادہ ازبر کرا دیئے جائیں جس سے محبت رسالتمآبؐ مسلمانوں کے سینوں میں فزوں تر ہوتی چلی جائے۔

ایک بات جو عام مسلمان کو بری طرح کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ عید میلاد النبیؐ کے دن بیشتر مساجد زیب و زینت سے معمور اور بقعہ نور بنی نظر آتی ہیں اور ان میں سے درود و سلام کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور اس کے برعکس کچھ مساجد مقفل اور سنسان نظر آتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری کائنات کے لئے رحمت اور نور ہدایت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپؐ کی بعثت اور میلاد کی خوشیوں میں اظہار محبت و عقیدت ہر جگہ نمایاں نظر آنا چاہئے۔

سالانہ تعین سے یوم سیدنا صدیق اکبر' سیدنا عمر فاروق' سید عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کے دن جس اہتمام سے منائے جاتے ہیں وہ سب جانتے ہیں مگر میلاد النبیؐ اور یوم علی کرم اللہ وجہہ کا دن منانا کچھ لوگوں کے نزدیک کیوں بدعت ہے۔ یہ جمیع امت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

تقسیم برصغیر کے بعد آزادی کے ابتدائی سالوں میں عید میلاد النبیؐ کے جلوسوں میں شرکاء نعت خوانی اور درود و سلام کا ورد کرتے جاتے تھے اور پورا ماحول نبی کریمؐ کی تعظیم کا مظہر اور عقیدت و احترام کے جذبوں سے لبریز نظر آتا تھا۔ اب اس قسم کی تڑپ اور روح کا فقدان نظر آتا ہے اور عوامی میلہ کی سی طرز جھلکنے لگی ہے۔ اہل تشیع محرم میں تعزیے لے کر چلتے ہیں۔ اور غالباً اس کے لاشعوری رد عمل کے طور پر ملک بھر کے چند بڑے شہروں میں اور لاہور میں بالخصوص خانہ کعبہ' مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے ماڈل اور نمونے بنا کر جلوس کے ہمراہ چلنے کی رسم شروع ہو گئی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ لاؤڈ سپیکروں کا بے ہنگم شور ہوتا ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اور دیگر کھیل تماشے شروع ہو گئے ہیں۔ مثلاً عورتوں کو بے پردہ گھومنے پھرنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے روکنا ضروری ہے۔ ریکارڈنگ' بینڈ باجہ' ڈھول' چمٹے' طبلے' سارنگی' آتشبازی سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہماری اسلامی تہذیب کا حصہ نہیں ہیں۔ اس دن کی تعظیم و تکریم اور تقدس و محبت کے تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ اس کی اصلاح کے لئے اکابرین ملت کو بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

اس دن کی عظمت سے نئی نسل کو صحیح خطوط پر روشناس کرانا' وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ عامہ' ریڈیو' ٹیلی ویژن اور اخبارات وغیرہ سے مثبت کام لینا چاہئے۔ جس سے پوری قوم کی

تربیت و تہذیب اسلامی خطوط پر ہو سکے۔ نیز اس مقدس اور پاکیزہ تقریب کے ثمرات و برکات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جا سکے۔